تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضویؒ شعور گوپال پوری

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب .

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

سانویں جلد (۷)

تالیف

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعورؒ گوپال پوری

امینی، عبدالحسین، ۱۲۸۱۔۱۳۴۹
[الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب۔ اردو۔ ترجمہ و تلخیص]
غدیر: قرآن، حدیث اور ادب میں / مولف عبدالحسین الامینی النجفیؒ
ترجمہ و تلخیص: سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری۔ ۱۴۳۱ق=۲۰۱۰م=۱۳۸۹
ج/ ۷۔۸۔۹
ISBN: 978-600-92030-6-2 (جلد ۷۔۸۔۹)
فہرست نویسی براساس اطلاعات فیپا
کتاب نامہ: بصورت زیرنویس
۱۔ غدیر خم۔ ۲۔ علی بن ابی طالب (ع) امام اول، ۲۳ قبل از ہجرت، ۴۰ق، اثبات خلافت۔ ۳۔ غدیر خم۔ شعر۔ مجموعہا۔ ۴۔ شعر مذہبی عربی۔
مجموعہا الف۔ رضوی شعور، علی اختر مترجم۔ ب۔ عنوان ج۔ عنوان: الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب۔ اردو۔ تلخیص
۲۰۴۶۲ غ ۸ الف / ۵۴ / BP۲۲۳ ۲۹۷/۴۵۲

شناسنامہ کتاب

کتاب کا نام:	**غدیر**: قرآن، حدیث اور ادب میں (جلد ۷۔۸۔۹)
تالیف:	حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ
ترجمہ و تلخیص:	ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری
ناشر:	گلستان زہراؑ پبلی کیشنز، لاہور
ناشر ہمکار:	قرآن و عترت فاؤنڈیشن (علمی مرکز، مدرسہ حجتیہ، قم المقدسہ)
پیشکش:	مکتبہ مینار شعور گوپال پور (سیوان بہار)
اشاعت:	۱۳ رجب ۱۴۳۳ھ، ۴ جون ۲۰۱۲ طبع اوّل
تعداد:	۵۰۰ جلد
قیمت:	۵۰۰/= روپے

ملنے کا پتہ:

پاکستان: گلستان زہراؑ پبلی کیشنز، لاہور۔ ۵۴۰۰۰

ایران: ﴿قم﴾ دفتر قرآن و عترت فاؤنڈیشن، مدرسۂ حجتیہ خیابان حجت پارک ۷ داخلی ۳۱۷، چہارراہ شہدا، قم المقدسہ۔

ہندوستان: ۱۔ ﴿بھیک پور﴾ جگن پور، سیوان، بہار، پن کوڈ، 8841286

۲۔ ﴿ممبئی﴾ (فاطمہ برقع کلیکشن، ۵۸ نشان پاڑہ روڈ، مسافر خانہ نجفی (مقابل اجوا مٹھائی) ڈونگری ممبئی ۴۰۰۰۰۹۔

روی زیاد بن محمد قال :

دخلت علی ابی عبد اللهؑ فقلت :

للمسلین عید غیر یوم الجمعة والفطر والاضحی

قال : نعم ، الیوم الذی نصب فیه رسول الله امیر المومنین

زیاد بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے امام صادق کی خدمت میں پہونچ کر عرض کیا مسلمانوں کے پاس عید فطر، عید قربان اور عید جمعہ کے علاوہ بھی کوئی عید ہے؟

امام نے فرمایا: ہاں! جس دن رسول خدا ﷺ نے امیر المومنین کو (خلیفہ اور ولی) منصوب فرمایا۔

(مصباح المتہجد ص ۷۳۶)

فہرست مطالب

عندلیبان غدیر (نویں صدی ہجری)

عندلیبانِ غدیر

(نویں صدی ہجری)

۱۔ابن عرندس حلی ۲۔ابن داغر حلی

۳۔حافظ برسی حلی

ابن عرندس حلی

صنائع وبدائع سے بھر پور (۱۲۶) شعروں کے اس قصیدے کا مطلع ہے:

اضحی حمیس کغصن بان فی حلی　　قمر اذا ما مرّ فی قلبی حلا

غدیر سے متعلق تین شعر ہیں اور ایک شعر میں کسر اصنام کی طرف اشارہ ہے، اشعار یہ ہیں:

ثم السلام من السلام علی الذی　　نسبت لہ فی خم رایات الولا

تالی کتاب اللہ اکرم من تلا　　واجل من للمصطفی الھادی تلا

وبخم واخاہ النبی محمد　　حقا وذلک فی الکتاب تنزلا

''پھر سلامتی سے بھر پور سلام اس ذات پر جس کے لئے غدیر خم کے میدان میں پرچم ولایت نصب کیا گیا، وہ ردیف کتاب خدا ہے اور تلاوت سے برتر ومکرم ہے، کیوں کہ ہدایت کرنے والے مصطفیٰؐ نے اس کی تلاوت کی اور غدیر خم میں رسول خدا محمدؐ نے اس سے برادری کا رشتہ واقعی استوار کیا، اور یہ اس لئے کہ قرآن میں اس کی بابت آیت نازل ہوئی ہے''۔

کسر اصنام سے متعلق شعر یہ ہے:

وصعود غارب احمد فضل لہ　　دون القرابة والصحابة افضلا

''اگر قرابت ومحبت کو نظر انداز کر دیا جائے تب بھی ان کا شانۂ احمد پر بلند ہونا بجائے خود عظیم ترین فضیلت ہے''۔

• شاعر نے قصیدے میں جن مناقب کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں سے بعض کی تفصیل گذشتہ

جلدوں میں پیش کی گئی اور بقیہ کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔ یہاں صرف منقبت کسر اصنام کی تحقیق پیش کی جاتی ہے:

"وصعود غارب احمد فضل له" ....

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ رسول خداؐ میرے ساتھ اصنام کعبہ توڑنے تشریف لے گئے، مجھ سے فرمایا: بیٹھ جاؤ! میں کعبہ کے گوشے میں بیٹھ گیا، اس کے بعد رسولؐ خدا میرے کاندھوں پر بلند ہوئے پھر فرمایا: اٹھو اور مجھے ان بتوں کے قریب پہنچاؤ! جب میں اٹھا تو رسول خداؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ میرے اندر کمزوری ہے، فرمایا: بیٹھ جاؤ، تو میں بیٹھ گیا اور انھیں کاندھے سے اتار دیا، پھر رسول خداؐ میرے لئے بیٹھے میں اس پر سوار ہوا اور جب اٹھے تو ایسا لگا کہ میں آسمان کے کناروں کو چھو سکتا ہوں، اور رسول خداؐ نے سہارا دیا تو میں نے سب سے بڑے بت تو ایسا لگا کہ جو قریش کا بت تھا، اس بت کو لوہے کی کیلوں سے دیوار میں جڑ دیا گیا تھا، رسولؐ خدا نے فرمایا: اسے ہلاؤ، میں نے ہلانا شروع کیا تو فرمایا: ہاں، ہاں، ہاں۔ پھر فرمایا: اسے توڑ دو تو میں نے توڑ دیا اور اتر آیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: پھینک دو اس کو چنانچہ میں نے پھینکا تو شیشے کی طرح چکنا چور ہو گیا اور پھر اتر آیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ پھر بام کعبہ سے کود پڑا۔

جابر سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسولؐ خدا کے ساتھ مکے میں داخل ہوئے، کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے، رسولؐ خدا نے فرمایا: سب کو گرا دو، ایک طویل بت جس کا نام ہبل تھا اسے آپ نے علیؑ سے فرمایا: اس کو گرانے کے لئے میرے کاندھے پر سوار ہو جاؤ یا میں تمہارے کاندھے پر سوار ہوں؟ عرض کی: آپ ہی سوار ہو جائیے، جب سوار ہوئے تو علیؑ رسالت کا بوجھ برداشت نہ کر سکے، رسول خداؐ نے تبسم فرمایا، علیؑ نے عرض کی اب میں آپ کے کاندھے پر سوار ہو جاؤں، جب میں کاندھے پر سوار ہوا تو اس خدا کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور مخلوقات کو پیدا کیا، اگر میں چاہتا تو آسمان کو اپنی مٹھی میں لے لیتا، پھر میں نے ہبل کو بام کعبہ سے گرا دیا، اس وقت خدا نے آیت نازل کی:

﴿قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا﴾

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے علیؑ سے فرمایا: اٹھو! بام کعبہ پر جو بت ہے اسے توڑا جائے، جب وہاں پہونچے تو رسولؐ نے آپ سے فرمایا: میرے کاندھے پر سوار ہو جاؤ تا کہ تمہیں اٹھاؤں، علیؑ نے اپنا کپڑا انھیں دیدیا اور رسول خداؐ انھیں اپنے کاندھے پر اٹھائے ہوئے کعبہ میں پہنچے ،علیؑ نے بت کو پکڑا جو تانبے کا تھا اور بام کعبہ سے زمین پر دے مارا ۔

اس واقعہ کو مندرجہ ذیل ائمہ حدیث و تاریخ نے نقل کیا ہے بغیر کسی سندی تنقید کے:

اسباط بن محمد قرشی (۱) حافظ ابوبکر صغانی (۲) حافظ ابن ابی شیبہ (۳) امام احمد ابن حنبل (۴) ابو علی مازنی (۵) ابوبکر بزار (۶) حافظ نسائی (۷) ابو یعلی (۸) طبری (۹) طبرانی (۱۰) حاکم نیشاپوری (۱۱) ابوبکر شیرازی (۱۲) ابو محمد عاصمی (۱۳) ابونعیم (۱۴) بیہقی (۱۵) خطیب بغدادی (۱۶)

۱۔ مسند احمد (ج ۱ ص ۱۳۶ حدیث ۶۴۵)

۲۔ جامع الاحادیث (ج ۶ ص ۲۷۲ حدیث ۷۹۲۷)

۳۔ المصنف (ج ۸ ص ۵۳۴ حدیث ۹)

۴۔ مسند احمد ج ۱ ص ۸۴ (ج ۱ ص ۱۳۶ حدیث ۶۴۵)

۵۔ سنن نسائی (ج ۵ ص ۱۴۲ حدیث ۸۵۰۷)

۶۔ ینابیع المودۃ (ج ۱ ص ۱۳۸ باب ۴۸)

۷۔ خصائص نسائی ص ۳۱ (ص ۱۳۴ حدیث ۱۲۲)

۸۔ مسند ابی یعلی (ج ۱ ص ۲۵۱ حدیث ۲۹۲)

۹۔ جامع الاحادیث (ج ۱۶ ص ۲۷۲ حدیث ۷۹۲۷)

۱۰۔ تاریخ الخمیس (ج ۲ ص ۸۷-۸۶)

۱۱۔ المستدرک علی الصحیحین (ج ۲ ص ۳۹۸ حدیث ۳۳۸۷)

۱۲۔ فی نزول القرآن

۱۳۔ زین الفتی شرح سورہ ھل اتی

۱۴۔ ان سے خطیب نے نقل کیا ہے

۱۵۔ مناقب خوارزمی (ص ۱۲۳ حدیث ۱۳۹)

۱۶۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۰۲)

ابن مغازلی (۱) ابو عبداللہ فراوی (۲) خوارزمی (۳) ابن جوزی (۴) ابو الخیر حاکمی (۵) ابن نجار (۶) ابن طلحہ شافعی (۷) ابو المظفر ابن جوزی (۸) گنجی شافعی (۹) حافظ صالحانی (۱۰) محب الدین طبری (۱۱) ابن نقیب (۱۲) حموینی (۱۳) حافظ ذہبی (۱۴) حافظ زرندی (۱۵) سیوطی (۱۶) قسطلانی (۱۷) قاضی بکری (۱۸) نور الدین حلبی (۱۹) زرقانی (۲۰) سید احمد زینی دحلان (۲۱) آلوسی (۲۲) خواجہ کلان

۱۔ مناقب ابن مغازلی (ص ۲۰۲)
۲۔ کفایۃ الطالب (ص ۲۵۷ باب ۶۲)
۳۔ مناقب خوارزمی ص ۳۷ (ص ۱۲۴۔۱۲۳ حدیث ۱۳۹)
۴۔ صفۃ الصفوۃ، ج ۱ ص ۱۱۹/ (ج ۱ ص ۳۱۰ نمبر ۵)
۵۔ الاربعین فی فضائل علیؑ (ص ۱۲۷ باب ۴۰ حدیث ۶۳)
۶۔ کفایۃ الطالب (ص ۲۵۷ باب ۶۲)
۷۔ مطالب السئول ص ۱۲
۸۔ تذکرۃ الخواص (ص ۲۷)
۹۔ کفایۃ الطالب ص ۱۲۸ (ص ۲۵۸۔۲۵۷ باب ۶۲)
۱۰۔ تاریخ الخمیس (ج ۲ ص ۸۶)
۱۱۔ ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۰۰ (ج ۳ ص ۱۵۰)
۱۲۔ العبر مواہب لدنیہ، ج ۱ ص ۴۰۲ (ج ۱ ص ۵۸۶)
۱۳۔ فرائد السمطین (ج ۱ ص ۲۴۹ حدیث ۱۹۳)
۱۴۔ تلخیص المستدرک (ج ۲ ص ۳۹۸ حدیث ۳۳۸۷)
۱۵۔ نظم درر السمطین (ص ۱۲۵)
۱۶۔ کنز العمال ج ۶ ص ۴۰۷ (ج ۱۳ ص ۱۷۱ حدیث ۳۶۵۱۶) الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۲۶۴ (ج ۱ ص ۴۳۸)
۱۷۔ المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۴۰۲ (ج ۱ ص ۵۸۶)
۱۸۔ تاریخ الخمیس ج ۲ ص ۹۵ (ج ۲ ص ۸۶)
۱۹۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۹۷ (ج ۳ ص ۸۶)
۲۰۔ شرح المواہب، ج ۲ ص ۳۳۶
۲۱۔ السیرۃ النبویہ مطبوع برحاشیہ سیرۂ حلبیہ ج ۲ ص ۲۹۳ (ج ۲ ص ۱۰۲)
۲۲۔ شرح العینیہ، ص ۷۵

قندوزی (۱) ابو بکر ابن محمد حنفی (۲) سید محمود قراغولی۔

شاعر کا تعارف

شیخ صالح ابن عبدالوھاب ابن عرندس حلی، ابن عرندس کے نام سے مشہور تھے، معروف شیعہ عالم تھے، فقہ واصول میں ان کی گرانقدر تالیفات ہیں، مدح اہل بیتؑ میں ان کے قصائد ومراثی دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ولایت میں فنا تھے اور دشمنان اہلبیتؑ سے شدید نفرت رکھتے تھے۔ ان کے بعض اشعار منتخب طریحی (منتخب طریحی ج ۲ص ۲۵۴) وطلیعہ سماوی میں پائے جاتے ہیں، صاحب طلیعہ نے ان کے حالات بھی لکھے ہیں اور علم وفضل، تقویٰ وریاضت کے ساتھ جملہ متداول علوم میں رسوخ کی نشاندھی کی ہے، اس کی تائید فاضل یعقوبی کی بابلیات دیکھنے سے ہوتی ہے (البابلیات ج ۱ص ۱۴۴نمبر ۴۷)، انھوں نے بڑی ستائش کی ہے، صاحب طلیعہ کے مطابق شیخ صالح کا انتقال تقریباً ۸۴۰ھ میں حلہ کے فیحا مقام پر ہوا، وہیں دفن ہوئے، ان کا مقبرہ آج بھی زیارتگاہ ہے۔

ابن عرندس نے اکثر اشعار شیخ علاء الدین شفیقی کی روش پہ بطور تضمین کہے ہیں، ان شعروں سے ان کی زبردست قدرت کلام اور متانت کا اندازہ ہوتا ہے ان کو ادب عربی ادب پر کامل دسترس حاصل تھی، شیخ صالح کا قصیدہ رائیہ ارباب علم میں کافی مشہور ہے لوگ کہتے ہیں کہ اگر کسی بزم میں پڑھا جائے تو امام زمانہؑ کی زیارت ہوگی، ایک سو تین شعروں پر مشتمل قصیدے کا مطلع ہے: (۴)

طوایا نظامی فی الزمان لها نشر　　　یعطرها من طیب ذکراکم نشر

امام حسینؑ کا ایک مرثیہ بڑا ہی عرفان انگیز اور سبکی سے کہا ہے، جس کا مطلع ہے:

۱۔ ینابیع المودۃ ص ۱۹۳ (ج ۱ص ۱۳۸باب ۴۸)

۲۔ قرۃ العیون المبصرۃ، ج ۱ص ۱۸۵

۳۔ جوھرۃ الکلام ص ۵۵۔۵۹۔

۴۔ منتخب طریحی، ج ۲ص ۱۹/ (ج ۲ص ۷۵)

مات العذول علی الحبیب مسهّدا فاقام عذری فی الغرام ومسهّدا

منتخب طریحی(۱) میں ایک مرثیہ ۵۶ شعروں پر مشتمل ہے جس میں شیخ صالح کہتے ہیں:

نوحوا ایا شیعة المولی ابا حسن علی الحسین غریب الدار والوطن

ا۔ منتخب طریحی ج ۲ص ۱۹ (ج ۲ص ۲۵۴)

ابن داغر حلی

ابن داغر حلی کا غدیر سے متعلق چالیس شعروں پر مشتمل قصیدہ ہے جس میں پانچ اشعار کا ترجمہ بیان کیا جارہا ہے:

''اور ہوا یوں کہ روز غدیر آپ کی ولایت کا اعلان حجۃ الوداع کے سال ہوا اور یہ سب کچھ سب کے سامنے ہوا اور یوم غدیر کی برکات اور فضائل شمار سے باہر ہیں،

بظاہر لوگوں نے وصیت احمدؐ کو قبول کیا لیکن اپنے دلوں میں آل محمدؐ کی طرف سے سے کینہ چھپائے ہوئے تھے، یہاں تک کہ جب رسولؐ خدا کا انتقال ہو گیا تو اپنے دلی کینے ظاہر کر دیئے اور ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دیئے۔

انھوں نے پروردگار کی طرف سے حاصل شدہ خلافت اور ولایت کو ملنے نہیں دیا، آنکھیں اندھی ہو گئی تھیں اور راہ راست قطعاً گم تھی''۔

ایک قصیدہ اور بھی ہے جس میں ۱۹۲ اشعار ہیں، جس میں غدیر سے متعلق تین شعر ہیں:

''اب وہ گئے رسول خداؐ تو آپ کے ساتھ ان کے اصحاب اور پاس بیٹھنے والی قوم نے خیانت کی، آپ کی وصیت کو جو علیؑ کے بارے میں تھی یوں تردید کی جیسے رسول خداؐ کا ارشاد جھٹلانے کے قابل تھا، اور حیدرؑ کی ولایت تمام مراعات کو بھلا بیٹھے جو غدیر خم میں ہوئی تھی کہ یہ سائے کی طرح میرے ساتھ رہنے والے وزیر ہیں''

۳۵ شعروں کا ایک مرثیہ ہے جو دلوں کو برملا دیتا ہے، مطلع ہے:

بابی الامام المستضام بکربلا   یدعو و لیس لما یقول مجیب

شاعر کا تعارف

شیخ مغامس ابن داغر حلی، خاصان خدا کی محبت سے سرشار، مغامس کے تذکرے اکثر سوانح نگاروں نے کئے ہیں، خاص طور سے متاخرین میں علامہ شیخ علی آل کاشف الغطاء نے حصون منیعہ میں یا علامہ ساوی نے طلیعہ میں اور خطیب یعقوبی نے بابلیات میں (۱)

شیخ طریحی نے منتخب میں (۲) ان کے اشعار بھی نقل کئے ہیں اور کچھ ادیب اصفہانی نے تحفۂ ناصریہ میں کئے ہیں۔ ان کے اشعار اکثر تذکرہ نگاروں کی کتاب میں ہیں، جنھیں جمع کر کے علامہ ساوی نے دیوان کی شکل میں شائع کیا ہے۔

مغامس نے مدح اہل بیتؑ میں بہت زیادہ شعر کہے، وہ حب آل محمدؐ میں پوری طرح ڈوبے ہوئے تھے، لیکن دنیا نے ان کو بھلا دیا، انھیں پر کیا منحصر ہے اکثر مداح اہل بیتؑ فراموشی کا شکار ہوئے ہیں۔ مغامس حلہ کے مضافات میں واقع ایک عربی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے، وہ خود حلہ تحصیل علم کے لئے جاتے پھر تو وہ شاعر و خطیب ہو گئے اور نویں صدی کے متوسط شعراء میں ان کی طوطی بولنے لگی، ان کے پندرہ قصائد کی فہرست ہم نے تذکروں سے فراہم کی ہے، ان کا مطلع اور اشعار کی تعداد یوں ہے:

محب اللیالی فی مساعیه متعب یساق الیه حتفه وهو یداب . ۹۳/اشعار

تذکر ما احصی الکتاب فتابا وحاذر من مسّ العذاب عقابا. ۹۲/اشعار

اصبحت للتقویٰ بجهلک تدعی دعواک باطله اذا لم تقلع ۸۱/ اشعار

هل حین عممه المشیب وقنعا اتراه یضیع فی الهدایة مصنعا. ۹۰/اشعار

اتطلب دنیا بعد شیب قذال وتذکر ایاماً مضت ولیالی (۳) ۹۲/ اشعار

فصلت صروف الحادثات مفاصلی واصاب سهم النائبات مقاتلی. ۷۷/اشعار (۴)

۱۔ البابلیات (ج ۱ ص ۱۳۲ نمبر ۴۴) ۲۔ منتخب طریحی (ج ۲ ص ۲۸۴۔۲۹۲۔۳۰۰۔۳۲۳)

۳۔ ان میں سے کچھ قصیدے منتخب طریحی، ج ۲ ص/ ۴۵ (ج ۲ ص/ ۳۰) پر موجود ہیں۔

۴۔ منتخب طریحی، ج ۲ ص/ ۳۶ (ج ۲ ص/ ۲۸۴)

لغیرک یا دنیا ثنیت عنانی | وذاک لامر عن غناک عنانی. ۹۹/اشعار(۱)
لبنی الهادی مناخی | فی غدوی ورواحی. ۱۰۵/اشعار
هجر الغمض وسادی | وکوی الحزن فوادی. ۶۲/اشعار
لیتنی کنت فدائاً للحسین | وهو بالطف قطیع الودجین. ۱۰۲/اشعار
بکیت وما لریعان الشباب | ولا لددوس منزله خراب. ۸۰/اشعار
صحبتک لا انی بودک مغرم | فبینی فغیری فی هواک المتیم. ۸۸/اشعار
رحل الشباب وانه لکریم | فراغة عند النفوس عظیم. ۸۱/اشعار
ازال الشباب الغض عنک مزیل | فهل انت للبیض الحسان خلیل. ۷۵/اشعار

ایک مدح نبیؐ میں ان کا ایک قصیدہ ہے جس میں ۶۴/اشعار ہیں، جس کا مطلع یہ ہے:

عرج علی المصطفی یا سائق النجب | عرج علی خیر مبعوث وخیر نبی

۱۔ منتخب طریحی ج۲ص ۵۸۔ (ج۲ص ۳۲۳)

حافظ برسی حلی

''وہ سورج ہیں یا ضریح، مرقد کا نور چمک رہا ہے، وہ مشک ہیں یا وحی کی خوشبو عطر بار ہیں، وہ بخشش کا سمندر ہے یا گلستان جس میں ہدایت کی ہریالیاں ہیں، وہ آدمؑ ہیں یا نوحؑ ہیں یا خدائے مہیمن کا راز ہے، یہ داؤدؑ ہیں یا ان کے بعد سلیمانؑ! یا ہارونؑ ہیں یا عصا والے موسیٰؑ یا عیسیٰ مسیحؑ، یہ احمد مصطفیؐ ہیں یا ان کے وصی علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں، ہاشم و ذبیح کے پروردہ، مجد و شرف کے محیط آسمان پر درخشاں چودھویں کا چاند ہیں یا لوگوں کے لئے آسمان جمال پر دمکتا سورج حبیب خدا کے محبوب ہیں بلکہ ان کے راز کا راز اور مخلوقات کے لئے پیکر امر کی روح، ان کے متعلق غدیر کے دن نص آئی اور ستائش ہوئی خدا کی طرف سے کتاب مبین میں وضاحت کے ساتھ، وہ ایسے امام ہیں کہ اگر آدمی ان کی محبت لے کر قیامت کے دن حاضر ہوگا تو پلہ بھاری ہو جائے گا، ان کے شیعہ ستاروں کی مانند درخشاں ہیں، دنیا میں نمایاں ہیں، جب وہ بولتے ہیں تو حق بات بولتے ہیں، ان کے دہن میں فصیح اور نورانی بات ہی جھلکتی ہے، وہ جب حولاں ہوتے ہیں یا ٹھہر جاتے ہیں دشمن کے سامنے تو پچھاڑ کے رکھ دیتے ہیں، تم پر سلام خدا کا، اے پرچم ہدایت! صبح و شام تم پر بہترین سلام''۔

ایک قصیدے کا غدیری شعر یوں ہے:

غدیر خم کے مولی ہیں جن کی لوگوں نے بیعت کی اور ان کے سامنے گردنیں جھکیں حالانکہ وہ لمبی گردنیں تھیں۔

شاعر کا تعارف

حافظ شیخ رضی الدین رجب بن محمد بن رجب برسی حلی۔

عارف ودانا علماء وفقہاء میں شمار ہوتے ہیں، جنھیں علوم متداولہ میں کامل تصرف تھا، فن حدیث میں توانھیں بھر پور ملکہ حاصل تھا، ادب وشعر میں برتری حاصل تھی اور بہترین اشعار کہتے تھے۔ علم الحروف کے اسرار وفوائد پر بڑا عبور تھا، اسی لئے ان کی تالیفات میں تحقیق و دقت نظر کا عنصر زیادہ نظر آتا تھا، عرفان وحروف میں ان کی مخصوص ڈگر تھی، اسی طرح ائمہ معصومینؑ کے متعلق ان کا نظریہ عام لوگوں سے مختلف تھا، لہذا لوگوں نے ان کی طرف غلو وانتہا پسندی کی نسبت دے دی ہے، سچی بات تو یہ ہے کہ حافظ برسی نے ائمہ معصومینؑ کے متعلق جو کچھ بھی کہا ہے وہ غلو سے بہت پست ہے، درجۂ بنوت سے ادنیٰ ہے، خود حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ ہمارے بارے میں غلو سے پرہیز کرو، تم ہمیں خدا کا معمولی بندہ کہو، لیکن ہماری فضیلت میں جو چاہے کہو (۱) امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ہمارے متعلق یہ کہو کہ ہم بارگاہ خدا میں سجدہ ریز ہیں، پھر جو چاہو کہو۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ ہمیں مخلوق قرار دو پھر جو چاہو کہو تب بھی ہماری فضیلتوں تک نہ پہونچ سکو گے۔ (۲)

آل محمدؐ کی برتری وسرفرازی کو ہم کیا سمجھ سکتے ہیں، خداوند عالم نے انھیں جو سربلندی عطا کی ہے اور ملکات فاضلہ، پاکدلی، قدامت روحانی، اخلاق کریمانہ، مکارم ومحاور کی جن عظیم چوٹیوں پر ان لوگوں کو فائز کیا ہے ان تک ہماری فکری رسائی ممکن نہیں ہے، ہماری عقلیں تھک جائیں گی، دانش وبینش تھک کے چور ہو جائیں گے اور ارباب عقل سپرانداز ہو جائیں گے، آنکھیں ناکام، عظیم لوگ خستہ کام، دانشور درماندہ، خطباء وشعراء ان حضرات کی شان والا شان کے ایک گوشے کو بیان کرنے کے سلسلے میں گونگے نظر آتے ہیں، عقل وفہم کی رسائی کیسے ہوسکتی ہے جبرئیل شعور کے بال وپر جل جائیں گے۔ (۳)

اسی وجہ سے اکثر محقق علماء نے ائمہ معصومینؑ کے متعلق معرفت واسرار کے ایسے گوشے بیان کئے ہیں جسے دوسرے برداشت کرنے سے قاصر ہیں، علماء قم کی حالت یہ تھی کہ جو عالم بھی ان اسرار کی جانب روایت کرتا اس پر غلو کا الزام تھوپ دیا جاتا تھا۔ حد ہوگئی کہ ایک صاحب کہتے ہیں کہ غلو کا اولین قدم یہ

۱۔ خصال شیخ صدوق (ص/۶۱۴) ۲۔ بصائر الدرجات (ص/۲۳۶۔۵۰۷)

۳۔ اصول کافی ص۹۹۔ (ج/۱ص/۲۰۱) پر موجود حدیث سے ماخوذ ہے۔

ہے کہ رسول خداؐ سے نفی نسیان کا عقیدہ رکھا جائے، پھر بعد کے محققین نے ان حقائق کو پہچاننے کے بعد ان بے وقعت اقوال کو نظرانداز کیا، اسی عصبیت کا شکار حافظ برسی بھی ہوئے، یہ دونوں گروہ برابر ایک دوسرے سے برسرپیکار رہے حالانکہ صلح وآشتی بہتر ہے۔

عرفانی مسائل میں لوگوں کے نفوس جبلتوں اور اقتداروں کے مطابق مختلف ہوتے ہیں، بعض کو پیچیدہ اسرار گراں معلوم ہوتے ہیں، بعض کو یہ ڈگر مساوی نظر آتی ہے اور اس میں اپنی توجہات مرکوز کردیتے ہیں۔ میں دونوں کی مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں، کیوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی نیت مستحسن تھی، انھوں نے راہ سلوک میں خوشروی کا مظاہرہ کیا، انسان کو کوشش کرنی چاہئے ضروری نہیں ہے کہ وہ کامیاب بھی ہوجائے۔

آگاہ ہوجاؤ ''لوگوں کی حالت سونے چاندی کے معدن کی سی ہے (متفقہ حدیث)'' ائمہ معصومینؑ سے متواتر احادیث مروی ہیں کہ بلاشبہ ہمارا امر (حدیث) سخت اور دشوار گزار ہے، اس کو وہی تحمل کرسکتا ہے جو نبی مرسل ہو، فرشتۂ مقرب ہو یا ایسا مومن ہو جس کے قلب کا خدا نے امتحان کرلیا ہو (۱) اسی لئے علماء دین اور ارباب معرفت پر تنقید اچھی بات نہیں ہے، جو شخص بلند مرتبہ پر فائز نہیں ہوسکا اس کی مذمت نہیں کرنی چاہئے کیوں کہ خدا نے کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی ہے، حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ اگر میں اپنی نشست میں وہ کچھ بیان کروں جسے میرے کانوں نے ابوالقاسمؐ کی زبان مبارک سے سنا ہے تو تم لوگ مجھ سے علٰحدہ ہوجاؤ گے اور کہو گے کہ علیؑ بہت بڑا جھوٹا ہے۔ (۲)

امام زین العابدینؑ کا ارشاد ہے: اگر ابوذر وہ کچھ جان لیتے جو قلب سلمان میں تھا تو قتل کردیتے اس کے باوجود رسول خداؐ نے دونوں کے درمیان برادری قائم کی، اس بنیاد پر تم دوسروں کے متعلق کیا گمان کرتے ہو (۳) اور ہر ایک کے لئے خدا نے بہترین وعدہ کیا ہے اور خدا نے بیٹھے رہنے والوں کے مقابل مجاہدوں کو فضیلت اور اجرعظیم کرامت فرمایا ہے۔

۱۔ بصائر الدرجات ص ۶/ (ص ۲۰)؛ اصول کافی ص ۲۱۶/ (ج ۱/ص ۴۰۱)

۲۔ شعرانی کی منح المکیہ ص ۱۴/

۳۔ بصائر الدرجات ص ۷/ (ص ۲۵)؛ اصول کافی ص ۲۱۶/ (ج ۱/ص ۴۰۱)

حضرت سید سجادؑ کے ہی اشعار ہیں:

''میں اپنے علمی جواہرات چھپاتا ہوں تا کہ نادان لوگ حق دیکھ کر بپھر نہ جائیں، اس سلسلے میں مجھ سے پہلے حضرت علیؑ، امام حسینؑ اور امام حسنؑ بھی یہی طریقہ اپنائے ہوئے تھے، اکثر ایسے علمی جواہرات ہیں کہ اگر ان کو ظاہر کر دوں تو لوگ مجھے بت پرست کہنے لگیں، مسلمان میرا خون جائز سمجھنے لگیں، اس طرح بدترین کام ان کی نظر میں اچھا معلوم ہونے لگے(۱)

سید امین نے اعیان الشیعہ (۲) میں حالات برسی کے ذیل میں جو کچھ لکھا ہے وہ اسی زمرے میں آتا ہے، وہ علم الحروف والاعداد پر اعتماد کر کے بھڑک اٹھے ہیں، بغیر دلیل و حجت کے تنقید کر دی ہے اگر چہ اس معاملے میں صاحب اعیان الشیعہ کے ہم خیال ہیں لیکن حافظ برسی اور ابن شہر آشوب وغیرہ جیسوں کا جواب سینوں نے دیا ہے، جسے ہم برا سمجھتے ہیں ان کی نظر میں اچھا ہے۔

چنانچہ عبیدی مالکی عمدۃ التحقیق (۳) میں لکھتے ہیں:

بعض حروف شناسوں نے کہا ہے کہ ابو بکر کا خانوادہ رہتی دنیا تک عزت وناموس سے سرفراز رہے گا اور یہ حقیقت قول خداوندی ''ومن ذریتی'' سے معلوم ہوتی ہے، کیوں؟ جمل کبیر'' اس کے اعداد ۱۴۱۰ ہوتے ہیں اور گمان یہ ہے کہ اس کے بعد دنیا ختم ہو جائے گی، چنانچہ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ جب تک دنیا باقی ہے وہ خاندان عزت و سرفرازی سے سرفراز رہے گا اور اس مدت کو محقق مصطفیٰ لطف اللہ ایک دوسری آیت ''لا یلبثون خلافک الا قلیلاً'' سے نکالا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر اس آیت کے مکررات حروف حذف کر دئے جائیں تو ''ل ا ی ب ث و ن خ ف ک ق'' باقی رہ جائے اور یہ گیارہ حروف ہیں اور ان کے عدد (بحساب جمل کبیر) ۱۳۹۹ ر ہوتے ہیں، اس کے بعد عدد حروف جو گیارہ ہیں وہ بھی جوڑ دئے جائیں تو ۱۴۱۰ ہو جائیں، اس طرح یہ عدد ''فی ذریتی'' کے عدد

۱۔ تفسیر آلوسی ج ۶ ص ۱۹۰

۲۔ اعیان الشیعہ ج ر ۳۱ ص ر ۲۰۵۔۱۹۳ (ج ر ۶ ص ر ۱۹۰)

۳۔ عمدۃ التحقیق ص ر ۱۵۵ (ص ۲۶۲)

سے مطابقت کر لے گی۔ شیخ یوسف فیشی کے بیان کے مطابق محمد بکری کہتے ہیں کہ کوئی ہمارے عقب میں ہمارے ساتھ مصلے پر بیٹھ کر عیسی بن مریمؑ کے ساتھ نماز پڑھیگا اور یہ چیز متذکرہ استنباط کی صحت کو مضبوط کرتی ہے....الخ۔

پتہ نہیں کیوں سید امین نے اعیان الشیعہ میں حافظ برسی کے لئے لکھ دیا ہے کہ ان کی طبیعت غیر سنجیدہ تھی اور ان کی تالیفات میں انتشار و پراکندگی ہے، اس درجہ غلو ہے کہ کسی کو سمجھ میں نہیں آتا، اگر علامہ امین کی بات صحیح تھی تو وہ کوئی ثبوت بھی پیش کرتے، صرف دعویٰ تو قابل قبول نہیں ہوتا، میں نے برسی کے اکثر کلام کا مطالعہ کیا کہیں انتشار کا شائبہ نہیں پایا، انھیں تو حدیث کی روشنی میں؟ کو حسن ظن پر محمول کرنا چاہیئے، اگر کوئی سقم تھا بھی تو اس کی حسین تاویل پیش کرتے جب کہ سقم ہے ہی نہیں، ہم آگے ان کا کچھ کلام پیش کریں گے جس میں مدح اہلبیتؑ اور سوگواری کے شاندار نمونے ہوں گے۔ انھوں نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ فریقین کے یہاں مسلمہ ہے نہ کہیں سقم ہے نہ غلو، برسی کے اشعار نفیس ترین اور مقبول ترین معیار پر پورے اترتے ہیں۔

اور اب رہی بات نماز اور زیارت کے اختراع کی جبکہ علامہ امین نے کہا ہے کہ انھوں نے بنام ائمہ نماز و زیارت اختراع کی ہے، اس میں مضائقہ کیا ہے، اندیشے کی بات تو تب ہوتی جب ان نمازوں اور زیارتوں میں لوگوں کو یہ دھوکہ ہوتا کہ یہ ائمہؑ سے ماثور ہیں، جب خود برسی نے اس کی نشاندہی کر دی ہے "بقول صاحب ریاض" تو کوئی شرعی نقصان باقی نہیں رہ جاتا کیوں کہ اس کی تشرعی حیثیت ختم ہو جاتی ہے، برسی سے پہلے کے علماء نے بھی یہ کام کیا ہے ہے آج تک کسی نے اس پر تنقید نہیں کی ہے۔

علامہ امین کا یہ کہنا ہے کہ برسی کی کتابیں غیر مفید ہیں بلکہ بعض تو؟ حقیقت سے نقصان رساں ہیں ہم اس پر کیا تبصرہ کریں، خدا ہمیں اور علامہ امین کو تسامحات سے محفوظ رکھے کیوں کہ وہ جذبات میں بہہ کر ایسا تبصرہ کر بیٹھے ہیں۔

نفیس تالیفات

۱۔ مشارق انوار الیقین فی حقائق اسرار امیر المومنینؑ

۲۔مشارق الامان ولباب الایمان

۳۔رسالہ فی الصلواۃ علی النبیؐ وآلہ المعصومین علیہم السلام

۴۔رسالہ فی زیارت امیر المومنینؑ

۵۔رسالہ لمعہ

۶۔الدر الثمین

۷۔اسرار النبیؐ وفاطمہؑ والائمۃ المعصومینؑ

۸۔لوامع انوار التجید

۹۔تفسیر سورۂ اخلاص

۱۰۔رسالہ فی التوحید والصلوۃ علی النبی وآلہ علیہم السلام

۱۱۔کتاب مولد النبیؐ

۱۲۔فضائل امیر المومنینؑ (یہ مشارق کے علاوہ ہے)

۱۳۔کتاب الالفین فی وصف سادۃ الکونین

لطیف نغمے

حافظ برسی نے اپنے لطیف اشعار میں زیادہ تر بلکہ تمام کے تمام میں رسولؐ وآل رسولؑ کی مدح کی ہے، وہ اپنے اشعار میں اپنا تخلص حافظ لگاتے تھے۔

مدح رسولؐ میں ان کے اشعار ہیں:

اضاء بک الافق المشرق ودان منطقک المنطق

افق مشرق آپ ہی کی وجہ سے درخشاں ہے اور آپ ہی کی گفتار کے صدقے میں لوگ بولنے کے قابل ہوئے ہیں۔

آپ اس وقت تھے جب آدمؑ کا وجود نہ تھا کیوں کہ آپ کائنات میں سب سے پہلے خلق ہوئے

ہیں۔ اس شعر میں اشارہ ہے حدیث رسولؐ کی طرف:

کنت اول الناس فی الخلق و آخرھم فی البعث ''میں سب سے پہلے خلق ہوا اور سب نبیوں کے بعد مبعوث ہوا''۔(۱)

اور حدیث معراج میں ہے کہ

''انک عبدی ورسولی وجعلتک اول النبیین خلقاً و آخرھم بعثاً''

''بے شک تم میرے بندے اور رسول ہو، میں نے تمھیں تمام انبیاء میں سب سے پہلے خلق کیا اور سب سے آخر میں مبعوث کیا''۔(۲)

خود رسول خداؐ کا ارشاد ہے: **''اول ما خلق الله نوری''** خدا نے سب سے پہلے میرے نور کو خلق فرمایا''۔(۳) متواتر طریقے سے صحیح حدیث رسولؐ ہے: میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ آب و گل کے درمیان تھے یا روح وجسد کے درمیان تھے یا جبکہ خلق اور نفخ روح کے درمیان تھے۔

حافظ برسی کا شعر ہے:

ولولاک لم تخلق الکائنات ولا بان غرب ولا مشرق

''اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات خلق نہ ہوتی، اور نہ ہی مشرق ومغرب ظہور پذیر ہوتے''۔

اس شعر میں جس حدیث کی طرف اشارہ ہے اسے مستدرک حاکم، بیہقی، طبرانی، سبکی، قسطلانی، غزامی، بلقینی، زرقانی وغیرہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔(۴)

۱۔ طبقات ابن سعد (ج ۱/ص ۱۴۹)؛ تفسیر جامع البیان ج ۲۱/ص ۷۹ (مجلد ۱۱ ج ۲۱/ص ۱۲۵)؛ دلائل النبوۃ ابن نعیم ج ۱/ص ۶ (ج ۱/ص ۴۴ حدیث ۳)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۲/ص ۳۰۷ (ج ۲/ص ۳۷۶)؛ غزالی کی المضنون الصغیر مطبوع بر حاشیہ الانسان الکامل' ج ۲/ص ۹۷۔ الخصائص الکبریٰ ج ۱/ص ۳ (ج ۱/ص ۷) شرح مواہب زرقانی ج ۳/ص ۱۶۴

۲۔ مجمع الزوائد ج ۱/ص ۷۱

۳۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۱/ص ۱۵۹ (ج ۱/ص ۱۴۷)

۴۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۲/ص ۶۱۵ (ج ۲/ص ۶۷۱ حدیث ۴۲۲۷۔ ۴۲۲۸)۔ شفاء السقام (ص ۱۶۲)؛ شرح مواہب زرقانی (ج ۱/ص ۴۴)

خدا نے عیسیٰ پر وحی فرمائی: اے عیسیٰ! محمدؐ پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کے ان لوگوں کو حکم دو جو محمدؐ کا زمانہ پائیں کہ وہ محمدؐ پر ایمان لائیں کیوں کہ اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں آدم کو خلق نہ کرتا اور اگر محمدؐ نہ ہوتے تو جنت و جہنم کو پیدا نہ کرتا۔

عمر ابن خطاب سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: جب آدم سے گناہ سرزد ہوا تو انھوں نے دعا کی: پروردگار میں تم سے بواسطہ محمدؐ سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے۔ خدا نے پوچھا: اے آدم تم نے محمدؐ کو کیسے پہچانا؟ جب کہ میں نے انھیں ابھی خلق نہیں کیا ہے؟ آدم نے عرض کی: خدایا! جب تو نے مجھے خلق کیا اور میرے بدن میں روح پھونکی تو میں نے اپنا سر بلند کیا میں نے عرش کے قوائم پر لکھا ہوا دیکھا ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' میں نے اس سے سمجھ لیا کہ تو اپنے محبوب ترین بندے ہی کو اپنے سے وابستہ کیا ہے۔ خدا نے کہا: آدم! تو نے تو سچ کہا، یہ میرا محبوب ترین بندہ ہے، اس کے واسطے سے دعا کرو میں تمہیں بخش دوں گا، اگر محمد نہ ہوتے تو تمہیں خلق نہ کرتا۔

فمیمک مفتاح کل الوجود　　　ومیمک بالمنتھیٰ یغلق

تجلیت یا خاتم المرسلین　　　بشاو من الفضل لایلحلق

فانت لنا اول اخر　　　وباطن ظاھرک الاسبق

ان اشعار میں رسول خداؐ کے اسماء کی طرف اشارہ ہے .الفاتح ، الخاتم ، الاول ، الآخر ، الظاہر ، الباطن ۔(۱)

حافظ برسی نے مدح علیؑ میں نفیس ترین اشعار کہے ہیں، چھوٹی بحر میں دس شعر ہیں:

ایھا اللائم دعنی......

''اے ملامت گر! مجھے اپنی حالت پر چھوڑ دے، میرے والہانہ پن کو دیکھ، جب بھی میں مدح علیؑ میں زیادتی کرتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ غلو کر رہا ہے، جب کہ میں نے یقین کا مشاہدہ کر لیا ہے تو اب مجھے کسی بات کی پروا نہیں، اے ملامت گر! کب تک مجھ سے جھگڑتا رہے گا، اے وہ! جو میرے دلدادہ

۱۔ شرح مواہب رزقانی ج ۳ ص ۱۶۳-۱۶۴

ہونے پر مذمت کرتا ہے، تجھے جو رابتہ نجات کا سمجھ میں آتا ہے اسے اختیار کر لے اور مجھے میری گمراہی پر چھوڑ دے، وصی مصطفیؐ کی محبت ہی میرا عین کمال ہے، وہی میرا آخرت کا سرمایہ ہے، قیامت میں وہی میری پناہ ہے، اسی کی محبت کی وجہ سے میرا دین کامل ہوتا ہے اور اسی پر میری باتوں کی تان ٹوٹتی ہے''۔

حافظ برسی کے حالات زندگی امل الآمل، ریاض العلماء، ریاض الجنۃ، روضات الجنات، تتمیم امل، الکنی والالقاب، اعیان الشیعہ، الطلیعہ اور بابلیات میں دیکھے جا سکتے ہیں۔(۱)

تلاش و تفحص کے باوجود بھی مجھے حافظ برسی کی تاریخ ولادت و وفات دستیاب نہ ہو سکی، لیکن ان بعض تالیفات سے پتہ چلتا ہے کہ مہدی منتظرؑ کی تاریخ ولادت اور اس تالیف کی تاریخ کے درمیان ۵۱۸ گذرے جو حساب کرنے سے ۷۷۳ سال ہوتے ہیں، امام مہدی منتظرؑ کا سن ولادت ۲۵۵ھ ہے اس طرح ۸۱۳ کا عدد ہوتا ہے شاید ۸۱۳ھ ہی کے آس پاس ان کی تاریخ وفات ہو، واللہ اعلم۔

برتری کے لاف وگزاف

چونکہ اکثر شعرائے غدیر پر غلو پسندی کا الزام لگایا گیا ہے، مثلاً حافظ برسی ہی کو لے لیجیے، ان جیسے شعراء پر بعض مؤلفین ابن تیمیہ، ابن کثیر، قصیمی، موسیٰ جار اللہ نے تنقید و اعتراض اور دشنام طرازی کی ہے، اس لئے قارئین کرام کے سامنے اس اہم موضوع پر گذارشات پیش کرنا ضروری ہیں تا کہ فریب فکر و نظر کا اندیشہ نہ رہے، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ائمہ لغت جوہری، فیومی اور راغب وغیرہ کے مطابق غلو کہتے ہیں حد سے تجاوز کو۔(۲)

اسی لئے کہا جاتا: غلا السعر یغلو غلاء ''نرخ حد سے تجاوز کر گیا، بہت زیادہ بڑھ گیا''۔ غلا الرجل غلواً ''اس شخص نے حد سے تجاوز کرنے کی حد کر دی''۔ غلا با لجاریة لحمها

۱۔ امل الآمل (ج ۲ ص ۱۱۷ نمبر ۳۲۹)؛ ریاض العلماء (ج ۲ ص ۳۰۴)۔ روضات الجنات (ج ۳ ص ۳۳۷ نمبر ۳۰۲)؛ الکنی والالقاب (ج ۲ ص ۱۶۶)؛ اعیان الشیعہ (ج ۶ ص ۴۶۸۔۴۶۵)؛ البابلیات (ج ۱ ص ۱۱۸ نمبر ۴۱)

۲۔ صحاح اللغۃ (ج ۶ ص ۲۴۴۸)؛ المصباح المنیر (ج ۲ ص ۴۵۲)؛ المفردات (ص ۳۶۴)

وعظمھا ''لونڈی کا گوشت اور اس کی ہڈی حد سے بڑھ گئی یعنی بہت تیزی سے جوانی کی حدود میں داخل ہوگئی، اپنے ہم عمروں سے آگے بڑھ گئی''۔ لاتغالوا فی النساء فانماھن سقیا اللہ ''عورتوں کے بارے میں غلو نہ کرو کیوں کہ وہ خدا کی طرف سے تشنگی کا پیالہ ہیں۔(۱) حضرت عمر کہتے ہیں: لاتغالوا فی مھور النساء ''عورتوں کی مہر کے بارے میں غلو نہ کرو، حد سے نہ بڑھو''۔(۲)

غلو بہر حال بری بات ہے جہاں بھی ہو جیسے بھی ہو، اور جس معاملے میں بھی ہو، خاص طور سے دین کے معاملے میں تو بہت ہی بری چیز ہے، قرآن میں ہے کہ اے اہل کتاب! اپنے دین کے معاملے میں غلو نہ کرو۔ اس کا مطلب مفسرین کے مطابق یہ ہے کہ یہودیوں نے عیسیٰؑ کے بارے میں غلو کیا تو مریمؑ پر تہمت لگادی اور عیسائیوں نے غلو کیا تو انھیں رب بنالیا۔(۳) اس طرح افراط وتفریط دونوں ہی برا ہے، ان دونوں کا درمیانی راستہ ہی اچھا ہے۔

مولائے کائناتؑ کا ارشاد ہے کہ بے شک دین افراط وتفریط کا درمیانی راستہ ہے لہٰذا تم پر لازم ہے درمیانی راستے پر گامزن رہو، جس سے تفریط کا شکار وابستہ ہو جائے اور غلو کرنے والا آکر نکل جائے۔(۴)

لیکن ہاں! دین کے معاملے میں اس حد کا معین ہونا ضروری ہے جہاں سے انسان آگے نہ بڑھے تاکہ اس پر جھوٹے غلو کا الزام لگ جائے یا نادانی میں عزّہ یا واجبی حقوق میں کوتاہی کی بات کہی جائے۔ کچھ لوگ تو ایسے بھی ہیں جو ہر وہ بات جو انھیں ناپسند ہو اس پر غلو کا الزام لگا دیتے ہیں، اسی قسم کا اکثر اعتراض شیعوں پر کیا جاتا ہے جب وہ فضائل اہلبیتؑ سے متعلق اپنے اعتقاد کی بات کرتے ہیں یا اس کی روایت کرتے ہیں، حالانکہ ان روایات سے صحاح ومسانید بھری پڑی ہیں، اکثر علماء نے اپنی تالیفات میں ان کو نقل بھی کیا ہے پھر بھی وہ سخت برہم ہیں کہ کیوں ائمہؑ کے متعلق یہ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں، جبکہ

۱۔ البیان والتبیین ج/۲ص/۲۱ (ج/۲ص/۲۰۔۱۹)

۲۔ تفسیر ابن کثیر ج/اص/۴۶۷؛ ارشاد الساری ج/۸ص/۵۷ (ج/۱۱ص/۴۹۲)؛ حاشیہ سندی بر سنن ابن ماجہ ج/اص/۵۸۳۔ کنز العمال ج/۸ص/۲۹۸ (ج/۱۶ص/۵۳۸ حدیث ۴۵۷۹۹)۔ کشف الخفاء ج/اص/۲۶۹، (ج/۲ص/۱۱۸)

۳۔ تفسیر قرطبی ج/۶ص/۲۱ (ج/۶ص/۱۶، ۱۶۳)

۴۔ ربیع الابرار زمخشری، ج/۲ص/۶۳

اہلبیت کی شان والا شان کے بیان سے قرآن بھرا پڑا ہے، احادیث گواہی دے رہی ہیں، اور اعتبار صحیح بھی اس کی تائید کی ہے، واقعات اس کی گواہی دے رہے ہیں، لیکن اکثر ایسے ہیں جو اندھے اور بہرے ہیں یا ان کی سمجھ و تیع یا وہ اس حقیقت کو فلسفیانہ حیثیت سے یا تاریخی معیار پر دیکھنے سے قاصر ہیں، انھیں خواہش نفسانی اور جہالت نے سرگشتہ کر دیا ہے اور گمراہی میں پڑے ہیں، اس لئے جب ائمہؑ کے علم غیب کی بات کی جاتی ہے یا دلوں کی حالت جاننے کی بات کی جاتی ہے تو غلو کا الزام لگا دیتے ہیں، مردوں سے بات، پرندوں اور جانوروں کی بولی پہچاننا، دعا کر کے مردوں کو زندہ کرنا، مبروص مجذوم کے حق میں استجابت دعا بھی پر غلو کا الزام لگ جاتا ہے۔ آل محمدؐ کے سامنے خضوع و خشوع، ان کے روضوں پر دعا و نماز، ان کے مصائب میں سوگواری وغیرہ ایسی باتیں ہیں جنھیں صحت مند شرعی سندوں کی بنیاد پر شیعہ حضرات انجام دیتے ہیں، لیکن ابن حزم، ابن جوزی، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر ان کے ہمنوا ان کی تشریعی حیثیت کو مانتے نہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ائمہؑ سے جو معجزات رونما ہوئے ہیں وہ طبیعی بنیاد پر ہوئے ہیں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ خدا نے ان ائمہ کو اصلاح امت کے لئے بھیجا ہے اس لئے وہ بطور ثبوت ان محال عادی امور کا مظاہرہ کرتے تھے، خدا نے انھیں عالم طبعی کے مافوق صلاحیت عطا کی تھی، خدا پر یہ لطف واجب تھا تا کہ اسے دیکھ کر لوگوں کی توجہ ان کی طرف بڑھے اور وہ انھیں امام مانیں۔

اب ذرا یہ تماشہ بھی دیکھئے کہ جو لوگ شیعوں پر غلو کا الزام لگاتے ہیں، انھیں کافر، مشرک کہتے ہیں وہی اپنے اولیاء کے لئے اس سے کہیں زیادہ محال عادی امور کو ثابت کرتے ہیں، انھیں اپنی کتابوں میں بغیر کسی تنقید کے آنکھ بند کر کے نقل کرتے ہیں، نہ اسے صحیح کی فکر ہوتی ہے اور نہ سند پر بحث کرتے ہیں، یہ سارے تماشے اس لئے ہوتے ہیں کہ ان اولیاء سے ان کو اندھی عقیدت ہے اس لئے ان کے کرامات کے قائل ہیں، سچ ہے کسی چیز کی محبت اندھا بہرا بنا دیتی ہے۔ یہ روش صدر اسلام سے آج تک چلی آرہی ہے، کسی نے آج تک ان مؤلفین پر کبھی انگلی نہیں اٹھائی، نہ ان پر غلو کا الزام لگایا، اس میدان میں ایسے ایسے دیکھنے کو ملتے ہیں جنھیں عقل سلیم قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہے، شرعی اور غیر شرعی ہونے کی تو بات ہی دور ہے۔

ابوبکر کے بارے میں غلو

کسی بھی صحابی کا کچا چٹھا معلوم کرنے میں کوئی خاص وقت نہیں لگتا ہے، اگرچہ تاریخ میں بہت زیادہ خلط ملط ہے، پاپی ہاتھوں نے اپنے رنگ میں ڈھالا ہے، صحیح کو مشتبہ بنانے کی بھرپور سعی کی ہے، گمراہ ہاتھوں نے تحریف کے بہت زیادہ کھلواڑ کئے ہیں، جھوٹ اور تصنع کے جال بنے گئے ہیں، تاریخی مواد میں اپنی رائے ٹھوکنے کی ذلیل حرکت کی گئی ہے، گروہی، قومی، شعوبی شکل میں کھوکھلے نعروں کے ذریعہ حقائق کو مسخ کرنے کی سعی کی گئی ہے، پھر بھی سوجھ بوجھ والا نقاد غلط میں سے صحیح کو اور مخلوط میں سے خالص کو چھانٹ کر حقائق کے درس فراہم کر کے سلف کی شخصیت کو پہچان ہی لیتا ہے۔

اس سلسلے میں ضروری ہے کہ شخصیتوں کی جانچ پڑتال میں چاہے وہ صحابی ہوں یا خلیفہ حقیقت پسندانہ نظر ڈالیں، عقیدت یا بدباطنی کی نظر نہیں۔ اس طرح پرکھنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ خلفاء راشدین میں اگرچہ دستوری اصحاب کے ذریعہ خلیفہ بنے لیکن بازار اعتبار اور میزان عدل میں ان کی ذرا بھی قدر و قیمت باقی نہیں رہ جاتی، نہ ان کی عظمت متعین ہوتی ہے (تمہارا پروردگار ہی جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے، لوگوں کے ہاتھ میں منتخب کرنا نہیں ہے، کسی مومن یا مومنہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جب خدا و رسول کوئی فیصلہ کرلیں تو اس میں چوں و چرا کریں اور قبل و بعد خدا ہی کا فیصلہ نافذ ہے وہی لوگوں کے عمل کا سرپرست ہے اور انھوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور وہ ہر معاملے کی قرارگاہ ہے) رسولؐ اعظم کے یار غار، سفر ہجرت کے رفیق؟ حالانکہ ان کی فحش ترین حرکتیں ہمیں اس سے باز رکھتی ہیں، ان کا نفسیاتی تحلیل و تجزیہ ہماری نظر میں انھیں بڑا پست و حقیر کر دیتا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ رسولؐ کے جانشین بننے کی داستان چھیڑیں، خلافت کیسے انجام پائی، کیسے ہوئی، کیسے قیام پذیر ہوئی، کیا

اس میں لوگوں کو آزادی حاصل تھی، کیا وصیت رسولؐ کی پیروی کی گئی یا خواہشات نفسانی نے جبری حکومت ہتھیا لی اور الٹ پلٹ کا تماشہ ہوا، ہم ان ساری باتوں کو چھیڑنا نہیں چاہتے، وہ تو دنیا نے سقیفہ کے کرتوت سن ہی لئے کہ کس طرح بھانت بھانت کے لوگ جمع ہوئے، شور مچا اور مہاجرین وانصار میں مقابلہ آرائی ہوئی، اب ہم کیا کہیں تاریخ خود ہی ہمیں سبق سکھاتی ہے کہ اس میں کا ہر فرد اس دن حلوے مانڈنے کے چکر میں تھا، ڈھیر ساری پائیاں تھیں، چیخ و پکار میں فکری بالیدگی کا کہیں پتہ نہ تھا،، دلوں میں قتل کے اندیشے کلبلا رہے تھے کہ کہیں مختلف گروہوں میں ٹکراؤ نہ ہو جائے، ایسے میں آنکھوں نے تماشہ دیکھا کہ ایک صاحب شمشیر برہنہ کئے لوگوں کو قتل کی دھمکی دے رہے تھے خبردار! میں ہرگز موت رسولؐ کی بات نہ سنوں، کسی نے بھی کہا تو میں تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا یا یہ کہا کہ رسولؐ خدا مر گئے تو میں اس کا سر اڑا دوں گا، رسولؐ خدا تو آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں۔ (۱)

امت کے درمیان ابھی او, تو تو میں میں ہو ہی رہی تھی کہ دو بزرگ کھڑے ہو گئے نہ کوئی رائے نہ کوئی مشورہ، معاملہ رات کے اندھیروں میں رینگنے لگا، ایک صاحب دوسرے سے کہتے ہیں: ہاتھ بڑھایئے میں آپ کی بیعت کروں۔ دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ نہیں، بلکہ آپ۔ بڑی دیر تک آپ آپ کی تکرار ہوئی۔ (۲)

انھیں دونوں کے ساتھ مدینہ کا گورکن ابو عبیدہ جراح تھا، وہ لوگوں کو ان دونوں کی طرف دعوت دے رہا تھا (۳) اور مقدس جانشین، ہدایت کرنے والی عزت اور تمام بنی ہاشم رسولؐ خدا پر نوحہ کناں تھی،

۱۔ تاریخ طبری ج ۳/ص ۱۹۸ (ج ۳/ص ۲۰۱)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱/ص ۱۲۸ (ج ۲/ص ۴۰ خطبہ ۲۶) البدایۃ والنھایۃ ج ۵/ص ۲۴۲ (ج ۵/ص ۲۶۳)؛ تاریخ ابی الفداء ج ۱/ص ۱۵۶۔ المواہب اللدنیہ (ج ۴/ص ۵۴۴۵۴۶) ابن شحنہ کی روضۃ المناظر، مطبوع بر حاشیہ الکامل ج ۷/ص ۱۶۴ (ج ۱/ص ۱۸۸)۔ شرح المواہب زرقانی ج ۸/ص ۲۸۰ زینی دحلان کی السیرۃ النبویہ، مطبوع بر حاشیہ سیرۂ حلبیہ ج ۳/ص ۳۷۴۔۳۷۱ (ج ۲/ص ۳۰۶) احیاء العلوم (ج ۴/ ص ۴۳۳)

۲۔ تاریخ طبری ض ۳/ص ۱۹۹ (ج ۳/ص ۲۰۳)؛ السیرۃ الحلبیہ ج ۳/ص ۳۸ (ج ۳/ص ۳۵۸)؛ الصواعق المحرقہ ص ۷ (۱۲)

۳۔ تاریخ طبری ج ۳/ص ۱۹۹ (ج ۳/ص ۲۰۳)

جنازۂ رسولؐ ان کے سامنے ہے، رسولؐ کے خاندان پر تمام دروازے بند ہیں۔(۱) اصحاب رسولؐ نے انھیں اوران کے خاندان کو بے یارومددگار چھوڑ دیا ہے۔(۲) رسولؐ کی لاش تین دن تک پڑی رہی دفن نہ ہوسکی (۳) یا سوموار سے بدھ کی رات تک،(۴) رسولؐ کی لاش کو صرف گھر والوں نے دفن کیا، جنازہ میں صرف قریبی رشتہ دار ہی تھے،(۵) آپ کو رات میں یا پچھلے پہر دفن کیا گیا(۶) اور قوم کو معلوم ہی نہ ہوسکا جب تک آدھی رات گذر گئی(۷) اور دفن میں ابوبکر و عمر شریک نہیں تھے۔(۸)

پھر دیکھنے کو ملتا ہے کہ عمر، ابوبکر کے گرد واری فدا ہو رہے ہیں اور ان کے منھ سے جھاگ نکل رہی ہے،(۹) اسی درمیان عظیم بدری صحابی حباب بن منذر کی گونج سنائی دیتی ہے، وہ تلوار کھینچے ابوبکر سے کہہ رہے ہیں: خدا کی قسم! اگر کسی نے بھی میری تردید کی تو تلوار سے اس کی ناک کاٹ دوں گا۔ پھر وہ رجز خوانی کرتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے کہ تب تو خدا تمھیں قتل کرے گا۔ اور وہ جواب دیتے ہیں:

۱۔ سیرۂ ابن ہشام ک/۴ص/۳۳۶ (ج/۴ص/۳۰۷)؛ ریاض النضرۃ ج/۱ص/۱۶۳ (ج/۱ص/۲۰۳)

۲۔ طبقات ابن سعد ص/۸۲۱ طبع لیدن قسم ثانی ص/۶۷۔ (ج/۲ص/۳۰۱)

۳۔ البدایہ والنہایہ ج/۵ص/۲۷۱ (ج/۵ص/۲۹۲) تاریخ ابی الفداء ج/۱ص/۱۵۲

۴۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن ج/۲ص/۵۸،۷۹ (ج/۲ص/۲۷۳،۳۰۵) سیرۂ ابن ہشام ج/۴ص/۳۴۳،۳۴۴ (ج/۴ص/۳۱۴)؛ مسند احمد ج/۶ص/۲۷۴ (ج/۷ص/۳۹۰ حدیث/۲۵۸۱۷) سنن ابن ماجہ ج/۱ص/۴۹۹ (ج/۱ص/۵۲۱ حدیث/۱۶۲۸) سیرۂ ابن سید الناس ج/۲ص/۳۴۰ (ج/۲ص/۴۳۲)؛ تاریخ ابی الفداء ج/۱ص/۱۵۲؛ البدایہ والنہایہ ج/۵ص/۲۷۱ (ج/۵ص/۲۹۱) السیرۃ الحلبیہ ج/۳ص/۳۹۴ (ج/۳ص/۳۶۵)؛ شرح المواہب زرقانی ج/۸ص/۲۸۴؛ سیرۂ زینی دحلان مطبوع برحاشیہ سیرۂ حلبیہ ج/۳ص/۳۸۰ (ج/۲ص/۳۰۸)

۵۔ طبقات ابن سعد ص/۸۲۲ طبع لیدن قسم ثانی ص/۷۸ (ج/۲ص/۳۰۴)

۶۔ سنن ابن ماجہ ج۱ص۴۹۹ (ج۱ص۵۲۱ ح/۱۶۲۸)؛ مسند احمد ج۶ص۲۷۴ (ج۷ص۳۹۰ ح/۲۵۸۱۷)

۷۔ طبقات ابن سعد ص۸۲۴، طبع لیدن ج۲ قسم ثانی ۷۸ (ج۲ص۳۰۴)؛ مسند احمد ج۶ص۲۷۴ (ج۷ص۳۹۰ ح/۲۵۸۱۷)؛ سیرہ ابن ہشام ج۴ص۳۴۴ (ج۴ص۳۱۴)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۵ص۲۷۰ (ج۵ص۲۹۱)

۸۔ ابن ابی شیبہ کی المصنف (ج۱۴ص۵۶۸ ح/۱۸۸۹۲)؛ کنز العمال ج۳ص۱۴۰ (ج۵ص۶۵۲ ح/۱۴۱۳۹)

۹۔ طبقات ابن سعد ص۷۸۷، طبع لیدن ج۲ص قسم ثانی ص۵۳ (ج۲ص۲۶۷)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ص۱۳۳ (ج۲ص۵۶ خطبہ۲۶)

بلکہ خدا تمہیں قتل کرے گا۔(۱) پھر انھیں پکڑ کر اتنا مارا جاتا ہے کہ انکے منھ میں دھول بھر جاتی ہے۔(۲) ایک تیسرے صاحب بیعت ابوبکر کی مخالفت میں چلاتے ہیں: خدا کی قسم! میں ترکش کے سارے تیر صرف کردوں گا، میرے ہاتھ میں تلوار ہے، اپنے گھر والو اور ہمنواؤں کے ساتھ تم سے لڑوں گا۔(۳) چوتھے صاحب اس بیعت میں جنگ کی بھٹی بھڑکتے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں: میں ایسا گرد وغبار دیکھ رہا ہوں جو صرف خون ہی سے بیٹھے گا۔(۴) پھر نظر آتا ہے کہ رئیس خزرج سعد بن عبادہ کو بری طرح ذلیل کیا جارہا ہے، لوگ ان پر ٹوٹ پڑے ہیں اور، چلا رہے ہیں غصہ میں: سعد کو قتل کردو، خدا اسے قتل کرے، یہ منافق ہے، فتنہ اٹھا رہا ہے اور ایک شخص ان کے سر پر کھڑا کہہ رہا ہے: میں تمہیں قتل کر دوں گا، ہڈیاں پسلیاں توڑ کے رکھ دوں گا یا آنکھیں نکال لوں گا۔(۵)

پھر دیکھنے میں آتا ہے کہ قیس بن سعد نے عمر کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا: خدا کی قسم! اگر ایک بال بھی ان کا بیکا ہوا تو تمہارے منھ میں ایک دانت بھی باقی نہ رہے گا یا ایک بال بھی بیکا ہوا تو چیتھڑے اڑا کر رکھ

۱۔صحیح بخاری ج ۱۰ص ۳۵ (ج ۶ ص ۲۵۰۶ حدیث ۶۴۴۲)؛ مسند احمد ج ۱ص ۵۶ (ج ۱ص ۹۰ ح ۳۹۳/ ۳۹۳)؛ البیان والتبیین ج ۳ ص ۱۸۱ (ج ۳ ص ۱۹۸) سیرۂ ابن ہشام ج ۴ص ۳۳۹ (ج ۴ص ۳۱۰)؛ العقد الفرید ج ۲ص ۲۴۸ (ج ۴ص ۸۶)؛ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ص ۹ (ج ۱ص ۱۵)؛ تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۰۹، ۲۱۰ (ج ۳ ص ۲۲۰، ۲۲۳)؛ تاریخ کامل ج ۲ ص ۱۳۷، ۱۳۶ (ج ۲ص ۱۲، ۱۳)؛ ریاض النضرۃ ج ۱ص ۱۶۲، ۱۶۴ (ج ۱ص ۲۰۲، ۲۰۴)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۵ص ۲۴۶ (ج ۵ص ۲۶۷)، ج ۷ص ۱۴۲ (ج ۷ص ۱۶۰)؛ صفۃ الصفوۃ ج ۱ص ۹۷ (ج ۱ص ۲۵۶ نمبر ۲)؛ تیسیر الوصول ج ۲ص ۴۵ (ج ۲ص ۵۴ نمبر ۴) شرح ابن ابی الحدید ج ۱ص ۱۲۸ (ج ۲ص ۳۸ خطبہ ۲۶)؛ ج ۲ص ۴ (ج ۶ ص ۹ خطبہ ۶۶) السیرۃ الحلبیہ ج ۳/ص ۳۸۷/ (ج ۳/ ص/ ۳۵۸) محمد رضا کی ابوبکر صدیق ص/ ۲۵

۲۔شرح ابن ابی الحدید ج ۲ص ۱۶ (ج ۶ص ۴۰ خطبہ ۶۶)

۳۔الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ص ۱۱ (ج ۱ص ۱۷)؛ تاریخ طبری ج ۳ص ۲۱۰ (ج ۳ص ۲۲۲)؛ تاریخ کامل ج ۲ص ۱۳۷ (ج ۲ص ۱۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ص ۱۲۸ (ج ۲ص ۳۹ خطبہ/ ۲۶)؛ السیرۃ الحلبیہ ج ۳ص ۳۸۷ (ج ۳ص ۳۵۹)

۴۔تاریخ کامل ج ۲ص ۱۳۵ (ج ۲ص ۱۱ حوادث ۱۱ھ)

۵۔مسند احمد ج ۱ص ۵۶ (ج ۱ص ۹۰ حدیث ۳۹۳ھ)؛ العقد الفرید ج ۲ص ۲۴۹ (ج ۴ص ۸۶)؛ تاریخ طبری ج ۳ص ۲۱۰ (ج ۳ص ۲۲۲ حوادث ۱۱ھ) سیرۃ ابن ہشام ج ۴ص ۳۳۹ (ج ۴ص ۳۱۰)؛ ریاض النضرۃ ج ۱ص ۱۶۲، ۱۶۴ (ج ۱ص ۲۰۲، ۲۰۵)؛ السیرۃ الحلبیہ ج ۳ص ۳۸۷ (ج ۳ص ۳۵۹)

دوں گا۔(۱)

پھر زبیر تلوار بھانجتے ہوئے چلاتے ہیں: جب تک علیؑ کی بیعت نہ کی جائے گی تلوار نیام میں نہ کروں گا۔ عمر یہ سن کر دھاڑتے ہیں: اس کتے کو پکڑو۔ پھر ان کی تلوار ہاتھ سے لے لی جاتی ہے اور پتھر سے مار کر زخمی کر دیا جاتا ہے۔(۲) پھر رسولؐ کے عظیم صحابی کے سینے کو روندا جا رہا ہے، حباب بن منذر کی آنکھ زخمی کی جاتی ہے، پھر یہ لوگ خانہ نبوت اور پناہ امت کا رخ کرتے ہیں، بیت شرف، بیت فاطمہؑ و علیؑ پر جا کر انہیں ڈرایا دھمکایا جا رہا ہے،(۳) ابوبکر نے وہاں عمر کو بھیج کر تاکید کی ہے کہ اگر وہ بیعت سے انکار کریں تو ان سے جنگ کرو، عمر آگ لئے ہوئے جاتے ہیں اور فاطمہؑ فریاد کرتی ہیں: خطاب کے بیٹے! کیا تو میرا گھر جلانے آیا ہے؟ عمر کہتے ہیں: ہاں! ورنہ تم لوگ بھی وہی بات مان لو جسے تمام امت نے مان لیا ہے۔(۴) پھر نظر آتا ہے کہ یہ سیاسی پارٹی ترجمان وحی بیت فاطمہؑ کا رخ کرتی ہے۔(۵) ان کا لیڈر بلند آواز سے آگ لکڑی کے ساتھ کہتا ہے: خدا کی قسم! تمہارا گھر ضرور جلا دوں گا ورنہ بیعت کرنے کے لئے گھر سے نکلو، گھر میں جو بھی ہے سب کو جلا دوں گا۔ اس شخص سے کہا جاتا ہے: اس میں رسولؐ خدا کی پارہ جگر ہے۔ جواب ملتا ہے: ہو گی۔(۶)

ابن شحنہ کے مطابق: عمر خانہ علیؑ پر آئے تاکہ جو بھی اس میں ہے اسے جلا ڈالیں۔ فاطمہؑ سے عمر

۱۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۱۰ (ج ۳ ص ۲۲۲ حوادث ۱۱ھ)؛ السیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۳۸۷ (ج ۳ ص ۳۵۹)

۲۔ الامامۃ السیاسۃ ج ۱ ص ۱۱ (ج ۱ ص ۱۸)؛ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۹ (ج ۳ ص ۲۰۳)؛ ریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۶۷ (ج ۱ ص ۲۰۷)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۵۸، ۱۳۲ (ج ۱ ص ۱۷۴ خطبہ ۳، ج ۲ ص ۵۶ خطبہ ۲۶))؛ ج ۲ ص ۵، ۱۹ (ج ۶ ص ۱۱، ۴۷ خطبہ/۶۶)

۳۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۱۰ (ج ۳ ص ۲۲۳ حوادث ۱۱ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۵۸ (ج ۱ ص ۱۷۴ خطبہ ۳)

۴۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۵۰ (ج ۴ ص ۸۷)؛ تاریخ ابو الفدا ء ج ۱ ص ۱۵۶؛ اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰۷ (ج ۴ ص ۱۱۴)

۵۔ الاموال لابی عبید ص ۱۳۱ (ص ۱۷۴ حدیث ۳۵۳)؛ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۸ (ج ۱ ص ۱۹)؛ تاریخ طبری ج ۴ ص ۵۲ (ج ۳ ص ۲۲۲)؛ مروج الذہب ج ۱ ص ۴۱۴ (ج ۲ ص ۱۳۷)؛ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۵۴ (ج ۴ ص ۹۳)؛ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۵ (ج ۲ ص ۳۱۷)

۶۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۸ (ج ۳ ص ۲۰۲ حوادث ۱۱ھ)؛ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۳ (ج ۱ ص ۱۹)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۴، ج ۲ ص ۱۹ (ج ۲ ص ۵۶ خطبہ ۲۶، ج ۶ ص ۴۸ خطبہ/۶۶)؛ اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰۵ (۴ ص ۱۱۴)

نے کہا: اس بات کو مان لو جسے ساری قوم مان چکی ہے۔(۱) پھر ان روح فرسا مصائب کے بعد رسول خداؐ کی پارۂ جگر دردناک صدائے فریاد کے ساتھ روتی ہوئی بلند آواز سے چلاتی ہیں: ہائے بابا، اے رسول خداؐ! آپ کے بعد میں نے خطاب اور ابو قحافہ کے بیٹے کے ہاتھوں کیا کیا نہ دیکھا۔(۲)

پھر اسی خاتون کو دیکھا جاتا ہے کہ ہاشمی عورتوں کے ساتھ فریاد کر رہی ہے: اے ابو بکر! کتنی جلدی تم نے اہل بیت رسولؐ کو تاخت و تاراج کر دیا، خدا کی قسم! اب میں مرتے دم تک عمر سے بات نہ کروں گی۔(۳)

اور اس کے بعد پیکر تقدس و عظمت امیر المومنینؑ کو کشاں کشاں بیعت کے لئے لے جایا جا رہا ہے جیسے سرکش اونٹ کو کھینچا جاتا ہے۔(۴) لوگوں کی بھیڑ تماشہ دیکھ رہی ہے، علیؑ سے کہا جا رہا ہے: بیعت کرلو۔ علیؑ کہتے ہیں: اگر میں نے بیعت نہ کی تو؟ جواب ملتا ہے: تب تو اس خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی خدا نہیں، تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ علیؑ کہتے ہیں: کیا تم بندۂ خدا اور رسول خداؐ کے بھائی کو قتل کر دو گے۔(۵) مصطفیؐ کا شریک کار، علیؑ بن ابی طالبؑ قبر رسولؐ کی طرف رخ کر کے دردناک چیخ کے ساتھ روتے ہوئے فریاد کرتا ہے: ﴿يا ابنَ أمَّ! إنَّ القَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي﴾ ''اے میرے چچا کے بیٹے! مجھے قوم نے اس قدر توڑ دیا کہ اب قتل کرنے پر آمادہ ہیں۔(۶) پھر اسی دن جب

۱۔ روضۃ المناظر مطبوع بر حاشیہ کامل ج ۷ ص ۱۶۴ (ج ۱ ص ۱۸۹ حوادث ۱۱ھ)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۳ (ج ۱ ص ۲۰)؛ اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰۶ (ج ۴ ص ۱۱۵)؛ عبد الفتاح کی الامام علی ج ۱ ص ۲۲۵ (مجلد ۱ ج ۱ ص ۱۹۱)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۴؛ ج ۲ ص ۱۹ (ج ۲ ص ۵۷ خطبہ ۲۶؛ ج ۶ ص ۴۹ خطبہ ۶۶)

۴۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۸۵ (ج ۴ ص ۱۳۷)؛ صبح الاعشیٰ ج ۱ ص ۲۲۸ (ج ۱ ص ۲۷۳)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۴۰۷ (ج ۱۵ ص ۴۷ نامہ ۹)

۵۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۳ (ج ۱ ص ۲۰)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۸، ۱۹ (ج ۶ ص ۴۹ خطبہ ۶۶)؛ اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰۶ (ج ۴ ص ۱۱۵)

۶۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۴ (ج ۱ ص ۲۰)

علیؑ کو بیعت کے لئے گھسیٹا جا رہا تھا، ابوعبیدہ جراح، حضرت علیؑ کو سمجھاتے ہیں: بھیا! تم ابھی بچے ہو اور یہ لوگ قوم کے بزرگ ہیں، تمہارے پاس ان کے جیسا تجربہ بھی نہیں، نہ ان کے جیسے معاملات کی سوجھ بوجھ ہے، میری نظر میں خلافت کے لئے مضبوط ترین آدمی ابوبکر ہی ہے، وہ یہ بوجھ برداشت کرلیں گے، تم ابوبکر کی بیعت کرلو، اس طرح اگر تم جیتے رہے اور خلافت آگے بڑھی تو تم کو بھی خلیفہ بنالیا جائے گا، تم بلند اخلاق والے ہو، اس کے حقدار بھی ہو، تمہاری بڑی فضیلتیں ہیں، دینداری ہے، دانش وفہم ہے، اسلامی سبقت ہے، بلند نسب ہو، رسولؐ خدا کے داماد ہو۔(۱)

اسی اثنا میں گونجتی گرجتی انصار کی آواز بلند ہوئی: ہم صرف علیؑ ہی کی بیعت کریں گے۔ انہیں میں ایک بدری صحابی چلائے: ایک امیر ہم میں سے ایک امیر تم میں سے۔ عمران سے کہتے ہیں: اگر تم یہی چاہتے ہو تو تمہاری موت ہو جائے۔(۲)

اور ابوبکر نے انصار سے کہا: ہم امیر ہیں اور تم وزیر ہو، یہ خلافت ہمارے تمہارے درمیان آدھی آدھی رہے گی جیسے خرمے کو دو حصوں میں بانٹ دیا جائے۔(۳)

مسطح بن اثاثہ قبر رسولؐ پر کھڑی نوحہ پڑھ رہی ہیں: یا رسول اللہ!

قد کان بعدک انباء وهنبثة لو کنت شاهدها لم تکثر الخطب

انا فقدناک فقد الارض وابلها واختل قومک فاشهدهم ولا تغب (۴)

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص۱۲ (ج۱ص۱۸)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲ص۵ (ج۶ص۱۲ خطبہ۶۶)

۲۔ صحیح بخاری، مناقب ابوبکر، باب رجم الحبلی ج۱۰/ص۴۵ (ج۳ص۱۳۴۱ ح/۳۴۶۷، ج۶ص۲۵۰۶ ح/۶۴۴۲)؛ طبقات ابن سعد ج۲ص۵۵ (ج۲ص۲۶۹) ج۳ص۱۲۹ (ج۳ص۱۸۲)؛ البیان والتبیین ج۳ص۱۸۱ (ج۳ص۱۹۸)؛ سیرۃ ابن ہشام ج۴ص۳۳۹ (ج۴ص۳۱۰) تمہید باقلانی ص۱۹۷؛ تاریخ طبری ج۳ص۲۰۶، ۲۰۹ (ج۳ص۲۰۳، ۲۰۶)؛ مستدرک حاکم ج۳ص۶۷ (ج۳ص۷۰ ح/۴۴۲۳) ریاض النضرۃ ج۱ص۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴ (ج۲ص۲۰۵۔۲۰۱)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۵ ص۱۴۶ (ج۵ص۲۶۷) تیسیر الوصول ج۲ص۴۱، ۴۵ (ج۲ص۵۰، ۵۴ ح/۴، ۳)

۳۔ صحیح بخاری، در مناقب ابوبکر (ج۳ص۱۳۴۱ ح/۳۴۶۷)؛ البیان والتبیین ج۱ص۱۸۱ (ج۳ص۱۹۹)؛ عیون الاخبار، ابن قتیبہ ج۲ص۲۳۴ (مجلد۱ ج۵ص۲۳۳، ۲۳۴)

۴۔ طبقات ابن سعد ص۸۵۳ (ج۲ص۳۳۲)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲ص۱۷ (ج۶ص۴۳ خطبہ۶۶) ج۱ص۱۳۲ (ج۲ص۵۰ خطبہ۲۶)

یہ تمام ہنگامہ عام لوگوں کو ڈرانے دھمکانے کے لئے تھی، اصلاح امت کا ذرا بھی خیال نہ تھا، نہ کوئی سمجھتا تھا کہ یہ معاملہ بحسن وخوبی انجام پائے گا، ساری قوم پر نشہ چھایا ہوا تھا۔

اس خلافت کے متعلق کیا کہا جائے جسے ابوبکر وعمر جاہلیت کا ہنگامی حادثہ کہیں، جس کی برائیوں سے خدا نے محفوظ رکھا ہے۔(۱) عمر کہتے ہیں: اب جو بھی ایسی حرکت دہرائے اسے قتل کر دو۔(۲) سقیفہ کی بیعت کے بعد کہتے ہیں کہ جو شخص مسلمانوں سے مشورہ کئے بغیر بیعت کر لے وہ بیعت صحیح نہیں،، اسے قتل کر دو۔(۳)

ابن عباس سے کہتے ہیں: علیؑ اس امر خلافت کے لئے مجھ سے اور ابوبکر سے زیادہ اولی ہیں۔(۴) پھر کہتے ہیں: خدا کی قسم! ہم نے یہ سب کچھ دشمنی میں نہیں کیا، ہم نے دیکھا کہ ابھی وہ بچے ہیں، میرے خیال میں عرب اور قریش ان پر ایکا نہ کرتے۔ ابن عباس جواب میں کہتے ہیں: رسولؐ خدا نے تو انہیں بچہ نہیں سمجھا کیا تم اور ابوبکر انہیں بچہ سمجھتے ہو۔(۵)

عمر ابن عباس سے کہتے ہیں: ابن عباس! میرے خیال میں تمہارے صاحب مظلوم ہیں۔ ابن عباس جواب دیتے ہیں: خدا نے انہیں بچہ نہیں سمجھا جب اس نے سورہ براۃ کی تبلیغ کا حکم بھیجا۔(۶)

۱۔التمہید باقلانی ص۱۹۶؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲ ص۱۹ (ج۶ ص۴۷ خطبہ ۶۶)؛ صحیح بخاری باب رجم الحبلی ج۱۰ ص۴۴ (ج۵ ص ۲۵۰۵ ح/۶۴۴۲)؛ مسند احمد ج۱ ص۵۵ (ج۱ ص۹۰ ح/۳۹۳)؛ تاریخ طبری ج۳ ص۲۰۰ (ج۳ ص۲۰۵ حوادث ۱۱ھ)؛ انساب بلاذری ج۵ ص۱۵؛ تاریخ کامل ج۲ ص۱۳۵ (ج۲ ص۱۱ حوادث ۱۱ھ)؛ البدایہ والنہایہ ج۵ ص۲۴۶ (ج۵ ص۲۶۶ حوادث ۱۱ھ)

۲۔التمہید باقلانی ص۱۹۶؛ شرح ابن الحدید ج۱ ص۱۲۳، ۱۲۴ (ج۲ ص۲۶ خطبہ ۲۶)؛ الصواعق المحرقہ، ابن حجر ص۲۱ (ص۳۶)

۳۔صحیح بخاری ج۱۰ ص۴۴ (ج۵ ص۲۵۰۷ ح/۶۴۴۲)؛ مسند احمد ج۱ ص۵۶ (ج۱ ص۹۱ ح/۳۹۳)؛ سیرۃ ابن ہشام ج۴ ص ۳۳۸ (ج۴ ص۳۰۹)؛ النہایہ ابن اثیر ج۳ ص۱۷۵ (ج۳ ص۳۵۶)؛ تیسیر الوصول ج۲ ص۴۵ (ج۲ ص۵۴ ح/۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص۱۲۸ (ج۲ ص۴۰ خطبہ ۲۶)؛ تاریخ ابن کثیر ج۵ ص۲۴۶ (ج۵ ص۲۶۷ حوادث ۱۱ھ)

۴۔شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص۱۳۲ (ج۲ ص۵۷ خطبہ ۲۶)؛ ج۲ ص۲۰ (ج۶ ص۵۰ خطبہ ۶۶)؛ البدایہ والنہایہ ج۵ ص۲۴۶ (ج۵ ص۲۶۷ حوادث ۱۱ھ)

۵۔کنز العمال ج۶ ص۳۹۱ (ج۱۳ ص۱۰۹ ح۳۶۳۵۷)

۶۔شرح ابن ابی الحدید ج۲ ص۱۸ (ج۶ ص۴۵ خطبہ ۶۶)

حضرت علیؑ کا مطالبہ: میں بندۂ خدا ہوں اور برادر رسولؐ ہوں، میں اس امر کا زیادہ حقدار ہوں، میں تمہاری بیعت نہ کروں گا، تمہیں چاہئے کہ میری بیعت کرو۔ عمر دہاڑتے ہیں: جب تک بیعت نہ کرو گے، تمہیں چھوڑا نہ جائے گا۔ علیؑ فرماتے ہیں: اے عمر! تھن سے دودھ نکال لو کل فائدہ اٹھاؤ گے۔ (۱)

حضرت علیؑ تقریر فرماتے ہیں: اے گروہ مہاجرین! خدا کو پہچانو، محمدؐ کی حکومت کو ان کے گھر سے عرب میں نہ گھماؤ، اہل بیتؑ کے حق کو عام لوگوں میں نہ پھراؤ، بخدا! اے گروہ مہاجرین! ہم ہی تمام لوگوں سے زیادہ اس کے حقدار ہیں، کیونکہ ہم اہل بیتؑ ہیں، تم لوگوں کے مقابلے میں ہمارا ہی حق ہے، کتاب خدا کی تلاوت کرنے والا، رسوم خداوندی کا عالم، امور رعیت سے آگاہ اور ان سے حادثوں کو دفع کرنے والا، ان میں برابر سے تقسیم کرنے والا، خدا کی قسم! ہم ہی ہیں، دیکھو تم خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ راہ خدا سے بھٹک جاؤ گے اور حق سے بہت دور جا پڑو گے۔ (۲)

حضرت علیؑ وفات رسولؐ کے بعد لوگوں کو خلافت کے معاملے میں جھگڑتے دیکھ کر فرماتے ہیں: خدا کی قسم! میں نے سوچا بھی نہ تھا، نہ دل میں خیال آیا تھا کہ عرب اس خلافت کو ہٹا کر محمدؐ کے بعد ان کے اہلبیتؑ سے کہیں اور لے جائیں گے، مجھ سے خلافت چھنے گی، تصور بھی نہ کیا جا سکتا تھا، مجھے سب سے زیادہ اس بات پر اذیت و حیرت ہوئی کہ لوگوں نے ابوبکر کو چن لیا، میں نے اپنا ہاتھ روک لیا اور دیکھا کہ میں ہی سب سے زیادہ لوگوں کے مقابل رسولؐ کی جگہ بیٹھنے کا حقدار ہوں۔ (۳)

پھر اس کے بعد حضرت علیؑ رسولؐ خدا کی بیٹی فاطمہؑ کو خچر پر بیٹھا کر رات کے وقت انصار کی بزم میں گئے اور ان سے مدد طلب کی۔

وہ کہتے ہیں: اے رسولؐ کی بیٹی! اب تو ابوبکر کی بیعت کر لی گئی، اگر آپ کے شوہر ابوبکر سے پہلے ہمارے پاس آ جاتے تو ہم ان سے روگرداں نہ ہوتے۔ حضرت علیؑ نے ان سے کہا: کیا میں رسولؐ کی لاش

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص۱۲ (ج۱ص۱۸)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲ص۵ (ج۶ص۱۱خطبہ ۶۶)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص۱۲ (ج۱ص۱۹)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲ص۵ (ج۶ص۱۲خطبہ ۶۶)

۳۔ الامامۃ والسیاسہ ج۱ص۱۲۰ (ج۱ص۱۳۳)

گھر میں چھوڑ دیتا اور حکومت کے لئے جھگڑا کرتا۔ فاطمہؑ نے فرمایا: ابوالحسنؑ نے جو کچھ کیا وہ مناسب تھا، جو کچھ ان لوگوں نے کیا وہ اللہ سمجھے گا۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! ابو قحافہ کے بیٹے نے زبردستی پیراہن خلافت پہن لیا، حالانکہ وہ جانتا تھا کہ میرا خلافت میں وہی مقام ہے جو چکی میں قطب کا ہوتا ہے۔

یہ خطبہ شقشقیہ کے نام سے موسوم ہے، اس کے صحت و اثبات پر فریقین کے جلیل القدر علماء نے بہترین داد سخن دی ہے، ان کے بیان کے مطابق بلاشبہ یہ کلام امیرالمومنینؑ ہی ہے، کسی جاہل کا یہ قول سننے کے قابل نہیں کہ یہ کلام شریف رضی کا ہے، صدر اول اسلام سے آج تک لوگ اس کی روایت کرتے چلے آرہے ہیں، جب کہ سید رضی اس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

جن علماء نے اس کی روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں:

حافظ یحیی حمانی؛ ابوجعفر دعبل خزاعی؛ ابوجعفر بن برقی؛ ابوعلی جبائی؛ علی بن فرات؛ ابوالقاسم بلخی؛ ابواحمد جلودی؛ ابن قبہ؛ حافظ طبرانی؛ ابوجعفر بابویہ قمی؛ حسن بن عبداللہ عسکری؛ ابوعبداللہ مفید؛ قاضی عبد الجبار معتزلی؛ حافظ بن مردویہ؛ وزیر ابوسعید آبی؛ شریف مرتضی؛ شیخ طوسی؛ ابوالفضل میدانی؛ ابومحمد عبد اللہ بن احمد؛ قطب الدین راوندی؛ ابومنصور طبرسی؛ ابوالخیر مصدق بن شبیب صلحی نحوی؛ ابن اثیر جزری؛ سبط بن جوزی؛ ابن ابی الحدید معتزلی؛ ابن میثم بحرانی؛ ابوالفضل جمال الدین بن منظور افریقی؛ مجد الدین فیروزآبادی۔

عصر حاضر کے شاعر نیل "محمد حافظ ابراہیم" کو کیا کہا جائے جو دبی چنگاری کریدتے ہوئے یا بھولے بسرے پاپ کو دہراتے ہوئے (جو کسی حال میں بھی بھلایا نہیں جاسکتا) گذرے لوگوں کی ثنا خوانی کرتا ہے، قصیدہ عمریہ میں لہک لہک کے گنگناتا ہے:

"اور بات یوں ہوئی کہ عمر نے علیؑ سے کہا، دونوں ہی بڑے شریف و عظیم تھے، سننے والا بھی اور کہنے والا بھی: میں تمہارا گھر جلادوں گا کہ اس میں کوئی باقی نہ رہ جائے گا، اگر تم نے بیعت نہ کی، چاہے اس میں رسولؐ خدا کی پارہ جگر ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ بات سوائے عمر کے اور دوسرا کوئی نکال بھی نہیں

سکتا تھا، وہ بہادران عدنان کے پیشوا اور مددگار تھے''۔

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ مصر والوں نے ۱۹۱۸ء میں ایک بزم سجائی اور متذکرہ قصیدہ کو پڑھا پھر اسے روزناموں اور ماہناموں میں شائع کیا، اس کے بعد احمد امین، احمد زین، ابراہیم ابیاری، علی جارم، علی امین، خلیل مطران اور مصطفیٰ دمیاطی جیسے دانشوروں نے ان اشعار پر مشتمل دیوان مرتب کر کے شائع کیا، جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لئے اس قصیدہ کی بار بار اشاعت ہوئی اور اس پر شرحیں اور حواشی کے انبار لگائے۔ دمیاطی اس کے دوسرے شعر کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ رسولؐ خدا کی پارہ جگر کا گھر میں ہونا بھی علیؑ کو عمر سے بچا نہ سکا۔

پھر آگے شرح کرتے ہیں اور ابن جریر طبری کی روایت نقل کرتے ہیں کہ زیاد بن کلیب کا بیان ہے کہ عمر حضرت علیؑ کے گھر پر آئے، اس میں طلحہ، زبیر اور دوسرے مہاجرین تھے، عمر نے کہا: بخدا! میں تم سب کو جلا دوں گا ورنہ گھر سے باہر نکل کر بیعت کرو۔ یہ سن کر زبیر تلوار بھانجتے نکلے تو ان سے تلوار گر گئی، لوگوں نے جھپٹ کر ان کو دبوچ لیا اور تلوار چھین لی۔ اس روایت میں زیاد وابو معشر کوفی ہے تو وہ موثق ہے۔

لوگوں نے اس قصیدہ پر ایسا شور مچایا ہے کہ جیسے اس نے علم کا خزانہ امت کے حوالے کر دیا یا جدید رائے صالح عطا کی ہے۔ یا پھر حضرت عمر کی کوئی بڑی فضیلت بیان کر دی ہے، جس سے امت اور جناب رسول خداؐ خوش ہو جائیں گے..... پھر تو رسول خداؐ کو مبارک باد ہو کہ ان کی صدیقہ پارۂ جگر کی حرمت کا ذرا بھی پاس ولحاظ نہ کیا گیا، پاکیزہ گھر میں رہنے والے جلنے سے نہ بچ سکے، ہاں! انتخاب کی کیا شان ہے ، اس بیعت کو مبارک جو اس طرح ڈرانے دھمکانے سے پوری ہوئی اور حادثوں کی چھاؤں میں پوری ہوئی.... ہم ان باتوں کو چھیڑنا نہیں چاہتے، ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ خلیفہ اول کی قبل اسلام اور بعد اسلام نفسیاتی حالت کو پیش کریں، جو عام لوگوں سے ذرا بھی مختلف نہیں، انہیں تو خلیفہ منتخب ہونے سے بزرگی مل گئی۔

یہاں دو باتیں موضوع بحث ہوں گی: منقولہ فضائل اور ان کے فضائل نفسانی۔

منقولہ فضائل:

کیا واقعی ابوبکر کے بارے میں رسول اعظمؐ سے فضائل کی حدیثیں مروی ہیں؟ کیا لوگوں نے جو تعریف کے پل باندھے ہیں وہ روایات صحیح ہیں؟! ہم یہاں تجزیہ کر کے حقیقت واضح کریں گے، اس سلسلے میں انہیں ائمہ حدیث کی باتیں نقل کریں گے جو صحیح وسقیم کا اچھا معیار رکھتے ہیں اور معتبر ہیں۔

فیروز آبادی خاتمہ سفر السعادہ (۱) میں فضائل ابوبکر کے سلسلے میں ابواب کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ ان میں ایک روایت بھی صحیح نہیں، علمائے حدیث کے یہاں ثابت نہیں۔ (۲)

پھر آگے کہتے ہیں:

فضائل ابوبکر صدیق میں سبھی حدیثیں جعلی ہیں، مشہور ترین حدیث ہے کہ خدا لوگوں پر عمومی جلوہ دکھاتا ہے اور ابوبکر پر خصوصی جلوہ دکھاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث ہے: خدا نے جو کچھ میرے سینے میں انڈیلا وہ سب کا سب ابوبکر کے سینے میں اونڈیل دیا۔ تیسری حدیث ہے: جب رسولؐ پر جنت کا اشتیاق زور مارتا تو ابوبکر کی ڈاڑھی چومتے تھے۔ چوتھی حدیث ہے: میں اور ابوبکر گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑے ہیں یعنی دونوں برابر ہیں۔ پانچویں حدیث ہے: خدا نے جب ارواح کو منتخب کیا تو خاص طور سے روح ابوبکر کو چنا۔

اس قسم کی اور بھی مہمل اور جھوٹی احادیث ہیں جنہیں معمولی عقل والا بھی نہ مانے گا۔

عجلونی کشف الخفاء میں لکھتے ہیں کہ ابوبکر کے فضائل میں مروی تمام احادیث جھوٹی اور جعلی ہیں۔ (۳) سیوطی نے اللئالی المصنوعۃ میں لکھا ہے کہ فضائل ابوبکر میں تیس احادیث متاخرین علماء نے نقل کی ہیں، سبھی سند کے اعتبار سے جعلی ہیں۔ (۴)

پھر ان کے جذبات پر سخت دھچکا لگا کہ تمام حدیثیں جعلی ہیں۔ اسی لئے ایک حدیث لکھی کہ رسول

۱۔ سفر السعادۃ (ج ۲ ص ۲۰۷)

۲۔ سفر السعادۃ (ج ۲ ص ۲۱۱)

۳۔ کشف الخفاء ج ۲ ص ۴۲۴۔ ۴۱۹

۴۔ اللآلی المصنوعۃ ج ۱ ص ۳۰۲۔ ۲۸۶

خداؐ کا ارشاد ہے: جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو جہاں میں گیا، میں نے وہاں لکھا ہوا دیکھا: **محمد رسول الله و ابوبكر الصديق من خلقي** ''محمد خدا کے رسول ہیں اور ابوبکر صدیق میرے جانشین ہیں''۔

آگے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث جعلی ہے، کیونکہ اسند میں عبداللہ بن ابراہیم غفاری (۱) ہے جو بہت زیادہ جھوٹی حدیثیں گڑھتا تھا، اس کے شیخ عبدالرحمٰن بن زید کو بھی ضعیف کہتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے حسن ہونے کے متعلق میں نے استخارہ کیا کیونکہ شواہد زیادہ ہونے کی وجہ سے جعلی اور ضعیف نہیں ہوسکتی۔ پھر انہوں نے شواہد کا تذکرہ کیا جو صحیح نہ تھے، سبھی وضاع و کذاب تھے یا جن کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق تھا یا گمنام تھے۔ سوال یہ ہے کہ کیا استخارہ شر کو خیر، سقیم کو صحیح اور منکر کو معروف بنادے گا!!!؟

جن لوگوں نے اس جھوٹی حدیث کے راویوں کو ضعیف اور گڑھنے والا کہا ان کا بیان بھی سن لیجئے:

۱۔خطیب بغدادی کے طریق کا بیان پانچویں جلد میں بیان ہوچکا ہے۔

۲۔طریق بزار میں عبداللہ بن ابراہیم غفاری وضاع ہے۔ (۲)

۳۔طریق بن شاہین بھی خطیب بغدادی کی طرح ذہبی و ابن حجر وغیرہ نے باطل کہا ہے۔ (۳)

۴۔طریق دارقطنی میں بقول سیوطی محمد بن فضل گمنام ہے۔ (۴)

۵۔طریق دیلمی میں عبدالمنعم کذاب و وضاع ہے، جس نے دو سو جھوٹی حدیثیں گڑھی ہیں (۵)

۱۔میزان الاعتدال (ج ۳ص ۱۰۹ نمبر ۴۸۰۹)؛ لسان المیزان ج ۵ص ۲۳۵ (ج ۵ص ۲۶۵ نمبر ۷۶۰۲)؛ اللآلی المصنوعۃ (ج ۱ ص ۲۹۶)؛ تہذیب التہذیب ج ۵ص ۱۳۸ (ج ۵ص ۱۲۱)؛ کتاب المجروحین (ج ۲ص ۳۷)

۲۔تہذیب التہذیب ج ۶ص ۱۷۸ (ج ۶ص ۱۶۱)؛ اللآلی المصنوعۃ ج ۱ص ۲۹۶

۳۔میزان الاعتدال (ج ۳ص ۱۰۹ نمبر ۴۸۰۹)؛ تہذیب التہذیب (ج ۵ص ۱۲۱)

۴۔اللآلی المصنوعہ ج ۱ص ۲۹۷؛ کتاب المجروحین (ج ۱ص ۳۵۶)

۵۔میزان الاعتدال ج ۲ص ۱۵۶ (ج ۲ص ۶۶۸ نمبر ۵۲۷۰)؛ لسان المیزان ج ۴ص ۷۵ (ج ۴ص ۸۸ نمبر ۵۳۲۶)؛ الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث (ج ۱ص ۱۵۸)

اور عبد الرحمٰن بن زید پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ ضعیف ہے۔

۶۔ طریق ختلی میں حسن بصری کی روایت ہے کہ رسول خدا نے ساق عرش پر لکھا دیکھا: لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ محمد رسول اللہ و زیراہ ابوبکر الصدیق و عمر الفاروق ''خدا ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے دو وزیر ہیں، ابوبکر صدیق اور عمر فاروق''۔

دار قطنی کہتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے، ثابت نہیں۔ (۱) ابو سہل اور نصر بن حریش ضعیف ہیں، پھر یہ کہ حسن بصری نے رسول کا زمانہ کہاں پایا کہ وہ رسول خدا سے روایت کریں۔

۷۔ طریق ابن عساکر میں حارث بن زیاد ہے جس کے لئے ذہبی کہتے ہیں کہ ضعیف اور مجہول ہے۔ (۲) ابن عساکر کا ایک دوسرا طریق بھی ہے جس میں محمد بن عبد حدیث گڑھتا ہے (۳) اور عصام بن یوسف کو ابن سعد نے ضعیف کہا ہے۔ (۴)

قول فیروز آبادی کی تائید الغدیر جلد پنجم کے مطالعہ سے بھی ہوسکتی ہے جس میں فضائل ابوبکر کے سو گوشے بیان کر کے حفاظ و محدثین کے حوالے پیش کر چکا ہوں، اس طرح ۴۵ رموضوع روایاتِ منقبت جو خلافت کے بارے میں ہیں، ان کی بھی نشاندہی مندرجہ ذیل حفاظ نے کی ہے:

ابن عدی، طبرانی، ابن حبان، نسائی، حاکم، دار قطنی، عقیلی، ابن مدینی، ابو عمر، جوزقانی، محب طبری، خطیب بغدادی، ابن جوزی، ابوزرعہ، ابن عساکر، فیروز آبادی، اسحاق ختلی، ابن کثیر، ابن قیم، ذہبی، ابن تیمیہ، ابن ابی الحدید، ابن حجر ہیثمی، ابن حجر عسقلانی، حافظ مقدسی، سیوطی، صغانی، ملا علی قاری، عجلونی، ابن درویش حوت۔

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۲۸۶

۲۔ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۴۳۳ نمبر ۱۶۱۸)؛ لسان المیزان ج ۲ ص ۱۴۹ (ج ۲ ص ۱۹۰ نمبر ۲۱۸۵)

۳۔ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۸۸؛ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۹۶ (ج ۳ ص ۶۳۳ نمبر ۷۹۰۰)؛ لسان المیزان ج ۵ ص ۲۷۲ (ج ۵ ص ۳۰۷ نمبر ۷۷۱۶)؛ اللآلی المصنوعۃ ج ۱ ص ۳، ۱۲۱ (ج ۱ ص ۴، ۲۳۴)

۴۔ الثقات (ج ۸ ص ۵۲۱)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۵ ص ۳۷۱ نمبر ۱۵۳۴)؛ لسان المیزان ج ۴ ص ۱۶۸ (ج ۴ ص ۱۹۴ نمبر ۵۶۱۹)

فضائل کی ان روایات کے موضوع اور جعلی ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ صحاح ستہ اور سنن ومسانید قدیم میں کہیں ان کا تذکرہ نہیں، اگر ان کے نزدیک بھی روایت صحیح ہوتی تو ہرگز کوئی انہیں چھوڑتا نہیں۔

خود خلیفہ کو اگر ان روایات کے متعلق صحت کا ذرا بھی شائبہ ہوتا تو ابوعبیدہ جیسے گورکن کو اپنے سے زیادہ حقدار خلافت نہ سمجھتے، پھر یہ کہ جس دن ہر شخص اپنی اپنی برتری جتا کر خلافت کا اپنے کو حقدار بتا رہا تھا وہاں بھی ان روایات کو بطور ثبوت پیش نہیں کیا گیا، صرف اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ رسول خداؐ کے یار غار، صحابی رسولؐ اور سب سے مسن ہیں، حالانکہ ان کے باپ ان سے بھی زیادہ مسن تھے۔ مریدوں نے جو ہانک لگائی ہے وہ صرف یہ کہ سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے پہلے نماز پڑھی۔ ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ ابوبکر نے کہا: کیا میں خلافت کے لئے سب سے اولی نہیں ہوں، کیا میں سب سے پہلے اسلام نہیں لایا، کیا میں ایسا نہیں ہوں، کیا میں ویسا نہیں ہوں.....(۱)

ابونصرہ سے بھی یہی مروی ہے کہ انہوں نے رسولؐ کے ساتھ اپنی رفاقت کے تذکرے کئے۔(۲) لیکن راویوں نے جن باتوں کو ایسا ویسا کہہ کے حذف کیا ہے، ممکن ہے بلکہ واقعی کبھی بھی نہیں صرف دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے ابہام پیدا کیا گیا ہے۔

اگر تاریخ دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ اول مسلم اور اول نمازی حضرت علیؑ ہیں۔ ہم نے تیسری جلد میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے، صحیح بات یہ ہے کہ ابوبکر پچاس آدمیوں کے بعد اسلام لائے۔(۳) اگر صحابائے کبار۔ ان کی ایک بھی منقبت جانتے تو بیعت لینے میں دھونس دھمکی کی ضرورت نہ پڑتی، سقیفہ کے دن حضرت عمر نہ دہاڑتے، ابوبکر کی ان تین فضیلتوں کے مقابلے میں کون آتا: وہ یار غار ہیں، پہلے

۱۔ سنن ترمذی (ج۵ص۵۷۱نمبر۳۶۶۷)؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان (ج۱۵ص۲۷۹حدیث۶۸۶۳)؛ معرفۃ الصحابہ ابی نعیم (ج۱ص۱۵۹)؛ کنز العمال ج۳ص۱۲۵ (ج۵ص۵۸۵ح/۱۴۰۴۱)؛ اسد الغابہ ج۳ص۲۰۹ (ج۳ص۳۱۴نمبر۳۰۶۴)؛ البدایہ والنہایہ ج۳ص۲۷ (ج۳ص۳۷)

۲۔ طبقات بن سعد طبع لیدن ج۳ص۱۲۹ (ج۳ص۱۸۲)؛ کنز العمال ج۳ص۱۲۶ (ج۵ص۵۹۰ح/۱۴۰۵۱)

۳۔ تاریخ طبری (ج۲ص۳۱۶)

مسلمان ہیں اور سب سے مسن ہیں۔(۱)

برخلاف اس کے سلمان فارسی نے کہا کہ تم نے زیادہ مسن ہونے کا خیال کیا اور اہل بیتؑ کو چھوڑ دیا۔(۲) عثمان بن عفان نے کہا: ابوبکر صدیق خلافت کے زیادہ حقدار تھے، صدیق، یار غار اور صحابی رسولؐ تھے۔(۳) مغیرہ بن شعبہ نے ابوبکر و عمر سے کہا: چلو عباس کو ہم خیال بنالو تو علیؑ کا استدلال کچھ کمزور ہوجائے گا۔ یہ لوگ عباس کے پاس جاکر کہنے لگے: ہم چاہتے ہیں کہ تمہیں اپنا شریک اقتدار بنالیں کیوں کہ آپ رسولؐ کے چچا ہیں ....(۴) پھر دیکھئے کہ بیعت چار پانچ آدمیوں نے کی: عمر، ابوعبیدہ، اسید، بشیر، سالم مولی حذیفہ۔

اور مخالفین بیعت کی تفصیل دیکھئے: علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، عباس اور تمام بنی ہاشم، سعد بن عبادہ اور ان کے صاحبزادے اور پورا خاندان، حباب بن منذر اور ان کے ہمنوا، طلحہ، زبیر، سلمان، عمار، مقداد، خالد بن سعد، سعد بن ابی وقاص، عتبہ بن ابولہب، براء بن عازب، ابی بن کعب، ابوسفیان اور دوسرے بہت سے لوگ۔(۵)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عام طور سے مہاجرین اور بزرگ انصار اس بات میں ذرا بھی شک نہیں رکھتے تھے کہ رسول خداؐ کے بعد خلافت کے حقدار علیؑ ہیں۔(۶) عتبہ بن ابولہب کے تو اس موقع پر کہے

۱۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۴ ص ۳۴۰ (ج ۴ ص ۳۱۱)؛ الریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۶۲، ۱۶۶ (ج ۲ ص ۲۰۳، ۲۰۶)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۴۷، ۲۴۸ (ج ۵ ص ۲۶۷، ۲۶۸ حوادث ۱۱ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۶ (ج ۶ ص ۳۸ خطبہ ۶۶)؛

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۱؛ ج ۲ ص ۱۷ (ج ۲ ص ۴۹ خطبہ ۲۶؛ ج ۶ ص ۴۳ خطبہ ۶۶)

۳۔ کنز العمال ج ۳ ص ۱۴۰ (ج ۵ ص ۶۵۳ نمبر ۱۴۱۴۲)

۴۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۵ (ج ۱ ص ۲۱)؛ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۳، ۱۰۴ (ج ۲ ص ۱۲۵۔۱۲۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۲ ص ۵۲ خطبہ ۲۶)

۵۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۳ (ج ۲ ص ۱۲۴)؛ ریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۶۷ (ج ۲ ص ۲۰۷)؛ تاریخ ابو الفداء ج ۱ ص ۱۵۶؛ روضۃ المناظر، حاشیہ الکامل ج ۷ ص ۱۶۴؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۴ (ج ۲ ص ۵۶ خطبہ ۲۶)

۶۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۸ (ج ۶ ص ۲۱ خطبہ ۶۶)

گئے پانچ اشعار (۱) جن میں سبقت ایمان، علم، تدفین رسول کی روشنی میں بیعت ابوبکر کو فتنہ کہا گیا ہے۔ اسی طرح قصی کے بھی اشعار ہیں۔ (۲)

فضائل نفسانی:

اب ذرا اخلاقی حالت کا بھی تجزیہ ہو جائے، ہم چاہتے ہیں کہ خلیفہ کی علمی و نفسیاتی حالت کو پرکھا جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ ان میں کوئی فضیلت تھی یا نہیں، اگر کوئی فضیلت ہو اور اسے نہ مانا جائے تو یہ ان پر ستم ہوگا اور اگر نہ ہو اور مانا جائے تو یہ غلو ہوگا۔

اس سلسلے میں قبل اسلام کا تجزیہ کرنا مناسب نہیں کیونکہ اسلام نے جاہلی عہد کے تمام گناہ دھوئے ہیں، اس لئے عکرمہ کی اس روایت پر کوئی دھیان نہیں دینا چاہئے، جس میں انہوں نے کہا کہ ابوبکر قمار (جوا) حرام ہونے سے قبل ابی بن خلف اور دوسرے مشرکین کے ساتھ قمار سے شوق فرماتے تھے۔ (۳)

جصاص نے احکام القرآن (۴) میں لکھا ہے کہ اہل علم کے یہاں کوئی اختلاف نہیں کہ قمار حرام ہے اور آپس میں شرط لگانا بھی قمار ہی ہے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ شرط لگانا جوا ہے اور اہل جاہلیت اپنے مال اور بیوی کی شرط لگایا کرتے تھے۔ پہلے یہ مباح تھا پھر حرام کر دیا گیا۔ خود ابوبکر بھی مشرکین کے ساتھ شرط لگایا کرتے تھے، جب آیۂ مبارکہ ﴿ الـم غلبت الروم ﴾ نازل ہوئی تو انہوں نے شرط لگانا چھوڑ دی۔

اسی طرح ابوبکر اسکافی (۵) کی بات پر بھی کوئی توجہ نہ دینی چاہئے کہ ابوبکر قبل اسلام مشہور رئیس

۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۳ (ج ۲ ص ۱۲۴)؛ رسائل جاحظ ص ۲۲؛ اسد الغابۃ ج ۴ ص ۴۰ (ج ۴ ص ۱۲۴ نمبر ۳۷۸۳) تاریخ ابو الفداء ج ۱ ص ۱۶۴؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۵۹ (ج ۱۳ ص ۲۳۲، خطبہ ۲۳۸)

۲۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۵ (ج ۲ ص ۱۲۶)

۳۔ کشف الغمہ، شعرانی ج ۲ ص ۱۵۴

۴۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۸ (ج ۱ ص ۳۲۹)

۵۔ رسائل جاحظ ص ۳۴ (ص ۱۴۳، الرسائل السیاسۃ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۶۴ (ج ۱۳ ص ۲۴۹ خطبہ ۲۳۸)

تھے، ان کے پاس مکہ والے جمع ہوتے اور نغموں اور افسانوں کی بزم آراستہ ہوتی، شراب کے دور چلتے۔
فاکہی بھی کتاب مکہ میں لکھتے ہیں کہ ابو قوص کا بیان ہے کہ ابو بکر زمانہ جاہلیت میں شراب پیتے تھے، اسی حالت میں مقتولین بدر کا نوحہ پڑھنے لگے جو مشرک تھے:

تحیی ام بکر بالسلام وھل لی بعد قومک من سلام

جب رسول خداؐ کو معلوم ہوا تو غصے میں انہیں ڈھونڈھتے ہوئے آئے، عمر نے آتا ہوا دیکھ لیا، جب رسول خداؐ کے سرخ انگارہ چہرے پر نظر پڑی تو کہا: میں غضب رسول خداؐ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں، خدا کی قسم! اب کبھی اسے ہاتھ نہ لگاؤں گا۔ پھر سب سے پہلے حضرت ابو بکر ہی نے اپنے اوپر شراب حرام کی۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول (۱) میں اس روایت کو لکھ کر تبصرہ کیا ہے مگر اسے دل قبول نہیں کرتا گویا حکیم اس روایت کو عام لوگوں سے سنتے تھے لیکن عقیدت کی وجہ سے اس کو ماننے پر آمادہ نہیں تھے۔
ابن حجر نے بھی اصابہ (۲) میں لکھ کر تبصرہ کیا ہے کہ نفطویہ نے اس پر تنقید کی ہے کہ شراب حرام ہونے سے قبل ابو بکر نے شراب پی تھی اور مشرکین کے مقتولین بدر کا نوحہ پڑھا تھا۔

حدیث ابو القموص تفسیر طبری (۳) میں سند کے ساتھ یوں ہے:

ابو القموص کا بیان ہے کہ زید بن علی نے کہا کہ شراب کے بارے میں تین بار آیت نازل ہوئی، پہلی ہے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا﴾ ''لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور بہت سے فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ فائدے سے کہیں زیادہ ہے''۔(۴)

۱۔ نوادر الاصول ص ۶۶ (ج ۱ ص ۱۵۷ اصل ۴۴)

۲۔ الاصابۃ ج ۴ ص ۲۲

۳۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۰۳ (مجلد ۲ ج ۲ ص ۳۶۲)

۴۔ بقرہ/۲۱۹

لوگ اس کے بعد بھی پیتے رہے، یہاں تک کہ دو آدمیوں نے پی کر نماز پڑھی اور اس طرح قرأت کررہے تھے جو سمجھ میں نہ آرہی تھی، اس وقت آیت نازل ہوئی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾ ''ایمان والو! خبردار نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جانا جب تک یہ ہوش نہ آجائے کہ تم کیا کہہ رہے ہو''۔(۱) پھر بھی اکثر لوگ پیتے رہے، وہ کہتے تھے کہ ہم نماز کے وقت نہیں پئیں گے۔ ابوالقموص کے گمان کے مطابق ایک شخص نے اس کے بعد بھی شراب پی اور مشرکین کے مقتولین بدر کا نوحہ پڑھنے لگا:

تحيي بالسلامة ام عمرو وهل لک بعد رهطک من سلام

جب رسول خداؐ کو معلوم ہوا تو غصے میں یوں آرہے تھے کہ آپ کی رداز مین پہ خط دے رہی تھی، جب اس شخص نے رسول خداؐ کو غصے میں آتا دیکھا تو چلانے لگا: میں خدا کی پناہ طلب کرتا ہوں، خدا و رسولؐ کے غضب سے، اب کبھی شراب نہ پیوں گا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ....﴾ ''اے ایمان لانے والو! بے شک شراب، جوا اور پانسے گندگی ہیں کیا تم اب بھی باز نہ آؤ گے''۔(۲) اس وقت عمر نے کہا: ہم باز آئے، ہم باز آئے۔

اور بزار نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ اس دن ہم ہی ساقی تھے، ایک شخص ابوبکر نامی آیا اور اس نے پی کر ''احيى ام بكر بالسلام'' گنگنانے لگا، اسی وقت ایک مسلمان نے آکر ڈانٹا کہ یہ کیا کر رہے ہو، خدا نے شراب حرام ہونے کی آیت نازل کردی ہے۔(۳) ابن حجر فتح الباری (۴) میں اور عینی عمدۃ القاری (۵) میں لکھتے ہیں کہ اس میں ابوبکر بھی تھے لیکن دل نہیں مانتا حالانکہ اس کی سند بالکل پاک وصاف ہے۔

۱۔ نساء/۴۳ ۲۔ مائدہ/۹۰

۳۔ مجمع الزوائد ج۵ص۵۱ ۴۔ فتح الباری ج۱۰ص۳۰ (ج۱۰ص۳۷)

۵۔ عمدۃ القاری ج۲۰ص۸۴ (ج۲۱ص۱۶۸)

تبصرۂ علامہ امینیؒ:

ذرا ابن حجر کی اندھی عقیدت ملاحظہ فرمایئے، خلیفہ کی محبت میں صحیح روایت کو ماننے پر بھی آمادہ نہیں۔

اس دن شراب پینے والے گیارہ افراد تھے۔(۱)

۱۔ابوبکر بن قحافہ؛ ان کی عمر (۵۸) سال تھی۔

۲۔عمر بن خطاب؛ ان کی عمر اس وقت (۴۵) سال تھی۔

۳۔ابوعبیدہ جراح؛ یہ (۴۸) سال کے تھے۔

۴۔ابوطلحہ زید بن سہل؛ جن کے گھر میں بزم شراب جمی تھی، ان کی عمر (۴۴) سال تھی۔

۵۔سہیل بن بیضاء؛ اس واقعہ کے بعد بہت بوڑھے ہو کر مرے۔

۶۔ابی بن کعب؛

۷۔ابودجانہ سماک بن خرشہ؛

۸۔ابوایوب انصاریؒ؛

۹۔ابوبکر بن شغوب؛

۱۰۔انس بن مالک؛ جو ساقی تھے، ان کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔

سنن بیہقی میں انس کا بیان ہے کہ میں ساقی تھا اور سب سے کمسن تھا۔(۲) اس میں ابن حجر گیارہویں آدمی کو پی گئے ہیں، وہ معاذ بن جبل تھے (۳)، ان کی عمر ۲۳ سال کی تھی۔(۴)

متذکرہ تمام افراد حرمت خمر کی دونوں آیتیں نازل ہونے کے بعد بھی پیتے رہے اور تاویلیں کرتے

۱۔فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۰ ۲۔سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۹۰

۳۔تفسیر جامع البیان ج ۷ ص ۲۴ (مجلد ۵ ج ۷ ص ۳۷)؛ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۵۲؛ عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۸۹ (ج ۲۱ ص ۱۶۸)؛ درمنثور ج ۲ ص ۳۲۱ (ج ۳ ص ۱۷۲)؛ شرح صحیح مسلم نووی مطبوع برحاشیہ ارشاد الساری ج ۸ ص ۲۳۲ (ج ۱۳ ص ۱۵۰)

۴۔صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۵۰۲ نمبر ۵۱)

رہے، جب سورۂ مائدہ کی آیت میں ﴿فهل انتم منتهون﴾ نازل ہوئی اور لوگوں نے رسول خداؐ کا غصہ دیکھا تو سمجھ گئے کہ تیسری آیت میں سخت دھمکی ہے تو عمر نے کہا: ہم باز آئے۔(۱) علامہ آلوسی بھی لکھتے ہیں کہ دونوں آیات شراب نازل ہونے کے بعد بھی کبار صحابہ شراب پیتے رہے۔(۲) جن لوگوں نے حرمت شراب نازل ہونے کی تاریخ کا تذکرہ چھیڑ کر ابہام پیدا کرنا چاہا ہے، وہ مہمل ہے۔

حالت بعد اسلام

ابو بکر کے یہاں اسلام لانے کے بعد بھی نہ کہیں علمی رسوخ کا نشان ملتا ہے، نہ جہاد میں پیش رفت کا، نہ اخلاقی برتری کا، نہ ہی عبادت میں والہانہ پن کا، نہ بنیادی امور میں استحکام کا۔ ان کا علم تفسیر و حدیث میں رسوخ معلوم کرنا ہو تو کتابیں کھنگال ڈالئے نہ کوئی قول ملتا ہے، نہ کسی سوال کا جواب۔ ہاں! اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی اپنے دوست عمر کی طرح (سورۂ عبس میں) ''اب'' کے معنی نہیں جانتے تھے، جب کہ عام دیہاتی اس کا مفہوم جانتا تھا، بازاری لوگ بھی جانتے ہیں اور عام طور سے یہ لفظ بولتے رہے ہیں، اس سے زیادہ حیرت ہوتی ہے کہ بعض لوگ صفائی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تفسیر قرآنی کے متعلق احتیاط کا مظاہرہ کرتے تھے، لیکن قرآن جاننے والے جانتے ہیں کہ مغاذی قرآن، یقین مراد، بیان مجمل اور تاویل متشابہ میں احتیاط کا مظاہرہ کرنا چاہئے، ان معاملوں میں خود شریعت میں منع کیا گیا ہے لیکن عام بول چال میں آنے والے الفاظ کے احتیاط کا کوئی محل و موقع نہیں، ہر شخص اپنی سرشت و طبیعت سے سمجھ لیتا ہے۔

۱۔ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۲۸ (ج ۳ ص ۳۲۵ ح / ۳۶۷۰)؛ مسند احمد ج ۱ ص ۵۳ (ج ۱ ص ۸۶ ح / ۳۸۰)؛ سنن نسائی ج ۸ ص ۲۸۷ (ج ۳ ص ۲۰۲ ح / ۵۰۴۹)؛ تفسیر جامع البیان ج ۷ ص ۲۲؛ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸۵؛ احکام القرآن جصاص ج ۲ ص ۲۴۵ (ج ۱ ص ۳۲۲)؛ مستدرک حاکم ج ۲ ص ۲۷۸ (ج ۲ ص ۳۰۵ ح / ۳۱۰۱) (ذہبی نے مستدرک کے ساتھ چھپنے والی تلخیص مستدرک میں اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے)؛ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۲۰۰ (ج ۵ ص ۱۳۰)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵۵، ۵۰۰، ج ۲ ص ۹۲؛ تیسیر الوصول ج ۱ ص ۱۲۴ (ج ۱ ص ۱۴۸ ح / ۱۱)؛ تفسیر خازن ج ۱ ص ۵۱۳ (ج ۱ ص ۴۹۱)؛ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۵۸ (ج ۱۲ ص ۸۱) فتح الباری ج ۸ ص ۲۲۵ (ج ۸ ص ۲۷۹)؛ درمنثور ج ۱ ص ۲۵۲ (ج ۱ ص ۶۰۵)

۲۔ تفسیر آلوسی ج ۲ ص ۱۱۵، ج ۷ ص ۱۷

اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ شخص اپنی قوم کی زبان سے بھی نا آشنا تھا تو کیا اس شخص نے آیت قرآنی پر بھی نظر نہ ڈالی جس میں خدا "فاکھه و اب" روشن طریقہ سے فرماتا ہے:

﴿متاعالکم و لا نعامکم﴾ "یہ تمہاری اور تمہارے جانوروں کی بہرہ مندی کے لئے"۔ گویا خدا نے یہاں مقام امتنان میں فرمایا ہے کہ "فاکھه" انسانوں کے لئے اور "اب" جانوروں کے لئے "فاکھه" کا مطلب پھل اور "اب" کا مطلب گھانس، گیاہ وغیرہ ہے۔

ابو القاسم بغوی ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو بکر سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ کون سی زمین مجھے پناہ دے گی اور کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا جب کہ میں قرآن کے متعلق مراد خداوندی کے خلاف بات کروں۔

ایسی ہی روایت ابوعبیدہ تیمی سے کرتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ میں کہاں جاؤں، میں کیا کروں....(۱)

کلالہ:

خلیفہ کو اپنے دوست عمر کی طرح "کلالہ" کا مطلب معلوم نہیں تھا، سورۂ نساء کی آخری آیت:

﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ....﴾ "لوگ تم سے فتویٰ طلب کرتے ہیں، کہہ دو کہ خدا تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے، اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے کوئی فرزند نہ ہو اور صرف لڑکی ہو تو اسے ترکہ نصف دیا جائے"۔

۱۔ جامع لاحکام القرآن، قرطبی ج ۱ ص ۲۹ (ج ۱ ص ۲۷، ج ۱۹ ص ۱۴۵)؛ مقدمۃ فی اصول التفسیر، ابن تیمیہ ص ۳۰ (ص ۴۷)؛ الکشاف ج ۳ ص ۲۵۳ (ج ۴ ص ۷۰۴)؛ درمنثور ج ۶ ص ۳۱۷ (ج ۸ ص ۴۲۱)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵، ۶؛ اعلام الموقعین ص ۲۹ (ج ۱ ص ۵۴)؛ تفسیر خازن ج ۴ ص ۳۷۴ (ج ۴ ص ۳۵۴)؛ تفسیر ابی السعود (ج ۹ ص ۱۱۲)؛ فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۳۰ (ج ۱۳ ص ۲۷۱)؛ تفسیر کلبی ج ۴ ص ۱۸۰

ائمہ حدیث نے صحیح سندوں اور معتبر رجال کے ساتھ شعبی سے روایت کی ہے کہ ابوبکر سے ''کلالہ'' کا مطلب پوچھا گیا۔ فرمایا: میں اپنی رائے سے بتا رہا ہوں، اگر صحیح ہو تو خدا کی طرف سے اور اگر غلط ہو تو وہ میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے اور خدا و رسولؐ اس سے بری ہیں، میرے خیال میں ''کلالہ'' اسے کہتے ہیں جو باپ اور بیٹے کے علاوہ ہو۔ جب عمر خلیفہ ہوئے اور ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں خدا سے شرم کرتا ہوں کہ جس بات کو ابوبکر نے بتایا ہے اس کی تردید کروں۔ (۱)

تبصرۂ علامہ امینی:

یہ حضرت عمر کی دوسری رائے ہے، پہلی رائے یہ تھی کہ ''کلالہ'' اسے کہتے ہیں جس کے یہاں کوئی بیٹا نہ ہو، پہلے دونوں کی رائے یکساں تھی، پھر دونوں ہی متذکرہ رائے کی طرف پلٹ آئے۔ (۲) پھر ان دونوں میں اختلاف ہو گیا۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ عمر کی آخری گھڑیوں میں ان کے پاس میں موجود تھا، عمر نے کہا کہ مجھے ابوبکر سے ''کلالہ'' کے بارے میں اختلاف تھا، اب صحیح وہی ہے جو میں نے کہا۔ (۳)
ابن عباس نے پوچھا: کیا کہا تھا؟ کہا: ''کلالہ'' اسے کہتے ہیں جس کا کوئی بیٹا نہ ہو۔

کبھی تو انھیں ابوبکر سے شرم آتی ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ مجھ پر ایسا بھی زمانہ گذرا ہے کہ میں ''کلالہ'' کا مطلب نہیں جانتا تھا، ''کلالہ'' اسے کہتے ہیں جس کا کوئی بیٹا نہ ہو۔

پتہ نہیں یہ احتیاط جسے خلیفہ اول نے معنیٰ ''اب'' کے سلسلے میں سختی سے لازم کر لی تھی، اس میں کہاں بھاگ گئی، ان پر کس آسمان نے سایہ کیا، کس زمین نے اٹھایا، وہ کہاں گئے اور انہوں نے کیا کیا، جب کہ دین خدا میں ایسی رائے ٹھوک دی جس میں صحیح و غلط کا پتہ نہیں تھا، اس کے بارے میں جانتے ہی نہ تھے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے کہ ان کی طرف سے یا شیطان کی طرف سے ہے، ان پر آیۂ کرما کیسے مخفی رہ گئی؟! انہیں اگر ''کلالہ'' کا مطلب معلوم نہیں تھا تو حکم قرآن کے مطابق ''اہل ذکر'' سے پوچھ لیتے، اہل

۱۔ تفسیر قرطبی ج۵ ص۷۷ (ج۵ ص۵۱)　　۲۔ تفسیر ابن کثیر (ج۱ ص۵۹۵)
۳۔ مستدرک حاکم ج۲ ص۳۰۴ (ج۲ ص۳۳۲ ح۳۱۸۷، تلخیص مستدرک کا بھی یہی حوالہ ہے)؛ سنن بیہقی ج۶ ص۲۲۵؛ تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۵۹۵

ذکر تو بہر حال انہیں بتا ہی دیتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دینی احکام توقیفی نہیں ہیں بلکہ بخرے پر منحصر ہیں، پھر تو ہر شخص فتوی دیتے ہوئے کہہ سکتا ہے کہ اگر صحیح ہو تو خدا کی طرف سے اور اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے۔(۱)

جی ہاں! ایسے ہی فتوؤں نے خدا اور رسولؐ سے جسارت کا ماحول پیدا کیا ہے، اہل سنت کے نزدیک اجتہاد کا یہی مطلب ہے، وہ قرآن وسنت سے تفصیلی ادلہ کے ذریعہ استنباط کو اجتہاد نہیں کہتے، اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ قاتل امیر المومنین ''عبد الرحمن بن ملجم'' مجتہد ہے (۲)، عظیم صحابی عمار یاسر کا قاتل ابو الغاویہ (۳) معاویہ (۴)، نابغہ کا جنا عمرو (۵)، خالد بن ولید (۶)، طلحہ وزبیر (۷) اور یزید بن معاویہ (۸) یہ سبھی دین خدا کے مجتہد ہیں، انہوں نے پاپ کے ڈھیر لگا دیئے ہیں لیکن مجتہد ہیں، وہ غلطی پر تھے لیکن ایک اجر پائیں گے۔ ابن حجر اصابہ (۹) میں کہتے ہیں کہ گمان یہ ہے کہ صحابہ نے آپس میں جو جنگ وقتال کی انہوں نے تاویلی غلطی کی، خطائے اجتہادی کے مرتکب ہوئے، اگر مجتہد خطا کر جائے تو ایک اجر پاتا ہے، صحابہ تو بدرجہ اولی ایک اجر کے مستحق ہوں گے۔

واہ! اس دین کا کیا کہنا، مبارک ہو امت محمد کو مجتہدین کی اس لمبی قطار، شام کی گنوار، قومی باغی، کم ظرفوں کی پارٹیاں اور آزاد کردہ چھوکرے، سبھی خطائے اجتہادی سے سرفراز ہو گئے۔

۱۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۲۴ ۔۔۔ ۲۔ المحلی ج ۱۰ ص ۴۸۲

۳۔ الفصل، ابن حزم ج ۴ ص ۱۶۱

۴۔ الفصل، ابن حزم ج ۴ ص ۸۹؛ البدایۃ والنہایہ ج ۷ ص ۲۷۹ (ج ۷ ص ۳۱۰، حوادث ۳۷ھ)

۵۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۲۸۳ (ج ۷ ص ۳۱۴ حوادث ۳۷ھ)

۶۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۳۲۳ (ج ۶ ص ۳۵۵ حوادث ۱۱ھ)؛ روضۃ المناظر، ابن شحنہ مطبوع بر حاشیہ کامل ج ۷ ص ۱۶۷ (ج ۱ ص ۱۹۰، ۱۹۲ حوادث ۱۱ھ)؛

۷۔ التمہید، باقلانی ص ۲۳۲

۸۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۲۳ (ج ۸ ص ۲۴۵ حوادث ۶۳ھ)

۹۔ الاصابۃ ج ۴ ص ۱۵۱

کیا کہنا ان لوگوں کا جو اجتہاد کا جامہ، فسادی کیڑوں کو پہناتے ہیں، جنہوں نے ناموس اسلام کی دھجیاں اڑادیں، تقدیس رسالت کا تیاپانچہ کیا، قرآن وسنت کو تاراج کیا اور باغی طاغی گروہ کے ساتھ ہوگئے، جن کی بنیاد ہی شر وفساد اور آل محمدؐ سے عناد تھی، بزبان رسول اعظمؐ (۱) طلیق بن طلیق اور لعین بن لعین کے جھنڈے تلے تھے۔ سچ کہا تھا رسول خداؐ نے، دین کی آفت تین سے ہے: بدکار فقیہ، ظالم امام اور جاہل مجتہد۔(۲)

اسی اجتہاد نے مجرموں کے حوصلے بڑھائے، خوب وزشت، حق وباطل اور خبیث و پاک کا فرق مٹایا۔اس سلسلے میں سب سے پہلے خلیفہ اول ہی نے تاویل واجتہاد کا دروازہ کھولا، انہوں نے پاپیوں کی تقدیس وتائید کی، خالد بن ولید کے لرزہ خیز پاپ کا ایسا عذر تراشا کہ توبہ بھلی۔

یہ خلیفہ کی تفسیری واقفیت کا نمونہ تھا، ان سے قلت روایت کے باوجود علامہ سیوطی اتقان (۳) میں لکھتے ہیں: تفسیر کے سلسلے میں دس صحابہ مشہور ہیں: خلفائے اربعہ، ابن مسعود، ابن عباس، ابی بن کعب زید بن ثابت، ابوموسی اشعری، ابن زبیر، خلفاء میں صرف حضرت علیؑ سے ہی زیادہ روایات منقول ہیں بقیہ تینوں خلفاء کے نمونے کم ہیں، اس کا سبب یہ تھا کہ ان تینوں کی جلد وفات ہوگئی، حضرت ابوبکر کی تو اور بھی روایات کم ہیں، صرف دس ہی روایات تفسیر منقول ہیں لیکن حضرت علیؑ سے بہت زیادہ روایات منقول ہیں۔معمر، وہب بن عبداللہ سے اور وہ ابوطفیل سے روایت کرتے ہیں کہ میں موجود تھا جب علیؑ نے دعوی کیا: ''سلونی فو اللہ لا تسالون عن شی الا اخبرتکم و سلونی عن کتاب اللہ فو اللہ ما من آیة الا و انا اعلم ابلیل نزلت ام بنہار ام فی سھل ام فی جبل'' ''مجھ سے پوچھ لو، خدا کی قسم! تم جس چیز کے بارے میں سوال کروگے میں تمہیں اس سے باخبر کروں گا اور اسے سمجھاؤں گا، مجھ سے کتاب خدا کے بارے میں سوال کرو، خدا کی قسم! میں ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ رات میں نازل ہوئی یا دن میں، صحرا میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر''۔

۱۔تاریخ طبری ج۱۱ص۳۵۶ (ج۱۰ص۵۸حوادث ۲۸۴ھ)؛ تاریخ بغداد ج۳ص۳۴۳ (نمبر۱۴۵۱)؛ تفسیر قرطبی ج۱۰ص۲۸۶ (ج۱۰ص۱۸۳)؛ تفسیر نیشاپوری مطبوع برحاشیہ تفسیر طبری ج۱۵ص۵۵

۲۔کنز العمال ج۵ص۲۱۲ (ج۱۰ص۱۸۳ح۲۸۹۵۴)

۳۔الاتقان فی علوم القرآن ج۲ص۳۲۸ (ج۴ص۲۰۴)

حلیہ ابونعیم (۱) میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے، ہر حرف کا ظاہر و باطن ہے اور حضرت علیؑ کے پاس تمام ظاہر و باطن کا علم ہے۔

حضرت علیؑ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ خدا کی قسم! میں ہر آیت کے متعلق جانتا ہوں کہ کس بارے میں نازل ہوئی، کہاں نازل ہوئی، میرے پروردگار نے مجھے عقل سے بھرپور قلب اور سوالات سے بھرپور زبان عطا کی ہے۔ (۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ سیوطی کی دھاندلی تو دیکھئے، کوئی ان سے پوچھے جس صحابی سے صرف دس احادیث تفسیر مروی ہیں وہ مفسرین میں کیسے شمار کرلیا گیا؟! ہائے رے خوش فہمی!؟!

خلیفہ کی سنت کے بارے میں پیش رفت

اس سلسلے میں مسند احمد بن حنبل (۳) میں اسی حدیثیں مروی ہیں۔ مکررات کو چھانٹ لیجئے تو ساٹھ رہ جاتی ہیں۔ مجموعی طور سے مسند میں ساڑھے سات لاکھ احادیث میں منتخب کر کے مسند مکمل کی، خود انہیں دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ (۴) ابن کثیر نے تلاش بسیار کے بعد ابوبکر سے مروی ۷۲/احادیث جمع کیں اور اس کا نام مسند صدیق رکھا۔ (۵) پھر اس کے بعد سیوطی نے بڑی ماتھا پچی کی تو اپنی تمام محدثانہ صلاحیتوں کے باوجود ابوبکر کی ایک سو چار حدیثیں ہی فراہم کر سکے۔ انہیں تاریخ الخلفاء میں درج کیا ہے۔ (۶)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان سے ۱۴۲/حدیثیں مروی ہیں۔ امام بخاری نے گیارہ اور مسلم نے ایک ہی حدیث نقل کی ہے۔ (۷) ان احادیث میں ہی کچھ تو صرف اقوال ہیں؛ مثلاً یہ کہ امام حسنؑ کو یہ کہہ کے

۱۔ حلیۃ الاولیاء (ج ۱ص ۶۵)

۲۔ حلیۃ الاولیاء (ج ۱ص ۶۸۔۶۷)

۳۔ مسند احمد، ج/۱، ص/۱۴۔۲، (ج/۱، ص/۲۵۔۵ حدیث/۸۲۔۱)۔

۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ج/۲، ص/۱۷، (ج/۲، ص/۴۳۱، نمبر/۴۳۸)۔

۵۔ تاریخ الخلفاء، ص/۶۲، (۸۶)۔

۶۔ تاریخ الخلفاء، ص/۵۹و۶۴، (۸۸۔۸۱)

۷۔ صدیقی کی شرح ریاض الصالحین، ج/۲، ص/۲۳۔

لوری سناتے تھے: ''میرے باپ قربان، تم رسولؐ سے مشابہ ہو علیؑ سے مشابہ نہیں ہو۔'' یا ان کا قول ہے کہ رسولؐ نے جنگی معاملے میں مشورہ کیا۔ یہ قول بھی ہے کہ رسول خداؐ نے ابوجہل کو ایک اونٹ تحفہ میں بھیجا۔

کچھ حدیثیں ایسی ہیں جو قرآن وسنت اور عقل ومنطق سے قطعی میل نہیں کھاتیں؛ مثلاً ان کی چار حدیثیں ہیں:

۱۔لو لم ابعث فیکم لبعث عمر ''اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو تم میں عمر مبعوث ہوتے۔''

۲۔ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر ''سورج نے عمر سے بہتر آدمی پر اپنی شعاع نہیں ڈالی۔''

۳۔ان المیت لینضح علیه الحمیم ببکاء الحی ''زندہ کے گریہ سے مردے پر جہنم کا گرم پانی ٹپکتا ہے۔''

۴۔انما حر جهنم علی امتی مثل حمام ''میری امت پر جہنم کی آگ حمام کی گرمی کی طرح ہوگی''۔

پہلی حدیث کو لیجئے! یہ کئی طریقوں سے ابن عدی سے مروی ہے۔(۱) اس کی سند میں زکریا بن یحییٰ ہے جو بہت بڑا جھوٹا تھا۔ (۲) بشر بن بکر ہے (۳) جو گمنام تھا۔ ابو بکر بن عبد اللہ غسانی بے وقعت ہے۔(۴) دوسرے طریق میں مصعب بن سعید ابوخیثمہ مصیصی ہے (۵) جو حدیثیں الٹ پلٹ کرتا ہے۔

۱۔الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج/۳، ص/۲۱۶، نمبر/۷۱۳)

۲۔میزان الاعتدال، ج/۱، ص/۳۵۱، (ج/۲، ص/۷۷، نمبر/۲۸۹۲)؛ مجمع الزوائد، ج/۱، ص/۱۳۱؛ اللآلی المصنوعۃ، ج/۲، ص/۲۱۱ (ج۲ص/)

۳۔لسان المیزان، ج/۲، ص/۲۰، (ج/۲، ص/۲۶، نمبر/۱۵۹۱)۔

۴۔العلل ومعرفۃ الرجال، (ج/۲، ص/۳۹، نمبر/۱۴۸۴) تہذیب التہذیب، ج/۱۲، ص/۹، (ج/۱۲، ص/۳۳)۔ الجرح والتعدیل (ج۲ص/۴۰۵، نمبر۱۵۹) کتاب الضعفاء والمتروکین (ص/۲۶۴، نمبر۶۹۹) طبقات ابن سعد (ج۷ص/۳۶۷)

۵۔الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج/۶، ص/۳۶۴، نمبر/۱۸۴۶) الثقات (ج/۹، ص/۱۷۵) میزان الاعتدال، ج/۳، ص/۱۷۳، (ج/۴، ص/۱۱۹، نمبر/۸۵۶۱)؛ لسان المیزان ج/۱۶ص/۴۴، (ج/۶، ص/۵۱، نمبر/۸۴۰۴)۔

عبداللہ بن واقد ہے (۱) جو متروک الحدیث، ضعیف و ذلیل ہے، حدیث میں تدلیس کرتا ہے۔ مشرح بن عاھان ہے (۲) جو مہمل احادیث کے ڈھیر لگاتا ہے۔ تیسرے طریق میں ابو العباس زوزنی نے کتاب شجرۃ العقل میں نقل کیا ہے، اس کے پہلے راوی عبداللہ بن واقد کی اوقات تو معلوم ہی ہو گئی۔ دوسرے راوی راشد حمصی ضعیف ہیں۔ (۳) چوتھا طریق دیلمی سے ہے، ابو ہریرہ کے الفاظ ہیں:

''**لو لم ابعث فیکم لبعث عمر ايد الله عمر بملكين یوفقانه و یسددانه فاذا اخطا صرفاه حتى يكونا صوابا**'' اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو عمر تمہارے درمیان مبعوث ہوتے۔ خدا نے دو فرشتوں کے ذریعہ عمر کو توفیق و مراد سے بہرہ مند کیا ہے۔ جب وہ غلطی کرتے ہیں تو یہ دونوں فرشتے انہیں ٹھیک اور درست کرتے ہیں''۔

اس کی سند میں اسحاق بن نجیح ملطی بہت بڑا جھوٹا ہے۔ ابن معین، ابن مریم، علی بن مدینی، عمر بن علی اور جوزقانی سب نے بہت بڑا خبیث اور پکا جھوٹا کہا ہے۔ بخاری، نسائی، ابن عدی، ابن جمان، ابن جریح وغیرہ اس کو جعلی حدیثیں گڑھنے والا کہتے ہیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ سب نے اتفاق کیا ہے کہ یہ حدیثیں گڑھتا ہے۔ (۴) جب یہ حیثیت معلوم ہو گئی تو اب سنئے کہ دیلمی نے متذکرہ طریقے سے

۱۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص/۱۵۰، نمبر/۳۵۴) العلل ومعرفۃ الرجال، (ج/۲، ص/۵۵، نمبر/۱۵۳۳) التاریخ الکبیر، (ج/۲۱۹، نمبر/۱۳۷) کتاب المجروحین، ج/۲، ص/۲۹؛ تہذیب التہذیب، ج/۶، ص/۶۶، (ج/۶، ص/۶۰)؛ میزان الاعتدال ج/۲، ص/۸۴، (ج/۲، ص/۵۱۷، نمبر/۴۶۷۲)؛ لسان المیزان، ج/۳، ص/۳۷۴۔

۲۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج/۶، ص/۴۶۹، نمبر/۱۹۵۳) کتاب المجروحین، (ج/۳، ص/۲۸) اللآلی المصنوعۃ، (ج/۱، ص/۳۰۲) میزان الاعتدال، ج/۳، ص/۱۸۲، (ج/۴، ص/۱۱۷، نمبر/۸۵۴۹)؛ الموضوعات (ج/۱، ص/۳۲۰)۔

۳۔ التاریخ الکبیر، (ج/۳، ص/۲۹۲، نمبر/۹۹۴) کشف الخفا، ج/۲، ص/۱۶۳۔

۴۔ العلل ومعرفۃ الرجال، ج/۲، ص/۳۰، (۱۴۵۴)؛ معرفۃ الرجال، (ج/۱، ص/۵۱، نمبر/۷؛) التاریخ الکبیر، (ج/۱، ص/۴۰۴، نمبر/۱۲۹۳) کتاب الضعفاء، والمتروکین، (ص/۵۳، نمبر/۵۰) الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج/۱، ص/۳۳۲، نمبر/۱۵۵) کتاب المجروحین (ج/۱، ص/۱۳۴) تاریخ بغداد، ج/۶، ص/۳۲۴؛ میزان الاعتدال، ج/۱، ص/۹۴، (ج/، ص/۲۰۰، نمبر/۷۹۵) تذکرۃ الموضوعات، ص/۸۴، (ص/۵۹) تہذیب التہذیب، ج/۱، ص/۲۵۴، (ج/۱، ص/۲۲۱) اللآلی المصنوعۃ، ج/۱، ص/۵۵، ۱۰۳، ۱۷۵، (ج/۱، ص/۳۹، ۱۰۶، ۱۹۹) خلاصۃ التہذیب، ص/۲۶ (ج/۱، ص/۷۷، نمبر/۴۳۲)۔

حدیث نقل کر کے کہا ہے کہ راشد بن سعد نے مقدام سے ابو بکر کے لئے بھی یہی حدیث نقل کی ہے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اس جھوٹ اور جعل کے اعلان کے بعد بھی عقیدت کی وجہ سے اس کو تسلیم کرلیا گیا۔ خدا ہی حساب کرنے والا ہے۔

دوسری حدیث کو مستدرک (۱) حاکم میں عبد اللہ بن داؤد واسطی، عبد الرحمٰن بن اخی، محمد بن منکدر سے اور جابر بن عبد اللہ انصاری سے نقل کیا ہے کہ ایک دن عمر خطاب نے ابو بکر کو آواز دی: اے بعد رسولؐ لوگوں میں سب سے بہتر! تو ابو بکر نے کہا: اگر تم ایسا کہتے ہو تو میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ عمر سے بہتر آدمی پر سورج نے اپنی شعاع نہیں ڈالی۔ ذہبی نے تلخیص میں کہا ہے کہ عبد اللہ ضعیف ہیں۔ عبد الرحمٰن پر اعتراض کیا جاتا ہے، اور یہ حدیث بنائی گئی ہے۔ (۲) علامہ امینی فرماتے ہیں کہ عبد اللہ پر بخاری (۳) کو بھی اعتراض ہے۔ ابو حاتم (۴) اسے قوی نہیں سمجھتے، مہمل حدیثیں بیان کرتا ہے۔ نسائی (۵) اسے ضعیف کہتے ہیں۔ ابن حبان (۶) بہت زیادہ منکر الحدیث سمجھتے ہیں۔ دار قطنی (۷) ضعیف کہتے ہیں۔ رہ گیا عبد الرحمٰن (۸) تو وہ بھی گمنام ہے۔

مزہ یہ ہے کہ علامہ حریفیش نے روض الفائق (۹) میں اسی جعلی انداز میں امیر المومنین علیہ السلام اور ابو بکر کی فضیلت میں یہ حدیث لکھ ماری ہے۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ابو بکر اور علی علیہ السلام ایک دن حجرۂ رسولؐ کی طرف جا رہے تھے تو علیؑ نے ابو بکر سے کہا: آگے بڑھیئے کیونکہ آپ ہی سب سے پہلے جنت کا

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج/۳، ص/۹۰، (ج/۳، ص/۹۶، حدیث/۴۵۰۸؛ تلخیص مستدرک کا بھی یہی حوالہ ہے)۔

۲۔ میزان الاعتدال، ج/۲، ص/۱۴۳، (ج/۲، ص/۶۰۲، نمبر/۵۰۴۳) سنن ترمذی، (ج/۵، ص/۵۷۷، حدیث/۳۶۸۴)۔

۳۔ التاریخ الکبیر، (ج/۳، ص۸۲۳، نمبر/۲۲۶)۔

۴۔ الجرح والتعدیل، (ج/۵، ص/۴۸، نمبر/۲۲۲)۔

۵۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص/۱۵۱، نمبر/۳۵۵)۔

۶۔ کتاب المجروحین، (ج/۲، ص/۳۴)۔

۷۔ تہذیب التہذیب، ج/۵، ص/۲۰۰، (ج/۵، ص/۱۷۶)۔

۸۔ لسان المیزان، ج/۳، ص/۴۴۸، (ج/۳، ص/۵۴۴، نمبر/۵۱۰۶)۔

۹۔ الروض الفائق، ص/۳۸۸۔

دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ تو ابو بکر نے کہا: اے علی علیہ السلام! آپ ہی آگے بڑھیئے۔ علیؑ نے کہا: میں اس شخص کے آگے کیسے جا سکتا ہوں، جس کے متعلق رسولؐ نے کہا ہو کہ میرے بعد کسی شخص پر سورج نے طلوع وغروب نہیں کیا جو ابو بکر سے افضل ہو۔

یہ سن کر ابو بکر نے کہا کہ میں کیسے آگے بڑھ سکتا ہوں، جس کے حق میں رسولؐ نے فرمایا ہو: ''میں نے خیر النساء کو خیر الرجال کے حوالہ کیا ہے''۔

اس میں علیؑ کی زبان سے ابو بکر کے چھ مناقب بیان ہوئے ہیں، اسی طرح علیؑ کی منقبت میں ابو بکر کی زبان سے حدیث بیان ہوئی۔ اسے سیوطی نے نقل نہیں کیا ہے حالانکہ فضائل ابو بکر میں احادیث کی گنتی بڑھانا، ان کا مطمح نظر تھا، ظاہر ہے کہ اس حدیث کو نہ لکھنے کی وجہ یہی ہے کہ اس کا جھوٹ ہونا بہت واضح ہے۔

ہاں! ہر حدیث گڑھنے والے کا اپنا مخصوص ذوق ہوتا ہے، اور مخصوص سلیقہ!

تیسری حدیث کا مہمل پن واضح ہے، یہی حدیث عمر سے بھی مروی ہے، جسے ہم نے جلد ششم میں لکھ کر تبصرہ کیا ہے۔

''ان المیت یعذب ببکاء الحی'' کا انکار عائشہ نے کیا اور کہا کہ یہ قرآن کے مخالف ہے، عدل الٰہی کے خلاف اور عقل سلیم ماننے پر آمادہ نہیں۔

چوتھی حدیث گڑھی ہوئی تو ہے ہی۔ اس میں خدا کی عظمت وجلالت کو گنہگاروں کی نظر میں سبک کرنے کی سعی کی گئی۔ تاکہ پاپیوں کو منتقم وجبار کی بارگاہ میں جسور بنایا جا سکے، اگر آپ خدا کی بھڑکائی آگ پر غور فرمائیں گے جو سینوں میں اتر جائے گی، جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اور جس سے لوگوں کے چہروں اور پیشانیوں کو داغا جائے گا۔ اور پھر آپ دیکھیں گے کہ خدا نے جہاد سے گرمی کا بہانہ کر کے روگرداں ہونے والوں کو کہا ہے کہ کہہ دو جہنم کی آگ اس سے کہیں زیادہ ہی گرم ہے تو آپ فیصلہ کریں گے کہ اس وضعی حدیث میں امت مرحومہ کو گناہ پر اکسایا جا رہا ہے۔ ذرا دیکھئے تورات کے سناٹے میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام اسی جہنم کی تصور سے لرزہ براندام ہیں، اپنی ریش اقدس پکڑ کر گریہ فرما رہے

ہیں: ''اے پروردگار! پھر دنیا سے کہتے ہیں کہ میرے سوا کسی اور کو دھوکہ دینا (۱) پھر جہنم کی بھڑکتی آگ سے حمام کی گرمی کا کیا تقابل؟ کیا اسے عقل قبول کر سکتی ہے؟

دانشور کی انتہائی کوشش

ارباب تحقیق نے بڑی تلاش و جستجو کے بعد خلیفہ کی محدثانہ حیثیت پر یہی چند حدیثیں پیدا کی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ۱۰۴ حدیثیں یا ۱۴۲ حدیثیں سمندر میں ایک قطرے کے برابر بھی نہیں۔ نہ اس سے دعائم اسلام استوار ہوتے ہیں۔ ادھر دیکھئے! ابو ہریرہ، انس بن مالک، عبداللہ بن عمر، ابن عباس، عبداللہ بن عمرو بن عاص، ابن مسعود... وغیرہ سے تو لاکھوں حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ صرف ابو ہریرہ سے مروی احادیث کو تقی بن مخلد نے اپنی سند میں جمع کیا ہے، ان کی تعداد پانچ ہزار تین سو ہے۔ (۲)

یہ احمد بن فرات ہیں، جن سے پندرہ (۱۵) لاکھ حدیثیں لکھی گئی ہیں اور ان میں سے تین لاکھ کا انتخاب تفسیر واحکام کے باب میں ہے۔ (۳)

یہ حرمہ بن یحییٰ ہیں، جنہوں نے صرف ابن وہب کے طریق سے ایک لاکھ حدیث روایت کی ہیں۔ (۴) ابوبکر باغندی کو (۵) تین لاکھ احادیث، روح بن عبادہ کو ایک لاکھ احادیث (۶)، حافظ مسلم (۷)

۱۔ حلیۃ الاولیاء، ج/۱، ص/۸۵؛ الاستیعاب، ج/۲، ص/۲۶۲، نمبر/۱۸۵۵؛ ریاض النضرۃ، ج/۲، ص/۲۱۲، (ج/۳، ص/۱۶۴) زھر الآداب قیروانی، ج/۱، ص/۳۸، (ج/۱، ص/۸۷؛) تذکرۃ الخواص، ص/۲۷۰، (ص/۱۱۹) مطالب السؤول، ص/۳۳؛ اتحاف شبراوی، ص/۷، (ص/۲۵)

۲۔ الاصابۃ، ج/۴، ص/۲۰۵ (۱۱۹۰)۔

۳۔ خلاصۃ التہذیب، ص/۹ (ج/۱، ص/۲۷۳، نمبر/۱۰۴)۔

۴۔ خلاصۃ التہذیب، ص/۶۳ (ج/۱، ص/۲۰۳، نمبر/۱۲۸۴)۔

۵۔ تاریخ بغداد، ج/۳، ص/۲۱۰۔

۶۔ میزان الاعتدال، ج/۱، ص/۳۴۲ (ج/۲، ص/۵۹، نمبر/۲۸۰۲)۔

۷۔ تذکرۃ الحفاظ، ج/۲، ص/۵۱ (ج/۲، ص/۵۸۹، نمبر/۶۱۳)۔

کو تین لاکھ، ابو محمد عبدان نے ایک لاکھ، ابن انباری کو تین لاکھ (۱)، حافظ ابو زرعہ (۲) کو ایک لاکھ، ابن عقدہ (۳) کو تین لاکھ، ابن منصور شیرازی (۴) کو تین لاکھ، ابو داؤد سجستانی (۵) کو پانچ لاکھ، امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ (۶) کو اپنے باپ سے ایک لاکھ، ثعلب بغدادی (۷) کو ایک لاکھ، ابو داؤد (۸) کو ایک لاکھ، جعابی (۹) کو چار لاکھ احادیث مع متن وسند کے یاد تھیں۔

احمد بن حنبل کو ساڑھے سات لاکھ (۱۰) احادیث، حافظ ختلی (۱۱) کو پچاس ہزار احادیث، یحیٰی عجلی (۱۲) کو صرف سفیان سے چار ہزار فقط تفسیری احادیث یاد تھیں، حافظ بن ابی عاصم (۱۳) کا کتب خانہ جل گیا تو محض حافظہ سے پچاس ہزار حدیثیں یاد تھیں، حافظ ابو قلابہ (۱۴) کو ساٹھ ہزار حدیثیں یاد تھیں، ابو العباس (۱۵) سراج نے مالک کے لئے ساٹھ ہزار حدیثیں لکھیں، ابن راہویہ (۱۶) نے اپنے

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۲۸۸ (ج ۲۷، ص ۵۴، نمبر ۱۳۶۸)۔

۲۔ شذرات الذہب، ج ۲، ص ۳۱۶ (ج ۴، ص ۱۵۲)۔

۳۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۱، ص ۳۷ (ج ۱۱، ص ۴۴) تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۳۳ (ج ۷، ص ۳۰)۔

۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۵۶ (ج ۳، ص ۸۴۰، نمبر ۸۲۰)۔

۵۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۲۲ (ج ۳، ص ۹۱۶، نمبر ۸۷۵)۔

۶۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۱۵۳ (ج ۲، ص ۵۹۳، نمبر ۶۱۵)۔

۷۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۲۱۴ (ج ۲، ص ۶۶۵، نمبر ۶۸۵)۔

۸۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۲۱۴ (ج ۲، ص ۶۶۶، نمبر ۶۸۶)۔

۹۔ شذرات الذہب، ج ۲، ص ۱۲ (ج ۳، ص ۲۵)۔

۱۰۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۱، ص ۲۶۱، (ج ۱۱، ص ۲۹۶)۔

۱۱۔ مسند احمد آخر جلد اول، مطبوعہ دار صادر بیروت۔

۱۲۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۱، ص ۲۱۷ (ج ۱۱، ص ۲۴۵، حوادث ۳۳۵ھ)۔

۱۳۔ تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۱۲۲۔

۱۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۱۹۴ (ج ۲، ص ۶۴۱، نمبر ۶۶۳)۔

۱۵۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۱۴۳ (ج ۲، ص ۵۸۰، نمبر ۶۰۴)۔

۱۶۔ تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۲۵۱۔

حافظہ سے ستر ہزار حدیثوں کو املا کرایا، حافظ اسحاق (۱) ستر ہزار، تنوخی (۲) پچاس ہزار، محمد بن عیسیٰ (۳) چالیس ہزار، ابن شاہین (۴) تیس ہزار اور حافظ یزید بن ہارون (۵) نے ۲۴ ہزار حدیثیں سند کے ساتھ یاد کیں۔

اب ذرا اسلام کی جامعیت اور اس کی آئینی سرشاری کو دیکھئے اور پھر ملاحظہ کیجئے کہ ایسے وسیع الذیل دین کے عظیم پیغمبرؐ کی احادیث ان کا جانشین صرف ۱۴۲ عدد یاد رکھتا ہے۔ کیا کسی مسلمان کے لئے یہ احادیث کافی ہوسکتی ہیں؟ یا کسی دانشور کو اپنی تحقیق کے سلسلے میں یہ عدد کچھ معاون ہوسکتا ہے؟

پھر یہ کہ جب خلیفہ کے سامنے کوئی مسئلہ آتا تھا تو چلاتے تھے کہ کون آسمان مجھ پر سایہ فگن ہوگا؟... یا کہتے کہ میں اپنی رائے سے کہہ رہا ہوں اگر غلط ہو تو شیطان کی طرف سے سمجھنا یا کبھی کہتے کہ خدا کی قسم میں تم سے بہتر نہیں ہوں (۶) یا کہتے کہ میں تمہارا حکمران بن گیا ہوں لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں (۷)۔ کیا ایسا خلیفہ قرآن وامت کی کوئی مدد کرسکتا ہے؟ کیا ایسا شخص نبی کا قرار ہوسکتا ہے، جس نے کہا ہے کہ خدا

۱۔ تاریخ بغداد، ج/۶، ص/۳۵۲۔ ۲۔ تاریخ بغداد، ج/۶، ص/۳۶۸۔

۳۔ تاریخ بغداد، ج/۲، ص/۳۹۶۔ ۴۔ تاریخ بغداد، ج/۱۱، ص/۲۶۸۔

۵۔ شذرات الذہب، ج/۲، ص/۱۶ (ج/۳، ص/۳۳، حوادث ۲۰۶ھ)۔

۶۔ طبقات ابن سعد، ج/۳، ص/۱۵۱ (ج/۳، ص/۲۱۲) الامامۃ والسیاسۃ، ج/۱، ص/۱۶ (ج/۱، ص/۲۲) تاریخ طبری، ج/۳، ص/۲۱۰ (ج/۳، ص/۲۲۴، حوادث ۱۱ھ) صفۃ الصفوۃ، ج/۱، ص/۹۹ (ج/۱، ص/۲۶۱، نمبر/۲) شرح نہج البلاغہ، ج/۳، ص/۸، ج/۴، ص/۱۶۷ (ج/۶، ص/۲۰، خطبہ/۶۶، ج/۱۷، ص/۱۵۶، کتاب/۶۳) کنز العمال، ج/۳، ص/۱۲۶ (ج/۵، ص/۵۸۹، حدیث/۱۴۰۵۰)۔

۷۔ طبقات ابن سعد، ج/۳، ص/۱۳۹ (ج/۳، ص/۱۸۳) المجتنیٰ، ابن درید، ص/۲۷، (ص/۱۵) عیون الاخبار الرضاؑ، ج/۲، ص/۲۳۴؛ (مجلد/۱، ج/۵، ص/۲۳۴) تاریخ طبری ج/۳ ص/۲۰۳ (ج/۳ ص/۲۱۰ حوادث ۱۱ھ) سیرہ ابن ھشام ج/۴ ص/۳۴۰ (ج/۴ ص/۳۱۱) تہذیب الکامل، ج/۱، ص/۶؛ العقد الفرید، ج/۲، ص/۱۵۸ (ج/۳، ص/۲۳۸) اعجاز القرآن باقلانی، ص/۱۱۵ (ص/۲۰۹) ریاض النضرۃ، ج/۱، ص/۱۶۷ و ۱۷۷ (ج/۲، ص/۲۰۷، ۲۱۹، ۲۱۸) البدایۃ والنہایۃ، ج/۵، ص/۲۴۷ (ج/۵، ص/۲۶۹) شرح ابن ابی الحدید، ج/۱، ص/۱۳۴ (ج/۲، ص/۵۶، خطبہ/۲۶) تاریخ الخلفا، ص/۴۷ و ۴۸ (ص/۶۶ و ۶۷) السیرۃ الحلبیۃ، ج/۳، ص/۳۸۸ (ج/۳، ص/۳۵۹) صفۃ الصفوۃ، ج/۱، ص/۹۸ (ج/۱، ص/۲۶۰، نمبر/۲)۔

نے جو حکم بھی میرے پاس بھیجا، میں نے تم تک پہونچا دیا، جس چیز سے بھی خدا نے منع کیا، میں نے تمہیں منع کر دیا(۱)۔ خلیفہ جی تو رائے اور قیاس کا دروازہ کھول رہے ہیں جسے رسولؐ نے بند کر دیا تھا۔ میمون کے مطابق اصحاب سے مشورہ کرتے، جو سب کی رائے ہوتی وہی فیصلہ کر دیتے۔ یہ ہے خلیفہ کی حالت اور شان اور یہ ہے ان کا مبلغ علم۔!!!

ابو بکر کے کچھ اور بھی فیصلے نقل کئے جاتے ہیں، جو اگر چہ کم ہیں لیکن ان کا مبلغ علمی پہچاننے کے لئے کافی ہیں:

۱۔ دادی کے بارے میں خلیفہ کی رائے:

''قبیصہ بن دویب سے مروی ہے کہ ایک مرنے والے کی دادی ابو بکر کے پاس آئی اور اپنی میراث کے متعلق ان سے پوچھا۔ ابو بکر نے کہا: نہ تو قرآن میں تمہارا کوئی حق متعین کیا گیا ہے نہ سنت رسولؐ میں۔ جاؤ! اور لوگوں سے اپنی میراث کے بارے میں پوچھو۔ تو اس عورت کو مغیرہ بن شعبہ نے بتایا کہ رسول خداؐ کے پاس ایک دادی آئی تھی، تو آپ نے اسے چھٹا حصہ دیا تھا۔ ابو بکر نے مغیرہ سے پوچھا: کیا کوئی اور بھی تمہاری تائید کرے گا؟ یہ سن کر محمد بن مسلمہ نے مغیرہ کی تائید کی تو ابو بکر نے اسے چھٹا حصہ دیا۔'' (۲)

خلیفہ کو ذرا دیکھئے کہ روز مرہ کے مسائل میں بھی جاہل ہیں اور مغیرہ (۳) جیسا زنا کار اور قوم کا سب سے بڑا جھوٹا، سنت رسول کو بدلنے والا اور کھلواڑ کرنے والا، ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ مغیرہ وہی ہے، جس نے عید قربان کی نماز ایک روز پہلے پڑھا دی، اس خوف سے کہ چالیس سال پورے نہ

۱۔ ابی عمر کی کتاب العلم، (ص/۲۲۸، حدیث/۲۰۶۷) مختصر کتاب العلم، ص/۲۲۲ (ص/۳۸۴، حدیث/۲۴۹)۔

۲۔ الموطا، ج/۱، ص/۳۳۵ (ج/۲، ص/۵۱۳، حدیث/۴) سنن دارمی، ج/۲، ص/۳۵۹؛ سنن ابی داؤد، ج/۲، ص/۱۷ (ج/۳، ص/۱۲۱، حدیث/۲۸۹۴) سنن ابن ماجہ، ج/۳، ص/۱۶۳ (ج/۲، ص/۹۰۹، حدیث/۲۷۲۴) مسند احمد، ج/۴، ص/۲۲۴ (ج/۵، ص/۲۶۵، حدیث/۱۷۵۱۹) سنن بیہقی، ج/۶، ص/۲۳۴؛ بدایۃ المجتہد، ج/۲، ص/۳۴۷؛ مصابیح السنۃ، ج/۲، ص/۲۲ (ج/۲، ص/۳۹۱، حدیث/۲۲۷۳)۔

۳۔ شرح نہج البلاغہ، ج/۳، ص/۱۶۳ (ج/۱۲، ص/۲۴۱، خطبہ/۲۲۳)۔

ہو جائیں (۱) وہ جب بھی منبر پر چڑھتا تھا، تو امیر المومنین علیہ السلام پر سب وشتم کیا کرتا تھا۔ (۲)

۲۔ دادی نانی کے متعلق خلیفہ کی رائے:

قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ ابوبکر کے پاس دادی نانی میراث طلب کرنے آئیں، انہوں نے نانی کو چھٹا حصہ دینا چاہا تو ایک انصاری نے کہا: آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ اسے نظر انداز کر رہے ہیں کہ اگر یہ دونوں مر جائیں تو پورے کا وارث یہی ہوتا۔ یہ سن کر ابوبکر نے چھٹا حصہ دونوں کو دے دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ سہل یا سہیل نے کہا کہ آپ اسے میراث دے رہے ہیں کہ اگر یہ مر جاتی تو مرنے والا بھی اس کا وارث نہ ہوتا۔ یہ سن کر ابوبکر نے دونوں کو چھٹا حصہ دے دیا۔ (۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ نانی دادی کی میراث کے متعلق خلیفہ کی جہالت انتہائی حیرت ناک ہے۔ وہ ایک انصاری کی تنقید پر طرح جلدی اپنی رائے بدلنے پر آمادہ ہو گئے، تنقید پر تو عمل کا تقاضہ تھا کہ ایک نانی کو میراث سے محروم کر دیا جاتا لیکن خلیفہ نے دونوں کو بانٹ دیا۔ اسی کو فقہاء نے اپنے فتوے کی بنیاد بنالی۔ اس حکم کا اصل مرجع مغیرہ کی روایت ہے کہ صرف دادی کو دیا جائے۔ عبرت کا مقام ہے۔!

اب رہ گئی انصاری کی رائے کہ صرف دادی کو دیا جائے، وہ بھی قرآن وسنت کے مخالف ہے۔ یہ حکم دراصل اس شعر کی بنیاد پر بنایا گیا ہے:

"بنونا بنو ابنائنا و بناتنا   بنوهن ابناء الرجال الاباعد"

"ہمارے بیٹے اصل میں ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہیں اور بیٹی کے بیٹے دوسروں کے بیٹے ہیں۔"

۱۔ الآغانی، ج/۱۴، ص/۱۴۲ (ج/۱۶، ص/۹۶)۔

۲۔ رسائل الجاحظ، ص/۹۲، (ص/۴۳۵) الاذکیاء، ص/۹۸ (ص/۱۶۸)۔

۳۔ موطا مالک، ج/۱، ص/۳۳۵ (ج/۲، ص/۵۱۳، حدیث/۵) سنن بیہقی، ج/۶، ص/۲۳۵؛ بدایۃ المجتہد، ج/۲، س/۳۴۴ (ج/۲، س/۳۴۸) الاستیعاب، ج/۲، ص/۴۰۰ (ج/۲، ص/۸۳۶، نمبر/۱۴۲۴) الاصابۃ، ج/۲، ص/۴۰۲؛ کنزل العمال، ج/۶، ص/۶ (ج/۱۱، ص/۲۲، حدیث/۳۰۴۲۶) سنن سعید بن منصور (ج/۱، ص/۵۵، حدیث/۸۱ و ۸۲) المصنف عبد الرزاق (ج/۱۰، ص/۲۷۵، نمبر/۱۹۰۸۴) سنن دار قطنی (ج/۴، ص/۹۰ سے ۹۱، حدیث/۷۲، ۷۳)۔

تفسیر ابن کثیر (۱) میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بیٹوں کو عطا کرے یا وقف کرے تو اس سے بہرہ مند صرف اس کے پوتے اور پرپوتے ہی ہوں گے (نواسے پرنواسے نہیں ہوں گے)۔ جو لوگ اس کے قائل ہیں، ان کی بنیاد یہی متذکرہ شعر ہے۔

بغدادی خزانۃ الادب (۲) میں کہتے ہیں کہ معلوم نہیں یہ شعر کس نے کہا ہے؟ حالانکہ یہ شعر گرامر کی کتابوں میں بہت مشہور ہے۔ شرح کرمانی (۳) میں ہے کہ یہ شعر فرزدق بن غالب کا ہے۔

خدا کی شان، اس سیاسی رائے میں کس قدر وزن پیدا ہو گیا کہ گمنام شاعر کے قول کی بنیاد پر حکم خدا اور حکم رسولؐ کے خلاف گستاخانہ عقیدہ قائم کر لیا گیا کہ نواسے بیٹے نہیں ہوتے۔ حالانکہ قرآن میں آیۂ مباہلہ موجود ہے، جو حسنؑ وحسینؑ کے فرزندان رسولؐ ہونے پر نص صریح ہے۔ علاوہ اس کے خدا نے نوح علیہ السلام کے فرزندوں میں عیسیٰؑ کو شمار کیا ہے، جبکہ عیسیٰؑ اپنی ماں کی وجہ سے نوح علیہ السلام کی فرزندی میں آتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ☆ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾

تفسیر رازی (۴) میں ہے کہ آیۂ مباہلہ حسنینؑ کے فرزند رسولؐ ہونے کا ثبوت ہے۔ کیونکہ ''ابنائنا'' کی جگہ پر رسول خداؐ حسنینؑ ہی کو مباہلے میں لے گئے تھے۔ پھر اس کی تائید سورۂ انعام کی اس آیت سے ہوتی ہے:

﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ .... وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾

حضرت عیسیٰؑ نواسے تھے، پوتے نہیں تھے۔

۱۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۱۵۵۔

۲۔ خزانۃ الادب، ج ۱، ص ۳۰۰۔

۳۔ جامع الشواہد، ص ۹۱ (ج ۱، ص ۳۱۷)۔

۴۔ تفسیر کبیر، ج ۲، ص ۴۸۸ (ج ۸، ص ۸۱)۔

تفسیر قرطبی (۱) میں بھی ہے کہ آیۂ مباہلہ سے نواسوں کے فرزند ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور عیسیٰؑ (۲) کو نواسہ ہونے کے باوجود ابراہیمؑ کا فرزند کہا گیا ہے۔ اسی طرح اولاد فاطمہؑ بھی ذریت رسولؐ ہوئے۔ اسی لئے بعض دانشوروں کا نظریہ ہے کہ پوتے فرزند کہے جائیں گے۔ ابوحنیفہ اور شافعی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے فرزندوں کے لئے کوئی چیز وقف کرے تو اس کا فائدہ صرف پوتے اٹھائیں گے، نواسے نہیں۔ وہ لوگ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: ﴿یوصیکم اللہ فی اولادکم﴾ حالانکہ فرزندی جس طرح پوتوں پر صادق آتی ہے، اسی طرح نواسوں پر صادق آتی ہے۔ تفسیر ابن کثیر (۳) میں ہے کہ:

''ابوحرب بن اسود کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے یحییٰ بن یعمر سے پوچھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اس بات کے قائل ہو کہ حسنؑ و حسینؑ فرزندان رسولؐ ہیں اور یہ قرآن سے ثابت ہے۔ حالانکہ میں نے پورا قرآن پڑھ ڈالا، کہیں بھی مجھے نہ ملا۔ یحییٰ نے کہا کہ کیا آپ نے سورۂ انعام کی آیت پڑھی ہے؟:

﴿و من ذریته داؤد و سلیمان ... و یحییٰ و عیسیٰ﴾

حجاج نے کہا: ہاں! پڑھی ہے۔

یحییٰ نے کہا: کیا عیسیٰؑ حضرت ابراہیمؑ کے فرزند نہیں ہیں؟ حضرت عیسیٰؑ کے تو باپ نہیں تھے۔

حجاج نے کہا: ہاں! تم نے سچ کہا۔'

ابن ابی حاتم اس روایت کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی ذریت کے لئے کوئی وصیت کرے یا وقف کرے تو اس سے پوتوں کی طرح نواسے بھی بہرہ مند ہوں گے۔ نواسوں کے فرزند ہونے کا ثبوت قرآن میں تو ہے ہی؛ قول رسولؐ سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ قول رسولؐ ہے:

۱۔ تفسیر قرطبی، ج/۴، ص/۱۰۴ (ج/۴، ص/۶۷)۔

۲۔ تفسیر قرطبی، ج/۷، ص/۳۱ (ج/۷، ص/۲۲ و ۲۳)۔

۳۔ تفسیر ابن کثیر، ج/۲، ص/۱۵۵۔

''مجھے جبرئیل نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین علیہ السلام قتل کیا جائے گا۔(۱)''

یہ بھی ارشاد ہے:

''میرا یہ فرزند سرزمین عراق پر قتل کیا جائے گا۔(۲)''

امام حسینؑ کے لئے فرمایا: ''میرا یہ فرزند سردار ہے۔''(۳) حضرت علیؑ کے لئے فرمایا: ''یہ میرے دونوں فرزندوں کے باپ اور میرے بھائی ہیں۔(۴)''... بے شمار اقوال رسولؐ ہیں۔

امام حسنؑ فرماتے ہیں:

''انا ابن النبی انا ابن البشیر.'' (۵)

امام حسنؑ نے ابوبکر سے کہا:

''میرے باپ کی جگہ سے اتر آ!'' وہ رسولؐ کی جگہ بیٹھا ہوا تھا۔(۶) وصیت کی کہ مجھے میرے باپ کے پہلو میں دفن کرنا۔(۷)

امام حسینؑ نے عمر کو منبر پر دیکھ کر فرمایا: میرے باپ کی جگہ سے اتر آ!(۸)

۱۔ طبقات ابن سعد، قسم شرح حال امام حسین علیہ السلام، غیر مطبوعہ، حدیث/۲۶۸؛ مستدرک علی الصحیحین، ج/۳، ص/۱۷۷ (ج/۳، ص/۱۹۴، حدیث/۴۸۱۸) اعلام النبوۃ، ماوردی، ص/۸۳ (ص/۱۳۷) ذخائر العقبیٰ، ص/۱۴۸؛ الصواعق المحرقۃ، ص/۱۱۵ (ص/۱۹۲)۔

۲۔ دلائل النبوۃ، ابی نعیم، ج/۳، ص/۲۰۲ (ج/۲، ص/۱۰۷، حدیث/۴۹۳) ذخائر العقبیٰ، ص/۱۴۶۔

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج/۳، ص/۱۷۵ (ج/۳، ص/۱۹۱، حدیث/۴۸۰۹) اعلام النبوۃ، ماوردی، ص/۸۳ (ص/۱۳۷) تفسیر ابن کثیر، ج/۲، ص/۱۵۵۔

۴۔ ذخائر العقبیٰ، ص/۶۶۔

۵۔ المستدرک علی الصحیحین، ج/۳، ص/۱۷۲ (ج/۳، ص/۱۸۸و۱۸۹، حدیث/۴۸۰۲) شرح نہج البلاغہ، ج/۴، ص/۱۱ (ج/۱۶، ص/۳۰، کتاب/۳۱) الاتحاف، ص/۵ (ص/۳۸)

۶۔ ریاض النضرۃ، ج/۱، ص/۱۳۹ (ج/۱، ص/۱۷۵) شرح ابن ابی الحدید، ج/۲، ص/۱۷ (ج/۶، ص/۴۲، خطبہ/۶۶) الصواعق المحرقۃ، ص/۱۰۸ (ص/۱۷۷)

۷۔ الاتحاف، ص/۱۱ (ص/۳۸)

۸۔ تاریخ ابن عساکر، ج/۴، ص/۳۲۱ (ج/۱۴، ص/۱۷۵، نمبر/۱۵۶۶، مختصر ابن عساکر، ج/۷، ص/۱۲۷)

ابن عباس کا قول ہے: یہ دونوں (حسن وحسین علیہما السلام) فرزندان رسولؐ ہیں۔(۱)

اسی طرح زہیر قین، فرزدق، ابو عاصم، ابراہیم بن علی، ابو تمام طلائی، دعبل خزاعی، حمانی، تنوخی، ناشی، صوری، مہیار دیلمی، ابن جابر اور شبراوی امام حسنؑ وحسینؑ کے فرزند رسولؐ ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔(۲) پھر خلیفہ کے لئے کیا گنجائش ہے کہ وہ ایک انصاری کی بات پر اپنی رائے بدل دیں؟ یا فقہاء کو کیا حق پہونچتا ہے کہ ایک گمنام شعر پر بھروسہ کر کے قرآن وسنت کی خلاف ورزی کریں۔

۳۔ قطع سارق کے متعلق خلیفہ کی رائے:

صفیہ بنت ابی عبید سے مروی ہے کہ ''ابو بکر کے زمانے میں ایک ایسے شخص نے چوری کی جس کا ایک ہاتھ اور ایک پیر کٹا ہوا تھا۔ ابو بکر نے ارادہ کیا کہ ایک پیر کاٹ دیا جائے اور ہاتھ رہنے دیا جائے تا کہ اپنی ضروریات پوری کر سکے اور طہارت کر سکے۔ عمر نے مخالفت کرتے ہوئے کہا: نہیں خدا کی قسم! اس کا دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دینا چاہئے۔ یہ سن کر ابو بکر نے دوسرا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔''(۳)

اور قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ ابو بکر نے اس چور کے پیر کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ عمر نے کہا کہ سنت کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹنا چاہئے۔(۴)

تعجب ہے کہ خلیفہ کو چور کی سزا تک نہیں معلوم۔ جبکہ معاشرتی امن عامہ کے سلسلے میں یہ چیز انتہائی ضروری ہے۔ پھر یہ ہے کہ جن صاحب نے اس وقت مشورہ دیا تھا خود اپنے زمانے میں بھول گئے تھے۔(۵)

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج/۴، ص/۲۱۲و۳۲۲(ج/۱۳، ص/۲۳۹، نمبر/۱۳۸۳)(ج/۱۴، ص/۱۷۹، نمبر/۱۵۶۶)

۲۔ جمہرۃ خطب العرب، ج/۲، ص/۴۰(ج/۲، ص/۴۸، نمبر/۳۳) زہر الآداب، قیروانی، ج/۱، ص/۸۰(ج/۱، ص/۱۲۷) ص/۸۱(ج/۱، ص/۱۲۹) دیوان صوری، ج/۱، ص/۳۰۹؛ دیوان مہیار دیلمی، ج/۲، ص/۱۸۳(ج/۳، ص/۵۰) الاتحاف بحب الاشراف، ص/۱۰۷۔

۳۔ سنن بیہقی، ج/۸، ص/۲۷۴و۲۷۳۔

۴۔ سنن بیہقی، ج/۸، ص/۲۷۴و۲۷۳۔

۵۔ سنن بیہقی، ج/۸، ص/۲۷۴؛ کنز العمال، ج/۳، ص/۱۱۸(ج/۵، ص/۵۵۳، حدیث/۱۳۹۲۸)

۴۔ دادا کے بارے میں خلیفہ کی رائے:

ابن عباس، عثمان، ابو سعید اور ابن زبیر کہتے ہیں کہ ابو بکر دادا کو باپ کی جگہ پر قرار دیتے ہیں (۱) یعنی دادا کے ہوتے ہوئے بھائی کو میراث نہیں دیتے تھے، جس طرح باپ کے ہوتے ہوئے بھائی بہن کو نہیں دیا جاتا۔

تبصرۂ علامہ امینیؒ:

خلیفہ کی یہ رائے قرآن و سنت کے مطابق نہیں تھی نہ کسی صحابی رسولؐ نے اس پر عمل کیا۔ ان کی زندگی میں کسی صحابی نے دادا کی میراث کے سلسلے میں ان کی ہمنوائی نہیں کی۔ جس سے ان کے نظریہ کی تائید ہوتی اور کہا جا سکتا کہ کسی صحابی نے زمانۂ ابو بکر میں ان کے نظریہ کی مخالفت نہیں کی۔ (۲) سب سے پہلے حضرت عمر نے بھائی کے ہوتے دادا کو میراث دے دی۔ اس وقت علی علیہ السلام اور زید نے کہا: ایسا آپ کو نہیں کرنا چاہئے۔ اس کی تفصیل ہم جلد ششم میں پیش کر چکے ہیں (۳)۔ سب سے پہلے میراث کے معاملے میں عمر ہی نے مخالفت کی۔ مزہ یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام، عمر، عثمان، ابن عمر، زید اور مسعود کے برخلاف بھائی کو میراث دیتے تھے (۴)۔ یہی قول مالک اوزاعی، ابو یوسف اور شافعی وغیرہ کا ہے۔ (۵)

خلیفۂ اول کی تائید میں اہل سنت نے جو بات بتائی ہے، اس میں قرآن کی دو آیتیں ہیں۔ کہتے

۱۔ صحیح بخاری، باب میراث الجد (ج/۶، ص/۲۴۷۷) سنن دارمی، ج/۲، ص/۳۵۲؛ احکام القرآن جصاص، ج/۱، ص/۹۴ (ج/۱، ص/۸۲) سنن بیہقی، ج/۶، ص/۲۴۶؛ تاریخ الخلفاء، ص/۶۵ (ص/۹۰)

۲۔ صحیح بخاری، باب میراث الجد (ج/۶، ص/۲۴۷۸) تفسیر قرطبی، ج/۵، ص/۶۸ (ج/۵، ص/۴۶)

۳۔ سنن دارمی، ج/۲، ص/۳۵۴؛ سنن الکبریٰ، ج/۶، ص/۲۴۷؛ مستدرک علی الصحیحین، ج/۴، ص/۳۴۰ (ج/۴، ص/۳۷۷، حدیث/۷۹۸۳) مصنف عبد الرزاق (ج/۱۰، ص/۲۶۳، حدیث/۱۹۰۵۱) المعجم الاوسط، (ج/۵، ص/۱۳۵، حدیث/۳۹۱۴) مجمع الزوائد، ج/۴، ص/۲۲۷؛ کنز العمال، ج/۶، ص/۱۵ (ج/۱۱، ص/۵۷، حدیث/۳۰۶۱۱) شرح نہج البلاغہ، ج/۱، ص/۶۱ (ج/۱، ص/۱۸۱، خطبہ/۳)

۴۔ صحیح بخاری (ج/۶، ص/۲۴۷۸) سنن دارمی، ج/۲، ص/۳۵۴؛ بدایۃ المجتہد، ج/۲، ص/۲۴۰ (ج/۲، ص/۲۴۳)

۵۔ احکام القرآن جصاص، ج/۱، ص/۹۴ (ج/۱، ص/۸۲) تفسیر قرطبی، ج/۵، ص/۶۸ (ج/۵، ص/۴۶)

ہیں کہ دادا کا اطلاق باپ پر ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ ﴿ملة ابیکم ابراھیم﴾ ''تمہارے باپ ابراہیم کی امت۔'' یا قرآن میں ہے کہ ﴿یا بنی آدم!﴾ ''اے آدم کے بیٹو!''۔ ان آیتوں میں دادا کو حقیقی باپ کہا گیا ہے۔ حالانکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان آیات سے باپ اور دادا ایک حکم میں نہیں آسکتے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ دادی پر ماں اطلاق حقیقی طور سے ہوتا ہے؟ اسے ''ام علیا'' کہا جاتا ہے۔ (۱) لیکن دونوں ایک حکم میں نہیں ہیں۔ ماں کو قرآن وسنت کی روشنی میں ایک تہائی دیا جاتا ہے اور دادی کو چھٹا حصہ۔

اگر خلیفہ جی کی اس رائے میں ذرا بھی وزن ہوتا تو صحابہ اس کی تائید کرتے یا عمل کرتے۔ لیکن کسی صحابہ نے عمل نہیں کیا۔ عمر، حضرت علی علیہ السلام اور زید نے مخالفت بھی کی دارمی (۲) نے روایت کی ہے کہ حسن بصری کہتے تھے: دادا کے متعلق بات ختم ہو چکی ہے۔ ابوبکر دادا کو باپ قرار دیتے تھے لیکن اب لوگوں کو اختیار ہے، یعنی وہ خلیفہ کی سنت کو چھوڑ کر سنت رسولؐ پر عمل کر سکتے ہیں۔

۵۔ بہتر کے ہوتے ہوئے، کمتر کو حکمراں بنانے کے متعلق خلیفہ کی رائے

حلبی سیرت نبویہ (۳) میں لکھتے ہیں کہ ابوبکر کی رائے میں بہتر کے ہوتے ہوئے کمتر کو حکمراں بنانا جائز تھا اور یہ اہل سنت کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ دینی مصلحتوں کے سلسلے میں یہ چیز زیادہ وقیع ثابت ہوئی ہے۔ وہ کمتر شخص معاملات کے انتظام والغرام اور رعیتی خبر گیری کے سلسلے میں زیادہ بہتر ثابت ہوا ہے۔ اصل میں حلبی نے ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ کی ذاتی برتری کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ حضرت ابوبکر کا قول ہے: ان میں سے (عمر اور ابوعبیدہ) جس کا جی چاہے اسکی بیعت کرلو۔

ابوبکر کے قول ''میں تم پر حکمراں تو بن گیا ہوں، لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں''۔ اس کی صفائی میں

۱۔ تفسیر قرطبی، ج/۵، ص/۶۸ (ج/۵، ص/۴۶)

۲۔ سنن دارمی، ج/۲، ص/۳۵۳۔

۳۔ السیرۃ الحلبیۃ، ج/۳، ص/۳۸۶، ج/۳، ص/۳۵۸۔

باقلانی اپنی کتاب تمہید (۱) میں لکھتے ہیں کہ ممکن ہے وہ سمجھتے ہوں کہ امت کا خیال زیادہ صحیح ہو، کیونکہ اہل سنت دلیل دیتے ہیں کہ مفضول کی امامت بعض حالات میں جائز ہے، فاضل اور بہتر کو روک دیا جائے گا۔ اسی لئے ابوبکر نے انصار سے کہا کہ میں نے عمر اور ابوعبیدہ کو پسند کیا ہے، ان میں سے جس کی چاہے بیعت کرلو۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ابوعبیدہ ان سے افضل نہیں ہیں، عثمان و علیؑ بھی ان سے افضل ہیں۔ لیکن چونکہ ابوبکر نے دیکھا کہ ان پر سب کا اجماع ہے اور فتنہ دب رہا ہے، اس لئے خلافت قبول کرلی۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ خلافت کے بارے میں ہم شیعوں کی رائے ہے کہ نبوت کی طرح امامت بھی الٰہی منصب ہے۔ فرق یہ ہے کہ رسول تشریع اور وحی الٰہی سے مخصوص ہوتا ہے اور خلیفہ کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ شریعت کی تبلیغ و بیان کے فرائض انجام دیتا ہے، مجمل کی تفصیل کرتا ہے، الٰہی باتوں کی تفسیر کرتا ہے، کلمات کو مصادیق کے مطابق بیان کرتا ہے، جس طرح نبی تنزیل قرآن کے لئے جنگ کرتا ہے، خلیفہ تاویل قرآن کے لئے جنگ کرتا ہے۔ (۲) اس کے علاوہ جو باتیں نبی موقع نہ ہونے یا لوگوں کے آمادہ نہ ہونے کی وجہ سے ظاہر و واضح نہیں کرتا، اسے خلیفہ ظاہر و واضح کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی باتیں ہیں، یہ تمام باتیں لطف الٰہی ہیں جو خدا کی طرف سے بندوں پر قرب طاعت و بعد معصیت کے سلسلے میں لازم ہیں۔ اسی لئے انہیں خلق کے بندگی کا مطالبہ کیا اور جو کچھ نہیں جانتے تھے انہیں بتایا۔ انہیں جانوروں کی طرح نہیں چھوڑ دیا کہ وہ کھائیں اور اپنی آرزوؤں میں مست رہیں بلکہ انہیں اپنی معرفت کے لئے خلق کیا ہے تا کہ اس راستے وہ خوشنودی خدا حاصل کرسکیں اور انبیاء اور کتابوں کو بھیج کر اور وحی نازل کرکے یہ راہ آسان بنائی۔ چونکہ نبی کی زندگی رہتی دنیا تک نہیں ہوتی تھی، اور نہ وہ ہمیشہ زندہ رہنے

۱۔ التمہید، ص/۱۹۵۔

۲۔ اس کی طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں اشارہ کیا ہے: ''جب آپ نے اصحاب سے مخاطب ہوکر فرمایا تھا کہ تمہارے درمیان وہ ہے جو تاویل قرآن پر اسی طرح جنگ کرے گا، جس طرح میں تنزیل قرآن پر جنگ کر رہا ہوں، تو ابوبکر نے پوچھا تھا کہ وہ میں ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے جواب دیا: نہیں! عمر نے پوچھا: میں ہوں؟ حضرت نے جواب دیا: نہیں! اس سے مراد وہ ہے جو جوتیاں ٹانک رہا ہے۔ اس وقت حضرت نے علی علیہ السلام کو اپنی جوتیاں ٹانکنے کے لئے دی تھیں۔'' ملاحظہ فرمائیے! المستدرک علی الصحیحین (ج ۳/ص/۱۳۲، حدیث/۴۶۲۱) مجمع الزوائد (ج/۹، ص/۱۳۳) مزید تفصیل آگے بیان ہوگی۔

والے تھے۔ لیکن ان کی شریعت زیادہ عرصے باقی رہنے والی ہوتی تھی، اسی طرح خاتم النبیینؐ کی شریعت رہتی دنیا تک باقی رہنے والی ہے۔

اس لئے رسولؐ کے انتقال کے بعد جن ؟ کی تکمیل نہیں ہوسکی ہے یا جن شرعی احکام کی تبلیغ نہیں ہوسکی ہے یا جن احکام کی تبلیغ کے سلسلے میں مصلحت تاخیر کا مطالبہ کرتی ہے، ان باتوں کے سلسلے میں امت کو یوں ہی چھوڑ دینا نامعقول ہے۔ خدا پر لازم ہے کہ اپنی شریعت کی تکمیل وتبلیغ کا بندوبست کرے۔ ملحدوں کے شبہات ختم کرنے، جہالت کا قلع قمع کرنے، دشمنان دین کو تلوار سے ختم کرنے اور امت کو زبان وہاتھ کی کجی سے باز رکھنے کا بندوبست کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات عنایت پروردگار سے بعید ہے کہ امت کو بے مہار چھوڑ دے گا، ان کے خیر وسعادت کا انتظام خدا پر لازم ہے۔ اس نے کچھ ایسی ذوات مقدسہ کو منتخب فرمایا جو بار رسالت کو جانشین کی حیثیت سے اٹھا سکیں۔ ان کی خلافت وجانشینی کا زبان رسولؐ سے اعلان کرادیا تاکہ امت بے مہار نہ رہ جائے۔ کیا آپ نے عبداللہ بن عمر کو نہیں دیکھا جو اپنے باپ سے کہتے ہیں کہ لوگ چرچا کررہے ہیں کہ آپ کسی کو اپنا جانشین نہیں بنانا چاہتے۔ اگر کوئی چرواہا چوپایوں کے ریوڑ کو بغیر نگہبان کے چھوڑ کر چلا جائے تو آپ اس ریوڑ کے زیان کا الزام عائد کریں گے۔ حالانکہ آدمیوں کا معاملہ جانور سے زیادہ اہم ہے۔ اگر آپ خدا سے ملاقات کریں گے تو کیا جواب دیں گے؟ (۱) عائشہ نے بھی ابن عمر سے یہی کہا: بیٹا! میرا اسلام عمر کو پہونچادینا اور ان سے کہنا کہ امت کو بغیر چرواہے کہ نہ چھوڑیں، کسی کو جانشین ضرور نامزد کردیں کیونکہ مجھے ان کے بعد فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ (۲) عبداللہ بن عمر کا اپنے باپ سے ایسا ہی ایک اور مفہوم نقل کیا گیا ہے۔ (۳) اور یہ معاویہ بن ابی سفیان اسی مسلمہ حکم عقلی کے تحت استدلال کرکے یزید کی بیعت لے رہے ہیں اور وہ کہتے ہیں: مجھے

۱۔ سنن بیہقی، ج/۸، ص/۱۴۹؛ صحیح مسلم (ج/۴، ص/۱۰۲، حدیث/۱۲، کتاب الامارہ) ابن جوزی کی سیرۂ عمر، ص/۱۹۰ (ص/۱۹۵) ریاض النضرۃ، ج/۲، ص/۴۷ (ج/۲، ص/۳۵۳) حلیۃ الاولیاء، ج/۱، ص/۴۴؛ فتح الباری، ج/۱۳، ص/۱۷۵ (ج/۱۳، ص/۲۰۶)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج/۱، ص/۲۲ (ج/۱، ص/۲۸)

۳۔ طبقات ابن سعد، ج/۳، ص/۲۴۹ (ج/۳، ص/۳۴۳)

ڈر ہے کہ امت محمدؐ کو اپنے بعد یوں چھوڑ جاؤں جیسے بغیر چرواہے کے ریوڑ۔(۱)

سوال یہ ہے کہ یہی مسلمہ دلیل عقلی رسول اعظمؐ کے سلسلے میں بھی استدلال کیوں نہیں کی جاتی کہ آپ نے امت کو بغیر کسی جانشین کے نہیں چھوڑا ہوگا! مجھے نہیں معلوم ...اور یہ بھی جائز نہیں کہ جانشین رسولؐ کے انتخاب کا معاملہ امت کے حوالہ یا ارباب حل وعقد کے حوالے کر دیا جائے، کیونکہ عقل سلیم کا فیصلہ ہے کہ جانشین رسول کو بالکل رسولؐ کی طرح عصمت اور روحانی تقدس سے آراستہ ہونا چاہئے تاکہ وہ خواہشات نفسانی سے دور رہے۔ اس کے پاس ایسا علم ہونا چاہئے کہ احکام خداوندی سے بھٹکنے کا اندیشہ نہ رہے۔ اس صورت حال میں غیب کی باتوں سے ناواقف امت اگر کسی کو منتخب کرے تو اس سے محض غلطی ہی کا امکان ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے ہزاروں ہزار میں سے ستر کو منتخب فرمایا اور جب وہ میقات میں پہونچے تو یہی خدا رسیدہ افراد نامعقول بات کہنے لگے کہ ہم خدا کو ظاہر بظاہر دیکھنا چاہتے ہیں۔ پھر بھلا بازاری اور مادہ پرست لوگ کسی کو منتخب کریں گے تو وہ ان سے بہتر کیسے ہو جائے گا؟ ظاہر ہے کہ وہ بھی انہیں کی طرح ہوگا، جو انہیں تباہی کے گھاٹ لگا دے گا، خود نادانستہ طور پر گناہ میں مبتلا ہوگا، سوال کا صحیح جواب نہ دے گا۔ جو منھ میں آئے گا کہے گا۔ نتیجہ میں وہ امت معاویہ اور یزید جیسے لوگوں کی بیعت پر مجبور ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے خدائے مہربان نے انتخاب خلیفہ کا اختیار بندوں کو نہیں بخشا ہے کیونکہ انہیں ظلوم وجہول پیدا کیا ہے۔ ''آگاہ ہو جاؤ! خدا ہی جانتا ہے، جسے پیدا کیا ہے اور وہ لطیف وخبیر ہے اور تمہارا پروردگار جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور منتخب کرتا ہے۔ بندوں کے ہاتھ میں اختیار نہیں دیا ہے۔ کسی مومن یا مومنہ کے لئے مناسب نہیں کہ جب خدا کسی بات کا فیصلہ کرلے تو وہ معاملات میں خود مختار ہو جائیں اور جس نے خدا اور رسولؐ کی نافرمانی کی، وہ واضح گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔''

خود رسولؐ نے بھی ابتدائی زمانے ہی سے اس کا اعلان کر دیا تھا۔ جب قبائل کو دین کی دعوت دی تو بنی عامر کے قبیلے نے دعوت قبول کی۔ اس میں سے ایک شخص بولا: کیا ہماری اتباع کے بعد جب دین استوار ہو جائے گا، مخالفتیں ختم ہو جائیں گے تو آپ کے بعد اس میں ہمارا بھی حق ہوگا؟ رسول خداؐ نے

۱۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۱۷۰ (ج ۵، ص ۳۰۴، حوادث ۵۶ھ) الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۱۵۱، (ج ۱، ص ۱۵۹)۔

فرمایا: یہ امر خدا ہے، وہ جسے چاہے گا متعین فرمادے گا۔(۱)

لوگوں کو انتخاب کا اختیار کیسے دیا جاسکتا ہے جبکہ ان کے اغراض و مقاصد جدا عادی و میلانات الگ الگ اور خواہشات متفرق ہیں۔ انتخاب کے سلسلے میں ان اختلافات و افتراقات کے نظائر دیکھنے میں آئیں گے، گروہ بندیاں اور شخصیت پرستیاں ابھر کر سامنے آئیں گی۔ یہ چیز انسانیت کے اول ایام سے منظر عام پر آچکی ہیں۔

یہ انتخاب اول روز ہی سے کا شکار رہا، حرمتوں کا زیان، حقوق کی پامالی اور حقائق کا تیاپانچہ ہوتا رہا۔ نتیجہ میں جن کا کوئی اخلاق نہیں تھا اور جن کی کوئی حیثیت نہیں تھی، وہ بھی حقدار خلافت بن گئے۔ دلال، گورکن، آزاد کردہ، شرابی و جواری بھی خلافت کی لائن میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ بندگان خدا کو غلام بنایا، مال خدا کو غنیمت سمجھا اور کتاب خدا کے ساتھ دغا کر کے دین خدا کو بدل دیا۔

ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خلیفہ کو تمام امت سے افضل ہونا چاہئے، کیونکہ اگر اس کے عہد میں لوگ اس کی فضیلتوں کے ہم پایہ ہوں گے یا بہتر ہوں گے تو ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی اور؟ ماری جانے لگے گی یعنی یہ کہ اگر امام فضیلت میں کم ہوا تو ممکن ہے کہ دانش و بصیرت کے رخنہ سے عظیم فتنہ پیدا ہو جائے۔ زیادہ عالم کو کم عالم کا محتاج ہونا پڑے۔

اس لئے جانشین رسول کو رسولؐ کے مثل ہونا چاہئے تا کہ لوگ اس سے استفادہ کریں اور وہ دین کی استواری کے لئے کوشاں ہو، لوگوں کی اصلاح کرے، بیہودگیوں کا قلع قمع کرے۔ اس بنیاد پر خلیفہ کا افضل ہونا ضروری ہے۔

''تم کہہ دو کہ کیا عالم و جاہل برابر ہیں؟ تم کہہ دو کیا اندھا اور بینا برابر ہوسکتا ہے؟ کیا تاریکی و روشنی یکساں ہے؟ کیا وہ شخص جو حق کی ہدایت کرتا ہے، اس کی پیروی مناسب ہے یا اس کی جو بغیر راہ

۱۔ سیرۂ ابن ہشام، ج ۲، ص ۳۲ (ج ۲، ص ۶۶) الروض الانف، ج ۱، ص ۲۶۴ (ج ۴، ص ۳۹، ۳۸) بہجۃ المحافل، ج ۱، ص ۱۳۸؛ السیرۃ الحلبیۃ، ج ۲، ص ۳؛ سیرۂ زینی دحلان، ج ۱، ص ۳۰۲ (ج ۱، ص ۱۴۷) مطبوع برحاشیہ سیرۂ حلبیہ؛ حیاۃ محمدؐ، ص ۱۵۲ (ص ۲۰۲، ۲۰۱) ؟ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ کیسے فیصلے کرتے ہو؟!''

جمہور کے نزدیک خلافت

اہل سنت کے نزدیک ہمارے متذکرہ نقطۂ نظر سے الگ، خلافت ایک دوسری ہی چیز ہے۔ ان کے خیال میں خلیفہ ایک نگہبان کی حیثیت سے ہوتا ہے، جو چور کے ہاتھ کاٹتا ہے، قاتل سے قصاص لیتا ہے، سرحدی حفاظت اور امن عامہ کا ذمہ دار ہوتا ہے، اس کا بدکرداری سے پاک ہونا ضروری نہیں، اس کی فاحش حرکات پر انگلی نہیں اٹھائی جاسکتی، نہ جہالت پر عیب لگایا جاسکتا ہے، اسے شریفانہ اخلاق سے آراستہ ہونا بھی ضروری نہیں۔

باقلانی تمہید(۱) میں کہتے ہیں:

باب: ''ایسے امام سے گفتگو جس سے پیمان باندھنا لازم ہوتا ہے''۔ اگر کوئی کہے کہ بتاؤ تمہارے نزدیک اس امام کی صفت کیا ہے جس سے پیمان باندھا جاتا ہے؟ تو جواب دیا جائے گا کہ اس میں مندرجہ ذیل صفات ہونے چاہئے:

''وہ قریشی ہو، اسے اس قدر علم ہو کہ مسلمان کے درمیان فیصلہ کرسکے، جنگی امور میں بصیرت رکھتا ہو، فوجی انتظام کرسکے، سرحدی تحفظ اور ملکی وقومی حفاظت کرسکے، ظالم سے انتقام اور مظلوم سے بدلہ لے سکے اور اسی سے متعلق دوسری مصالح۔''

اور یہ کہ وہ اقامۂ حدود کے سلسلے میں نرمی یا جانبداری کا مظاہرہ نہ کرے، سزادینے میں بے تابی نہ ہو، وہ علم و دانش جیسے صفات میں برتری رکھتا ہو؛ لیکن کوئی عارضی مرحلہ درپیش ہو تو بہتر کے بجائے کمتر کو ترجیح دے دے اور ضروری نہیں کہ وہ معصوم بھی ہو، نہ غیب کا علم رکھتا ہو اور نہ قوم میں سب سے بڑا بہادر ہو، نہ صرف بنی ہاشم سے تعلق رکھتا ہو۔

آگے لکھتے ہیں: اگر کہا جائے کہ کیا اس کے علم کی قوم کو احتیاج ہونی چاہئے تو ہم کہیں گے نہیں کیونکہ وہ اور اس کے علاوہ دوسرے مسلمان علم شریعت کے معاملے میں برابر ہیں۔ اگر کہا جائے کہ پھر

۱۔ التمہید، ص ۱۸۱،

امام کیوں بنایا جائے؟ تو جواب دیا جائے گا کہ میرے متذکرہ بیان کی روشنی میں فوجی انتظام، سرحدی حفاظت، ظالم سے انتقام اور مظلوم کی دادرسی، اقامۂ حدود، مال غنیمت کی تقسیم وغیرہ کے لئے اگر یہ فرائض انجام نہیں دیتا تو قوم کو چاہئے کہ اسے راہ راست پر لائیں اور واجبی مواخذہ کریں۔

آگے لکھتے ہیں کہ جمہور اور اصحاب حدیث کا فیصلہ ہے کہ امام اپنی بدکرداری و ظلم کی وجہ سے معزول نہیں ہوتا۔ ہر چند وہ مال غصب کرے، لوگوں کی جان سے کھیلے، حقوق ضائع کرے، حدود معطل کرے۔ ان متذکرہ غلطیوں پر بھی اس کے خلاف بغاوت نہیں کی جاسکتی، بلکہ اسے سمجھانا بجھانا چاہئے، ڈرانا چاہئے، اس سلسلے میں رسول خداؐ اور صحابائے کرام سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں کہ ہر حال میں امام کی اطاعت واجب ہے، چاہے وہ ظلم و ستم کرے، چاہے لوگوں کی غارت گری کرے۔ حدیث رسولؐ ہے: امام کی بات سنو اور اطاعت کرو، چاہے وہ بندۂ اجدع ہی ہو، بندۂ حبشی ہو اور ہر نیک و بدکار کے پیچھے نماز پڑھو۔ یہ بھی روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: امام کی اطاعت کرو چاہے وہ تمہارا مال چھین لے، تمہاری پیٹھ توڑ دے اور قیام نماز کے سلسلے میں اس کی اطاعت کرو۔ اس مفہوم کی بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔

اور پھر آگے لکھتے ہیں: اور یہ بھی لازم نہیں کہ اگر دوسرا افضل شخص دستیاب ہو جائے تو اس مفضول امام کو معزول کر دیا جائے اور فاضل کو امام بنا دیا جائے۔ اگر شروع بیعت میں فاضل موجود ہو تو مفضول کے بجائے فاضل کو بنایا جائے گا۔ کیونکہ دینی معاملے میں فضیلت کی زیادتی اثر انداز نہیں ہوتی، نہ اسے معزول کیا جائے گا۔ چنانچہ ہمارے اصحاب متفق ہیں کہ بدکرداری کی وجہ سے امام کو معزول نہیں کیا جائے گا۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ باقلانی کی تائید میں بہت سی روایات ہیں کہ اگر امام بدکردار اور بے ایمان ہو لیکن ہر حال میں اس کی اطاعت لازم ہے۔

ایک حدیث حذیفہ سے ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ میرے بعد ایسے خلفاء ہوں گے، جو میری ہدایت کی طرف ہدایت نہ کریں گے۔ نہ میری سنت کے مطابق عمل کریں گے۔ وہ آدمی کے پیکر میں

۱۔ التمہید، ص ۱۸۶۔

شیطانی دل رکھتے ہوں گے۔(۱)

دوسری حدیث عوف سے ہے کہ جس میں نیک و بد اماموں کی تعریف ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:؟(۲)

تیسری حدیث سلمہ بن یزید سے ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: غاصب اماموں کی ہر حال میں اطاعت کرو، ان کا گناہ ان کے سر اور تمہارا گناہ تمہارے سر۔(۳)

چوتھی حدیث مقدام سے ہے کہ اس میں بھی یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔(۴)

پانچویں روایت عمر کا قول ہے: اے ابوامیہ! شاید تم میرے بعد زندہ رہو، تو ہر حال میں امام کی اطاعت کرتے رہو، چاہے وہ غلام حبشی ہی ہو، اگر وہ مارے تو صبر کرو اور اگر کوئی حکم دے تو ثابت قدم رہو، تمہیں محروم رکھے تو صبر کرو، ظلم کرے تو صبر کرو۔ اگر تمہارے دین کو نقصان پہونچائے تو تب بھی کہو کہ میں دل و جان سے آپ کی اطاعت کرتا ہوں، میری جان آپ کے حوالے ہے، دین نہیں۔(۵)

انہیں احادیث کی بنیاد پر محدثین نے ابواب قائم کرکے والیان امر کی ہر حال میں اطاعت کی نشان دہی کی ہے۔ فقہاء نے فتوے دیئے ہیں کہ ان کے خلاف بغاوت حرام ہے۔ متکلمین کہتے ہیں کہ ان کے فسق و ظلم کے باوجود انہیں معزول نہیں کیا جائے گا، چاہے حقوق معطل ہوں، صرف وعظ و تقویف سے کام لیا جائے گا۔(۶)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: پھر عائشہ و طلحہ و زبیر اور ان کے جرگے جنہوں نے امیر المومنینؑ کے خلاف بغاوت کی، آخر کیا عذر رہ جاتا ہے؟ مان لیا کہ علیؑ نے قاتلان عثمان کو پناہ دی اور معاذ اللہ حدود معطل

۱۔ صحیح مسلم، ج/۲، ص/۱۱۹ (ج/۴، ص/۱۲۴، حدیث/۵۲، کتاب الامارہ) سنن بیہقی، ج/۸، ص/۱۵۷۔
۲۔ صحیح مسلم، ج/۲، ص/۱۲۲ (ج/۴، ص/۱۲۹، حدیث/۶۶، کتاب الامارہ) سنن بیہقی، ج/۸، ص/۱۵۹۔
۳۔ صحیح مسلم، ج/۲، ص/۱۱۹ (ج/۴، ص/۱۲۲، حدیث/۴۹) اسد الغابۃ (ج/۵، ص/۴۹۴، نمبر/۵۵۵) سنن بیہقی، ج/۸، ص/۱۵۸۔
۴۔ سنن بیہقی، ج/۸، ص/۱۵۹۔ ۵۔ سنن بیہقی، ج/۸، ص/۱۵۹۔
۶۔ نووی کی شرح صحیح مسلم مطبوع برحاشیہ ارشاد الساری، ج/۸، ص/۳۶ (ج/۱۲، ص/۲۲۹)

کئے۔ کیا اس؟ امت نے ان احادیث پر عمل کیا؟ میں نہیں جانتا۔

تفتازانی شرح مقاصد (۱) میں لکھتے ہیں کہ امام کا ہاشمی ہونا یا برائیوں سے پاک ہونا یا افضل ہونا ضروری نہیں ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ اگر امام مرجائے اور کسی ایسے کو جانشین بنادیا جائے جس میں بیعت کے علاوہ شرائط استخلاف وقہر وغلبہ پایا جائے تو بیعت منعقد ہوجائے گی۔ اسی طرح گروہ بدکار اور جاہل ہو تو علی الاظہر خلیفہ مان لیا جائے گا۔ اسی طرح امام کی اطاعت واجب ہے، جب تک کہ وہ حکم شریعت کے خلاف عمل نہ کرے، چاہے وہ عادل ہو یا ظالم ہو۔

قاضی ایجی مواقف (۲) میں لکھتے ہیں کہ امامت کا اہل وہ شخص ہے جو اصول وفروع میں مجتہد ہو تاکہ امور دین قائم ہوسکیں، حکومت کے معاملے میں صاحب رائے ہو، بہادر ہو تاکہ مملکت کی حفاظت کرسکے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان صفات کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اگر ان صفات کا آدمی نہ ملے تو شرائط عبث ہوں گے یا طاقت سے زیادہ تکلیف ہوگی۔ اس کی وجہ سے مفاسد پیدا ہوں گے، ہاں اسے عادل ہونا چاہئے تاکہ ظلم نہ کرے، مصالح میں تصرفات کے لئے عقلمند ہو، بالغ ہو، مرد ہو کیونکہ عورتیں دین وعقل کی ناقص ہوتی ہیں، آزاد ہو کسی آقا کی خدمت نہ کرتا ہو، حقارت کی وجہ سے گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ یہ صفات اجماعی طور سے شرائط امامت ہیں۔

کچھ اور بھی شرائط بیان کی گئی ہیں، جن کی اہل سنت مخالفت کرتے ہیں، وہ قریشی ہو، ہاشمی ہو، (یہ شیعوں کی شرط ہے) تمام مسائل دین کا عالم ہو، (یہ بھی شیعوں کی شرط ہے) اس کے ہاتھ سے معجزات کا ظہور ہوتا ہو، (یہ غالیوں کی شرط ہے)۔

آخر تین شرطوں کو ہم نہیں مانتے کیونکہ ابوبکر میں یہ شرطیں نہیں پائی جاتی تھیں۔ شیعوں اور اسماعیلیوں نے امام کی شرط عصمت بھی بیان کی ہے، یہ بھی باطل ہے کیونکہ متفقہ طور پر سبھی کہتے ہیں کہ ابوبکر میں عصمت نہیں پائی جاتی تھی۔

۱۔ شرح المقاصد، ج ۲، ص ۲۷۲، ۲۷۱ (ج ۵، ص ۲۳۳)

۲۔ المواقف (ص ۳۹۸)

مطالع الانظار، ص ر ۴۷۰ (۱) میں ابو الثناء کہتے ہیں کہ صفات امام نو ہیں: ''اصول وفروع میں مجتہد، صاحب رائے اور تدبر، شجاع وقوی القلب جو جنگ سے بھاگے نہیں، سزا دینے میں بزدلی نہ دکھائے نہ تہور ہو کہ لوگوں کو مہالک میں جھونک دے، عادل ہو کہ لوگوں کی جان و مال کا زیان نہ ہو، عقلمند ہو، بالغ ہو، مرد ہو، آزاد ہو، قریشی ہو۔ اس میں عصمت کا ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ شیعوں اور اسماعیلیوں کا عقیدہ ہے کیونکہ ابوبکر میں عصمت نہیں تھی۔

امامت کیسے قائم ہوتی ہے...؟

قاضی عضد المواقف (۲) میں لکھتے ہیں کہ امامت نص رسولؐ سے ثابت ہوتی ہے یا سابق امام کی واضح تصریح سے، یا ارباب حل وعقد کی بیعت سے، برخلاف شیعوں کے۔ وہ اس کے قائل نہیں لیکن ابوبکر کے معاملے میں ارباب حل وعقد کی بیعت سے ثبوت فراہم ہوتا ہے اور جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ امامت بندوں کی اختیاری چیز ہے تو اب سمجھ لینا چاہئے کہ اس کے لئے اجماع شرط نہیں۔ کیونکہ اجماع کے لئے عقلی وروایتی دلیل نہیں ہے بلکہ ایک یا دو آدمی ہی کسی کی بیعت کر لیں تو کافی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ابوبکر کی بیعت صرف عمر نے کی اور عثمان کی بیعت صرف عبد الرحمٰن نے کی۔ یہاں تو مدینے والوں کا ہی اجماع نہیں تھا، تمام امت کا اجماع تو دور رہا۔ میری اس بات پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے۔ اس کی تائید شریف جرجانی، حسن چلپی، مسعود شیروانی وغیرہ نے کی ہے۔ (۳)

ماوردی احکام سلطانیہ (۴) میں لکھتے ہیں کہ انعقاد امامت کے سلسلے میں علماء کے نظریات مختلف ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جمہور اہل حل وعقد تمام شہروں کے لوگوں کی رائے معلوم کر لیں، اس طرح اس کی امامت اجماعی طور سے مان لی جائے۔ یہ نظریہ خلافت ابوبکر کی تردید کرتا ہے کیونکہ تمام لوگوں کی

۱۔ مطالع الانظار، ص ر ۴۷۰۔ ۲۔ المواقف (ص ر ۳۹۹)

۳۔ شرح المواقف، ج ر ۳، ص ر ۲۶۷، ۲۶۵ (ج ر ۸، ص ر ۳۵۲)

۴۔ الاحکام السلطانیہ، ص ر ۴، (ج ر ۲، ص ر ۶، ۷)

رائے کا خیال نہیں کیا گیا ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ کم از کم پانچ لوگوں کے اجماع سے امامت طے پا جاتی ہے کہ چار آدمی کسی ایک سے راضی ہو جائیں۔ان کے دو استدلال ہیں:

ا۔ بیعت ابوبکر پانچ آدمیوں سے طئے پائی پھر باقی لوگوں نے انہیں کی پیروی کی۔عمر، ابوعبیدہ، اسید، بشر و سالم۔

۲۔ حضرت عمر نے چھ آدمیوں کی شوریٰ بنائی کہ پانچ کسی ایک پر متفق ہو جائیں۔

یہ نظریہ اکثر فقہاء کا ہے اور کوفے والے کہتے ہیں کہ تین میں سے دو کسی ایک پر متفق ہو جائیں تو امامت قائم ہو جاتی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایک سے بھی قائم ہو جاتی ہے، چنانچہ عباس نے علیؑ سے کہا ہاتھ بڑھاؤ کہ بیعت کروں پھر کوئی مخالفت نہ کرے گا۔ چونکہ یہ حکم ہے اور حکم نافذ ہوتا ہے۔

جوینی (۱) کہتے ہیں کہ سمجھ لو کہ امامت میں اجماع شرط نہیں ہے، بلکہ اگر اجماع نہ بھی ہو تو امامت قائم ہو جاتی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جیسے ہی ابوبکر کی بیعت ہوئی، وہ مسلمانوں پر احکام نافذ کرنے لگے۔ دوسری جگہ بات پھیلنے کا ذرا بھی خیال نہ کیا اور نہ سستی دکھائی کہ کہیں صحابہ کو معلوم ہو جائے اور وہ انکار کی آواز بلند کر دیں۔ جب یہ ثابت ہے تو عدد کے بجائے کسی ایک شخص سے جو صاحب حل و عقد ہو، امامت قائم ہو جاتی ہے۔

ابن عربی مالکی (۲) بھی کہتے ہیں کہ امامت کے سلسلے میں تمام لوگوں کی رضامندی ضروری نہیں ہے، بلکہ دو اور ایک کی رضا سے بھی منعقد ہو جاتی ہے۔

قرطبی (۳) کہتے ہیں کہ اگر ایک صاحب حل و عقد بھی بیعت کر لے تو امامت ثابت ہو جاتی ہے۔ لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ ارباب حل و عقد کی جماعت سے امام بنتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ عمر نے ابوبکر کی بیعت کی اور کسی ایک نے بھی مخالفت نہ کی۔

ا۔ الارشاد، ص/۴۲۴ (ص/۳۵۷)

۲۔ شرح صحیح ترمذی، ج/۱۳، ص/۲۲۹۔

۳۔ تفسیر قرطبی، ج/۱، ص/۲۳۰ (ج/۱، ص/۱۸۶)

امام ابوالمعالی بھی کہتے ہیں کہ ایک شخص کی؟ سے بھی امامت قائم ہو جاتی ہے۔ اس بیعت کا خلع قطعی جائز نہیں۔ جب تک کوئی بدعت یا تغیر امر نہ دیکھا جائے اور یہ مجمع علیہ بات ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

ابن عمر، اسامہ، سعد بن ابی وقاص، ابوموسیٰ اشعری، ابومسعود انصاری، حسان، مغیرہ، محمد بن مسلم اور دوسرے وہ لوگ جو عثمان کی طرف سے گورنر تھے، ان لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت سے روگردانی کی۔ جبکہ تمام امت نے حضرت علیؑ کی خلافت پر اجماع کرلیا تھا۔ آخر یہ لوگ کیا عذر پیش کریں گے؟ آخر وہ لوگ جنہوں نے حضرت علیؑ کے ساتھ جنگ کرنے میں تاخیر کی اور اطاعت سے ہاتھ کھینچا، وہ لوگ کیا عذر پیش کریں گے؟ حالانکہ یہ معروف صحابہ تھے۔ صرف علیؑ سے الگ ہونے کی بنا پر ان کا نام معتزلہ پڑا۔ (۱)

خلافت کے متعلق خلیفۂ ثانی کی رائے:

عبدالرحمٰن ابن ابزی سے مروی ہے کہ عمر نے کہا: خلافت کا حق بدریوں کا ہے، جب تک ایک بھی بدری زندہ رہے، پھر احد والوں کا ہے، پھر اس طرح غزوات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شریک افراد کا حق ہے؛... اس خلافت میں طلیق، ابن طلیق یا فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے والوں کا کوئی حق نہیں، (۲) یہ خلافت کبھی اصلاح پذیر نہ ہوگی اگر آزاد کردہ لوگوں کے؟ ہو جائیں یہ بھی کہا کہ میں خلافت کو سالم اور ابوعبیدہ کے حوالے کرتا، اگر وہ زندہ ہوتے تو کبھی شوریٰ قائم نہ کرتا (۳)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج/۳، ص/۱۱۵ (ج/۳، ص/۱۲۴، حدیث/۴۵۹۶) تاریخ طبری، ج/۵، ص/۱۵۵ (ج/۴، ص/۴۳۱، حوادث ۳۵ھ) تاریخ کامل، ج/۳، ص/۸۰ (ج/۲، ص/۳۰۳، حوادث ۳۵ھ) تاریخ ابی الفداء، ج/۱، ص/۱۱۵، ۱۷۱۔

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۲۴۸ (ج ۳، ص ۳۴۲)

۳۔ طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۲۴۸ (ج ۳، ص ۳۴۳) التمهید باقلانی، ص ۲۰۴، استیعاب ج ۲، ص ۵۶۱ (القسم الثانی، ص ۵۶۸ نمبر ۸۸۱) طرح التثریب ج ۱، ص ۴۹، اسد الغابۃ ج ۲، ص ۲۴۶ (ج ۲، ص ۳۰۸ نمبر ۱۸۹۲)

جب وہ زخمی ہو گئے تو کہا: اگر علیؑ کے حوالے اس خلافت کو کر دیا جائے تو وہ لوگوں کو سیدھی راہ پر چلائیں گے۔ ابن عمر نے پوچھا: پھر انہیں کے حوالے کیوں نہیں کر دیتے؟! جواب دیا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اس کی خلافت کا بوجھ زندہ حالت میں اٹھاؤں اور مرنے کے بعد بھی۔(۱) ایک بار کہا کہ اگر عثمان کو حکمران بنا دوں تو وہ بنی امیہ کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیگا، بخدا! اگر ایسا کروں تو وہ ایسا کرے گا اور اگر ایسا کرے گا تو لوگ اس کی گردن اڑا دیں گے۔ پوچھا گیا: اور علیؑ؟ جواب دیا: وہ بزدل ہیں۔ (ہائے رے ناعاقبت اندیشی شاید وہ بدر، احد وحنین اور خیبر کی داستانیں بھول گئے تھے۔) پوچھا: طلحہ؟ جواب دیا: وہ خود پسند ہے۔ پوچھا گیا: زبیر؟ کہا: وہ یہاں نہیں ہے۔ پوچھا گیا: سعد؟ کہا: وہ بہادر اور مضبوط ہے۔ پوچھا: ابن عوف؟ جواب دیا: اس میں تنگ نظری ہے اور خلافت اسی کا حق ہے جو بغیر فضول خرچی کے عطا کرے اور بغیر مفلسی کے پیسہ بچائے۔(۲)

عمر کی ان باتوں میں جس طرح عقل و منطق کا تیاپانچہ کیا گیا ہے، ہم انہیں باوقار طور پر نظر انداز کر کے گذرے جاتے ہیں۔ ابن عباس سے عمر نے پوچھا: سمجھ میں نہیں آتا، امت محمدؐ کے ساتھ کیا کروں؟ یہ بات زخمی ہونے سے قبل کی ہے۔ ابن عباس نے کہا: بلا وجہ آپ فکر مند ہیں، آپ تو بہتر جانتے ہیں کہ کسے خلیفہ بنانا چاہئے؟ عمر نے کہا: کیا تمہارے ساتھی کو، یعنی علیؑ کو؟ ابن عباس نے کہا: ہاں! ان میں رسولؐ کی قرابت ہے، ان کے داماد ہیں، سب سے پہلے اسلام لائے، محاذ جنگ پر ڈٹے رہے۔ عمر نے کہا: ان میں مہمل اور مزاج ہے۔ ابن عباس نے کہا: طلحہ کے متعلق کیا خیال ہے؟ عمر نے کہا: اس میں اکڑ فا اور خود پسندی ہے۔

ابن عباس نے کہا: عبدالرحمٰن بن عوف؟ کہا: وہ نیک ہے تو لیکن کمزور ہے۔ ابن عباس نے کہا: سعد؟ کہا: وہ شیر پنجہ ہے اور جنگجو ہے، معاملہ بنا نہ سکے گا اگر اس کے حوالے کیا گیا۔ ابن عباس نے کہا: زبیر؟ کہا: لالچی اور تنگ نظر ہے، خلافت کا معاملہ ایسے کو مناسب ہے، جو توانا ہو لیکن سخت گیر نہ ہو، بغیر

۱۔ الانساب بلاذری ج ۵، ص ۱۶، الاستیعاب ج ۲، ص ۴۱۹ (القسم الثالث، ص ۱۱۵۴ نمبر ۱۸۷۸)

۲۔ قاضی ابو یوسف کی آلاثار (ص ۲۱۷ حدیث ۹۶۰)

کمزوری کے مہربانی کا مظاہرہ کرے، فضول خرچ نہ ہو لیکن سخی ہو۔ ابن عباس نے کہا: عثمان کے متعلق کیا خیال ہے؟ بولے کہ اگر اسے بنادیا جائے تو وہی بنی امیہ کو امت کی گردن پر مسلط کردے گا اور اگر اس نے ایسا کیا تو لوگ اسے قتل کردیں گے (۱)۔ بلاذری نے (ص ۱۷ پر) اضافہ کیا ہے کہ طلحہ کے متعلق کہا کہ اس کی آنکھیں آسمان پر ہیں، لیکن تہی گاہ پانی پر ہے۔

خلافت، اہل سنت کی نظر میں

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ خلافت اسلامیہ کے لئے اہل سنت کا یہ نقطۂ نظر تھا، وہ خلافت و امامت کو صرف فوجی تدبیر، سرحدی حفاظت، ظالم سے بدلہ، مظلوم کی دادرسی، اقامۂ حدود اور مال غنیمت کی تقسیم تک محدود سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک علمی مہارت کچھ نہیں، شریعت کے علم کے سلسلے میں خلیفہ اور امت کا علم برابر کا درجہ رکھتا ہے، وہ صرف لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرسکے، اور جس طرح خلفاء نے فیصلے کئے وہ آپ نے دیکھ ہی لیا۔ اہل سنت کا امام و خلیفہ بدکرداری اور ظلم کی وجہ سے معزول نہیں کیا جاسکتا، امت پر واجب ہے کہ ہر نیک و بدکردار کی اطاعت کرے، کسی کو حق نہیں پہونچتا کہ اس کی مخالفت کرے اور کسی معاملے میں نزاع کرے۔

اس بنیاد پر خلفاء نے قرآن و سنت کے خلاف فیصلے کئے اور کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی، وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر بھی عمل نہ کرسکے کیونکہ سیاسی ہاتھ وسیع ہونے کا ڈر تھا۔ حدیث میں ہے کہ میرے بعد ناہنجار باتیں دیکھنے کو ملیں گی، اب اگر کوئی امت میں تفرقہ ڈالنے کی سعی کرے تو اسے قتل کردینا، کوئی بھی ہو۔ (۲)

اسی بنیاد پر معاویہ نے کوفہ والوں سے؟ پر تبرا کرنے کے عہد کے ساتھ لوگوں سے بیعت لی، (۳)

۱۔ انساب بلاذری ج ۵، ص ۱۶

۲۔ صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۲۱ (ج ۴، ص ۱۲۷ حدیث ۵۹) سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۲۸۳ (ج ۴، ص ۲۴۲ حدیث ۴۷۶۲)

۳۔ البیان والتبیین ج ۲، ص ۸۵ (ج ۲، ص ۴۷)

اسی بنیاد پر عبداللہ بن عمر نے یزید جیسے فاسق و فاجر و شرابی کی بیعت کی۔ نافع کا بیان ہے کہ جب مدینہ والوں نے یزید کی بیعت کا قلادہ گردن سے اتارا تو ابن عمر نے اپنا مال و خاندان ایک جگہ جمع کیا اور کہا:

میں نے اس شخص کی بیعت خدا اور رسولؐ کی بیعت کے بنیاد پر کی تھی، میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ قیامت کے دن غداروں کے لئے پرچم نصب کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں غدار کا علم ہے اور شرک کے بعد سب سے بڑی غداری یہ ہے کہ کسی انسان کی خدا و رسولؐ کے عہد پر بیعت کی جائے پھر بیعت توڑ دی جائے۔ دیکھو تم میں سے کوئی بھی یزید کی بیعت نہ توڑنا، تم میں سے کوئی بھی اس کی بیعت سے ہاتھ نہ کھینچا ورنہ میرے اور اس کے درمیان تلوار چل جائے گی۔(۱)

اسی بنیاد پر حمید بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں یسیر انصاری کے پاس گیا، جب یزید کی بیعت کی دھوم مچی تھی۔ انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یزید امت محمدؐ کے حق میں اچھا نہیں اور میں کہتا ہوں کہ ایسا ہی ہے لیکن خدا نے امت محمد کو جس بات پر مجتمع کر دیا ہے وہ مجھے زیادہ پسند ہے۔ اس بات سے کہ امت میں افتراق پیدا ہو۔ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جماعت میں صرف اچھائی ہی پر اجماع ہے۔(۲)

اسی بنیاد پر عائشہ نے اسود بن یزید کے سوال میں کہ ایک طلیق اصحاب رسولؐ سے خلافت کے معاملے میں جھگڑا کر رہا ہے، کیا یہ تعجب کی بات نہیں؟ عائشہ نے کہا: اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ وہ خدا کا سلطان ہے، چاہے نیک ہو یا بدکردار ہو، فرعون مصر والوں پر چار سو سال حکومت کرتا رہا۔(۳)

اسی بنیاد پر مروان بن حکم سے پوچھا گیا کہ تم علیؑ کو منبر پر گالیاں کیوں دیتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ یہ حکومت صرف اسی بنیاد پر قائم رہ سکتی ہے۔(۴)

۱۔ صحیح بخاری ج۱، ص۱۶۶ (ج۶ ص۲۶۰۳ حدیث ۶۶۹۴) سنن بیہقی ج۸، ص۱۵۹، ۱۶۰، مسند احمد ج۲، ص۹۶ (ج۲، ص۲۲۸ حدیث ۵۶۷۶)

۲۔ الاستیعاب ج۲، ص۶۳۵ (القسم الرابع، ص۱۵۸۴ نمبر ۲۸۱۲) اسد الغابۃ ج۵، ص۱۲۶ (ج۵، ص۵۲۰ نمبر ۵۶۳۳)

۳۔ درمنثور ج۶، ص۱۹ (ج۷، ص۳۸۳)

۴۔ الصواعق المحرقہ، ص۳۳ (۵۵)

اسی بنیاد پر عبدالرحمٰن بن خالد کو معاویہ نے قتل کرایا۔ اس کا جواز اس طرح پیدا کیا کہ جب اس نے بیعت یزید کا ارادہ کیا تو شام والوں کے سامنے خطبہ پڑھا اور ان سے کہا: شامیو! میری عمر زیادہ ہوگئی ہے، میں بوڑھا ہوگیا ہوں، موت قریب ہے، میں چاہتا ہوں کہ تمہارے انتظامی معاملات کے لئے کسی کو حاکم بنادوں۔ میں بھی ایک انسان ہی ہوں، تم بھی رائے دو۔ سب نے بیک زبان ہو کر کہا: ہم عبد الرحمٰن بن خالد کی خلافت پر راضی ہیں۔ چنانچہ یہ سن کر معاویہ نے ایک طبیب یہودی کو حکم دیا اور اس نے عبدالرحمٰن کو زہر دے دیا۔ عبدالرحمٰن کا پیٹ کٹ کر گر گیا اور وہ مر گیا۔ جب اس کا بھائی مہاجر چپکے سے شام میں آیا تو چند لوگوں کے ساتھ طبیب پر ہجوم کر کے مار ڈالا۔

استیعاب اور اخبار مدینہ میں یہ واقعہ موجود ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ قصہ بہت مشہور ہے۔ (۱) اسی بنیاد پر شمر ذی الجوشن قاتل امام حسین علیہ السلام کو بہانہ ملا۔ ابو اسحاق لکھتے ہیں کہ میرے ساتھ شمر نماز پڑھ رہا تھا، پھر اس نے دعا مانگی: خدایا! تو شریف ہے اور شرافت کو پسند کرتا ہے۔ تو جانتا ہے کہ میں بھی شریف ہوں، لہٰذا مجھے بخش دے۔ میں نے اس سے پوچھا: خدا تجھے کیسے بخشے گا؟ تو نے تو فرزند رسولؐ کو قتل کیا ہے؟ جواب دیا: تم پر وائے ہو! یہ کام ہم کیسے نہ کرتے؟ ہمارے امراء نے ہمیں حکم دیا تھا۔ ہم ان کی مخالفت نہ کر سکے۔ اگر مخالفت کرتے تو بدترین انسان ہوتے۔ (۲)

اسی بنیاد پر ابوبکر طائی کو مصیبت جھیلنا پڑی، سلیمان بن ربوہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ کچھ بزرگوں کے ساتھ جامع دمشق میں تھے، ہمارے ساتھ ابوبکر طائی بھی تھے، ہم لوگ فضائل علیؑ بیان کرنے لگے، ہم پر تقریباً سو آدمی ٹوٹ پڑے اور لگے مار پیٹ کرنے۔

ابوبکر نے کہا: بزرگو! ذرا میری بات سنو، آج ہم نے فضائل علیؑ بیان کئے، کل فضائل معاویہ بیان کروں گا۔ اس وقت چند اشعار سن لو۔ سب نے کہا: سناؤ! انہوں نے یہ اشعار سنائے، حب علی علیہ السلام

۱۔ الاستیعاب ج ۲، ص ۴۰۸ (القسم الثانی ص ۸۲۹ نمبر ۱۴۰۲) اسد الغابۃ ج ۳، ص ۲۸۹ (ج ۳، ص ۴۴۰ نمبر ۳۲۸۷)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۶، ص ۳۳۸ (ج ۲۳، ص ۱۸۹ نمبر ۲۷۲۶، مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۰، ص ۳۳۲) میزان الاعتدال ج ۱، ص ۴۴۹ (ج ۲ ص ۲۸۰ نمبر ۳۷۴۲)

کلمہ ضرب، محبت علی علیہ السلام کا نتیجہ صرف مار کھانا ہے، جس سے کلیجہ دہل جاتا ہے، میرا مذہب تو ہدایت کے امام یزید کی محبت ہے، اسی دین پر ہم جیتے ہیں، اگر اس کے علاوہ کوئی شخص کوئی دوسری بات کہہ رہا ہے تو وہ بڑا بے وقوف ہے۔ اگر لوگوں کی خواہشوں کے آگے سپر انداز نہ ہوا جائے تو جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔(۱)

اسی بنیاد پر آل محمد علیہم السلام کا خون بہایا گیا، ان کی ہتک حرمت ہوئی، ان کے شیعوں کو آگ و خون کے انگاروں پر سے گزرنا پڑا، اہل بیت علیہم السلام پر منبروں سے سب وشتم کیا گیا، خلفائے بنی امیہ نے برسوں تک یہ رسم جاری رکھی۔ جب معاویہ نے سعد بن ابی وقاص کو لعن ابوتراب کا حکم دیا تو وہ خاموش رہ گئے۔(۲) کچھ ہی عرصے بعد جب عبداللہ بن ولید بن عثمان حکمران ہوا تو منبر سے دہاڑ رہا تھا۔ ہشام سے مخاطب ہوا اور کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کے خاندان والوں نے اس پاک جگہ پر ہمیشہ ابوتراب کو گالیاں دینے کی رسم جاری رکھی، آپ بھی ابوتراب کو گالیاں دیجئے۔(۳)

اسی بنیاد پر خلیفہ اول کی اس رائے پر ذرا بھی کسی کو شرم نہیں آئی کہ فاضل کے ہوتے ہوئے، مفضول کو حکمراں بنا دیتے تھے،

مقدم کے ہوتے ہوئے، مؤخر کو آگے بڑھا دیتے تھے۔ محض جعلی بہانوں اور واہی اوہام کے بل بوتے پر یہ شرمناک کام ہوتا، وقتی سیاست پیش نظر ہوتی تھی۔ نہ اس میں روحانی تقدس کے ہونے کی شرط تھی، نہ بلند اخلاق سے آراستہ ہونا ضروری تھا، شریفانہ نفسیات، معالم ومعارف، مداح ومراتب یہ سب خلیفہ کے لئے بے معنی چیزیں تھی۔ اکثر لوگوں نے ابوبکر کے اس اقدام کے بل پر رائے قائم کی، قاضی

۱۔ صفدی کی تمام المتون، ص۱۸۸ (ص۲۵۱)

۲۔ مروج الذهب ج۲، ص۶۱، سنن ترمذی ج۲، ص۲۱۳ (ج۵، ص۵۹۶ حدیث ۳۷۲۴) المستدرک علی الصحیحین ج۳، ص۱۰۸ (ج۳ ص۱۱۷ حدیث ۴۵۷۵) صحیح مسلم (ج۵، ص۲۳ حدیث ۳۲ کتاب فضائل الصحابہ) کفایۃ الطالب، ص۲۸ (ص۸۵ باب ۱۰) نزول الابرار، ص۱۵ (۴۷) الاصابۃ ج۲، ص۵۰۹ (نمبر ۵۶۸۸)

۳۔ رسائل جاحظ، ص۹۲ (ص۴۳۵ الرسائل السیاسیۃ) انساب بلاذری ج۵ ص۱۱۶، البدایۃ والنهایۃ ج۹، ص۲۳۲ (ج۹، ص۲۶۲ حوادث ۱۰۶ھ)

نے مواقف میں لکھا ہے کہ اکثر لوگ فاضل کے ہوتے مفضول کی امامت جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اس میں اصلاح امت کی توقع زیادہ ہو۔(۱)

۶۔قضاء وقدر کے معاملے میں خلیفہ کی رائے

لالکائی اپنی کتاب السنہ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابوبکر سے سوال کیا: کیا زنا ہمارا مقدر ہے؟ فرمایا: ہاں اس نے پوچھا تو کیا خدا نے زنا ہمارا مقدر کردیا ہے اور پھر مجھے عذاب بھی کرے گا! یہ سنتے ہی خلیفہ نے فرمایا: اے لخنا کے بیٹے! (جاہلی دور کی گندی گالی ہے) خدا کی قسم اگر میرے پاس کوئی ہوتا تو حکم دیتا کہ تیرا دماغ چور چور کردے (بھیجہ نکال دے)۔(۲)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا، خلیفہ کو قضا وقدر الٰہی کا مطلب بھی نہیں معلوم تھا، کیا وہ اسے خدا کے علم ازلی کا امر جاری سمجھتے ہیں؟ حالانکہ اس نے بندوں کو فعل کا پورا اختیار دیا ہے پھر اسے نیک و بد کی تمیز سکھا کر انجام سے باخبر کردیا ہے، وہ فرماتا ہے:

﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾ ''ہم نے اس کے لئے راہ راست کی نشاندہی کردی ہے اب وہ شکر کرے یا کفر اختیار کرلے''۔(۳)

﴿وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ﴾ ''ہم نے اس کو دونوں راستوں (خیر وشر) کی ہدایت کردی ہے''۔(۴)

﴿وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ﴾ ''اور جو شکر یہ ادا کرے گا وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے کرے گا اور جو کفران نعمت کرے گا اس کی طرف سے میرا پروردگار بے نیاز اور کریم ہے''۔(۵)

۱۔المواقف فی علم الکلام (ص ۴۱۳)
۲۔تاریخ الخلفاء، ص ۶۵ (ص ۸۹)
۳۔انسان/۳
۴۔بلد/۱۰
۵۔نمل/۴۰

﴿وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾ ''اور جو بھی شکریہ ادا کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے کرتا ہے اور جو کفرانِ نعمت کرتا ہے اسے معلوم رہے کہ خدا بے نیاز بھی ہے اور قابل حمد و ثنا بھی ہے''۔(۱)

﴿فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ﴾ ''ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض خدا کی اجازت سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں''۔(۲)

﴿مَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا﴾ ''جو ہدایت پا جائے وہ اپنے لئے ہدایت یافتہ ہوا ہے اور جو گمراہ ہو جائے وہ اپنی زیان میں گمراہ ہوا ہے''۔(۳)

﴿فَمَنِ اهْتَدَى فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا﴾ ''اب جو ہدایت حاصل کرے گا وہ اپنے فائدہ کے لئے کرے گا اور جو گمراہ ہو جائے گا وہ بھی اپنا ہی نقصان کرے گا''۔(۴)

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ﴾ ''جو نیک کام کرے گا وہ اپنے فائدہ کے لئے کرے گا اور جو برائی کرے گا وہ اپنے ہی نقصان کے لئے کرے گا اس کے بعد تم سب پروردگار کی طرف پلٹائے جاؤ گے''۔(۵)

﴿قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَى نَفْسِي وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي﴾ ''کہہ دیجئے کہ میں گمراہ ہوں گا تو اس کا اثر میرے ہی اوپر ہوگا اور اگر ہدایت حاصل کرلوں گا تو یہ میرے رب کی وحی کا نتیجہ ہوگا''۔(۶)

﴿إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا﴾ ''اگر تم نیکی کرو گے تو اپنے لئے نیکی کرو گے اور اگر بدی کرو گے تو بھی اپنے ہی لئے کرو گے''۔(۷)

۱۔لقمان/۱۲ ۲۔فاطر/۳۲
۳۔اسراء/۱۵ ۴۔زمر/۴۱
۵۔جاثیہ/۱۵ ۶۔سبا/۵۰ ۷۔اسراء/۷

ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدرات جبر کے مستلزم نہیں ہیں، علم الٰہی کی روشنی میں تقدیرات یوں ہیں کہ اس نے بندوں کو نیک و بد کا اختیار دے دیا ہے، وہ خود عمل خیر و شر بجالاتے ہیں اور یہ چیز تکلیف کے منافی نہیں۔ وہ بندوں کے عمل پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر وہ برائی پر عقاب کرے اور اچھائی پر ثواب دے تو اسے برا نہیں کہا جاسکتا۔ اس سلسلے میں آیات پر غور کیجئے!

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَه ☆ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَه﴾ ''پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہے وہ اسے دیکھے گا''۔(۱)

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَاتُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ﴾ ''اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کریں گے اور کسی نفس پر ادنی ظلم نہیں کیا جائے گا اور کسی کا عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہے تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم سب کا حساب کرنے کے لئے کافی ہیں''۔(۲)

﴿الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَاظُلْمَ الْيَوْمَ﴾ ''جس نے جو کام انجام دیا ہے آج اسی کے مطابق جزا دی جائے گی، آج کوئی ظلم نہیں ہے''۔(۳)

﴿فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَارَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَايُظْلَمُونَ﴾ ''اس وقت کیا ہوگا جب ہم سب کو اس دن جمع کریں گے جس میں کسی شک اور شبہہ کی گنجائش نہیں ہے اور ہر نفس کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا''۔(۴)

اب ذرا دیکھئے تو کیا خلیفہ کو قضا و قدر الٰہی کا مطلب معلوم تھا کہ جو جواب پایا دیا؟ ان کے جواب پر سائل نے ایسا اعتراض کیا کہ جھلا کے انہوں نے گالی بک دی، بعد میں جمہور نے اسی بنیاد پر خلق اعمال کا نظریہ قائم کیا۔

۱۔ زلزال/۷۔۸ ۲۔ انبیاء/۴۷

۳۔ غافر/۱۷ ۴۔ آل عمران/۲۵

خود حضرت عائشہ بھی حضرت امیر المؤمنینؑ سے جنگ کر کے عمر بھر پچھتاتی رہیں، (اس قدر روتی تھیں کہ آنچل آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا) لیکن آخر وہ بھی باپ کی بیٹی تھیں اپنی صفائی میں وہی باپ کے نظریہ کا سہارا لیا کہ جو کچھ کرتا ہے، خدا کرتا ہے۔(۱) حالانکہ آنچل کا آنسوؤں سے بھیگنا بتاتا ہے کہ وہ باپ کے نظریہ کو لچر سمجھتی تھیں۔

۷۔ سنت بن جانے کے ڈر سے قربانی چھوڑ دی

جلد ششم میں ہم بیان کر آئیں ہیں کہ ابوبکر وعمر نے صرف اس ڈر سے قربانی چھوڑ دی تھی کہ لوگ اس کی پیروی میں یہ سمجھنے لگیں گے کہ قربانی کرنا واجب ہے۔(۲) ہم نے وہیں اس روایت صحیح پر بھرپور بحث کی ہے۔

۸۔ ارتداد بنی سلیم

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی سلیم مرتد ہو گئے تو ان کی سرکوبی کے لئے ابوبکر نے خالد بن ولید کو روانہ کیا، انہوں نے جس طرح جانوروں کا گلہ بنایا جاتا ہے، سب کو ایک جگہ جمع کیا۔ اور سب کو آگ میں جلا ڈالا۔ جب یہ خبر حضرت عمر کو ہوئی تو ابوبکر کے پاس آ کر کہا کہ آپ نے ایک شخص کو چھوڑ دیا ہے کہ وہ لوگوں کو عذاب کرتا رہے؟ ابوبکر نے کہا: خدا کی قسم! میں کبھی اس تلوار کو نیام میں نہ کروں گا، جسے خدا نے اپنے دشمنوں کے لئے نیام سے باہر کیا ہے۔ پھر خالد کو حکم دیا کہ مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے جائیں (۳)۔ خلیفہ کا یہ جواب عمر کے اعتراض کے مقابل قطعی مہمل ہے، قرآن میں تو

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱، ص ۱۱۰۔

۲۔ سنن بیہقی ج ۹، ص ۲۶۵، المعجم الکبیر (ج ۳، ص ۱۸۲ احدیث ۳۰۵۸) مجمع الزوائد ج ۴، ص ۱۸ کنز العمال ج ۳ ص ۴۵ (ج ۵ ص ۲۱۹ حدیث ۱۲۶۶۳) کتاب الام ج ۲، ص ۱۸۹ (ج ۲، ص ۲۲۴) مختصر المزنی مطبوع بر حاشیہ کتاب الام ج ۵، ص ۲۱۰ (ص ۲۸۳)

۳۔ سورۂ مائدہ، آیت ۳۳۔

ہے کہ:

﴿انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم و ارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذالک لھم خزی فی الدنیا و لھم فی الآخرۃ عذاب عظیم﴾

(آیت میں کہیں بھی آگ میں جلا کر عذاگ دینے کی سزا نہیں ہے) حدیث رسول بھی دیکھئے:

لا یعذب بالنار الا رب النار ''آگ کا عذاب صرف خدا ہی دے گا۔(۱)

''ان النار لا یعذب بھا الا اللہ''

''آگ کا عذاب صرف خدا ہی دے گا''۔(۲)

ایک اور حدیث رسولؐ ہے:

''من بدل دینہ فاقتلوہ''(۳)

''جو شخص دین بدل دے، اسے قتل کر دو''۔

ایک حدیث ہے: کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ کلمہ گو مسلمان کا خون بہائے، لیکن صرف تین صورتوں میں:

۱۔ یا تو زنا محضہ کیا ہو تو اسے سنگسار کیا جائے گا۔

۲۔ یا خدا اور سول کا باغی ہو تو اسے قتل کیا جائے گا۔ یا سولی دی جائے گی، یا شہر بدر کیا جائے گا۔

۱۔ ریاض النضرۃ ج۱، ص۱۰۰ (ج۱، ص۱۲۹)

۲۔ صحیح بخاری ج۴، ص۳۲۵ (ج۳، ص۱۰۹۸ حدیث ۲۸۵۳) مسند احمد ج۳، ص۴۹۴ (ج۴، ص۵۵۰ حدیث ۱۵۶۰۴) ج۲، ص۳۰۷ (ج۲، ص۵۹۲ حدیث ۸۰۰۷) سنن ابی داؤد ج۲، ص۲۱۹ (ج۳، ص۵۵۔۵۴ حدیث ۲۶۷۳، ۲۶۷۵) صحیح ترمذی (ج۴، ص۱۱۷ حدیث ۱۵۷۱) سنن بیہقی ج۹، ص۷۱، ۷۲، مصابیح السنۃ ج۲، ص۵۷، ۵۸ (ج۲، ص۵۲۸ حدیث ۲۶۵۸، ص۵۳۰ حدیث ۲۶۶۷) تیسیر الوصول ج۱، ص۲۳۶ (ج۱، ص۲۷۹ حدیث ۱۶)

۳۔ صحیح بخاری ج۱۰، ص۸۳ (ج۶، ص۲۵۳۷ حدیث ۶۵۲۴) سنن ابی داؤد ج۲، ص۲۱۹ (ج۴، ص۱۲۶ حدیث ۴۳۵۱) مصابیح السنۃ ج۲، ص۵۷ (ج۲، ص۵۲۸ حدیث ۲۶۵۸)

۴۔ یا کسی کو ناحق قتل کیا ہو تو اسے اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔(۱)

اب رہ گئی بات عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ حضرت علیؑ کے برتاؤ کی. تو حضرت نے آگ میں نہیں جلایا تھا بلکہ گڑھا کھود کر اس میں دھواں کر دیا اور وہ اسی دھویں سے گھٹ کر مر گئے۔ یہ جو ابوبکر نے اپنی نکلی ہوئی تلوار کی بات کی تو یہ بھی حکم نبیؐ کی صریحی مخالفت ہے۔ رسولؐ نے کبھی کسی تلوار کو ناجائز قتل یا آگ میں جلانے کا حکم نہیں دیا۔؟ کی کسی حال میں اجازت نہیں دی، اپنے زمانے میں خالد کی زیادتیوں پر برملا تبرا فرمایا بعد میں اسی نام نہاد سیف اللہ نے بنی حنیفہ اور مالک بن نویرہ کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا، ان جرائم کے بیان سے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۹۔ خلیفہ نے فجاءہ کو جلا ڈالا

ابوبکر کے پاس بنی سلیم کا ایک شخص آیا، جس کی عرفیت فجاءہ اور نام ایاس بن عبداللہ بن عبد یالیل تھا۔ اس نے خلیفہ سے کہا: میں مسلمان ہوں اور چاہتا ہوں کہ مرتدین کے خلاف جہاد کروں، آپ مجھے ہتھیاروں اور جانوروں کی مدد فرمائیں۔ ابوبکر نے اس کو مطلوبہ سامان اور ہتھیار فراہم کر دیئے۔ اس نے قبیلے میں جا کر مسلمان اور مرتد دونوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ ان کے مال چھین لیتا، جو مزاحمت کرتا اسے طرح طرح کی اذیتیں دیتا، اس کے ساتھ بنی شرید کا شخص نجبہ بن ابی المیثاء بھی تھا۔

جب ابوبکر کو اس کی کارستانیوں کی خبر ہوئی تو طریفہ بن حاجز کو سرکوبی کے لئے روانہ کیا کہ دشمن خدا فجاۃ نے میرے سامنے اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے مجھ سے کمک مانگی تا کہ مرتدین کے خلاف جہاد کرے، میں نے اسے اسلحوں سے تقویت پہونچا دی۔ اب مجھے یقینی خبر موصول ہوئی ہے کہ اس دشمن خدا نے مسلمانوں اور مرتدوں کی غارت گری کرنا شروع کر دیا ہے جو اس کی مخالفت کرتا ہے، قتل کر دیتا ہے۔ یہ حکم ملتے ہی طریفہ نے اس کو جالیا۔ دونوں طرف سے تیر بارانی ہوئی، جس میں نجبہ بن ابی المیثاء مر گیا۔

۱۔ سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۲۱۹ (ج ۴، ص ۱۲۶ احدیث ۴۳۵۳) مصابیح السنۃ ج ۲، ص ۵۹ (ج ۲، ص ۵۳۱ حدیث ۲۶۶۹) مشکاۃ المصابیح ص ۳۰۰ (ج ۲، ص ۳۰۴ حدیث ۳۵۴۴)

جب فجاءۃ نے مسلمانوں کی ثابت قدمی دیکھی تو طریفہ سے کہا: تم بھی ابو بکر کی طرف سے حاکم ہو اور میں بھی انہیں کی طرف سے حاکم ہوں۔ طریفہ نے کہا: اگر تم سچ ہو تو ہتھیار ڈال دو اور ابو بکر کے پاس چلو۔ طریفہ نے اس کو ابو بکر کے سامنے پیش کیا۔ ابو بکر نے اسے دیکھتے ہی حکم دیا کہ بقیع کی طرف لے جا کر اسے آگ میں جلا دو!

طبری کے الفاظ ہیں: ''اس کو مصلائے مدینہ میں لے جا کر لکڑیاں جمع کرو اور آگ میں جھونک دو''!

ابن کثیر کے الفاظ ہیں: ''اس کا ہاتھ پیر باندھ کر آگ میں جھونک دیا گیا''۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: یہاں بھی وہی بات کہی جائے گی کہ کسی بندۂ خدا کو آگ میں جلا ڈالنا، اسلامی نقطۂ نظر سے صحیح نہیں۔ فجاءۃ تو بظاہر مسلمان ہی تھا، خلیفہ نے اس کا اسلام قبول فرمایا تھا، ہتھیار سے آراستہ کیا تھا، وہ اگرچہ عملاً بدکار تھا اور خلیفہ کو یقینی خبر مل گئی تھی، لیکن اسے بھی خالد کی طرح سیف اللہ سمجھ لیتے۔ آخر یہاں انہوں نے نص صریح کے خلاف اپنی رائے کیوں نہ؟

اس سے بھی زیادہ تعجب عضد الدین الایجی پر ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہاں خلیفہ مجتہد تھے، انہوں نے فجاءۃ کے معاملہ میں اجتہاد کیا، وہ زندیق اور مرتد تھا، اس لئے اس کی توبہ قبول نہیں کی (۲)۔ پھر قوشجی (۳) بڑبڑائے کہ یہاں خلیفہ نے اجتہادی غلطی کی، اکثر مجتہدوں نے ایسی غلطیاں کی ہیں۔ ہنسئے بھی اور روئیے بھی! شرم، شرم، شرم!!!

۱۰۔ واقعہ مالک کے بارے میں خلیفہ کی رائے

خالد بن ولید نے بطاح پر دھاوا بول دیا، لیکن وہاں کسی کو نہ پایا۔ مالک بن نویرہ نے اپنے ساتھیوں کو متفرق رہنے کا حکم دیا۔ چونکہ گفتگو کی تمام راہیں، مسدود تھیں اور آسانی سے معاملہ طئے ہونے

۱۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۳۴ (ج ۳، ص ۲۶۴ حوادث ۱۱ھ) البدایۃ والنھایۃ ج ۶، ص ۳۱۹ (ج ۶، ص ۳۵۱، حوادث ۱۱ھ) تاریخ کامل ج ۲، ص ۱۳۶ (ج ۲، ص ۲۷ حوادث ۱۱ھ) الاصابۃ ج ۲، ص ۲۲۳ (نمبر ۴۲۴۴)

۲۔ المواقف، ص ۴۰۳۔ ۳۔ شرح التجرید، ص ۴۸۲

والا نہیں تھا۔ خالد نے دھاوا بولا تو فوجیوں سے کہہ دیا تھا کہ انہیں اسلام کی دعوت دینا، اگر وہ قبول کرلیں تو انہیں میرے سامنے حاضر کرنا اور اگر انکار کریں تو قتل کر دینا۔ ابوبکر نے بھی انہیں روانہ کرنے سے پہلے تاکید کر دی تھی کہ وہاں پہونچ کر اذان واقامت دینا، اگر وہ بھی اذان دیں اور نماز پڑھیں تو قتل نہ کرنا اور اگر وہ نماز نہ پڑھیں یا اذان نہ دیں تو غارت گری کرنا، پھر جس کو پانا قتل کرنا یا آگ میں جلا دینا۔ پھر کوئی بات نہ سننا۔ فوجی کاروائی میں مالک بن نویرہ اور ان کے ساتھیوں، بنی ثعلبہ قبیلۂ عاصم کے ثعلبہ بن یربوع خانوادے کے لوگ، عبید، عرین اور جعفر وغیرہ کے متعلق خالد کے لشکر میں اختلاف رائے ہوگیا۔ ابوقتادہ نے خود مالک کے گروہ سے اذان کی آواز سنی اور انہوں نے نماز پڑھی تھی، اختلاف کے باوجود ایک یخ بستہ رات میں چڑھائی کر دی۔ خالد نے سب کو قید کرنے کا حکم دے دیا اور آواز دی: **ادفئوا اسراکم** ''اپنے قیدیوں کو گرم کپڑے پہنا دو!'' لیکن دفأ کا مطلب لغت کنانہ میں قتل تھا۔ یہ سن کر لشکر والوں نے سمجھا کہ خالد نے سب کو قتل کا حکم دے دیا ہے۔ ضرار بن ازور نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا۔ خالد فریاد کی آواز سن کر باہر آئے اور دیکھا کہ سپاہیوں نے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے تو کہا: جب خدا کا ارادہ ہو جاتا ہے تو تیر بالکل ٹھیک نشانے پر بیٹھتا ہے۔ خالد نے مالک بن نویرہ کی بیوی سے اسی رات نکاح کر لیا۔ یہ دیکھ کر قتادہ نے کہا: یہ تمہاری کیا حرکت ہے؟ خالد نے غصے میں عورت کو چھوڑ دیا۔ اس مہم میں عبداللہ بن عمر اور ابوقتادہ وغیرہ تھے۔ ان کے سامنے جب مالک گرفتار ہو کر آئے تو مالک نے کہا: مجھے ابوبکر کے پاس لے چلو وہ جو چاہیں گے، میرے بارے میں فیصلہ کریں گے۔ خالد نے کہا: اگر میں تمہیں بغیر قتل کئے چھوڑ دوں تو خدا مجھے نہ چھوڑے گا۔ پھر ضرار کو حکم دیا کہ گردن مار دے۔

جب عمر کو معلوم ہوا تو ابوبکر سے اس مسئلہ پر بات کی۔ خالد کی تلوار نے بڑا پاپ کیا۔ ابوبکر نے کہا: اے عمر! خالد نے تاویل میں غلطی کی، اب اپنی زبان بند کرو۔ میں اس تلوار کو کبھی نیام میں نہ کروں گا۔ جسے خدا نے کافروں کے لئے برہنہ کیا ہے۔

تاریخ طبری میں ہے(۱) کہ ابوبکر نے فوجیوں کو تاکید کی تھی کہ اگر نماز پڑھیں تو ان سے جنگ نہ کرنا

۱۔ تاریخ طبری (ج ۳، ص ۲۷۹ حوادث ۱۱ھ)

اور اگر اذان ونماز کی آواز نہ سننا تو غارت گری کرنا اور سب کو جلا ڈالنا۔

ابو قتادہ نے بھی مالک کے گروہ سے اذان کی آواز سنی تھی۔ غارت گری کے بعد عہد کیا تھا کہ اب کبھی خالد کے ساتھ کسی مہم میں جنگ کے لئے نہ جاؤں گا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جس رات دھاوا بولا گیا تو مالک کے ساتھیوں نے ہتھیار اٹھا لئے۔ ہم نے کہا: ہم مسلمان ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم بھی مسلمان ہیں۔ ہم نے کہا: پھر ہتھیار کیوں اٹھالیا؟ انہوں نے کہا: تم نے کیوں اٹھالیا؟ ہم نے کہا: اگر تم واقعی مسلمان ہو تو ہتھیار رکھ دو! انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے اور ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔ خالد نے مالک کو قتل کرنے کا بہانہ تراشا اور کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ تمہارے صاحب (رسولؐ) نے ایسا ایسا کہا ہوگا۔ مالک نے کہا: کیا تم انہیں اپنا صاحب نہیں سمجھتے؟ پھر مالک اور ان کے ساتھیوں کو سامنے لا کر قتل کر دیا۔

حضرت عمر نے ابو بکر سے کہا کہ دشمن خدا نے مسلمان کو قتل کیا اور پھر اس کی بیوی سے زنا بھی کیا۔

جب خالد اپنے قافلے کے ساتھ واپس ہوئے اور مسجد میں پہونچے تو ان کے کپڑوں؟ کے رنگ لگے ہوئے تھے۔ عمامے میں کچھ تیر ٹانکے ہوئے تھے۔ عمر نے عمامہ کھینچ کر کہا: او دشمن خدا! تو نے مسلمان کو قتل کر کے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا۔ بخدا! میں تجھے پتھروں سے ماروں گا۔ خالد نے کوئی جواب نہ دیا۔

خالد سمجھتا تھا کہ ابو بکر بھی عمر کے ہم خیال ہیں۔ پھر جب ابو بکر کے پاس گیا اور معذرت کی تو ابو بکر نے اس کی معذرت قبول کر لی۔ ابو بکر کو راضی کر کے خالد پھر مسجد میں آیا اور عمر سے بولا: ام شملہ کے جنے! اب آؤ۔ عمر سمجھ گئے کہ ابو بکر نے اس کی معذرت قبول کر لی ہے۔ اس لئے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور گھر میں چلے گئے۔

سوید اور ابن شہاب کے بیان کے مطابق مالک کے سر پر بڑے اور گھنے بال تھے، جب انہیں جلایا گیا تو بہت دیر تک آنچ نکلتی رہی۔

مالک کے بھائی متمم نے شعروں کے ذریعہ ابو بکر سے اپنے بھائی کے خون کا مطالبہ کیا۔ عمر نے بھی مطالبہ کیا کہ خالد کو معزول کر دیا جائے لیکن ابو بکر نے کہا: میں اس تلوار کو نیام میں نہ کروں گا، جسے خدا نے کافروں کے لئے برہنہ کیا ہے۔

ثابت نے دلائل میں لکھا ہے کہ خالد کو مالک مالک کی بیوی کے حسن و جمال کا فریفتہ ہوگیا تھا۔ جب مالک گرفتار ہوکر آئے تو اپنی بیوی سے کہا: تو مجھے قتل کرا رہی ہے یعنی میں تیری وجہ سے قتل کیا جا رہا ہوں۔(۱)

زمخشری، ابوالفداء، ابن اثیر اور زبیدی بھی لکھتے ہیں کہ مالک نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیرے حسن کی وجہ سے قتل کیا جا رہا ہوں۔ وہ بہت حسین وجمیل تھی۔ مالک کے قتل کے بعد خالد نے اس سے نکاح کرلیا۔ عبداللہ بن عمر نے سخت مخالفت کی، یہ شعر بھی انہوں نے کہا:

أفي الحق أنا لم تجف دمائنا　　　و هذا عروسا باليمامة خالد(۲)

تاریخ ابن شحنہ(۳) میں ہے کہ خالد نے جب مالک کے قتل کا حکم دیا تو مالک نے اپنی حسین وجمیل بیوی کی طرف دیکھ کر کہا: یہ مجھے قتل کرا رہی ہے۔ خالد نے کہا: بلکہ تمہاری اسلام سے روگردانی تمہیں قتل کرا رہی ہے۔ مالک نے کہا: میں تو مسلمان ہوں۔ خالد نے ضرار سے کہا: اسے قتل کر دو۔ جب عمر نے ابوبکر سے یہ واقعہ بیان کیا تو ابوبکر نے کہا کہ خالد نے تاویل میں غلطی کی ہے۔ میں اس تلوار کو نیام میں نہ کروں گا، جسے خدا نے کافروں پر برہنہ کیا ہے۔

مالک کے بھائی متمم نے کئی مرثیہ کہے ہیں (۴)۔ تاریخ خمیس اور ابن عساکر میں بھی ہے کہ عمر چاہتے تھے کہ مالک کے جرم میں خالد کو سنگسار کیا جائے۔ ابوبکر نے ایک نہ سنی تو عمر نے خالد سے کہا کہ اگر میں حکمراں ہوں گا تو تجھے ضرور قید کروں گا۔ ابوبکر بھی کو خالد کے یہ اقدام قتل مالک کی بیوی سے نکاح

۱۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۴۱ (ج ۳، ص ۲۷۷ حوادث ۱۱ھ) تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳، ص ۱۴۹ (ج ۲، ص ۳۲ حوادث ۱۱ھ) اسد الغابۃ ج ۴، ص ۲۹۵ (ج ۵، ص ۵۳ نمبر ۴۶۴۸) تاریخ ابن عساکر ج ۵، ص ۱۰۵، ۱۱۲ (ج ۱۶، ص ۲۵۶، ۲۷۴ نمبر ۱۹۲۲)، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۸، ص ۱۸۔۱۷) خزانۃ الادب ج ۱، ص ۲۳۷ (ج ۲، ص ۲۶) البدایۃ والنھایۃ ج ۶، ص ۳۲۱ (ج ۶، ص ۳۵۴ حوادث ۱۱ھ) تاریخ الخمیس ج ۲، ص ۲۳۳ (ج ۲ ص ۲۰۹) الاصابۃ ج ۱، ص ۴۱۴ (نمبر ۲۲۰۱) ج ۳، ص ۳۵۷ (نمبر ۷۶۹۶)

۲۔ الفائق ج ۲، ص ۱۵۴ (ج ۳، ص ۱۵۷) تاریخ ابوالفداء ج ۱، ص ۱۵۸، النھایۃ ج ۳ ص ۲۵۷ (ج ۴، ص ۱۵) تاج العروس ج ۸، ص ۸۵،

۳۔ روضۃ المناظر مطبوع بر حاشیہ الکامل ج ۷، ص ۱۶۵ (ج ۱، ص ۱۹۲۔۱۹۱ حوادث ۱۱ھ)

۴۔ تاریخ ابوالفداء ج ۱، ص ۱۵۸،

کرنا، مجاعہ کی بیٹی سے نکاح کرنا، اہل یمامہ سے صلح کرنا وغیرہ باتیں ناپسند تھیں۔ ابو بکر نے مالک کی دیت متمم کو ادا کردی اور خالد کو حکم دیا کہ مالک کی زوجہ کو طلاق دے دے لیکن معزول نہیں کیا۔ حضرت عمر کو ابو بکر کی اس حرکت پر سخت اختلاف تھا۔ (۱)

واقعہ مالک کا تجزیہ

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ اس دل گداز حادثے پر دو جہتوں سے نظر کرنا ضروری ہے:

۱۔ جو کچھ خالد بن ولید نے بھیانک پاپ کئے اس کی ہر مسلمان اور قرآن وحدیث کا ماننے والا، مذمت کرے گا۔ آخر کس قرآن اور کس سنت میں پاک نفسوں کا خون بہانا جائز قرار دیا ہے؟ جو لوگ خدا و رسولؐ پر ایمان لائے تھے، اذان دے رہے تھے اور نماز پڑھ رہے تھے، وہ خود کہہ رہے تھے کہ ہم مسلمان ہیں، ہم پر یہ فوجی کاروائی کیوں ہو رہی ہے؟ خود رسول خداؐ نے انہیں اپنی قوم پر زکوٰۃ کی وصولی کے لئے مأمور فرمایا تھا، وہ جاہلی اور اسلامی دونوں زمانے میں معزز تھے۔ ایسے نیک لوگوں کا خون بہانا، غارت گری کرنا اور آگ میں جلانا کہاں سے جائز ٹھہرا؟؟؟!

خالد تھا کیا؟ اس کی حیثیت کیا تھی؟ اس نے تو خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا تھا، شہوت نے گمراہ کردیا تھا۔ جس کی وجہ سے حرمت خدا ضائع کیا اور مالک کو قتل کر کے اسی رات اس کی بیوی سے ہم بستر ہوا۔ (۲)

جو لوگ اس کی صفائی دیتے ہوئے زکوٰۃ نہ دینے کی بات کرتے ہیں، وہ اس سے بڑے پاپی ہیں۔ آخر کس شریعت میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کو قتل کرنے اور آگ میں جلانے کا حکم ہے۔ کیا صرف زکوٰۃ نہ دینے پر قتل واجب ہو جاتا ہے؟ چاہے وہ ایمان لائے، رسولؐ اس کی شرافت اور دیانت کی وجہ سے عامل زکوٰۃ مقرر فرمادیں۔ رسولؐ کا تو ارشاد ہے کہ کسی مسلمان کا خون بہانا، صرف تین صورتوں میں جائز ہے:

۱۔ تاریخ الخمیس ج ۲، ص ۲۳۳ (ج ۲، ص ۲۰۹) تاریخ ابن عساکر ج ۵، ص ۱۱۲، شرح المواقف ج ۸، ص ۳۵۸)

۲۔ الصواعق المحرقہ ص ۲۱ (۳۶) تاریخ الخمیس ج ۲، ص ۲۳۳ (ج ۲، ص ۲۰۹)

۱۔ یا اس نے اسلام کے بعد کفر اختیار کیا ہو۔ (۱)

۲۔ یا زنا محضہ کیا ہو۔

۳۔ یا قتل کیا ہو۔ (۲)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ لا الٰہ الا اللہ کہیں، ان کا خون نہ بہاؤں، نہ مال لوں، ان کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔ کیا زکوٰۃ نہ دینے سے اسلامی حرمت ختم ہو جاتی ہے، لوٹ مار جائز ہو جاتی ہے، اس کی بیوی کے ساتھ ہم بستری جائز ہو جاتی ہے۔؟؟؟!!!!

جو لوگ خالد کی صفائی میں کہتے ہیں کہ اس نے گرم کپڑے پہنانے کی بات کی تھی، غلطی سے ضرار نے قتل کر دیا۔ یہ احمقانہ صفائی اس سے بھی بدتر ہے۔ کیا ضرار قبیلۂ بنی کنانہ سے تھا، وہ تو قبیلۂ بنی اسد سے تھا۔

پھر اگر یہ صحیح ہو تو ابو قتادہ کو غصہ کیوں آیا؟ حضرت عمر نے خالد کو دشمن خدا کیوں کہا؟ بھرے مجمع میں خالد کے چیتھڑے کیوں اڑائے: تو نے مسلمان کو قتل کیا پھر اس کی عورت پر چڑھ بیٹھا۔ میں تجھے سنگسار کروں گا۔ خالد خاموش کیوں رہ گیا؟ ابوبکر نے عمر کے الزام کی تصدیق کیوں کی؟ صفائی میں صرف اتنا کہا کہ خالد نے تاویلی غلطی کی۔

خالد نے مقتول سروں کو دیگ میں چڑھانے، عورتوں کو قید کرنے، مالک کی زوجہ سے ہم بستری کرنے اور مال کی غارت گری جیسے جرائم کیوں کیے؟ کیا یہ سب لغت بنی کنانہ میں ہیں؟؟؟

مؤرخین نے خالد کے حالات میں اسے مالک کا قاتل کیوں لکھا؟ (۳) ضرار کے حالات میں یہ کیوں لکھا کہ اسے خالد نے قتل مالک کا حکم دیا تھا؟ یہ تمام سوال، جواب طلب ہیں۔

۱۔ ابن ابی عاصم کی الدیات، ص ۹ سنن ابن ماجہ ج ۲، ص ۱۱۰ (ج ۲، ص ۸۴۷ حدیث ۲۵۳۳) سنن بیہقی ج ۸، ص ۱۹،

۲۔ صحیح مسلم (ج ۱، ص ۸۱ حدیث ۳۵ کتاب الایمان) الدیات ابن ابی عاصم، ص ۱۷، ۱۸، سنن ابن ماجہ ج ۲، ص ۳۵۷ (ج ۲، ص ۱۲۹۵ حدیث ۳۹۲۷، ۳۹۲۸) خصائص نسائی، ص ۷ (۴۳ حدیث ۹۱) سنن بیہقی ج ۸، ص ۱۹، ۱۹۶

۳۔ الاصابہ (ج ۲، ۴۳۲ نمبر ۵۲۷۰ حالات عبد ابن ازور) الاستیعاب ج ۱، ص ۳۳۸ (القسم الثانی، ص ۴۷ نمبر ۱۲۵۴) اسد الغابہ ج ۳، ص ۳۹ (ج ۳، ص ۵۳ نمبر ۲۵۶۰) خزانۃ الادب ج ۲، ص ۹ (ج ۳، ص ۳۲۶) الاصابہ ج ۲، ص ۲۰۹ (نمبر ۴۱۷۲)

یہ شہوت ہی کا پاپ ہے، مالک کی بیوی سے اسی رات ہم بستری کرنے کے لئے پاک نفس مومنوں کو قتل کرایا۔

یزید ابن معاویہ سے شادی کا لالچ دے کر معاویہ نے امام حسنؑ کو ان کی زوجہ سے زہر دلوایا۔(۱) کیا یہ تمام تاویلات اور اجتہادات لغت بنی کنانہ سے تعلق رکھتے ہیں؟؟؟

۲۔ دوسرا رخ یہ بھی بڑا بھیانک ہے کہ خلیفہ نے خالد اور ضرار جیسے شرابی اور جرائم پیشہ(۲) افراد کو لوگوں کے جان و مال اور عزت و ناموس پر مسلط کر دیا۔ حالانکہ احادیث میں اس کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ ان کے سامنے جب شکایت پہنچی تو انہوں نے سنی ان سنی کر دی۔ سوال یہ ہے کہ خلیفہ نے خالد سے باز پرس کیوں نہ کی؟ جبکہ انہوں نے نیک صحابی رسول کو قتل کیا۔ انہیں اس کے قصاص میں زنا کی سزا دینی چاہئے تھی۔ کوڑے مارتے کہ وہ مسلمانوں پر ظلم و ستم کا مرتکب ہوا۔ جب کہ اقدام خالد پر ناپسندیدگی ظاہر کی۔

مالک کے بھائی متمم کو دیت ادا کی۔ خالد کو حکم دیا کہ عورت کو طلاق (۳) دیں تو پھر خالد کو معزول کیوں نہ کیا؟ ان تمام باتوں کو چھوڑیئے! کیا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے نقطۂ نظر سے خالد ڈانٹ ڈپٹ کا بھی مستحق نہیں تھا؟ اس کو تو کافروں کے خلاف خدائی تلوار کا خطاب دے دیا تھا۔ وہ کبھی صفائی دیتے تھے کہ خالد نے تاویل میں غلطی کی۔ کبھی لوگوں کو اس کے خلاف غم و غصہ سے منع کرتے تھے۔(۴)

ذرا قارئین اس رخ سے بھی غور کریں کہ کیا اس قسم کے بھیانک پاپ کو تاویل و اجتہاد کہا جا سکتا ہے؟ ہم تو نہیں سمجھتے کہ کوئی بھی شریف انسان اسے اچھا کام کہے گا۔ قرآن و حدیث میں جان و مال اور ناموس کے متعلق جو واضح تاکیدیں ہیں، ان کی روشنی میں یہ جان بوجھ کر پاپ کرنا، تاویل و اجتہاد کیسے

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۴، ص ۲۲۶ (ج ۱۳ ص ۲۸۴ نمبر ۱۳۸۳، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۷، ص ۳۹)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷، ص ۳۰ (ج ۲۴، ص ۳۹۰۔۳۸۹ نمبر ۲۹۳۱، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۱، ص ۱۵۴) خزانۃ الادب ج ۲، ص ۸ (ج ۳، ص ۳۲۶) الاصابۃ ج ۲، ص ۲۰۹ (نمبر ۴۱۷۲)

۳۔ الاصابۃ ج ۱، ص ۴۱۵

۴۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۴، ص ۱۸۷ (ج ۱۷، ص ۲۱۳ کتاب ۶۲)

ہو جائے گا؟ خلیفہ یہاں تو تاویل کا بہانہ کرتے ہیں لیکن قدامہ بن مظعون نے شراب نوشی میں یہی تاویل کا بہانہ کیا تو عمر نے قبول نہیں کیا۔ انہیں تازیانے سے اذیت دی۔(۱)

ابن ابی شیبہ و ابن ابی منذر وغیرہ (۲) نے لکھا ہے کہ شام میں کچھ افراد نے شراب پی اور کہا کہ آیت قرآنی ہماری تائید میں ہے:

﴿لیس علی الذین آمنوا و عملوا الصالحات جناح فیما یعملوا﴾

عمر نے ان کی تاویل کو مسترد کر کے، انہیں سزا دی (۳)۔ ابوجندل نے بھی یہی حرکت کی تو انہیں ابوعبیدہ نے سزا دی۔(۴)

خدائی تلوار کا تقاضہ تو یہ تھا کہ بندگان خدا کی جان و مال و ناموس محفوظ رہے، انہیں اپنی شہوت پرستی کا نشانہ نہ بنایا جائے، آبروئے اسلام کا تیاپانچہ نہ کیا جائے۔ آخر خالد کی کیا حیثیت تھی کہ خلیفہ اس کی حمایت میں قرآن و حدیث و اختلاف صحابہ کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ جسے خلیفہ دوم نے اسے "عدو اللہ" کہا ہے۔(۵)

خالد کو خدائی تلوار کیسے کہا جائے گا؟ اس کی تو ساری زندگی درندگی، سفاکی اور سنگ دلی سے بھری ہے۔ مالک بن نویرہ کے ساتھ درندگی کا برتاؤ کیا، مجاعہ کی بیٹی کے نکاح کے معاملہ میں خود ابوبکر نے خالد کو خط لکھا تھا کہ تم عورتوں سے نکاح کے چکر میں پڑے ہو جبکہ ابھی بارہ سو مسلمانوں کا خون خشک بھی نہیں ہوا ہے۔(۶)

رسولؐ کے زمانے میں خالد نے جو درندگی دکھائی تو رسول اسلامؐ نے بارگاہ خدا میں ہاتھ اٹھا کر

۱۔ سنن بیہقی ج ۸، ص ۳۱۶

۲۔ المصنف فی الاحادیث والآثار (ج ۹، ص ۵۴۶ حدیث ۸۴۵۸)

۳۔ الدر المنثور ج ۲، ص ۳۲۱ (ج ۳، ص ۱۷۴)

۴۔ الروض الانف ج ۲، ص ۲۳۱ (ج ۶، ص ۴۸۹)

۵۔ تاریخ طبری (ج ۳، ص ۲۷۹ حوادث ۱۱ھ)

۶۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۵۴ (ج ۳، ص ۳۰۰ حوادث ۱۱ھ تاریخ الخمیس ج ۳، ص ۳۴۳ (ج ۲، ص ۲۱۸)

برائت کا مظاہرہ کیا۔(۱) پھر حضرت علیؑ کو روانہ فرمایا اور آپ نے جذیمہ کی دلجوئی کی۔

خود عبدالرحمٰن بن عوف نے خالد سے کہا کہ تو نے جاہلی عہد کی سفا کی کا مظاہرہ کیا۔(۲)

یہ تھا عہد ابوبکر میں خالد کے ہاتھوں تباہ کاری کا کچا چٹھا، جس سے جاہلی عہد کے پاپ بھی شرما جائیں اور یہ تھی صدر اسلام کی سیرت۔ یہ کیسے سیف اللہ تھے، جن کے حرکات سے رسولؐ نے برائت کی اور ابوبکر اس کی صفائی دے رہے ہیں۔

ثلث کا چکر

عبدالرحمٰن بن عوف ابوبکر سے مرض الموت کے وقت ملنے گئے۔ انہیں اچھی حالت میں دیکھ کر عبد الرحمٰن نے کہا: الحمد للہ! آپ اچھی حالت میں ہیں۔ ابوبکر نے کہا: تم ایسا ہی دیکھ رہے ہو؟ بولے: ہاں! ابوبکر نے کہا: میں نے تم سے بہتر کو حکمراں بنایا ہے، لیکن تم میں ہر شخص اس امید میں ہے کہ دوسرے کو چھوڑ کر اسی کو حکمراں بنا دوں۔ تم لوگ دنیا پر ریجھے ہوئے ہو۔ اگر وہ تمہاری امید کے مطابق ساز گار ہوئی تو حریر و دیبا پر سونے کے باوجود تمہیں ایسا محسوس ہوگا کہ گویا کانٹوں پر سو رہے ہو۔(۳)

خدا کی قسم! دنیا داری ہی تم لوگوں کی پیش رفت کے نتیجہ میں ایک دوسرے کی گردن مارنے سے کہیں بہتر ہے کہ دنیا کی آس لگائے رہو، خدا کی قسم! دنیا کی آس لگانے سے کہیں بہتر ہے کہ ایک دوسرے پر سبقت کرو اور باہم گردن مارنے میں مصروف رہو، تم لوگ کل قیامت میں پہلے گمراہ شمار کئے جاؤ گے، جو دائیں بائیں راہ راست سے بھٹک گئے۔ اے راستہ بتانے والے یا

عبدالرحمٰن نے کہا:

۱۔ الاستیعاب ج۱، ص۱۵۳ (القسم الثانی، ص۴۲۸ نمبر۶۰۳)

۲۔ سیرہ ابن ہشام (ج۴، ص۷۲)

۳۔ سیرہ ابن ہشام ج۴، ص۵۷۔۵۳ (ج۴، ص۷۳۔۷۰) طبقات ابن سعد مطبوعہ مصر، ص۶۵۹ (ج۲، ص۱۴۸۔۱۴۷) صحیح بخاری کتاب المغازی (ج۴، ص۱۵۷۷ حدیث ۴۰۸۴) تاریخ ابوالفداء ج۱، ص۱۴۵، اسد الغابہ ج۳، ص۱۰۲ (ج۲، ص۱۱۰ نمبر۱۳۹۹) الاصابۃ ج۱، ص۳۱۸ (نمبر۱۶۵۰) ج۲، ص۸۱ (نمبر۳۴۸۸)

خدا آپ پر رحم کرے! ذرا نرم، ورنہ آپ کی بیماری بڑھ جائے گی۔ آپ کے معاملات میں دو قسم کے آدمی دخیل ہیں:

ایک تو وہ جو آپ کا ہم خیال ہے، جو آپ کے ساتھ ہے۔ ایک وہ جو آپ کا مخالف ہے، وہ آپ کا مشیر ہے اور آپ کا ساتھی بھی ہے۔ جیسا کہ آپ کو یہی پسند بھی ہے۔ ہم تو آپ کو خیر اندیش ہی سمجھتے ہیں۔ ہمیشہ آپ نیک اور اصلاح پسند رہے۔ آپ نے دنیا میں کبھی کسی چیز کے فوت ہونے کا غم نہ اٹھایا۔

ابو بکر بولے: ٹھہرو! مجھے دنیا میں کبھی کسی چیز کا غم نہ ہوا لیکن تین باتوں کے فوت کا افسوس ہے۔ تین باتیں مجھ سے سرزد ہوئیں۔ حالانکہ مجھے نہیں کرنا چاہئے تھا۔ تین باتیں نہیں کیں حالانکہ مجھے کرنا چاہئے تھا اور تین باتیں میں رسولؐ سے پوچھنا چاہتا تھا۔

پہلی تین باتوں میں ایک تو یہ ہے کہ کاش میں نے بیت فاطمہؑ کی خانہ تلاشی نہ لی ہوتی حالانکہ لوگ وہاں جنگی تیاری میں مصروف تھے۔ دوسرے یہ کہ کاش میں نے فجاءۃ سلمٰی کو آگ میں نہ جلایا ہوتا۔ سیدھے سیدھے اسے قتل کر دیتا یا آزاد چھوڑ دیتا۔ تیسرے کاش میں سقیفہ کے دن خلافت کا قلادہ عمر یا ابو عبیدہ کے حوالے کر دیتا۔ وہ امیر ہوتے اور میں وزیر ہوتا۔

تین باتیں جو چھوڑ دیں، ان میں ایک تو یہ ہے کہ کاش جب اشعث بن قیس قید ہو کر آیا تھا، میں اس کی گردن مار دیتا۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ وہ ہر برائی میں مددگار ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کاش میں نے جب خالد کو مرتدین کی سرکوبی کے لئے بھیجا، میں خود صاحب واقعہ ہو جاتا۔ تیسرے یہ کہ کاش میں نے جب خالد کو شام کی مہم پر بھیجا تھا، عمر کو عراق بھیج دیتا۔ پھر تو خدا کی راہ میں میرے دونوں ہاتھ کھل جاتے، (اور اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے)!

اور کاش! میں نے رسولؐ سے پوچھ لیا ہوتا کہ آپ کے بعد خلافت کس کا حق ہے؟ تا کہ بعد میں کوئی اس کی مخالفت نہ کرتا اور کاش پوچھ لیا ہوتا کہ اس خلافت میں انصار کا بھی کوئی حق ہے؟ اور کاش میں نے بھتیجی اور پھوپھی کی میراث کا بھی مسئلہ پوچھ لیا ہوتا۔ یہ بات مجھے آج تک نہ معلوم ہو سکی۔ اس کے

تمام اسناد صحیح ہیں اور رجال موثق ہیں۔(١)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں نو باتیں زیر بحث آتی ہیں۔تین باتیں تو خلیفہ کی سمجھ کی وجہ سے فوت ہوگئیں ان پر عمل نہ کر سکے۔فجاۂ کے نذر آتش کرنے کی تفصیل ہم پچھلے صفحات میں پیش کر چکے ہیں۔رہ گئی یہ تمنا کہ خلافت کا قلادہ عمر وابوعبیدہ کے گردن میں ڈال دیتے۔اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ خلیفہ کو عمر کے آخری ایام میں سمجھ میں آیا کہ جس بوجھ کو ہم نے اٹھالیا ہے، یہ شرعی لحاظ سے جائز نہیں تھا۔نہ یہ خلیفہ تھے، نہ وصی تھے۔کیونکہ وصیت کرنے والا کسی معین شخص کے متعلق ہی وصیت کرتا ہے اور وہی خلیفہ ہوتا ہے۔اسی نکتہ کی طرف خلیفہ ثانی بھی متنبہ ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ابوبکر کی بیعت جاہلی عہد کی طرح کا ایک ہنگامی حادثہ تھا۔خدا نے اس کے شر سے محفوظ رکھا، اب اگر کوئی اس کا اعادہ کرے تو اسے قتل کردو!(٢) اب یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ خلافت کے معاملہ میں ابوبکر کی غلطی تھی یا عمر کی یا دونوں کی۔

ہمارے سامنے تو انبیاء ومرسلین کا گروہ ہے، جنہوں نے اپنے بعد خلیفہ کی واضح لفظوں میں وصیت کی، انہوں نے اپنی امت پر چھوڑ نہیں دیا کہ جسے چاہیں منتخب کرلیں اور کیا کسی سمجھدار کی عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ جانشین کا معاملہ امت کے سپرد کردیا جائے۔جنہیں نہ تو مقام نبوت کا پتہ ہے، نہ ان کے اہل وعیال کی خبر ہے۔

کوئی بھی انسان جسے اپنے گھر والوں سے ہمدردی ہے، وہ وصیت ضرور کرے گا۔یہ رسم عہد صحابہ سے آج تک چلی آرہی ہے۔خود اسلامی شریعت بھی اس کا اقرار کررہی ہے۔صحیح بخاری ومسلم میں یہ حدیث ہے کہ وصیت کو لکھ کر گھر والوں کے حوالے کردینا چاہیے (٣)۔جب عام لوگوں میں وصیت کا ثبوت موجود ہے تو خلافت راشدہ اور ابدی شریعت کیا بغیر ذمہ دار کو معین کیے رہ سکتی ہے؟ جان، مال،

١۔ابوعبید کی الاموال، ص١٣١ (١٧٤، حدیث ٣٥٣) تاریخ طبری ج٤، ص٥٢ (ج٣، ص٤٢٩ حوادث ١٣ھ) الامامۃ والسیاسۃ ج١، ص١٨ (ج١، ص٢٤) مروج الذھب ج١، ص٤١٤ (ج٢، ص٣١٧) العقد الفرید ج٢ ص٢٥٤ (ج٤، ص٩٣)

٢۔تاریخ طبری ج٣، ص٢١٠ (ج٣، ص٢٢٣ حوادث ١١ھ) الصواعق المحرقہ، ص٢١ (٣٦) التمہید باقلانی، ص١٩٦، شرح ابن ابی الحدید ج١، ص١٢٣، ١٢٤ (ج٢، ص٢٦ خطبہ ٢٦) ج٢، ص١٩ (ج٦، ص٤٧، خطبہ ٦٦)

٣۔صحیح بخاری ج٤، ص٢ (ج٣، ص١٠٠٥ حدیث ٢٥٨٧) کتاب الوصیۃ، صحیح مسلم ج٢، ص١٠ (ج٣، ص٣٣٦ حدیث ٤، کتاب الوصیۃ)

ناموس، احکام و اخلاق اور عمومی مصلحت و؟ کے متعلق ضرور کوئی وصیت کر جائے گا۔ عائشہ و عبداللہ بن عمر اور معاویہ کے خیالات آپ نے گذشتہ صفحات میں پڑھ لئے۔ وہ جانوروں کو بغیر نگہبان چھوڑنے کی مذمت کرتے ہیں، اس لئے امت کا نگہبان ضرور معین کرنا چاہئے (۱)۔ کیا یہ عقل رسولؐ کے پاس نہیں تھی؟ کیا رسولؐ اپنی امت کو بغیر جانشین اور نگہبان کے چھوڑ جائیں گے؟

یقیناً رسول اعظمؐ نے اپنے بعد وصی کا انتظام کیا تھا۔ اپنے خلیفہ کے لئے نص کی تھی۔ امت کو پیغام بھی پہنچا دیا تھا اور یہ بھی خبر دی تھی کہ وصی کے ساتھ غداری کی جائے گی۔ (۲) مستدرک حاکم میں صحیح روایت ہے کہ رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: تم میرے بعد پریشانی میں مبتلا ہوگے۔ علیؑ نے پوچھا: کیا میرا دین سلامت رہے گا؟ فرمایا: ہاں! تمہارا دین سلامت رہے گا۔ (۳) حضرت علیؑ سے یہ بھی فرمایا تھا: میری امت کے سینے میں تمہارے خلاف عناد جوش مار رہا ہے۔ میرے بعد وہ لوگ اسے ظاہر کریں گے۔ (۴) اور یہ بھی فرمایا: میرے بعد تم بلاؤں میں مبتلا کئے جاؤ گے، ان سے ہرگز قتال نہ کرنا۔ (۵)

پھر خلیفہ کو سقیفہ کی کاروائی پر ندامت تھی۔ انہوں نے دونوں میں سے کسی ایک کی گردن پر یہ بار کیوں نہ رکھ دیا۔ تو کیا یہ ندامت حق کی بنا پر ہے، اگر ایسا ہے تو حق کے معاملہ میں ندامت نہیں ہونی چاہئے اور اگر ایک باطل کام کی ندامت ہے، تب تو خلافت راشدہ کی تمام بنیاد ہی منہدم ہوئی جاتی ہے۔

۱۔ سنن بیہقی ج ۸، ص ۱۴۹، صحیح مسلم (ج ۴، ص ۱۰۲ حدیث ۱۲، کتاب الامارۃ) ابن جوزی کی سیرہ عمر، ص ۱۹۰ (۱۹۵) ریاض النضرۃ ج ۲، ص ۴۷ (ج ۲، ص ۳۵۳) حلیۃ الاولیاء ج ۱، ص ۴۴، فتح الباری ج ۱۳، ص ۱۷۵ (ج ۱۳، ص ۲۰۶) الامامۃ والسیاسۃ ج ۱، ص ۲۲ (ج ۱، ۲۸) طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۲۴۹ (ج ۳، ص ۳۴۳) تاریخ طبری ج ۶ ص/ ۱۷۰ (ج ۵ ص/ ۲۰۴ حوادث ۱۱ھ) الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص/ ۱۵۱ (ج ۱ ص/ ۱۵۹)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۱۴۰، ۱۴۲ (ج ۳، ص ۱۵۰ حدیث ۴۶۷۶، ص ۱۵۳ حدیث ۴۶۸۶) تاریخ بغداد ج ۱۱، ص ۲۱۶ (نمبر ۵۹۲۸) البدایۃ والنھایۃ ج ۶، ص ۲۱۹ (ج ۶ ص/ ۲۴۴) کنز العمال ج ۶، ص ۱۵۷ (ج ۱۱، ص ۶۱۷ حدیث ۳۲۹۹۷)

۳۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۱۴۰ (ج ۳، ص ۱۵۱ حدیث ۴۶۷۷، تلخیص مستدرک کا بھی یہی حوالہ ہے)

۴۔ تاریخ ابن عساکر (حالات حضرت علی مطبوعہ تحقیق شدہ نمبر ۸۳۷۔۸۳۴) ریاض النضرہ ج ۲، ص ۲۱۰ (ج ۳، ص ۱۶۲) کفایۃ الطالب، ص ۱۴۲ (ص/ ۲۷۳ باب ۶۶) مقتل خوارزمی ج ۱، ص ۳۶

۵۔ کنوز الدقائق، ص ۱۸۸۔

دوسرے یہ کہ وہ جن دونوں کی گردن پر بار تھوپنا چاہتے ہیں، وہ ہر اعتبار سے پست ہیں۔ ان سے ہر لحاظ سے بہتر مولا علیؑ تھے، جن کی سبقت اسلامی اور دیگر فضائل کے ساتھ رسولؐ سے دامادی اور قریبی رشتہ داری تھی، صاحب یوم غدیر تھے، دوسرے موقع پر بھی رسولؐ نے ان سے وصیت کی تھی، قرآن کی روشنی میں نفس نبیؐ اور طاہر و مطہر تھے۔ خلیفہ نے ان کی گردن پر بار ڈالنے کی بات کیوں نہ سوچی کہ امت صراط مستقیم پر باقی رہتی۔ حدیث رسولؐ کی روشنی میں یہ ہادی و مہدی اور امت کو جنت میں پہنچاتے۔

اب رہ گئی، خانۂ فاطمہؑ کی تلاشی کی بات۔ (۱) اس پر گذشتہ جلدوں میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ یہ ایسی مجرمانہ حرکت تھی کہ فاطمہؑ کا کلیجہ جلتا رہا، آپ ہر نماز کے بعد ان کے لئے بدعا کرتی رہیں۔ حیرت تو اس پر ہے کہ امت ان پر مظالم ڈھاتی رہی اور ارشاد رسولؐ گونجتا رہا: جو اسے پہچانتا ہے وہ مجھے پہچانتا ہے، جو نہیں پہچانتا ہے، وہ پہچان لے یہ میری پارۂ جگر ہے، یہ میرا قلب ہے، میرے پہلو کی روح ہے، جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی (۲)

رسولؐ کا ارشاد گونجتا رہا: فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، اسے خوش کرنے والا مجھے خوش کرتا ہے، اسے اذیت دینے والا مجھے اذیت دیتا ہے۔

فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس نے اس کو غضبناک کیا، اس نے مجھے غضبناک کیا۔ (۳)

فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے؛ جس نے اس کا حق روک لیا، اس نے میرا حق روک لیا۔ جس نے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا، اس نے میرے ساتھ حسن سلوک کیا۔ (۴)

۱۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۱۰ (ج ۳، ص ۲۲۳ حوادث ۱۱ھ) شرح ابن ابی الحدید ج ۱، ص ۵۸ (ج ۱، ص ۱۷۴ خطبہ ۳) العقد الفرید ج ۲، ص ۲۵۰ (ج ۴، ص ۸۷) تاریخ ابولفداء ج ۱، ص ۱۵۶، اعلام النساء ج، ص ۱۲۰۷ (ج ۴، ص ۱۱۴)

۲۔ صحیح بخاری (۵، ص ۲۰۰۴ حدیث ۴۹۳۲) صحیح مسلم (ج ۵ ص / ۵۳ حدیث ۹۳ کتاب فضائل الصحابہ) ترمذی (ج ۵ ص / ۶۵۵ حدیث ۳۸۶۷) مسند احمد ج ۴ ص / ۳۲۸ (ج ۵ ص / ۴۳۰ حدیث ۱۸۴۴۷) خصائص نسائی ص / ۳۵ (ص / ۱۴۶ حدیث ۱۳۳) سنن نسائی ج ۵، ص ۹۷ حدیث ۸۳۷۰ کتاب المناقب، الاصابۃ ج ۴، ص ۳۷۸ (نمبر ۸۳۰)

۳۔ صحیح بخاری (ج ۳، ص ۱۳۶۱ حدیث ۳۵۱۰) خصائص نسائی، ص ۳۵ (ص / ۱۴۷ حدیث ۱۳۵، سنن نسائی حدیث ۸۳۷۱)

۴۔ مسند احمد ج ۴، ص ۳۲۳، ۳۳۲ (ج ۵، ص ۴۲۳ حدیث ۱۸۴۲۸، ص ۴۳۵ حدیث ۱۸۴۵۱) الصواعق المحرقہ، ص ۱۱۲ (۱۸۸)

فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، اس کو مسرور کرنے والا مجھے مسرور کرتا ہے۔ (۱)

اے فاطمہؑ! تیرے غم وغصہ سے خدا غضبناک ہوتا ہے اور تیری خوشی سے خدا راضی ہوتا ہے۔ (۲)

ان تمام ارشادات کو جانتے، بوجھتے خلیفہ کو ندامت ہے۔ اب ندامت سے ہونا کیا ہے؟ بات تو گذر گئی۔ جو ہونا، تھا وہ ہوا خلیفہ کو ندامت ہے، حالانکہ فاطمہؑ قبر میں آرام فرما رہی ہیں۔

وہ تین جن کے چھوڑنے پر خلیفہ کو ندامت ہے، وہ انہوں نے جان بوجھ کر ہی حکم شرعی کے مطابق انجام نہ دیں۔ یہاں تک کہ ان کی غلطی پر سبھی نے انگلی اٹھائی۔ خلیفہ رسولؐ نے ایسی فاحش غلطی کیوں کی؟ اشعث بن قیس کا واقعہ اس بات کی واضح علامت ہے کہ خلیفہ کی ندامت صحیح تھی کیونکہ وہ شخص مرتد ہو گیا تھا اور اس نے پاپ کے ڈھیر لگا دیئے۔ مسلمانوں کو قتل کیا۔ اسے گرفتار کر کے خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے پوچھا: تمہیں بتاؤ! تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟ اس نے کہا: مجھ پر احسان فرمایئے اور یہ آہنی زنجیر کھلوا دیجئے۔ اپنی بہن ام فروہ سے میرا نکاح کر دیجئے۔ کیونکہ میں پھر اسلام قبول کرتا ہوں۔ ابوبکر نے کہا: اچھا چلو! میں نے یہ سب کچھ کر دیا۔ پھر اپنی بہن ام فروہ بنت ابو قحافہ سے اس کا نکاح کر دیا۔

اشعث تلوار لئے ہوئے اونٹوں کے بازار میں گھس گیا اور لگا اونٹوں کو ذبح کرنے۔ لوگ چلانے لگے: اشعث کافر ہو گیا ہے۔ جب کئی اونٹ ذبح کر کے فارغ ہوا تو بولا: میں خدا کی قسم! کافر نہیں ہوا ہوں۔ لیکن اس مرد (ابوبکر) نے اپنی بہن کا نکاح مجھ سے کر دیا ہے۔ اگر ہم اپنے شہر میں ہوتے تو اس طرح دعوت ولیمہ کا انتظام کرتے۔ مدینہ والو! کھاؤ جی بھر کے اور اے اونٹ والو! آ کر اپنا دام مجھ سے لے لو۔ وہ دن جیسے قربان کا دن معلوم ہو رہا تھا۔ چنانچہ ویرہ بن قیس اور اصبغ بن حرملہ نے اس سلسلہ میں اشعار بھی کہے ہیں۔ (۳)

۱۔ الاغانی ج۸، ص۱۵۶ (ج۹، ص۳۰۱)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین ج۳، ص۱۵۴ (ج۳، ص۱۶۷ حدیث ۴۷۳۰)

۳۔ تاریخ طبری ج۳، ص۲۷۶ (ج۳، ص/۳۳۹ حوادث ۱۱ھ) ثمار القلوب ثعلبی، ص۶۹ (ص/۸۸ نمبر ۱۲۹) الاستیعاب ج۱، ص/۵۱ (القسم الاول ۱۳۳۔۱۳۴ نمبر ۱۳۵) تاریخ کامل ج۲، ص۱۶۰ (ج۲، ص۳۹ حوادث ۱۱ھ) مجمع الامثال میدانی ج۲، ص۳۴۱ (ج۳، ص۴۵۴ نمبر ۴۴۴۲) الاصابہ ج۱، ص۵۱ (نمبر ۲۰۵) ج۳، ص۶۳۰ (نمبر ۹۱۰۶)

آخری تین بات جسے رسولؐ سے پوچھنا تھا۔ ان تین باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ کی دینی واقفیت صفر کے برابر تھی۔ انہیں میراث کے احکام بھی معلوم نہیں تھے، جسے معمولی مسلمان بھی جانتا ہے۔ پھر انہیں یہ شک تھا کہ یہ خلافت نص رسولؐ کے ذریعہ منعقد ہوتی ہے یا ووٹینگ سے اور اگر ووٹینگ کے ذریعہ ہوتی ہے تو کیا اس میں مہاجرین ہی کا حق ہے یا انصار بھی حق رکھتے ہیں؟

اس سوال کا جواب ہر آزاد انسان کی سمجھ کے حوالے ہے۔

اگر وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھتے تو یہی جواب ملتا:

جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں۔ (۱)

میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، ایک خدا کی کتاب، دوسرے میرے اہل بیتؑ (۲)

علی علیہ السلام کو مجھ سے وہی نسبت ہے، جو ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (۳)

مجھے علیؑ کے بارے میں تین باتوں کی وحی ہوئی ہے: وہ مسلمانوں کے سردار ہیں، تقویٰ شعاروں کے امام ہیں اور اجلے چہرے والوں کے قائد ہیں۔ (۴)
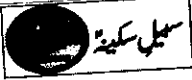
علیؑ صدیق اکبر اور اس امت کے فاروق ہیں، جو حق و باطل میں فرق کریں گے۔ وہ مومنوں کے یعسوب ہیں، اور میرا دروازہ ہیں، وہ میرے بعد میرے خلیفہ اور جانشین ہیں۔ (۵)

۱۔ پہلی جلد مین تفصیل سے اس پر بحث ہوئی ہے

۲۔ بیس سے زیادہ صحابہ سے مروی یہ حدیث مختلف الفاظ میں متعدد صحاح ومسانید میں نقل ہوئی ہے مثل صحیح مسلم ومسند احمد۔

۳۔ سنن ترمزی ج ۲، ص ۲۱۳ (ج ۵، ص ۵۹۶ حدیث ۳۷۲۴) المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۱۰۸ (ج ۳، ص ۱۱۷ حدیث ۴۵۷۵) صحیح مسلم (ج ۵، ص ۲۳ حدیث ۳۲ کتاب فضائل الصحابۃ)

۴۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۱۳۸ (ج ۳، ص ۱۴۸ حدیث ۴۶۶۸)

۵۔ المعجم الکبیر (ج ۶، ص ۲۶۹ حدیث ۶۱۸۴) کفایۃ الطالب (ص ۱۸۷/ باب ۴۴) مجمع الزوائد ج ۹، ص ۱۰۲، تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲، ص ۱۳۰) کنز العمال ج ۶، ص ۵۶ (ج ۱۱، ص ۶۱۶ حدیث ۳۲۹۹۰) ریاض النضرہ ج ۲، ص ۱۵۵ (ج ۳، ص ۹۶)

علی علیہ السلام پرچم ہدایت، میرے دوستوں کے امام، میری اطاعت کرنے والوں کے نور اور تقویٰ شعاروں کے لئے لازم کلمہ ہیں۔ جو ان سے محبت کرتا ہے، وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ جو ان سے نفرت کرتا ہے، وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔(۱)

علیؑ میرے بھائی، میرے وصی اور میرے وارث اور خلیفہ ہیں میرے بعد۔(۲)

(علامہ امینیؒ نے مزید بیس احادیث اہل سنت کے حوالوں سے نقل کی ہیں)

آخر ان نصوص کے ہوتے، خلیفہ نے کیسے تمنا کی۔ کیا ان کے کان بھرے تھے؟؟ جو ان جامع کلمات کو نہ سن سکے۔ ان سے تو واضح طور سے خلافت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

کیا خلیفہ نے ان قبائل کے سامنے رسولؐ کی بات نہیں سنی تھی۔ جب بنی عامر نے کہا کہ کیا اس میں ہمارا بھی حق ہے؟ رسولؐ نے فرمایا تھا کہ خلافت و جانشینی کا معاملہ خدا کے حوالے ہے، وہ جسے چاہے گا، عطا فرمائے گا۔ کیا خلیفہ کہتے تھے کہ جو معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے کیا کبھی پلٹ کے امت کے ہاتھ میں آجائے گا؟! چاہے اجماع اور انتخاب کے شرائط بھی پورے نہ ہوں۔ جیسا کہ پہلی خلافت میں ہوا۔ وصیت واستخلاف سے ہوگا جیسا کہ دوسری خلافت میں ہوا اور شوریٰ کے حوالے ہوگا۔

جیسا کہ تیسری خلافت میں ہوا اور اس کا نتیجہ قتل و غارت گری کی شکل میں اختتام پذیر ہوا اور پھر بات بنی امیہ کے چھوکروں تک پہنچ جاتی ہے۔ اندھی عقیدت دیکھئے کہ ابو عبید نے اس روایت کو لکھ کر بیت فاطمہؑ کی خانہ تلاشی کی جگہ پر لکھ دیا ہے کہ کاش ایسا ویسا نہ کرتا۔ تاریخ میں ایسی خیانتیں بہت ہیں۔

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج۱، ص۶۷، شرح ابن ابی الحدید ج۲، ص۴۴۹ (ج۹/۱۶۷ خطبہ ۱۵۴) فرائد السمطین (ج۱، ص۱۵۱ حدیث ۱۱۴) مناقب خوارزمی، ص۲۳۵ (ص/۳۰۳ حدیث ۲۹۹) کفایۃ الطالب، ص۹۵ (ص/۲۱۵ باب ۵۹) نزہۃ المجالس ج۲، ص۲۴۱ (ج۲، ص۲۰۸)

۲۔ نقض العثمانیۃ (ص۳۰۳) تاریخ کامل ج۲، ص۲۴ (ج۱، ص۴۸۷) نسیم الریاض شرح الشفاء ج۳، ص۳۷ (ج۳، ۳۵) دلائل النبوۃ بیہقی (ج۲، ص۱۸۰ ـ ۱۷۸) تفسیر خازن (ج۳، ص۳۷۱) کنز العمال ج۶، ص۳۹۲ (ج۱۳، ص۱۲۸ حدیث ۳۶۴۰۸، ص۱۳۱ حدیث ۳۶۴۱۹) مسند احمد ج۱، ص۱۱۱ (ج۱ص/۱۷۸ حدیث ۸۸۵) منہاج السنۃ ج۴، ص۸۰ السیرۃ الحلبیۃ ج۱، ص۳۰۴ (ج۱، ص۲۸۶)

۱۲۔ یہودی کا سوال ابوبکر سے

انس بن مالک سے مروی ہے کہ وفات رسولؐ کے بعد ایک یہودی نے ابوبکر سے کہا: میں آپ سے کچھ ایسی باتیں پوچھنا چاہتا ہوں، جسے نبی یا وصی نبی کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ ابوبکر نے کہا: جو چاہے پوچھو۔ یہودی نے کہا کہ مجھے بتایئے، اللہ کے لئے کیا نہیں ہے اور کیا چیز اللہ کے پاس نہیں ہے اور کیا چیز اللہ نہیں جانتا؟ ابوبکر نے کہا: او یہودی! یہ سوالات کفر ہیں۔ ابوبکر اور دوسرے مسلمانوں نے یہودی کو زدوکوب کرنا چاہا۔ ابن عباس نے کہا: تم نے اس شخص کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ ابوبکر نے کہا: تم سنتے نہیں ہو کہ یہ شخص کیا بک رہا ہے؟ ابن عباس نے کہا: اگر تمہارے پاس جواب ہو تو بتاؤ ورنہ علیؑ کے پاس لے چلو، اس لئے کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ علیؑ کے لئے فرمایا: خدایا! اس کے قلب کی حفاظت فرما۔ یہ سن کر ابوبکر اور دوسرے مسلمان، علیؑ کے پاس گئے۔ ابوبکر نے کہا: اے ابوالحسنؑ! یہ یہودی مجھ سے زندیقوں کا سا سوال کر رہا ہے۔ علیؑ نے کہا: اے یہودی! تیرے کیا سوالات ہیں؟ یہودی نے کہا: میرے سوال کا جواب صرف نبی یا وصی نبی ہی جانتا ہے۔ آپ نے کہا: پوچھ لے! یہودی نے وہی سوالات دہرائے تو حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا جو چیز نہیں جانتا، وہ تم لوگوں کا قول ہے کہ ''عزیر'' خدا کے بیٹے ہیں اور خدا کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ اور جو چیز خدا کے پاس نہیں ہے وہ بندوں پر ظلم ہے۔ (یعنی خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا) اور جو چیز خدا کے لیئے نہیں ہے، وہ خدا کا شریک ہے۔ یہ سن کر یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور آپ ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ہیں۔ ابوبکر اور دوسرے مسلمانوں نے علی علیہ السلام سے عرض کی: اے دکھ درد کو ختم کرنے والے! (۱)

۱۳۔ عیسائیوں کا وفد اور ان کے سوالات

حافظ عاصمی نے سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ جب رسول خداؐ کی وفات ہوگئی تو قیصر روم

۱۔ المجتنی، ص ۳۵ (ص ۲۲)

کے پاس بہت سے عیسائی جمع ہوئے اور کہا: اے بادشاہ! ہم نے انجیل میں پڑھا ہے کہ عیسیٰؑ کے بعد ایک نبی آئے گا، جس کا نام ''احمد'' ہوگا اور ہم نے ان کے علامات ظہور پر غور کیا ہے اور اس کے خصوصیات ہمیں معلوم ہوئے ہیں، آپ ہماری رہنمائی فرمائیے کیونکہ دین و دنیا کی قیادت کے لئے ہم نے آپ پر اتفاق کیا ہے۔ یہ سن کر قیصر روم نے اپنے شہر کے سو آدمیوں کو بلا کے ان سے عہد لیا کہ بد دیانتی نہ کریں گے اور نہ کوئی چیز چھپائیں گے۔ اس نے کہا کہ اس نبی کے وصی کے پاس جاؤ اور وہ سوالات کرو جو نبی سے کئے جاتے ہیں، جو قبل ازیں ان پر آتا رہا ہے، جو انبیاء کی پہچان کا ذریعہ ہیں، اگر وہ سوالات کا جواب دیں تو اس وصی اور اس کے نبی پر ایمان لاؤ اور مجھے بھی خط لکھ کر خبر دینا اور اگر جواب نہ دے پائے تو سمجھ لینا کہ وہ اپنی قوم کا لیڈر رہے اور بس۔

وہ تمام لوگ وہاں سے چل کے بیت المقدس آئے۔ یہاں یہودیوں نے رأس الجالوت کے پاس آ کر وہی بات کہی۔ رأس الجالوت نے سو آدمیوں کو ان کے ساتھ کر دیا۔ سلمان کا بیان ہے کہ اس طرح سب مل کے مدینہ آئے۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ ابوبکر مسجد میں بیٹھے ہوئے، لوگوں کو فتوے دے رہے تھے۔ میں نے انہیں جا کر یہودیوں اور عیسائیوں کے آنے کی خبر دی۔ ابوبکر نے انہیں مسجد میں آنے کا حکم دیا۔ اس وقت رأس الجالوت مسجد میں آیا اور ابوبکر سے کہا کہ میرے ساتھ یہودیوں اور عیسائیوں کا وفد آیا ہے اور ہم آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں، اگر آپ جواب دے دیں گے تو ہم سمجھیں گے کہ آپ کا دین برحق ہے اور ہم مسلمان ہو جائیں گے اور اگر آپ نے صحیح جواب نہیں دیا تو ہم سمجھیں گے کہ ہمارا دین ہی سب سے بہتر ہے۔ ابوبکر نے کہا: جو جی چاہے پوچھو! میں ان شاء اللہ جواب دوں گا۔ رأس الجالوت نے پوچھا: ہم اور تم خدا کے نزدیک کیا ہیں؟ جواب دیا:

میں تو خدا کے نزدیک مومن ہوں، قیامت تک میرے دل میں یہی رہے گا، لیکن ہم نہیں جانتے کہ میرے بعد کیا ہوگا؟

رأس الجالوت نے کہا: اچھا تو بتائیے! جس جنت میں آپ ہوں گے اور جس جہنم میں ہم ہوں گے، ان کے صفات کیا ہیں، تاکہ ہم جہنم چھوڑ کر آپ کی جنت میں داخل ہو سکیں۔ یہ سن کر ابوبکر کبھی معاذ کو

دیکھتے، کبھی ابن مسعود کو۔ رأس الجالوت نے اپنی قوم سے مادری زبان میں کہا کہ یہ نبی نہیں ہے۔

یہ سن کر سلمان نے کہا: لوگوں آؤ! ہم تمہیں ایسی جگہ لے چلیں، جہاں اگر مسند قضا بچھادی جائے تو بیٹھنے والا اہل توریت کو توریت سے فیصلے کرے، اہل انجیل کو انجیل سے، اہل زبور کو زبور سے اور اہل قرآن کو قرآن سے۔ وہ ظاہر آیت کو باطن سمیت اور باطن کو ظاہر سمیت جانتا ہے۔

معاذ کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ علیؑ کے پاس گئے اور انہیں یہود و نصاریٰ کے آنے کی خبر دی۔ حضرت مسجد میں تشریف لائے اور یہودیوں سے کہا کہ جو چاہے پوچھ لو! میں تمہیں بتاؤں گا، ان شاء اللہ۔ رأس الجالوت نے پوچھا: ہم اور آپ خدا کی نظر میں کیا ہیں؟ علیؑ نے فرمایا: ہم تو خدا کی نظر میں قیامت تک مومن ہیں اور تم کافر ہو! ہم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد کیا ہوگا؟

رأس الجالوت نے کہا کہ ہم کو اپنی جنت اور اپنے جہنم سے باخبر کیجئے! تاکہ ہم اپنی جہنم چھوڑ کر آپ کی جنت میں داخل ہوسکیں۔ علیؑ نے کہا: میں نے تو جنت اور عذاب جہنم کا مشاہدہ نہیں کیا، بتاؤں کیسے؟ لیکن خدا نے مومنوں کے لئے جنت اور کافروں کے لئے جہنم بنایا ہے؟۔ رأس الجالوت نے کہا: آپ نے صحیح فرمایا۔ نبی کی بات کی تصدیق کرنے والا مومن ہوتا ہے اور مخالفت کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ آپ اتنا بتائیے کہ آپ نے محمدؐ کو خدا کے ذریعہ پہچانا ہے یا خدا کو محمدؐ کے ذریعہ؟ فرمایا: میں نے محمدؐ کو خدا کے ذریعہ پہچانا ہے نہ کہ خدا کو محمدؐ کے ذریعہ۔ کیونکہ محمدؐ مخلوق، محدود اور بندۂ خدا ہیں۔ خدا نے انہیں مصطفیٰ فرمایا اور اپنی مخلوق کے لئے انہیں چن لیا، انہیں فرشتوں کی طرح نبوت کا الہام فرمایا۔ انہوں نے خدا کو بلا کیف وشبہ کے پہچانا ہے۔ رأس الجالوت نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ مجھے بتائیے کہ خدا دنیا میں ہے یا آخرت میں؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: ظرفیت سے تو خدا محدود ہو جائے گا۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ خدا دنیا و آخرت میں جو کچھ ہے سب کو جانتا ہے، اس کا عرش ہوائے آخرت پر ہے اور وہ دنیا پر محیط ہے اور آخرت بمنزلۂ قندیل ہے، جو اس کے وسط میں ہے اگر خالی ہو جائے تو ٹوٹ جائے۔ اور اگر اس سے نکال لیا جائے تو اپنی جگہ پر باقی نہ رہے اسی طرح دنیا بالکل وسط آخرت میں ہے۔ راس الجالوت نے کہا: آپ نے سچ فرمایا، بتایئے کہ پروردگار حامل ہے یا محمول؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: حامل ہے۔ رأس

الجالوت نے کہا: یہ ہم کیسے مانیں؟ ہم نے تو توریت میں پڑھا ہے کہ تمہارے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ علیؑ نے فرمایا: اے یہودی! بے شک ملائکہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور ثریٰ ہوا کو اٹھائے ہوئے ہے۔ اور ثریٰ قدرت خداوندی سے بنی ہوئی ہے۔ یہی مفہوم ہے ارشاد خداوندی کا: ''اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور جو کچھ اس کے درمیان یا ثریٰ کے نیچے ہے۔'' رأس الجالوت نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔

''اور یہ غلو پسندی دیکھئے''

یہ ابوبکر کے فتوؤں اور نظریوں کا مختصر تذکرہ تھا۔ اختصار کے باوجود ان کی قرآن وسنت سے واقفیت اور شرعی سمجھ بوجھ، احکام دین کا علم بہت حد تک واضح ہو جاتا ہے۔ کیا اس کے بعد یہ غلو پسندی نہیں ہے کہ جو کہا جاتا ہے کہ ہر شخص کو علم کا کچھ نہ کچھ حصہ ملتا ہے۔ ابوبکر کا علم حضرت علیؑ کے علم سے بہت زیادہ تھا۔(۱)

کیا یہ غلو نہیں ہے کہ ابوبکر، عمر، عثمان اور علیؑ کے قضایا اور فتاویٰ کو جمع کیا گیا ہے۔ انہیں دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ صحیح اور مدلل ابوبکر کے فیصلے اور فتوے ہیں، پھر عمر کے۔ اس لئے جتنے فیصلے اور فتوے علیؑ کے نص کے ہیں مخالف ہیں، ان کے مقابل عمر کے کم ہی ہیں۔ اب رہ گئے، ابوبکر تو ان کا کوئی بھی فیصلہ اور فتویٰ مخالف نص نہیں ہے۔ کیا یہ غلو نہیں ہے کہ علیؑ سے نہ تو عمر نے نہ ابوبکر کا اور نہ ہی دیگر اکابر صحابہ نے سوال پوچھا بلکہ علیؑ نے ابوبکر سے علم حاصل کیا۔(۲)

کیا یہ غلو نہیں ہے کہ ابن حجر صواعق محرقہ میں کہتے ہیں کہ ابوبکر اکابر مجتہدین میں تھے بلکہ صحابہ میں سب سے زیادہ عالم تھے، علی الاطلاق۔(۳)

کیا یہ غلو پسندی نہیں ہے کہ ابوبکر کو اعلم صحابہ اور ذکی ترین کہا جائے۔ پھر یہ بھی کہا جائے کہ وہ علم

۱۔ الفصل ابن حزم (ج ۴، ص ۱۳۶) المستدرک علی الصحیحین (ج ۳، ص ۱۴۰ حدیث ۴۶۴۵) کنز العمال ج ۶، ص ۱۳ (ج ۱۱، ص ۶۰۵ حدیث ۳۲۹۲۵) کنز العمال ج ۶، ص ۳۹۸ (ج ۱۱، ص ۶۰۵ حدیث ۳۲۹۲۶)

۲۔ منھاج السنۃ (ج ۳، ص ۱۲۸)

۳۔ الصواعق المحرقہ، ص ۱۹ (ص ۳۴)

سنت کے سب سے زیادہ واقف کار تھے۔ چنانچہ اکثر موقعوں پر صحابہ ان سے رجوع کرتے اور وہ ضرورت کے وقت علم نبیؐ سے جو حاصل کیا تھا، ظاہر فرماتے؟، وہ تو ابتدائے بعثت سے وفات رسول تک ہمیشہ صحبت سے سرفراز رہے۔(۱)

کیا یہ غلو پسندی نہیں کہ رسولؐ کی طرف یہ بات منسوب کی جائے کہ جو کچھ میرے سینے میں انڈیلا، وہ سب کچھ ابوبکر کے سینے میں اونڈیل دیا۔(۲)

کیا یہ غلو پسندی نہیں ہے کہ خواب میں بھرا ہوا ظرف علم، ابوبکر کے لئے وضع کیا گیا(۳)۔ کاش اس اور؟ دعووں، فریب کارانہ شور وشعب میں حدیث رسول کو بھی پیش کیا جاتا ہے، جو ان دعووں کے قطعی مخالف ہیں۔

آپ نے فاطمہ سے فرمایا: کیا تو راضی نہیں ہے کہ میں نے اول المسلمین اور سب سے بڑے عالم سے تیرا نکاح کیا ہے۔(۴)

آپ نے فرمایا: میں نے تیری شادی اپنی امت کے بہترین اور عالم ترین سے کی ہے۔(۵)

آپ نے فرمایا: میرے بعد میری امت کے سب سے بڑے عالم علیؑ ہیں۔(۶)

آپ نے فرمایا: میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔(۷)

آپ نے فرمایا: علیؑ میرے علم کا ظرف ہیں(۸)، علیؑ میرے علم کا باب ہیں(۹)، علیؑ میرے علم

۱۔ تاریخ الخلفاء، ص۲۹ (ص۳۹)

۲۔ سفر السعادۃ (ج۴، ص۲۱۱ کشف الخفاء ج۲، ص۴۱۹، اسنی المطالب، ص۱۹۴ (ص۳۹۱ حدیث ۱۲۶۲) الموضوعات الکبریٰ (ص۱۰۶)

۳۔ ریاض النضرۃ ج۱، ص۱۰۱ (ج۱، ص۱۳۰)

۴۔ المستدرک علی الصحیحین (ج۳، ص۱۴۰ حدیث ۴۶۴۵) کنز العمال ج۶، ص۱۳ (ج۱۱ص۶۰۵ حدیث ۳۲۹۲۵)

۵۔ کنز العمال ج۶، ص۳۹۸ (ج۱۱، ص۶۰۵ حدیث ۳۲۹۲۶)

۶۔ کنز العمال ج۶، ص۱۵۳ (ج۱۱، ص۶۱۴ حدیث ۳۲۹۷۷)

۷۔ المستدرک علی الصحیحین ج۳، ص۱۲۶ حدیث ۴۶۳۷،

۸۔ شمس الاخبار، ص۳۹ (ج۱، ص۱۰۶ باب ۷) کفایۃ الطالب، ص۷۰، ۹۳ (ص/۱۶۸ باب ۳۷)

۹۔ فردوس الاخبار ج۳، ص۶۵ حدیث ۳۱۸۱) کنز العمال ج۶، ص۱۵۶ (ج۱۱، ص۶۱۴ حدیث ۳۲۹۸۱)

کے خازن ہیں(۱)، علیؑ میرے علم کے پناہ گاہ ہیں۔(۲)

آپ نے فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں۔(۳) میں علم کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔(۴)

آپ نے فرمایا: میں علم کی ترازو ہوں اور علیؑ اس کے پلڑے ہیں۔(۵)

آپ نے فرمایا: میں حکمت کی میزان ہوں اور علیؑ اس کی زبان ہیں۔(۶)

آپ نے فرمایا: میری امت کے سب سے بڑے قاضی علیؑ ہیں۔(۷)

آپ نے فرمایا: تم سب سے بڑے قاضی علیؑ ہیں۔(۸)

اس کے علاوہ بے شمار ارشادات رسولؐ ہیں۔

کیا یہ احادیث رسولؐ اور گذشتہ جلدوں میں جو نوادر علم عمر کے شواہد پیش کئے، ان کے اور ان کے متعلق عائشہ، عمر، معاویہ، ابن عباس، ابن مسعود، عدی بن حاتم، سعید، ہشام بن عتبہ، عطاء اور عبداللہ بن حجل نے جو رائے دی ہے، اس کے قطعی مخالف نہیں ہیں؟ میں نے تیسری جلد میں حضرت علیؑ کے اعلم ہونے کی تحقیق پیش کی ہے۔ تمام اہل علم کا ارشاد ہے کہ حضرت علیؑ وارث علم نبیؐ تھے۔ خود حضرت علیؑ کا صحیح ترین ارشاد پیش کر چکا ہوں کہ ''میں رسولؐ کا بھائی، ان کا ولی، ابن عم اور ان کے علم کا وارث ہوں۔ مجھ سے زیادہ اس کا کون حقدار ہو سکتا ہے''؟؟؟!

۱۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲، ص ۴۴۸ (ج ۹، ص ۱۶۵ خطبہ ۱۵۴)

۲۔ کنز العمال ج ۶، ص ۱۵۳ (ج ۱۱، ص ۶۰۳ حدیث ۳۲۹۱۱)

۳۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۶۴، شرح المواہب زرقانی ج ۳، ص ۱۲۹

۴۔ ذخائر العقبیٰ ص ۷۷، الرقاۃ فی شرح المشکاۃ ج ۵، ص ۵۷۱،

۵۔ دیلمی نے فردوس الاخبار میں، سید علی ہمدانی نے روضۃ الفردوس، مودۃ القربیٰ اور السبعین فی فضائل امیر المومنین میں، عبدالوہاب بخاری نے تفسیر انوری میں اور قندوزی نے ینابیع المودۃ میں نقل کیا ہے،

۶۔ امام غزالی کا رسالہ عقلیہ منقول از الفواتح شرح دیوان امیر المومنین ص ۳،

۷۔ مصابیح بغوی ج ۲، ص ۲۷۷ (ج ۴، ص ۱۸۰ حدیث ۴۷۸۷) فتح الباری ج ۸، ص ۱۳۶ (ج ۸، ص ۱۶۷)

۸۔ الاستیعاب ج ۳، ص ۳۸ (القسم الثالث، ص ۱۱۰۲ نمبر ۱۸۵۵) المواقف ایجی ج ۳، ص ۲۷۶ (ص ۴۱۱)

آخر خلیفہ جی رسولؐ کے کس چشمۂ علم سے سیراب ہوئے تھے؟ انہیں تو اب اور کلالہ کا مطلب بھی معلوم نہیں تھا۔ دادا، دادی اور خلافت کے بارے میں رسولؐ سے پوچھ بھی نہیں سکے، یہ کیسے مفتی تھے؟!! آخر کیا ان کے سینے میں انڈیلا گیا تھا؟ ان تمام متذکرہ باتوں سے آپ نے اندازہ لگایا ہوگا کہ ابوبکر بعد رسولؐ اعلم حالانکہ حضرت علیؑ علم رسولؐ کی شاخ تھے، وہ وارث علم تھے، باب علم، پناہ گاہ علم اور خازن علم تھے۔ میں تو نہیں کہتا کہ ان کے ہوتے کسی کو اعلم صحابہ کہا جائے اور اگر غلو کی بات ہے تو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابوحنیفہ کا علم ابوبکر کے علم سے زیادہ تھا۔

جی ہاں! یہ غلو ہے۔ اے ابن حزم، تیمیہ، ابن کثیر اور ابن جوزی کے پرستارو!

خلیفہ کے مظاہر علم

پہلا مظاہرہ

خلیفہ کے علم کا پہلا مظاہرہ باقلانی (۱) اور سید احمد زینی دحلان (۲) کے مطابق موت رسولؐ کی خبر ہے۔ (جیسے ہی عمر نے کہا گر کسی نے یہ کہا تو اس کی گردن اس تلوار سے اڑا دوں گا) ابوبکر نے عمر کے سامنے یہ آیت پڑھی کہ رسولؐ مر چکے ہیں:

﴿و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل﴾ (۳)

ان دونوں نے یہ بات فراموش کر دی کہ ہر صحابی کو اس کی خبر تھی۔ یہ بات قطعی بعید ہے کہ جن کے سینے میں قرآن موجود تھا، وہ اس بات کو نہیں جانتے ہوں کہ رسول خداؐ کا انتقال ہو چکا ہے۔ آیات بھی اس سلسلے میں وارد ہیں:

﴿و ما کان لنفس ان تموت. و لکل امة اجل﴾

۱۔ التمہید ص/۱۹۱

۲۔ السیرۃ النبویۃ، مطبوع برحاشیہ سیرۂ حلبیہ ج ۳ ص/۳۷۶ (ج ۲ ص/۳۰۶)

۳۔ آل عمران/۱۴۴

اس کے علاوہ بے شمار احادیث بھی اس سلسلے میں ہیں کہ رسولؐ نے اپنی موت کی خبر صحابہ کو دے دی تھی۔ آخری حج سے واپسی پر مقام غدیر میں بھی اپنی موت کی اطلاع دی تھی۔

عمر نے وفات رسولؐ کا انکار جہالت کی وجہ سے نہیں کیا تھا، کیونکہ ابوبکر سے پہلے عمر بن زائدہ نے مسجد رسولؐ میں اس آیت کی تلاوت کی تھی۔(۱) لیکن عمر نے ان کی تلاوت کو نظر انداز کر دیا۔ جبکہ رسول خداؐ نے عمرو بن زائدہ کو تیرہ بار [۱۳] مدینہ میں اپنا جانشین بنا کر غزوات کی طرف کوچ کیا تھا۔(۲) اصل میں عمر کا موت رسولؐ سے انکار ایک سوچی سمجھی سیاست کے تحت تھا۔ اصل میں وہ ابوبکر کے آنے تک معاملہ کو ٹالنا چاہتے تھے، جو مدینہ سے باہر مقام سخ پر تھے(۳)۔ خود حضرت عمر کے عقیدت مند وفات رسولؐ کے انکار عمر کی صفائی میں یہی کہتے ہیں کہ وہ جاہل نہیں تھے، بلکہ ان پر گھبراہٹ اور بدحواسی چھا گئی تھی(۴)، اس لئے انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم! وہ مرے نہیں بلکہ اپنے پروردگار کی طرف چلے گئے ہیں۔(۵)

دوسرا مظاہرہ

ابن حجر(۶) نے خلیفہ کے علم کا دوسرا مظاہرہ بحوالۂ صحیح بخاری(۷) بیان کیا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد عمر خدمت نبیؐ میں آئے اور کہا کہ کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ فرمایا: بے شک ہوں۔ فرمایا: کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ فرمایا: بے شک ہیں۔ تو کہا کہ پھر ہم کیوں اپنے

۱۔ البدایہ والنہایہ ج۵، ص۲۴۳ (ج۵، ص۲۳۴ (ج۵، ص۲۶۳۔۲۶۲ حوادث ۱۱ھ) شرح المواہب زرقانی ج۸، ص۲۸۱

۲۔ الاصابہ ج۲، ص۵۲۳،

۳۔ تاریخ طبری ج۳، ص۱۹۷ (ج۳، ص۲۰۰ حوادث ۱۱ھ) طبقات ابن سعد، ص۸۶۷ مطبوعہ مصر (ج۲، ص۲۶۵) تفسیر قرطبی ج۴، ص۲۲۳ (ج۴، ص۱۴۳) عیون الاثر ج۲، ص۳۳۹ (ج۲، ص۴۳۳)

۴۔ شرح مقاصد تفتازانی ج۲، ص۲۹۴ (ج۵، ص۲۸۲)

۵۔ عیون الاثر ابن سید الناس ج۲، ص۳۳۹ (ج۲، ص۴۳۳)

۶۔ الصواعق المحرقہ (۳۳)

۷۔ صحیح بخاری (ج۳، ص۹۷۸ حدیث ۲۵۸۱)

دین کے بارے میں ذلت برداشت کر رہے ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا: میں خدا کا رسولؐ ہوں، میں خدا کی نافرمانی نہیں کر رہا ہوں۔ خدا ہی میرا مددگار ہے۔ عمر نے کہا: کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ ہم بہت جلد خانۂ کعبہ کی زیارت کریں گے اور طواف کریں گے؟ آنحضرت فرمایا: کہا تو تھا۔ کیا یہ بھی کہا تھا کہ اس سال طواف کریں گے؟ عمر نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: تو ہم بہت جلد خانۂ کعبہ کا طواف کریں گے۔ عمر کا بیان ہے کہ پھر ہم ابوبکر کے پاس گئے اور یہی سوال دہرایا۔ ابوبکر نے وہی جواب دیئے جو رسولؐ نے دیئے تھے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے تو صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر کو رسول خداؐ کی نبوت پر ایمان تھا۔ فطری اعتبار سے ہر مومن یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ رسول خداؐ اپنے پروردگار کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ خدا ان کا ناصر ہے۔ کوئی بھی واقعہ جو ہونے والا ہے، آج نہیں، تو کل ہوگا۔ اگر انسان عجلت پسند نہ ہو تو شک کی گنجائش ہی نہیں۔ یہ تو ایسی بات ہے، جس میں ابوبکر کے ساتھ تمام مسلمان شریک نہیں۔ اس واقعہ سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکر مطلقاً تمام صحابہ سے اعلم تھے۔ اگر عمر دوسرے صحابی سے یہ سوال کرتے تو وہ بھی یہی جواب دیتا۔ کیا عمر نے کسی دوسرے صحابی سے یہ سوال کیا تھا اور اس نے دوسرا کچھ جواب دیا؟ اس واقعہ سے ابوبکر کا عالم ہونا، کہاں سے ثابت ہوگیا۔ ابن حجرت (۱) نے جان بوجھ کر روایت کے الفاظ کو ساقط کردیا اور پھر لکھ مارا کہ ابوبکر تمام صحابہ سے اعلم تھے۔ کیونکہ بحوالۂ صحیح بخاری صلح حدیبیہ میں عمر کو سمجھاتے ہوئے، وہی جواب دیا، جو پیغمبر خداؐ نے دیا تھا۔ کیا ہم ابن حجر سے پوچھ سکتے ہیں کہ ابوبکر نے اس میں کون سا مشکل مسئلہ حل کیا ہے اور کون سی دقت نظر کی بات کہی ہے؟

تیسرا مظاہرہ

ابن حجر (۲) کے نزدیک واضح دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ سے مرسل روایت ہے کہ جب رسول خداؐ کی وفات ہوئی تو نفاق نے سر اٹھایا۔ عرب مرتد ہونے لگے، سبھی ہنگاموں کی زد میں تھے۔ کسی کا دماغ

۱۔ الصواعق المحرقہ۔ ص ۱۹ (ص ۳۳)

۲۔ الصواعق المحرقہ، ص ۱۹ (ص ۳۳)

قابو میں نہ تھا۔ ایسے میں لوگوں نے کہا کہ رسول کہاں دفن ہوں؟ کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ صرف ابوبکر نے کہا کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ ہم گروہ انبیاء نہ وارث ہوتے ہیں اور نہ وارث بناتے ہیں۔ پھر آگے لکھتے ہیں(۱) کہ یہ صحابہ کے درمیان پہلا اختلاف تھا۔ کوئی کہتا، اپنے وطن مکہ میں دفن ہوں، کوئی مسجد رسولؐ میں کہتا۔ بعض نے بقیع کی رائے دی۔ بعض نے بیت المقدس کی رائے دی کیونکہ وہاں بہت سے انبیاء دفن ہیں۔ یہاں تک کہ ابوبکر نے اپنے علم کی بنا پر لوگوں کو صحیح رائے دی۔ ابن زنجویہ کہتے ہیں کہ اس سنت کے متعلقؑ کی کوئی رائے میں ابوبکر منفرد ہیں۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ اس مرسل روایت عائشہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متذکرہ دونوں حدیثیں دوسرے صحابہ نے نہیں سنی تھیں۔ صرف ابوبکر نے سن لیں۔

اس سے ان کا اعلم ہونا کہاں سے ثابت ہو گیا۔ کیا دوسرے اصحاب جنہوں نے احادیث رسول سنیں اور ابوبکر نے انہیں نہیں سنا وہ اس معیار پر ابوبکر سے اعلم نہ ہو جائیں گے۔ انہیں تو ابّ، کلالہ اور دادا، دادی کی میراث کا پتہ بھی نہیں تھا۔ کیا انہیں مغیرہ ابن شیبہ، محمد بن مسلمہ اور عبدالرحمٰن بن سہیل کے بارے میں حدیث رسول کا پتہ تھا؟۔ ابن حجر کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہزاروں افراد نے حدیث رسول سنی تھی کہ ''ما بین قبری و منبری روضة من ریاض الجنة''

اسی طرح کی چار اور حدیثیں ہیں، جنہیں بخاری، احمد عبدالرزاق اور بیہقی وغیرہ نے نقل کی ہیں۔ انہیں تاریخ خطیب، ارشاد الساری، کنز العمال، وفاء الوفا وغیرہ بہت سی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔(۲)

کیا ابن حجر کے سمجھ میں نہیں آتا کہ جو اصحاب اس حدیث رسول کو سنے ہوئے ہیں، وہ رسولؐ کے

۱۔ الصواق المحرقہ (ص۳۴)

۲۔ مسند احمد (ج۳، ص۲۷۴ حدیث ۱۱۲۱۶) شعب الایمان (ج۳، ص۴۹۱ حدیث ۴۱۶۳) مسند بزار (ج۴، ص۴۴ حدیث ۱۲۰۶) المعجم الکبیر (ج۱۲، ص۲۲۷ حدیث ۱۳۱۵۶) تحفۃ الباری مطبوع بر ذیل ارشاد الساری ج۴، ص۴۱۲ ارشاد الساری (ج۴، ص۳۹۲۔۳۹۱ حدیث ۱۸۸۸) المصنف عبدالرزاق (ج۳، ص۱۸۲ حدیث ۵۲۴۳) تاریخ بغداد ج۱۱، ص۲۲۸، ۲۹۰، کنز العمال ج۶، ص۲۵۴ (ج۱۲، ص۲۶۰ حدیث ۳۴۹۴۷، ص۲۶۱ حدیث ۳۴۹۵۶) وفاء الوفا ج۱، ص۳۰۳ (ج۲، ص۴۲۸۔۴۲۷) سنن ترمذی (ج۵، ص۶۷۵ حدیث ۳۹۱۵، ۳۹۱۶) وغیرہ

مدفن سے بہر حال واقف تھے اور اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو یہ بات تو رسولؐ نے جسے غسل و کفن کی وصیت کی ہوگی، اسے معلوم ہوگی۔(۱) رسول کا جنازہ تو رات میں دفن ہوا۔(۲) ابو بکر اور دوسرے صحابہ دفن میں موجود بھی نہیں تھے۔(۳) اگر یہ روایت عائشہ صحیح ہوتی تو صرف ابن حجر نے صواعق ہی میں نہ لکھا ہوتا۔ عائشہ کا تو بیان ہے کہ ہمیں تو دفن رسولؐ کی خبر ہی نہ ہوئی، جب تک کہ رات کے سناٹے میں پھاوڑہ چلنے کی آواز نہ بلند ہوئی۔(۴) ان دونوں روایتوں میں جمع کی کیا صورت ہوگی؟

پھر یہ کہ اس حدیث کو غلط ثابت کرنے والی حقیقتیں بھی موجود ہیں۔ آدم علیہ السلام مکہ میں پیدا ہوئے اور کوہ ابو قبیس پر دفن ہوئے۔(۵) ابراہیمؑ نے کوہ جبرون میں ایک مغارہ خریدا وہیں خود، سارہ اور اسحاق علیہ السلام دفن ہوئے۔ یعقوب علیہ السلام کا انتقال سفر میں ہوا اور یوسفؑ نے انہیں، مغارہ جبرون میں دفن کیا۔(۶)

چوتھا مظاہرہ

میراث کی روایت ہے، ابن حجر کے خیال میں یہ ناقص حدیث ابو بکر کے اعلم ہونے کی دلیل ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اس کی روایت علیؑ، عباس، عثمان، عبد الرحمٰن بن عوف اور زبیر و سعد وغیرہ نے کی ہے۔ سب سے پہلے اس کی نشاندہی ابو بکر نے کی پھر دوسرے لوگوں نے کی۔(۷)

۱۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۲۸۱۔۲۸۰، ۲۷۸) الخصائص الکبری ج ۲، ص ۲۷۶، ۲۷۷ (ج ۲، ص ۴۸۲، ۴۸۳)

۲۔ سنن ابن ماجہ ج ۱، ص ۴۹۹ (ج ۱، ص ۵۲۱ حدیث ۱۶۲۸) مسند احمد ج ۶، ص ۲۷۴ (ج ۷، ص ۳۹۰ حدیث ۲۵۸۱۷)

۳۔ طبقات ابن سعد، ص ۸۲۴، مطبوعہ لیدن ج ۲ القسم الثانی، ص ۷۸ (ج ۲، ص ۳۰۴) المصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱۴، ص ۵۶۸ حدیث ۱۸۸۹۲) کنز العمال ج ۳، ص ۱۴۰ (ج ۵، ص ۶۵۲ حدیث ۱۴۱۳۹)

۴۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۳۰۴) مسند احمد ج ۶، ص ۲۷۴ (ج ۷، ص ۳۹۰ حدیث ۲۵۸۱۷) سیرہ ابن ہشام ج ۴، ص ۳۴۴ (ج ۴، ص ۳۱۴) البدایہ والنہایہ ج ۵، ص ۲۷۰ (۵، ص ۲۹۱ حوادث ۱۱ھ)

۵۔ تاریخ طبری ج ۱، ص ۸۰، ۸۱ (ص ۱۶۱، ۱۲۱) العرائس ثعلبی، ص ۲۹ (ص ۴۸) تاریخ کامل ج ۱، ص ۲۲ (ج ۱ ص ۶۱) البدایہ والنہایہ ج ۱، ص ۹۸ (ج ۱ ص ۱۱۰)

۶۔ تاریخ طبری ج ۱، ص ۱۶۱، ۱۶۹ (ج ۱، ص ۳۱۲، ۳۳۰) معجم البلدان ج ۳، ۲۰۸ (ج ۲، ص ۲۱۲) البدایہ والنہایہ ج ۱، ص ۱۷۴، ۱۹۷، ۲۲۰ (ج ۱، ص ۲۰۲، ۲۲۶، ۲۵۳)

۷۔ الصواعق المحرقہ، ص ۱۹، ۲۱ (ص ۳۴، ۳۹)

یہ شخص کتنا شرمناک دھوکہ دے رہا ہے۔ اگر رسول خداؐ نے یہ حدیث فرمائی بھی ہوتی تو جو لوگ وارث ہونے والے تھے، ان سے کہتے تا کہ ان کا عذر قطع ہو جاتا اور وہ لوگ قرآن کی عمومی آیت میراث کی بنیاد پر وراثت کا بٹوارہ نہ کرتے۔ پھر نہ کوئی جھگڑا ہوتا، نہ صدیقہ طاہرہ علیہا السلام عمر بھر ابوبکر سے ناراض ہوتیں، نہ اپنے باپ کے اصحاب سے ان مصائب کا سامنا کرتیں۔

کیا جس رسول کو علم بلایا و منایا و فتن و؟ تھا، وہ یہ معمولی بات نظر انداز کر سکتا تھا کہ اپنے گھر والوں کو یہ حدیث سنا دے؟ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ صدیق اکبر، امیر المؤمنین حضرت علیؑ اور ان کی شریک حیات ایک بے مایہ جائداد کے لئے اس حدیث رسول کو جو لاوارث ہے، صحیح سمجھتے ہوئے دعویٰ کر سکتے ہیں؟ انہیں یہ حدیث معلوم نہیں تھی؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں ہم تو ان دونوں کی ذات کو قطعی پاک سمجھتے ہیں۔

آخر ابوبکر نے حضرت علیؑ کی تصدیق کیوں کی؟ کیونکہ ان کی بیان کردہ حدیث قرآن و سنت کی روشنی میں لاوارث ہے۔ اکیلے وہی اس کے راوی ہیں۔ جبکہ رسولؐ نے علیؑ کو ابتدائے بعثت میں ہی اپنا وصی و وارث بنا دیا تھا (۱)۔ وہاں کوئی بھی توجہ دینے والا نہ تھا، جو فاطمہؑ کا دعویٰ کرتا کہ فدک کو رسول خداؐ نے انہیں بخش دیا تھا۔

مالک بن جعونہ کہتے ہیں کہ فاطمہؑ نے ابوبکر سے کہا کہ رسول خداؐ نے فدک مجھے عطا فرمایا ہے، اسے مجھے واپس دو! یہ میرا خاص ہے۔ فاطمہؑ کے دعویٰ پر علیؑ نے گواہی دی۔ دوسرا گواہ مانگا گیا تو ام ایمن نے گواہی دی۔ ابوبکر نے کہا: دختر رسولؐ! کیا آپ جانتی ہیں کہ ایک مرد اور عورت کی گواہی نا قابل قبول ہے؟ کم سے کم دو عورتیں اور ایک مرد ہوں۔ خالد بن طہان کی روایت ہے کہ فاطمہؑ نے ابوبکر سے فدک مانگا تو ابوبکر نے گواہی طلب کی تو فاطمہؑ نے ام ایمن اور ریاح غلام رسول کو پیش کیا۔ ابوبکر نے کہا: ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی ناقص ہے۔ (۲)

۱۔ تاریخ طبری ج ۲، ص ۲۱۶ (ج ۲ ص ۳۱۹) تاریخ کامل ج ۲ ص ۲۲، ص ۲۲ (ج ۱، ص ۴۸۷) کنز العمال ج ۶، ص ۳۹۲ (ج ۱۳، ص ۱۲۸ حدیث ۳۶۴۰۸، ص ۱۳۱ حدیث ۳۶۴۱۹) مسند احمد ج ۱، ص ۱۵۹ (ج ۱، ص ۲۵۷ حدیث ۱۳۷۵)

۲۔ فتوح البلدان بلاذری، ص ۳۸ (۴۴)

یہ سن کر صدیقہ طاہرہؑ غضبناک حالت میں واپس ہوئیں۔ رسولؐ نے انہیں کے لئے فرمایا تھا کہ خدا راضی ہوتا ہے، فاطمہؑ کی رضا مندی سے، خدا غضبناک ہوتا ہے، فاطمہؑ کے غضب سے۔(۱) ترجمان وحی نے جو کچھ فرمایا تھا، اس کے برخلاف ہے؟ ہرگز نہیں! آیۂ تطہیر کی روشنی میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ اب صرف ایک ہی بات رہتی ہے کہ راوی کو جھوٹا اور حدیث لاوارث کو قرآن وسنت کے خلاف کہا جائے۔

دعوے کے لئے آپ اس عالم میں گھر سے نکلیں کہ سر سے پا تک چادر میں ڈھکی ہوئی تھیں۔ خاندان کی عورتوں کے ساتھ یوں قدم اٹھا رہی تھیں کہ رسولؐ کی یاد تازہ ہو رہی تھی۔ لوگ چیخ مار کر رونے لگے۔ ابوبکر گروہ مہاجرین وانصار میں بیٹھے تھے۔ آپ نے تقریر فرمائی اور کہا کہ تم لوگ گمان کرتے ہو کہ ہمارے لئے میراث نہیں۔ تم لوگ جاہلی فیصلے کیوں کر رہے ہو؟ اے ابوقحافہ کے بیٹے! تو اپنے باپ کا وارث بنے اور میں اپنے باپ کی وارث نہ بنوں! عنقریب تو خدا کے سامنے پیش ہوگا۔ پھر باپ کی قبر کی طرف رخ کر کے اشعار پڑھے:

''آپ کے بعد ایسے مصائب پیش آئے کہ اگر آپ ہوتے تو ان میں اضافہ نہ ہوتا۔ آپ کو ہم نے یوں گم کر دیا ہے، جیسے زمین بارش سے محروم ہوگئی ہے۔ آپ کی قوم نے مصائب اونڈیل دیئے ہیں۔ انہیں دیکھئے! نظر انداز نہ فرمایئے! اے کاش! مجھے آپ کے بعد موت آ گئی ہوتی۔ موت نے تو میرے اور آپ کے درمیان جدائی ڈال دی ہے۔''(۲)

یہی نہیں فاطمہؑ ہر نماز کے بعد ابوبکر کے لئے بدعا کرتی ہیں۔ کیا یہ لاوارث حدیث قرآن اور آثار انبیاءؑ سے میل کھاتی ہے؟ قرآن کہتا ہے:

﴿و ورث سلیمان داؤد﴾

۱۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۱۵۴ (ج ۳، ص ۱۶۷ حدیث ۴۷۳۰) تذکرۃ الخواص، ص ۱۷۵، (ص ۳۱۰) ذخائر العقبیٰ، ص ۳۹، الصواعق المحرقہ ص ۱۰۵ (ص ۱۷۵)

۲۔ بلاغات النساء ابن طیفور، ص ۱۲ (ص ۲۳) شرح ابن ابی الحدید ۴، ص ۹۳ (ج ۱۶ ص ۲۵۱ر خطبہ ۴۵) اعلام النساء ج ۸، ص ۱۲۰ (ج ۴، ص ۲۲)

سلیمانؑ، داؤدؑ کے وارث ہوئے۔(۱)

زکریاؑ دعا کرتے ہیں، مجھے فرزند عطا کر جو میرا اور آل یعقوبؑ کا وارث بنے۔(۲)

واضح بات ہے کہ میراث یہ ہے کہ صاحب جائداد مرجائے تو اس کے پس ماندگان وارث بنیں، یہ قرآن کا حکم ہے۔ پس ان آیتوں کو علم نبوت پر محمول کرنا غلط ہے کیونکہ اس میں وراثت نہیں ہوتی۔ نبوت مصلحت عام کی تابع ہے۔ خدا نے جسے اس صلاحیت سے آراستہ دیکھا، اسے ازل سے ہی متعین کردیا۔ اس میں نسب اور دعا و سوال کا کوئی دخل نہیں۔ حضرت زکریاؑ نے اپنا وصی خدا سے مانگا کیونکہ ان کے موالی انہیں محجوب کرر ہے تھے۔ خود آیت میں اس کی وضاحت ہے کہ چچیرے بھائیوں اور خاندان کے لوگوں سے خائف تھے۔ یہ چیز مال سے ہی متعلق ہوسکتی ہے۔ نبوت و علم سے محجوب ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ پھر یہ کہ آیت میں رضا کی شرط رکھی ہے۔﴿و اجعله رب رضیا﴾(۳) اس سے بھی مال ہی کی طرف اشارہ ملتا ہے کیونکہ نبوت کا تقدس تو بہر حال رضا سے وابستہ ہوتا ہے۔ مال ہی میں ہے کہ کبھی رضا ہوتی ہے، کبھی نہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ دوسرے انبیاء میں نہیں صرف یہ حکم رسول خداﷺ ہی سے مخصوص تھا، تو یہ بات بھی عمومی آیات سے مسترد ہوتی ہے۔ پھر ماننا پڑے گا کہ عموم آیت کو یہ لاوارث حدیث مخصوص کردیتی ہے۔ آیت ہے:

﴿یوصیکم الله فی اولادکم﴾(۴)

﴿و اولو الارحام بعضهم اولیٰ ببعض﴾(۵)

﴿ان ترک خیراً الوصیة﴾(۶)

کیا یہ عمومی احکام ایک لاوارث حدیث سے مسترد کیے جاسکتے ہیں؟ کیا سیرت انبیاءؑ بھی مسترد کی

۱۔ سورۂ نمل، آیت/۱۶۔ ۲۔ سورۂ مریم، آیت ۶۔

۳۔ (مریم/۶) ۴۔ سورۂ نساء، آیت/۱۱

۵۔ سورۂ انفال، آیت/۷۵۔ ۶۔ سورۂ بقرہ، آیت/۱۸۰۔

جا سکتی ہے؟!!!

اس لاوارث حدیث کو علم رسولؐ کے وارث علیؑ و فاطمہؑ بھی نہیں جانتے تھے۔ نہ امت کا کوئی فرد جانتا تھا۔ پھر اگر یہ خبر واحد صحیح تھی، تو ابوبکر نے لینے کے بعد دینے کی کوشش کیوں کی؟ فاطمہؑ کو ایک تحریر لکھ دی تھی کہ فدک فاطمہؑ کا حق ہے۔ اسی وقت عمر آ گئے، پوچھا کیا ہے یہ؟ ابوبکر نے کہا کہ میں نے فاطمہؑ کو ان کے باپ کی میراث دے دی ہے۔ عمر نے کہا: پھر مسلمانوں پر کیا خرچ کرو گے؟ عرب تم پر چڑھائی کر رہے ہیں۔ یہ کہہ کر عمر نے تحریر لی اور پھاڑ ڈالا۔ (۱)

اگر خلیفہ کی لاوارث حدیث صحیح تھی تو فدک میں تضاد عمل کیوں ہے؟

۱۔ عمر بن خطاب خلیفہ ہوئے تو فدک کو رسول خداؐ کے وارثوں کو سونپنا چاہا۔ عباس اور علی علیہ السلام نے باہم نزاع کیا۔ علیؑ نے کہا کہ رسولؐ نے اسے فاطمہؑ کے حوالے کیا تھا۔ عباس نے انکار کیا۔ وہ بولے کہ یہ رسولؐ کی ملکیت ہے، میں بھی وارث ہوں۔ عمر نے کہا کہ تم لوگ خود ہی فیصلہ کرو، میں تمہارے حوالے کرتا ہوں۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ عباس نے علی علیہ السلام کو گالی بھی دی۔ انہوں نے عمر سے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے اور (معاذ اللہ) اس جھوٹے، بدکار، دھوکے باز کے درمیان فیصلہ کیجئے! (۲)

کیا آپ عباس کے متعلق سوچ سکتے ہیں کہ انہوں نے مصداق آیۂ تطہیر، علی علیہ السلام کو گالی دی ہوگی؟ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کے لئے فرمایا ہے کہ جس نے علی علیہ السلام کو گالی دی، اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی، اس نے خدا کو گالی دی اور خدا کو گالی دینے والا، اوندھے منہ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ (۳) ہرگز نہیں! یہ قطعی غلط ہے۔

۱۔ السیرۃ الحلبیۃ ج ۳، ص ۳۹۱ (ج ۳، ص ۳۶۲)

۲۔ صحیح بخاری کتاب الجہاد ج ۵، ص ۱۰۔۳ (ج ۳، ص ۱۱۲۸ حدیث ۲۹۲۷) صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر، ص ۱۱ (ج ۴، ص ۲۹۔ ۲۷ حدیث ۴۹، ۵۰) سنن بیہقی ج ۶، ص ۲۹۹، معجم البلدان ج ۶، ص ۳۴۳ (ج ۴، ص ۲۳۸) البدایۃ والنہایۃ ج ۵، ص ۲۸۸ (ج ۵، ص ۳۰۸) تفسیر ابن کثیر ج ۴، ص ۳۳۵ تاج العروس ج ۷، ص ۱۶۶

۳۔ ملا کی وسیلۃ المتعبدین مجلد ۵، ق ۲، ص ۱۷۶،

۲۔ مروان نے فدک کو عثمان کے حکم سے ہتھیا لیا۔ (۱)

۳۔ معاویہ نے فدک تین ٹکڑے کر کے عمرو بن عثمان، یزید بن معاویہ اور مروان کے حوالے کر دیا۔ جب مروان خلیفہ ہوا تو اس نے اپنے بیٹے عبد العزیز کو دے دیا۔

۴۔ عمرو بن عبد العزیز نے کہا کہ یہ فدک خاص فاطمہؑ کا حق تھا، گواہ رہو کہ اب اس کے حقداروں کو واپس کر رہا ہوں۔

۵۔ جب یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو اولاد فاطمہؑ سے لے کر بنی مروان کو دے دیا اور یہ بنی امیہ کی حکومت تک انہیں کے پاس رہا۔

۶۔ جب سفاح خلیفہ ہوا تو فدک عبد اللہ بن حسن کے حوالے کر دیا۔

۷۔ پھر منصور نے امام حسن علیہ السلام کی اولادوں سے چھین لیا۔

۸۔ پھر مہدی نے اولاد فاطمہؑ کے حوالے کر دیا۔

۹۔ پھر اس نام پہ غور کریں اس لئے کہ سفاح سے مامون تک موسیٰ نام کا کوئی حاکم بنی عباس کا نہیں تھا بن مہدی نے اولاد فاطمہؑ سے چھین لیا اور مامون کے عہد تک اسی کے پاس رہا۔

۱۰۔ مامون رشید نے ۲۱۰ھ میں گورنر مدینہ کو حکم دیا کہ بنی فاطمہؑ کو فدک واپس کر دیا جائے۔ (اس کا حکم نامہ بڑا بلیغ اور فدک کی بنیادی حیثیت کو واضح کرتا ہے۔ نیز غاصبوں کی قلعی بھی کھولتا ہے)۔

۱۱۔ جب متوکل خلیفہ ہوا تو اس نے حکم دیا کہ مامون سے پہلے فدک جن لوگوں کے قبضے میں تھا، انہیں واپس کر دیا جائے۔ (۲) یہ تمام باتیں خلیفہ کی لاوارث حدیث کی تردید کرتی ہیں۔

صواعق (۳) میں ابن حجر کا حیرتناک قول ملاحظہ فرمائیے! وہ کہتے ہیں کہ حدیث رسولؐ 'انا مدینة

۱۔ سنن بیہقی ج ۶، ص ۳۰۱

۲۔ فتوح البلدان بلاذری، ص ۴۱۔ ۳۹ (ص ۴۷۔ ۴۶) تاریخ یعقوبی ج ۳، ص ۴۸ (ج ۲، ص ۳۰۵) العقد الفرید ج ۲، ص ۳۲۳ (ج ۴، ص ۵۱) معجم البلدان ج ۶، ص ۳۴۳ (ج ۴، ص ۲۴۰) البدایہ والنھایہ ج ۹، ص ۲۰۰ (ج ۹، ص ۲۲۵۔ ۲۲۴ حوادث ۱۰۱ھ) شرح نہج البلاغہ ج ۴، ص ۱۰۳ (ج ۱۶ ص ۲۷۸ کتاب ۴۵) تاریخ الخلفاء، ص ۱۵۴ (ص ۲۱۵) جمہرۃ رسائل العرب ج ۳، ص ۵۱۰، اعلام النساء ج ۳، ص ۱۲۱۱ (ج ۴، ص ۱۲۲۔ ۱۲۰)

۳۔ الصواعق المحرقہ، ص ۲۰ (ص ۳۴) ۲: الفتاوی الحدیثہ، ص ۱۹۷ (ص ۲۶۹)

العلم و علی بابھا" کی بنیاد پر علیؑ کو ابو بکر سے اعلم نہیں کہا جا سکتا کیونکہ پھر ہم کہیں گے کہ اس حدیث میں لوگوں نے طعن کیا ہے اور اگر اسے صحیح بھی مان لیا جائے اور حسن تسلیم کر لیا جائے تو ابو بکر اس کی محراب ہیں اور روایت میں جو کہا گیا ہے کہ جسے علم کی طلب ہو، وہ دروازے سے آئے یہ بات بھی اعلمیت کو متقاضی نہیں۔ کیونکہ کبھی کبھی غیر عالم کے بعد بھی لوگ وضاحت و بیان کے لئے چلے آتے ہیں اور انہیں اعلم کے برخلاف غیر اعلم سے تسکین ہو جاتی ہے۔ پھر یہ کہ مندرجہ روایت فردوس دیلمی کے مطابق پوری حدیث یوں ہے:

انا مدینة العلم و ابو بکر اساسھا و عمر حیطانھا و عثمان سقفھا و علی بابھا.

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ابو بکر اعلم تھے۔ اس صورت حال میں دروازے کا قصد اس لئے ہوتا ہے کہ وضاحت و بیان کی طلب ہوتی ہے۔ اس سے شرف و منزلت مقصود نہیں ہوتا، واضح بات ہے کہ اساس، حیطان اور سقف دروازے سے بلند ہوتے ہیں....

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث مدینہ پر طعن صرف ابن جوزی جیسے لوگوں کی مختصر سی ٹولی ہی نے کیا ہے۔ میں نے چھٹی جلد میں اس کی صحت پر محققانہ بحث کی ہے۔ ان جیسے لوگوں کے پاس صحت و عدم صحت کا کوئی معیار نہیں ہے۔ ورنہ بزرگ علماء نے اس کو صحیح کہا ہے۔ ایک گروہ اسے حسن کہتا ہے۔ بعد کے علمائے نے متقدمین کی تائید کی ہے۔ ابن جوزی جنہوں نے اس کی نیش زنی کی ان کی وقعت ہی کیا رہ جاتی ہے۔

فردوس دیلمی کی روایت کو سبھی نے ضعیف کہا ہے۔ خود ابن حجر نے الفتاوی الحدیثہ میں اس کو ضعیف کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ (اساس، حیطان اور سقف کے علاوہ) ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ "معاویة حلقتھا" (معاویہ زنجیر ہے) یہ بھی ضعیف ہے۔ لیکن ابو بکر کو جب اعلم ثابت کرنا ہوا تو اپنا وہ فیصلۂ ضعیف نظر انداز کر بیٹھے۔

عجلونی کشف الخفا(۱) میں کہتے ہیں کہ دیلمی نے فردوس (۲) میں بغیر سند کے ابن مسعود کی

۱۔ کشف الخفاء ج ۱، ص ۲۰۴۔

۲۔ الفردوس بماثور الخطاب (ج ۱، ص ۴۳ حدیث ۱۰۵، ج ۴۳ حدیث ۱۰۸)

روایت نقل کی ہے کہ:

انا مدینة العلم و علی بابها و ابو بکر اساسها و عمر حیطانها و عثمان سقفها.

یہ بھی انس بن مالک کی مرفوعہ روایت ہے کہ "**و علی بابها و معاویه حلقتها**"۔ مقاصد (۱) میں ہے کہ بالجملہ یہ تمام روایت ضعیف ہیں اور اس کے اکثر الفاظ رکیک ہیں۔

سید محمد درویش حوت نے اسنی المطالب میں لکھا ہے کہ (۲)

انا مدینة العلم و علی بابها و ابو بکر اساسها .....

کی حدیث کا کسی علمی کتاب میں درج ہونا، قطعی مناسب نہیں۔ ابن حجر ہیثمی نے صواعق (۳) وغیرہ میں جو نقل کیا ہے، یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

اس صورت حال میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو دروازہ سے تعبیر کرنے کی حدیث میں اساس (بنیاد)، حیطان (دیواریں)، سقف (چھت) اور حلقہ (زنجیر) کا اضافہ محض اس لئے کیا گیا ہے کہ خود حدیث مدینۃ العلم کو مخدوش بنا دیا جائے۔ اس مضحکہ خیز اضافہ نے شہر دانش کو عام شہروں کے جیسا بنا دیا ہے، جس میں دیکھنے اور سیر کرنے کے لئے جایا جاتا ہے۔ چھت کا سائبان بنایا جاتا ہے، دروازے پر زنجیر کھٹکھٹائی جاتی ہے، حالانکہ حدیث رسول کا صرف ایک مقصد تھا کہ میرے شہر علم کا دروازہ علی علیہ السلام ہیں۔ یعنی علوم نبوت کے استفادہ کا صرف ایک راستہ اور دروازہ علی علیہ السلام ہیں، جو میرے جانشین ہیں۔ جس طرح کہ شہر میں داخل ہونے کا صرف ایک راستہ دروازہ ہی ہوتا ہے۔ اساس کی فضیلت نہیں، جب تک اس کی دیوار نہ قائم ہو جائے، ورنہ لٹیروں کی ٹولی شہر کو غارت کر دے گی۔ معنوی حیثیت سے چھت کا صرف ایک فائدہ ہوتا ہے کہ سایا ہو اور موسم سے حفاظت ہو سکے۔ کیا شہر میں چھت ہوتی ہے؟؟؟ چھت تو گھروں اور حماموں میں ہوتی ہے۔ اس لئے شہر سے استفادہ کا راستہ صرف دروازہ ہی رہ جاتا ہے۔ زنجیر بھی دروازے میں لگتی ہے۔ اگر دروازہ بند ہو تو زنجیر کھٹکھٹائی جاتی

۱۔ المقاصد الحسنہ (ص ۱۲۴ حدیث ۱۸۹)

۲۔ اسنی المطالب، ص ۷۳ (ص ۱۳۷ حدیث ۳۹۱)

۳۔ الصواعق المحرقہ (ص ۳۴)

ہے، اصل چیز تو دروازہ ہے۔

اس لئے واضح طور سے مراد پیغمبرؐ صرف یہ ہے کہ میرے شہر میں داخل ہونے اور نکلنے کا راستہ صرف ایک ہی ہے اور وہ دروازہ ہے۔ اس کے ذریعہ میرے علوم سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اس اعتبار سے تمام علوم نبوت کا احصاء حضرت علی علیہ السلام میں ہو جاتا ہے۔ دروازہ کہہ کے تاکید کی پھر فرمایا کہ جس کو مدینہ میں آنا ہو، وہ در سے آئے۔ اس طرح امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کی ہی ذات باقی رہ جاتی ہے، جن سے لوگوں کو وابستہ کیا گیا ہے اور ان کے پاس تمام علم نبوت تھا۔ فقہ و موعظہ، اخلاق، حکم، حکمت و سیاست سبھی کچھ لوگوں کی ضرورت کا مواد علی علیہ السلام کے پاس ہے۔ اس کے سوا جو حدیث میں اضافہ ہے، وہ محض جہالت ہے۔

۲۔ خلیفہ کی شجاعت

قبل اسلام تو خلیفہ کی بہادری کا کہیں اتہ پتہ نہ تھا۔ زمانہ رسولؐ میں بھی حالانکہ اکثر غزوات میں موجود رہے، لیکن شجاعت کے کارنامے لاپیدا ہیں۔ تاریخ بالکل خاموش ہے۔ صرف خیبر میں ان کے فرار کی داستان ملتی ہے۔ حضرت علیؑ و عباس کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے خیبر میں ابوبکر کو بھیجا وہ وہاں سے لشکر سمیت بھاگ آئے۔ پھر آنحضرت نے عمر کو بھیجا وہ بھی بھاگ آئے۔ یہ دونوں لشکر والوں کو بزدل ٹھہراتے تھے اور لشکر والے ان دونوں کو بزدل ٹھہراتے تھے۔ (۱)

ان دونوں کی فراریت کا پتہ حدیث خیبر سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا:

لاعطين الراية غدا رجلا يحب الله و رسوله ويحبه الله ورسوله يفتح الله على يديه ليس بفرار

کل میں علم اسے دوں گا، جو خدا رسول کو دوست رکھتا ہوگا، خدا اس کے ہاتھوں خیبر کو فتح کرائے گا اور وہ بھاگے گا نہیں۔

۱۔ مجمع الزوائد ج ۹، ص ۱۲۴، الموقف (ص ۴۱۰) شرح المواقف جرجانی ج ۳، ص ۲۷۶ (ج ۸، ص ۳۶۹) المطالع ص ۴۸۔

کسی روایت میں کرار وغیر فرار بھی ہے اور کسی روایت میں ہے:

و الذی کرم وجهه محمد لاعطینها رجلا لا یفر

کسی روایت میں ہے:

لادفعن الی رجل لن یرجع حتی یفتح الله له

کسی میں ہے: **لا یولی الدبر**۔(۱)

اس سلسلے میں ابن ابی الحدید کا سات شعروں پر مشتمل قصیدہ بھی ہے:

و ما انس لا انس اللذین تقدما

خلیفہ کی؟ کا ایک منظر ذو الثدیہ کے لئے قتل حکم رسول بھی ہے۔ وہ بغیر ہتھیار کے نماز پڑھ رہا تھا، ابو بکر کو آنحضرت نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیں، انہوں نے حکم رسولؐ کے سرتابی کو قتل کے مقابلے میں آسان سمجھا، بہانہ بنائے ہوئے واپس آگئے۔(۲)

اس کے باوجود ابن حزم نے ''المفاضلہ بین الصحابۃ'' میں ابوبکر کو مطلق طور سے تمام صحابہ میں سب سے بہادر لکھ مارا۔ انہوں نے حضرت علیؑ کی ایک حدیث بھی ٹھوک دی ہے۔ حضرت علیؑ نے لوگوں سے پوچھا: سب لوگوں میں سب سے بہادر کون ہے؟ سب نے فرمایا: آپ ہیں۔ فرمایا: میں تو جس سے بھی مقابلہ کے لئے گیا، اس پر حاوی رہا، مگر مجھے بتاؤ کہ سب سے بہادر کون ہے؟ سب نے کہا: آپ ہی بتایئے ہم تو نہیں جانتے؟ فرمایا: ابوبکر ہیں۔ جنگ بدر میں ہم نے رسول خداؐ کے لئے ایک عریش (ٹٹی)

۱۔ صحیح بخاری ج ۶، ص ۱۹۱ (ج ۳، ص ۱۳۵۷ حدیث ۳۴۹۸، ۳۴۹۹) صحیح مسلم ج ۲، ص ۳۲۴ (ج ۴، ص ۸۷ حدیث ۱۳۲ کتاب الجہاد) طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۱۱۱۔۱۱۰) مسند احمد ج ۱، ص ۱۸۴، ۱۸۵، ۳۵۳، ۳۵۸ (ج ۱، ص ۳۰۲ حدیث ۱۶۱۱، ج ۳، ص ۳۹۱ حدیث ۱۰۷۳۸، ج ۶، ص ۴۵۵ حدیث ۲۲۳۱۴، ص ۴۹۲ حدیث ۹۲۲۵۲۲) خصائص نسائی ص ۸۔۴ (ص ۴۲ حدیث ۱۷) سیرہ ابن ہشام ج ۳، ص ۳۸۶ (ج ۳، ص ۳۴۹) المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۱۰۹ (ج ۳، ص ۱۱۷ حدیث ۴۵۷۵) حلیۃ الاولیاء ج ۱، ص ۶۲، اسد الغابۃ ج ۴، ص ۲۱ (ج ۴، ص ۹۸ نمبر ۳۷۸۳) البدایۃ والنہایۃ ج ۴، ص ۱۸۷۔۱۸۵ (ج ۴، ص ۲۱۲۔۲۱۱) تیسیر الوصول ج ۳، ص ۲۲۷ (ج ۳، ص ۳۱۵ حدیث ۵) ریاض النضرۃ ج ۲، ص ۱۸۸۔۱۸۴ (ج ۳، ص ۱۳۴۔۱۳۰)

۲۔ الفصل (ج ۴، ص ۱۴۳)

بنادی تھی۔ اب سوال یہ ہوا کہ کون رسول خداؐ کے ساتھ اس عریش میں رہے گا؟ تاکہ مشرکین حضرت کو گزند نہ پہنچا سکیں۔ اس وقت خدا کی قسم! ابوبکر کے سوا کوئی بھی آمادہ نہیں ہوا۔ وہ تلوار لئے رسولؐ کے سر پر کھڑے رہے اور کسی مشرک کو ادھر آنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ اس لئے اشجع الناس ابوبکر ہی ہیں۔ (۱)

کاش! اہل سنت نے اس بے پر کی سند بھی بیان کر دی ہوتی حافظ ہیثمی نے اسے بلا سند کے نقل کیا، پھر لکھا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ کس نے اڑائی ہے۔ (۲)

اس کی تکذیب صحیحہ ابن اسحاق سے بھی ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جنگ بدر میں عریش پر سعد بن معاذ تلوار لئے کھڑے تھے۔ وہ دشمنوں سے رسول خداؐ کی حفاظت کر رہے تھے۔ (۳)

تحفظ رسول کا معاملہ بھی صرف جنگ بدر سے مخصوص نہیں بلکہ ہر مرحلے پر کوئی نہ کوئی صحابی رسول خداؐ کی حفاظت کرتا تھا۔ بدر میں معاذ تھے، (اور سیرۃ حلبی (۴) کے مطابق کچھ دن ابوبکر تھے) احد میں محمد بن مسلمہ تھے، خندق میں زبیر بن عوام تھے، حدیبیہ میں مغیرہ بن شعبہ تھے، جنگ خیبر میں بعض دنوں تک ابوایوب انصاری تھے، وادی قریٰ میں جناب بلال، سعد بن ابی وقاص اور ذکوان بن عبد قیس تھے۔ حنین میں ابن ابی مرثد تھے (۵)۔ اصحاب کا یہ حفاظتی انداز اس وقت تک قائم رہا، جب تک ''و اللہ یعصمک من الناس'' کی آیت نہیں اتر گئی۔ آیت نازل ہونے کے بعد، یہ حفاظتی انداز چھوڑ دیا گیا (۶)۔ اس طرح اگر روایت کو صحیح مان لیا جائے تو ابوبکر بھی ایک پاسدار تھے۔

۱۔ ریاض النضرۃ ج۱، ص۹۲ (ج۱، ص۱۲۰) تاریخ الخلفاء ص۲۵ (ص۳۴)

۲۔ مجمع الزوائد ج۹، ص۴۶ ۳۔ عیون الاثر ابن سید الناس ج۱، ص۲۵۸ (ج۱، ص۳۲۶)

۴۔ السیرۃ الحلبیۃ ج۲، ص۳۵۳ (ج۲، ص۳۲۷)

۵۔ عیون الاثر ج۲ ص۳۱۶/ (ج۲، ص۴۰۲) المواھب اللدنیۃ ج۱، ص۲۸۳ (ج۲، ص۱۲۲) السیرۃ الحلبیۃ ج۳، ص۳۵۴ (ج۳، ص۳۲۷) شرح المواھب زرقانی ج۳، ص۲۰۴۔

۶۔ المستدرک علی الصحیحین ج۲، ص۳۱۳ (ج۲، ص۳۴۲ حدیث ۳۲۲۱) تفسیر قرطبی ج۶، ص۲۴۴ (ج۶، ص۱۵۸) تفسیر ابن جزی کلبی ج۱، ص۱۸۳، تفسیر ابن کثیر ج۲، ص۷۸، الخصائص الکبری ج۱ ص۱۲۶/ (ج۱، ص۲۱۰) سنن ترمذی ج۵، ص۲۳۴ حدیث ۳۰۴۶) دلائل النبوۃ بیہقی ج۲، ص۱۸۴

اگر یہ روایت صحیح مان لی جائے تو علیؑ، حمزہ اور عبیدہ کے ساتھ ان کی مدح میں بھی کوئی آیت نازل ہونی چاہئے تھی۔ ان لوگوں کے لئے تو آیت اتری ہے:(۱)

﴿ھذان خصمان اختصموا فی ربھم﴾(۲)

اگر اہل سنت کا مزعومہ صحیح ہو تو علیؑ و حمزہ اور عبیدہ کی مدح میں ''... من المؤمنین رجال صدقوا'' احزاب/۲۳ نازل ہوئی، ان کے حق میں کوئی آیت کیوں نہیں اتری؟ حضرت علیؑ کے لئے آیت نازل ہوئی:(۳)

ھو الذی ایدک بنصرہ و بالمومنین(۴)

(ابوبکر کے لئے سناٹا ہے) حضرت علیؑ کے لئے تو آیت ہجرت نازل ہوئی، (۵) بدر کے دن منادی نے آواز دی:

لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار(۶)

کیا ابوبکر کے لئے بھی کوئی اشارہ ہے جو رسولؐ کے سر پر تلوار لئے کھڑے ہوئے تھے؟ کیا عریش صرف جنگ بدر میں ہی تھا؟ کیا رسول خداؐ عریش کے باہر میدان میں نہیں آتے تھے؟ مؤرخین نے یہ

۱۔ صحیح بخاری ج۶، ص۹۸ کتاب التفسیر (ج۴، ص۱۷۶۹ حدیث ۴۴۶۷) صحیح مسلم ج۲، ص۵۵۰ (ج۵، ص۵۲۸ حدیث ۳۴) طبقات ابن سعد (ج۲، ص۱۷) المستدرک علی الصحیحین ج۲، ص۳۸۶ (ج۲، ص۴۱۸ حدیث ۳۴۵۴) تفسیر قرطبی ج۱۲، ص۲۵/۲۶، (ج۱۲، ۱۸، ۱۹) تفسیر ابن کثیر ج۳، ص۲۱۲، تفسیر خازن ج۳، ص۲۹۸ (ج۳، ص۲۸۴)

۲۔ سورۂ حج، آیت/۱۹۔

۳۔ مناقب خوارزمی ص۱۸۸ (ص۲۷۹ حدیث ۲۷۰) کفایت الطالب ص۱۲۲ (ص۲۴۹ باب ۶۲)

۴۔ سورۂ انفال، آیت/۶۲۔

۵۔ کفایۃ الطالب، ص۱۱۰ (ص۲۳۴ باب ۹۲) درمنثور ج۳ ص۱۹۹ (ج۴، ص۱۰۰) تاریخ بغداد ج۱۱ ص۱۷۳، ریاض النضرۃ ج۲، ص۱۷۲ (ج۳، ص۱۱۷) ذخائر العقبی، ص۶۹

۶۔ مسند احمد ج۱، ص۳۴۸ (ج۱، ص۵۷۲ حدیث ۳۲۴۱) تاریخ طبری ج۲، ص۱۰۱۔۹۹ (ج۲، ص۳۷۴۔۳۷۲) طبقات ابن سعد ج۱، ص۲۱۲ (ج۱، ص۲۲۸) تاریخ یعقوبی ج۲، ص۲۹ (ج۲، ص۳۹) تاریخ بغداد ج۱۳ ص۱۹۱، تاریخ کامل ج۲، ص۴۲ (ج۱، ص۵۱۶) البدایہ والنھایہ ج۷، ص۳۳۸ (ج۷، ص۳۷۴ حوادث ۴۰ھ)

کیوں لکھا ہے کہ رسول خداؐ نے مہاجرین کی ایک فرد کو علم دے کر خیبر میں بھیجا، وہ بغیر کچھ کئے واپس آ گئے؟ کیا انھیں اور ان کے دوست کو مؤرخین پہچانتے نہیں تھے؟ ہرگز نہیں! (۱)

یہ شجاع ترین کب سے ہو گئے؟ جس دن یہودیوں کے نبرد آزما فوجی یاسر کی سرکردگی میں انصار کو چیرتے پھاڑتے رسول خداؐ تک پہنچ گئے تھے، کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی مغموم تھے؟ (۲)

رسولؐ کے ساتھ تو شجاع ترین شخص موجود تھے، پھر رسول خداؐ نے سلمہ بن اکوع کو علیؑ کے پاس کیوں بھیجا؟ وہ مدینہ میں درد چشم میں مبتلا تھے۔ علیؑ کو درد کی شدت سے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ سلمہ ان کا ہاتھ پکڑ کر لائے تھے۔ (۳) رسولؐ نے انہیں علم دیتے ہوئے فرمایا:

"لاعطین الرایة الی رجل کرار غیر فرار"

کیا یہ خیبر میں بھی شجاع ترین تھے، عریش پر؟ جس دن رسول خداؐ نے خود جنگ کی گھسان کی، جنگ میں آپ خود زرہ پہنے ہوئے، گھوڑے پر سوار تھے، آپ کے ہاتھ میں نیزہ و سپر تھی۔ (۴)

کیا عریش احد پر بھی شجاع ترین تھے؟ جب لوگ دشمنوں میں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ آپ کے ہونٹ زخمی ہو گئے تھے۔ چہرے سے خون ٹپک رہا تھا اور رسولؐ فرما رہے تھے: یہ قوم کیسے فلاح پائے گی؟ جو اپنے نبی کو خون میں نہلا رہی ہے اور وہ ان کے لئے دعائے خیر کر رہا ہے۔ (۵)

کیا یہ اس دن بھی عریش پر شجاع ترین تھے، جب حضرت کے بیان کے مطابق لوگ رسولؐ کو چھوڑ

۱۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۱۷ (ج ۲، ص ۵۱۴ حوادث ۳ھ) فضائل الصحابہ احمد (ج ۲، ص ۶۵۷ نمبر ۱۱۱۹) سیرہ ابن ہشام ج ۳، ص ۵۲ (ج ۳، ص ۱۰۶) الروض الانف ج ۲، ص ۱۳۳ (ج ۶، ص ۴۷) تذکرۃ الخواص ص ۱۶ (ص ۲۶)

۲۔ الامتاع مقریزی، ص ۳۱۴، السیرۃ الحلبیۃ ج ۳، ص ۳۹ ج ۳، ص ۳۴)

۳۔ صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۰۲ (ج ۴، ص ۸۷ حدیث ۱۳۲ کتاب الجهاد) سنن بیہقی ج ۹، ص ۱۳۱، ریاض النضرۃ ج ۲، ص ۱۸۶ (ج ۳، ص ۱۳۲) السیرۃ الحلبیۃ ج ۳، ص ۴۱ (ج ۳، ص ۳۵) شرح المواهب زرقانی ج ۲، ص ۲۲۳

۴۔ السیرۃ الحلبیۃ ج ۳، ص ۳۹ (ج ۳، ص ۳۴)

۵۔ سیرۃ ہشام ج ۳، ص ۲۷ (ج ۳، ص ۸۴) طبقات (ج ۲، ص ۴۵۔۴۴) البدایۃ والنهایۃ ج ۴، ص ۲۹، ۳۳ (ج ۴، ص ۲۶، ۳۳) امتاع مقریزی، ص ۱۳۵، شرح المواهب زرقانی ج ۲، ص ۲۷،

کر بھاگ گئے؟ تو میں نے مقتولین میں تلاش کیا اور نہ پایا تو دل میں کہا: واللہ! رسولؐ نہ تو بھاگے ہیں اور نہ قتل ہوئے ہیں۔ اب یا تو خدا ہم پر غضبناک ہے یا اس نے رسول کو آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ اب ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ جنگ کرتے کرتے قتل ہو جائیں۔ میں نے اپنی نیام توڑ دی اور کافروں پر ٹوٹ پڑا، آگے بڑھا تو دیکھا کہ رسول خداؐ موجود ہیں۔ اس دن علیؑ نے سولہ زخم ایسے کھائے کہ گر پڑتے تھے اور جبرئیل سہارا دے کر اٹھاتے تھے۔ (۱)

کیا اس دن بھی شجاع تھے، جب ابو عامر نے گڑھا کھود رکھا تھا کہ اس میں رسولؐ اور سلمان گر جائیں؟ علیؑ نے رسولؐ کو سہارا دے کر اٹھایا۔ طلحہ نے کھڑا کیا تو آپ اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے۔ (۲) کیا ان جنگوں میں بھی ابوبکر شجاع ترین تھے، جب رسولؐ نے دو زرہ، ذات الفضول اور فضہ پہن رکھی تھی؟ کیا حنین کے دن بھی شجاع ترین تھے، جب رسول خداؐ ذات الفضول اور سعدیہ نامی زرہ پہنے ہوئے تھے؟ (۳) کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب رسول خداؐ نے تلوار کے ستر زخم کھائے؟ (۴) کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب آٹھ بہادروں نے مرنے مارنے پر رسولؐ کی بیعت کی تھی؟ علیؑ، زبیر، طلحہ، ابودجانہ، حارث بن صمہ، حباب بن منذر، عاصم بن ثابت اور سہل بن حنیف اور رسول خداؐ بھاگنے والوں کو آواز دے رہے تھے۔ (۵)

کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب ابودجانہ، سعد بن وقاص اور حباب بن منذر پیغمبر اسلامؐ کے چاروں طرف سے مشرکین کو یوں بھگا رہے تھے، جیسے بھیڑ بکری ہنکائی جاتی ہے۔

کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب آتش جنگ بھڑک رہی تھی اور پیغمبر اسلامؐ انصار کے پرچم

۱۔ اسد الغابۃ ج۴، ص۲۰، (ج۴، ص۹۸ نمبر۳۷۸۳)

۲۔ سیرہ ابن ہشام ج۳، ص۲۷ (ج۳، ص۸۵) امتاع مقریزی، ص۱۳۵، البدایۃ والنھایۃ ج۴، ص۲۴ (ج۴، ص۲۷) عیون الاثر ج۲، ص۱۲ (ج۱، ص۴۱۸)

۳۔ شرح المواھب زرقانی ج۲، ص۴۴،

۴۔ المواھب اللدنیۃ ج۱، ص۱۴۴ (ج۱، ص۴۰۲)

۵۔ امتاع مقریزی، ص۱۳۲، ۱۹ امتاع مقریزی، ص۱۴۳

تلے بیٹھے تھے، رسول خداؐ نے علیؑ کو بلوایا؛ آپ آئے تو رجز پڑھ رہے تھے: انا ابو القصم (میں مرد شکن ہوں)(۱) کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب اپنی بیٹی کو سرخ تلوار حوالے کرتے ہوئے فرمایا تھا: بیٹی اس کا خون دھو دے، اس نے آج میری تصدیق کی ہے۔ اس دن علیؑ نے اپنی زرہ میں گڑھے کا پانی لا کر رسول کو پینے کے لئے دیا۔ آپ کے چہرے کا خون دھویا اور سر پر پانی اونڈیلا۔ فاطمہؑ نے ایک ٹاٹ کو جلا کر اس کی راکھ سے زخم کو بھرا تب جا کر زخم رسول کا خون تھما۔(۲)

کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے؟ جب جبرئیل لافتیٰ کی صدا سنا رہے تھے اور حسان اس کے نغمے گا رہے تھے۔ کیا حمراء الاسلام میں بھی شجاع ترین تھے، جب رسول خداؐ کا چہرہ اور پیشانی زخمی تھی، دانت ٹوٹ کر باہر آ گئے تھے۔ آپ کا داہنہ شانہ ابن قمیہ کی ضرب سے ٹوٹ گیا تھا۔ دونوں زانوں کی بوٹی بوٹی ہو گئی تھی۔(۳)

کیا حنین کے دن بھی عریش پر شجاع ترین تھے؟ جب جنگ کی بھٹی گرم ہوئی تو لوگ رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ صرف چار آدمی رسولؐ کی حفاظت کر رہے تھے۔ تین بنی ہاشم کے اور ایک غیر بنی ھاشم علی ابن ابی طالبؑ، عباس آپ کے سامنے تھے، ابوسفیان بن حارث مہار تھامے ہوئے تھے اور ابن مسعود آپ کے بائیں جانب تھے، جو مشرک بھی سامنے آتا قتل ہوتا تھا۔(۴)

کیا یہ جنگ خندق میں بھی عریش پر شجاع ترین تھے؟ جب رسول خداؐ خندق کی مٹی اٹھاتے جاتے تھے اور گنگناتے جاتے تھے؟ خدایا! اگر تو نے ہماری راہنمائی نہ کی تو ہم راہ راست نہ پا سکیں گے، نہ صدقہ دے سکیں گے، نہ نماز ادا کر سکیں گے، ہمیں سکون عطا کر اور دشمن کے سامنے استقامت عطا کر، بلا

۱۔ سیرہ ابن ہشام ج ۳، ص ۱۹ (ج ۳، ص ۷۸۔۷۷) شرح المواھب زرقانی ج ۲، ص ۳۱،

۲۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۴۸) سیرہ ابن ہشام ج ۳، ص ۳۴، ۵۱ (ج ۳، ص ۹۰، ۱۰۶) امتاع مقریزی ص ۱۳۸، البدایۃ والنھایۃ ج ۴، ص ۳۵ (ج ۴، ص ۳۳) عیون الاثر ج ۲، ص ۱۵ (ج ۱، ص ۴۳۱) المواھب اللدنیۃ ج ۱، ص ۱۲۵ (ج ۱، ص ۴۰۵) شرح المواھب زرقانی ج ۲، ص ۵۶

۳۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۴۹)

۴۔ السیرۃ الحلبیۃ ج ۳، ص ۱۲۳ (ج ۳، ص ۱۰۹)

شبہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ جب انہوں نے فتنہ کا ارادہ کیا تو ہم نے انکار کر دیا۔(۱)

کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب رسول ﷺ نے علیؑ کے لئے فرمایا:

ضربة علي يوم الخندق افضل من عبادة الثقلين

یا بروایتے:

قتل علي لعمرو افضل من عبادة الثقلين

یا بروایتے:

لمبارزة علي لعمرو افضل من اعمال امتي الى يوم القيامة.(۲)

ہاں! احد کے موقع پر نظر آتا ہے، جب مشرکین کی طرف سے عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے رجز پڑھتے ہوئے اپنا مقابل طلب کیا تو ادھر سے والد ماجد نکلے، انہیں دیکھ کر عبدالرحمٰن نے کہا: اگر تم میرے باپ نہ ہوتے تو میں واپس نہ ہوتا۔(۳)

عریش سے احتجاج

محمد بن علی کہتے ہیں کہ میں ابن عبدون کے پاس بیٹھا تھا، وہ جنگ بدر لکھ رہے تھے، ان کے پاس بہت سے لوگوں میں ابوبکر داؤدی اور احمد بن خالد مادرائی بھی تھے۔ ابن عبدون سے داؤدی کی مسئلہ تفضیل پر بحث چھڑ گئی۔ داؤدی نے کہا: بخدا! ان عامہ کے ساتھ مقامات علیؑ کے بیان کی قدرت نہیں رکھتا۔ بخدا! میں حضرت علیؑ کی منزلت و مقام کو بدر، احد، خندق، حنین اور خیبر میں جانتا ہوں۔ انہوں نے کہا: اگر جانتے ہو تو عمر و ابوبکر پر برتری کے سلسلے میں یہ مفید بات ہے، جو میرے دعوے کی دلیل ہے۔ داؤدی اسی لئے میں عمر و ابوبکر کو علیؑ سے افضل سمجھتا ہوں۔ پوچھا: وہ کیسے؟ داؤدی: ابوبکر

۱۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۱۷) البدایۃ والنھایۃ ج ۴، ص ۹۶ (ج ۴، ص ۱۱۰)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۳۲ (ج ۳، ص ۳۴ حدیث ۴۳۲۷) المواقف ایجی ج ۳، ص ۲۷۶ (ص ۴۱۲) کنز العمال ج ۶، ص ۱۵۸ (ج ۱۱، ص ۶۲۳ حدیث ۳۳۰۳۵) السیرۃ الحلبیۃ ج ۲، ص ۳۴۹ (ج ۲، ص ۳۲۰)

۳۔ امتاع مقریزی، ص ۱۳۴۔

بدر کے دن عریش پر تھے، جس طرح رئیس و منتظم ہوتا ہے۔ اگر رئیس و منتظم لڑنے لگے تو لشکر شکست کھا جائے گا اور علیؑ ایک جنگجو تھے، ان کا کام ہی تھا کہ لشکر میں رہ کر جنگ کریں۔

خطیب و ابن جوزی کہتے ہیں: میرے خیال میں ایسی کنواری منطق کے ذریعہ عریش کا استدلال سب سے پہلے کتاب عثمانیہ میں جاحظ نے لکھا ہے۔ جو لوگ فضیلت علیؑ کے قائل ہیں، ان کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ جنگ میں کود پڑتے تھے۔ حالانکہ یہ کوئی بڑی فضیلت نہیں ہے، اس لئے کہ زیادہ لوگوں کو قتل کرنا، اگر بڑی فضیلت ہوتی اور تقدم و ریاست کی دلیل ہوتی تو زبیر و ابو دجانہ وغیرہ رسول خداؐ سے افضل ہو جاتے کیونکہ رسولؐ نے تو صرف ایک ہی آدمی کو قتل کیا تھا اور نہ ہی بدر میں شریک قتال ہوئے، وہ صرف عریش پر ابوبکر کے ساتھ بیٹھے رہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ بہادر آدمی جنگ کرتا ہے اور رئیس نہ جنگ کرتا ہے، نہ قتل کرتا ہے۔ فقط فوجی انتظام کرتا ہے۔ رئیس ہی پر ہی تمام امور کا دارومدار ہوتا ہے۔ اگر سارا لشکر بھاگے اور صرف یہی رہ جائے تو فتح ہو جائے گی لیکن اگر وہ بھاگ جائے اور سارا لشکر ٹکا رہے تو فوجی شکست کھا جائیں گے۔ حکومت اسی کی وجہ سے باقی رہتی ہے۔ ابوبکر عریش پر رسول خداؐ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے علیؑ کے عظیم جہاد و قتال کے باوجود افضل تھے۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

اس بے پر کی بکواس کا جواب دینے کے بجائے ہم صرف اسکافی کا جواب نقل کئے دیتے ہیں: (۲)

بلا شبہ جاحظ کی بات تو لچھے دار ہوتی ہے، لیکن عقل سے عاری ہوتی ہے۔ اس کے نزدیک مذہب ایک کھلواڑ ہے۔ کیا جاحظ کو معلوم نہیں کہ رسول خداؐ تمام لوگوں سے شجاع ترین تھے؟ وہ ایسے مہالک میں بھی ثبات قدم دکھاتے تھے، جب عقلمندوں کے ہوش اڑتے اور بہادروں کے پتے پانی ہوتے۔ چنانچہ احد میں سب بھاگ گئے، صرف چار آدمی علی علیہ السلام، زبیر، طلحہ اور ابو دجانہ رہ گئے تھے۔ رسولؐ نے اس موقع پر قتال کیا، عکاشہ کو ہر حال میں تیر بارانی کا حکم دیا۔ جنگ حنین میں بھی ثابت قدم رہے اور صرف آپ

۱۔ تاریخ بغداد ج ۸، ص ۲۱، المنتظم ج ۶، ص ۳۲۷ (ج ۱۴، ص ۲۲-۲۱ نمبر ۲۴۴۸)

۲۔ رسائل الجاحظ، ص ۵۴ (ص ۱۵۶-۱۵۵ الرسائل السیاسیۃ) شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۲۷۵ (ج ۱۳، ص ۲۷۸-۲۷۷ خطبہ ۲۳۸)

کے قریبی افراد ہی رہ گئے تھے۔ بقیہ سب بھاگ گئے تھے۔ حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ رسول خداؐ اشجع البشر تھے، جب جنگ کی بھٹی گرم ہوتی تو ہم رسولؐ کی پناہ پکڑتے تھے، انہیں سے مدد مانگتے تھے۔ جاحظ کیسے بکواس کرتا ہے؟ اس شخص کے مقابل جو نہ کبھی لڑا، نہ میدان میں گیا۔ بھلا ابوبکر اور رسول خداؐ میں کیا نسبت؟ ذرا مرتبہ رسولؐ دیکھو اور ابوبکر کو دیکھو کہ وہ کہاں ہیں؟ اگر ابوبکر شریک نبوت ہوتے تو قریش ان کے بھی دشمن ہوتے، ہم تو دیکھتے ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں میں سب سے بوڑھے تھے۔ سب سے کم قریش کو گزند پہنچایا، نہ کبھی تیر چلایا، نہ تلوار کے زخم کھائے۔ ایسی حالت میں وہ رسولؐ کے برابر کیسے ہو جائیں گے؟ احد میں ان کے بیٹے عبدالرحمٰن مشرکوں کی طرف سے نکلے، انہیں دیکھ کر ابوبکر غصے میں بھرے باہر نکلے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ابوبکر اپنی تلوار نیام میں رکھ لو! رسولؐ نے شاید اس لئے کہا ہو کہ اگر وہ جاتے تو قتل ہوتے، جنگ میں صرف یہی ایک موقع نظر آتا ہے۔

جاحظ کیسے کہتا ہے کہ میدان میں لڑنا اور پہلوانوں کو قتل کرنا، کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ جبکہ اسلام کا استحکام تلوار ہی سے ہوا۔ قرآن میں بھی جہاد کی مدح وارد ہے۔ جنگ سے بیٹھ رہنے والوں پر مجاہدوں کو فضیلت دی گئی ہے۔ اگر بزدل کو فضیلت ہے، تو حسان کو سب پر فضیلت حاصل ہونی چاہئے۔ آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ قریش محمد مصطفیؐ کو تلاش کر رہے تھے، ابوبکر کی طلب میں نہیں تھے۔ اسی طرح علیؑ کی تلاش میں تھے، ان کے قتل کے درپے تھے، کیونکہ انہوں نے ہی مشرکوں کا زور توڑا تھا۔

بدر میں قریش کے خلاف انصار نکلے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے قبیلے کا آدمی بھیجو! خود ہندہ جگر خوار کا رجز ہے (۱) کہ اے علیؑ! آپ نے میرے باپ، چچا اور بھائیوں کا قتل کر کے، میری کمر توڑ دی۔ مجھے کبھی صبر نہ ہوگا۔ کیونکہ علیؑ نے ان مذکورہ لوگوں کو قتل کیا تھا۔

ہم خیبر میں دیکھتے ہیں کہ رسول خداؐ حضرت علیؑ کی حفاظت کی دعا کر رہے ہیں۔

علیؑ کی جدائی انہیں قطعی گوارہ نہ تھی۔ وہ مہالک سے بچاتے تھے۔ دعا کی: خدایا! تو نے احد میں حمزہ کو لے لیا، بدر میں عبیدہ کو لے لیا اور آج علیؑ کو مجھ سے جدا نہ کر کہ میں اکیلا ہو جاؤں گا۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید (ج ۱۳، ص ۲۸۳)

عمرو بن عبدود نے بار بار للکارا اور علیؑ ہی اٹھے تو رسولؐ نے ہر بار بٹھایا۔ جب دیکھا کہ کوئی نہیں جاتا تو اپنا عمامہ سر پر رکھا پھر کچھ دور تک ان کے پیچھے پیچھے چلے، عام مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ جب علیؑ کی آواز تکبیر بلند ہوئی، تو لوگوں نے سمجھا کہ عمرو قتل ہو گیا۔

اسی لئے حذیفہ کہتے ہیں کہ علیؑ کا عمرو کو قتل کرنا، اگر اس کا ثواب تمام مسلمانوں کو تقسیم کیا جائے تو سب کو کافی ہو جائے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ''کفیٰ الله المؤمنین القتال'' میں خدا نے فرمایا ہے کہ علیؑ کی وجہ سے خدا نے مومنوں کو جنگ سے بے نیاز کیا۔

افیونی عقیدت

خلیفہ کی شجاعت نے سنیوں کو بدحواس کر مارا ہے، وہ راست روی سے بہت دور ہو گئے ہیں، انہیں ثابت کرنے کے لئے بڑے پاپڑ بیلنے پڑ رہے ہیں۔ لیکن کہیں سے چول نہیں بیٹھ رہی ہے۔ مکڑی کے جالے کی طرح ایک کمزور ثبوت مضحکہ خیز انداز میں پیش کرتے ہوئے، تفسیر قرطبی (۱) میں سورۂ آل عمران کی آیت ''وما محمد الا رسول'' کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت صدیق کی شجاعت و جرأت کی سب سے مضبوط دلیل ہے کیونکہ شجاعت و جرأت کا سب سے بڑا ثبوت مصائب و آلام میں ثبات قلب ہے اور سب سے بڑی مصیبت وفات رسول تھی ایسے میں ان کی شجاعت کا مظاہرہ ہوا، عمر کہہ رہے تھے کہ رسول خدا نہیں مرے، عثمان گونگے ہو گئے تھے۔ علیؑ نے روپوشی اختیار کر لی تھی۔ معاملہ اضطراب سے دوچار تھا کہ صدیق نے اس آیت سے معاملہ واضح کیا۔ وہ سخ سے تشریف لائے اور مشکل کو حل کیا۔

اس استدلال کو سیرہ حلبیہ (۲) میں بھی پیش کیا گیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ جب رسولؐ کی وفات ہوئی، تو عقلیں اڑ گئی تھیں۔ کوئی دیوانہ ہو گیا تھا، کوئی زمین گیر ہو گیا تھا، اٹھنے کی طاقت نہ تھی، کوئی گونگا ہو گیا تھا، کسی نے بستر پکڑ لیا تھا، پاگل ہونے والوں میں عمر بھی تھے۔

۱۔ تفسیر قرطبی ج۴، ص۲۲۲ (ج۴، ص۱۴۳)

۲۔ السیرۃ الحلبیۃ ج۳، ص۳۵ (ج۳، ص۳۵۴)

عثمان گونگے ہو گئے تھے، بولنے کا یارا نہ تھا۔ حضرت علیؑ نے زمین پکڑ لیا تھا، حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ عبداللہ بن انیس بیمار ہو گئے، اسی میں مر گئے۔ ایسے میں صرف ابوبکر نے ثبات دکھایا...اور یہ ان کی شجاعت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

قرطبی نے اس آیت سے شجاعت خلیفہ کا ثبوت فراہم کرنا چاہا ہے جبکہ اس ادا سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر نے اس آیت کے ذریعہ وفات رسولؐ کا استدلال کیا ہے، انہیں شاید شجاعت اور سنگ دلی کا مطلب نہیں معلوم۔ یہاں استدلال صرف اس لئے کیا تھا کہ موجودہ سیاسی دشواری کو حل کیا جا سکے۔

ایک صاحب نے بدحواسی میں وفات رسولؐ کا انکار کر دیا جبکہ وہ واقعی بدحواس نہیں تھے۔ یہ اس لئے کہ حضرت ابوبکر سخ سے آ جائیں، پھر معاملہ اپنے حق میں کرنے کے لئے سیاسی طور پر آیت سے استدلال کر کے کاروائی آگے بڑھائی گئی۔ حضرت علیؑ کو گوشہ نشین اس لئے کہا گیا کہ بیعت نہ کرنے کا بہانہ تراشا جا سکے۔ عثمان کو گونگا اس لئے کہا گیا کہ وہ اس سلسلے میں کچھ بول نہیں رہے تھے۔ ان کی شجاعت کا ثبوت اگر یہی تھا تو جیسا کہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ انہوں نے چادر ہٹا کر چہرۂ رسولؐ دیکھا اور روتے ہوئے کہا کہ آپ زندگی و موت دونوں میں پاکیزہ رہے(۱)۔ اس وقت بھی نہ روتے لیکن خود رسول اکرمؐ بھی عثمان بن مظعون کی موت پر روئے تھے۔ تین بار گریہ کے ساتھ چہرہ کا بوسہ لیا تھا۔ آپ کے رخسار سے آنسو رواں تھے اور آپ فریاد کر رہے تھے(۲)۔ حالانکہ عثمان بن مظعون اور رسول اکرمؐ کی وفات میں بڑا فرق تھا۔ دونوں مصیبتوں میں بھی بڑا فرق تھا۔ اس میزان کے اعتبار سے عمر بھی رسول خداؐ سے زیادہ بہادر کہے جائیں گے۔ رسولؐ زینب کی موت پر گریہ کر رہے تھے اور عمر تھے کہ رونے

۱۔ صحیح بخاری ج۶، ص۲۸۱ (ج۴، ص۱۶۱۸ حدیث ۴۱۸۷) سیرہ ابن ہشام ج۴، ص۳۳۴ (ج۴، ص۳۰۶) طبقات ابن سعد (ج۲، ص۲۶۸) تاریخ طبری ج۳، ص۱۹۸ (ج۳، ص۲۰۱ حوادث ۱۱ھ)

۲۔ سنن بیہقی ج۳، ص۴۰۷ حلیۃ الاولیاء ج۱، ص۱۰۵، الاستیعاب ج۲، ص۴۹۵ (القسم الثالث، ص۱۰۵۵ نمبر ۱۷۷۹) اسد الغابۃ ج۳، ص۳۸۷ (ج۳، ص۶۰ نمبر ۳۵۸۸) الاصابۃ ج۲، ص۴۶۴ (۵۴۵۳)

والیوں کو کوڑے سے مار رہے تھے۔ (۱)

اس قیاس پر عثمان بھی رسولؐ سے زیادہ شجاع تر ہو جائیں گے، وہ رقیہ یا ام کلثوم کی موت پر گم سم تھے، کوئی اثر نہ تھا اور رسول خداؐ رو رہے تھے۔ صحیحۂ انس کے مطابق وہ تو اپنی زوجہ کی وفات کی رات، دوسری عورت کے ساتھ شب باش تھے۔ (۲)

ان سب کو چھوڑیئے خود ابو بکر کی موت کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ وفات رسول کا اثر تھا کہ رسولؐ کی وفات کے بعد غم واندوہ کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے کہ جسم پگھلتے پگھلتے جلد ہی ختم ہو گئے۔ (۳)

یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ احادیث قرطبی نے نہیں دیکھی؟، انتہائی بزدل تھے۔ بعض غلو پسندوں نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے مکہ میں اظہار اسلام کے لئے تلوار نکالی وہ ۱۔ محمدؐ، ۲۔ ابو بکر اور ۳۔ زبیر تھے (۴)۔ ایک حدیث گڑھی گئی ہے کہ ابو بکر نہ ہوتے تو اسلام ہی ختم ہو جاتا۔ (۵)

بہر حال ابو بکر نے کبھی تلوار نہیں چلائی، کبھی؟ نہ کھایا، نہ کسی کو میدان میں ڈرایا، لیکن عقیدت مند کہتے ہیں کہ وہ شجاع ترین تھے۔ (۶)

۱۔ مسند احمد ج ۱، ص ۳۳۵، ۳۳۷ (ج ۱۔ ص ۳۹۳، ۵۵۱ حدیث ۲۱۲۸، ۳۰۹۳) المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۱۹۰ (ج ۳، ص ۲۱۰ حدیث ۴۸۶۹ تلخیص مستدرک کا یہی حوالہ ہے) مسند ابی داؤد طیالسی، ص ۳۵۱، الاستیعاب ج ۲، ص ۴۸۲ (القسم الثالث ص/ ۱۹۵۶ نمبر ۱۷۷۹) مجمع الزوائد ج ۳، ص ۱۷

۲۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۴، ص ۴۷ (ج ۴، ص ۵۱ حدیث ۶۸۵۲) الاستیعاب ج ۲، ص ۷۴۸ (القسم الرابع ج ۱، ص ۱۸۴ نمبر ۳۳۴۳) الاصابۃ ج ۴، ص ۳۰۴ (۴۳۰) ص ۴۸۹ (نمبر ۱۴۷۰۷)

۳۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۶۳ (ج ۳، ص/ ۶۶ حدیث ۴۴۱۰) اسد الغابۃ ج ۳، ص ۲۲۴ (ج ۳، ص ۳۳۵ نمبر ۳۰۶۴) صفۃ الصفوۃ ج/ ۱ص ۱۰۰ (ج ۱، ص ۲۶۳ نمبر ۲)، ریاض النضرۃ ج ۱، ص ۱۸۰ (ج ۱، ص ۲۲۲) تاریخ الخمیس ج ۲، ص ۲۶۳، حیاۃ الحیوان ج ۱، ص ۴۹ (ج ۱، ص ۷۱) الصواعق الحرقۃ، ص ۵۳ (ص ۸۸) تاریخ الخلفاء ص ۵۵ (۷۶) اخبار الدول قرمانی مطبوع برحاشیہ کامل ج ۱، ص ۱۹۸ (ج ۱، ص ۲۸۱) نزھۃ المجالس ج ۲، ص ۱۹۷ مصباح الظلام جردانی ج ۲، ص ۲۵ (ج ۲، ص ۶۲ حدیث ۳۶۲)

۵۔ نزھۃ المجالس ج ۲، ص ۱۸۲،

۶۔ نور الابصار، ص ۵۴ (۱۱۳)

خلیفہ کا ثبات عقیدہ

ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ ابوبکر نے کہا: اے خدا کے رسولؐ! میں فلاں جگہ سے گذرا تو ایک نیک مرد کو دیکھا کہ بڑے خضوع وخشوع سے نماز پڑھ رہا ہے۔ رسول خداؐ نے کہا: جا کر اسے قتل کردو! ابوبکر گئے، اسے حالت نماز میں دیکھا تو بغیر قتل کئے واپس آگئے۔ رسول خداؐ نے عمر سے کہا کہ جا کر تم اسے قتل کردو! انہوں نے بھی ابوبکر کی طرح اسے قتل کرنا پسند نہ کیا اور واپس آکر کہا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے دیکھا کہ وہ پوری توجہ کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے۔ آنحضرت نے حضرت علیؑ سے فرمایا: تم جا کر اسے قتل کردو۔ علیؑ تشریف لے گئے تو اسے نہ پایا۔ واپس آکر عرض کی، وہ مجھے نہیں ملا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: یہ اور ان کے دوست قرآن پڑھتے ہیں، لیکن ان کی آواز حلق سے نیچے نہیں اترتی۔ وہ اس طرح دین سے نکل جائیں گے، جس طرح تیر چلۂ کمان سے نکل جاتا ہے(۱)۔ انہیں قتل کردو! یہ بدترین مخلوقات ہیں۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ زمانۂ رسولؐ میں ایک عابد تھا، اس سے مل کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ میں نے رسول خداؐ سے عرض کی اور اس کا نام بتایا لیکن خدا کے رسولؐ نے اسے نہ پہچانا۔ میں نے اس کے صفات بیان کئے، پھر بھی نہ پہچانا۔ اچانک وہ شخص نمودار ہوا، تو میں نے کہا: یہی ہے۔ فرمایا: تم ایسے شخص کی بات کررہے ہو، جس میں شیطانی اثرات نمایاں ہیں۔ وہ شخص آیا اور بغیر سلام کئے بیٹھ گیا۔ رسول خداؐ نے اس سے پوچھا: جب تم میری بزم میں بیٹھ رہے تھے، تو کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ ملت میں مجھ سے بہتر کوئی نہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں نے کہا تھا۔ پھر وہ نماز پڑھنے لگا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: کون اسے قتل کرے گا؟ ابوبکر نے کہا: میں قتل کروں گا۔ وہ آئے تو اسے حالت نماز میں دیکھا تو کہا: سبحان اللہ! میں نمازی کو قتل کروں حالانکہ رسول خداؐ نے نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ وہ چلے آئے۔ رسولؐ نے پوچھا: کیا کیا؟ جواب دیا: میں نے نمازی کو قتل کرنا مناسب نہیں سمجھا، آپ نے تو خود ہی نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ دوبارہ رسولؐ نے پوچھا کہ کون قتل کرے گا؟ اس بار عمر اٹھے، وہ بھی گئے اور

۱۔ مسند احمد ج ۳، ص ۱۵ (ج ۳، ص ۳۹۰ حدیث ۱۰۷۳۴) البدایۃ والنھایۃ ج ۷، ص ۲۹۸ (ج ۷، ص ۳۳۰ حوادث ۳۷ھ)

سجدے کی حالت میں دیکھ کر کہنے لگے کہ ابو بکر مجھ سے افضل ہیں۔ واپس آئے تو رسول خداؐ نے پوچھا: واپس آگئے؟ جواب دیا: میں نے اسے سجدے کی حالت میں دیکھا، اس لئے قتل کرنا، مناسب نہیں سمجھا۔ تیسری بار رسولؐ نے پوچھا: کون اسے قتل کرے گا۔ اس بار حضرت علیؑ اٹھے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اگر مل جائے تو قتل کر دینا۔ آپ گئے تو وہ وہاں موجود نہ تھا۔ واپس آئے اور کہا کہ وہ وہاں نہیں ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اگر تم نے قتل کر دیا ہوتا، تو امت کے دو شخصوں میں بھی اختلاف نہ ہوتا۔ (۱)

یہ واقعہ ذوالثدیہ کا ہے، جو نہروان کے خارجیوں کا سرغنہ تھا۔ چنانچہ صحیح مسلم، ابو داؤد میں ہے (۲) کہ جنگ نہروان میں حضرت علیؑ نے اسے قتل کیا۔ رسول خداؐ نے اسے حالت نماز میں ہی قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ عمر و ابو بکر نے قتل نہیں کیا، حضرت علیؑ کو مل نہ سکا ورنہ بقول رسولؐ تمام فتنوں کا خاتمہ ہو جاتا۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

ان دونوں خلیفہ سے پوچھئے کہ آخر کس نے کہا ہے کہ نمازیوں کو قتل نہ کرنا چاہئے؟ خود صاحب شریعت حکم دے رہا ہے۔ اس نے خود نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ پہلے خلیفہ نے کہا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور پھر عمر کو قتل کا حکم دیا آپ جانتے تھے کہ اس کا تمام عمل ریاکاری ہے، جو اپنے ساتھیوں کو فریب دینے کے لئے کر رہا ہے۔ کیا یہ کافر تھا، جو واجب القتل تھا؟ رسولؐ فرما رہے ہیں کہ اس کی آنکھوں میں شیطنت کھیل رہی ہے۔ اس بدبخت نے رسول کو سلام بھی نہ کیا، اس بے حیا نے دل کی بات بھی رسولؐ سے کہہ دی۔ اسی لئے تو رسولؐ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ آپ وحی ترجمان تھے، لیکن دونوں نے حالت نماز میں دیکھ کر اس پر رحم کیا تا کہ لوگوں کے سامنے احترام نماز کا عقیدہ واضح ہو سکے۔ عمر نے اجتہاد میں اضافہ کیا کہ ابو بکر مجھ سے افضل ہیں۔ کیا جس رسولؐ نے حکم قتل دیا تھا وہ ان سے بہتر نہ تھے؟ کیا رسولؐ نے احترام نماز کا حکم نہیں دیا تھا؟ پھر کیوں قتل کا حکم دیا؟ ان دونوں خلیفہ پر لازم تھا کہ اسے قتل

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج ۳، ص ۲۲۷ (نمبر ۲۴۵) مسند ابو یعلی (ج ۱، ص ۹۰ حدیث ۹۰) البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۲۹۸ (ج ۷، ص ۳۳۰ حوادث ۳۷ھ) الاصابۃ ج ۱، ص ۴۸۴ (نمبر ۲۴۳۶)

۲۔ صحیح مسلم (ج ۲، ص ۴۴۳ حدیث ۱۵۶ کتاب الزکوۃ) سنن ابی داؤد (ج ۴، ص ۲۴۵۔۲۴۴ حدیث ۴۷۶۹۔۴۷۶۸) ثمار القلوب، ص ۲۳۲ (ص ۲۹۰ نمبر ۴۳۷)

کر کے واضح ہلاکت سے نجات دیتے۔ایک بے ہتھیار نمازی سے دونوں خلیفہ ڈر گئے جبکہ ابن حزم، قرطبی، سیوطی وغیرہ انہیں شجاع ترین انسان کہتے ہیں۔(۱)

یہ ذوالثدیہ ہوازن کا مال غنیمت تقسیم کرتے وقت بھی رسولؐ سے گستاخی کر چکا تھا۔ جسے دونوں خلیفہ جانتے تھے۔اس نے کہا تھا کہ آپ انصاف نہیں کر رہے ہیں، رسول خداؐ کو غصہ آ گیا تھا۔فرمایا کہ میں انصاف نہ کروں گا تو کون کرے گا؟ عمر نے اٹھ کر کہا: یارسول خداؐ! کیا میں اسے قتل کر دوں؟ فرمایا: نہیں۔اس مرد کے ہنگاموں سے مارقین کا گروہ پیدا ہوگا۔(۲)

عبادت میں والہانہ پن

عبادت کے سلسلے میں بھی ابوبکر کا نہ تو عہد نبوی میں کوئی پتہ ونشان ہے، نہ بعد نبیؐ۔لیکن اس میں بھی یاروں نے فلسفہ بگھارنے کی کوشش کی۔

محب طبری نے ریاض النضرہ (۳) میں لکھا ہے کہ ابوبکر کی وفات کے بعد عمر ان کی زوجہ کے پاس آئے اور ابوبکر کے روزانہ کے مشاغل کے متعلق پوچھا کہ گھر میں کیسے تھے؟

زوجہ نے کہا: ہاں! وہ شب بھر قیام کرتے اور کچھ کام کرتے رہتے تھے۔ پھر زوجہ نے کہا کہ لیکن شب جمعہ وضو کرتے تھے، نماز پڑھتے تھے، پھر رو بہ قبلہ دونوں زانوں میں سر چھپا کر بیٹھ جاتے تھے۔ جب پوچھتی تھی تو ایک آہ سرد کھینچتے تھے۔ان کے دہکتے کلیجے کی آواز میں بھی سنتی تھی۔ یہ سن کر عمر رونے لگے پھر زوجہ نے کہا کہ ابوبکر بولے: پسر خطاب کہاں، اس جگر بریاں کی طرح ہوسکتا ہے؟! مرأۃ الجنان (۴) میں ہے کہ جگر بریاں کی؟۔(۵)

۱۔الفصل (ج ۴، ص ۱۴۳) ریاض النضرۃ ج ۱، ص ۹۲ (ج ۱، ص ۱۲۰) تاریخ الخلفاء ۲۵ (۳۴)

۲۔تاریخ ابی الفداء ج ۱، ص ۱۴۷، امتاع مقریزی، ص ۴۲۵

۳۔ریاض النضرۃ ج ۱، ص ۱۳۳ (ج ۱، ص ۱۶۸)

۴۔مرأۃ الجنان ج ۱، ص ۶۸ ۵۔عمدۃ التحقیق عبدی مالکی، ص ۱۳۵ (۲۳۰)

عمدۃ التحقیق میں ہے کہ بعد ابو بکر عمر نے عائشہ و اسماء سے شب و روز کے متعلق دریافت کیا تو جواب ملا کہ رات بھر نماز نہیں پڑھتے تھے نہ زیادہ عبادت کرتے تھے۔ بلکہ جب سحر ہوتی تو دوزانو ہو کر سر ڈال کر بیٹھ جاتے تھے پھر سر کو سوئے آسمان بلند کرتے اور درد سے بھرپور لمبی آہ کھینچتے اور آہ کرتے۔ ہم لوگ ان کے منھ سے دھواں نکلتا دیکھتے تھے۔

اصل میں اس روایت سے خلیفہ کا خوف خدا اور دلسوزی ظاہر کرنا مقصود ہے، چونکہ ابو بکر صدیق اسرار نبوی کو جو؟ سے تفویض ہوئے تھے، ان کے تحمل کا اپنے کو اہل نہیں پاتے تھے۔ حدیث ہے کہ میں تم سے زیادہ معرفت خدا رکھتا ہوں اور تم سے زیادہ ڈرتا ہوں، اس طرح انسان کی معرفت کامل کسی کے جلال و جمال سے خوف میں مبتلا کر دیتی ہے اور اس ہدف کے سامنے تمام چیزیں پراگندہ ہو جاتی ہیں۔ اگر خدا کسی پر ثبات معرف کی راہ نہ کھولے تو ذرہ برابر اس کے جلال و جمال سے آگاہی حاصل نہیں کر سکتا۔ صدیق کو معرفت تامہ (بھرپور معرفت) حاصل تھی۔ حدیث ہے کہ جو چیز بھی میرے سینے میں اونڈیلی گئی میں نے وہ ابو بکر کے سینے میں اونڈیل دی۔

اگر جبرئیل چاہتے کہ صدیق کے سینے میں اونڈیل دیں تو ممکن نہ تھا۔ مماثل کو واسطۂ فیض قرار دیا جاتا ہے۔ چونکہ رسولؐ بھی ابو بکر کی طرح انسان تھے، اس لئے انہیں کے واسطے سے معرفت اونڈیلی گئی۔ اسی لئے ان کا کلیجہ پھنکتا تھا۔

حکیم ترمذی نوادر الاصول (۱) میں لکھتے ہیں کہ ابو بکر کو کثرت صوم وصلوٰۃ کی وجہ سے برتری نہیں ملی بلکہ انکے دل میں جو تھا اس سے برتری ملی تھی۔

شرح مختصر صحیح بخاری، یواقیت شعرانی، مرأۃ یافعی اور نزہہ صفوری میں ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ابو بکر کو روزہ و نماز کی زیادتی کی بنیاد پر فضیلت نہیں ملی تھی، انہیں اس چیز کی وجہ سے برتری ملی جو ان کے سینے میں تھا۔ (۲)

۱۔ نوادر الاصول، ص ۳۱، ۲۶۱ (ج ۱، ص ۱۸۸ اصل ۲۱، ج ۲، ص ۱۹۸ اصل ۲۲۰)

۲۔ شرح مختصر صحیح بخاری ج ۲، ص ۳۱، ۱۰۵، ج ۳، ص ۹۸، ج ۴ ص ر ۶۳، الیواقیت والجواہر ج ۲، ص ۲۲۱ (ج ۲، ص ۴۳) مرأۃ الجنان ج ۱، ص ۶۸، نزھۃ المجالس ج ۲، ص ۱۸۳،

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

اگر جگر بریاں کی روایت صحیح مان لی جائے تو تمام انبیاءؑ خصوصاً سرور کائناتؐ ابوبکر سے زیادہ خوف خدا رکھتے تھے، ان میں جگر بریاں کی بو زیادہ پھیلنی چاہئے۔ خوف خدا کی اصل، علم ہے:

﴿انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء﴾(۱)

بے شک علماء ہی خدا سے ڈرتے ہیں۔

حدیث ہے: جو تم میں خدا کی زیادہ معرفت رکھتا ہے، وہی خدا سے ڈرتا ہے۔(۲)

اسی مفہوم کے خطبے بھی ہیں۔ امیر المؤمنینؑ فرماتے ہیں:

سب سے زیادہ خوف علماء ہی کو ہوتا ہے۔(۳)

مقاتل کہتے ہیں: لوگوں میں خدا ترس وہی ہے، جو دانا ترین ہو۔(۴) شعبی و مجاہد کہتے ہیں کہ صرف علماء ہی خدا سے ڈرتے ہیں(۵)۔ اسی لئے رسولؐ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ دانا ہوں اور خوف خدا رکھتا ہوں(۶)۔ بادشاہوں کے پاس جو زیادہ قریب رہتے ہیں وہ زیادہ ڈرتے ہیں۔

اب ذرا خوف خدا کا صحیح نقشہ امیر المؤمنینؑ کے یہاں دیکھئے! آپ رات کی تنہائی میں مارگزیدہ کی طرح تڑپتے تھے جبکہ آپ جنت و جہنم کے بانٹنے والے ہیں(۷) لیکن کسی نے بھی ان کے جگر بریاں کی بو نہیں سونگھی۔ اگر اولیاء کے دھویں کو جمع کیا جائے تو ساری دنیا بدبوئے جگر بریاں سے بھر جائے۔

۱۔ فاطر/۲۸ ۲۔ تفسیر خازن ج ۳، ص ۵۲۵ (ج ۳، ص ۴۹۹)

۳۔ غرر الحکم آمدی، ص ۶۲ (۶۳ حدیث ۷۸۵)

۴۔ تفسیر خازن ج ۳، ص ۵۲۵ (ج ۳، ص ۴۹۹)

۵۔ تفسیر قرطبی ج ۴، ص ۳۴۳ (ج ۴، ص ۲۱۹) تفسیر خازن ج ۳، ص ۵۲۵ (ج ۳، ص ۴۹۹)

۶۔ تفسیر بیضاوی ج ۲، ص ۳۰۲ (ج ۲، ص ۲۷۲) اللمع ابی نصر ص ۹۶ (ص ۱۳۴)

۷۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱، ص ۳۰۰ (ج ۲، ص ۲۶۰ خطبہ ۳۵) تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲، ص ۲۷۱) کفایۃ الطالب ص ۲۲ (ص ۲۷ باب ۳) الصواعق المحرقہ ص ۷۵ (ص ۱۲۶) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ (ج ۱، ص ۶۵۷) شرح شفا خفاجی ج ۳، ص ۱۶۳، النہایہ ابن اثیر (ج ۴، ص ۶۱)

کیا کوئی سمجھدار اس کو قبول کرے گا کہ جو خدا ترس ہوگا، اس کا جگر پھنک کر کباب ہو جائے گا۔ شعلہ بھی نکلے، دھواں بھی نکلے۔ پھر جگر جل کیوں نہیں جاتا؟!!! تعجب ہے، جگر جلنے کے بعد آدمی زندہ رہ جاتا ہے، یہ سوال اگر ابوبکر کے مریدوں سے کیجئے تو کہیں گے کہ یہ ابوبکر کا خاص معجزہ ہے۔

میرے خیال میں یہ طفلانہ پندار ان لوگوں کا ہے، جو لغت عرب سے ناواقف تھے۔ عربی زبان میں بے شمار کنائے اور استعارے بولے جاتے ہیں۔ اگر بولتے ہیں کہ فلاں کو آتش خوف نے جلا دیا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کا جگر جل بھن گیا۔ اس سے دھواں بھی نکلا، جگر بریاں کی بدبو پھیلی۔ صرف اس کا مطلب اندوہ بسیار ہوتا ہے۔

عبیدی کا مضحک فلسفہ بھی لاف وگزاف ہے، جو بے دلیل ہے، اسی کے ساتھ یہ حدیث کہ جو کچھ خدا نے مجھ کو میرے دل میں انڈیلا، وہ سب ابوبکر کے سینے میں اونڈیل دیا۔ یہ حدیث بھی گڑھی ہوئی ہے(۱)۔ ایسی صورت میں دعوے کا ثبوت بھی مشکل ہے۔ نہ کہ اس کی بنیاد پر غلو کیا جائے۔

خلیفہ کے اخلاقی مظاہرے

خلیفہ کی بلند اخلاقی کا کوئی نمونہ نہیں مل سکا۔ صرف صحیح بخاری، کتاب التفسیر میں عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی تمیم کے کچھ افراد خدمت رسولﷺ میں آئے۔ ابوبکر نے کہا: قعقاع بن معبد کو امارت سپرد کیجئے۔ عمر نے کہا: اقرع بن حابس کو سپرد کیجئے۔ ابوبکر نے کہا: تم ہر جگہ میری مخالفت کرتے ہو۔ عمر نے کہا: میں تمہاری مخالفت نہیں کر رہا ہوں۔ اس طرح دونوں میں اتنی نوک جھوک ہوئی کہ چیخنے چلانے لگے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

﴿یا ایھا الذین آمنوا لا تقدموا . . .﴾(۲)

۱۔ سفر السعادۃ (ج ۲، ص ۲۱۱) کشف الخفاء ج ۲، ص ۴۱۹، اسنی المطالب ص ۱۹۴ (ص ۳۹۱ حدیث ۱۲۶۲) الموضوعات الکبری قاری (۱۰۶)

۲۔ حجرات/۱

بخاری نے بطریق ابن ملیکہ یہ بھی لکھا ہے کہ قریب تھا کہ دونوں نیکوکار ابوبکر وعمر ہلاک ہو جائیں کیونکہ وہ بارگاہ رسولؐ میں چیخنے چلانے لگے تھے اور اس کے بعد متذکرہ بنی تمیم کا واقعہ لکھا ہے۔ چنانچہ آیت اتری:

﴿یا ایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی﴾ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

ان دونوں بزرگوں پر تعجب ہے کہ عرصے تک رسولؐ کے ساتھ معاشرت میں اخلاق کریمانہ سے بہرہ مند نہ ہو سکے۔ انہیں بڑے لوگوں کی بزم میں بیٹھنے کا ادب بھی نہ آیا۔ خاص طور سے خلق عظیم کی بارگاہ میں بات کرنے کا ڈھنگ ہی نہ جانتے تھے۔ قریب تھا کہ دونوں ہلاک ہو جاتے کہ آیت نازل ہوئی۔ (۲) ابن عساکر نے مقدام سے روایت کی ہے کہ ابوبکر اور عقیل میں گالم گلوچ ہوئی لیکن ابوبکر گالیاں دینے میں بھاری پڑے۔

اس روایت میں ابن حجر (۳) نے لکھا ہے کہ سبابًا یا نسابًا (ستباب گالم گلوچ کا مقابلہ اور نساب مہارت نسب دانی کا مقابلہ) بعد میں سیوطی (۴) نے سبابا کا لفظ ہٹا کر نسابا ہی لکھ دیا ہے۔ بغیر کسی تردید کے۔ لیکن ہر واقف کار جانتا ہے کہ نسابا کا لفظ استبا سے میل نہیں کھاتا بلکہ یہاں ستبابا ہی ہے اور یہی مناسب ہے۔ گویا راوی کہنا چاہتا ہے کہ گالم گلوچ میں عقیل سے زیادہ تھے، کیونکہ یہ ان کی عادت ثانیہ تھی۔

ممکن ہے کچھ لوگ کہیں کہ نسابہ کا مطلب ہے کہ نسب کے پیچ وخم سے واقف تھے، اس کی خامیاں جانتے تھے اس لئے انسان جب گالی دے گا، تو اس کی عزت ونسب پر طعن کرے گا۔ لیکن یہ صفائی چنداں

۱۔ حجرات/۲: صحیح بخاری ج ۷، ص ۲۲۵ (ج ۴، ص ۱۸۳۳ حدیث ۴۵۶۴) الاستیعاب ج ۲، ص ۵۳۵ (القسم الثالث، ص ۱۲۸۴ نمبر ۲۱۲۲) تفسیر قرطبی ج ۱۶، ص ۳۰۰ (ج ۱۶، ص ۱۹۸) تفسیر ابن کثیر ج ۴، ص ۲۰۶، تفسیر خازن ج ۴، ص ۱۷۲ (ج ۴، ص ۱۶۴) الاصابۃ ج ۱، ص ۵۸ (نمبر ۲۳۱) ج ۳، ص ۲۴۰ (نمبر ۷۱۲۸) تاریخ ابن عساکر (ج ۳۰، ص ۱۱۰ نمبر ۳۳۹۸)

۲۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۹، ص ۵۸۲)

۳۔ الصواعق المحرقۃ، ص ۴۳ (ص ۷۲) ۴۔ تاریخ الخلفاء، ص ۳۷ (ص ۵۰)

لائق توجہ نہیں لفظ گالی بجائے خود اتہام اور بدکاری کی اشاعت کرے گا۔(۱) خصائص کبریٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ کے آخری ایام میں عقیل و ابوبکر سے گالم گلوج ہوئی تھی۔ ابوبکر کے گالی باز ہونے کا ثبوت (اور مسلمانوں کو گالی دینا بدکاری ہے)۔(۲)

ہم نے گذشتہ صفحات میں، مسئلہ قدر میں بیان کیا کہ ابوبکر نے پوچھنے والے سے کہا: یـــا بـــن اللخناء! (۳) ایک بار حضرت عمر سے کہا: ثکلتک امک و عدمتک یا بن الخطاب! یہ اس وقت کہا، جب معلوم ہوا کہ انصار چاہتے ہیں کہ اسامہ سے زیادہ سن (عمر) کے آدمی کو حکمراں بنایا جائے۔ اس وقت عمر کی داڑھی پکڑ کے گالی دی اور فرمایا: اسے رسولؐ نے حکمراں بنایا ہے اور تم چاہتے ہو کہ اس سے یہ عہدہ چھین لیا جائے۔(۴)

ہاں! (۵) ابن حبان نے بھی خلیفہ کے اخلاق پر ایک گڑھی ہوئی، جھوٹی حدیث نقل کی ہے کہ اسماعیل کذاب مرفوعاً جبرئیل کا بیان نقل کرتا ہے کہ ابوبکر آسمان میں زمین سے زیادہ مشہور ہیں کیونکہ فرشتے، انہیں حلیم قریش کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اگر خلیفہ حلیم قریش ہوتے یا رسول اعظمؐ کے خلق عظیم کا ذرا بھی حصہ ملا ہوتا تو مرتے دم تک جگر گوشۂ رسولؐ فاطمہ زہراؑ ان سے ناراض نہ رہتیں۔ یہ ایسا کام تھا کہ خود خلیفہ کو آخری زمانے میں افسوس رہا، آرزو کرتے تھے کہ کاش میں نے ایسا نہ کیا ہوتا۔ اگر حلیم ہوتے تو حکم نہ دیتے کہ جو بھی فاطمہؑ کے گھر میں

۱۔ الخصائص الکبری ج ۲، ص ۸۶ (ج ۲، ص ۱۴۵)

۲۔ مسند احمد ج ۱، ص ۴۱۱ (ج ۱، ص ۶۷۹ حدیث ۳۸۹۳) سنن ابن ماجہ ج ۲، ص ۴۶۱ (ج ۲، ص ۱۳۰۰۔۱۲۹۹ حدیث ۳۹۴۱۔۳۹۳۹) تاریخ بغداد ج ۵، ص ۱۴۴ (نمبر ۲۵۷۷) الجامع الصغیر (ج ۲، ص ۴۱۔۴۰ حدیث ۴۶۳۳، ۴۶۳۴) ریاض الصالحین، ص ۳۲۳ (ص ۵۱۸ حدیث ۱۵۶۲)

۳۔ تاریخ الخلفاء، ص ۶۵ (ص ۸۹)

۴۔ التمہید باقلانی، ص ۱۹۳، تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۱۲ (ج ۳، ص ۲۲۶ حوادث ۱۱ھ) تاریخ ابن عساکر ج ۱، ص ۱۱۷ (ج ۲، ص ۵۰) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱، ص ۱۷۱) تاریخ کامل ج ۲، ص ۱۳۹ (ج ۲، ص ۱۷ حوادث ۱۱ھ) تاریخ ابو الفداء ج ۱، ص ۱۵۶، الروض الانف ج ۲، ص ۳۷۵ (ج ۷، ص ۵۸۳)

۵۔ کتاب المجروحین (ج ۱، ص ۱۳۰، ۱۳۱) اللآلی المصنوعۃ ج ۱، ص ۱۵۲ (ج ۱، ص ۲۹۵)

ہو، اس سے جنگ کرو!((۱)

بخاری باب فرض الخمس میں عائشہ کی روایت ہے کہ بعد وفات رسولؐ، فاطمہؑ نے ابوبکر سے کہا کہ رسول کا ترکہ میری میراث ہے، مجھے دے دو۔ ابوبکر نے کہا: رسولؐ کی حدیث ہے:

"لا نورث ما ترکنا صدقة"

ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، جو چھوڑتے ہیں، صدقہ ہوتا ہے۔

یہ سن کر فاطمہؑ غضبناک ہوئیں اور ابوبکر سے مرتے دم تک ناراض رہیں۔(۲)

بخاری (۳) میں غزوات کے باب میں ہے کہ پھر چھ مہینے تک فاطمہ زہراؑ رہیں، جب وفات ہوئی تو ان کے شوہر علیؑ نے راتوں رات غسل وکفن کے بعد سپرد لحد کر دیا اور ابوبکر کو خبر نہ کی۔

تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ فاطمہؑ نے مرتے دم تک ابوبکر کو دشمن رکھا۔(۴)

آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے رات میں ہی دفن کیا جائے، ان کے جنازے میں کوئی شریک نہ ہو اور ابوبکر میری نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔ اس لئے رات میں دفن کیا گیا اور ابوبکر کو خبر نہ کی گئی۔ علیؑ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اسماء بنت عمیس کے ساتھ مل کر خود غسل دیا۔(۵)

۱۔ العقد الفرید ج ۲، ص ۲۵۰ (ج ۴، ص ۸۷) تاریخ ابی الفداء ج ۱، ص ۱۵۶ الامامة والسیاسة ج ۱، ص ۱۳ (ج ۱، ص ۱۹) تاریخ طبری ج ۳، ص ۱۹۸ (ج ۳، ص ۲۰۲ حوادث ۱۱ھ) تاریخ ابن شحنہ (ج ۱، ص ۱۸۹، حوادث ۱۱ھ) شرح نہج البلاغہ ج ۲، ص ۱۹ (ج ۶، ص ۴۶ خطبہ ۲۶) اعلام النساء ج ۳، ص ۱۲۰۷ (ج ۴، ص ۱۱۴)

۲۔ صحیح بخاری ج ۵، ص ۵ (ج ۳، ص ۱۱۲۶ حدیث ۲۹۲۶)

۳۔ صحیح بخاری ج ۶، ص ۱۹۶ (ج ۴، ص ۱۵۴۹ حدیث ۳۹۹۸) نیز ملاحظہ کیجئے صحیح مسلم ج ۲، ص ۷۲ (ج ۴، ص ۲۹ حدیث ۵۲) مسند احمد ج ۱، ص ۶، ۹ (ج ۱، ص ۱۳ حدیث ۲۶، ص ۱۸ حدیث ۵۶) تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۰۲ (ج ۳ ص ۲۰۸ حوادث ۱۱ھ) مشکل الآثار ج ۱ ص ۴۸، سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۰۰۔۳۰۱، کفایۃ الطالب، ص ۲۶۶ (۳۷۰) تاریخ الخمیس ج ۲، ص ۱۹۳

۴۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۵، ص ۲۸۵ (ج ۵، ص ۳۰۶ حوادث ۱۱ھ) ج ۶، ص ۳۳۳ (ج ۶، ص ۳۶۶ حوادث ۱۱ھ)

۵۔ طبقات ابن سعد ج ۸، ص ۳۰۔۲۹، رسائل جاحظ ص ۳۰۰ (ص ۴۶۷ الرسائل السیاسیۃ) حلیۃ الاولیاء ج ۲، ص ۴۳ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۱۶۳ (ج ۳، ص ۱۷۹۔۱۷۸ حدیث ۴۷۶۴، ۴۷۶۹) طرح التثریب ج ۱، ص ۱۵۰ اسد الغابۃ ج ۵، ص ۲۵۴ (ج ۷ ص ۲۲۶ نمبر ۷۱۷۵) الاستیعاب ج ۲، ص ۷۵۱ (القسم الرابع ۱۸۹۸۔۱۸۹۷ نمبر ۴۰۵۷) مقتل خوارزمی ج ۱، ص ۸۳، ارشاد الساری ج ۶، ص ۳۶۲ (ج ۸، ص ۴۷۹) الاصابۃ ج ۴، ص ۳۸۰۔۳۷۸ (نمبر ۸۳۰) تاریخ الخمیس ج ۱، ص ۳۱۳ (ج ۱، ص ۲۷۸۔۲۷۷)

سیرۂ حلبیہ میں بحوالۂ واقدی درج ہے کہ ہمارے نزدیک ثابت ہے کہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ نے رات میں آپ کو دفن کیا اور نماز جنازہ میں آپ کے ساتھ صرف عباس و فضل شریک تھے، کسی کو خبر نہ کی گئی تھی۔(۱)

ابن حجر اصابہ (۲) میں لکھتے ہیں کہ فاطمہؑ کے جنازہ کی نماز ابوبکر نے پڑھی۔ یہ بات میرے نزدیک ضعیف ہے اور روایت کا سلسلہ منقطع ہے۔ بعض متروک افراد نے مالک سے اور اس نے جعفر سے نقل کی ہے اور اس بات کو بغیر سمجھے بوجھے، دار قطنی، ابن عدی (۳) نے لکھ مارا ہے حالانکہ بخاری میں عائشہ سے روایت ہے کہ فاطمہؑ کی وفات ہوئی تو آپ کے شوہر علیؑ نے رات میں دفن کیا اور ابوبکر کو خبر نہ کی، نہ انہیں جنازے میں شریک کیا۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

حدیث مالک میں ہے کہ رات کے وقت فاطمہؑ نے وفات کی۔ ابوبکر و عمر آئے، ان کے ساتھ بہت سے لوگ تھے۔ ابوبکر نے علیؑ سے کہا: آگے بڑھئے! نماز جنازہ پڑھایئے۔ علیؑ نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم! آپ جانشین رسولؐ ہیں، آپ ہی نماز پڑھایئے۔ اس وقت ابوبکر نے آگے بڑھ کر چار تکبیروں سے نماز پڑھائی۔ ہم نے وہیں نشاندہی کر دی تھی کہ یہ حدیث عبداللہ قداسی کی گڑھی ہوئی ہے۔(۴)

اسی غم و غصہ کی وجہ سے عائشہ کو بھی جنازہ میں شریک نہیں کیا گیا۔ جب وہ آئیں تو اسماء نے کہا کہ اندر مت آؤ۔ عائشہ نے ابوبکر سے شکایت کی کہ اس زن خثعمی نے مجھے رسولؐ کی پارہ جگر کے غسل و کفن میں کیوں شریک نہیں ہونے دیا۔ ابوبکر نے وجہ پوچھی کہ تو نے زوجہ رسولؐ کو بنت رسولؐ کے غسل و کفن میں شریک نہیں ہونے دیا، اسماء نے کہا:

۱۔ السیرۃ الحلبیۃ ج ۳، ص ۳۹۰ (ج ۳، ص ۳۶۱)

۲۔ الاصابۃ ج ۴، ص ۳۷۹، شرح المواھب زرقانی ج ۳، ص ۲۰۷،

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۴، ص ۲۵۸ نمبر ۱۰۹۲)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۲، ص ۷۶ (ج ۲، ص ۴۸۸ نمبر ۴۵۴۴) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۴، ص ۲۵۸ نمبر ۱۰۹۲) کتاب المجروحین ج ۲، ص ۳۹) الانساب سمعانی ج ۴، ص ۴۵۹) لسان المیزان ج ۳، ص ۳۳۴ (ج ۳، ص ۴۱۲ نمبر ۴۷۴۶)

فاطمہؑ نے مجھے حکم دیا تھا کہ کسی کو میرے جنازے میں شریک نہ ہونے دینا۔ میں نے ان کے حکم پر عمل کیا ہے۔(۱)

بارگاہ صدیقہؑ میں ابوبکر کی معذرت

یہ تمام روایات اس بات کی تردید کرتی ہیں کہ جس میں بروایت شعبی کہا گیا ہے کہ جب فاطمہؑ بہت زیادہ بیمار ہوئیں تو ابوبکر آئے، علیؑ نے فاطمہؑ سے کہا کہ تم سے ملنے ابوبکر آئے ہیں۔ دروازے پر کھڑے ہیں۔ اگر اجازت دو تو اندر آ جائیں۔ فاطمہؑ نے اجازت دی۔ ابوبکر نے معذرت کی تو فاطمہؑ ان سے راضی ہو گئیں۔

اوزاعی کی زبانی روایت ہے کہ فاطمہؑ ابوبکر سے خفا تھیں۔ ایک دن سخت دھوپ میں ابوبکر آ کر فاطمہؑ کی ڈیوڑھی پر کھڑے ہو گئے، کہا کہ جب تک رسولؐ کی پارہ جگر مجھ سے راضی نہ ہو جائیں گی، میں یہاں سے نہ ٹلوں گا۔ یہ سن کر علیؑ نے فاطمہؑ کو قسم دی کہ راضی ہو جائیں تو فاطمہؑ راضی ہو گئیں۔(۲)

بھلا، ان صحیح روایتوں کے مقابلے میں شعبی اور اوزاعی کی ان بکواس کی کیا قیمت رہ جاتی ہے۔ ان دونوں روایتوں میں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کس نے کہا ہے؟ ان دونوں سے فاطمہؑ عمر بھر ناراض رہیں۔ ان سے منھ پھیر لیا اور کہا کہ تم نے حدیث رسولؐ سنی ہے کہ جس نے فاطمہؑ کو رنجیدہ کیا، اس نے مجھے رنجیدہ کیا اور جس نے مجھے رنجیدہ کیا، اس نے خدا کو غضبناک کیا۔ دونوں نے کہا: ہاں! میں نے حدیث سنی ہے۔ تب آپ نے فرمایا کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ میں تم دونوں سے رنجیدہ ہوں اور رسول خداؐ سے تمہاری شکایت کروں گی۔ ابوبکر نے کہا کہ میں آپ کی رنجیدگی سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ پھر ابوبکر کا حال اس طرح ہوا کہ معلوم ہوتا تھا، روح نکل جائے گی۔ فاطمہؑ کہتی جاتی تھیں کہ میں ہر نماز میں

۱۔ الاستیعاب ج۲، ص۷۷۲ (القسم الرابع، ص۱۸۹۸۔۱۸۹۷ نمبر ۴۰۵۷) اسد الغابۃ ج۵، ص۵۲۴ (ج۷، ص۲۲۶ نمبر ۷۱۷۵) ذخائر العقبی ۵۳ تاریخ الخمیس ج۱ ص۳۱۳ (ج۱، ص۲۷۷) کنز العمال ج۷، ص۱۱۴ (ج۱۳، ص۶۸۶ حدیث ۳۷۷۵۶) اعلام النساء ج۴، ص۱۲۲۱ (ج۴، ص۱۳۱) سنوسی کی شرح صحیح مسلم ج۶، ص۲۸۱، آبی کی شرح صحیح مسلم ج۶، ص۲۸۲،

۲۔ ریاض النضرۃ ج۲، ص۱۲۰ (ج۱، ص۱۵۲) البدایۃ والنھایۃ ج۵، ص۲۸۹ (ج۵، ص۳۱۰ حوادث ۱۱ھ)

تم دونوں کے لئے بددعا کروں گی۔ یہ سن کر ابو بکر روتے ہوئے باہر نکلے اور لوگوں سے کہا کہ مجھے تمہاری بیعت کی ضرورت نہیں، ہر شخص اپنے گھر والوں کے ساتھ آرام سے بسر کرتا ہے، لیکن میں بد قسمت ہوں، میری بیعت توڑ دو!(۱)

رسائل جاحظ (۲) میں بھی ہے کہ لوگ سمجھتے تھے کہ فاطمہؑ کو میراث نہ دینے کے معاملے میں ابو بکر و عمر سچے تھے اور حق پر تھے۔ ان کے جواب میں کہا جائے گا کہ ان دونوں نے فاطمہؑ سے معافی بھی مانگی لیکن فاطمہؑ نے معاف نہیں کیا۔ وصیت کر دی کہ یہ دونوں میری نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں اور ان دونوں پر نفرین کی... یہ تمام باتیں فاطمہؑ کے رنجیدہ خاطر ہونے کا ثبوت ہیں۔

ایک بکواس

ذرا تاریخ ابن کثیر بھی دیکھئے! وہ لکھتا ہے کہ فاطمہؑ بھی ایک مرد کی لڑکی تھیں، اس سے عصمت کی توقع نہیں رکھنا چاہئے۔ جس نے ابو بکر کو ملامت کی اور ان سے رنجیدہ رہیں اور مرتے دم تک صدیق سے بات نہ کی۔ آگے لکھتا ہے کہ وہ بھی ایک انسان کی لڑکی تھی، جس طرح عام آدمی اندوہ گین ہوتے ہیں، یہ بھی ہوئیں اور ضروری نہیں کہ وہ معصوم ہوں۔ باوجودیکہ رسول خداؐ کا ارشاد ہے اور انہوں نے ابو بکر صدیق کی مخالفت کی۔

اس بکواس پر کیا تبصرہ کیا جائے جو صریحی طور سے ایسی ذات کی شان میں گستاخی کر رہا ہے، جس کے باپ، شوہر اور بچوں کے ساتھ خود اس مخدرہ عصمت کی شان میں بھی آیۂ تطہیر نازل ہوئی، جس کے لئے رسولؐ کا ارشاد ہے کہ فاطمہؑ میری پارۂ جگر ہے، جس نے اسے رنجیدہ کیا، اس نے مجھے رنجیدہ کیا یا یہ روایت کہ جس نے اسے اذیت دی، اس نے مجھے اذیت دی۔ یا یہ روایت ہے کہ فاطمہؑ میری ایک شاخ ہے، فاطمہؑ میرے گوشت کا لوتھڑا ہے، فاطمہؑ کی اذیت رسولؐ کی اذیت۔

ان متذکرہ حدیثوں کو جس کے اختلافی الفاظ کی تعداد دس سے زیادہ ہے، اکثر سنن و مسانید میں

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱، ص ۱۴ (ج ۱، ص ۲۰) اعلام النساء ج ۳، ص ۲۱۴ (ج ۴، ص ۱۲۴۔۱۲۳)

معتبر ترین اور مشاہیر علماء نے نقل کیا ہے۔ چند کے نام یہ ہیں:

ابن ابی ملیکہ، ابوعمر بن دینار، لیث بن سعد، ابن عیینہ، ابوالنضر ہاشم، احمد بن یونس، حافظ ابو ولید طیالسی، ابو معمر ہزلی، قتیبہ بن سعید، عیسیٰ ابن حماد، امام احمد بن حنبل، بخاری، خطیب تبریزی، مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی، حکیم ترمذی، نسائی، ابوالفرج اصفہانی، حاکم نیشاپوری، ابونعیم بیہقی، حافظ بغوی (۱) قاضی عیاض، (۲) اخطب خطباء خوارزمی (۳)، ابن عساکر، (۴) سہیلی، (۵) ابن ابی الحدید، (۶) ابن جوزی، (۷) ابن اثیر، (۸) ابن طلحہ (۹) سبط ابن جوزی، (۱۰) حافظ گنجی، (۱۱) حافظ ازدی، (۱۲) ذہبی، (۱۳) قاضی ایجی، (۱۴) زرندی، (۱۵) یافعی، (۱۶) حافظ عراقی، (۱۷) ہیثمی، (۱۸) ابن حجر عسقلانی، (۱۹) سیوطی، (۲۰) قسطلانی، (۲۱) دیار بکری، (۲۲) ابن حجر ہیثمی، (۲۳) خزرجی، (۲۴) مناوی، (۲۵) شیخ احمد مغربی، (۲۶) شیخ احمد باکثیر، (۲۷) ابوعبداللہ زرقانی، (۲۸)

۱۔ مصابیح السنۃ ج ۲، ص ۲۷۸ (ج ۴، ص ۱۸۵ حدیث ۴۷۹۹)

۲۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۲، ص ۱۹ (ج ۲، ص ۶۰، ۵۶۰، ۶۵۲) ۳۔ مقتل خوارزمی ج ۱، ص ۵۳،

۴۔ تاریخ ابن عساکر ج ۱، ص ۲۹۸ (ج ۱، ص ۱۵۶) ۵۔ الروض الانف ج ۲، ص ۱۹۶ (ج ۲، ص ۴۳۰)

۶۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲، ص ۴۵۸ (ج ۹، ص ۱۹۳ خطبہ ۱۵۶) ۷۔ صفۃ الصفوۃ ج ۲، ص ۵ (ج ۲، ص ۱۳، نمبر ۱۷۵)

۸۔ اسد الغابۃ ج ۵، ص ۵۲۱ (ج ۷، ص ۲۲۲ نمبر ۷۱۷۵) ۹۔ مطالب السوول، ص ۷۔۶،

۱۰۔ تذکرۃ الخواص، ص ۱۷۵ (ص ۳۱۰) ۱۱۔ کفایۃ الطالب، ص ۲۲۰ (ص ۳۶۵)

۱۲۔ شرح مختصر صحیح بخاری ج ۳، ص ۹۱، ۱۳۔ تلخیص المستدرک (ج ۳، ص ۱۲۷ حدیث ۴۷۴۷)

۱۴۔ شرح المواقف ج ۳، ص ۲۶۸ (المواقف، ص ۴۰۲، شرح المواقف جرجانی ج ۸، ص ۳۵۵) نظم درالسمطین (ص ۱۷۶)

۱۶۔ مرآۃ الجنان ج ۱، ص ۶۱، ۱۷۔ طرح التثریب ج ۱، ص ۱۵۰

۱۸۔ مجمع الزوائد ج ۹، ص ۲۰۳ ۱۹۔ تہذیب التہذیب ج ۱۲، ص ۴۴۱ (ج ۱۲، ص ۴۶۹)

۲۰۔ جامع الاحادیث (ج ۵، ص ۲۵۸ حدیث ۱۴۷۲۴، ۱۴۷۲۵)

۲۱۔ المواہب اللدنیہ ج ۱، ص ۲۵۷ (ج ۲، ص ۶۵) ۲۲۔ تاریخ الخمیس ج ۱، ص ۴۶۴

۲۳۔ الصواعق المحرقہ، ص ۱۱۲، ۱۱۴ (ص ۱۸۸، ۱۹۰) ۲۴۔ خلاصۃ التہذیب، ص ۴۳۵ (ج ۳، ص ۳۸۹ نمبر ۱۲۲)

۲۵۔ کنوز الدقائق، ص ۸۶ (ج ۲، ص ۲۴) ۲۶۔ فتح المتعال ۳۸۵ (ص ۳۸۳)

۲۷۔ وسیلۃ المآل (ص ۸۵) ۲۸۔ شرح المواہب ج ۳، ص ۲۰۵۔

زبیدی حنفی، (۱) قندوزی، (۲) حمزاوی، (۳) شیخ مصطفیٰ دمشقی، (۴) سید حمید آلوسی، (۵) قراغولی، (۶) عمر رضا کحالہ۔ (۷)

ان تمام دانشوروں نے بغیر کسی قید کے مطلق طور سے لکھا ہے کہ فاطمہؑ کی رضا رسولؐ کی رضا ہے۔ چنانچہ قسطلانی و حمزاوی کے اس سلسلے میں فاطمہؑ بالکل رسول خداؐ کی طرح ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فاطمہؑ اسی سے خوشنود ہوتی ہیں، جس سے خدا راضی ہوتا ہے اور وہ اسی سے رنجیدہ ہوتی ہیں، جس سے خدا رنجیدہ ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فاطمہؑ کی خوشنودی حاصل کرنا، مستحبات میں ہے اور ان کو رنجیدہ کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے فاطمہؑ کی رضا و غضب میں خود ان کی اپنی حوس و غرض کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہی مفہوم ہے عصمت کا، جسے ابن کثیر جیسا کم فہم سمجھ نہیں سکا۔

غلو کی باتیں، واہی کہانیاں

اس مختصر بحث میں خلیفہ کی نفسیاتی اور اخلاقی برتری کا کچا چٹھا پیش کیا گیا۔ اگر چہ تمام کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن اس سے خلیفہ کی اوقات ضرور معلوم ہو جاتی ہے۔ اس بحث سے غلو اور مذمت کا درمیانی معیار معلوم ہو جاتا ہے۔ اب کچھ غلوئے فاحش کے نمونے بھی ملاحظہ فرمایئے!

سورج کی رہٹ

شیخ ابراہیم عبیدی عمدۃ التحقیق (۸) میں بحوالۂ حقائق اور صفوری نزہہ (۹) میں بحوالہ عیون المجالس

۱۔ تاج العروس ج ۵، ص ۲۲۷، ج ۶، ص ۱۳۹،

۲۔ ینابیع المودۃ، ص ۱۷۱ (ج ۱، ص ۱۶۹) باب ۵۵ ۳۔ النور الساری مطبوع بر حاشیہ بخاری ج ۵، ص ۲۷۴،

۴۔ مرقاۃ الوصول، ص ۱۰۹، ۵۔ نثر اللآلی، ص ۱۸۱،

۶، جوھرۃ الکلام، ص ۱۰۵ ۷۔ اعلام النساء ج ۳، ص ۱۲۱۶ (ج ۴، ص ۱۱۲

۸۔ عمدۃ التحقیق فبشائر آل الصدیق، ص ۱۷۴ (ص ۳۰۹) مطبوع بر حاشیہ روض الریاحین.

۹۔ نزھۃ المجالس ج ۲ ص ۱۸۴.

لکھتے ہیں کہ ایک دن رسول خداؐ نے عائشہ سے کہا کہ جب خدا نے سورج کو سفید موتی سے پیدا کیا، جو ہماری دنیا سے ایک سو اکیس گنا بڑا ہے تو اس کا گردش کرنے والا بھی بنایا۔ پھر اس گردش دینے والے کو ۸۶۰ سہارا دینے والا بنایا۔ ہر سہارا دینے والے کو ایک یاقوت سرخ کی زنجیر عطا کی، پھر ساٹھ ہزار فرشتوں کو حکم دیا کہ ہم نے جو تم کو مخصوص توانائی عطا کی، ان سے زنجیر کھینچو! خورشید آسمان پر مثل گنبد گھومتا ہے اور اس کی زیبائی دنیا والے دیکھتے ہیں۔

روزانہ خط استوا پر جہاں کعبہ ہے، رک جاتا ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ مجھے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ مومنوں کے قبلہ سے گذر جاؤں! فرشتے اپنی بھرپور طاقت سے کھینچتے ہیں تا کہ فراز کعبہ سے گذر جائیں، لیکن وہ گذر نہیں پاتے۔ فرشتے عاجز ہو جاتے ہیں۔ خداوند عالم ان پر وحی کرتا ہے کہ اس خورشید کے چہرے پر جو نام نقش ہے، اس کی برکت سے کھینچو! جب یہ سنتا ہے تو سورج اپنی جگہ سے حرکت کرتا ہے۔ عائشہ نے پوچھا: اس کی پیشانی پر کس کا نام لکھا ہے؟ رسولؐ نے فرمایا: اے عائشہ! اس پر ابو بکر صدیق کا نام لکھا ہے۔ خدا نے دنیا خلق کرنے سے پہلے اپنے علم قدیم سے ہوا خلق کی پھر آسمان خلق کیا، پھر پانی پر سمندر بنایا اور سورج کو گردش دینے والا بنایا، جو دنیا کو روشن کرتا ہے، یہ سورج سرکشی کر بیٹھتا ہے فرشتوں سے، جب وہ خط استوا پر آتا ہے، خدا نے آخری زمانے کے نبی کو تمام انبیاء پر فضیلت دی، جو تمہارا شوہر ہے۔ اے عائشہ! اور سورج پر تمہارے باپ کا نام نقش ہے، جو اس نبی کا وزیر ہے یعنی ابو بکر صدیق!!! جب فرشتے سورج کو اس کی سوگند دیتے ہیں تو وہ حرکت کرنے لگتا ہے اور قدرت خدا سے اپنی معمولی گردش پر آ جاتا ہے۔ اسی طرح جب ہماری گنہگار امت دوزخ سے گذرے گی اور آگ چاہے گی کہ مومن کو پکڑے تو جب امت زبان پر ان کا نام جاری کر دے گی، تو جہنم کی آگ منہ پھیر کر بھاگے گی اور دوسرے کو تلاش کرنے لگے گی۔

تبصرہ امینیؒ:

مجھے سخت حیرت ہے کہ قدیم و جدید علمائے ہیئت نے اس گردش دینے والے کو اب تک تلاش کیوں نہ کیا؟! علماء تو کہتے ہیں کہ زمین سورج کے گرد چکر لگا رہی ہے۔ اس روایت سے یہ بھی پتہ چلا کہ سورج کو

پیدا کر کے خدا نے اس میں حرارت نہیں پیدا کی تھی، تعجب ہے کہ فرشتے اس حرارت سے بعد میں بھی استفادہ نہیں کرتے۔

پھر یہ کہ سورج تو ارادۂ خداوندی کا پابند ہے۔ وہ اس کے حکم سے اپنے مدار پر مسلسل گردش کر رہا ہے۔ یہ تمرد اور سرکشی اس کے اندر کہاں سے آگئی کہ احترام کعبہ میں حکم خدا کا بھی خیال نہیں کرتا۔ لیکن وہ مرتبہ صدیق کا عارف ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ

﴿و الشمس تجری لمستقر لها ذالک تقدیر العزیز العلیم لا الشمس ینبغی لها ان تدرک القمر و لا اللیل سابق النهار و کل فی فلک یسبحون﴾(۱)

لیکن روایت کہتی ہے کہ سورج روزانہ حکم خدا سے سرتابی کر کے اینٹھ جاتا ہے اور اسے صدیق کا واسطہ دینا پڑتا ہے۔ روزانہ ایک ہی جگہ رک جاتا ہے خدا کو الہام کرنا پڑتا ہے۔ روزانہ اسے قسم دینی پڑتی ہے، اگر اسناد بھی بیان کئے گئے ہوتے تو اس روایت کی اوقات معلوم کی جاتی، احمقانہ عقیدت فضائل گڑھنے میں عقل کو بھی پھلانگ جاتی ہے۔

ریش ابو بکر سے توسل

یافعی روض الریاحین (۲) میں ابو بکر کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے تھے، اتنے میں ایک اندھا آیا اور ہمیں سلام کر کے رسولؐ کی بارگاہ میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا: کون محبت رسولؐ میں میری حاجت پوری کرے گا؟ ابو بکر نے کہا: بڈھے میاں! تمہاری حاجت کیا ہے؟ بولا: میرے بال بچے ہیں اور ان کے گذر بسر کا انتظام نہیں ہے، اگر کوئی محبت نبیؐ میں کچھ دے تو لے جا کر دے دوں۔ ابو بکر نے کہا کہ میں تمہیں محبت نبیؐ میں اتنا دوں گا کہ تم خود کفیل ہو جاؤ گے۔ کیا دوسری بھی حاجت ہے؟ کہا: ہاں! ایک بیٹی

۱۔(یس ر۴۰)

۲۔روض الریاحین، ص ۳۴۴ مطبوع برحاشیہ العرائس ثعلبی در مصر۔ اسی سے قسطلانی نے المواہب ج ۲، ص ۲۸ پر اور زرقانی نے شرح المواہب ج ۳، ص ۱۵۷ پر یہ روایت نقل کی ہے۔

ہے، اسے چاہتا ہوں کہ محبت نبیؑ میں کسی کے ساتھ شادی کر دوں۔ ابو بکر نے کہا: میں محبت نبیؑ میں اس لڑکی سے شادی کرلوں گا۔ کیا کوئی اور حاجت ہے...؟ بولا: ہاں! میری خواہش ہے کہ ابو بکر صدیق کی داڑھی اپنے ہاتھ میں تھام لوں۔ یہ سن کر ابو بکر نے اپنی داڑھی اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ اس اندھے نے ہاتھ میں لے کر دعا کی: خدایا! تجھے حرمت ریش ابو بکر کا واسطہ میری بینائی واپس کردے! دعا کرتے ہی اس کی بینائی واپس آگئی۔ جبرئیل رسول خداؐ پر نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! خدا تمہیں سلام کرتا ہے اور تحیۃ والاکرام کے بعد فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر تمام اندھے ریش ابو بکر کا واسطہ دے کر مجھ سے دعا مانگیں تو میں ان کی بینائی واپس کردوں گا۔ پھر روئے زمین پر ایک بھی اندھا باقی نہ رہے گا۔ اور یہ سب کچھ تمہاری قدر ومنزلت اور بلندی شان کی وجہ سے ہے۔

تبصرۂ امینیؒ:

یہ آنکھ کے اندھے نہیں، دل کے اندھے ہیں۔ جنہوں نے ریش ابو بکر کو رسولؐ کی داڑھی سے بڑھا دیا ہے جبکہ رسولؐ ان سے عمر میں بڑے تھے۔ اب اس کے بعد سنیوی میں اندھے کیوں ہوتے ہیں؟ کیا انہیں ریش ابو بکر کی معرفت نہیں ہے؟ حیرت ہے کہ یافعی سے پہلے حفاظ اور ائمۂ حدیث نے اسے نقل کیوں نہ کیا؟ کیا وہ اندھے حافظوں کو آنکھ نہیں دینا چاہتے تھے؟ ان کی عقلوں پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے....

ریش ابو بکر سے متعلق بہت سے خرافات منقول ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول خداؐ جب جنت کے مشتاق ہوتے تھے تو ابو بکر کی داڑھی کا بوسہ لیتے تھے۔ اس روایت کو فیروز آبادی نے مشہور ترین وضعی حدیث کہا ہے۔ (۱)

عجلونی کی ایک روایت ہے کہ جنت میں دو داڑھیاں جائیں گی: ایک حضرت ابراہیمؑ کی اور دوسرے حضرت ابو بکر کی...(۲) پھر ابن حجر (۳) نے مقاصد میں لکھا ہے کہ جنت میں ابراہیمؑ اور ابو بکر

۱۔ سفر السعادہ (ج۲، ص۲۱۱) کشف الخفاء ج۲، ص۴۱۹،
۲۔ کشف الخفاء ج۱، ص۳۳۳
۳۔ المقاصد الحسنہ (ص۱۴۴ حدیث ۲۲۸)

کی داڑھی ہونا صحیح نہیں ہے۔ یہ بات کسی مشہور کتاب میں نہیں۔ اگر بالفرض یہ روایت درست ہو تو ابراہیمؑ کی اس لئے ہوگی کہ وہ مسلمانوں کے لئے بمنزلہ والد ہیں۔ کیونکہ قرآن میں ان کو مسلم کہا گیا ہے اور ملت کو ان کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور ابوبکر کی اس لئے ہوگی کہ وہ مسلمانوں کے دوسرے والد کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اسلام کا دروازہ کھولا۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

امت مرحومہ کا نام مسلم اس لئے رکھا گیا ہے کہ سورۂ حج آیت ۷۸ میں ہے کہ

﴿هو سماكم المسلمين من قبل﴾

ابراہیمؑ کے زمانے ہی سے مسلم نام ہونا، قرطبی (۱) کے نزدیک ثابت نہیں۔ طبری (۲) کہتے ہیں کہ ظاہری بات ہے کہ ابراہیمؑ کے وقت سے اس امت کا نام قرآن میں مسلم نہیں پڑا۔ اس قول کی روشنی میں ابن حجر کی بات بے پر کی ہوکر رہ جاتی ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ اس تنزیل والد میں کیا سرخاب کا پر لگا ہے۔ تمام انسانوں کے حقیقی والد حضرت آدمؑ کی داڑھی کیوں نہ ہوگی؟! کعب الاحبار کہتے ہیں کہ جنت میں کسی کو داڑھی نہ ہوگی، صرف حضرت آدمؑ کی داڑھی ہوگی جو ناف تک ہوگی (۳)۔ اگر پدر ہونے کی وجہ سے ابراہیمؑ اور ابوبکر کی داڑھی ہوگی تو پھر موسیٰ بن عمرانؑ کی داڑھی کا کیا فلسفہ ہوگا؟ جنت میں داخل ہونے والا ہر انسان بے داڑھی کے ہوگا، صرف موسیٰ بن عمرانؑ کی داڑھی ناف تک ہوگی۔ (۴) ان سب کو چھوڑیئے خود رسول اکرمؐ سب کے پدر روحانی ہیں، وہ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ انہیں جنت میں داڑھی ہو وہ تو اشرف کائنات ہیں۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ پہلے اسلام لانے کی وجہ سے ابوبکر کو باپ کہا گیا ہے، جبکہ تاریخ وسیرت میں ہے کہ وہ چالیس پچاس آدمیوں کے بعد اسلام لائے۔

۱۔ تفسیر قرطبی (ج ۱۲ص ۶۸)

۲۔ جامع البیان (مجلد ۱۰ ج ۱۷، ص ۲۰۸)

۳۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۱، ص ۹۷ (ج ۱، ص ۱۰۸)

۴۔ السیرۃ الحلبیۃ ج ۱، ص ۴۲۵ (ج ۱، ص ۳۹۷)

۳۔ابوبکر اور جبرئیل کی گواہی

نسفی ذکر کرتے ہیں: ایک شخص مدینہ میں مرگیا۔ رسول خداؐ نے چاہا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں؛ اتنے میں جبرئیل نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! اس پر نماز نہ پڑھو۔ رسول خداؐ نے اس کی نماز پڑھنے سے انکار کردیا۔ تھوڑی دیر میں ابوبکر آئے اور کہا: یا رسولؐ اللہ! اس کی نماز پڑھیئے! میں جانتا ہوں کہ یہ اچھا آدمی تھا۔ اس کے بعد جبرئیل آئے اور کہا کہ آپ اس کی نماز پڑھیئے کیونکہ ابوبکر کی گواہی میری گواہی سے مقدم ہے۔(۱)

اگر چہ یہ روایت سند کے لحاظ سے نامعلوم اور لچر ہے۔ لیکن ذرا دیکھئے تو کیا جبرئیل نے یہ گواہی اپنی طرف سے دی تھی؟ کیا وہ امین خدا نہیں ہیں کہ ابوبکر کی گواہی ان سے بڑھ گئی۔ اور اگر وہ خدا کی وحی لے کر آئے تھے تو وحی خدا کا تیا پانچہ ہو جاتا ہے۔ کیا یہ غلو نہیں ہے...؟ ذرا انصاف تو کیجئے!

۴۔رسولؐ کی انگشتری کا نقش

روایت میں ہے کہ رسول خداؐ نے ابوبکر کو اپنی انگوٹھی دی اور فرمایا: اس پر لا الٰہ الا اللہ نقش کرادو۔ جب ابوبکر نے سنار کو دیا تو کہا کہ اس پر لا الٰہ الا اللہ لکھ دو۔ سنار نے اس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا۔ جب ابوبکر نے رسول خداؐ کو وہ انگوٹھی دی تو لکھا ہوا تھا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر صدیق۔ رسولؐ نے وجہ پوچھی تو کہا: مجھے پسند نہیں کہ آپ کے نام کو خدا کے نام سے جدا کیا جائے۔ لیکن بقیہ اضافہ کیوں ہوا؟ مجھے نہیں معلوم! اس وقت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ ابوبکر کا نام میں نے لکھا ہے۔ چونکہ ان کو پسند نہ تھا کہ میرے اور تمہارے نام میں جدائی ہو، اس لئے میں نے بھی پسند نہ کیا کہ تمہارے اور ان کے نام میں جدائی ہو۔(۲)

تبصرہ امینیؒ:

۱۔مصباح الظلام جردانی ج۲،ص۲۵ (ج۲،ص۶۱ حدیث۳۶۲) نزھۃ المجالس ج۲،ص۱۸۴

۲۔نزھۃ المجالس ج۲،ص۱۸۵، مصباح الظلام ص۲۵ (ج۲،ص۶۱ حدیث۳۶۲)

صحاح کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ کا نقش نگین محمد رسول اللہ تھا۔ نہ اس میں کمی تھی، نہ زیادتی تھی۔ رسول خداؐ نے انس کو انگوٹھی دے کر فرمایا تھا کہ اس میں صرف محمد رسول اللہ لکھوا دو۔ (۱) بخاری و ترمذی کی روایت ہے کہ نقش نگین تین سطروں میں تھا۔ ایک میں محمد، دوسرے میں رسول اور تیسرے میں اللہ۔ (۲) طبقات بن سعد میں ہے کہ نقش تھا: بسم اللہ محمد رسول اللہ۔ (۳) ابوالشیخ اخلاق نبویہ میں لکھتے ہیں آپ کا نقش نگین تھا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس کے علاوہ کسی بھی دوسری روایت پر اعتبار کرنا، جہالت و حماقت ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ خیالی جبرئیل رسولؐ کے پاس کیوں آئے تھے؟ کیا اس لئے کہ ابوبکر آیت مباہلہ کی روشنی میں نفس رسولؐ تھے یا غدیر میں ان کے لئے آیہ بلغ اتری تھی؟ کیا انہوں نے حالت رکوع میں انگوٹھی دے کر آیہ ولایت اتروائی تھی؟ کیا وہ سابق الاسلام تھے...؟

یہ روایت گڑھنے والا آخر کیا جواب دے گا....؟

۵۔ بہشتِ ابوبکر کی وسعت

صفوری نزہہ (۴) میں لکھتے ہیں کہ حدیثوں میں دیکھا ہے کہ فرشتے زیر درخت طوبیٰ جمع ہوئے، ایک فرشتے نے کہا: میں چاہتا ہوں کے خدا مجھے ہزار پر و بال عطا کرتا، تاکہ بہشت کے اس سرے سے اس سرے تک پہونچ جاؤں۔ جو کچھ وہ چاہتا تھا، خدا نے اسے عطا فرما دیا۔ اس نے ایک ہزار سال تک پرواز کی یہاں تک کہ اس کی طاقت جواب دے گئی۔ پھر دوبارہ اسے بال و پر عطا ہوئے اور وہ ہزار سال

۱۔ صحیح بخاری ج ۸، ص ۳۰۹ (ج ۵، ص ۲۲۰۵ حدیث ۵۵۳۹) صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۱۴، ۲۱۵ (ج ۲، ص ۳۱۹ حدیث ۵۵، کتاب اللباس والزینۃ) سنن ترمذی ج ۱، ص ۳۲۴ (ج ۴، ص ۲۰۱ حدیث ۱۷۴۵) سنن ابن ماجہ ج ۲، ص ۳۸۴، ۳۸۵ (ج ۲، ص ۱۲۰۱ حدیث ۳۶۳۹) سنن نسائی ج ۸، ص ۱۷۳ (ج ۵، ص ۴۵۰ حدیث ۹۵۱۳۔۹۵۰۹)

۲۔ صحیح بخاری ج ۸، ص ۳۰۹ (ج ۵، ص ۲۲۰۵ حدیث ۵۵۴۰) سنن ترمذی ج ۱، ص ۳۲۵ (ج ۴، ص ۲۰۲ حدیث ۱۷۴۸)

۳۔ طبقات ابن سعد (ج ۱، ص ۴۷۳) شرح المواہب زرقانی ج ۵، ص ۳۹

۴۔ نزہۃ المجالس ج ۲، ص ۱۸۳،

تک اڑتا رہا اور اس کی طاقت جواب دے گئی۔ تیسری بار پھر ہزار بال و پر عطا ہوئے اور وہ ہزار سال تک اڑتا رہا، یہاں تک کہ اس کی طاقت جواب دے گئی۔ وہ روتے ہوئے ایک آستانے پر گر پڑا۔ ایک حوریہ نے پوچھا: کیوں روتے ہو؟ یہ بہشت رونے کی جگہ نہیں بلکہ خوشی کی جگہ ہے۔ اس نے حوریہ سے ساری بات کہہ سنائی۔ حوریہ نے کہا: کیا تمہیں اندازہ ہے کہ تم نے ان تین ہزار سال میں کتنی مسافت طے کی؟ فرشتے نے کہا: نہیں معلوم۔ حوریہ نے کہا: خدا کی عزت وجلالت کی قسم! ابھی تک تم نے ابوبکر کی بہشت کا دسواں حصہ بھی پار نہیں کیا۔(۱)

خدا کی شان؛ ابوبکر کی جنت کس قدر وسیع ہے، میں عصر حاضر کے جوانوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ راوی ''واحد غائب متنم'' کا آدمی ہے۔ کوئی محقق کتنا ہی سر مارے، اسے تلاش نہیں کرسکتا۔

۶۔ خدا ابوبکر سے حیا کرتا ہے

انس بن مالک سے روایت کی گئی ہے کہ ایک انصاری عورت آئی اور عرض کی: یا رسول اللہؐ! میرا شوہر سفر میں ہے اور میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے گھر کا درخت گر گیا ہے۔ رسولؐ نے فرمایا: صبر کرو! اب تمہارا شوہر کبھی واپس نہ آئے گا۔ وہ عورت روتی ہوئی چلی گئی۔ راستے میں ابوبکر ملے تو ان سے خواب بیان کیا۔ لیکن رسول خداؐ کی تعبیر بیان نہیں کی۔ ابوبکر نے کہا: جاؤ! آج رات تمہارا شوہر واپس آجائے گا۔ وہ رسولؐ کی بات پر سوچتی ہوئی واپس آ گئی۔ رات میں اس کا شوہر واپس آ گیا۔ عورت نے جا کر رسول خداؐ سے کہا کہ میرا شوہر واپس آ گیا۔ رسولؐ نے اس پر ایک طویل نگاہ ڈالی۔ اتنے میں جبرئیل نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! تم نے جو کہا تھا، سچ تھا لیکن ابوبکر نے کہہ دیا تھا کہ اسی رات تمہارا شوہر واپس آجائے گا۔ خدا کو شرم محسوس ہوئی کہ اس کی زبان جھوٹی ہو جائے۔ کیونکہ وہ صدیق ہے۔ اسی وجہ سے وہ مردہ شوہر زندہ کر کے بھیجا گیا۔(۲)

۱۔ مصباح الظلام ج۲، ص۲۵ (ج۲، ص۶۱ حدیث ۳۶۲)

۲۔ نزھۃ المجالس ج۲، ص۱۸۴

ان راویوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ابوبکر کا جھوٹ بچانے کے لئے رسول خداؐ کو جھوٹا کہہ رہے ہیں۔ گویا خدا کو صداقت رسولؐ کی پرواہ نہیں تھی۔ رسولؐ نے تو ہمیشہ واپس آنے کی خبر دی تھی۔ ابوبکر نے اندھیرے میں تیر چلایا تو خدا کو شرم دامن گیر ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ خدا کو آبروئے ابوبکر کی پاسداری کرنا چاہئے تھی یا آبروئے رسولؐ کی؟ پھر کہا گیا: چونکہ ابوبکر صدیق تھے۔ کیا رسول خداؐ صدیقوں کے سردار نہیں تھے؟ روایت گڑھنے والا مقام نبوت سے قطعی ناآشنا تھا۔ وہ رسول کو تمام آلودگیوں میں لت پت سمجھتا ہے۔

۷۔ کرامت دفن ابوبکر

تاریخ ابن عساکر (۱) میں ہے کہ جب ابوبکر کا وقت وفات آیا تو حاضرین سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو غسل و کفن کے بعد مجھے قبر رسولؐ کے پاس لے جانا اور کہنا: اے رسول خداؐ! آپ پر سلام ہو، یہ ابوبکر آپ کی خدمت میں آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ اگر اجازت مل جائے اور قفل خود بخود کھل جائے تو وہیں دفن کر دینا ورنہ پھر مجھے بقیع میں دفن کر دینا۔ جب جنازہ لے جایا گیا اور حکم کے مطابق کہا گیا تو خود بخود حجرے کا قفل کھل گیا۔ ناگاہ ہاتف نے قبر کے اندر سے آواز دی۔ دوست کو دوست کے پاس لاؤ کہ دوست مشتاق ہے۔ (۲)

اصل میں اس روایت کو وضع کر کے سنیوں نے اپنے خلیفہ کے ناجائز طریقے سے حجرۂ رسولؐ میں دفن ہونے کو جائز ٹھہرانا چاہا ہے۔ کیونکہ یا تو وہ حجرہ رسول خداؐ کی ملکیت تھا یا پھر صدقہ تھا۔ پہلی صورت میں رسولؐ کے ورثاء سے اجازت لینی چاہئے تھی۔ دوسری صورت کا تقاضہ تھا کہ جو صاحب ان کی جگہ پر بیٹھے وہ تمام مسلمانوں سے اجازت لیتے۔ یہ سب تو کچھ نہ ہوا۔ اگر بیٹی کے حق زوجیت کی میراث میں دفن کیا گیا تو خود ابوبکر نے حدیث بیان کی تھی کہ ہم گروہ انبیاء نہ کسی کو وارث بناتے ہیں، نہ وراث ہوتے

۱۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳۰، ص ۴۳۶ نمبر ۳۳۹۸، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۳، ص ۱۲۵)

۲۔ تفسیر کبیر ج ۵، ص ۴۷۸ (ج ۲۱، ص ۸۷) السیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۳۹۴ (ج ۳ ص ۳۶۵) تاریخ الخمیس ج ۲، ص ۲۶۴ (ج ۲، ص ۲۴۷) اخبار الدول مطبوع بر حاشیہ الکامل ج ۱، ص ۲۰۰ (ج ۱، ص ۲۸۳) نزھۃ المجالس ج ۲، ص ۱۹۸

ہیں۔ جو چھوڑتے ہیں، صدقہ ہوتا ہے۔ پھر عائشہ کا حق کہاں سے ثابت ہوا؟ اور پھر تمام ازواج کا حق مان لیا جائے تو عائشہ کا حق ایک بالشت سے زیادہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ان کا حق ۸/۱ کا ۹/۱ ہوا۔

کیا خلیفہ سے رسولؐ نے خود اس کی خبر دی تھی یا انہیں علم غیب تھا ہمیں تو ابوبکر کے حالات میں محسوسات کی غلطیاں بھی نظر آتی ہیں۔ علم غیب تو دور رہا، پھر یہ کہ اگر دفن کے وقت یہ واقعہ پیش آیا ہوتا تو تمام لوگوں کے سامنے پیش آتا پھر سب کی زبان پر ہوتا۔ ابن عساکر کے علاوہ کسی صحاح و مسانید میں یہ واقعہ نہیں ملتا۔

خود ابن عساکر نے سلسلہ روایت میں ابوطاہر، عبدالجلیل اور حبہ عرنی کا نام لیا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ابوطاہر بہت بڑا جھوٹا ہے اس لئے یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی (۱)۔ ابوطاہر کو ابوزرعہ اور ابوحاتم نے بھی جھوٹا کہا ہے۔ (۲)

۸۔ جبرئیل کی خاکساری

شیخ یوسف فیشی لکھتے ہیں کہ جب خدمت رسولؐ میں ابوبکر آتے اور جبرئیل رسول خداؐ سے ہم کلام ہوتے تو فقط احترام ابوبکر میں جبرئیل کھڑے ہو جاتے۔ جبرئیل سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو کہا کہ ان کا حق استادی میرے اوپر روز آفرینش سے ہے۔ کیونکہ جب خدا نے فرشتوں کو سجدۂ آدمؑ کا حکم دیا تو میرے دل میں بھی وہی خیال آیا جو ابلیس نے کیا، لیکن وہ راندۂ درگاہ ہوگیا۔ جیسے ہی خدا نے سجدے کا حکم دیا میں نے اپنے سامنے ایک بڑا خچر دیکھا اس پر متعدد جگہ لکھا ہوا تھا ابوبکر اس نے مجھ سے کہا کہ سجدہ کرلو۔ میں ابوبکر کی ہیبت سے سجدہ ریز ہوگیا۔ (۳)

تبصرۂ امینیؒ:

۱۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۵، ص ۷۵۷۔ ۷۵۶، مختصر ابن عساکر ج ۱۳، ص ۱۲۵) لسان المیزان ج ۳، ص ۳۹۱ (ج ۳، ص ۴۷۷ نمبر ۴۹۱۸)

۲۔ الجروح والتعدیل (ج ۸، ص ۱۶۱ نمبر ۷۱۵)

۳۔ عمدۃ التحقیق مطبوع بر حاشیہ روض الریاحین، ص ۱۱۱ (ص ۱۹۳)

اس فرشتے پر سر دھنئے جس کے نشانے سے جبرئیل بھی نہ بچے۔ وہ اولین روز ہی اپنی بے گناہی کے باوجود ردیف ابلیس بن گئے۔ خیریت ہوئی کہ ابوبکر آ گئے۔

پتہ نہیں اس فرشتے کا فرشتوں کے متعلق کیسا عقیدہ ہے کہ جسے خداوند عالم امین وحی قرار دیتا ہے، اس میں نفاق پایا جاتا ہے۔ لغزش کے باوجود وہ وحی کی امانت سے سرفراز ہوتا ہے۔ گویا خداوند عالم دلوں کی حالت سے ناواقف ہے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ فرشتہ ابوبکر کی ہیبت سے خاک چاٹتا ہے لیکن اس کے دل میں خدا کی ذرا سی بھی ہیبت نہیں۔ بھلا اس سجدے کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے؟

پھر یہ کہ ابوبکر نے کیسے جان لیا کہ جبرئیل کے دل میں کیا ہے؟ کیا وہ غیب جانتے تھے؟ کیا انہیں جبرئیل کے علاوہ کسی دوسرے نے وحی کی تھی؟ قارئین خود فیصلہ کریں۔

اور پھر سر پیٹنے کا مقام ہے کہ جامعہ ازہر کے علماء اس واہی روایت کو اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور مولود شریف میں بیان بھی کرتے ہیں۔

ممکن ہے کہ یہ روایت فضیلت امیر المومنینؑ کے مقابل میں گڑھی گئی ہو۔ ایک روایت ہے کہ خدا نے جبرئیل سے پوچھا میں کون ہوں اور تو کون ہے؟ جبرئیل حیرت میں غرق تھے کہ نور علیؑ نے رہنمائی کی کہ کہہ دو! تو خدائے جلیل ہے اور میں تیرا بندہ جبرئیل ہوں۔ اس روایت کو شیخ صالح تمیمی اور عبدالباقی آفندی نے نظم بھی کیا ہے۔

ان دونوں روایتوں میں بڑا فرق ہے۔ اس میں یہ نہیں ہے کہ جبرئیل نے خدا کی نافرمانی کی، نہ کہیں علیؑ نے غیب کی خبر دی، نہ خدا کی ہیبت پر علیؑ کی ہیبت غالب آ گئی۔

۹۔ کرامت ابوبکر کا ایک واقعہ

ابوالعباس بن عبدالواحد نے عمر بن زغبی نامی نیک مرد سے روایت کی ہے کہ میں مدینہ منورہ کا مجاور تھا۔ عاشور کے دن شیعہ حضرات رسولؐ کے چچا حضرت عباس کے روضے میں جمع ہوئے تھے۔ میں بھی وہاں گیا، دیکھا کہ لوگ جمع ہیں۔ میں روضہ پر کھڑا ہو گیا اور سوال کیا کہ محبت ابوبکر میں مجھے عنایت

کیجئے! یہ سن کر اس مجمع سے ایک بزرگ میرے پاس آئے اور کہا: یہیں بیٹھو! مجلس ختم ہو جائے گی تو تمہیں کچھ دوں گا۔ مجلس ختم ہوئی۔ تو وہ شخص باہر آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر گھر لے گیا۔ اور اپنے دو غلاموں کو حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پیر باندھ کر خوب پیٹو! پھر حکم دیا زبان کاٹ لو! غلاموں نے ایسا ہی کیا۔ پھر غلاموں کو حکم دیا کہ اس کو کھول دو! اور مجھ سے کہا کہ جاؤ! اسی کے پاس جس کی محبت میں تم سوال کر رہے تھے کہ تمہاری زبان واپس کر دے۔ میں درد کی اذیت سے روتا ہوا باہر آیا اور رسولؐ کے حجرہ پاک میں خود کو گرا کر کہا: یا رسول اللہؐ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ محبت ابوبکر میں میری کیا گت بنی ہے۔ اب اگر آپ کے یہ صحابی برحق ہیں تو میری زبان واپس کر دیجئے! مجھے روتے ہوئے نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ میری زبان پھر ٹھیک ہو گئی ہے۔ خواب سے بیدار ہوا تو دیکھا کہ میری زبان میرے منہ میں ہے۔ میں شکر خدا بجا لایا اور محبت ابوبکر دل میں بڑھ گئی۔

جب دوسرا سال آیا تو حسب معمول شیعہ حضرات جہاں جمع ہوتے تھے، بروز عاشور وہاں گیا، اور سوال کیا کہ محبت ابوبکر میں ایک دینار دیجئے۔ یہ سن کر ایک نوجوان مجمع سے باہر نکلا اور مجھ سے کہا کہ مجلس ختم ہونے تک یہیں بیٹھو! مجلس ختم ہوئی تو وہ جوان مجھے ڈھونڈھتا ہوا آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر سال گذشتہ والے گھر میں لے گیا۔ میرے سامنے کھانا لا کر حاضر کیا۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو جوان نے ایک کمرے کا دروازہ کھول کر رونا شروع کر دیا۔ میں آگے بڑھا کہ رونے کی وجہ معلوم کر سکوں۔ میں نے دیکھا کہ کمرے میں ایک بندر باندھا ہوا ہے، میں نے واقعہ پوچھا تو وہ اور بھی رونے لگا۔ میں نے اسے تسلی دی، جب رونا کم ہوا تو میں نے قسم دی کہ رونے کی وجہ بتائیے! کہنے لگا کہ قسم کھاؤ کہ مدینہ میں کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کرو گے۔ میں نے قسم کھائی تو وہ بیان کرنے لگا کہ سال گذشتہ ہم لوگ اسی طرح عاشور کے دن مجلس میں شریک تھے کہ ایک شخص نے ہم سے محبت ابوبکر کا واسطہ دے کر سوال کیا۔ میرا باپ معزز ترین شیعہ تھا۔

اس نے اٹھ کر فقیر سے کہہ دیا کہ یہیں بیٹھو! مجلس ختم ہونے کے بعد کچھ دوں گا۔ پھر وہ اسی گھر میں لایا اور دو غلاموں سے اس کے ہاتھ پیر بندھوا کر خوب پٹائی کی اور اس کی زبان کاٹ کر نکال باہر کر دیا۔

ہمیں پتہ نہیں تعارات ہوئی تو ہم لوگ سو گئے۔ اچانک ہم نے اپنے باپ کی فریاد سنی، اٹھ کر گئے تو دیکھا کہ وہ مسخ ہو کر بندر بن گیا ہے۔ جلدی سے ہم نے اسے اس کمرے میں بند کر دیا اور لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ مر گیا ہے۔ دیکھ! وہ یہ ہے میرا باپ جس پر ہم صبح و شام گریہ کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ تمہارے باپ نے جس کی زبان کاٹی تھی، اسے دیکھو گے تو پہچان لو گے؟ جوان نے کہا: نہیں! میں نے کہا: وہ میں ہوں، بخدا! وہ میں ہوں، جس کی زبان تمہارے باپ نے کاٹی تھی۔ پھر اس نے تمام واقعہ بیان کیا۔ جوان نے شدت جذبات سے خود کو میرے اوپر ڈال دیا اور میرے سر اور ہاتھ کا بوسہ لینے لگا۔ پھر لباس کے ساتھ مجھے ایک دینار عطا کیا۔(۱)

تبصرہ علامہ امینیؒ:

پتہ نہیں کن جذبات کے تحت یہ قصہ گڑھا گیا ہے؟؟؟ اس بے پر کے افسانے کو بیان کرتے ہوئے، احمقوں کو شرم بھی نہیں آتی۔ کیا کوئی سنجیدہ اور سمجھدار انسان اسے یقین کر سکتا ہے؟ حالانکہ افسانہ میں بڑی حد تک مہارت کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ کیا کوئی عقلمند یقین کرے گا کہ ایک مشہور اور معزز شیعہ کے متعلق ایک بیٹا اعلان کرے کہ میرا باپ مر گیا ہے اور عزیز دوست اس کے متعلق پوچھ گچھ نہ کرتے، اس کی قبر کہاں ہے؟ کب چہلم کیا؟ کیا قصہ گڑھنے والوں کی طرح اس کے اعزہ بھی عقل کے اندھے ہوں گے؟

وہ بیٹا اپنے اعزہ سے تو ماجرا چھپا رہا ہے اور ایک اجنبی سے ساری بات کہہ سنائی۔ کیا یہ یقین کر لیا جائے کہ ایک شخص کی زبان کاٹ لی جائے اور وہ بغیر نالہ و فریاد کئے، بغیر محلے کوچے کے لوگوں سے شکایت کئے، جب وہ جائے، نہ عدالت میں جائے، نہ تھانے کو خبر کرے۔ جبکہ ہر سنی اس موقع کی تلاش میں رہتا ہے کہ شیعوں کے مظالم اور زیادتی کو طشت از بام کیا جائے۔ وہ شخص درد سے تڑپ رہا ہے اور حجرۂ رسولؐ میں فریاد کر رہا ہے اور کسی کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ مرقد رسولؐ کے خدام بھی اس کی خبر گیری نہیں کرتے، نہ انہیں پتہ چلتا ہے۔ اس شخص نے اسی وقت کرامت ابوبکر کو طشت از بام کیوں نہ کیا...؟ زبان

۱۔ مصباح الظلام جردانی ص ۲۳ (ج ۲، ص ۵۷ حدیث ۳۶۲) نزھۃ المجالس ج ۲، ص ۱۹۵

کیا ملی کہ زبان گنگ ہوگئی۔ اسے تو چلا چلا کر اسی وقت ابوبکر کی کرامت کی گہار مچانی چاہئے تھی۔ وہ سال بھر چپ رہا۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ یہ گستاخ ایک سال بعد پھر قبیلہ عباس میں گیا اور بے خطر اس جوان کے ساتھ اس گھر میں چلا گیا۔ حیرت انگیز واقعات جھیلتا رہا۔ اس سے بھی واہی بات سنئے، عمدۃ التحقیق میں پاگل کی ہے۔ ابراہیم عبیدی لکھتے ہیں کہ شیخ علیا سے میں نے سنا کہ مرتے وقت رافضیوں کا چہرہ سور کی طرح مسخ ہو جاتا ہے اور یہ اس بات کی پہچان ہے کہ رافضی مرا ہے۔ جب شیعہ دیکھتے ہیں کہ اس کا چہرہ سور کی طرح مسخ ہوگیا ہے تو خوش ہوتے ہیں کہ شیعیت پر موت ہوئی ہے اور جب مسخ نہیں ہوتا تو غمگین ہوتے ہیں کہ سنی مرا ہے۔(۱)

ایک مہمل واقعہ بھی نقل کرتے ہیں کہ جب ابن منیر (مشہور غدیری شاعر) کی موت ہوئی تو حلب کے جوانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ جو شخص ابوبکر و عمر کو گالی دیتا ہے، خداوند عالم اس کی صورت قبر میں سور کی طرح کر دیتا ہے اور اس میں تو شک نہیں کہ ابن منیر ابوبکر و عمر کو گالیاں دیتا تھا۔ طئے پایا کہ ابن منیر کی قبر کھود کر دیکھیں۔ جب انہوں نے قبر کھودی تو دیکھا کہ چہرہ سور کی طرح ہوگیا ہے اور بجائے پچھم سے پورب کی طرف گھوم گیا ہے۔ ان لوگوں نے ابن منیر کی لاش قبر سے نکالی تاکہ لوگوں کو دکھایا جائے۔ لیکن پھر رائے بدل گئی اور طئے کیا گیا کہ لاش کو جلا دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر لاش کو قبر میں ڈال کر سب واپس آگئے۔

یہ واقعہ علامہ حمر دانی نے مصباح الظلام (۲) میں لکھا ہے۔ کتاب ۱۳۰۱ھ لکھی گئی اور ۱۳۴۷ھ میں طبع ہوئی۔ جن لوگوں نے اس کی طباعت کا اہتمام کیا، ان کے نام ہیں: پاک دامن عالم ''سید محمود انسی شافعی''، علامہ شیخ محمد جودہ، علامہ یگانہ شیخ محمد حماصی، فاضل عاقل شیخ محمد عطیہ محمود، شاعر خردمند محمد آفندی۔ ناموں کو دیکھئے اور پھر واقعات ملاحظہ فرمایئے۔ ان عقل کے اندھوں کو شرم بھی نہیں آتی،

۱۔ عمدۃ التحقیق (ص ۲۲۷)

۲۔ مصباح الظلام (ج ۲، ص ۵۷ حدیث ۳۶۲)

گذرے لوگوں کے واقعات غلط سلط گڑھتے ہیں۔ کیا دنیا میں چاروں طرف شیعوں کی قبریں نہیں ہیں؟ کوئی شیعہ مرتے وقت سور کی شکل میں مسخ ہوا ہے؟ کیا صحابہ میں ابوذر، مقداد اور ابوطفیل شیعہ نہیں تھے؟ کیا ان کے متعلق بھی کوئی سنی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ سور کی شکل میں مسخ ہوئے ہوں گے۔

ان ذلیل کتوں نے تو تمام شرافتوں کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔

۱۰۔ ابوبکر واقف کار بوڑھے اور رسولؐ اجنبی جوان

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول خداﷺ نے جب مدینہ کی جانب ہجرت کی تو ابوبکر واقف کار بوڑھے تھے اور رسولؐ اجنبی جوان تھے۔ چنانچہ لوگ ابوبکر سے ملتے اور پوچھتے کہ یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ وہ جواب دیتے کہ یہ راستہ دکھانے والے ہیں۔ اس طرح دوسرے سمجھتے تھے کہ یہ راستے کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ حالانکہ ابوبکر کا مقصد تھا کہ خیر وصلاح کی رہنمائی کرنے والے ہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ ابوبکر ہم رکاب رسولؐ تھے اور وہ راہ سے واقف تھے۔ جب ان کی جان پہچان والے ملتے اور پوچھتے کہ اے ابوبکر! یہ تمہارے ساتھ کون جوان ہے؟ احمد کے الفاظ ہیں کہ لوگ پوچھتے تھے یہ جوان کون ہے تو جواب دیتے کہ مجھے راستہ بتا رہے ہیں۔ ایک روایت ہے کہ یہ کون ہے، جس کی تم بہت عزت کر رہے ہو؟ تو جواب دیتے کہ مجھے راستہ بتا رہے ہیں اور مجھ سے زیادہ واقف راہ ہیں۔

ایک روایت ہے کہ رسول خداؐ ناقہ پر ابوبکر کے پیچھے بیٹھے تھے۔ ابن عبدالبر کے الفاظ ہیں کہ جب سواری کے لئے ناقہ لایا گیا تو ابوبکر نے رسولؐ سے پوچھا: آپ سوار ہوں اور میں آپ کے پیچھے بیٹھوں؟ رسول خداؐ نے فرمایا: نہیں، تم بیٹھو میں تمہارے پیچھے بیٹھوں گا کیونکہ سواری کا مالک زیادہ حقدار ہوتا ہے کہ آگے بیٹھے۔ جب راستہ میں ان سے پوچھا جاتا کہ یہ تمہارے پیچھے کون بیٹھا ہے؟ تو جواب دیتے کہ یہ مجھے راستہ بتا رہے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب مدینہ میں داخل ہوئے اور مسلمانوں کے درمیان پہونچے تو

ابوبکر لوگوں کے درمیان کھڑے ہوگئے اور رسول خداؐ خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوبکر بوڑھے تھے اور رسولؐ جوان۔ انصاریوں میں جو لوگ رسول خداؐ کو پہچانتے نہیں تھے، وہ ابوبکر کے پاس آتے تھے اور ابوبکر ہی لوگوں سے رسول خدا کا تعارف کراتے تھے۔ جب سورج بلند ہوا تو ابوبکر نے آکر آپ پر ردا کا سایہ کیا۔ تب لوگوں نے رسول خداؐ کو پہچانا۔(۱)

تبصرہ علامہ امینیؒ:

زمانے نے کس قدر رسولؐ کو گرادیا ہے کہ انہیں غیر معروف جوان کہا جارہا ہے۔ گویا وہ بچہ ہیں، جنہیں ایک بوڑھا اپنے سایہ عاطفت میں آواز بلند کررہا ہے اور راہ دکھا رہا ہے۔ کبھی اپنے ردیف میں بٹھاتا ہے اور کبھی آگے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے قبیلوں میں دعوت اسلام پیش ہی نہیں کی تھی۔

خصوصاً مدینہ کے انصار میں اوس وخزرج کے معروف قبیلے تو عقبہ کی بیعت اولیٰ اور بیعت ثانیہ میں ستر سے زیادہ عورت اور مرد نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ کیا رسولؐ نے ہجرت سے قبل صحابہ کو مدینہ بھیج نہیں دیا تھا۔ وہاں ساٹھ افراد پہلے ہی پہونچ گئے تھے۔ مدینہ میں رسولؐ کے خلیرے بھائی بنی نجار بھی تھے۔ مدینہ تو رسولؐ کی عسکری قوت بن چکا تھا۔ جو پہلے سے رسول کا انتظار کررہے تھے۔ استقبال کے لئے روزانہ شہر سے باہر آتے۔ آپ تشریف لائے تو عرفان انگیز نغموں سے استقبال کیا گیا: طلع البدر علینا پھر یہ کہ ابوبکر سوال کے جواب میں یہ کیوں کہتے تھے کہ یہ مجھے راستہ بتا رہے ہیں؟ کیا مدینہ میں خوف کا ماحول تھا کہ وہاں تقیہ کی ضرورت پڑ گئی؟ کیا وہاں رسولؐ کے حمایتی نہیں تھے؟ کیا وہاں ان کا بول بالا نہیں تھا؟ پھر تقیہ کیسا؟ کیا یہ روایت مرسل طور سے نہیں کی گئی ہے کہ سب سے پہلے سات آدمیوں نے

۱۔ صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی ج۶، ص۵۳ (ج۳، ص۱۴۲۱ حدیث ۳۶۹۴) سیرہ ابن ہشام ج۲، ص۱۰۹ (ج۲، ص۱۳۷) طبقات ابن سعد ج۱، ص۲۲۲ (ج۱، ص۲۳۵) مسند احمد ج۳، ص۲۸۷ (ج۴، ص۲۰۵ حدیث ۱۳۶۴۹) معارف ابن قتیبہ، ص۷۵ (ص۱۷۲) ریاض النضرۃ ج۱، ص۷۸، ۷۹، ۷۰ (ج۱، ص۱۰۵-۱۰۳) المواہب اللدنیۃ ج۱، ص۸۶ (ج۱، ص۳۰۶) السیرۃ الحلبیۃ ج۲، ص۴۶، ۶۱ (ج۲، ص۴۲-۴۱، ۵۴)

اسلام کا اظہار کیا۔ رسول خداؐ... ابو بکر۔(۱)۔ ابو بکر کب کے بوڑھے اور رسول خداؐ کب کے جوان ہو گئے؟ رسول خداؐ تو ابو بکر سے عمر میں ڈھائی سال بڑے تھے۔(۲) اس گتھی کو شارح بخاری نے حل کیا کہ ابو بکر داڑھی کی وجہ سے کچھ زیادہ بوڑھے لگتے تھے اور رسولؐ جوان معلوم پڑتے تھے۔ اسے دور کی کوڑی لانا ہی کہا جائے گا ورنہ پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ جس کی عمر پچاس سے اوپر ہو اس کے متعلق پوچھا جائے: یہ نوجوان کون ہے؟ اس تاویل کے خلاف ابن عباس کی روایت ہے کہ ابو بکر نے رسول خداؐ سے کہا: آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: شیبتنی ھود و اخواتھا ''مجھے سورۂ ہود اور ان جیسے سوروں نے بوڑھا بنا دیا ہے''۔(۳) بوڑھے اور اجنبی کی ایک تاویل یہ کی گئی ہے کہ ابو بکر اکثر شام کی تجارت کے لئے مدینہ سے جاتے اس لئے وہاں جانے پہچانے تھے۔ کیا رسول خداؐ نے شام میں تجارت نہیں کی۔ وہ تو زیادہ امین مشہور تھے۔ قدس صفات پہلے ہی سے سمجھے جاتے تھے۔ برخلاف اس کے ابو بکر اسی شہرت سے عاری تھے۔

اہل مدینہ کی دو بیعت

رسول اسلامؐ حج کے موقع پر قبائل کو دعوت اسلام دیتے۔ بنی کندہ، بنی کلب، بنی حنیفہ، بنی عامر وغیرہ کو دعوت دی تو کچھ لوگ مسلمان ہوئے۔ مدینہ کے قبیلہ خزرج سے اسعد بن زرارہ اور عوف بن حرث، رافع بن مالک، جابر بن عبد اللہ، عقبہ بن عامر اور قطبہ بن عامر مسلمان ہوئے اور واپس جا کر اسلام کا چرچا کیا، تمام انصار کے گھروں میں اسلام کا تذکرہ ہونے لگا۔ دوسرے سال حج میں بارہ آدمیوں نے عقبہ میں پہلی بیعت کی، وہ تھے: اسعد، عوف، رافع، معاذ، ذکوان، عبادہ، یزید، عباس، عقبہ،

۱۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۳، ص ۵۸ (ج ۳، ص ۳۸) تاریخ ابن عساکر ج ۶، ص ۲۳۸ (ج ۲۳، ص ۲۲۱ نمبر ۲۹۰۵، مختصر ابن عساکر ج ۱۱، ص ۱۱۳)

۲۔ المعارف، ص ۷۵ (ص ۱۷۲)

۳۔ ترمذی (ج ۵، ص ۳۷۵ حدیث ۳۲۹۷) نوادر الاصول (ج ۲، ص ۱۲۸ (ص ۱۸۶) مسند ابو یعلی (ج ۱، ص ۱۰۲ حدیث ۱۰۷، ۱۰۸، ج ۲ ص ۱۸۴ حدیث ۸۸۰) معجم الکبیر طبرانی (ج ۶، ص ۱۴۸ حدیث ۵۸۰۴، ج ۱۰ ص ۱۰۲ حدیث ۱۰۰۹۱) المستدرک علی الصحیحین ج ۲، ص ۳۴۳ (ج ۲، ص ۳۷۴ حدیث ۳۳۱۴) تفسیر قرطبی ج ۷، ص ۱ (ج ۹، ص ۳) اللمع ابو نصر ص ۲۸۰ (ص ۳۵۲) تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۴۳۵ تفسیر خازن ج ۲، ص ۳۳۵ (ج ۲، ص ۳۱۹

قطبہ، ابوالہیثم، عویم۔ رسول خداؐ نے ان کی تبلیغ کے لئے مصعب بن عمیر کو بھیجا۔

دوسرے سال موسم حج میں عبداللہ بن عمرو بن حرام کے ساتھ عقبہ میں ستر آدمیوں نے بیعت کی۔
(علامہ امینی نے سب کے نام بھی لکھے ہیں)۔

واقعہ ہجرت

جب قریش نے مکہ میں سرکشی کی تو خدا نے جنگ کا حکم دیا۔ اس صورت حال میں رسول خداﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کر جانے کا حکم دیا تاکہ وہ اپنے انصاری بھائیوں سے مل جائیں۔ اس طرح مدینہ کے ہر گھر میں مہاجرین بس گئے۔ (مہاجرین کے ۴ ۵ /افراد کے نام علامہ امینیؒ نے لکھے ہیں)۔

ان لوگوں کے مدینہ پہونچنے کے بعد رسول خداؐ خود بھی حکم ہجرت کا انتظار کرنے لگے۔ یہاں کے میں جو مسلمان رہ گئے تھے، وہ قید و بند کی اذیتیں برداشت کر رہے تھے، صرف ابوبکر اور علیؑ اس مصیبت سے بچے تھے۔ جب خدا نے رسولؐ کو ہجرت کا حکم دیا تو آپ نے علیؑ کو رہنے کا حکم دیا تاکہ سب کی امانتیں واپس کریں اور آپ ابوبکر کو لے کر غار ثور کی طرف نکل پڑے۔ وہاں سے پھر مختلف مقامات کو طئے کرتے قبا پہونچے، وہاں ہتھیار بند انصار کے پانچ سو افراد نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ کو ابوبکر کے ساتھ ایک کھجور کے سائے میں بیٹھاتے ہوئے کہا: یہاں آپ حضرات اطمینان سے آرام فرمائیے۔ وہاں آپ نے چودہ دن قیام کیا۔ عبدالرحمٰن بن عویم کا بیان ہے کہ جب ہمیں آمد رسولؐ کی خبر ہوئی تو روزانہ ہم لوگ انتظار میں شہر کے باہر جاتے اور شام کو واپس آجاتے۔ جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو نماز جمعہ پڑھائی، مختلف لوگوں نے کہا کہ آپ ہمارے یہاں قیام کریں، ہم عددی اور طاقت کی برتری رکھتے ہیں، آپ نے کہا کہ ہمارا ناقہ مامور ہے، جہاں رکے گا وہیں قیام کروں گا۔

۱۱۔ ابوبکر، عمر میں رسولؐ سے بڑے تھے

یزید بن اصم کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے ابوبکر سے پوچھا: میں بڑا ہوں یا تم؟ جواب دیا: میں نہیں

بلکہ آپ بڑے ہیں، زیادہ شریف اور بہتر ہیں۔ میں تو آپ سے عمر میں زیادہ ہوں۔(۱)

اس جھوٹ کو کیا کہا جائے؟ یزید نے تو رسول خداؐ کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ اس کی پیدائش بعد نبیؐ کی ہے۔ پھر ابو بکر زیادہ مسن کہاں سے ہو گئے؟ رسول خداؐ عام الفیل میں پیدا ہوئے اور ابو بکر تین سال بعد پیدا ہوئے۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ ابو بکر نے خلافت مکمل کر کے رسول خداؐ کی عمر تریسٹھ سال پائی۔

معارف ابن قتیبہ (۲) میں ہے کہ ابو بکر کی تریسٹھ سال عمر پر سب کا اتفاق ہے۔ اس طرح رسول خداؐ، ابو بکر سے مسن تھے۔ ایسا ہی صحیح ترمذی میں بھی ہے۔(۳)

چونکہ سقیفہ ہی میں ان کو زیادہ مسن دکھایا گیا تھا، اس لئے عقیدت میں رسولؐ سے بڑا سن کر دیا گیا۔

۱۲۔ اسلام ابو بکر قبل ولادت علیؑ

شبابہ نے فرات بن سائب سے روایت کی ہے کہ میں نے مہران بن میمون سے پوچھا: ابو بکر صدیق پہلے ایمان لائے یا علی بن ابی طالبؑ؟ انہوں نے کہا: خدا کی قسم! ابو بکر اس وقت ایمان لائے جب بحیرا راہب سے بشارت نبوت کی خبر پائی تھی۔ پھر خدیجہ سے رسولؐ نے نکاح کیا اور یہ سب کچھ ولادت علیؑ سے قبل ہوا تھا۔

ربیعہ بن کعب (۴) کہتے ہیں کہ ابو بکر کا اسلام آسمانی وحی کے مشابہ تھا۔ جب وہ تجارت کی غرض سے شام گئے اور بحیرا راہب سے اپنے خواب کی تعبیر میں بشارت نبوت سنی۔ راہب نے پوچھا: تمہارا

۱۔ الاستیعاب ج۲، ص۲۲۶، ریاض النضرۃ ج۱، ص۱۲۷ (ج۱، ص۱۶۰) تاریخ الخلفاء ص۷۲ (ص۹۹) تاریخ ابن عساکر (ج۳۰، ص۲۵ نمبر ۳۳۹۸)

۲۔ المعارف ابن قتیبہ، ص۷۵ (ص۱۷۲)

۳۔ سنن ترمذی ج۲، ص۲۸۸ (ج۵، ص۵۶۴ حدیث ۳۶۵۰، ۳۶۵۱)؛ سیرہ ابن ہشام ج۱، ص۲۰۵ تاریخ طبری ج۲، ص۱۲۵، ج۴، ص۴۷ (ج۲، ص۱۵۵، ج۳، ص۲۱۶ حوادث ۱۳ھ)؛ استیعاب ج۱، ص۳۳۵ (القسم الثالث، ص۹۷۷ نمبر ۱۶۳۳)

۴۔ الخصائص الکبری (ج۱، ص۵۰)

وطن کہاں ہے؟ کہا مکہ کا قریشی ہوں اور ایک تاجر ہوں۔ تو بحیرا نے کہا: بہت جلد ایک نبیؐ مبعوث ہوگا، جس کے تم وزیر ہوگے اور بعد میں جانشین۔ ابوبکر یہ بات دل میں چھپائے رہے، جب رسولؐ مبعوث ہوئے تو ابوبکر نے آپ سے دلیل نبوت پوچھی۔ رسولؐ نے فرمایا: میری نبوت کی دلیل تیرا شام والا خواب ہے۔ اس وقت ماتھا چوم کر ایمان لائے۔

امام نووی کہتے ہیں کہ ابوبکر سابق الاسلام ہیں جبکہ وہ پندرہ یا بیس سال کے تھے۔(۱)

تبصرہ امینیؒ:

سب سے پہلے تو راویوں کی صداقت جانچئے، سبابہ بے پر کی ہانکتا تھا۔ اس کا شیخ ابوعلی دشمن علی تھا۔ جسے ایک شخص کی بددعا لگی تھی اور وہ فالج کا شکار رہا۔(۲) فرات بن سائب بخاری کے نزدیک منکر الحدیث اور بہت بڑا جھوٹا تھا، حدیثیں گڑھتا تھا۔(۳) میمون بن مہران کا جھوٹا ہونا کئی جگہ بیان ہو چکا ہے، وہ پکا دشمن اہل بیتؑ تھا۔(۴)

پھر یہ کہ میمون نے دو باتیں کہیں ہیں۔ ابوبکر بحیرا کے زمانے میں اسلام لائے اور خدیجہ و رسولؐ کے ازدواج کے زمانے میں شام کی آمد و رفت تو خدیجہ کے یہاں ابوبکر کی ملازمت کا کہیں تذکرہ نہیں اور بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ رسول خداؐ کی شادی کی بات محمدؐ سے ایک بائیس سالہ جوان کرے۔ یہ بات تو عباس، حمزہ یا ابوطالب کو کرنا چاہئے۔ ابوطالب تو محمد (ص) کو بہت پیار کرتے اور پرورش کر رہے تھے۔ تاریخوں میں تو ہے کہ خدیجہ نے خود لوگوں سے رسول خداؐ کی حالت معلوم کرائی تھی۔

۱۔ ریاض النضرۃ ج۱، ص۵۱، ۵۴ (ج۱، ص۴۷) اسد الغابۃ ج۱، ص۱۶۸ (ج۳، ص۳۱۰ نمبر ۳۰۶۴) البدایۃ والنھایۃ ج۹، ص۳۱۹ (ج۹ ۳۴۸ حوادث ۱۳ھ) الصواعق المحرقۃ، ص۴۵ (ص۷۶) تاریخ الخلفاء، ص۲۴ (ص۳۲) الخصائص الکبری ج۱، ص۲۹، (ج۱، ص۵۰) نزھۃ المجالس ج۲، ص۱۸۲،

۲۔ میزان الاعتدال ج۱، ص۴۴۰، تھذیب التھذیب ج۴، ص۳۰۲ (ج۴، ص۲۶۴)

۳۔ التاریخ (ج۴، ص۱۲۱، نمبر ۵۰۸۰) الضعفاء والمتروکون (۳۲۵ نمبر ۴۳۳) الجرح والتعدیل (ج۷، ص۸۰ نمبر ۴۵۵) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج۶، ص۲۲ نمبر ۱۵۷۰) میزان الاعتدال ج۲، ص۳۲۵ (ج۳، ص۳۴۱ نمبر ۶۶۸۹) لسان المیزان ج۴ ص۴۳۰ (ج۴، ص۵۰۳ نمبر ۶۵۲۲)

۴۔ تھذیب التھذیب ج۱۰، ص۳۹۱ (ج۱۰، ص۳۴۹)

پھر بات طے ہوئی تو رسولؐ کے چچا حمزہؓ و ابو طالبؑ نے جا کر خدیجہ کے چچا عمر بن اسد سے نکاح کی رسم ادا کی۔ خطبۂ نکاح ابو طالبؑ نے پڑھا (۱) اور اسلام ابو بکر قبل ولادت علیؑ کی روایت بھی عبد الغنی کی ہے جو بقول ذہبی ضعیف اور متروک الحدیث تھا۔ (۲) اس کے علاوہ روایت کا متن بھی دوسری تاریخوں کی روشنی میں دھاندھلی اور غلط بیانی کا پلندہ ہے۔

۱۳۔ ابو بکر سب سے زیادہ عمر کے صحابی

ابن سعد (۳) اور بزار نے حسن سند کے ساتھ انس سے روایت کی ہے کہ اصحاب رسولؐ میں سب سے زیادہ سن رسیدہ ابو بکر اور سہیل بن عمرو تھے۔ (۴)

تبصرہ علامہ امینیؒ:

مجھے یقین ہے کہ نفسیاتی باتوں کے متعلق غلو اور بیہودگی ہانکنے سے پتہ نہیں چلتا، لیکن محسوس اور شہودی باتوں میں بیہودگی بہت جلد واضح ہو جاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اصحاب رسولؐ میں ابو بکر سے

۱۔ طبقات ابن سعد ج۱، ص۱۱۳ (ج۱، ص۱۳۱) تاریخ طبری ج۲، ص۱۲۷ (ج۲، ص۲۸۱) اعلام ماوردی ص۱۱۴ (ص۱۸۰) صفة الصفوة ج۱، ص۲۵ (ج۱، ص۷۴۔۷۳ نمبر۱) تاریخ کامل ج۲، ص۱۵ (ج۱، ص۴۷۱) البدایة والنھایة ج۲، ص۲۹۴ (ج۲، ص۳۵۸) تاریخ الخمیس ج۱، ص۲۹۹ (ج۱، ص۲۶۳) عیون الاثر ج۱ص۴۹ (ج۱، ص۷۱) اسد الغابة ج۵، ص۴۳۵ (ج۷، ص۸۰ نمبر۶۸۶۷) الروض الانف ج۱، ص۱۲۴ (ج۲، ص۲۳۸) تاریخ ابن خلدون ج۲، ص۱۷۲ (ج۲، ص۴۰۹) المواھب اللدنیة ج۱ص۵۰ (ج۱، ص۱۹۲) السیرة الحلبیة ج۱، ص۱۴۹، ۱۵۰ (ج۱، ص۱۳۹۔۱۳۷) شرح المواھب زرقانی ج۱، ص۲۰۰ السیرة النبویة زینی دحلان مطبوع برحاشیہ سیرۂ حلبیہؒ ج۱، ص۱۱۴ (ج۱، ص۵۵)۔

۲۔ میزان الاعتدال ج۲، ص۲۴۳ (ج۲، ص۶۴۲ نمبر۵۰۵۱)؛ لسان المیزان ج۴، ص۴۵ (ج۴، ص۵۳ نمبر۵۲۳) الاصابة ج۱، ص۱۷۷، الخصائص الکبری ج۱، ص۸۶ (ج۱، ص۱۴۵) المواھب اللدنیہ ج۱، ص۵۰ (ج۱، ص۱۸۹) السیرة الحلبیة ج۱، ص۱۳۰ (ج۱، ص۱۲۱)

۳۔ طبقات ابن سعد (ج۳، ص۲۰۲)

۴۔ الاستیعاب ج۱، ص۵۷۶ (القسم الثانی، ص ۶۶۸ نمبر۱۱۰۰) اسد الغابة ج۲، ص۳۷۰ (ج۲، ص۴۷۸ نمبر۲۳۱۵) مجمع الزوائد ج۹، ص۶۰، الاصابة ج۲، ص۸۵، تاریخ الخلفاء، ص۷۳ (ص۱۰۰)

زیادہ سن کے افراد بھرے پڑے ہیں۔ اماناۃ بن قیس، امد بن ابد حضرمی، انس بن مدرک، اوس بن حارثہ، ثور بن ثلدہ، جعد بن قیس، حسان بن ثابت، حکیم بن حرام، حمزہ بن عبد المطلب، سعید بن یربوع، سلمان فارسی، ابو سفیان، عباس بن عبد المطلب، عدی بن حاتم، سعید بن ربیعہ، نابغہ جعدی کے علاوہ چالیس لوگوں کے نام علامہ امینیؒ نے لکھے ہیں۔ پھر یہ کہ زیادہ عمر والا ہونا، کون سی فضیلت ہے؟ اگر اخلاق سے آراستہ نہ ہو۔ علیؑ تو اظہار اسلام کے بعد سات سال تک اکیلے نماز پڑھتے رہے۔ یہ عمر کی فضیلت صرف سقیفہ کے جھروکے سے نکالی گئی ہے۔

۱۴۔ ابو بکر ترازو کے پلڑے میں

تاریخ خطیب (۱) میں ہے کہ عبد اللہ بن احمد، مطرح بن یزید، عبید اللہ بن زحر، علی بن زید، قاسم بن عبد الرحمٰن نے ابو امامہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو ایک آواز سنی، پوچھا کون ہے تو جواب ملا: یہ بلال ہیں۔ پھر جنت میں زیادہ تر لوگوں کو میں نے مہاجرین اور مسلمانوں کے مغلوب الحال لوگوں کو دیکھا، مالدار لوگ بہت کم تھے۔ پھر میں ایک جنت کے دروازے میں داخل ہوا تو ایک ترازو لائی گئی، مجھے ایک پلڑے میں اور ساری امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا۔ میرا پلڑا بھاری رہا، پھر ساری امت کے ساتھ ابو بکر کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا۔ ابو بکر کا پلڑا بھاری رہا، پھر عمر کا پلڑا بھی بھاری رہا اور ترازو آسمان پر اٹھالی گئی۔ (۲) اس کے راویوں میں مطرح بن یزید ضعیف (۳) اور حدیث کے لئے آفت تھا۔ عبید اللہ بن زحر (۴) کو سبھی نے ضعیف کہا ہے۔ علی بن

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۷۸ ۲۔ نوادر الاصول ص ۲۸۸ (ج ۲ ص ۱۵۳، اصل ۲۳۹)

۳۔ التاریخ ج ۲ ص ۵۶۹ نمبر ۲۴۰۹) الجروح والتعدیل (ج ۸ ص ۴۰۹ نمبر ۱۸۷۰) کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۲۲۷ نمبر ۵۹۴) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۶ ص ۴۴۹ نمبر ۱۹۳۰) میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۷۴ (ج ۴ ص ۱۲۳ نمبر ۸۵۸) تھذیب التھذیب ج ۱۰ ص ۱۷۰ (ج ۱۰ ص ۱۵۵)

۴۔ میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۶ نمبر ۵۳۵۹) الجرح والتعدیل (ج ۵ ص ۳۵۱ نمبر ۱۴۹۹) التاریخ (ج ۴ ص ۴۲۶ نمبر ۵۱۰۷) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۴ ص ۳۲۵ نمبر ۱۱۵۷) کتاب المجروحین (ج ۲ ص ۶۲) تھذیب التھذیب ج ۷ ص ۱۳ (ج ۷ ص ۱۲)

زید ضعیف (۱)، منکر الحدیث اور غیر معتبر تھا۔ قاسم بن عبد الرحمٰن (۲) مہمل اور منکر الحدیث تھا، بے پر کی اڑاتا تھا۔ یہ تو راویوں کی حالت تھی پھر یہ کہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

۱۵۔ سورج کا توسل ابو بکر سے

رسول خداؐ نے فرمایا: شب معراج میرے سامنے تمام چیزیں پیش کی گئیں۔ سورج بھی پیش کیا گیا تو میں نے پوچھا: تیرے گہن کی وجہ کیا ہے؟ بقدرت خدا وہ گویا ہوا کہ خدا نے مجھے آسمان کا چکر لگانے پر معین کیا ہے، جہاں چاہتا ہے، مجھے گھماتا ہے، کبھی کبھی میں اپنے اوپر متکبرانہ نگاہ بھی ڈالتا ہوں، اس وقت مجھے ایک عجلہ (گھمانے والا) سرنگوں کرتا ہے، میں اس وقت دو شخصوں کو دیکھتا ہوں۔ ایک کہتا ہے: احد احد اور دوسرا کہتا ہے: صدق صدق۔ میں ان دونوں کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کرتا ہوں کہ گہن سے نجات دے! میں پوچھتا ہوں کہ خدا یہ دونوں کون ہیں؟

جواب ملتا ہے: ''احد احد'' میرا حبیب محمد (ص) کہتا ہے اور ''صدق صدق'' ابو بکر صدیق کہتا ہے۔ (۳)

یہ مسئلہ علمائے ہیئت کے حوالے کرتا ہوں، وہی فیصلہ کریں۔ اب تک تو معلوم ہوا کہ تکبر کی وجہ سے گہن لگتا ہے، ممکن ہے چاند گہن کی بھی تحقیق ہو جائے تو نزہہ کے بعد دوسری نزہہ لکھی جائے۔ سورج گہن صرف امت محمدؐ ہی سے تو مخصوص نہیں، ابو بکر سے قبل اور بعد سورج گہن کیوں ہوتا تھا؟ مان لیا کہ سورج کی روحانی زندگی ہے تو کیا یہ زندگی اختیاری ہے کہ وہ تکبر کا شکار بھی ہو جاتا ہے کہ گناہ کی سزا ملتی ہے؟ کیا وہ توبہ بھی کرتا ہے؟ اس طرح اس نے نہ جانے کتنے گناہ کر ڈالے ہیں؟

۱۔ الجرح والتعدیل ج ۶، ص ۲۰۸ نمبر ۱۱۴۲) التاریخ الکبیر (مجلد ۶، ص ج ۳، ص ۳۰۱ نمبر ۲۴۷۰) کتاب الضعفاء والمتروکین (۱۸۰ نمبر ۲۵۵) الضعفاء والمتروکون (ص ۳۱۲ نمبر ۲۰۸) میزان الاعتدال ج ۲، ص ۲۴۰ (ج ۳، ص ۱۶۱ نمبر ۵۹۶۶) تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۱۳، ۳۶۹ (ج ۱۲۷، ص ۳۴۶)

۲۔ کتاب المجروحین (ج ۲، ص ۲۱۱) العلل ومعرفۃ الرجال (ج ۱، ص ۵۶۵ نمبر ۱۳۵۳) میزان الاعتدال ج ۲، ص ۳۴ (ج ۳، ص ۳۷۳ نمبر ۶۸۱۷) تہذیب التہذیب ج ۸، ص ۳۲۳ (ج ۸، ص ۲۸۹) مجمع الزوائد ج ۹، ص ۵۹۔

۳۔ نزہۃ المجالس ج ۲، ص ۱۸۴،

١٦۔ جنات کتیا کی ڈیوٹی

انس بن مالک کہتے ہیں کہ ہم خدمت رسولؐ میں بیٹھے تھے، اتنے میں ایک صحابی آیا جس کی پنڈلی سے خون بہہ رہا تھا۔ پوچھا: یہ کیسے ہوا؟ جواب دیا کہ فلاں راستے سے آرہا تھا کہ فلاں منافق کی کتیا نے کاٹ کھایا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: بیٹھو۔ تھوڑی دیر بعد ایک دوسرا شخص آیا جس کی پنڈلی سے بھی خون بہہ رہا تھا۔ آنحضرت نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے بھی وہی بات کہی جو پہلے شخص نے کہی تھی۔ رسول خداؐ یہ سن کر فرمانے لگے: چلو اس کتیا کو مار ڈالیں۔ سبھی لوگ اٹھ کر چلے سب نے تلوار بھی نکال لی۔ جب اس کے پاس پہونچے اور تلواروں سے حملہ کرنا چاہا، وہ کتیا تیز طرار انداز میں رسولؐ سے کہنے لگی: مجھے نہ ماریئے! میں خدا اور رسولؐ پر ایمان رکھتی ہوں۔ رسولؐ نے پوچھا: تو نے صحابہ کو کیوں کاٹا؟ جواب دیا: یا رسول اللہؐ! میں جنات کتیا ہوں۔ میری ڈیوٹی ہے کہ جو بھی ابوبکر و عمر کو گالی دے، اسے کاٹ کھاؤں۔ رسول خداؐ نے ان لوگوں سے پوچھا: سن رہے ہو! یہ کتیا کیا کہہ رہی ہے؟ ان لوگوں نے کہا: جی ہاں! اب ہم بارگاہ خدا میں توبہ کرتے ہیں۔(١)

تبصرہ علامہ امینیؒ:

واقعی یہ کتیا میدان نبرد کی دلاور ترین ہے کہ خود رسولؐ اس کے جنگ کے لئے نکلے ہیں۔ اصحاب تلواریں کھینچے ہوئے ہیں۔ یہ کتیا ہے یا شیر؟! یا ڈراونی فوج ہے؟ جس سے اعلان جنگ لیا جارہا ہے۔ یہ دونوں اصحاب جنہیں کتیا نے کاٹ کھایا بزدل ہوں گے ورنہ بہادر تو شیروں سے بھی نہیں ڈرتے۔ یہ کتیا کہاں غائب ہوگئی۔ اب کہیں ایسا کوئی واقعہ سننے میں نہیں آتا۔ پھر یہ کہ صحابہ نے اس کی تیز طرار زبان سنی اسے تو زیادہ لوگوں کی زبان سے نقل ہونا چاہئے تھا۔ صحاح و مسانید میں نقل ہوتا یا معجزات رسولؐ کے باب میں بیان ہوتا۔ عبیدی کو ایک انس ہی سوجھے تھے، غلط بیانی تھوپنے کے لئے؟ کیا ایسی بھی گزاف گوئی ہوتی ہے، فضائل کی؟ شاید ہوتی ہو۔

ہاں رسولؐ اور اولاد رسولؐ کی بد دعاؤں سے خدا نے کتوں کو کافروں اور منافقوں پر مسلط فرمایا

١۔ عمدۃ التحقیق مالکی، ص ١٠٥ (ص ١٨٢)

ہے۔(۱) لہب بن ابی لہب پر کتا مسلط ہوا۔ صادق آل محمدؐ کی بددعا سے اس ناصبی شاعر پر کتا مسلط ہوا، جس نے یہ اشعار کہے تھے: (۲)

صلبنا لکم زیدا علی جذع نخلة   و لم ار مهد یا علی الجذع یصلب

و قستم بعثمان علیا سفاهة   و عثمان خیر من علی و اطیب

۱۷۔ دوستوں کو تحفۂ ابوبکر

عکرمہ، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں رسول خداؐ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ وہاں تیسرا خدا کے سوا کوئی نہ تھا۔ فرمایا: یا علیؑ! تمہیں بتاؤں کہ اہل جنت کے بوڑھوں کا سردار کون ہے؟ اور خدا کے نزدیک کس کی عظیم قدر و منزلت ہے؟ میں نے کہا: ہاں، اے رسولؐ! آپ کی جان کی قسم! فرمایا: یہ دونوں آنے والے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے مڑ کر دیکھا تو عمر و ابوبکر آرہے تھے۔ پھر میں نے رسولؐ کو دیکھا تو وہ مسکرا رہے تھے۔ پھر آپ کی پیشانی شکن آلود ہوگئی۔ ان دونوں نے آتے ہی رسول خداؐ سے پوچھا: کیا سبب تھا کہ ہم جب؟ کی سرائے سے آرہے تھے تو آپ نے تبسم فرمایا؟ پھر پیشانی پر شکن پڑ گئی؟ فرمایا: وہاں ابلیس نے تمہارے چہرے دیکھے پھر آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرکے دعا کی: خدایا! میں ان دونوں کے توسل سے دعا کرتا ہوں کہ ان دونوں کے دشمنوں پر عذاب کرنا! ابوبکر نے پوچھا: ہم سے کون نفرت کرے گا جبکہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کے فرمان کی تصدیق کی ہے؟ فرمایا: آخر زمانے میں ایک قوم ہوگی، رافضیوں کی۔ وہ حق سے پھر جائیں گے اور قرآن کی غلط تاویل کریں گے۔ خدا نے انہیں کے لئے کہا ہے:

﴿یحرفون الکلم عن مواضعه......﴾(۳)

۱۔ الخصائص الکبری ج۱، ص۱۲۷ (ج۱، ص۲۴۴) دلائل النبوۃ بیہقی (ج۲، ص۳۳۸) النھایۃ ابن اثیر ج۳، ص۲۱ (ج۳، ص۹۱

۲۔ السیرۃ الحلبیۃ ج۱، ص۳۱۰ (ج۱، ص۲۹۱)

۳۔ نساء/۴۶؛ مائدہ/۱۳

کلمات کو معانی سے بدل کر دوسرے مفہوم میں استعمال کرتے ہیں۔

پوچھا: خدا انہیں کیا سزا دے گا؟ فرمایا: اے ابوبکر! یہی کافی ہے کہ ابلیس عذاب خداوندی سے نجات کی طلب کرتا ہے۔ ابوبکر نے پوچھا: یہ تو دشمنوں کی سزا تھی، ہمارے دوستوں کو کیا جزا ملے گی؟ فرمایا: تم دونوں اپنے اعمال کا ہدیہ انہیں دے دو! دونوں نے کہا: خدا اور رسولؐ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اپنے عمل کا چوتھائی ثواب عطا کرتا ہوں۔ رسولؐ نے فرمایا: تو پھر تحریر بھی لکھ دو! حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ ابوبکر نے شیشہ کی دوات تھام لی اور رسول خداؐ بولتے جاتے تھے اور وہ لکھتے جاتے تھے:

بسم الله الرحمن الرحیم یقول عبد الله عتیق بن ابی قحافه: انی قد اشهدت الله و رسوله و من حضر من المسلمین انی قد وهبت ربع عملی لمحبی فی دار الدنیا منذ آمنت بالله الی ان القاه و بذالک وضعت خطی.

میں خدا اور رسولؐ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے عمل کا چوتھائی ثواب اپنے مومن دوستوں کو عطا کیا اور یہ تحریر لکھ دی۔

عمر نے بھی ایسی ہی تحریر لکھ دی۔ جب یہ دونوں کتابت سے فارغ ہوئے تو جبرئیل نازل ہوئے اور فرمایا؛ یا رسول اللہ! خداوند عالم بعد تحفۂ درود وسلام فرماتا ہے کہ تمہارے دونوں صحابیوں نے جو تحریر لکھی ہے، مجھے دے دو! رسولؐ نے کہا: یہ ہے۔ جبرئیل لے کر آسمان پر اڑ گئے۔ واپس ہوئے تو رسول خداؐ نے پوچھا: تحریر کیا ہوئی؟ جبرئیل نے کہا: خدا کے پاس ہے۔ اس پر میں نے، جملہ اہل عرش اور میکائیل و اسرافیل نے بھی دستخط کئے ہیں۔ خدا فرماتا ہے: میرے پاس ہے قیامت میں یہ دونوں اپنے قول کو پورا کریں گے۔(۱)

تبصرہ علامہ امینیؒ:

اس بے پر کی کہانیوں پر کیا کہوں لیکن یہ بڑھاپے کی بھی ایک ہی رہی۔ کبھی رسول خداؐ فرماتے ہیں: یا علیؑ! کیا تم دونوں بوڑھوں سے محبت کرتے ہو؟ کبھی یہ کہ جنت میں صرف ابوبکر کی داڑھی ہوگی۔ کبھی

۱۔ عمدۃ التحقیق مالکی، ص ۱۰۷۔۱۰۵ (ص ۱۸۶۔۱۸۳)

رسول خداؐ ابو بکر کی داڑھی کا بوسہ لیتے ہیں۔ کبھی ہجرت کے موقع پر رسولؐ جوان ہیں اور ابو بکر معروف بوڑھے ہیں۔ کبھی ابو بکر رسولؐ سے زیادہ مسن ہیں۔ کبھی تمام صحابہ میں سب سے زیادہ بوڑھے ہیں۔ حیرت ہے کہ جسے وقت معلوم تک مہلت دی گئی ہے اور جو ہمیشہ عذاب خدا میں ہے، وہ بھی دشمنان ابو بکر کے عذاب میں تخفیف کی دعا کرتا ہے۔ پتہ نہیں کیوں، کیا وہ شیخین کا دوست ہے؟ یا کیا وہ دشمن ہے؟ تو پھر یہ دعا کیسی؟

میں اس شیشہ کی دوات پر بھی تبصرہ نہ کروں گا، کہیں چکنا چور نہ ہو جائے اور نہ راویوں کے کذاب ہونے کی نشاندہی کتب رجال سے کروں گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ روایت دوسرے حفاظ و محدثین نے کیوں نہ لکھی؟ پھر یہ کہ اس میں جو آیت یہودیوں کے لئے ہے، اسے شیعوں پر کیوں چپکایا گیا؟ کیا یہ تحریف کلمہ نہیں ہے؟؟؟

ان خواہشات کے بندوں کو پاکیزہ قول اور صراط مستقیم کی توفیق عطا ہو!

۱۸۔ ابو بکر قاب قوسین میں

حدیث معراج میں ہے کہ جب رسول خداؐ قاب قوسین پہونچے تو انہیں وحشت نے گھیر لیا۔ اچانک انہوں نے بارگاہ خدا سے ایک آواز ابو بکر کی سنی تو انہیں اطمینان قلب حاصل ہوا اور اپنے صحابی کی آواز سے مانوس ہوئے۔

عبیدی نے اس روایت کو کرامات ابو بکر میں شمار کر کے کہا ہے کہ اس کرامت میں وہ منفرد ہیں۔(۱)

تبصرہ علامہ امینیؒ:

بھلا یہ وحشت کیوں؟ جبکہ رسولؐ مساحت قدس میں ہیں۔ رسولؐ کو تو صرف خدا ہی سے انس تھا۔ اس مقام پر تو جبرئیل بھی پر نہیں مار سکتے تھے۔(۲) یہ ابو بکر کی آواز وہاں کیسے ٹپک پڑی؟ خدا کی قسم! قطعی

۱۔ عمدۃ التحقیق، ص ۱۵۴ (ص ۲۶۰)

۲۔ تاریخ کامل ج ۲، ص ۲۱ (ج ۱، ص ۴۸۲) السیرۃ الحلبیۃ ج ۱، ص ۴۳۱ (ج ۱، ص ۳۷۳)

غلط ہے۔ یہ دونوں روایتی تجزیہ تھا۔ روایتی حیثیت سے اس لئے مہمل ہے کہ اس کے اسناد مقطوع ہیں۔

۱۹۔ دین اور اس کے آنکھ کان

حذیفہ بن یمانی نے رسولؐ کو فرماتے سنا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ ساری دنیا میں لوگوں کو فرائض و سنن بتانے والے مبلغ بھیجوں۔ جس طرح عیسیٰؑ نے حواریوں کو بھیجا تھا۔

کہا گیا: ابوبکر و عمر کو کیوں نہیں بھیجتے؟ فرمایا: وہ تو میری ضرورت ہیں۔ وہ دین کی آنکھ اور اس کے کان ہیں۔ مستدرک حاکم اور ذہبی کی تلخیص میں ہے کہ اس کا راوی حفص مہمل آدمی ہے۔(۱) نسائی، ابن عدی، ابن حبان، ابن معین، احمد و عقیل وغیرہ بھی منکر الحدیث، واہیات اور آفت حدیث کہتے ہیں۔(۲) ابو حاتم اسے شیخ کذاب کہتے تھے۔(۳)

یہ تو روایتی تجزیہ تھا۔ کاش یہ معلوم ہو سکتا کہ وہ کس حیثیت سے دین کی سماعت و بصارت ہیں؟ کیا انہیں کلالہ کا مطلب، دادا، دادی کی میراث اور تیمم کا طریقہ معلوم تھا؟ انہیں تو آیتوں کا مطلب بھی معلوم نہیں تھا۔ بغلیں جھانکنے لگتے تھے۔ آیات کے ظاہر الفاظ کی لغوی معرفت نہیں تھی۔ اسرار و غوامض تو دور ہے، پھر یہ کہ کس حیثیت سے ان کی رسولؐ کو ضرورت تھی؟ کیا وہ میدان جنگ میں ڈٹے رہے؟ کیا انہیں کتاب و سنت کی واقفیت تھی؟ کیا معاملہ فہمی تھی؟ کیا وہ احکام کا نفاذ کر سکتے تھے؟

گذشتہ صفحات میں بیان ہوا کہ حدیث رسولؐ عمر و ابوبکر اسلام کے لئے بمنزلہ آنکھ کان ہیں یا ان دونوں کی منزلت میرے نزدیک سمع و بصر کی ہے۔ اس کا راوی ولید بن فضل، حدیث ساز اور کذاب تھا۔(۴)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۴۷ (ج ۳، ص ۷۸ حدیث ۴۴۴۸، تلخیص مستدرک کا بھی یہی حوالہ ہے

۲۔ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۸۲ نمبر ۱۳۵) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۲، ص ۳۸۷ نمبر ۵۰۸) کتاب المجروحین ج ۱، ص ۲۵۷) التاریخ (ج ۴، ص ۲۹۸، نمبر ۴۹۶۹) الضعفاء الکبیر ج ۱، ص ۲۷۳ نمبر ۳۳۸) الضعفاء والمتروکون، ص ۱۸۴ (نمبر ۱۶۸) میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۶۲ (ج ۱، ص ۵۶۰ نمبر ۲۱۳۰)؛ تہذیب التہذیب ج ۲، ص ۳۵۳ (ج ۲ ص ۳۵۳)

۳۔ الجرح والتعدیل (ج ۳، ص ۱۸۳ نمبر ۷۸۹)　۴۔ تذکرۃ الموضوعات (۲۰)

۲۰۔ خدا کے نزدیک ابوبکر کی قدر و منزلت

ابن عباس سے مروی ہے کہ ابوبکر غار میں رسولؐ کے ساتھ تھے، انہیں سخت پیاس لگی، رسولؐ سے شکایت کی۔ رسولؐ نے فرمایا: غار کے دہانے پر جا کر پی لو! ابوبکر کا بیان ہے کہ میں دہانے پر پہونچا، شہد سے زیادہ شیرین دودھ سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبو والا پانی پیا اور واپس آیا۔ رسولؐ نے پوچھا: پانی پی لیا؟ جواب دیا: ہاں۔ رسولؐ نے فرمایا: کیا تمہیں بشارت دوں کہ خدا نے ایک فرشتے کو مامور فرمایا تھا کہ نہر جنت سے ایک نہر غار میں پہونچا دے کہ ابوبکر پانی پئیں گے۔ ابوبکر نے حیرت سے کہا: کیا میری خدا کے نزدیک یہ منزلت ہے؟ فرمایا: ہاں! اس سے بھی بڑی فضیلت سنو کہ اس خدا کی قسم! جس نے مجھے برحق نبی مبعوث کیا ہے کہ تمہارا دشمن کبھی جنت میں نہ جائے گا، چاہے اس نے ستر انبیاء کے برابر عمل کیا ہو۔ (۱)

تبصرۂ علامہ امینیؒ:

یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے، جبکہ حفاظ و محدثین کی نظر سے یہ روایت نہیں گذری۔ اس کا تذکرہ کم سے کم معجزات رسولﷺ میں تو ہوتا۔ سیوطی نے ابن عساکر کے حوالے سے لکھ کر کہا ہے کہ اس کی سند مہمل ہے۔ (۲) اس کے راوی ابن عباس ہیں جبکہ ہجرت کے وقت وہ ایک سال یا دو سال کے تھے۔ غار میں کوئی تیسرا نہ تھا۔ اس قوم نے فضائل کی؟ مارتے ہوئے ایسے اور بھی واہیات لکھے ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً نقل ہے: جس رات ابوبکر پیدا ہوئے، خدا نے جنت سے کہا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! تیرے اندر اس کو داخل کروں گا، جو اس مولود کو دوست رکھے گا۔ یہ احمد بن عصمت کی موضوع حدیث ہے۔ (۳)

۲۔ ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آسمان دنیا پر دس ہزار فرشتے معین ہیں، جو محبان ابوبکر کے لئے

۱۔ ریاض النضرۃ ج ۱، ص ۱۷ (ج ۱، ص ۹۶) مرقاۃ الوصول، ص ۱۱۴

۲۔ الخصائص الکبری ج ۱، ص ۱۸۷ (ج ۱، ص ۳۰۷ منقول از تاریخ ابن عساکر ج ۳۰، ص ۱۵۰)

۳۔ میزان الاعتدال (ج ۱، ص ۱۱۹ نمبر ۴۶۷) تاریخ بغداد ج ۳، ص ۳۰۹۔

استغفار کرتے ہیں اور دوسرے آسمان پر اسی ہزار فرشتے ہیں، جو دشمنان ابوبکر پر نفرین کرتے ہیں۔

یہ موضوع روایت ابوسعید حسن بن علی بصری کی آفت ہے۔(۱)

۳۔انس سے مروی ہے کہ ایک یہودی ابوبکر کے پاس آ کر بولا: میں موسیٰ کلیم اللہؑ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ابوبکر نے یہودی کو حقارت کی وجہ سے نہیں دیکھا۔نگاہ نیچے کئے رہے۔ جبرئیل رسولؐ پر نازل ہوئے اور کہا کہ یہودی سے کہہ دو کہ خدا نے تیرے لئے جہنم کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔ آیات قرآنی کی روشنی میں آپ خود ہی فیصلہ کیجئے، یہ روایت ابوسعید بصری نے گڑھی ہے۔(۲)

۴۔انس سے مرفوعاً نقل ہے خدا ہر شب جمعہ ایک لاکھ جہنمیوں کو آزاد کرتا ہے کہ صرف امت محمدؐ کے دو افراد کو آزاد نہیں کرتا جبکہ گناہ کبیرہ کے مرتکب افراد کو بھی آزاد کر دیتا ہے۔وہ دو افراد ہیں: بتوں کے پجاری اور دشمنان ابوبکر و عمر، یہ لوگ مسلمان نہیں بلکہ اس امت کے یہودی ہیں۔

اس روایت کو متوکل کے غلام ابوشا کر نے وضع کیا ہے۔(۳)

۵۔عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً نقل ہے: خدا نے مجھے چار کی محبت کا حکم دیا ہے۔ابوبکر، عمر، عثمان اور علی۔یہ سنجر نے گڑھی ہے۔(۴)

۶۔ابوہریرہ سے مروی ہے کہ علی نے کہا: تم ابوبکر و عمر سے محبت کرتے ہو۔عرض کیا: ہاں! فرمایا: محبت کرو! تو جنت میں داخل ہوگے۔یہ روایت اشنانی کی چالبازی کا نتیجہ ہے۔(۵)

۷۔جابر سے مرفوعاً نقل ہے: مومن کبھی ابوبکر و عمر کو دشمن نہ رکھے گا اور نہ منافق انہیں دوست رکھے گا۔یہ روایت جعلی الطحان نے بگھاری ہے۔(۶)

۱۔تاریخ بغداد (ج ۷، ص ۳۸۳ نمبر ۳۹۱۰) ۲۔اللآلی المصنوعۃ ج ۱، ص ۱۵۱ (ج ۱، ص ۲۹۲)

۳۔تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۲۷۲، میزان الاعتدال ج ۳، ص ۱۶۲ (ج ۴، ص ۹۶ نمبر ۸۴۵۷)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۲، ص ۲۱۸ نمبر ۳۴۹۶، لسان المیزان ج ۲، ص ۹۹ (ج ۳، ص ۱۱۸ نمبر ۳۹۱۹)

۵۔اللآلی المصنوعۃ (ج ۱، ص ۳۰۵) تاریخ بغداد ج ۱، ص ۲۴۶، ج ۵، ۴۴۰، میزان الاعتدال ج ۱، ص ۲۴۳ (ج ۱، ص ۵۲۴ نمبر ۱۹۵۴)

۶۔تذکرۃ الحفاظ ج ۳، ص ۱۱۲، میزان الاعتدال (ج ۲، ص ۵۸۴ نمبر ۴۹۴۹)

۸۔ابوہریرہ سے مرفوعاً نقل ہے: جبرئیل مجھے خبر دیتے ہیں کہ ابوبکر و عمر کو مومن، پرہیزگار دوست رکھے گا۔ کمینہ منافق دشمن رکھے گا۔ یہ روایت ابراہیم انصاری نے گڑھی ہے۔(۱)

۹۔ابوسعید سے مرفوعاً نقل ہے جس نے عمر کو دشمن رکھا، اس نے مجھے دشمن رکھا۔ یہ بھی ابراہیم کی جعل سازی ہے۔(۲)

۱۰۔حضرت علیؑ سے مرفوعا: خدا نے ام الکتاب میں عہد لیا ہے کہ تم سے (ابوبکر، عمر، عثمان اور علیؑ) مومن پرہیزگار محبت کرے گا اور کمینہ منافق دشمن رکھے گا۔ یہ بھی ابراہیم انصاری کی جعل سازی ہے۔(۳)

۱۱۔حضرت علیؑ سے مرفوعاً نقل ہے: جو مجھ سے محبت کرتا ہے، اسے چاہئے کہ اس (ابوبکر) کو دوست رکھے اور جو بزرگی کا طلبگار رہے، اسے ابوبکر کا اکرام کرنا چاہئے۔(۴)

۱۲۔انس سے مرفوعاً نقل ہے: عرش کے تین سو ساٹھ ستون ہیں، ہر ایک میں دنیوی طبق ساٹھ ہزار گنا بڑا ہے۔ ہر ایک میں ساٹھ ہزار پتھر ہیں، ہر ایک، دنیا سے ساٹھ ہزار گنا بڑا ہے۔ ہر پتھر پر ساٹھ ہزار عالم ہیں۔ ہر عالم ثقلین کے مانند ساٹھ ہزار گنا بڑا ہے۔ ان کو خدا نے الہام کیا ہے کہ تم محبان شیخین کے لئے استغفار کرو اور دشمنوں پر لعنت کرو۔

یہ جو تعداد بیان ہوئی ہے، ہر عدد غلو اور لاف و گزاف کا؟ دھندا ہے۔

۲۱۔رسولؐ کی شیخین سے تائید

ابواروی دوسی کہتے ہیں: ہم لوگ رسولؐ کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں ابوبکر و عمر طلوع ہوئے تو رسول خداؐ نے فرمایا: اس خدا کا شکر! جس نے تم دونوں سے میری تائید کرائی۔(۵)

۱۔تاریخ ابن عساکر ج۴، ص۲۸۶ (ج ۱۴، ص ۲۹، نمبر ۱۵۰۱، ج ۲۷، ص ۴۶ نمبر ۳۱۶۲) ج ۷، ص ۲۸۶، تاریخ بغداد ج ۹، ص ۳۴۵، میزان الاعتدال ج ۱، ص ۴۷۲ (ج ۲، ص ۳۲۷ نمبر ۳۹۵۰)

۲۔میزان الاعتدال ج ۳، ص ۳۶۰ (ج ۴، ص ۵۲۹ نمبر ۱۰۲۲۸)

۳۔الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۱، ص ۲۵۴ نمبر ۸۳) میزان الاعتدال (ج ۱، ص ۵۴ نمبر ۱۷۴) لسان المیزان (ج ۱، ص ۹۱ نمبر ۲۷۲

۴۔صحاح و مسانید میں اس کی تکذیب ہوئی ہے۔ ۵۔طبقات ابن سعد (ج ۵، ص ۳۳۷)

تبصرۂ علامہ امینیؒ:

یہ روایت ابن ابی فدیک کے طریق سے ہے، جسے ابن سعد نے غیر معتبر اور متروک الحدیث کہا ہے۔(۱)

۲۲۔ ذریت آدمؑ کے پانچ پیکر

انس سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: مجھے جبرئیل نے خبر دی کہ جب خدا نے آدمؑ کے جسم میں روح پھونکی تو مجھے حکم دیا کہ جنت سے سیب لاؤ اور اسے نچوڑ کر آدمؑ کے منھ میں ڈالو۔ اس کے پہلے قطرے سے آپ پیدا ہوئے، دوسری بوند سے ابوبکر تیسری بوند سے عمر اور چوتھی سے عثمان پیدا ہوئے اور پانچویں قطرے سے حضرت علیؑ کی تخلیق ہوئی۔ آدمؑ نے پوچھا: یہ معزز لوگ کون ہیں؟ خدا نے فرمایا: یہ تمہاری ذریت کے پانچ پیکر ہیں۔ مجھے تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ جب آدمؑ نے غلطی کی تو دعا کی خدایا! انہیں پانچ پیکروں کی حرمت کا واسطہ میری توبہ قبول فرما۔ خدا نے توبہ قبول کی۔

اس روایت کو محب طبری نے ریاض (۲) میں نقل کیا ہے اور ان سے ابن حجر نے صواعق محرقہ میں نقل کی ہے۔

تبصرۂ علامہ امینیؒ:

اس روایت اور جو لوگ توسل کے قائل نہیں، ان میں کتنا فرق ہے۔

وہ لوگ تو رسول اعظمؐ کے توسل کو بھی مہمل ٹھہراتے ہیں۔ ان کے نزدیک ان عام آدمیوں کی کیا حیثیت ہوگی؟! اصل میں یہ روایت اس کے مقابل میں گڑھی گئی ہے، جس میں آدمؑ نے محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے واسطے سے دعا کی اور ان کی توبہ قبول ہوئی۔ (۳)

۱۔ ریاض النضرۃ ج ۱، ص ۳۰ (ج ۱، ص ۴۴)　　۲۔ الصواعق المحرقہ، ص ۵۰ (ص ۸۳)

۳۔ مسند الفردوس دیلمی منقول از در منثور ج ۱، ص ۶۰ (ج ۱، ص ۱۴۷) مناقب ابن مغازلی (ص ۶۳ حدیث ۸۹) ینابیع المودۃ، ص ۲۳۹ (ج ۲، ص ۶۳)

پھر یہ کہ عمر خود استسقا کے لئے عباس عم رسولؐ کو میدان میں لائے اور ان کے توسل سے خدا سے بارش کی دعا مانگی۔

۲۳۔ ابوبکر تمام اہل آسمان وزمین سے بہتر

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ارشاد رسولؐ ہے کہ ابوبکر وعمر تمام اہل سماوات وارض سے بہتر ہیں۔ اولین وآخرین سے بہتر ہیں۔ ماسوا انبیاء ومرسلین کے۔

اس حدیث کو ابن حجر نے (۱) صواعق محرقہ میں بحوالۂ حاکم وابن عدی نقل کر کے عادت کے مطابق سند پر کوئی تبصرہ نہیں کیا ہے۔ فضیلت شیخین کی جو بات تھی، اس میں جبرون بن واقد افریقی نہایت جھوٹا اور حدیث ساز ہے۔ محمد قسطری نے اس حدیث کو وضعی کہا ہے۔ (۲)

پھر یہ کہ کیا شیخین ملائکہ مقربین، جس میں جبرئیل بھی شامل ہیں، سب سے افضل ہوں گے؟ پتہ نہیں، وہ اپنے عمل کی وجہ سے افضل ہوئے ہیں، جس کی حقیقت آپ جانتے ہیں یا عصمت کی وجہ سے افضل ہیں، جس کا کوئی قائل نہیں، ملائکہ کی عصمت کے تو سبھی قائل ہیں۔ چھوڑیئے سب کو، کوئی ایک فضیلت ایسی بتایئے جو مہاجرین وانصار سے انہیں بڑھا دے۔ غلو میں یوں تو جس کے منہ میں جو آتا ہے، بک دیتا ہے۔

۲۴۔ رسول خداؐ اور ابوبکر کا ثواب

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خداؐ کو فرماتے سنا: اے ابوبکر! خدا نے مجھے خلقت آدمؑ سے میرے مبعوث ہونے تک تمام آدمیوں کے برابر ثواب عطا کیا ہے اور تمہیں میرے مبعوث ہونے سے قیامت تک کے تمام آدمیوں کے برابر ثواب عطا کیا۔ (۳)

۱۔ الصواعق المحرقہ، ص ۴۵ (ص ۷۶)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۱، ص ۳۸۷ نمبر ۱۴۳۵، ج ۳، ص ۵۴۰ نمبر ۷۵۰۰) لسان المیزان ج ۲، ص ۹۴، ج ۵، ص ۱۶۱ (ج ۲، ص ۱۲۱ نمبر ۱۹۰۰، ج ۵، ص ۱۸۱ نمبر ۷۳۲۹)

۳۔ ریاض النضرۃ ج ۱، ص ۱۲۹ (ج ۱، ص ۱۶۲) تاریخ بغداد ج ۵، ص ۵۳،

اس کا راوی احمد بن محمد تمار مقری ہے، جو غیر معتبر ہے(۱) اور اسناد میں ابومعاویہ ضریر(۲) ہے، جو غلو میں مشہور تھا، ابوالبختری ہے، جو ضعیف تھا۔(۳)

۲۵۔ ابوبکر کی محبت اور شکریہ تمام امت پر واجب ہے

سہل بن سعد کہتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا: ابوبکر کی محبت اور شکریہ ادا کرنا، میری تمام امت پر واجب ہے۔ خطیب بغدادی (۴) نے تاریخ میں عمر بن ابراہیم کردی سے نقل کیا ہے، جو ذہبی کے نزدیک مہمل حدیثیں نقل کرتا تھا۔ دارقطنی اسے کذاب اور خبیث کہتے ہیں۔(۵)

۲۶۔ ابوبکر ترازو کے پلڑے میں

حکیم ترمذی (۶) کی روایت ہے کہ رزق اللہ بن موسی باجی، مومل بن اسماعیل، حماد بن سلمہ، سعید بن جمہان نے غلام ام سلمہ، سفینہ سے حدیث رسولؐ نقل کی ہے کہ نماز صبح پڑھ کے صحابہ کی طرف رخ کرتے اور پوچھتے کہ تم لوگوں نے رات میں کیا خواب دیکھا؟ ایک دن ایسے ہی پوچھا: تو ایک شخص نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک ترازو اتری اور آپ کو ایک پلڑے میں اور دوسرے پلڑے میں ابوبکر کو رکھا گیا۔ تو آپ کا پلڑا بھاری رہا۔ پھر آپ کو اتار کر عمر کو رکھا گیا تو ابوبکر کا پلڑا بھاری رہا پھر عمر

۱۔ تاریخ بغداد ج ۴، ص ۴۲۹، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۶۲ (ج ۱، ص ۱۳۴ نمبر ۵۴۱)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۳، ص ۳۸۲ (ج ۴، ص ۵۷۵ نمبر ۱۰۶۱۸)

۳۔ میزانالاعتدال ج ۳، ص ۳۴۴ (ج ۴، ص ۲۹۴ نمبر ۹۹۸۶)

۴۔ تاریخ بغداد ج ۵، ص ۴۵۳،

۵۔ تاریخ بغداد ج ۱۱، ص ۲۰۲، مجمع الزوائد ج ۹، ص ۴۸، میزان الاعتدال ج ۲، ص ۲۴۹ (ج ۳، ص ۱۷۷ نمبر ۶۰۴۴) لسان المیزان ج ۴، ص ۲۸۰ (ج ۴، ص ۳۲۲ نمبر ۶۰۱۰) اسنی المطالب، ص ۲۰۵ (ص ۴۱۳ حدیث ۱۳۲۷) لآلی المصنوعۃ ج ۱، ص ۱۵۲، ج ۲، ص ۱۱۸ ج ۱، ص ۲۹۴، ج ۲، ص ۲۱۷)

۶۔ مرقاۃ الوصول، ص ۱۱۲،

کے ساتھ عثمان کو تولا گیا، تو عمر کا پلڑا بھاری رہا، پھر عثمان کے ساتھ علیؑ کو رکھا گیا تو عثمان کا پلڑا بھاری رہا۔ پھر ترازو اٹھالی گئی۔ یہ سن کر رسولؐ کا چہرہ متغیر ہوگیا اور فرمایا کہ تیس سال تک خلافت بطرز نبوت رہے گی، پھر بادشاہی ہوجائے گی۔

اس روایت میں رزق اللہ ناپسندیدہ حدیثیں بیان کرتا تھا۔ مول عدوی مختلف حفاظ کے نزدیک سخت غلطی کرتا تھا اور سعید بن جمہان غیر معتبر ہے۔

تبصرۂ علامہ امینیؒ:

خدا ان ڈنڈی مارنے والوں سے سمجھے، اس ترازو نے عالم کو ہلکا اور جاہل کا بھاری بنادیا ہے۔ بھلا رسول خداؐ سے ابوبکر کو کس بنیاد پر تولا گیا؟ کیا ان کی شرافت، اخلاق کریم، پاکیزہ نفسی، عمل وعلم اور معارف و عوارف کا کوئی تقابل ہوسکتا ہے؟ کیا منطق اور وجدان اسے قبول کرے گا؟ پھر یہ کہ عمر ابوبکر سے کیسے بڑھ گئے؟ عمر نے تو تلوار کے زور پر زیادہ اسلام پھیلایا۔ پھر رسولؐ سے علیؑ کو کیسے الگ کیا جاسکتا ہے جو نص قرآن نفس رسولؐ تھے، کتاب خدا کے مطابق: وہ معصوم ہیں اور پیغمبر اسلامؐ کے وارث علم، باب حکمت اور حدیث ثقلین کی روشنی میں مماثل و معادل قرآن ہیں، عثمان میں کیا فضیلت تھی کہ علیؑ سے ان کو تولا گیا؟ برتری کے لاف گزاف عجیب عجیب تماشے دکھاتے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲۷۔ مہاجرین میں صرف ابوبکر کے باپ مسلمان تھے

ابن مندہ اور ابن عساکر عائشہ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر کے علاوہ مہاجرین میں سے کسی کے باپ اسلام نہیں لائے تھے۔ (۱)

ریاض طبری (۲) میں حضرت علیؑ کا بیان منقول ہے کہ صرف ابوبکر ہی کے والدین اسلام لائے تھے اور کسی کے والدین اسلام نہیں لائے۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳۰، ص ۲۴ نمبر ۳۳۹۸)؛ تاریخ الخلفاء ص ۳۷ (ص ۱۰۰)

۲۔ ریاض النضرہ ج ۱ ص ۴۷ (ج ۱ ص ۶۸)؛ تفسیر قرطبی ج ۱۶، ص ۱۹۴ (ج ۱۶، ص ۱۲۹)

تبصرہ علامہ امینیؒ:

ہمیں حضرت علیؑ و عائشہ سے یہ توقع نہیں کہ ایسا سفید جھوٹ بولیں گے۔ صحابہ اور مہاجرین کے حالات اس کی تکذیب کریں گے۔ اصل میں محبت و عقیدت اندھا بنا کے بے پر کی اڑانے پر آمادہ کر دیتی ہے، بہت سے قبائل ایک ساتھ اسلام لائے ان کے علاوہ عمار یاسر (۱) اپنے والدین کے ساتھ اسلام لائے، عبداللہ بن جعفر نے اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ مہاجرت کی، ان کے علاوہ جن مہاجرین کے والدین یا والد یا بھائی نے مہاجرت کی ان کے نام ہیں: عمرو بن ابان۔ خالد بن ابان۔ ابراہیم بن حارث۔ حاطب بن حارث۔ خطاب بن حارث۔ حکیم بن حارث خزیمہ بن جہم۔ جابر بن سفیان۔ جنادہ بن سفیان۔ سلمہ بن ابی سلعہ۔ جناب بن حارثہ۔ حارث بن قیس۔ سائب بن عثمان۔ سلیط بن سلیط۔ عبدالرحمٰن بن صفوان۔ عامر بن غیلان۔ عبداللہ بن بدیل۔ عبداللہ بن ابی بکر۔ عبداللہ بن عمر۔ محمد بن عبداللہ۔ عبداللہ بن مطلب بن ازھر۔ معمر بن عبداللہ۔ مھاجر بن قنفذ۔ موسیٰ بن حرث۔ نعمان بن عدی (۲) محقق کو ان کے علاوہ بھی نام مل سکتے ہیں۔

ابوبکر کے والدین کا اسلام

آیئے اب ذرا ابوبکر کے والدین کو دیکھیں۔ کیا وہ اسلام لائے تھے؟ مہاجرین کے مقابلہ میں ان کے اختصاص کی بات کو دور ہی یا صرف یہ غلو کی پیداوار ہے۔

ابوقحافہ کے اسلام کے متعلق مختلف اقوال ہیں:

بعض کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے واقعہ پر اسلام لائے اور ان کے صاحب زادے ابوبکر انھیں خدمت رسولؐ میں لائے۔ اس سلسلے میں دو قسم کی روایتیں پائی جاتی ہیں:

۱۔ تھذیب التھذیب ج ۷ ص ۴۰۸ (ج ۷۔ ۳۵۷)

۲۔ سیرہ ابن ہشام ص ۲۱ (ج ۲۔ ۱۱۷۔ ۱۱۲) طبقات ابن سعد (ج ۴ ص ۳۴، ۱۳۲، ۲۰۳، ۲۹۴) تاریخ طبری (ج ۲ ص ۳۶۹) استیعاب (القسم الثالث ص ۹۵۰ نمبر ۱۶۱۲) اسد الغابہ (ج ۳ ص ۱۹۸ نمبر ۲۸۶۲) تاریخ کامل (ج ۲۔ ص ۳۶۶) البدیۃ والنھایۃ (ج ۳۔ ص ۲۰۹) عیون الاثر (ج ۱۔ ص ۲۲۷)

۱۔ جن میں ان کے اسلام لانے کا کوئی اشارہ نہیں

۲۔ جن میں ان کے اسلام لانے کی طرف اشارہ ہے۔

۱۔ پہلی قسم

محمد بن احمد اپنے باپ سے اور وہ محمد بن شجاع حسین بن زیاد، ابوحنیفہ، یزید بن ابو خالد، انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں: گویا ابو قحافہ کی خیار کی طرح لودیتی سرخ داڑھی میرے پیش نظر ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا تھا کہ اگر اس بڈھے کو گھر ہی میں رکھا جاتا تو میں احترام ابوبکر میں اس سے ملنے جاتا۔

اس روایت کو لکھ کر حسب معمول حاکم (۱) خوش عقیدت سند کے سقم پر کوئی تبصرہ نہیں کرتے، چاہے حق و حقیقت کا تیاپانچہ ہی ہو جائے۔

۱۔ محمد بن شجاع بغدادی: احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ بدعتی ہے۔ قواریری کہتے ہیں کہ کافر ہے زکریا ساجی اسے کذاب کہتے ہیں۔ (۲)

۲۔ حسن کو یحییٰ بن معین کذاب کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی محدثین نے ان راویوں کے چھترے اڑائے ہیں۔ (۳) کیا حاکم سے یہ بات پوشیدہ تھی؟

دوسری روایت قاسم بن محمد بن ابی بکر کی ہے، جس میں ابوبکر کا بیان ہے کہ میں ابوقحافہ کو لئے ہوئے خدمت رسولؐ میں آیا۔ رسولؐ نے فرمایا: انھیں گھر ہی پر کیوں نہ رہنے دیا، میں خود ان سے ملاقات کرنے آتا۔ میں نے کہا: بلکہ مناسب یہی تھا کہ میں انھیں آپ کی خدمت میں پیش کرتا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اصل میں ان بزرگ کے صاحب زادے نے میرے اوپر جو احسانات کئے ہیں میں انھیں یاد

۱۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۲۴۵ (ج ۳۔ ص ۲۷۳ حدیث ۵۰۷۰)

۲۔ المنتظم ج ۵۔ ص ۵۷ (ج ۱۲ ص ۲۱۰ نمبر ۱۷۲۴) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۶۔ ص ۲۹۱ نمبر ۱۷۷۶) میزان الاعتدال ج ۳ ص ۷۱ (ج ۳ ص ۵۷۷ نمبر ۷۶۶۴)؛ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۲۰ (ج ۹ ص ۱۹۵

۳۔ الجرح والتعدیل (ج ۳ ص ۱۵ نمبر ۴۹۱) الضعفاء والمتروکون (ص ۱۹۲ نمبر ۱۸۷) کتاب الضعفاء والمتروکین (۸۹ نمبر ۱۵۸) میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۲۸ (ج ۱۔ ص ۴۹۱ نمبر ۱۸۴۹) لسان المیزان ج ۲۔ ص ۲۰۸ (ج ۲ ص ۲۶۰ نمبر ۲۴۴۹)

رکھنے اور تحفظ کی غرض سے ایسا کہہ رہا ہوں۔(۱)

اس کے راوی بھی قاسم اور محمد بن ابی بکر کمسنی کی وجہ سے لائق اعتبار نہیں ہیں۔ تلخیص المستدرک میں اس روایت کے بعد ذھبی لکھتے ہیں کہ قاسم نے اپنے والد کو نہیں دیکھا، نہ ان کے والد نے اپنے والد کا زمانہ پایا۔(۲) اور عبداللہ بن عبدالملک فہری ہے جو ضعیف ہے۔(۳)

تیسری روایت انس سے ہے کہ ابوبکر اپنے والد کو لئے ہوئے خدمت رسولؐ میں آئے تو رسول نے فرمایا: اگر اس بڑھے کو گھر پر ہی رکھا جاتا تو میں اس سے ملنے جاتا۔(۴)

اس کے راوی ہعابی ہیں جنہیں ذہبی بدکار اور بے دین کہتے ہیں۔(۵) پتہ نہیں کیوں ایک بدکار کی بات یہاں مان لی، دوسری روایت بھی جھوٹ سے متہم ہیں۔

چوتھی روایت جابر کی ہے کہ عمر بن خطاب ابوقحافہ کا ہاتھ پکڑے خدمت رسولؐ میں لائے، جب ابوقحافہ رسولؐ کے سامنے کھڑے ہوئے تو رسول نے فرمایا: ان کا حلیہ بدل دو لیکن ان کی داڑھی سیاہ نہ کرو۔(۶)

اس روایت کا متن پچھلی روایت کی تکذیب کرتا ہے کہیں داڑھی سرخ ہے کہیں سیاہ ہے، اس کا راوی عبداللہ بن وھب ہے جو انتہائی مہمل تھا۔(۷) ابوزبیر جو معتبر نہیں تھا۔(۸)

پانچویں روایت ابن عباس سے ہے، ابوبکر اپنے باپ ابوقحافہ کو لئے ہوئے خدمت رسولؐ میں

۱۔المستدرک علی الصحیحین ج ۳ص ۲۴۴ (ج ۳ص ۲۷۲ حدیث ۵۰۶۵)

۲۔تلخیص المستدرک (ج ۳ص ۲۷۲ نمبر ۵۰۶۵)

۳۔مجمع الزوائد ج ۹ص ۵۰، تلخیص المستدرک نمبر ۵۰۶۵ میزان الاعتدال ج ۲۔ص ۵۵ (ج ۳۔ص ۴۵۷ نمبر ۴۴۳۳) لسان المیزان ج ۲۔ص ۳۱۱ (ج ۳۔ص ۳۸۴ نمبر ۴۶۵۳) کتاب المجروحین (ج ۲۔ص ۱۷) الضعفاء الکبیر (ج ۲۔ص ۲۷۵ نمبر ۸۳۹)

۴۔المستدرک علی الصحیحین ج ۳۔ص ۲۴۴ (ج ۳۔ص ۲۷۲ حدیث ۵۰۶۴)

۵۔میزان الاعتدال ج ۲۔ص ۳۰، ج ۳۔ص ۱۱۳ (ج ۲۔ص ۴۰۶ نمبر ۴۲۶۶، ج ۳۔ص ۶۷۰ نمبر ۸۰۰۶) لسان المیزان ج ۳۔ص ۲۷۱ (ج ۳۔ص ۳۳۸ نمبر ۴۵۲۷) تاریخ بغداد ج ۳۔ص ۴۲۶، المنتظم ج ۷۔ص ۳۸ (ج ۱۴۔ص ۱۷۹ نمبر ۲۶۵۲)

۶۔المستدرک علی الصحیحین ج ۳ص ۲۴۴ (ج ۳ص ۲۷۳ حدیث ۵۰۶۸)

۷۔میزان الاعتدال ج ۲۔ص ۸۶ (ج ۲۔ص ۵۲۲ نمبر ۴۶۷۷)

۸۔میزان الاعتدال ج ۳۔ص ۱۲۵ (ج ۴۔ص ۳۷ نمبر ۸۱۶۹)، تھذیب التھذیب ج ۹ص ۴۴۰ (ج ۹ص ۳۹۱)

آئے، ابو قحافہ اندھے اور بوڑھے تھے، رسولؐ نے فرمایا: اس بڈھے کو گھر ہی پر کیوں نہ رہنے دیا میں اس سے ملنے آتا۔ ابو بکر نے کہا: میں نے سوچا کہ اللہ انھیں ثواب مرحمت فرمائے، اس خدا کی قسم! جس نے آپ کو برحق نبی مبعوث فرمایا، میں اپنے باپ کے مسلمان ہونے پر اس سے کہیں زیادہ خوش ہونگا جتنا کہ آپ ابو طالبؑ کے اسلام لانے سے خوش ہوئے ہوں گے۔(۱)

اس کا راوی محمد بن زکریا ضعیف اور کذاب تھا۔(۲)

عباس بن بکار؛ کذاب جو، مہمل حدیثیں بیان کرتا تھا۔(۳)

ابو بکر ہذلی؛ جھوٹ کے طومار باندھتا تھا اور غیر معتبر تھا۔(۴)

اس کے علاوہ بھی دوسرے تمام راوی غیر معتبر جھوٹے اور حدیثوں میں ترلیس کرنے والے ہیں۔

دوسری قسم

ابو قحافہ کے اسلام کا تذکرہ صرف مسند احمد (۵) کی ایک روایت میں ہے، بطریق ابن اسحاق، اسماء بنت ابو بکر کا بیان ہے کہ جب رسول خداؐ مقام ذی طوی میں ٹھہرے تو ابو قحافہ نے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی سے کہا کہ مجھے کوہ ابو قبیس پر لے چلو۔ اسماء کا بیان ہے کہ اپنے اندھے باپ کو لئے ہوئے وہاں پہونچی۔ باپ نے پوچھا: بیٹی! تمھیں کیا دکھائی دے رہا ہے؟ کہا کہ کچھ مجتمع سیاہی سی دکھائی دے رہی ہے۔ ابو قحافہ نے کہا: وہ لشکر ہے۔ بیٹی نے کہا: اس سیاہی میں کچھ لوگ آتے جاتے دکھائی دے رہے ہیں۔ انھوں نے کہا: بیٹی! یہ سردار لشکر ہے جو ان کے آگے آگے ہے۔ بیٹی نے کہا: خدا کی قسم! اب سیاہی

۱۔ الاصابۃ ج ۴، ص ۱۱۶۔

۲۔ میزان الاعتدال ج ۳۔ ص ۵۸ (ج ۳، ص ۵۵۰ نمبر ۷۵۳۷) الضعفاء والمتروکون (ص ۳۵۰ نمبر ۴۸۳)

۳۔ الضعفاء والمتروکون (ص ۳۲۱ نمبر ۴۲۳) الضعفاء الکبیر (ج ۳، ص ۳۶۳ نمبر ۱۳۹۹) میزان الاعتدال ج ۲، ص ۱۸ (ج ۲، ص ۳۸۲ نمبر ۴۱۶۰)

۴۔ التاریخ ج ۴، ص ۸۸ نمبر ۳۲۸۱) الجروح والتعدیل (ج ۴، ص ۳۱۳) کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۱۱۶ نمبر ۲۴۵) الضعفاء والمتروکون (ص ۲۲۳ نمبر ۲۴۵) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۳، ص ۳۲۵ نمبر ۷۷۸) میزان الاعتدال ج ۳، ص ۳۴۵ (ج ۴، ص ۴۹۷ نمبر ۱۰۰۰۵) تھذیب التھذیب ج ۱۲ ص ۴۶ (ج ۱۲ ص ۴۷) الاصابۃ (ج ۴، ص ۱۱۶)

۵۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۳۴۹ (ج ۷، ص ۴۸۹ حدیث ۲۶۴۱۶)

منتشر ہو رہی ہے۔ باپ نے کہا: جیسے ہی لشکر حرکت میں آئے مجھے اس سے پہلے گھر پہنچا دینا۔ لیکن قبل اس کے کہ ابو قحافہ گھر پہونچیں لشکر نے ان کے گھر پر دھاوا بول دیا اور ایک سوار نے بچی کی گردن سے چاندی کا ہار چھین لیا۔ اسماء کا بیان ہے کہ جب رسول خداؐ مکہ کی مسجد میں داخل ہوئے تو ابوبکر اپنے باپ کو لئے ہوئے آئے، جب رسول خداؐ نے انھیں دیکھا تو فرمایا: ان بزرگ کو گھر ہی میں کیوں نہ رہنے دیا، میں خود ان سے ملنے آتا ابوبکر نے کہا: خدا کے رسولؐ! یہ زیادہ مستحق تھے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ جب آپ کے سامنے یہ بیٹھے تو رسول خداؐ نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: اسلام قبول کرو۔ ابو قحافہ اسلام لائے۔ جس وقت ابوبکر اپنے باپ کو لائے تو ان کے سر کے تمام بال سفید تھے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ان کے بالوں میں خضاب لگاؤ۔ اس کے بعد ابوبکر نے لڑکی کے ہاتھ کو تھام کر مجمع سے کہا: میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے بھی اس کا گلو بند لیا ہے دیدے لیکن کسی نے بھی جواب نہ دیا۔ ابوبکر نے اپنی بہن سے کہا: اپنے گردن بند کو خدا کے حوالے کردو۔

ریاض طبری (۱) کے الفاظ ہیں کہ گردن بند کا معاملہ خدا کے حوالے کرو کیونکہ خدا کی قسم! یہ لوگوں کے ہاتھ میں چند روزہ ہے۔

یہ روایت محمد بن اسحاق عراقی کی وجہ سے صحیح نہیں ہے اور جعلی ہے۔ کیونکہ سلیمان تیمی کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کذاب تھا۔ امام مالک کہتے ہیں کہ دجال تھا، اسی طرح ھشام، جوزجانی، یحیی، ابن نمیر، ایوب امام احمد، ابوداؤد، عبداللہ بن احمد جیسے بیشمار محدثین نے اس کو کذاب ودجال کہا ہے۔

اس کی روایت مہمل اور بے وقعت ہوتی تھی، وہ بہت زیادہ جھوٹ بولتا تھا۔ (۲)

مستدرک حاکم (۳) میں زید بن اسلم کی روایت ہے کہ رسول خداؐ نے ابوبکر کو ان کے باپ کے اسلام قبول کرنے پر مبارک باد پیش کی۔ زید کے متعلق ابن حجر کہتے ہیں کہ وہ احادیث میں تدلیس کرتا

۱۔ ریاض النضرۃ ج۱، ص۴۵ (ج۱، ص۶۶۔۶۵)

۲۔ التاریخ (ج۳، ص۲۴۷ نمبر ۱۱۵۸) کتاب الضعفاء والمتروکین (ص۲۱۱ نمبر ۵۳۸) میزان الاعتدال ج۳، ص۲۴۔۲۱ (ج۳، ۶۸۔۴۶۸ نمبر ۷۱۹۷) تھذیب التھذیب ج۹، ص۴۶۔۳۸ (ج۹، ص۴۰۔۳۴)

۳۔ المستدرک علی الصحیحین (ج۳، ص۲۷۳، حدیث ۵۰۶۸)

تھا۔(۱)

یہ تھا ابو قحافہ کے اسلام کا کچا چٹھا۔ ظاہر ہے کہ یہ صرف ایک واہیات دعوی ہی ہے۔ ان روایت سے کوئی شخص بھی ان کا اسلام ثابت نہیں کر سکتا۔ پھر یہ کہ اگر وہ مسلمان تھے اور ان کا اسلام اس قدر وقیع تھا کہ خود رسول اکرمؐ ان کے احترام میں ملنے جانے پر آمادہ تھے تو جس طرح عم رسولؐ عباس کے توسل سے بارش کی دعاء کی گئی، انھیں اس وقت کیوں نظر انداز کیا گیا؟ کم سے کم ان سے کوئی حدیث ہی نقل کی جاتی، وہ حجۃ الوداع کے موقع پر موجود ہوتے یا ان کے زمانہ اسلام کا تاریخوں میں کوئی واقعہ نقل کیا جاتا، ان سے لوگوں نے معالم دین حاصل کئے ہوتے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایک صحابی نے ان کی بیٹی کا گردن بند چھین لیا اور ابو بکر محشر کی دہائی دیتے رہے، یہیں سے خدا پر معاملہ ٹالنے کی فرمائش کرتے رہے لیکن گردن بند چھیننے والے پر ذرا بھی خوف کا اثر نہ دیکھا گیا پھر بھی تمام صحابہ عادل ہیں۔

پتہ نہیں کیوں؟

والدہ ابو بکر کا اسلام

ابو بکر کی والدہ کا اسلام بھی ان کے والد ہی کی طرح پایہ ثبوت کو نہیں پہونچتا۔ اس سلسلے میں عائشہ کا بیان ہے کہ جب ۳۸ افراد مسلمان ہو گئے تو ابو بکر نے رسول خداؐ سے اصرار کیا کہ علانیہ دعوت کا آغاز کریں۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ ابھی ہم بہت کم ہیں لیکن ابو بکر نے اس قدر اصرار کیا کہ رسول خداؐ کو دعوت علانیہ کرنا ہی پڑی، تمام مسلمان مسجد الحرام میں ادھر ادھر دعوت اسلام دینے لگے، ابو بکر نے بھی ایک جگہ تقریر کی جہاں رسول خداؐ موجود تھے۔ یہ خدا اور رسولؐ کی طرف اولین دعوت تھی۔ پھر تو مسلمانوں پر

۱۔ تھذیب التھذیب ج ۳، ص ۳۹۷ (ج ۳ ص ۳۴۲) نیز اس کا انتقال ۱۳۶ھ میں ہوا اور اس نے ابن عمر کو دیکھا تھا۔ ملاحظہ کیجئے البدایۃ والنھایۃ ج ۱۰، ص ۶۱ (ج ۱۰، ۶۶ حوادث، ۱۳۶ھ) مرآۃ الجنان ج ۱، ص ۲۸۴ پھر کس طرح اس نے پیغمبر اسلام سے روایت کر دی، وہ تو حضرت کی وفات کے کافی دنوں بعد پیدا ہوا تھا، ذھبی نے میزان الاعتدال ج ۱، ص ۳۶۱ (ج ۲ ص ۹۸ نمبر ۲۹۸۹) پر لکھا ہے کہ وہ اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرتا تھا۔

مشرکین ٹوٹ پڑے، لاتوں اور گھونسوں سے اچھی طرح ابوبکر کو مارا، عتبہ بن ربیعہ نے ان کے چہرے پر اس قدر جوتے مارے کہ شکل بگڑ گئی، پہچاننا مشکل ہوگیا، قبیلہ تیم کے افراد نے آکر ابوبکر کو بچایا، ان کی ؟ کر کے گھر تک پہنچایا۔ اس قدر مار پڑی تھی کہ ادھر موئے ہوگئے تھے، تیمیوں نے انھیں گھر پہونچا کر مسجد الحرام میں کہا کہ خدا کی قسم! اگر ابوبکر مر گئے تو عتبہ کو قتل کر دیں گے۔

جب ابوبکر کو ہوش آیا تو پوچھا: رسول خداؐ نے کیا کیا؟ تیمیوں نے رسول خداؐ کو برا بھلا کہا اور پھر ان کی ماں ام الخیر بنت صخر نے کہا کہ انھیں کھلاؤ پلاؤ، لیکن جب وہ تنہا ہوئے اور کھلایا پلایا جانے لگا تو پھر بولے کہ رسول خداؐ نے کیا کیا؟ ماں نے کہا: خدا کی قسم! میں نہیں جانتی کہ تمہارے صاحب کیا ہوئے۔ ابوبکر نے کہا کہ تو پھر ام جمیل بنت خطاب کے پاس جاؤ اور اس سے پوچھو۔ وہ گئیں اور پوچھا کہ محمدؐ بن عبداللہ کے ساتھ کیا ہوا؟ جواب دیا کہ میں نہ تو محمدؐ بن عبداللہ کو پہچانتی ہوں اور نہ ابوبکر کو، اگر تم چاہتی ہو کہ میں تمہارے بیٹے کے پاس آؤں تو آجاؤں گی۔ ام الخیر نے کہا: چلو۔ وہ آئیں اور ابوبکر کی حالت دیکھ کر فریاد کرنے لگیں کہ جن لوگوں نے تمہارے ساتھ سلوک کیا ہے وہ غارت ہوجائیں۔

ابوبکر نے ان سے پوچھا: رسول خداؐ نے کیا کیا؟ جواب دیا کہ تمہاری ماں یہیں ہیں، ان سے پوچھو کہاں ہیں۔ کہا کہ ارقم کے گھر میں ہیں تو کہا: میں بخدا! کچھ بھی نہ کھاؤں گا، نہ پیوں گا، جب تک کہ رسول خداؐ کو نہ دیکھ لوں۔ جب ان کی دلجوئی کی گئی تو سکون ہوا پھر انھیں سہارا دیکر خدمت رسولؐ میں لایا گیا۔ ابوبکر نے خود کو پائے رسولؐ پر ڈال دیا اور بوسہ لینے لگے، تمام مسلمانوں نے بھی خود کو آپ کے قدموں پر ڈال دیا، رسول خداؐ پر اس کا بڑا اثر ہوا۔ ابوبکر نے کہا: میرے ماں باپ قربان! مجھے کوئی تکلیف نہیں لیکن صرف چہرے پر جو اس بدکار نے جوتے مارے ہیں اس کی تکلیف ہے، یہ میری مہربان ماں ہے اور آپ کی ذات بابرکت ہے۔ اس کے لئے دعا کریئے کہ خدا اسے دوزخ سے نجات دے۔ رسول خداؐ نے اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہوگئیں۔(۱)

اس کا راوی عبیداللہ بن محمد عمری ہے جسے ذہبی و ابن حجر کے مطابق امام نسائی نے جھوٹا اور کذاب

۱۔ ریاض النضرۃ ج ۱۔ ص ۴۶ (ج ۱۔ ص ۶۶) تاریخ ابن کثیر ج ۳۔ ص ۳۰ (ج ۳۔ ص ۴۰

کہا ہے، دار قطنی بھی اس کی روایت کو مہمل کہتے ہیں۔(۱) اس کے علاوہ اس روایت کے تمام راوی ابوبکر کے خاندان کے افراد بھی ہیں، بقیہ مجہول الحال ہیں، اس کے علاوہ اگر واقعی ابوبکر کو یہ راہ اسلام میں اذیت دی گئی تھی تو دوسری تاریخیں بھی اس کا تذکرہ کرتیں۔ تاریخ نے اذیت پانے والے تمام اصحاب کے نام لکھے ہیں صرف ابوبکر ہی کو کیوں نظر انداز کیا ہے؟ پھر یہ کہ اس کی راوی عائشہ ہیں جو بعثت کے چار پانچ سال بعد پیدا ہوئیں، (۲) وہ اس قابل کہاں تھیں کہ ان کے اسباب وعوامل کو سمجھ سکتیں؟ کیا پستان مادر سے لپٹی ہوئی کوئی بچی حالات کو سمجھ سکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ روایت گڑھی ہوئی اور جھوٹی ہے۔

ابوبکر کے والدین قرآن میں:

ہوس پرستوں نے قرآن کے ساتھ بھی مذاق کر ڈالا، اندھی عقیدت والے مفسرین نے تحریف کے ایسے ایسے نمونے پیش کئے ہیں جیسے وہ الف لیلوی کہانیاں تصنیف کر رہے ہوں، چنانچہ آیۂ مبارکہ:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ ''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کی نصیحت کی کہ اس کی ماں نے بڑے رنج کے ساتھ اسے شکم میں رکھا ہے اور پھر بڑی تکلیف کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس کے حمل اور دودھ بڑھائی کا کل زمانہ تیس مہینے کا ہے یہاں تک کہ جب وہ توانائی کو پہنچ گیا اور چالیس برس کا ہو گیا تو اس نے دعا کی کہ پروردگار مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی ہے اور ایسا نیک عمل کروں کہ تو

۱۔ میزان الاعتدال ج ۲، ص ۱۸۰ (ج ۳، ص ۱۵ نمبر ۵۳۹۲) لسان المیزان ج ۳، ص ۱۱۲ (ج ۳، ص ۱۳۰ نمبر ۵۴۳۵)

۲۔ طرح التعریب ج ۱، ص ۱۴۷، الاصابۃ ج ۴، ص ۳۵۹ (۷۰۴)

راضی ہو جائے اور میری ذریت میں بھی صلاح وتقوی قرار دے کہ میں تیری ہی طرف متوجہ ہوں اور تیرے فرمانبردار بندوں میں ہوں"۔(۱) کے متعلق یہ بات اڑادی کہ یہ ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہے۔مزید طرہ یہ کہ اس سلسلے میں امیر المومنین حضرت علیؑ اور ابن عباس کے اقوال بھی گڑھ لئے ہیں کہ ابوبکر کے حمل دودھ کی مدت تیس ماہ تھی ۹ ماہ ان کی ماں نے پیٹ میں رکھا اور اکیس مہینے دودھ پلایا۔ان کے والدین اسلام لائے اور کسی مہاجر کے والدین اسلام نہیں لائے، خدا نے انھیں نیک والدین کے ساتھ نیک سلوک کی وصیت کی، جب رسولؐ چالیس برس کے ہوگئے تو رسولؐ اللہ کی تصدیق کی جبکہ ابوبکر ۳۸ سال کے تھے اور خدا سے دعاء کی کہ خدایا! مجھے والدین کی شکرگزاری اور انھیں اپنی شکرگزاری کی ترغیب دے چنانچہ جب چالیس سال کے ہوئے تو ان کے والدین اسلام لائے اور تمام اولادیں اسلام سے سرفراز ہوگئیں۔(۲)

کیا کوئی ہے، جوان عقل کے اندھوں سے پوچھے کہ اگر نو ماہ حمل اور اکیس ماہ دودھ بڑھائی کے طے کئے جائیں تو صرف ابوبکر ہی سے کیا مخصوص ہے اکثر لوگ اسی آیت کے ذیل میں آجائیں گے۔پھر یہ کہ اگر علیؑ نے اس آیت کو ابوبکر سے مخصوص کیا تو پھر ایک فیصلہ میں جو چھ ماہ کے بچے کی پیدائش کے سلسلے میں تھا اس آیت سے استدلال کیوں کیا تھا؟ابن کثیر اس قضیہ کو نقل کر کے کہتے ہیں کہ یہ ایسا قوی استدلال تھا کہ عثمان کو ماننا ہی پڑا(۳) حالانکہ ابن کثیر جوش وعقیدت میں جعلی روایت سے فضائل نقل کرتے ہیں پھر بھی اس آیت کو ابوبکر سے مخصوص نہیں قرار دیا، دوسرے یہ کہ اس میں چالیس سال عمر ہونے کی انھوں نے بات کہی ہے جس کے مصداق نہ بوبکر ہو سکتے ہیں نہ ان کے والدین، وہ بعثت کے ۶رسال کے بعد اسلام لائے تھے، باپ تو بشرط صحت روایت فتح مکہ میں اسلام لائے ،اس وقت ابوبکر

۱۔احقاف/۱۵

۲۔تفسیر کشاف ج ۳،ص ۹۹(ج ۴،ص ۳۰۳)تفسیر قرطبی ج ۱۶،ص ۱۹۳،۱۹۴(ج ۱۶،ص ۱۲۹)ریاض النضرۃ ج ۱،ص ۴۷(ج ۱، ص ۶۸)تفسیر خازن ج ۴،ص ۱۳۲(ج ۴ص ۱۲۵)تفسیر نسفی مطبوع بر حاشیہ تفسیر خازن، ج ۴ص ۱۳۲،(ج ۴،ص ۱۴۳): فتح القدیر ج ۵،ص ۱۸ ج ۵،ص ۲۰)

۳۔تفسیر ابن کثیر ج ۴،ص ۱۵۷

۵۶ سال کے تھے اور ماں بشرط صحت روایت بعثت کے چھٹے سال اسلام لائیں ابو بکر اس وقت ۴۴ سال کے تھے اس صورت حال میں خدا نے ان پر کیسی مہربانی کی، سمجھ میں نہیں آتا۔ پھر یہ کہ اگر ان کے والدین کے اسلام لانے کا واقعہ تسلیم کرلیا جائے تو یہ رسول خداؐ کی دعاء کا نتیجہ تھا۔ اور ابو قحافہ کا اسلام رسول خدا کے مسح صدر کی وجہ سے ہوا، پھر یہ دعاء ابو بکر کہاں گئی؟

رہ گئی یہ بات کہ علیؑ نے کہا ہو کہ صرف ابو بکر ہی کے والدین اسلام لائے اور کسی مہاجر کو یہ شرف حاصل نہیں، ایسا صریحی جھوٹ حضرت علیؑ کیسے بول سکتے ہیں۔ میں نے کثیر تعداد میں مہاجرین کے نام پیش کئے ہیں جن کے والدین بھی مسلمان تھے۔

دوسری آیت:

﴿لَاتَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَائَهُمْ أَوْ أَبْنَائَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُوْلَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُوْلَئِكَ حِزْبُ اللهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ''تم کبھی نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی ہے۔ خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے۔ وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کریگا جن کے نیچے ل نہریں بہتیں ہونگی۔ ان میں وہ ہمیشہ رہینگے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے وہ اللہ کے گروہ کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو! اللہ کے گروہ والے ہی فلاح پانے والے ہیں''۔(۱)

اس کی شان نزول میں ابن جریج کا بیان ہے کہ ابو قحافہ نے رسول خداؐ کو گالی دی، یہ دیکھ کر ان کے بیٹے ''ابو بکر'' نے باپ کے چہرے پر ایک زوردار طمانچہ مارا جس کی وجہ سے وہ زمین پر گر گئے پھر

۱۔ مجادلہ/۲۲

آنحضرت سے آکر سارا واقعہ بیان کیا، رسول خداؐ نے فرمایا: اب اگر وہ مجھے گالی دیں تو انھیں نہ مارنا۔ ابوبکر نے کہا: اس خدا کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنایا ہے، اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو انہیں قتل کر دیتا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ سورۂ احقاف (جس کی ایک آیت کو اس سے قبل پیش کیا گیا) مکہ میں نازل ہوا ہے اور سورۂ مجادلہ مدینہ میں نازل ہوا ہے اور متذکرہ آیت سورۂ احقاف نازل ہونے کے کافی دنوں بعد نازل ہوئی۔(۲) تفسیر قرطبی و ابن کثیر کے مطابق بدر و احد کے بعد نازل ہوئی یعنی سن ۴ھ میں۔(۳) اس صورت حال میں بات کیسے بن سکتی ہے جبکہ ابوبکر کی سابقہ آیت میں انعام خداوندی کے طور پر بات کہی گئی ہے جب وہ چالیس سال کے تھے تو دعاء کی: ﴿رَبِّ اَوزِعنِی اَن اَشکُرَ نِعمَتَکَ الَّتِی اَنعَمتَ عَلَیَّ وَ عَلَی وَالِدَیَّ﴾ ''میرے رب مجھے والدین پر مہربانی کرنے کی ترغیب عطا کر''۔ اس آیت کی شان نزول کہتی ہے کہ جب ابوبکر ۴۳ سال کے تھے تو اپنے والد کو گالی بکنے کی وجہ سے گھونسہ مارا۔ آیت سابقہ کی طرح اس آیت کی روایت بھی خود اپنے نفس مطلب کی تکذیب کر رہی ہے کیونکہ آیت مدنی ہے اور آیت کے مطابق گھونسہ مارنے کا واقعہ مکے کا ہے۔

پھر یہ کہ کیا جو شخص رسول کو گالی دے رہا ہو اور قریب میں بیٹھا ہوا کوئی شخص سن رہا ہو، اسے اس گالی دینے والے کو قتل کر دینا چاہئے؟ یا یہ واقعہ صرف ابوقحافہ سے مخصوص ہے؟ فضائل کے لاف و گزاف بگھارنے والوں سے یہ سوال پوچھنا چاہئے۔ ﴿وَاِنَّهُم لَیَقُولُونَ مُنکَرًا مِنَ القَولِ وَزُورًا﴾

۱۔ مناقب ابن مغازلی (ص ۱۴ احدیث ۱۷، ۹۱) اسد الغابہ ج ۴، ص ۱۸ (ج ۴، ص ۹۴ نمبر ۳۷۸۳) مناقب خوارزمی (ص ۵۴ حدیث ۱۷) فردوس الاخبار دیلمی (ج ۳، ص ۳۳۳ حدیث ۵۳۳۱)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۵۸ (ج ۱۳ ص ۲۳۰ خطبہ ۲۳۸)؛ فرائد السمطین (ج ۱ ص ۲۴۲ حدیث ۱۸۷) ریاض النضرۃ ج ۲، ۱۵۸ (ج ۳، ص ۱۰۰) خصائص نسائی، ص ۳ (ص ۲۹ حدیث ۶) المعارف ابن قتیبہ، ص ۷۳ (ص ۱۶۹) ذخائر العقبیٰ، ص ۵۸، کنز العمال، ج ۶، ص ۴۰۵ ج ۱۳، ص ۱۴۶، حدیث ۳۶۴۹۸)

۲۔ تفسیر قرطبی ج ۱۷، ص ۳۰۷، (ج ۱۷۔ ص ۱۹۹) تفسیر کشاف ج ۳، ص ۱۷۲ (ج ۴، ص ۴۹۷) مرقاۃ الوصول حاشیہ نوادر الاصول، ص ۱۲۱، تفسیر آلوسی ج ۲۸، ص ۳۶،

۳۔ تفسیر ابن کثیر (ج ۴، ص ۳۳۰)؛ تفسیر کبیر (ج ۲۹ ص ۲۷۶)

"یہ لوگ بڑی ناپسندیدہ بات کہہ رہے ہیں"۔(۱) ﴿وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ "اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ اللہ کی طرف سے ہرگز نہیں ہے یہ خدا کے خلاف جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ سب جانتے ہیں"۔(۲)

یاوہ گوئی کا مقصد:

یہ سفید جھوٹ اور جعلسازی کا انبار اور ابوبکر کے والدین کو مسلمان ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگانے کی غرض محض یہ ہے کہ رسول خداؐ اور حضرت علیؑ کے والدین کو کافر ثابت کیا جاسکے کیونکہ وہ ان دونوں حضرات میں تو کسی قسم کا نقص نکالنے میں ناکام رہے اس لئے بیٹوں کا غصہ والدین پر اتارا۔ چنانچہ حافظ عاصمی زین الفتی میں کہتے ہیں کہ رسول خداؐ اور حضرت علیؑ کی مماثلت اس لحاظ سے بھی ہے کہ دونوں کے والدین کافر تھے اگر چہ خدا نے رسول خداؐ کو تمام نعمتوں سے سرفراز فرمایا لیکن ان کی تقدیر میں نہ تھا کہ آپ کے والدین مسلمان ہوں چنانچہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ یہی ہے صرف کچھ ناقابل توجہ مسلمان اس عقیدت سے منحرف ہیں۔

(چہ خوب: اس گستاخ نے مہمل عقیدے کو تمام مسلمانوں کے سر تھوپ دیا حالانکہ اکثر محققین اہلسنت کے علاوہ شیعہ اور زیدی فرقے کے افراد کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول خدا کے والدین مسلمان تھے۔ مولف)

اسی طرح حضرت علیؑ مرتضی کو بھی اگر چہ خدا نے تمام نعمتوں سے بہرہ مند کیا لیکن ان کی تقدیر میں یہ نہ تھا کہ آپ کے والدین مسلمان ہوں۔

ان کی یہ گہار مسلسل ہوتی رہی ہے اور اسی طرح وہ اپنے عناد کی بھڑاس نکالتے رہے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بقول بن ابی الحدید (۳) اگر ابوطالبؑ اور ان کے فرزند نہ ہوتے تو دین نہ تو مستحکم ہوتا

۱۔ مجادلہ/۲ ۲۔ آل عمران/۷۸

۳۔ شرح نہج البلاغہ ج ۳، ص ۳۱۷ (ج ۱۴، ص ۸۴ کتاب ۹)

اور نہ ہی تناور ہوتا۔ابو طالب نے مکہ میں حمایت کی اور علیؑ نے مدینہ میں اپنی سوجھ بوجھ کے ساتھ جان لڑائی،ابو طالبؑ نے جس سرپرستی کا بیڑا اٹھایا تھا علیؑ نے اسے مکمل کیا،ایسے فدا کار اسلام کے متعلق یاوہ گوئی سے کیا نقصان ہوسکتا ہے۔

کسی شخص کے عقیدے کو چار طرح ہی سے معلوم کیا جاسکتا ہے:

۱۔اس کی گفتار سے نتیجہ نکالا جائے۔

۲۔افعال وکردار کا تجزیہ کیا جائے۔

۳۔اس کے خاندان والوں نے جو کچھ اس کے متعلق کہا ہے کیوں کہ گھر والے گھر کی باتوں سے زیادہ آگاہ ہوتے ہیں۔

۴۔وابستہ افراد نے جو کچھ اس کے متعلق کہا ہے ان باتوں سے نتیجہ نکالا جائے۔

حضرت ابو طالب کی گفتار:

آپ کے شعری نگارشات تاریخ وحدیث کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔ان میں سے چند کو پیش کیا جاتا ہے:

مستدرک حاکم (۱) میں ہے کہ ابو طالبؑ نے نجاشی سے خطاب کرتے ہوئے چند اشعار کہے ہیں جن میں مہاجرین حبشہ کے ساتھ نیک سلوک کی گزارش کی گئی ہے:

لیعلم خیار الناس ان محمدا وزیر لموسی والمسیح ابن مریم

''شائستہ کرداروں کو معلوم ہونا چاہئے کہ محمدؐ،موسیٰ ومسیح کی وزارت سے سرفراز ہیں۔ان دونوں پیغمبروں کی طرح محمد بھی ہمارے لیے دین لائے۔یہ فرمان خداوندی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور برائیوں سے باز رکھتے ہیں،تم خود اپنی کتابوں میں پڑھتے ہو کہ ان کی باتیں درست ہیں اور یاوہ گوئی پر مبنی نہیں ہیں۔ہمارا گروہ اس لئے تمہارے پاس گیا ہے کہ تم جواں مرد اور شریف ہو''۔

اس کے مزید سولہ اشعار بھی ہیں:

۱۔المستدرک علی الصحیحین ج۲،ص۶۲۳ (ج۲،ص۶۸۰ حدیث ۴۲۴۷)

فبلغ عن الشحناء افناء غالب لویا و تیما عند ھنر الکرائم

''بنی غالب کی شاخ لوی وتیم کے مہمل لوگوں کو حمایت محارم کے موقع پر ان کی بھڑکائی ہوئی دشمنی یاد دلا دو کیونکہ ہم اس وقت بھی خدائی تلوار اور سرتا پا شرافت ہوتے ہیں، جب قوم کی آواز بادلوں کی جھوٹی گرج کی طرح بلند ہوتی ہے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ قطع رحم گناہ اور بلا کا سبب اور حماقت ہے اور یہ کہ کل قیامت میں تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہدایت کیا ہے، دنیا کی نعمت دائمی نہیں ہے۔ پس ہرگز تمہاری عقلیں محمدؐ کے بارے میں زائل نہ ہوں، خبردار! کمینے گمراہوں کا ساتھ نہ دو۔ یہ تمنا کہ تم انھیں قتل کرسکو گے خواب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی، خدا کی قسم! تم محمد کو اس وقت تک قتل نہ کرسکو گے جب تک بہت سے سروں اور گردنوں کو کٹتے نہ دیکھ لو۔ اور جب تک اپنے قبیلے کے لوگوں کو قتل ہوتا اور لاشوں پر گدھ منڈلاتے نہ دیکھ لو۔ ایک جنگ کے بعد دوسری جنگ ہو رہی ہوگی اور تم شدت قتل سے گھبرا کر رشتہ داری کا واسطہ دینے لگو گے جب کہ تلوار کی ضربیں رشتہ داریاں کاٹ چکی ہوں گی۔

محمدؐ ساری قوم میں برتر ہیں، دشمنوں کے سامنے سر جھکانے والے نہیں، آل ہاشم کی دونوں شاخوں میں محفوظ ہیں امین ہیں، محبوب خلق ہیں۔ اور ختم نبوت کی پروردگار کی طرف سے ان پر مہر لگی ہے، لوگ ان میں برہان خدا کا مشاہدہ کرتے ہیں، بھلا کسی قوم میں جاہل عالم کے برابر کیسے ہوسکتا ہے، یہ ایسے نبی ہیں جن کے پاس ان کے رب کی طرف سے وحی آتی ہے۔ جو اس بات کا قائل ہوا سے ندامت نہ ہوگی ایک ہاشمی فوج ان کے گرد طواف کرتی رہتی ہے اور اپنے حلقے میں لئے رہتی ہے اور دشمنوں کو ان سے دور کرتی رہتی ہے''۔(۱)

آپ کے یہ اشعار بھی ایک واقعہ کے ماتحت مذکور ہیں:

الا ابلغا عنی علی ذات بینھا لویا و خصاً من لوی بنی کعب

''اے میرے ساتھیو! لوئی اور خاص طور سے کعب کی اولاد کو میرا یہ پیغام پہنچا دو حالانکہ ہمارے اور ان کے درمیان رنجش پیدا ہو چکی ہے۔

۱۔ دیوان ابو طالب ص ۳۲ (ص ۸۵۔۸۴) شرح نہج البلاغہ ج ۳۔ ص ۳۱۳ (ج ۱۴ ص ۷۳ کتاب ۹)

کیا تمہیں اب بھی یقین نہیں آتا کہ ہم نے محمد کو ویسا ہی نبی پایا ہے جیسے موسیٰ تھے اور یہ کہ ان کا تذکرہ قدیم کتابوں میں موجود ہے اور یہ کہ خدا نے صرف محمد پر اپنی محبت نازل کی لہٰذا اس سے بہتر کون ہوسکتا ہے جسے وہ اپنی محبت سے مخصوص کرے تم نے جو عہد نامہ لکھ کر ٹانگا ہے تمہارے لئے منحوس ہے۔ وہ باعث ہلاکت ہوگا جس طرح ناقہ صالح قوم ثمود کے لئے باعث ہلاکت تھی اس لئے ہوش میں آؤ سنبھل جاؤ قبل اس کے کہ قبریں تیار ہوں اور عمومی عذاب کی زد میں گنہگار کے ساتھ بے گناہ بھی آجائیں، چغل خوری کی باتوں میں آکر ہم سے تعلقات نہ بگاڑو اور ایسی جنگ کو دعوت نہ دو جو طویل ہو کیونکہ دعوت جنگ دینے والے کیلئے جنگ تلخ بن جاتی ہے کیونکہ رب کعبہ کی قسم! ہم محمد کو سختیوں سے تنگ آکر چھوڑیں گے نہیں، جب تک ہماری گردنیں اور ہاتھ نہ کٹ جائیں، میدان میں لاشیں بکھری ہوں اور لاشوں پر گدھ منڈلا رہے ہوں۔ اگر جنگ چھڑی تو گھوڑوں کی بھاگ دوڑ اور سورماؤں کی آواز سے قیامت خیز منظر ہوگا۔

کیا ہمارے جد ہاشم جنگ پر تیار نہیں تھے اور کیا، انھوں نے بیٹوں کو جنگ کی وصیت نہیں کی تھی؟ ہم تو جنگ سے تنگ نہیں آتے جب تک کہ خود جنگ ہم سے تنگ نہ آجائے۔ لیکن ہم صاحب عقل و غیرت ہیں، مصائب میں جب بہادروں کے پتے پانی ہوں ہماری عقلیں بھٹکائے رہتی ہیں''۔(۱)

ابوطالب کے یہ سولہ اشعار بھی ہیں:

الا مـا لهـم آخـر الـليـل معتـم طـوانـی و اخـری الـنجم لما تقحم

''افسوس! کچھ پر آخر شب تک غموں کے بسیرے رہے جبکہ تمام آنکھیں سو چکی تھیں۔
یہ غم بے عقل لوگوں کی وجہ سے ہے جو محمدؐ پر ظلم کا ارادہ رکھتے ہیں۔ قریش ہماری دشمنی اور حماقت میں ایسی راہ پر چل پڑے ہیں جو سراسر دھوکہ ہے، وہ اپنی امیدوں کو پا نہ سکیں گے حالانکہ انھوں نے بدو عربوں اور حاجیوں سے مدد بھی مانگی ہے، ان کی امیدوں میں ہمارے نیزے رکاوٹ ہیں، انھیں امید

۱۔ سیرہ ابن ہشام ج۱، ص۳۷۳ ((ج۱، ۳۷۹۔۳۷۷) شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص۳۱۳ (ج ۱۴، ص۲۷ کتاب، ۹ بلوغ الارب ج۱ ص۳۲۵، خزانۃ الادب ج۱، ص۲۶۱ (ج ۲، ص۷۶) الروض الانف، ج۱ ص۲۲۰ (ج ۳، ص۲۸۳) البدایۃ النھایۃ ج۳، ص۸۷ (ج ۳، ص۱۰۸) اسنی المطالب، ص۶، ۳۱، طلبۃ الطالب، ص۱۰

ہے کہ ہم بغیر نیزے بازوں کے محمد کو ان کے حوالے کردیں گے لیکن خانہ کعبہ کی قسم! تم نے جھوٹی توقع باندھ رکھی ہے جب تک تم کھوپڑیوں کو گرم پانی اور زمزم میں بھیگا ہوا نہ دیکھ لو۔ اور ایسی حولناک جنگ نہ ہوے جس میں رشتے کٹ جائیں بیوی اپنے شوہر کو نہ بھول جائے اور اس کے ایک محرم کے بعد دوسرے محرم پر حملہ ہوتا رہے۔ اور جب تک تم سے مقابلہ کے لئے ایک جماعت ہتھیار لیکر تمہاری طرف نہ بڑھ چکے اور لوگ ہر مجرم سے اپنی عزت کا دفاع نہ کرلیں یہ جماعت شیر بسر میں جب غصے میں جھپٹی ہے تو کسی سے نہیں ڈرتی۔ تو اے بنی فہر! ہوش میں آؤ۔ ابھی نوحہ کرنے والی عورتیں ماتم کرنے کھڑی نہیں ہوئی ہیں"۔ (۱)

ا۔ ابو طالب حضرت رسول خداؐ سے مخاطب ہیں:

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم حتی او سد فی التراب وفینا

"خدا کی قسم! یہ قریش اپنی تمام جمعیت کے ساتھ بھی آپ کے قریب پھٹک نہیں سکتے جب تک کہ میں مٹی میں دفن نہ کردیا جاؤں۔ اس لئے تم بے خوف ہو کر علانیہ تبلیغ کرو تم پر کوئی پابندی نہیں، اس بات سے خوش ہو جاؤ اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ تم نے مجھ کو دعوت دی ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم میرے مخلص ہمدرد ہو، تمہاری دعوت امین کی دعوت ہے اور یہ بھی مجھے یقینی طور پر معلوم ہے کہ دین محمدؐ کائنات کا سب سے بہتر دین ہے"۔

ثعلبی کی روایت ہے کہ ان اشعار ابو طالب کی حجت پر سب کا اتفاق ہے۔ ابن عباس، قسم بن مخضرہ بن دینار سبھی نے ان اشعار کی روایت کی ہے۔ (۲)

قرطبی و ابن کثیر نے اس شعر کا بھی اضافہ کیا ہے:

۱۔ دیوان ابوطالب، ص ۲۹ (ص ۸۳۔۸۲) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۳۱۲ (ج ۱۴، ص ۷۱ کتاب ۹،

۲۔ خزانۃ الادب بغدادی ج ۱، ص ۲۶۱ (ج ۲، ص ۷۶) البدایۃ والنھایۃ ج ۳، ص ۴۲ (ج ۳، ص ۵۶) شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۰۶ (ج ۱۴، ص ۵۵ کتاب ۹) تاریخ ابو الفداء ج ۱، ص ۱۲۰، فتح الباری، ج ۷، ص ۱۵۳، ۱۵۵ (ج ۷، ص ۱۹۴، ۱۹۶) الاصابۃ، ۴، ص ۱۱۶، المواھب اللدنیہ ج ۱، ص ۶۱، (ج ۱، ص ۲۲۳) السیرۃ الحلبیہ ج ۱، ص ۳۰۵، (ج ۱، ص ۲۸۷) دیوان ابوطالب، ص ۱۲ (ص ۴۱) طلبۃ الطالب، ص ۵، بلوغ الادب، ج ۱، ص ۳۲۵، السیرۃ النبویۃ دحلان مطبوع برحاشیہ سیرہ حلبیہ ج ۱، ص ۹۱، ۲۱۱ (ج ۱، ص ۴۵) اسنی المطالب، ۶ (۱۰)

لو لا الملامة او حذاری سبه لوجدتنی سمحا بذاک مبینا

''اگر خوف ملامت یا گالیوں سے بچنے کا خیال نہ ہوتا تو تم مجھے اعلانیہ طور پر اس دین کا اعلان کرنے والا پاتے''۔

زینی دحلان کی اسنی المطالب (۱) میں ہے کہ یہ شعر الحاقی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ بات معین ہوتی ہے کہ انھیں گالیوں کا اندیشہ تھا، اس لئے رسول خدا کی نصرت اعلانیہ نہیں کر رہے تھے لیکن وہ تو باقاعدہ دین کی نصرت کر رہے ہیں اور اسلام کو خیر ادیان کہہ رہے ہیں۔

قریش نے جب عثمان بن مظعون پر ظلم وستم کیا تو یہ سات شعر کہے:

امن تذکر دهر غیر مامون اصبحت مکتئبا تبکی کمحزون

''اے دل! کیا زمانہ کی بے اعتباری کو یاد کر کے رو رہا ہے یا تیرا غم ان بے وقوفوں کی ذلیل حرکت ہے جو مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ قریش والو! خدا تمہاری جماعت کو ذلیل کرے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم عثمان کے لئے رنجیدہ ہیں، اب اگر تم نے پھر ہمارے مظلوموں پر ظلم کیا تو ہم تیر وتلوار سے ان کی مدد کریں گے، تین پھل والے نیزوں سے حملہ کریں گے جو پاگلوں کے دماغ سے بد دماغی نکال دے۔ یہاں تک کہ بے عقل لوگ سختی کے بعد نرمی کا برتاؤ کرنے لگیں یا پھر تم اس کتاب پر ایمان لے آؤ گے جو خدا کی طرف سے بے مثل ہے اور موسیٰ و یونس جیسے سچے نبی پر نازل کی گئی ہے''۔ (۲)

کچھ اشعار میں رسول اعظمؐ کی مدح کی ہے اور اس کی تضمین حسان بن ثابت نے کی ہے یا توارد ہوا ہے:

لقد اکرم الله النبی محمداً فاکرم خلق الله فی الناس احمد

و شق له من اسمه لیجلة فذو العرش محمود و هذا محمد (۳)

۱۔ اسنی المطالب، ص۱۴ (ص۲۵)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج۳، ص۳۱۳ (ج۱۴، ص۷۳ کتاب۹)

۳۔ التاریخ الصغیر (ج۱، ص۳۸) دلائل النبوہ ج۱، ص۶ (ج۱، ص۴۴ حدیث۲) تاریخ ابن عساکر ج۱، ص۲۷۵ (ج۳، ص۳۲-۳۳) شرح نہج البلاغہ ج۳، ص۳۱۵ (ج۱۴، ص۷۸، کتاب۹)، البدایة والنهایة ج۱، ۲۶۶ (ج۲، ص۳۲۵) الاصابة ج۴، ص۱۱۵، المواهب اللدنیة ج۱، ص۵۱۸ (ج۲، ص۲۵) تاریخ الخمیس، ج۱، ص۲۵۴، شرح ابن ابی الحدید ج۳، ص۳۱۵ (ج۴، ص۷۷ کتاب۹)

شرح ابن ابی الحدید کے مطابق ابوطالب کے یہ اشعار بہتر مشہور ہیں:

انت النبی محمد　　　　قدم اغر مسود

''اے محمدؐ! آپ رسولؐ ہیں۔ عظیم سردار اور مبارک چہرے والے ہیں۔ نہایت معزز سردار کے بیٹے خود بھی پاکیزہ اور جائے ولادت بھی پاکیزہ ہے۔ عمرو جیسے فیاض آپ کے مورث اعلیٰ ہیں جب سارے مکہ میں قحط تھا تو انھوں نے شوربہ میں روٹی بھگو کر لوگوں کو کھلائی۔ ان کے بعد یہ طریقہ صفت حسنہ بنکر رائج ہوگیا۔ اور پیالوں میں سالن اور روٹیاں توڑ کر کھلائی جاتی ہیں۔ ہمارے ہی خاندان کے ذمہ حاجیوں کی سقائیت ہے جبکہ ہم ڈولوں سے دریا بہادیتے ہیں۔ مقام مازماں، اس کی پہاڑیوں اور مسجد کی بھی تولیت ہماری ہی ہے، پھر اے محمد! تم پر ظلم کیسے ہوسکتا ہے جبکہ میرے جیسا بہادر ابھی زندہ ہے، مکے کی وادیوں میں سیاہ خون بہادوں گا، تمہارے ابن عم مشتعل شیروں کی طرح موجود ہیں۔ میں نے تو تمہیں ہمیشہ سچا پایا اور تم بچپن سے راست گفتار ہو''۔

ایک بار ابوجہل سجدے کی حالت میں رسولؐ کے پاس آیا۔ اس کے ہاتھ میں پتھر تھا وہ رسولؐ پر چلانا چاہتا تھا لیکن جیسے ہی ہاتھ اٹھایا وہ پتھر اس سے چپک گیا اور وہ چلا نہ سکا اس موقع پر ابوطالبؑ نے یہ گیارہ شعر کہے:

''اے بنی غالب! ہوش میں آؤ اور گمراہی سے باز رہو ورنہ مجھے ڈر ہے کہ تمہارے گھروں ہی میں ہلاکتیں نہ نازل ہوں۔ وہ ہلاکتیں خدائے مشرق و مغرب کی طرح دوسروں کے لئے عبرت ہوں گی، جس طرح تم سے پہلے عاد و ثمود پر عذاب آیا، جب سویرے ہی ناقہ پیاسا تھا اور ان پر آندھی ٹوٹ پڑی۔ ایک ازرق کی وجہ سے سب پر غضب خدا نازل ہوا، جب اس نے ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں اور اس سے بھی زیادہ تعجب کا واقعہ ابوجہل کا ہے جب اس کا ہاتھ چپک گیا، جب وہ ایک صابر و شاکر و صادق کو مارنے کیلئے بڑھا تھا تو خدا نے اس کی ناک رگڑ کر اس کے پتھر کو اس کے ہاتھ سے چپکا دیا، وہ تمہارے ہی گمراہوں کے بہکاوے میں آگیا تھا جو کچھ اس نے کہا تھا وہ سچ نہ ہوسکا''۔(۱)

۱۔ دیوان ابوطالب، ص ۱۳ (ص ۳۲) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۳۱۴ (ج ۱۴، ص ۴۷ کتاب ۹)

ابن ابی الحدید(۱) کے مطابق مامون رشید کا دعوی تھا کہ ایمان ابوطالب علیہ السلام کے ثبوت میں ان کے یہ چار اشعار پیش کئے جا سکتے ہیں۔ جو کچھ اضافی اشعار کے ساتھ دیوان ابوطالب (ع) میں موجود ہیں:

نصرت الرسول رسول المليک ببيض تلالا کلمع البروق (۲)

''میں نے مالک حقیقی کے رسول کی مدد درخشاں تلواروں سے کی ہے۔ میں دشمنوں سے نمٹنے کیلئے اس طرح نہیں چلتا جیسے نرینہ اونٹ کے خوف سے نوجواں اونٹنیاں چلتی ہیں۔ بلکہ میں تو کھلم کھلا یوں گرجتا ہوں جیسے جھاڑی میں شیر گرجتا ہے''۔

جب قریش نے عمرو عاص کے ساتھ تحفے دیکر نجاشی کو ورغلانا چاہا تو حضرت ابوطالبؑ نے یہ چار اشعار لکھ کر بھیجے (۳) تا کہ وہ مہاجرین حبشہ خصوصاً جعفر کا اکرام کرے:

الا ليت شعری کيف فی الناس جعفر وعمرو و اعداء النبی الاقارب

''کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ حالت غربت میں میرے بیٹے جعفر کا کیا حال ہے اور عمرو عاص اور دوسرے اعداء دین نے کیا کہا؟

مجھے معلوم نہیں کہ نجاشی نے جعفر کے ساتھ اچھا سلوک کیا یا عمرو عاص نے اسے بہکا دیا، اے بادشاہ! تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تو صاحب مجد و کرم ہے اس لئے پناہ لینے والوں کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے، ہم جانتے ہیں کہ خدا نے تجھے بہترین وسائل حیات سے نوازا ہے''۔ (۴)

شرح بن ابی الحدید (۵) میں ہے کہ یہ اشعار بھی ابوطالب کے ہیں جن کے ذریعہ رسول خدا کو اعلانیہ دعوت کا مشورہ دیا ہے:

۱۔ شرح نہج البلاغہ ج ۳، ص ۳۱۴ (۱۴، ص ۴۷، کتاب ۹)

۲۔ دیوان ابوطالب، ص ۲۴ (ص ۷۰)

۳۔ دیوان ابوطالب (ص ۱۰۹)

۴۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۳، ص ۷۷ (ج ۳، ص ۹۷) شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ۳۱۴ (ج ۱۴، ص ۷۷ کتاب، ۹)

۵۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۵ (ج ۱۴، ص ۷۷ کتاب ۹)

لا یمنعنک من حق تقوم بہ ایـد تصول و لا سلق باصوات

''اے محمد! وہ حق جسے تم لیکر اٹھے ہو اسکے اعلان سے نہ حملہ کرنے والوں کے ہاتھ رک سکیں گے نہ زبان سے ایذاء پہنچانے والوں کی زبانیں تمہیں منع کر سکیں گی، کیونکہ اگر کبھی تم ان دشمنوں کے ساتھ کسی کشمکش میں مبتلا ہوئے تو تمہارا ہاتھ در حقیقت میرا ہاتھ ہوگا، تمہاری جان کے ساتھ میری جان ہوگی (یعنی میں تم پر فدا ہو جاؤں گا)''۔

ابن ہشام(۱) کا بیان ہے کہ حضرت ابو طالبؑ نے خطرہ محسوس کیا کہ کہیں باہر سے آنے والے جاہل عرب مشرکین کے بہکاوے میں آکر ان سے مل کر رسول خداؐ اور بنی ہاشم پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ اس لئے ایک قصیدہ میں آپ کے حرمت مکہ کی پناہ اور اشراف قوم کے دور کا تذکرہ کیا ہے، آپ نے یہ بھی صاف صاف اعلان کر دیا کہ کسی حال میں بھی محمد کو تمہارے حوالے نہ کریں گے چاہے ہلاک ہی کیوں نہ ہو جائیں۔

خلیلی ما اذنی لاول عاذل بصغواء فی حق و لا عند باطل

''اے میرے دونوں دوست۔ یہ اولین سرزنش نہیں ہے کہ جھوٹ یا سچ میرے کان ہی پڑی ہے جب میں نے دیکھ لیا کہ ہماری قوم میں ذرا بھی محبت نہیں رہ گئی ہے اور انھوں نے سارے رشتے ناطے توڑ لئے ہیں اور ہمارے خلاف دشمنی و ایذا رسائی کا اعلان کر دیا نیز ہمارے اس دشمن کی بات ماننے لگے جو ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر دینا چاہتا ہے اور وہ ایسوں کے خلیفہ بن گئے جو ہماری دشمنی میں اپنے ہی دانتوں سے اپنی انگلیاں چبا رہے ہیں تو میں نے اپنے عظیم بزرگوں کی میراث میں ملی تیز دھار کے تلوار اور لچک دار نیزوں کو تیار کر لیا۔ تمام لوگوں کے پروردگار کی پناہ! ہر اس شخص سے جو ہمیں فحش دیتا اور باطل پر اقرار کرنے والا اور ہماری عیب جوئی میں دوڑ دھوپ کرتا اور دین میں ان باتوں کو شامل کرنا چاہتا ہے جسے ہم نہیں جانتے قسم ہے غار ثور کوہ ثبیر اور غار حرا میں جانے کیلئے چڑھنے اترنے والوں کی، اللہ کے گھر کی جو بطن مکہ میں واقع ہے! حرمت حجر اسود کی! جسے طواف کے وقت لوگ چومتے ہیں، مقام

۱۔ سیرۃ ابن ہشام (ج۱، ص۲۹۱)

ابراہیم کے حرمت کی! جہاں ابراہیم برہنہ پا کھڑے ہوئے تھے۔

اور خانہ کعبہ کی قسم! تم غلط سمجھے کہ محمد کو ہم سے چھینا جاسکتا ہے۔ یہ اس وقت ممکن ہے جب ہم محمد کے سامنے تیر و نیزہ چلاتے چلاتے ختم ہو جائیں۔ ہم کبھی محمد کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتے ایسا اسی وقت ہوسکتا ہے جب ہم جنگ کر کے اتنے بدحال ہو جائیں کہ بیٹوں اور بیویوں کو بھول جائیں۔ جب تک ہمارا خاندان جسموں پر ہتھیار سجا کر تم پر حملہ آور ہو۔ ہمارے دشمن نیزہ کھا کر لڑکھڑا رہے ہوں اور منہ کے بل گر رہے ہوں، ہم تو بخدا! ایسا دیکھ رہے ہیں کہ ہماری تلواریں بڑے بڑے سرداروں کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہیں۔ ہماری تلواریں عقابی جوانوں کے ہاتھ میں ہونگی جو معتمد سردار، حقیقت کے حامی اور بہادر ہوں گے۔ یہ جنگ مہینوں اور سالہا سال تک جاری رہے گی۔

تم پر افسوس! ایسے سردار کو کیسے چھوڑا جاسکتا ہے جو معاہدوں کا پابند ہے اور بند زبان اور مفت خور نہیں ہے۔

اور ایسا روشن چہرہ سردار ہے جس کے روئے مبارک کا واسطہ دیکر بارش کی دعاء کی جاتی ہے، وہ یتیموں کا سرپرست اور بیواؤں کا جائے پناہ ہے۔ خانوادہ ہاشمی کے نادار و مفلس ان کے دامن فیض میں پناہ لیتے ہیں اور بہرہ یاب ہوتے ہیں۔

اے مطعم بن عدی! اب قریش نے مجھے ایسی راہ پر ڈال دیا ہے کہ اگر میں مارا گیا تو تو بھی نہ بچے گا، خدا کی بے لوث ترازو میں فیصلہ ہوگا۔ خدا تو دیکھنے والا ہے اس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ بے شک ان لوگوں کی عقلیں ماری گئی ہیں جنھوں نے ہمیں چھوڑ کر بنی حلف اور غیاطل (بنی سہم) کو اختیار کر لیا ہے۔ حالانکہ تمام قدیم ماخذ کی رو سے ہم آل قصی کی اصل ہیں۔ بنی سہم اور بنی مخزوم ہمارے خلاف ہو گئے ہیں، انھوں نے ہمارے خلاف مفلس اور گمنام دشمنوں تک کو بھڑکا دیا ہے۔ اے عبد مناف! تم تو سارے قبیلے میں بہتر ہو لہذا اپنے معاملات میں بن بلائے مہمانوں کو شریک نہ کرو۔ اپنی جان کی قسم! احمدؐ اور ان کے بھائیوں کی محبت میرے دل میں شدید عشق کے بطور ڈال دی گئی ہے، خدا کرے وہ دنیا والوں کے لئے جمال بن کر رہیں اور ہمیشہ عظیم امور کے مالک رہیں"۔

سیرۃ ابن ہشام (۱) میں یہ قصیدہ ۹۴ شعروں پر مشتمل ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ یہ اشعار ابوطالبؑ ہی کے ہیں۔ ابن کثیر (۲) نے ۹۲ ر اشعار نقل کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ قصیدہ ابوطالب ہی کہہ سکتے ہیں، بہت نفیس اور عظیم و بلیغ ہے، یہ سبع معلقات سے بھی بڑھ کر ہے۔ پورا قصیدہ انھوں نے اپنی کتاب المغازی میں نقل کیا ہے۔

ابو ہفان (۳) عبدی نے ۱۱۱ ر اشعار نقل کئے ہیں، ابن ابی الحدید (۴) لکھتے ہیں کہ یہ اشعار حد تواتر تک پہونچے ہوئے ہیں کہ ابوطالب کے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسول خداؐ کی دعوت کو مانتے تھے۔

قسطلانی نے ارشاد الساری (۵) میں نقل کیا ہے کہ اس قصیدہ میں ۱۱۰ ر اشعار ہیں۔ مواہب الدنیہ (۶) میں ۸۰ ر شعروں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ابن التین کہتے ہیں کہ یہ اشعار اس بات کا ثبوت ہیں کہ بحیرا وغیرہ کی تاکید سے قبل ہی ابوطالب نے رسول خداؐ کی معرفت حاصل کر لی تھی۔ عینی عمدۃ القاری میں ۱۱۰ ر شعروں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ یہ قصیدہ جن کتابوں میں ہے ان کے نام ہیں:

بلوغ الارب آلوسی؛ (۷) خزانۃ الادب؛ (۸) لب لباب؛ (۹) لسان العرب، سیرۃ دینی۔ (۱۰)

۱۔ سیرہ ابن ہشام ج ۱، ص ۲۹۸۔۲۸۶ (ج ۱، ص ۲۹۹۔۲۹۱)

۲۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۳، ص ۵۷۔۵۳ (ج ۳، ص ۴۷۔۷۰)

۳۔ دیوان ابوطالب، ص ۱۲۔۲ (۳۸۔۲۱)

۴۔ شرح نہج البلاغہ ج ۳، ص ۳۱۵ (ج ۱۴، ص ۸۷، کتاب ۹)

۵۔ ارشاد الساری ج ۲، ص ۲۲۷ (ج ۳، ص ۲۶)

۶۔ المواھب اللدنیۃ، ج ۱، ص ۴۸ (ج ۱، ص ۱۸۵)

۷۔ عمدۃ القاری ج ۳، ص ۴۳۴ (ج ۷، ص ۳۰)

۸۔ بلوغ الارب ج ۱، ص ۳۲۷ (ج ۱، ۳۳۶)

۹۔ خزانۃ الادب ج ۱، ص ۲۶۱۔۲۵۲ (ج ۲، ۷۵۔۵۹)

۱۰۔ السیرۃ النبویہ دحلان مطبوع بر حاشیہ سیرہ حلبیہ ج ۱، ص ۸۸ (ج ۱، ص ۴۳)

دحلان نے لکھا ہے کہ عبدالواحد سفاقسی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ یہ اشعار ابوطالبؑ دلیل ہیں کہ بحیرا سے قبل ہی رسول خداؐ کی معرفت حاصل کر چکے تھے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اگر ان اشعار کو ابوطالب کے مسلمان ہونے کے ثبوت میں نہ مانا جائے تو میں نہیں جانتا کہ ثبوت میں اور کیا کہنا چاہئے۔

یہ ابوطالبؑ کے نغموں کا مختصر انتخاب تھا جو ان کے مومن خاص ہونے کا ثبوت ہے۔

ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ ابوطالبؑ کے لگ بھگ تین ہزار اشعار ہیں جن سے ان کے مومن ہونے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے آخر میں چار اشعار بھی نقل کئے ہیں۔(۱)

۲۔ کردار صالح اور قول مشکور:

اس کے ساتھ ابوطالبؑ کا پاکیزہ کردار اور نفیس جد و جہد بھی دیکھنے کو ملتی ہے کہ جس کے ذریعہ انھوں نے رسول خداؐ کی پاسداری و تحفظ اور لوگوں کو توحید پرستی کی دعوت دینے کا کوئی دقیقہ ابتدائے بعثت سے آخر دم تک اٹھا نہیں رکھا۔ اس پاکیزہ کردار کے ساتھ ان کی گفتگو بھی تاریخ میں ثبت ہیں جن سے ان کے صحیح اسلام و ایمان کا پتہ چلتا ہے، اس سلسلے میں خود اہلسنت کی کتابوں سے حوالے پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب ابوطالبؑ نے تجارت کی غرض سے شام جانے کی تیاری کی تو رخصت کے وقت پیغمبر نے ابوطالب کی مہار ناقہ تھام کر ساتھ جانے پر اصرار کیا چچا جان! نہ میرے باپ ہیں نہ ماں، مجھے کس کے حوالے کئے جا رہے ہیں؟ ابوطالب کا دل بھر آیا اور اپنے ساتھ لیکر روانہ ہوئے جب یہ قافلہ شام میں مقام بصریٰ پر فروکش ہوا تو وہاں کے راہب بحیرا نے آنحضرتؐ میں علامت نبوت مشاہدہ کر کے آپ سے ملنے کی غرض سے قافلہ کی دعوت کی قریش نے اس سے کہا کہ اس سے پہلے تو آپ ہماری طرف توجہ نہیں کرتے تھے پہلے تو رسول خداؐ کو کمسنی کی وجہ سے نہیں لے جایا گیا لیکن بحیرا کے اصرار پر آپ بھی وہاں لے جائے گئے آپ کے سر پر ایک لکہ ابر برابر سایہ فگن تھا بحیرا نے آپ سے بہت سی

۱۔ تشابہات القرآن ج ۲، ص ۶۵

باتیں دریافت کیں۔ آپ کے شانے پر مہر نبوت کو بھی دیکھا۔ حضرت ابوطالب سے بھی کچھ باتیں پوچھیں اور کہا: آپ کا بھتیجا بڑی شان والا ہے آپ اس کی حفاظت کیجئے۔

ا۔ ابوطالب نے اس بارے میں یہ اشعار کہے:

ان ابن آمنة النبی محمدا   عندی یفوق منازل الاولاد

''بلاشبہ آمنہ کے لال محمدؐ جو ایک پیغمبر ہیں، میرے نزدیک اولاد سے زیادہ عزیز ہیں، جب انھوں نے میرے ناقہ کی مہار تھام لی تو مجھے ان پر رحم آ گیا حالانکہ بار بردار اونٹ سامان لیکر روانہ ہو چکے تھے۔ پس میرے آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی بہنے لگے۔ میں نے ان کے متعلق قریبی قرابت اور اجداد کی وصیت کو یاد کیا اور ان کے چچاؤں کے ساتھ جانے کی اجازت دیدی، جو اجلے چہروں والے اور بلند ہمت ہیں۔ وہ لوگ طویل سفر پر روانہ ہو گئے، جب مقام بصری میں پہنچے تو انھوں نے ایک خانقاہ کی جالی دار کھڑکی پر ایک راہب کو دیکھا، جس نے قافلے والوں کو محمد کے بارے میں سچی بات بتائی۔ اور اسی راہب نے حسد کرنے والے یہودیوں کے گروہ کی تردید کی۔ یہودیوں کے اس گروہ نے محمدؐ کے سر پر بادل کا ٹکڑا سایہ فگن دیکھ لیا تھا۔

ان کی بدنیتی کو بحیرا ہی نے روکا۔ وہ یہودی حسد کی وجہ سے محمد کو قتل کرنے پر آمادہ تھے، بحیرا نے بہترین کوشش سے ان کو باز رکھا۔(۱)

۲۔ ابوطالب نے رسولؐ کا واسطہ دیکر بارش کی دعا کی:

تاریخ ابن عساکر (۲) میں جلہمہ بن عرفطہ کا بیان منقول ہے کہ مکہ میں قحط پڑا، قریش نے ابوطالب سے کہا کہ وادیاں سوکھ گئی ہیں، ہم روٹیوں کے محتاج ہو گئے ہیں۔ ہمارے ساتھ آیئے تاکہ نماز استسقاء پڑھیں۔ ابوطالبؑ اپنے ساتھ ایک بچے کو لئے ہوئے باہر آئے جو سورج کی طرح درخشاں تھا۔ آپ کے گرد کئی بچے تھے، ابوطالب نے اس بچے کو گود میں لیکر اس کی پیٹھ کعبہ سے چسپاں کر دی بچے نے آپ کی

ا۔ دیوان ابوطالب، ص ۳۵۔۳۳ (۹۰۔۸۹) تاریخ ابن عساکر ج ۱، ص ۲۷۲۔۲۶۹ (ج ۳، ص ۱۴۔۱۲) الروض الانف ج ۱، ص ۱۲۰ (ج ۲، ص ۲۲۷) الخصائص الکبری ج ۱ ص ۸۴، ۸۵ (ج ۱، ص ۱۴۴)

۲۔ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲، ص ۱۶۲۔۱۶۱)

انگلی تھام لی اس وقت آسمان پر بادل کا کہیں پتہ نشان نہ تھا اچانک اس قدر بارش ہوئی کہ تمام جوار اور وادیاں جل تھل ہوگئیں۔ ایسے میں ابوطالب نے یہ اشعار کہے:

وابیض یسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامی عصمة للارامل
یلوذبہ الھلاک من آل ھاشم فھم عندہ فی نعمة و فواضل (۱)

علامہ شہرستانی (۲) نے اس واقعے کو معرفت ابوطالب کے ذیل میں نقل کیا ہے۔

۳۔ ولادت حضرت علیؑ اور ابوطالبؑ:

جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ میں نے رسول خداؐ سے واقعہ ولادت امیرالمومنین دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا تو نے بہترین مولود کے متعلق دریافت کیا ہے جو شبیہ عیسیٰ تھا، خدا نے علیؑ کو میرے نور سے خلق فرمایا اور مجھے اپنے نور سے اور ہم دونوں ایک نور سے ہیں۔ پھر خدا ہمیں پاکیزہ اصلاب وارحام میں منتقل فرماتا رہا۔ علی بھی میرے ساتھ پاکیزہ اصلاب وارحام میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ میرا نور بطن آمنہ میں منتقل ہوا اور علی کا نور بطن فاطمہ بنت اسد میں۔ اور ہمارے زمانہ میں ایک مبرم بن دعیب نامی زاہد و عابد شخص تھا اس نے دوسو ستر سال تک خدا کی عبادت کی تھی اور کبھی خدا سے کوئی حاجت طلب نہیں کی تھی۔ خدا نے اس کے پاس ابوطالب کو بھیجا، جب مبرم نے ابوطالب کو دیکھا تو تعظیم میں کھڑا ہوگیا اور آپ کے ہاتھ پاؤں چوم کر کہا: آپ کون ہیں؟ جواب دیا: مکہ کا باشندہ ہوں۔ پوچھا: کس قبیلے سے؟ جواب دیا: بنی ہاشم سے۔ یہ سن کر اس نے ابوطالب کا سر چوما اور کہا: خدائے اعلیٰ نے مجھے الہام فرمایا ہے کہ آپ کے صلب سے ایک ولی خدا پیدا کرے گا جب ولادت علی کی رات آئی تو زمین جگمگا اٹھی۔ حضرت ابوطالب گھر سے یہ کہتے ہوئے نکلے: اے لوگو! آج کعبہ میں ولی اللہ کی ولادت ہوئی ہے۔ جب صبح ہوئی تو یہ اشعار پڑھتے ہوئے داخل کعبہ ہوئے:

۱۔ ارشادالساری ج۲، ص۲۲۷ (ج۳، ص۱۲۷) المواہب اللدنیہ ج۱ ص۴۸ (ج۱، ص۱۸۴) الخصائص الکبری، ص۸۶۔۱۲۴ (ج، ۱۴۶، ۲۰۸) شرح بہجۃ المحافل ج۱، ص۱۱۹، السیرۃ الحلبیۃ ج۱، ۱۲۵ (ج۱، ص۱۱۶) السیرۃ النبویۃ دحلان مطبوع برحاشیہ سیرۃ حلبیہ ج۱ ص۸۷ (ج۱، ص۱۱۶) طلبۃ الطالب، ص۴۲،

۲۔ الملل والنحل ج۳، ص۲۲۵، مطبوع برحاشیہ الفصل (ج۲، ص۲۴۹)

یا رب ھذا الغسق الدجی والقمر المنبلج المضی
بین لنا امرک الخفی ماذا تری فی اسم ذا الصبی

''اے پروردگار! تاریک رات اور درخشاں چاند ہے اس میں ہمارے لئے اپنا پوشیدہ امر ظاہر فرما کہ اس بچے کا کیا نام رکھا جائے''۔

فوراً ہاتف کی آواز آئی: اے رسول مصطفیٰؐ کے اہلبیت تمہیں پاکیزہ خصوصیت سے سرفراز کیا گیا ہے اس کا نام خدائے برحق کے نام سے مشتق علیؑ رکھا گیا ہے''۔(۱)

۴۔ابوطالب اور پیغمبر کی ابتدائے دعوت

فقیہ حنبلی ابراہیم بن علی بن محمد دینوری نہایت الطالب اور غایت السؤل میں (۲) ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے اپنے چچا عباس سے کہا کہ خدا نے مجھے اعلانیہ دعوت کا حکم دیا ہے کیا آپ مدد کرسکیں گے؟ عباس نے کہا بھتیجے! قریش کے اکثر لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں، اگر آپ کی مدد کی تو مجھے پریشانی ہوگی۔ لوگ میری جڑ کاٹ دیں گے آپ اپنے چچا ابوطالب سے کہیئے، وہ سب سے بزرگ بھی ہیں اگر انھوں نے آپ کی مدد نہ کی تو آپ کو چھوڑیں گے بھی نہیں۔ وہ آپ کو کبھی دشمن کے حوالے نہ کریں گے۔ ابوطالب نے دونوں کو آتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ ضرور کوئی بات ہے اس وقت کیوں آئے ہو؟ عباس نے رسول خداؐ کی بات دہرائی۔ ابوطالب نے غور سے رسول خدا کو دیکھا اور کہا: اے میرے باپ کے بیٹے! تم بلند نظر ہو جاؤ بخدا! کوئی بھی تمہیں سخت نگاہ سے دیکھے گا تو اسے تلوار کا مزا چکھاؤں گا۔ بخدا! یہ عرب تمہارے لئے چوپایوں کی طرح مطیع ہو جائیں گے۔ میرے والد نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ ان کے صلب سے ایک پیغمبر مبعوث ہوگا۔ وہ تمہاری ملاقات کے شائق تھے، انھوں نے تاکید فرمائی تھی کہ جو بھی اسے پائے اس پر ایمان لائے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ ابوطالب کی شدت حمایت اور معرفت دیکھئے کہ وہ اجداد کی وصیت کا

۱۔کفایۃ الطالب، ص ۲۶۰ (ص ۴۰۶) ۲؎ الطرائف ابن طاؤس، ص ۸۵، (ص ۳۰۳۔۳۰۲ حدیث ۳۸۸)
۲۔طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۸۶ (ج ۱، ص ۳۰۲۔۲۰۲)

مصداق پہچان گئے۔

۵۔رسول کی گمشدگی اور ابوطالب:

ابن سعد واقدی نے طبقات الکبری (۱) میں قریش کا ابوطالب کے پاس آنا اور مایوس جانا تفصیل سے لکھا ہے پھر انھوں نے سازش کی کہ اچانک موقع پا کر محمدؐ کو قتل کر دیں، اسی شام رسول خدا گم ہو گئے۔

ابوطالب اور دوسرے چچا جب رسول خداؐ کے گھر آئے تو انھیں نہ پایا، آپ نے تمام ہاشمیوں کو جمع کر کے کہا کہ اپنی اپنی رداؤں میں تلواریں چھپا کر میرے ساتھ آؤ۔ مسجد الحرام میں چل کر ایک ایک قریش کی بغل میں بیٹھ جاؤ۔ سب نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت زید بن حارث دکھائی پڑے۔ ابوطالب نے پوچھا: میرے بھتیجے کو دیکھا ہے۔ زید نے کہا: جی ہاں! میں دیر تک انھیں کے ساتھ رہا۔

ابوطالب نے کہا: میں نے انھیں گھر پر نہیں دیکھا ہے، جب تک انھیں دیکھ نہ لوں گا گھر واپس نہیں جاؤں گا۔ زید فوراً کوہ صفا کے بغل میں گھر پر گئے جہاں رسول خدا اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے انھیں باخبر کیا تو رسول خدا ابوطالب کے پاس آئے۔ ابوطالب نے پوچھا کہاں تھے خیریت تو ہے؟ فرمایا: ہاں۔ ابوطالب نے کہا: گھر چلو دوسرے دن صبح کو رسول خداؐ کے ساتھ ابوطالب نے ناشتہ کیا پھر آپ کا ہاتھ پکڑ کر جوانان ہاشمی و مطلبی کے ساتھ قریش کی بزم میں تشریف لائے، پوچھا: اے گروہ قریش! جانتے ہو کل میں نے کیا ارادہ کیا تھا؟ اور پھر اپنے ارادہ سے سب کو باخبر کیا۔ پھر جوانوں سے کہا کہ اپنی تلواریں ظاہر کر دو۔ اور فرمایا کہ بخدا! اگر تم نے محمدؐ کو قتل کر دیا ہوتا تو تم میں سے ایک بھی زندہ نہ بچتا۔ ابوجہل کی تو یہ سن کر سٹی گم ہو گئی۔

دینوری نے اس موقع پر یہ اشعار بھی نقل کئے ہیں:

الا ابلغ قریشا حیث حلت ....

''قریش کے لوگ جہاں بھی ہوں انھیں میرا پیغام پہنچا دو، جن کے دل میں عیاریاں موجزن ہیں۔ میں جنگی گھوڑوں کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ محمدؐ کا ایک خاندان ہے، وہ بے سرپرست نہیں ہیں۔ کیا یہ

۱۔ بحار الانوار ج ۹، ۳۱ (ج ۳۵، ص ۱۴۹ احدیث ۸۵)

لوگ محمدؐ کے قتل کا حکم دے رہے ہیں۔ بخدا! یہ قریش ہرگز اس میں کامیاب نہ ہوں گے''۔

بحار الانوار مجلسی اور (۱) ابن سعد اس سے زیادہ تفصیلات میں۔ اس کے علاوہ دینوری کی نہایۃ الطالب (۲) اور سید فخار بن معد نے اپنے طریق سے اس کی روایت کی ہے۔

۶۔ ابو طالب ابتدائے دعوت میں:

جب آیت نازل ہوئی: ﴿ وانذر عشیرتک الاقربین ﴾ ''اور اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو ڈراؤ''۔ تو رسول خداؐ گھر سے کوہ صفا پر گئے اور آواز دی: یا صباحاہ۔ لوگ اس آواز کو سن کر آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: بتاؤ تو اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا: ہاں! ہم نے تمہیں کبھی جھوٹ بولتے نہیں پایا۔ فرمایا: تو میں تمہیں عذاب شدید سے ڈرانا چاہتا ہوں۔ ابولہب نے آواز دی: تمہارا ناس ہو جائے کیا تم نے اس لئے ہمیں یہاں جمع کیا تھا۔

پھر رسول خداؐ نے گھر پر ان لوگوں کو بلایا، وہاں بھی ابولہب نے مداخلت کی اور کہا کہ یہاں تمہارے چچا اور چچیرے بھائی موجود ہیں ان سے گفتگو کرو اور دین بدلنے کی بات چھوڑو۔ یہ سمجھ لو کہ ان سے زیادہ عرب میں کوئی طاقت ور نہیں۔ تمہیں قابو میں کرنے کے لئے تمہارا خاندان کافی ہے پھر تمام قریش کے قبیلے تم پر چڑھ دوڑینگے تمام عرب ان کا ساتھ دے گا، میرے خیال میں تم سے بد تر پیغام آج تک خاندان میں کسی نے نہیں دیا۔ یہ سن کر رسول خداؐ خاموش ہو گئے پھر کچھ نہ کہا۔

دوبارہ انھیں بلوایا اور فرمایا: تمام تعریفیں خدا ہی کیلئے ہیں، میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اس سے مدد کا طالب ہوں، اس پر ایمان لاتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں پھر فرمایا کہ رائد بھی اپنوں سے جھوٹ نہیں بولتا اور اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تمہاری طرف خاص طور سے خدا کا رسول ہوں اور تمام انسانوں کی

۱۔ الطرائف ابن طاؤس، ص ۸۵ (ص ۳۰۲ حدیث، ۳۸۹)

۲۔ الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالب، ص ۶۱ (ص ۲۵۴)

طرف عام طور سے۔ بخدا! تم ضرور مروگے، جس طرح تم سوتے ہو اور ضرور قبروں سے اٹھائے جاؤ گے جس طرح تم جاگتے ہو۔ اور تمہارے عمل کا یقیناً محاسبہ کیا جائے گا اور جنت و جہنم ابدی ہیں۔ یہ سنکر ابوطالب نے فرمایا: مجھے تمہاری مدد و نصرت حد سے زیادہ پسند ہے، ہم تمہاری نصیحت قبول کرتے ہیں اور تمہاری باتوں کی شدت سے تصدیق کرتے ہیں اور یہ تمہارے داد یہالی لوگ جو جمع ہیں انھیں میں سے ایک میں بھی ہوں ان لوگوں میں سب سے پہلے میں تمہاری بات قبول کروں گا۔ تمہیں جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرتے رہو میں بخدا تمہاری ہر طرح پشت پناہی کرتا رہوں گا۔ لیکن بات صرف اتنی ہے کہ میں دین عبدالمطلب کو کسی طرح چھوڑ نہیں سکتا۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ دین عبدالمطلب دین توحید و ایمان کے سوا کچھ نہ تھا، انھوں نے بت پرستی سے اپنا دین کبھی آغشتہ نہ کیا، انھوں نے اپنی وصیت میں مظلوم کا انتقام اور ظالم سے بدلہ لینے کی بات کی ہے، جب ان سے پوچھا گیا کہ اگر یہاں مظلوم کا انتقام نہ لیا جا سکے تو فرمایا۔

خدا کی قسم! اس دنیا کے بعد دوسری دنیا بھی ہے جہاں نیکی کا نیک بدلہ اور برائی کا برا بدلہ ملے گا، عبدالمطلب ہی نے ابرہہ سے کہا تھا کہ اس خانہ کعبہ کا بھی ایک مالک ہے، وہ خود اس کی حفاظت کرے گا، انھوں نے کوہ ابوقبیس پر جو اشعار پڑھے اس سے بھی ان کے مسلمان ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ (۲) نیز یہ کہ رسول خداؐ نے جنگ حنین میں رجز پڑھا تھا:

انــا النبی لا کذب انا بن عبد المطلب (۳)

حافظ دمشقی نے دو شعروں میں آباء نبی کو سجدہ گزار اور رسول خداؐ کو عابدوں کے اصلاب میں منتقل ہونے کی بات کہی ہے، اسی کو ابوطالب نے اپنی بات میں کہا ہے کہ میں کسی حال میں بھی دین عبدالمطلب نہیں چھوڑ سکتا۔ (۴)

۱۔ تاریخ کامل ج ۲، ص ۲۴ (ج ۱، ص ۴۸۶)

۲۔ الملل والنحل مطبوع برحاشیہ الفصل ج ۳، ص ۲۲۴ (ج ۲، ص ۲۴۹) الدرج المنیفہ، ص ۱۵، مسالک الحنفاء، ۳۷،

۳۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۱۵۱) تاریخ طبری، ج ۳، ص ۷۶ حوادث ۸ھ)

۴۔ مسالک الحنفاء، ص ۴۰، الدرج المنیفہ، ص ۱۴،

ابن اثیر(۱) کا بیان ہے کہ اس کے بعد ابولہب نے کہا: بخدا! یہ برائی ہے ان دونوں ہاتھوں کو پکڑلو قبل اس کے کہ دوسرے اس کی حمایت میں کھڑے ہوجائیں۔ ابوطالب نے کہا: بخدا! جب تک ہم زندہ ہیں ان کی حمایت کرتے رہیں گے۔(۲) یہ ابتدائے دعوت کی تقریب ابوطالب کے گھر ہی پر ہورہی تھی۔

عقیل بن ابی طالب کا بیان ہے کہ قریش نے ابوطالب کے پاس آکر شکایت کی کہ آپ کے بھتیجے نے ہماری انجمن ہمارے کعبے اور ہمارے وطن ہی میں ہم کو اذیت دینا شروع کردی ہے۔ وہ ایسی باتیں کرتا ہے کہ جو ہمیں ناپسند ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے روکیں۔ ابوطالب نے مجھ سے کہا: اے عقیل! اپنے چچیرے بھائی کو میرے پاس بلالاؤ میں انھیں بلالایا تو ابوطالب نے ان سے قریش کی شکایتیں بیان کیں۔ رسول خداؐ نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا بخدا یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوسکتا کہ جو حکم خدا نے مجھے دیا ہے اسے انجام نہ دوں چاہے یہ لوگ اس کو میرے لئے آگ بنادیں۔ ابوطالب نے فرمایا: بخدا! ہرگز جھوٹ نہیں کہا جاؤ اور ہدایت کرتے رہو۔(**واللہ ما کذب قط فارجعوا راشدین.**

اس روایت کے ثقہ ہونے کی تائید(۳) تاریخ بخاری و ذخائر العقبی (۴) میں ہے لیکن ابن کثیر(۵) نے چونکہ آخری کلمہ میں ایمان ابوطالب کو محسوس کرلیا تھا اس لئے اس آخری فقرے کو حذف کردیا۔

طبقات ابن سعد(۶) میں حضرت علیؑ کا بیان ہے جس میں رسول خداؐ نے بوجھ بٹانے والے کو اپنا بھائی کہا۔

۱۔ تاریخ کامل (ج ۱، ص ۴۸۷)

۲۔ السیرۃ الحلبیۃ ج ۱، ص ۳۰۴ (ج ۱، ص ۲۸۵)

۳۔ التاریخ الکبیر (ج ۷، ص ۵۰ نمبر ۲۳۰)

۴۔ ذخائر العقبی، ۲۲۳،

۵۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۳، ص ۴۲ (ج ۳، ص ۵۵)

۶۔ طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۷۱ (ج ۱، ص ۱۸۷)

اسی طرح ابوعمر وزاہد طبری کی روایت میں ہے کہ دوسرے دن پھر کھانے کا انتظام ہوا اور رسول خداؐ بعد طعام تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو ابولہب نے اعتراض کیا، اس پر ابوطالبؑ نے اسے ڈانٹا:

اسکت یا اعور " چپ رہ کر نجے! تجھ سے کیا مطلب"؟ پھر مجھ سے فرمایا: دیکھو کوئی یہاں سے نہ اٹھے اور رسول سے فرمایا: **قم یا سیدی فتکلم بما تحب وبلغ رسالة ربک فانک صادق المصدق** "اٹھیئے اے میرے سردار اور جو فیصلہ مناسب سمجھتے ہیں فرمائیے اور اپنے رب کے پیغام کی تبلیغ کیجئے، کیونکہ آپ صادق ومصدق ہیں۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ کیسا پاکیزہ کافر ہے جو اسلام کی مدافعت ہر محاذ پر کر رہا ہے اور اپنی قوم پر زبان کے ہتھوڑے چلا رہا ہے اور تصدیق نبوت کے ساتھ پیغام رب پہونچانے پر رسول خداؐ کو آمادہ کر رہا ہے؟

۷۔ارشاد ابوطالبؑ: بھائی سے وابستہ رہو:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ رسول خداؐ نماز کے وقت مکے کی بعض پہاڑیوں میں چلے جاتے، حضرت علیؑ بھی گھر کے لوگوں سے چھپ چھپا کر چلے جاتے اور ایک ساتھ نماز پڑھتے، شام کو واپس آجاتے، کچھ دن ایسے ہی چلتا رہا۔ایک دن رسول خداؐ کو ابوطالب نے حالت نماز میں دیکھ کر کہا: بھتیجے! یہ کون سا دین ہے؟ فرمایا:

اے چچا! یہ خدا اور رسول اور ملائکہ اور جد ابراہیمؑ کا دین ہے۔

کچھ روایتوں میں ہے کہ علی سے پوچھا: یہ کون سا دین ہے جس پر تم ہو؟ انھوں نے فرمایا: اے بابا! میں خدا اور رسول پر ایمان لایا ہوں۔ابوطالب نے کہا: ٹھیک ہے چچیرے بھائی سے وابستہ رہو۔(۲)

۱۔النھایۃ ابن اثیر ج ۳، ص ۱۵۶ (ج ۳، ص ۳۱۹) الفائق زمخشری ج ۲، ص ۳۷) لسان العرب، ج ۶، ص ۲۹۴ (ج ۹، ص ۳۶۹) تاج العروس ج ۳، ص ۴۲۸،

۲۔سیرہ ابن ہشام ج ۱ ص ۲۶۵ (ج ۱، ص ۲۶۳) تاریخ طبری ج ۲، ص ۲۱۴ (ج ۲، ص ۳۱۳) عیون الاثر ج ۱، ص ۹۴ (ج ۱، ص ۱۲۵) الاصابۃ ج ۴، ص ۱۱۶، اسنی المطالب، ۱۰ (۱۷) شرح نہج البلاغہ ج ۳، ص ۱۳۴ (ج ۱۴، ص ۷۵، کتاب ۹) دیوان ابوطالب (۹۴-۹۵) الاوائل عسکری (۷۵)

۸۔ چچیرے بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ

ابن اثیر کی روایت ہے کہ ابو طالبؑ نے رسولؐ اور حضرت علیؑ کو نماز پڑھتے دیکھا، علی داہنی طرف کھڑے تھے۔ آپ نے جعفر سے کہا کہ چچیرے بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔ یہ سن کر وہ بائیں طرف کھڑے ہو گئے۔ جعفر نے علیؑ کے کچھ ہی دن بعد اسلام قبول کیا تھا۔

ابو طالب نے اس بارے میں چار شعر کہے جس کا پہلا مصرعہ ہے:

فصبرا ابا یعلی علی دین احمد۔ (۱)

اسنی المطالب برزنجی میں ہے کہ یہ روایت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ابو طالب کا دل ایمان سے لبریز و شاداب تھا۔

۹۔ ابو طالب کی رسولؐ سے دلسوزی

امالی محمد بن حبیب میں ہے کہ اکثر ابو طالبؑ رسولؐ کو دیکھ کر رونے لگتے اور فرماتے کہ جب میں انھیں دیکھتا ہوں تو مجھے اپنے بھائی یاد آجاتے ہیں چونکہ عبداللہ آپ کے حقیقی بھائی تھے اور بہت محبوب بھی تھے، اسی لئے ابو طالب رسول خداؐ کا بڑا خیال کرتے رات میں ان کے بستر پر اپنے بیٹوں میں سے کسی کو سلا دیتے تھے، ایک دن علی نے شکایت کی: بابا! کیا میں قتل ہو جاؤں گا۔ فرمایا: بیٹا صبر کرو، کیونکہ سب کو موت کا مزہ چکھنا ہے (پانچ شعر کہے)۔

جواب میں علی نے تین اشعار کہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کیا آپ مجھے حمایت رسولؐ میں صبر کی تلقین فرماتے ہیں جب کہ میں اس کا بھرپور تہیہ کئے ہوا ہوں۔ (۲)

۱۰۔ ابو طالب اور ابن زبعری:

تفسیر قرطبی میں ہے کہ ایک دن رسول خدا کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل نے کہا: کون ان کی نماز خراب کریگا؟ ابن زبعری نے خون سے بھری اوجھڑی رسول کے منھ پر مل دی۔ رسولؐ اس حالت

۱۔ اسد الغابۃ ج ۱، ص ۲۸۷ (ج ۱، ص ۳۴۱ نمبر ۷۵۹) شرح نہج البلاغہ ج ۳، ص ۳۱۵ (ج ۱۴، ص ۷۶ کتاب ۶) الاصابۃ ج ۴، ص ۱۱۶، السیرۃ الحلبیۃ ج ۱، ص ۲۸۶ (ج ۱، ص ۲۶۹) اسنی المطالب، ص ۶ (۱۰، ۱۷)

۲۔ شرح نہج البلاغہ ج ۳، ص ۳۱۰ (ج ۱۴، ۶۴، کتاب ۹) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالب، ص ۶۹ (ص ۲۷۵)

میں ابوطالب کے پاس آئے اور کہا: چچا: دیکھ رہے ہیں، میرے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ ابوطالب نے پوچھا: کس نے یہ حرکت کی؟ رسول نے فرمایا: ابن زبعری نے۔ آپ ننگی تلوار لئے چلے، جب قریش نے دیکھا تو متفرق ہونا چاہا۔ ابوطالب نے للکارا: کوئی بھی اپنی جگہ سے ہلا تو گردن اڑا دوں گا پھر آپ نے ابن زبعری کے چہرے اور کپڑے پر وہی اوجھڑی ماری۔ (۱)

۱۱۔ ابوطالب اور قریش

جب رسول خداؐ نے اعلانیہ دعوت اسلام کا آغاز کیا تو اس وقت ان کی قوم نے مخالفت نہیں کی لیکن جب ان کے خداؤں کی مذمت کی تو مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ صرف چند افراد جو مسلمان ہو چکے تھے وہی مخالفت نہیں کر رہے تھے، ابوطالب نے ایسے لرزہ خیز حالات میں حمایت رسول کا بیڑا اٹھایا اور تمام رکاوٹیں دور کیں۔

جب قریش نے ابوطالب سے شکایت کی تو ابوطالبؑ نے رسول سے فرمایا کہ بھتیجے! تمہاری قوم میرے پاس آ کر تمہاری شکایت کر رہی ہے۔ مجھ پر اور اپنے اوپر رحم کرو مجھ پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ رسول خداؐ نے خیال فرمایا کہ شاید چچا مجھ سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔ وہ اپنے حمایت سے ہاتھ کھینچ رہے ہیں، رسول خدا نے فرمایا: چچا! اگر یہ میرے ایک ہاتھ میں آفتاب اور دوسرے ہاتھ میں ماہتاب بھی دے دیں تو میں اپنی تبلیغ سے باز نہ آؤں گا چاہے اس میں میری جان ہی چلی جائے، رسول خدا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے جب مڑ کر جانے لگے تو ابوطالب نے فرمایا: بھتیجے! میری طرف دیکھو اور فرمایا: دیکھو تمہارا جو جی چاہے کرو میں تمہیں کسی حال میں بھی دشمن کے حوالے نہ کروں گا۔

جب قریش نے سمجھ لیا کہ ابوطالبؑ حمایت سے ہاتھ نہ کھینچیں گے تو وہ عمارہ بن ولید کو لائے اور کہا کہ اے ابوطالب یہ عمارہ قریش کا خوبصورت ترین جوان ہے اور عقلمند بھی ہے اسے لے لو اور اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دو جس نے ہمارے درمیان عداوت پیدا کر دی ہے اور ہمارے دین کی برائیاں کرتا پھرتا ہے، ہم اسے قتل کر دیں۔

۱۔ تفسیر قرطبی، ص ۴۰۶ (ج ۶، ص ۲۶۱)

ابو طالب نے کہا: خدا کی قسم! تم نے بڑا برا فیصلہ کیا، میں تمہارا جوان لے کر اس کی پرورش کروں اور اپنے جوان کو تمہارے حوالے کر دوں تم اسے قتل کر دو، بخدا! یہ کبھی نہ ہو سکے گا۔

مطعم بن عدی نے کہا: اے ابو طالب! قریش کی بات مان لو، وہ منصفانہ بات کہہ رہے ہیں تم اپنے کو مصیبت میں کیوں ڈال رہے ہو؟

ابو طالبؑ نے کہا: بخدا! ان لوگوں نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا، تم لوگ بھی ان لوگوں کے ہمنوا ہو گئے ہو۔ تمہارا جو جی چاہے کرو۔ اس کے بعد تو معاملہ سنگین ہو گیا اور جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔

اس وقت ابو طالب نے مطعم اور دیگر قریش کے متعلق چودہ اشعار کہے، ان کی حماقت کا ماتم اور اپنی حمایت رسول کا برملا اظہار کیا:

الا قل لعمرو والولید ومطعم　　　الا لیت حظی من حیاطتکم بکر

جب ابو طالبؑ نے قریش کا معاندانہ اقدام ملاحظہ فرمایا تو ہاشمیوں اور مطلبیوں کو حمایت پر آمادہ کیا، اس طرح ابولہب ملعون کے سوا سبھی حمایت رسولؐ پر آمادہ ہو گئے۔ ابو طالب کو اپنے قبیلے کی حمایت دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی انھوں نے اپنے قبیلے کی مدح اور فضیلت رسول میں مزید سات اشعار کہے:

اذا اجتمعت یوماً قریش لمفخر　　　فعبد مناف سرّھا و صمیمھا (۱)

۱۲۔ سردار مکہ اور صحیفۂ قریش

قریش نے مشورہ کر کے ایک معاہدہ لکھا کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب سے نہ تو شادی بیاہ کریں گے، نہ خرید و فروخت اور نہ مصالحت کریں گے، جب تک وہ رسول خداؐ کو حوالے نہ کر دیں۔ منصور بن عکرمہ نے تحریر لکھی اور اسے کعبہ میں آویزاں کر دیا۔ یہ واقعہ بعثت کے ساتویں سال کا ہے، انھوں نے

۱۔ سیرہ ابن ہشام ج ۱، ص ۲۸۳۔۲۷۵ (ج ۱، ۲۸۸۔۲۸۲) طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۸۶ (ج ۱، ۲۰۲) تاریخ طبری ج ۲، ص ۲۲۱۔۲۱۸ (ج ۲، ص ۳۲۸۔۳۲۲) دیوان ابو طالب، ص ۲۴ (۷۲) الروض الانف، ج ۱، ص ۱۷۱، ۱۷۲ (ج ۳، ص ۳۸، ۴۰) شرح نہج البلاغہ ج ۳، ص ۳۰۶ (ج ۱۴، ص ۵۵۔۵۳ کتاب ۹) البدایۃ والنھایۃ ج ۲، ص ۱۲۶، ۲۵۸، ج ۳ ص ۴۲، ۴۸، ۴۹ (ج ۲، ص ۱۴۸، ۳۱۷ ج ۳، ص ۵۶، ص ۶۴، ۶۵) عیون الاثر ج ۱، ص ۹۹، ۱۰۰ (ج ۱، ص ۱۳۳۔۱۳۱) تاریخ ابو الفداء ج ۱، ص ۱۱۷ السیرۃ الحلبیۃ ج ۱، ص ۳۰۶ (ج ۱، ص ۲۸۷) اسنی المطالب، ص ۱۵ (۲۸) طلبۃ الطالب، ص ۹۔۵

خیف بنی کنانہ میں یہ کاروائی کی تھی اس کے بعد ابو طالب اور بنی ہاشم شعب میں پناہ گزیں ہو گئے دو سال یا تین سال تک وہیں سخت مصیبتوں میں زندگی گزاری۔

ابن کثیر کے مطابق ابو طالب شعب کی مدت اقامت میں رسولؐ کے بستر پر اپنے کسی فرزند کو سلا دیتے تھے یہاں تک کہ خدا نے رسولؐ پر وحی فرمائی کہ دیمک نے پورا کاغذ چاٹ ڈالا ہے صرف اس میں نام خدا باقی رہ گیا ہے اس کی اطلاع آپ نے ابو طالب کو دی۔ ابو طالب نے کہا: بھتیجے! کیا اس کی خبر تمہارے رب نے دی ہے؟ فرمایا: ہاں! یہ سن کر آپ مسجد الحرام میں آئے۔ قریش سمجھے کہ ابو طالب شدائد سے تنگ آ کر مصالحت پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ آپ نے کہا: اے قریش! ہمارے تمہارے درمیان ایسے معاملات پیش آئے جن کا صحیفہ مقاطعہ میں کوئی تذکرہ نہیں۔ اسے یہاں لاؤ شاید اس کی وجہ سے باہم صلح کی صورت پیدا ہو سکے۔ یہ اس لئے کہا تھا کہ ممکن ہے ساری بات بتادی جائے تو وہ اسے دیکھ لیں وہ لوگ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ اب ابو طالب محمد کو ہمارے حوالے کر دیں گے۔ وہ لوگ صحیفہ لا کر کھولنے سے پہلے بولے: کیا اب بھی وقت نہیں آیا ہے کہ ہمارے تمہارے درمیان نزاع سری ختم ہو جائے۔ ابو طالب نے کہا کہ میں ایک منصفانہ پیشین گوئی لے کر آیا ہوں میرے بھتیجے نے کہا ہے کہ دیمک نے تمام صحیفہ کو چاٹ ڈالا ہے۔ صرف نام خدا باقی رہ گیا ہے۔

میرا بھتیجہ کبھی جھوٹ نہیں بولا، اگر وہ سچ کہتا ہے تو تمہیں ہوش میں آنا چاہئے اور اپنی حرکت سے باز آنا چاہئے کیونکہ اگر وہ سچا ہے تو بخدا ہم زندگی کی آخری سانسوں تک اس کو تمہارے حوالے نہ کریں گے۔ انھوں نے کہا: اگر وہ جھوٹ کہتا ہو تب؟ ابو طالب نے کہا: تب ہم تمہارے حوالے کریں گے۔ قریش نے کہا: ہم اس شرط پر راضی ہیں جب انھوں نے کھول کر مطابق واقع پایا تو کہا کہ یہ تو تمہارے بھتیجے کا جادو ہے اور ان کی دشمنی مزید بڑھ گئی۔ ابو طالب نے کہا: تم لوگ کیوں ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہو ایسی واضح سچائی کے بعد بھی ہمارے قتل و عناد پر آمادہ ہو پھر وہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر بولے: ''اللهم انصرنا علی من ظلمنا وقطع ارحامنا واستحل ما یحرم علیه منا'' ''خدایا! ہماری مدد کر ان لوگوں کے برخلاف جنھوں نے ہمارے اوپر ظلم کیا ہمارے ساتھ قطع رحم کیا اور ہمارے ساتھ نامناسب برتاؤ کیا''۔

اس کے بعد قریش نے اس صحیفہ مقاطع کو پارہ پارہ کر دیا تو ابو طالب نے طویل قصیدہ کہا:

الاهل اتی بحرینا ضع ربنا علی نابهم ؟ والله بالناس اردو (۲۸/اشعار)

''ہمارے بحری سفر کرنے والو (مہاجرین حبشہ) کو خبر پہونچا دینا کہ رب کریم نے ہم پر بڑا احسان کیا کہ وہ صحیفہ پارہ پارہ ہو گیا اور جن باتوں سے خدا راضی نہ تھا وہ حصہ ضائع ہو گیا۔ اس صحیفہ کو بہتان اور جادہ کے زعم میں لکھا تھا اسے باطل کرنے کیلئے باہم کمزور تائید خود انھیں کے گلے پڑ گئی، وہ بڑا ہی گناہ سے بھر پور صحیفہ تھا جس میں جنگ کے اندیشے تھے۔ اس کے سبب وادی مکہ میں بسنے والے یہاں سے کوچ کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ کوئی فیصلہ نہ کر پاتے کہ تہامہ بھاگیں یا نجد۔ پھر تو مکہ کی پہاڑی سے مسلح لشکر نمودار ہوتا۔ یہ تو نئے عزت والے ہیں۔ ہم یہاں کے پرانے عزت دار ہیں۔ ہم یہیں پیدا ہوئے اور ہماری نیکیاں عام اور پسندیدہ رہی ہیں۔ سختیوں کے زمانے میں بھی ہم لوگوں کو کھلاتے تھے، اس گروہ کو خدا جزائے خیر دے جنھوں نے جزم واحتیاط کی راہ اپنائی۔ اس عہد نامہ کو باطل کرنے پر باوقار بہادروں نے تعاون کیا۔ آگاہ ہو کہ تمام سرداروں میں محمد سب سے بہتر سردار ہیں، وہ نبی خدا ہیں شائستہ کردار اور تائید الہی سے سرفراز ہیں، وہ جری درخشاں اور مشعل بردار ہیں اولا دلوی میں شریف ترین، طویل القامت اور مبارک صورت والے ہیں، جب ہم سفر پر ہوتے ہیں تو وہ خاندان کے بچوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتے ہیں اس عہد نامہ کو عظیم لوگوں نے منسوخ کیا اور اس سے سہل بن بیضاء راضی ہو گیا اس عہد نامہ سے قبل تو ہم میل جول ہی سے رہتے تھے ہم تشدد پسند نہیں ہیں۔ تو اے قصی کے خاندان والو! اپنے مستقبل کے بارے میں غور کرو۔ تم گم سم کیوں ہو؟''۔(۱)

۱۔ طبقات ابن سعد ج۱، ص۱۷۳، ۱۹۲ (ج۱، ص ۱۸۸، ۲۰۸) سیرۃ ابن ہشام ج۱، ص۴۰۲۔۳۹۹ (ج ۲، ص ۱۹۔۱۴) عیون الاخبار ابن قتیبہ ج ۲، ص ۱۵۱ تاریخ یعقوبی ج ۲، ص۲۲ (ج ۲، ص ۳۱) استیعاب ج ۲، ص۵۷۰ (القسم الثانی، ص ۶۶۰ نمبر ۱۰۸۰) صفۃ الصفوۃ ج۱، ص۳۵ (ج۱، ص ۹۸ نمبر ۱) الروض الانف ج۱، ص۲۳۱ (ج ۳، ص۳۴۱) خزانۃ الادب ج۱، ص۲۵۲ (ج ۲، ص ۵۷) البدایۃ والنھایۃ ج ۳، ص۸۴، ۹۵، ۹۷ (ج ۳، ص ۱۰۶، ۱۲۱، ۱۲۲) عیون الاثر، ج۱، ص ۱۲۷ (ج۱، ص ۳۶۷۔۳۵۷) (ج۱، ص۳۴۵۔۳۴۷) السیرۃ النبویۃ دحلان مطبوع برحاشیہ سیرۃ حلبیہ ج۱، ص۲۹۰۔۲۸۶ (ج۱، ص ۱۳۷) طلبۃ الطالب ص ۹، ۱۵، ۴۴، اسنی المطالب، ص ۱۳۔۱۱ (ص ۲۲۔۱۹)

تاریخ کامل (۱) ابن اثیر میں اس واقعہ صحیفہ کے متعلق یہ شعر لکھے ہیں:

وقد كان فى امر الصحيفة عبرة

''واقعہ صحیفہ ایسا عبرت ناک ہے کہ سبھی کو حیرت ہوتی ہے۔ خدا نے اس کے باطل امور کو مٹا دیا اور مشرکوں کی بات باطل ہوگئی اور جو بھی خلاف حق کہتا ہے وہ کاذب ہوتا ہے''۔

۱۳۔ مرتے وقت ابوطالب کی وصیت

کلبی کا بیان ہے کہ مرتے وقت ابوطالبؑ کے پاس قریش آئے تو انھیں وصیت کی:

''اے گروہ قریش! تم مخلوق خدا میں منتخب اور عرب کا دل ہو۔ تم میں سید مطاع موجود ہے، میں تم سے وصیت کرتا ہوں کہ خدا قسم! میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ عرب کے گرے پڑے لوگ محمدؐ کی دعوت کو لبیک کہہ رہے ہیں، اس کی تصدیق کر رہے ہیں اور اسلام روز بروز ترقی پذیر ہے''۔ (۲)

یہ ایمان سے بھرپور وصیت اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ہدایت الصدیق سے بہرہ مند تھے حالانکہ وہ اول روز ہی سے مومن تھے۔ لیکن آخری سانسوں میں ابدی وصیت کے ذریعہ اپنی قوم کے لوگوں کو مستقبل سے باخبر کر گئے۔

طبقات بن سعد (۳) کے مطابق مرتے وقت بنی عبدالمطلب کو بلایا اور کہا کہ جب تک تم محمد کی بات سنتے رہو گے اور ان کے فرمان بجالاؤ گے، بھلائیوں سے ہم کنار ہو گے، ان کی پیروی کرو اور ان کی ہمیشہ مدد کرتے رہو۔ نیز ملاحظہ کیجئے تذکرہ جوزی خصائص کبری۔ اسنی المطالب۔ (۴)

۱۔ تاریخ کامل ج۲، ص۳۶ (ج۱، ۵۰۷۔۵۰۴)

۲۔ الروض الانف، ج۱، ص۲۵۹ (ج۴، ص۱۹) المواهب اللدنیۃ ج۱، ص۷۲ (ج۱، ص۲۶۵) تاریخ الخمیس ج۱، ص۳۳۹ (ج۱، ص۳۰۰) ثمرات الاوراق مطبوع برحاشیہ المستطرف ج۲، ص۹ (ص۲۹۴) بلوغ الارب ج۱، ص۳۲۷، السیرۃ الحلبیہ ج۱، ص۳۷۵ (ج۱، ص۳۵۲) السیرۃ النبویہ دحلان مطبوع برحاشیہ سیرہ حلبیہ ج۱ص۹۳ (ج۱، ص۴۵) اسنی المطالب ۵ (۱۱)

۳۔ طبقات ابن سعد (ج۱، ص۱۲۳)

۴۔ تذکرۃ الخواص، ۵ (ص۸)؛ الخصائص الکبری ج۱ص ۸۷؛ السیرۃ الحلبیہ ج۱ص۳۷۲۔۳۷۵ (ج۱ص۳۵۲)؛ السیرۃ النبویہ دحلان مطبوع برحاشیہ سیرۃ حلبیہ ج۱ص۹۲، ۲۹۳ (ج۱ص۴۵، ۱۴۰)؛ اسنی الطالب ص۱۷ (ص۱۰)

ابن حجر مکی الاصابہ(۱) میں بطریق اسحاق بن عیسیٰ ہاشمی اور اس نے ابورافع سے روایت کی ہے کہ ابوطالبؑ کو فرماتے سنا کہ اپنے بھتیجے محمدؐ بن عبداللہ کو فرماتے سنا کہ ان کے خدا نے انھیں اس لئے مبعوث فرمایا کہ رشتہ داروں میں صلہ رحم کیا جائے، ایک خدا کی پرستش کی جائے اور کسی کو شریک نہ قرار دیا جائے اور محمد صدیق رستگار ہیں۔(۲)

ابوطالبؑ کے متعلق ان کی ذریت کے خیالات، بزبان اہلسنت

اگر بنی ہاشم، بنی عبدالمطلب اور اولاد ابوطالبؑ کو دیکھئے تو وہ بلند آہنگ انداز میں ایمان ابوطالبؑ کا اعلان کرتے نظر آئیں گے، حمایت رسولؐ کے واقعات مزے لے لے کر بیان کریں گے اور ظاہر ہے کہ گھر کے حالات گھر والے ہی جانتے ہیں۔ ابن اثیر نے جامع الاصول میں لکھا ہے کہ اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ رسول خداؐ کے تمام چچاؤں میں صرف حمزہ، عباس اور ابوطالب ہی ایمان لائے تھے۔ جی ہاں! یہی بات عہد بہ عہد کہی گئی اور اس بارے میں سبھی ایک آواز ہیں: **اذا قالت حذام فصد قوھا فان القول ما قالت حذام** ''اگر حذام کوئی بات کہے تو اس کی تصدیق کرو کیونکہ بات وہی صحیح ہے جو حذام نے کہی ہے''۔

۱۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ (۳) میں لکھتے ہیں کہ بے شمار سندوں کے ساتھ روایت کی گئی ہے اور بعض روایات کو عباس بن عبدالمطلب اور بعض کو ابوبکر سے نقل کیا گیا ہے کہ ابوطالبؑ اس وقت تک نہ مرے جب تک انھوں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہہ لیا۔ اور یہ روایت مشہور ہے کہ مرتے وقت ابوطالب نے وہ بات کہی جسے عباس نے سنی۔ (۴) حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ بلاشبہ ابوطالب نہیں

۱۔ الاصابۃ ج ۴، ص ۱۱۶،

۲۔ اسنی المطالب، ص ۶ (۱۵) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالب ص ۲۶ (ص ۱۳۵)

۳۔ شرح نہج البلاغۃ ج ۳، ص ۳۱۲ (ج ۱۴، ص ۷۱ کتاب ۹)

۴۔ سیرہ ابن ہشام ج ۲، ص ۲۷ (ج ۲، ص ۵۹ دلائل النبوۃ بیہقی (ج ۲، ص ۳۴۶) البدایۃ والنھایۃ ج ۳، ص ۱۲۳ (ج ۳، ص ۱۵۲) عیون الاثر ابن سید الناس، ج ۱ص ۱۳۱ (ج ۱، ص ۱۷۳) الاصابہ ج ۴، ص ۱۱۶ (نمبر ۶۸۵) المواھب اللدنیہ ج ۱، ص ۷۱ (ج ۱، ص ۲۶۲) السیرۃ الحلبیۃ، ج ۱ص ۳۷۲ (ج ۱، ص ۳۵۰) السیرۃ النبویہ دحلان مطبوع بر حاشیہ سیرۃ حلبیہ ج ۱، ص ۸۹ (ج ۱، ص ۴۴) اسنی المطالب، ص ۲۰ (ص ۳۵)

مرے مگر یہ کہ رسول خداؐ نے اپنی خوشنودی کا مظاہرہ فرمایا۔

ابوالفدا اور شعرانی لکھتے ہیں کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ جب ابوطالبؑ پر مرض الموت نے غلبہ کیا تو رسول خداؐ نے کہا کہ اے چچا! آپ کلمہ شہادت جاری کر دیجئے تا کہ میری شفاعت کے مستحق ہو جائیے۔ ابوطالب نے کہا: بھتیجے! اگر دشنام طرازی یا قریش کے طعنوں کا خوف نہ ہوتا کہ ابوطالب موت سے ڈر گئے تو بلاشبہ میں کلمہ شہادت پڑھ دیتا۔ لیکن جب موت کا ہنگام آیا تو آپ کے لب ہلے، عباس نے کان لگا کر سنا اور پھر کہا: اے بھتیجے! جس کلمہ کا آپ حکم دے رہے تھے وہی زبان سے ادا کر رہے ہیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: الحمد لله الذی هداک یا عم ''اس خدا کا شکر جس نے آپ کو اے چچا ہدایت کی''۔(۱)

سید احمد زینی دحلان سیرۃ نبویہ مطبوع بر حاشیہ سیرۃ حلبیہ میں لکھتے ہیں کہ شیخ سحیمی جوھرۃ التوحید کی شرح میں امام شعرانی و سبکی اور دوسرے گروہ محدثین کی بات نقل کرتے ہیں کہ حدیث عباس بعض اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ ابوطالب واقعی اسلام لائے تھے۔(۲)

تبصرہ امینی:

اسلام ابوطالب کی بات محض عناد پرستوں کی بکواس کے مقابلہ میں لکھ دی گئی ہے، ورنہ سوال یہ ہے کہ ابوطالب نے کب کفر اختیار کیا اور کب گمراہ ہوئے کہ وہ اسلام لاتے؟ ان کا بہترین اور مجاہدانہ کردار اور ان کے اشعار، ان کے ایمان کا قطعی ثبوت ہیں:

لیعلم خیار الناس ان محمداً	وزیر لموسی والمسیح ابن مریم
اتانا بهدی مثل ما اتیا به	فکل بامر الله یهدی و یعصم
و انکم تتلونه فی کتابکم	بصدق حدیث لا حدیث مبرجم

وہ فرماتے ہیں:

۱۔ تاریخ ابوالفدا ج۱، ص۱۲۰، کشف الغمہ شعرانی ج۲، ص۱۴۴،

۲۔ السیرۃ النبویہ مطبوع بر حاشیہ سیرہ حلبیہ ج۱، ص۹۴ (ج۱، ص۴۶)

امین حبیب فی العباد مسوم　　بخاتم رب قاهر فی الخواتم

بنی اتاه الوحی من عند ربه　　و من قال : لا یقرع بها سن نادم

ان کا معرفت سے بھرپور شعر ہے:

الم تعلموا انا وجدنا محمدا　　رسولا کموسی خط فی اول الکتب

ایک شعر میں فرماتے ہیں:

ولقد علمت بان دین محمد　　من خیر ادیان البریة دینا

شرح ابن ابی الحدید میں (۱) آیہ مُبارکہ: ﴿قد جائکم رسولنا یبین لکم علی فترة من الرسل﴾ کی روشنی میں ایک شعر ہے:

فخیر بنی هاشم احمد　　رسول الاله علی فترة

''اگر اس سے بھی کم کسی صحابی نے اشعار کہے ہوتے تو ڈھول پیٹا جاتا اور فضائل غلو کے ڈھیر لگ جاتے لیکن ابوطالب پر کفر کا الزام لگایا جاتا ہے''۔

۲۔طبقات ابن سعد میں عبید اللہ بن ابی رافع (۲) کی حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ میں نے رسول خداؐ کو ابوطالب کے مرنے کی خبر کی تو آپ رونے لگے اور فرمایا: جاؤ انھیں غسل و کفن دو، خدا ان کی مغفرت کرے اور رحمت نازل کرے۔ اور واقدی کی لفظیں ہیں کہ آپ بہت زیادہ روئے اور فرمایا: جاؤ انھیں غسل دو۔

تاریخ ابن عساکر، دلائل بیہقی، تذکرۂ سبط ابن جوزی، شرح ابن ابی الحدید، سیرۃ حلبی، اسنی المطالب برزنجی نیز ابوداؤد ابن جارود اور ابن خزیمہ لکھتے ہیں کہ رسول خداؐ نے ابوطالب کی مشایعت جنازہ اس لئے نہیں کی کہ آپ کو قریش کے بے وقوفوں کا ڈر تھا۔ آپ کی نماز جنازہ اس لئے نہیں پڑھی کہ نماز جنازہ کا ابھی حکم نہیں آیا تھا۔ (۳) اسلمی کا بیان ہے کہ بعثت کے دسویں سال پندرہ شوال کو ابوطالب

۱۔شرح ابن ابی الحدید ج۳، ص۳۱۵ (ج۴، ص۸۷ کتاب ۹)　　۲۔طبقات ابن سعد ج۱ص ۱۰۵ (ج۱، ص۱۲۳

۳۔مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۹۲، ص۳۲) اسنی المطالب، ص۲۱ (ص۳۸) دلائل النبوۃ بیہقی (ج۲، ص۳۴۸) تذکرۃ الخواص، ص۶ (ص۸) شرح ابن ابی الحدید ج۳، ص۳۱۴ (ج۱۴، ص۷۶ کتاب ۹) السیرۃ الحلبیہ ج۱، ص۳۷۳ (ج۱، ص۳۵۱) السیرۃ النبویہ دحلان ج۱، ص۹۰ (ج۱، ص۴۴) اسنی المطالب، ص۳۵ (ص۶۲)

نے وفات پائی، ان کے ایک ماہ پندرہ دن بعد خدیجہ نے انتقال فرمایا اس لئے رسول خداؐ پر شدید حزن و اندوہ طاری ہوا اور آپ نے اس سال کا نام "عام الحزن" رکھ دیا۔(۱)

توجہ طلب:

ابن سعد پندرہ شوال وفات ابوطالبؑ لکھتے ہیں۔ ابولفدا بھی شوال ہی کے مہینے میں وفات لکھتے ہیں(۲) امتاع مقریزی میں اول ذیقعدہ اور نصف شوال درج ہے۔(۳)

شرح مواہب(۴) زرقانی میں ہے کہ شعب ابوطالب سے نکلنے کے بعد ۱۸ رمضان ۱۰ھ بعثت کو ابوطالبؑ نے انتقال کیا۔ اور استیعاب میں ہے کہ شعب کے چھ ماہ بعد آپ کا انتقال ہوا، اس لئے رجب کا مہینہ وفات معین ہوتا ہے اور یہی اختلاف وفات شیعوں کی تاریخوں میں بھی ہے۔

۳۔ بیہقی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے ابوطالبؑ کی مشایعت جنازہ کرتے ہوئے فرمایا: اے چچا! آپ نے صلہ رحم فرمایا اور بہترین جزا سے بہرہ مند ہوئے۔ خطیب کے الفاظ ہیں کہ مشایعت فرماتے ہوئے فرمایا: وصلتک رحم جزاک اللہ خیراً یا عم(۵)

تاریخ یعقوبی(۶) میں ہے کہ جب رسول خداؐ سے کہا گیا کہ ابوطالبؑ نے انتقال کیا تو آپ پر شدید گریہ طاری ہوا پھر آپ تشریف لائے اور ابوطالبؑ کے داہنی طرف کی پیشانی کو سات بار چوما اور بائیں طرف کی پیشانی کو تین بار چوما، پھر فرمایا: اے چچا! آپ نے میری بچپن میں تربیت کی، یتیمی میں کفالت کی، عظیم الشان مدد کی، خدا آپ کو میری طرف سے بہترین جزا دے۔

۱۔ طبقات ابن سعد ج۱، ص۱۰۶ (ج۱، ص۱۲۵) امتاع مقریزی، ص۲۷، البدایۃ والنھایۃ ج۳، ص۳۴ (ج۳، ص۱۵۶) السیرۃ الحلبیہ ج۱، ص۳۷۳ (ج۱، ص۳۴۶) السیرۃ النبویہ دحلان مطبوع برحاشیہ سیرہ حلبیہ ج۱ ص۲۹۱ (ج۱، ص۱۳۹) اسنی المطالب، ص۱۴، ۲۰

۲۔ تاریخ ابولفداء ج۱، ص۱۲۰، المواھب اللدنیہ ج۱، ص۷۱ (ج۱، ص۲۶۲)

۳۔ الامتاع مقریزی ص۲۷ ۴۔ شرح المواھب ج۱، ص۲۹۱،

۵۔ دلائل النبویہ (ج۲، ص۳۴۹) تاریخ بغداد ج۱۳، ص۱۹۶، البدایۃ والنھایۃ ج۳، ص۱۲۵ (ج۳، ص۱۵۵) تذکرہ خواص ص۶ (ص۸) نھایۃ الطالب منقول از الطرائف، ص۸۶ (ص۳۰۵ حدیث ۳۹۳) الاصابہ ج۴، ص۱۱۶، شرح شواہد المغنی، ص۱۳۶ (ج۱، ص۳۹۷ نمبر ۱۹۷)

۶۔ تاریخ یعقوبی ج۲، ص۲۶ (ج۲، ص۳۵)

۴۔ اسحاق بن عبداللہ بن حارث کا بیان ہے کہ عباس نے رسول خداؐ سے پوچھا: خدا کے رسول! کیا ابوطالب سے آپ کو امید ہے؟ فرمایا: ہر قسم کے خیر کا امیدوار ہوں اپنے رب کی طرف سے۔(۱)

۵۔ انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے رسول خداؐ سے عرض کی: نہ تو میرے پاس بلبلانے والا اونٹ ہی رہ گیا ہے نہ کسی بچے کو ناشتہ نصیب ہوتا ہے۔ پھر چار شعر پڑھے جس میں قحط کی پریشانیوں کا شکوہ تھا، رسول خداؐ یہ سن کر تیزی سے منبر پر تشریف لے گئے آپ کی رداز مین پر لپٹ رہی تھی، خدا کی حمد و ستائش کے بعد دعاء کی: خدایا! ہمیں سیراب کرنے والے بادل سے بہرہ مند فرما جس میں کوئی نقصان نہ ہو تا کہ کھیتیاں سیراب ہوں اور زمین میں روئیدگی ہو۔ ابھی دعاء ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ موسلا دھار بارش ہوئی، لوگ دوڑے ہوئے آئے اور کہا: یا رسول اللہ! ہم ڈوب جائیں گے، دعاء فرمایئے کہ مدینہ کے علاوہ کہیں اور برسیں۔ رسول خداؐ اس قدر ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک نمایاں ہوگئے اور فرمایا: اس وقت ابوطالب ہوتے تو آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کوئی ہے جو ان کے اشعار سنائے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ آپ کی مراد شاید یہ اشعار ہیں:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه　　ثمال الیتامی عصمة للارامل

آپ ابوطالبؑ کے اشعار سناتے رہے اور پیغمبر اسلامؐ ابوطالب کی مغفرت کی دعاء کرتے رہے۔ اس کے بعد بنی کنانہ کے ایک شخص نے چھ اشعار سنائے جس کا پہلا شعر ہے:

لک الحمد والحمد ممن شکر　　شقینا بوجه النبی المطر (۲)

برزنجی اسنی المطالب میں لکھتے ہیں کہ رسول خدا کا ''لله در ابی طالب'' کہنا اس بات کا ثبوت

۱۔ طبقات ابن سعد ج۱، ص۱۰۶ (ج۱ص، ۱۲۴) الخصائص الکبری ج۱، ص۸۷ (ج۱، ص۱۴۷) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج، ۲۹، ص۳۳) نھایۃ الطلب منقول از الطرائف، ص۶۸ (ص۳۰۵ حدیث ۳۹۴) شرح نہج البلاغہ ج۳، ص۳۱۱ (ج، ۱۴ص ۶۸ کتاب ۹) التعظیم والمنۃ، ص۷

۲۔ اعلام النبوۃ ماوردی ۱، ص۷۷ (ص۱۳۰) بدائع الصنائع ج۱، ص۲۸۳، شرح ابن ابی الحدید ج۳، ص۳۱۶ (ج ۱۴، ص۸۱ کتاب ۹) السیرۃ الحلبیۃ (ج۱، ص۱۱۶) عمدۃ القاری ج۳، ص۴۳۵ (ج۷، ص۳۱) شرح شواھد المغنی سیوطی، ص۱۳۶ (ج۱، ص۳۹۸ نمبر۱۹۷) السیرۃ النبویہ دحلان ج۱، ص۸۷ (ج۱، ص۱۴۳) اسنی المطالب، ص۱۵ (ص۲۶) طلبۃ الطالب، ص۴۳

ہے کہ وہ اس منظر کو دیکھ کر خوش ہوتے اور یہ خوشی ان کے ایمان کی تصدیق ہے۔

۶۔ شرح نہج البلاغہ (۱) میں ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ سیرۃ مغازی میں یہ واقعہ ملتا ہے: جس وقت عتبہ و شیبہ نے بدر میں ابو عبیدہ بن حارث کے پاؤں قطع کئے تو علیؑ و حمزہؓ نے حملہ کر کے دونوں کو قتل کر دیا اور عبیدہ کو اٹھا کر عریش پر لے آئے ان کی پنڈلیوں کا مغز نکل رہا تھا۔ رسول خدا نے کہا کہ اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو اپنے اشعار کی تصدیق کا آنکھوں سے تماشہ دیکھتے:

کذبتم وبیت اللہ نخلی محمدا　　　ولما نطاعن دونہ ونناضل

وننصرہ حتی نصرع حولہ　　　ونذھل عن ابنائنا والحلائل

رسول خداؐ نے اس وقت عبیدہ اور ابو طالبؑ کی مغفرت کی دعائیں کیں۔

۷۔ رسول خداؐ نے عقیل سے فرمایا: اے ابو یزید! میں تم سے دو وجہوں سے محبت کرتا ہوں: ایک تو تم سے رشتہ داری ہے، دوسرے اس لئے کہ ابو طالب تم سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔

مندرجہ ذیل کتابوں میں اس روایت کو لکھ کر کہا گیا ہے کہ یہ بات بہت مشہور ہے:

استیعاب۔ ذخائر العقبیٰ۔ تاریخ خمیس۔ بہجۃ المحافل۔ شرح بن ابی الحدید۔ مجمع الزوائد۔ (۲)

یہ اس بات کی سچی گواہی ہے کہ رسول خداؐ کو ایمان ابو طالب کا یقین تھا۔ ورنہ پھر کسی کافر کی محبت کا کیا وزن رہ جاتا ہے اور وہ بھی ایسی محبت جو اس کی اولاد کی محبت کا سبب ہو۔

محبت رسول تو دیکھئے کہ ان کے ایمان پر اس قدر یقین ہے کہ بعد وفات بھی ان کے فرزند سے محض ان کی محبت کی بنا پر محبت فرما رہے ہیں اگر العیاذ باللہ وہ مسلمان نہیں تھے تو یہ محبت قطعی حیرتناک اور تعجب خیز کہی جائے گی۔

۸۔ ابو نعیم (۳) وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابو طالبؑ رسول خداؐ سے بے انتہا

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۶ (ج ۱۴، ص ۸۰ کتاب ۹)

۲۔ استیعاب ج ۲، ص ۵۰۹ (القسم الثالث، ص ۱۰۸۷ نمبر ۱۸۳۴) ذخائر العقبیٰ، ص ۲۲۲، المعجم الکبیر (ج ۱۷، ص ۱۹۱ حدیث ۵۱۰) تاریخ الخمیس ج ۱، ص ۱۶۳، بہجۃ المحافل ج ۱، ص ۳۲۷، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۲ (ج ۱۴، ص ۷۰ کتاب ۹) مجمع الزوائد ج ۹، ص ۲۷۳

۳۔ دلائل النبوۃ (ج ۱، ص ۲۰۹، ۲۱۲)

محبت فرماتے تھے رسول کہیں باہر جاتے ان کے ساتھ ساتھ رہتے۔

جب ابوطالبؑ مر گئے تو قریش نے رسول خداؐ کو اس قدر اذیت کی کہ حیات ابوطالبؑ میں اس کی توقع نہیں کر سکتے تھے، ایک اوباش نے تو آپ کے سر پر کیچڑ ڈال دیا، جب گھر آئے تو آپ کی بیٹی نے کیچڑ صاف کیا، وہ روتی جاتی تھیں اور دھوتی جاتی تھیں رسول خداؐ نے فرمایا: بیٹی! گریہ نہ کرو، خدا تمہارے باپ کا محافظ ہے جب تک ابوطالب زندہ تھے ان قریش کو اس قسم کی گستاخیوں کی ہمت نہ ہوئی۔(۱)

۹۔ عبداللہ کا بیان ہے رسول خدا نے مقتولین بدر کی طرف نظر کی اور ابوبکر سے فرمایا۔ اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ ہماری تلواروں نے بہادروں کو ذخیرہ کر دیا ہے۔ آپ کا اشارہ ابوطالب کے اس شعر کی طرف تھا:

کذبتم وبیت الله ان جدّ ماری لتلتبسن اسیافنا بالاماثل(۲)

۱۰۔ کفایہ گنجی میں ہے کہ ابن عباس سے مرفوعا مروی ہے کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اگر میں کسی کو اپنا جانشین معین کروں تو تمہارے سوا کوئی بھی حقدار نہیں ہے، تمہارا اسلام قدیم ہے، رسولؐ سے قربت ہے، سیدہ نساء العالمین کے شوہر ہو۔ ان سب سے سوا یہ کہ نزول قرآن کے وقت ابوطالبؑ نے بڑے کٹھن مرحلے جھیلے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کے فرزند کے سلسلے میں ان کی رعایت کروں۔(۳)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ کیا ان تمام روایات سے کہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابوطالب کافر تھے؟ کیونکہ کسی کافر کے متعلق غسل وکفن کا حکم نہیں دیا جاتا، اس کے مغفرت کی دعاء نہیں کی جاتی، ان

۱۔ تاریخ طبری ج ۲، ص ۲۲۹ (ج ۲، ص ۳۴۴) تاریخ ابن عساکر ج ۱، ص ۲۸۴ (مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۲۹، ص ۳۳) المستدرک علی الصحیحین ج ۲، ص ۶۲۲ (ج ۲، ص ۶۷۹ حدیث ۴۲۴۳) البدایۃ والنھایۃ ج ۳، ص ۱۲۲، ۱۳۴ (ج ۳، ص ۱۰۶، ۱۵۱) صفۃ الصفوۃ ج ۱، ص ۲۱ (ج ۱، ص ۶۶، ۱۰۵، نمبر ۱)، الفائق زمخشری ج ۲، ص ۲۱۳ (ج ۳، ص ۲۹۰) تاریخ الخمیس ج ۱، ص ۲۵۳، السیرۃ الحلبیۃ، ج ۱، ص ۳۷۵ (ج ۱، ص ۳۵۳ فتح الباری ج ۷، ص ۱۵۳، ۱۵۴ (ج ۷، ص ۱۹۴) شرح شواھد المغنی، ص ۱۳۶ (ج ۱ ص ۳۹۷ نمبر ۱۹۷) دلائل النبوۃ (ج ۲، ص ۳۵۰) اسنی المطالب، ص ۱۱، ۲۱ (ص ۱۹، ۳۸) بطلبۃ الطالب ص ۴، ۵۴

۲۔ الآغانی ج ۱۷ ص ۲۸ (ج ۱۸ ص ۲۱۴) بطلبۃ الطالب ص ۳۸؛ دلائل الاعجاز (ص ۱۵)

۳۔ کفایۃ الطالب، ص ۶۸ (ص ۱۶۶)، درمنثور (ج ۸، ص ۶۶۱)،

کے متعلق نیک توقعات قائم نہ کئے جاتے، عقیل سے ان کی وجہ سے شدید محبت نہ کرتے کیونکہ عام مسلمانوں کو بھی کسی کافر سے محبت کا حکم نہیں چہ جائیکہ رسول خداؐ.....

خدا کا ارشاد ہے:

﴿لاتجد قوماً یومنون باللہ والیوم الآخر یو ادون من حاد اللہ و رسولہ ولو کانو ا آبائھم او ابنائھم او اخوانھم او عشیرتھم﴾(۱)

یہ بھی ارشاد خدا ہے:

﴿یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودة وقد کفروا بما جائکم من الحق﴾ ''ایمان والو خبر دار میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بنانا کہ تم ان کی طرف دوستی کی پیش کش کرو جب کہ انہوں نے اس حق کا انکار کر دیا ہے جو تمہارے پاس آچکا ہے''۔(۲)

پاکیزہ اقوال:

فوائد تمام رازی میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں اپنے باپ ماں اور چچا ابوطالب کی شفاعت کروں گا اور اپنے اس بھائی کی جو جاہلیت کے زمانے میں زندہ تھا۔(۳)

تاریخ یعقوبی (۴) میں ہے کہ حدیث رسولؐ ہے: میرے خدا نے مجھ سے چار کی شفاعت کا وعدہ فرمایا ہے میرے ماں، باپ، چچا ابوطالب اور عہد جاہلیت کا بھائی۔

ابن جوزی کی روایت ہے کہ جبریل مجھ پر نازل ہوئے اور کہا: خداوند عالم بعد سلام فرماتا ہے کہ خدا نے جہنم کو چار پر حرام قرار دیا ہے جس صلب میں تم تھے جس بطن میں رہے اور جس آغوش میں کھیلے۔

۱۔(مجادلہ/۲۲) ۲۔(ممتحنہ/۱)

۳۔ذخائر العقبیٰ، ص۷، الدرج المنیفۃ، ص۷؛ مسالک الحنفاء ۱۴،

۴۔تاریخ یعقوبی ج۲، ص۲۶ (ج۲، ص۳۵)

صلب عبداللہ کا تھا بطن آمنہ کا اور آغوش ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد کی تھی ۔(۱)

شرح ابن ابی الحدید (۲) میں ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: جبرئیل نے مجھ سے کہا: خداوند عالم چھ کی شفاعت قبول فرمائے گا بطن آمنہ جس نے تمہیں اٹھایا، عبداللہ کا صلب، آغوش ابوطالب، عبدالمطلب کا گھر اور جاہلی عہد کا بھائی۔

حضرت علیؑ نے تین مرثیے بڑے اثر آفریں کہے، جن میں پہلے مرثیہ کے تین شعروں کا مطلع ہے:

ابــاطــالــب عــصــمــت المستجيــر و غيث المحول و نور الظلم (۳)

دوسرا مرثیہ آٹھ شعروں پر مشتمل ہے جس کا پہلا شعر ہے:

ارقــت لـطيـر الـنـوم اخيـر الـليل غردا يذكر نی شجوا عظيما مجددا. (۴)

تیسرے مرثیہ میں چودہ اشعار ہیں، جس کا پہلا شعر ہے:

ارقــت لـنــوح آخــر الـلـيـل غـردا يذكرنی شجوا عظيما مجددا (۵)

امام سجاد کا ارشاد ہے کہ آپ سے ایمان ابوطالب کے بارے میں پوچھا گیا، فرمایا تعجب ہے کہ خدا نے رسول کو منع کیا ہے کہ کوئی مسلمان عورت کسی کافر شخص کی زوجیت میں نہ رہے۔ اور فاطمہ بنت اسد اولین اسلام لانے والوں میں تھیں، پھر آخر دم تک ابوطالب کی زوجیت میں رہیں۔(۶)

امام باقرؑ سے پوچھا گیا کہ کیا ابوطالب آبگینہ آتش دوزخ میں ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر ایمان ابوطالب کو ایک پلے میں رکھا جائے اور تمام مخلوقات کا ایمان دوسرے پلے میں رکھا جائے تو ابوطالب کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت علیؑ نے حکم دے رکھا تھا کہ عبداللہ اور ان کے فرزند

۱۔ التنظیم والمنة، ص ۲۵۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۱ (ج ۱۴، ص ۶۷ کتاب ۹)

۳۔ تذکرۃ الخواص ۶، (ص ۹) دیوان ابوطالب، ص ۳۶، الحجہ علی الذاهب الی تکفیر ابی طالب ص ۲۴۔

۴۔ تذکرۃ الخواص (ص ۹)

۵۔ دیوان علی ابن ابی طالب

۶۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۲ (ج ۱۴، ص ۶۹، ۶۸ کتاب ۹)

اور ابو طالب کی طرف سے مسلسل حج کیا جاتا رہے۔(۱)

صادق آل محمد کا ارشاد ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: اصحاب کہف نے اپنا ایمان چھپایا اور کفر ظاہر کیا تو خدا نے انھیں دو اجر دیئے۔ ابو طالبؑ نے ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا تو انھیں دو اجر دیئے۔(۲)

تبصرہ امینیؒ: اس حدیث کو کلینی نے اصول کافی (۳) میں بھی نقل کیا ہے اس میں الفاظ ہیں کہ ابو طالب کی مثال اصحاب کہف کی ہے کہ انھوں نے ایمان چھپایا۔ اور شرک ظاہر کیا تو خدا نے انھیں دو اجر دیئے.....

کتاب الحجۃ (۴) ابن معد میں اس قدر اضافہ ہے کہ دنیا سے نہیں اٹھے جب تک جنت کی بشارت سے سرفراز نہ ہو گئے۔

ارشاد امام رضاؑ: ابان بن محمد نے حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں خط لکھا کہ میں آپ پر قربان، میرے دل میں کچھ ابو طالبؑ کے اسلام کے بارے میں شک ہے۔ امام نے جواب دیا کہ **ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المومنین** "اور جو شخص رسول کی مخالفت ہدایت واضح ہونے کے بعد کرے اور مومنین کے علاوہ دوسرے راستے پر چلے"۔

آخر میں آپ نے تحریر فرمایا کہ تم نے ایمان ابو طالب کا اقرار نہ کیا تو تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔(۵)

سید بطحاء کے متعلق اہل سنت کے مختصر فقرے:

یہ سنہرے فقرے خود اپنی جگہ پر اثبات مطلب کے لئے کافی تھے کہ مجموعی حیثیت سے تمام آئمہ ہم آواز ہیں کہ ابو طالبؑ مومن تھے۔ انسان اپنے باپ کے حال سے زیادہ واقف ہوتا ہے۔ انھوں نے صحیح حقیقت کی نشاندہی کی کیونکہ وہ معصوم تھے، ان کی کوئی دوسری غرض نہیں ہوسکتی۔ مفتی شافعی اسی

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۱ (ج ۱۴، ص ۶۸ کتاب ۹)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۲ (ج ۱۴، ۷۰ کتاب ۹)

۳۔ اصول کافی ص ۲۴۴ (ج ۱، ص ۴۴۸ حدیث ۲۸)

۴۔ الحجۃ علی الذاهب الی تکفیر ابی طالب، ص ۱۷ (ص ۸۴)

۵۔ شرح بن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۱ (ج ۱۴، ص ۶۸ کتاب ۹)

المطالب(۱) میں صحیح لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے علامہ محمد بن رسول برزنجی نے نجات ابوطالب کا نظریہ پیش کیا، خدا انھیں نیک جزا دے ان کی پرورش اہل ایمان کیلئے پسندیدہ اور انصاف پر مبنی ہے کیونکہ نہ تو اس نظریہ کو باطل کہا جاسکتا ہے، نہ اس کی تضعیف کی جاسکتی ہے۔ انھوں نے غرض کی بہتر اور حسین توضیح پیش کی ہے جس سے تمام اعتراضات ختم ہوجاتے ہیں، اس سے رسول کی آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے اور ابوطالب مذمت سے بچ جاتے ہیں کیونکہ مذمت ابوطالب سے رسول خداؐ کو اذیت ہوتی ہے جبکہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿والذین یوذون رسول اللہ لھم عذاب الیم﴾ ''جولوگ رسول خدا کو اذیت دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے''۔

امام احمد ابن حسین موصلی نے شہاب الاخبار کی شرح میں لکھا ہے کہ ابوطالب کی دشمنی کفر ہے اور اس کی نص مالکیوں کے امام علامہ اجھوری نے اپنے فتوؤں میں پیش کی ہے اور تلمسانی حاشیہ شفا میں تذکرہ ابوطالب کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ مناسب ہے کہ ابوطالب کا تذکرہ صرف حامی رسول ہی کی حیثیت سے کیا جائے۔ کیونکہ ابوطالب نے رسول کی حمایت ونصرت کی اپنے قول وفعل سے ان کی مذمت سے رسول کو اذیت ہوتی ہے اور رسول کو اذیت دینے والا کافر ہے اور کافر کو قتل کردینا چاہئے۔ ابوطاہر فرماتے ہیں کہ جو بھی ابوطالب سے بغض رکھے وہ کافر ہے۔ اہل سنت کے جن علماء نے ایمان ونجات ابوطالب کی نشاندہی کی ہے ان میں قرطبی وسبکی شعرانی کے علاوہ ڈھیر سارے اولیاء وعارفین ہیں علامہ برزنجی نے ان تمام کو نقل کیا ہے۔ زینی دحلان (۲) نے ابوطالب کی مدح پر مشتمل کسی کے ۳۳؍ اشعار بھی نقل کئے ہیں، مطلع ہے:

قفا بمطلع سعد عزنادیہ　　　واملیا شرح شوقی فی مغانیہ

وابستگان اہل بیت کے نظریات

اور یہ شیعیان اہل بیتؑ ہیں جنکی کسی ایک فرد کو بھی ایمان ابوطالبؑ میں ذرا بھی شک نہیں۔ ان کا یہ

۱۔ السنی المطالب، ص۳۳ (ص۶۰۔۵۹)　　۲۔ اسنی المطالب، ص۴۳ (ص۷۹۔۷۷)

سلسلہ یقین صحابہ وتابعین تک پہونچتا ہے۔ پھر آئمہ معصومینؑ کے ارشادات کی بھی وہ تصدیق کرتے ہیں جنھوں نے اپنے جد نامدار حضرت رسول خداؐ کی نص حکایت کی ہے۔

معلم اکبر شیخ مفید اوائل المقالات (۱) میں لکھتے ہیں: تمام امامیہ کا متفقہ اعتقاد ہے کہ رسول خداؐ کے آباء کرام آدمؑ سے عبد اللہ تک مومن اور موحد تھے۔ آگے لکھتے ہیں: اور تمام امامیہ کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ ابوطالبؑ مومن مرے اور آمنہ بنت وہب پرستار توحید تھیں۔

شیخ الطائفہ طوسیؒ تبیان (۲) میں فرماتے ہیں: امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے مروی ہے کہ ابوطالبؑ مسلمان تھے اور اس پر امامیہ کا اجماع ہے، کسی ایک کو بھی اختلاف نہیں۔ اس سلسلے میں قاطع دلیلیں ہمیں یہی بتاتی ہیں۔

طبرسی مجمع البیان (۳) میں لکھتے ہیں کہ اجماع اہلبیتؑ اس بات پر ثابت ہے کہ ابوطالبؑ مومن تھے اور ان کا اجماع حجت ہے۔ کیونکہ وہ احد الثقلین ہیں جنکی اطاعت کا رسولؐ نے حکم دیا ہے۔

ابن معد (۴) فخار لکھتے ہیں ہمارے استدلال کے لئے یہی کافی ہے کہ اجماع اہلبیتؑ ایمان ابوطالبؑ پر ہے، علمائے شیعہ انھیں مسلمان مانتے ہیں اور ایمان پر بھی متفق ہیں۔ ابوطالبؑ کا کردار ان کے ایمان کا ثبوت ہے اور اقوال ان کے اسلام کی نشاندہی کرتے ہیں۔

ابن طاؤس طرائف (۵) میں لکھتے ہیں کہ علماء شیعہ کو میں نے اجماعی حیثیت سے ایمان ابوطالبؑ کے عقیدے پر متفق پایا ہے، بے شک عترت ہی باطن ابوطالبؑ سے واقف ہوسکتی ہے برخلاف دوسروں کے، اور شیعیان اہل بیتؑ اس مسئلے پر متفق ہیں۔ انھوں نے اس موضوع پر تصانیف کے ڈھیر لگا دیئے ہیں۔ ہم نے تو نہ دیکھا، نہ سنا کہ کسی مسلمان کو ایمان ابوطالبؑ پر بحث کی ضرورت پیش آئے، ہم تو مسلمانوں کا شیوہ یہ دیکھتے ہیں کہ کسی کافر کے متعلق ایک معمولی خبر واحد سے بھی اسکے مسلمان ہونے کا فیصلہ کر لیتے ہیں، ابوطالبؑ جیسے مومن ومسلمان کے متعلق یہ سخت گیری بڑی حیرت ناک ہے۔

۱۔ اوائل المقالات، ص۴۵ (ص۵۱)

۲۔ التبیان ج۲، ص۳۹۸ (ج۸، ص۱۶۴)

۳۔ مجمع البیان ج۲، ص۲۸۷ (ج۴، ص۴۴۴)

۴۔ الحجہ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص۱۳، (ص۶۴)

۵۔ الطرائف، ص۸۴ (۲۹۸) ص۸۷ (ص۳۰۶)

شرح ابن ابی الحدید(۱) میں ہے کہ ابوطالبؑ کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہے: امامیہ اور زیدیہ فرقے کا خیال ہے کہ وہ مسلمان مرے، بعض بزرگان معتزلہ مثلاً ابولقاسم بلخی اور اسکافی بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

بحار(۲) میں علامہ مجلسی فرماتے ہیں: اسلام ابوطالبؑ پر تمام شیعوں کا اجماع ہے۔ وہ یقیناً رسول خداؐ پر شروع ہی سے ایمان لائے، کبھی بت پرستی نہ کی، وہ دراصل اوصیاء ابراہیمؑ میں سے تھے۔ شیعوں میں ان کے اسلام کی شہرت ہے، یہاں تک کہ مخالفین بھی ان کی طرف یہی نسبت دیتے ہیں اور اس سلسلے میں اخبار متواتر، خاصہ و عامہ کی طرف سے وارد ہوئے ہیں۔ اکثر علماء نے اس پر کتابیں لکھی ہیں۔

اس سلسلے میں چالیس حدیثیں بھی پڑھتے چلئے:

۱۔ شیخ فتال صادق آل محمدؐ کی روایت نقل کرتے ہیں: جبرئیل رسول خداؐ پر نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمدؐ! خدا بعد سلام فرماتا ہے کہ میں نے جہنم کو اس صلب پر حرام کیا ہے جہاں آپ نازل ہوئے، اس بطن پر جس نے آپ کو اٹھایا، اس آغوش پر جس نے آپ کو کھلایا۔ صلب تو عبداللہ کا ہے، بطن آمنہ کا اور آغوش ابوطالبؑ کی۔ روایت میں فاطمہ بنت اسد کا بھی اضافہ ہے۔(۳)

۲۔ امیرالمومنینؑ سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: مجھ پر جبریل نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! خدا تمہاری وجہ سے چھ کی شفاعت فرمائے گا: بطن آمنہ نے آپ کا حمل اٹھایا، صلب عبداللہ پر آپ نازل ہوئے، ابوطالبؑ کی آغوش میں آپ کھیلے، عبدالمطلب کے گھر میں رہے، آپ کا جاہلی بھائی اور حلیمہ کے پستان نے آپ کو دودھ پلایا۔(۴)

۳۔ شیخ مفید اپنی اسناد سے لکھتے ہیں کہ جب ابوطالبؑ کا انتقال ہوا تو امیرالمومنینؑ رسول خداؐ کی

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۱ (ج ۱۴، ص ۶۵ کتاب ۹)

۲۔ بحار الانوار ج ۹، ص ۲۹ (ج ۳۵، ص ۱۳۸ حدیث ۸۲)

۳۔ روضۃ الواعظین، ص ۱۲۱ (ج ۱، ص ۱۳۹) اصول کافی، ص ۲۴۲ (ج ۱، ص ۴۴۶ حدیث ۲۱) معانی الاخبار (ص ۱۳۶ حدیث ۱) الحجہ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۸ (ص ۴۸) تفسیر ابولفتوح رازی ج ۴، ص ۲۱۰ (ج ۸، ص ۴۷۰)

۴۔ الحجہ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۸ (ص ۴۸)

خدمت میں آئے اور انتقال کی خبر دی، آپ بہت زیادہ غمگین ہوئے پھر امیر المومنینؑ سے فرمایا کہ اپنی نگرانی میں غسل وکفن وحنوط کا بندوبست کرو، جب جنازہ تیار ہوجائے تو مجھے خبر کرنا۔ امیر المومنینؑ نے ایسا ہی کیا، جب جنازہ تیار ہوگیا تو رسول خداؐ تشریف لے آئے اور بہت روئے اور فرمایا: آپ نے صلہ رحم فرمایا، اے چچا! آپ کو خدا بہترین جزا دے، آپ نے بچپن میں میری تربیت اور کفالت کی، عظیم الشان نصرت کی۔ پھر لوگوں کی طرف رخ کر کے فرمایا: اپنے چچا کی ایسی شفاعت کروں گا جسے دیکھ کر دونوں جہاں والے تعجب کریں گے۔

شیخ صدوق کے فقرے ہیں کہ اے چچا! آپ نے یتیمی میں کفالت کی، بچپن میں کفالت کی اور عظیم نصرت فرمائی، خدا آپ کو بہترین جزا دے۔ (۱)

۴۔ عباس بن عبدالمطلب نے رسول خداؐ سے پوچھا: آپ ابوطالبؑ کے متعلق کیا توقع رکھتے ہیں؟ فرمایا: میں اپنے پروردگار سے تمام قسم کی نیک توقعات رکھتا ہوں۔ (۲)

۵۔ رسول خداؐ نے عقیل سے فرمایا: میں تم سے دو جہتوں سے محبت کرتا ہوں: تمہاری وجہ سے اور اس لئے بھی کہ تمہیں ابوطالبؑ بہت چاہتے تھے۔ (۳)

۶۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اگر میں مقام محمود پر فائز ہوا تو اپنے باپ، ماں، چچا اور جاہل عہد کے بھائی کی شفاعت کروں گا۔ (۴)

۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲، ص ۲۶ (ج ۲، ص ۳۴۹) تفسیر علی ابن ابراہیم قمی، ص ۳۵۵ (ص ۳۸۰) امالی شیخ صدوق (ص ۳۳۰) الفصول المختارہ ص ۸۰ (ص ۲۲۸) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ ص ۶۷ (ص ۲۶۵) بحار الانوار ج ۹، ص ۱۵ (ج ۳۵، ص ۶۸) الدرجات الرفیعہ (ص ۶۱)

۲۔ الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ ص ۱۵ (ص ۱۷) الدرجات الرفیعہ (ص ۴۸) طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۰۶ (ج ۱ ص ۱۲۴) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲۹، ص ۳۲) الخصائص الکبری ج ۱، ص ۸۷ (ج ۱، ص ۱۴۷) التعظیم والمنہ سیوطی (ص ۷)

۳۔ علل الشرائع (ج ۱ ص ۱۶۲) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۳۴ (ص ۱۷۹) بحار الانوار ج ۹، ص ۱۶ (ج ۳۵، ص ۷۵) استیعاب ج ۲ ص ۵۰۹ (نمبر ۹۱۸۳۴) المعجم الکبیر (ج ۱۷، ص ۱۹۱ حدیث ۵۱۰) تاریخ الخمیس ج ۱، ص ۱۶۳، ذخائر العقبی، ص ۲۲۲

۴۔ تفسیر علی ابن ابراہیم قمی، ص ۳۵۵، ۳۹۰ (ج ۲، ص ۲۵، ۱۴۲) تفسیر البرھان ج ۳، ص ۷۹۴ (ج ۳۔ ص ۲۳) ذخائر العقبی ص ۷، الدرج المنیفہ سیوطی ص ۷، مسالک الحنفاء ص ۱۴

۷۔ امام حسینؑ اپنے والد ماجد حضرت امیر المومنینؑ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپ مقام رحبہ میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ کے گرد لوگوں کا ہجوم تھا، ایک شخص نے کہا: امیر المومنینؑ! آپکا خدا نے کیا کچھ مرتبہ قرآن میں بیان کیا ہے اور آپ کے والد پر جہنم میں عذاب ہو رہا ہے۔ فرمایا: ٹھہر! خدا تیرا منھ بند کرے، اس خدا کی قسم! جس نے رسول کو برحق مبعوث فرمایا، اگر میرے والد ماجد تمام گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں تو خدا سب کو بخش دے گا۔ کیا میرے باپ جہنم میں معذب ہوں گے جب کہ ان کا فرزند قسیم جنت و نار ہے؟ رسولؐ برحق کی قسم! ابو طالبؑ کا نور تمام مخلوقات کے نور کو بجھا دے گا، سوائے نور محمدؐ، نور فاطمہؑ، نور حسنؑ، نور حسینؑ اور دیگر آئمہؑ کے۔ آگاہ ہو! ان کا نور ہمارے نور سے ہے، خدا نے تخلیق آدم سے دو ہزار سال قبل اسے خلق فرمایا۔ (۱)

۸۔ حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! میرے باپ، دادا عبد المطلب اور دادا ہاشم نے کبھی بتوں کی پوجا نہیں کی۔ آپ سے پوچھا گیا: تو وہ کس کی عبادت کرتے تھے؟ فرمایا: وہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے تھے، دین ابراہیمؑ سے وابستہ تھے۔ (۲)

۹۔ عامر بن واثلہ حضرت علیؑ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ میرے باپ نے وقت وفات کلمہ شہادت پڑھا، رسولؐ نے مجھے انکے بارے میں جو بات بتائی، وہ دنیا و آخرت میں سب سے بہتر ہے۔ (۳)

۱۰۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا: ابو طالبؑ اس وقت تک نہیں مرے جب تک رسول خداؐ کی خوشنودی نہ پا گئے۔ (۴)

۱۔ المناقب المائۃ (ص ۱۶۱) کنز الفوائد ص ۸۰ (ج ۱، ص ۱۸۳) امالی شیخ طوسی ص ۱۹۲ (ص ۳۰۵ حدیث ۶۱۲) الاحتجاج طبرسی (ج ۱، ص ۵۴۶ حدیث ۱۳۳) تفسیر ابو الفتوح رازی ج ۴، ص ۲۱۱ (ج ۸، ص ۴۷۱) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۱۵ (ص ۷۴) الدرجات الرفیعہ (ص ۵۰) بحار الانوار ج ۹، ۱۵ (ج ۳۵، ص ۶۹) تفسیر البرہان ج ۳، ص ۷۹۴ (ج ۳، ص ۲۳۱)

۲۔ کمال الدین، ص ۱۰۴ (ص ۱۷۴) تفسیر ابو الفتوح رازی ج ۴، ص ۲۱۰ (ج ۸، ص ۴۷۰) تفسیر البرحان ج ۳ ص ۷۹۵ (ج ۳، ص ۲۳۲)

۳۔ الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۲۳ (ص ۱۱۲)

۴۔ تفسیر علی ابن ابراہیم قمی، ص ۳۵۵ (ج ۱، ص ۳۸۰) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۲۳ (ص ۲۱۱)

۱۱۔ شعبی حضرت علیؑ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: خدا کی قسم! ابوطالبؑ بن عبدالمطلب بن عبد مناف مومن و مسلمان تھے، انھوں نے اپنا ایمان بنی ہاشم کے ڈر سے چھپایا تا کہ قریش ان سے بر سر پیکار نہ ہو جائیں امیر المومنین کا مرثیہ ابوطالبؑ بھی ہے:

ابا طالب عصمة المستجير — وغيث المحول ونور الظلم
لقد هد فقدک اهل الحفاظ — فصلى عليک ولي النعم
ولقاک ربک رضوانه — فقد کنت للمصطفى خير عم (۱)

۱۲۔ اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ میں نے امیر المومنینؑ کو فرماتے سنا کہ ایک بار رسول خداؐ قریش کے کچھ لوگوں کے درمیان سے گذرے، جنھوں نے اونٹ یا گوسفند کی قربانی (فہیرہ) کی تھی۔ رسول خداؐ ادھر سے بغیر سلام کئے ہوئے گزر گئے اور دارالندوہ کے پاس گئے۔ قریش نے کہا کہ محمد ہمیں بغیر سلام کئے ہوئے گزر گئے، کوئی ہے جو اس کی نماز برباد کردے۔ عبداللہ بن زبعری تیار ہو گیا اور اس نے حالت سجدہ میں رسول خداؐ پر اوجھڑی ڈال دی۔ رسول خداؐ اسی حالت میں ابوطالبؑ کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا: چچا جان! میں کون ہوں؟ ابوطالبؑ نے پوچھا: کیوں جان برادر، ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ آپ نے سارا واقعہ بیان کیا۔ ابوطالبؑ نے پوچھا: انھیں کہاں چھوڑا؟ فرمایا: ابطح میں۔ آپ نے خاندان والوں کو آواز دی کہ ہتھیار لے کر میرے ساتھ چلو، سب نے لبیک کہی اور وہاں چلے۔ قریش نے ان لوگوں کو آتے دیکھ کر متفرق ہونا چاہا۔ ابوطالبؑ نے آواز دی: خبردار! کوئی بھی یہاں سے اٹھا تو سر اڑا دوں گا، رب کعبہ کی قسم! پھر آپ نے ایک پتھر پر تین ضربیں لگائیں اور تین ٹکڑے کر کے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: محمدؐ! تم نے پوچھا ہے کہ تم کون ہو؟ پھر اپنی انگلی سے رسول خداؐ کی طرف اشارہ کر کے کہا: (۲)

"انت النبی محمد ، قرم اغر مسود"

"تم محمد ہو، رسول ہو، بزرگ ہو، سالار قافلہ ہو، سردار ہو"۔

۱۔ الحجۃ علی الذاهب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۲۴ (ص ۱۲۲) تذکرۃ الخواص، ص ۶ (ص ۹) دیوان ابوطالبؑ، ص ۳۶

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۵ (ج ۱۴، ص ۷۷ کتاب ۹)

پھر پوچھا کہ کس نے یہ حرکت کی تھی؟ رسول خداؐ نے عبداللہ بن زبعری کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے اسے بلایا اور اس کی ناک پر ضربیں لگائیں، وہ لہولہان ہوگیا اور پھر پوچھا: تم نے پوچھا نہیں میں کون ہوں؟ اور پھر فرمایا: تم محمد بن عبداللہ ہو۔ اور اس کے بعد آدمؑ تک تمام شجرہ سنا ڈالا اور فرمایا: تم، خدا کی قسم! حسب میں سب سے شریف ہو، تمہارا نسب سب سے بلند ہے، اے گروہ قریش! جس میں دم ہو اب ذرا حرکت کر کے تو دیکھے، میں وہی ہوں جسے تم اچھی طرح پہچانتے ہو۔ (۱)

۱۳۔ ابن فیاض لکھتے ہیں: حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ہم اور رسول خداؐ حالت سجدہ میں تھے کہ ابو طالبؑ تشریف لائے اور فرمایا: کیا تم ایسا کر رہے ہو؟ پھر میرا بازو تھام کر فرمایا: ان کی شاندار خدمت کرتے رہنا۔ پھر مجھے مدد کی تشویق دلائی۔

۱۴۔ حضرت علیؑ سے پوچھا گیا: رسول خداؐ سے قبل انبیاء کا جانشین کون تھا؟ فرمایا: ابو طالبؑ، میرے باپ۔

۱۵۔ امام سجادؑ سے پوچھا گیا کہ ابو طالبؑ مومن تھے؟ فرمایا: ہاں۔ کہا: کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کافر تھے؟ فرمایا: سخت حیرت کی بات ہے کہ یہ لوگ ابو طالبؑ کی مذمت کر رہے ہیں جبکہ کئی آیتوں میں خدا نے فرمایا ہے کہ کوئی بھی مومن کسی کافر کے ازدواجی بندھن میں نہ رہے اور کسی کو بھی انکار نہیں ہے کہ فاطمہ بنت اسد سابقین اسلام میں سے تھیں، اسی حالت میں رہیں، یہاں تک کہ ابو طالب علیہ السلام مر گئے۔ (۲)

۱۶۔ ابو بصیر لیث مرادی کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا: میرے سردار! یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ابو طالبؑ ضحضاح نار میں ہیں، جس سے ان کا دماغ جل رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں، اگر ایمان ابو طالبؑ ایک پلّے میں رکھا جائے اور تمام مخلوقات کا ایمان دوسرے

۱۔ تفسیر قرطبی (ج ۶، ص ۴۶۱) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۱۰۶ (ص ۳۴۶) نزھۃ المجالس ج ۲، ص ۱۲۲ (ج ۲ ص ۹۱) ثمرات الاوراق مطبوع بر حاشیہ المستطرف ج ۲ ص ۳ (ص ۲۸۵)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۲ (ج ۴، ص ۶۸، ۶۹ کتاب ۹) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۲۴ (ص ۱۲۳) الدرجات الرفیعہ (ص ۵۰)

پلے میں تو ان کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔(۱)

سید بن معد کتاب الحجۃ (۲) میں ایک دوسری سند روایت میں لکھتے ہیں کہ امامؑ نے فرمایا کہ ابوطالبؑ بن عبدالمطلب حالت اسلام وایمان میں مرے۔

۱۷۔صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں کہ ابوطالبؑ کی مثال اصحاب کہف کی ہے، انھوں نے اپنا ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا، اس لئے خدا نے انھیں دو اجر کرامت فرمائے۔(۳)

عبدالرحمٰن بن کثیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے صادق آل محمدؑ سے عرض کی: لوگ گمان کرتے ہیں کہ ابوطالبؑ آبگینہ جہنم میں ہیں۔فرمایا: وہ جھوٹ بولتے ہیں، جبرئیل اس بات پر رسولؐ کی خدمت میں نازل نہیں ہوئے۔میں نے پوچھا: پھر کس بات پر نازل ہوئے؟ فرمایا: ایک بار جبرئیل رسولؐ پر نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! تمہارا رب بعد سلام فرماتا ہے کہ بلاشبہ اصحاب کہف نے اپنا ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا، پس خدا نے انھیں دو اجر کرامت فرمائے، اسی طرح ابوطالبؑ نے اپنا ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا، اس لئے خدا نے انھیں دو اجر کرامت فرمائے، ابوطالبؑ اسی وقت دنیا سے گئے جب وہ جنت کی بشارت پا گئے۔امامؑ نے آگے فرمایا: یہ لوگ ایسی مہمل بات کیسے کہتے ہیں جبکہ وفات ابوطالبؑ کی رات جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمدؐ: اب مکے سے نکلئے، کیونکہ ابوطالبؑ کے بعد آپکا کوئی مددگار نہیں۔(۴)

۱۸۔اصول کافی (۵) میں ہے کہ امام سے پوچھا: کیا یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ابوطالبؑ کافر

۱۔شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۱ (ج ۱۴، ص ۶۸ کتاب ۹) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۸ (ص ۸۵) الدرجات الرفیعہ (ص ۴۹)

۲۔الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۲۷

۳۔اصول کافی ص ۲۴۴ (ج ۱ ص ۴۴۸) امالی صدوق، ص ۳۶۶ (ص ۴۹۲) روضۃ الواعظین، ص ۱۲۱ (ج ۱، ص ۱۳۹) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۱۱۵، ۱۱۷ (ص ۳۶۲، ۸۳)

۴۔بحارالانوار ج ۹، ص ۲۴ (ج ۳۵، ص ۷۲) تفسیر ابوالفتوح رازی ج ۴، ص ۲۱۲ (ج ۸، ص ۴۷۴) الدرجات الرفیعہ (ص ۴۹)

۵۔اصول کافی، ص ۲۴۴ (ج ۱، ص ۴۴۸)

مرے؟ فرمایا: یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں، جس نے یہ شعر کہا وہ کافر کیسے ہوسکتا ہے:

الم تعلموا انا وجدنا محمدا — نبیا کموسی خط فی اول الکتب

''کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ ہم محمدؐ کو موسیٰؑ کی طرح رسول سمجھتے ہیں اور یہ بات گذشتہ آسمانی کتابوں میں مرقوم ہے''۔

یہ روایت اکثر محدثین کی تالیفات میں منقول ہے۔

۱۹۔ کلینی نے اصول کافی (۱) میں صادق آل محمدؐ کا بیان نقل فرمایا کہ جس ابوطالبؑ نے یہ اشعار کہے ہوں وہ کافر کیسے ہوسکتا ہے:

لقد علموا ان ابننا لا مکذب — لدینا ولا یعباء بقیل الا باطل

و ابیض یستسقی الغمام بوجهه — ثمال الیتامی عصمة للارامل

''بلاشبہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ہمارا فرزند جھٹلایا نہیں جاسکتا، اس کے یہاں مہمل بکواس کی قطعی گنجائش نہیں، وہ روشن چہرہ ہے جس کا واسطہ دیکر بارش طلب کی جاتی ہے، وہ یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کا سہارا ہے''۔

۲۰۔ شیخ ابوعلی فتال نے روضۃ الواعظین میں صادق آل محمدؐ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ ابوطالبؑ نے مرتے وقت بزرگان قریش کو بلوایا اور ان سے وصیت فرمائی: اے گروہ قریش! تم مخلوقات خدا میں منتخب اور قلب عرب ہو، تم خدا کی زمین اور حرم کے خزینہ ہو، تمہارے درمیان سردار اور فرمانروا موجود ہے، جو گشادہ دست، بہادر، پیش گام اور دانا ہے۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ تم نے ہر فخر و نازش کو پالیا، اب لوگوں کے لئے کوئی فضیلت باقی نہیں۔ لوگوں کے فضیلت کا وسیلہ انھیں کی ذات ہے اور لوگ تم سے برسر پیکار ہیں۔ اس وصیت کو علامہ مجلسی نے بحارالانوار میں نقل کیا ہے۔ (۲)

۲۱۔ شیخ صدوق اکمال الدین میں صادق آل محمدؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ابوطالبؑ نے کفر ظاہر کیا

۱۔ اصول کافی ص ۲۲۴ (ج۱، ص ۴۴۹) تفسیر البرہان ج ۳، ص ۷۹۵ (ج ۳، ص ۲۳۱)

۲۔ روضۃ الواعظین، ص ۱۲۱ (ج۱ ص ۱۳۹) بحارالانوار ج ۹، ص ۲۴ (ج ۳۵، ص ۱۰۶)

اور ایمان چھپایا، جب ان کا وقت وفات آیا تو خدا نے رسولؐ پر وحی کی: یہاں سے نکل جاؤ کہ اب کوئی تمہارا مددگار نہیں۔ چنانچہ رسول خداؐ نے مدینہ ہجرت فرمائی۔

شریف مرتضی نے فصول المختارہ میں (۱) اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ابوطالبؑ تحقیقی طور سے مومن تھے اور اس کی تقویت اس بات سے ہوتی ہے کہ انھیں مددگار رسولؐ کہا گیا ہے۔ اسی حدیث کے ذیل میں ابن معد کتاب الحجہ میں لکھتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ وفات ابوطالبؑ کے بعد جبرئیل رسول خداؐ پر نازل ہوئے اور کہا کہ خدا بعد سلام فرماتا ہے کہ تمہاری قوم نے متفقہ فیصلہ کرلیا ہے کہ تم پر رات میں حملہ کریں لہٰذا تم یہاں سے نکل جاؤ کیونکہ اب تمہارا کوئی مددگار نہیں رہ گیا ہے۔ خدا کے اس ارشاد پر خوب غور کرنا چاہئے کہ اسی نے ابوطالبؑ کے مددگار رسولؐ ہونے کی گواہی دی ہے۔ یہ چیز ابوطالبؑ کے فخر و نازش کیلئے عظیم الشان ہے، اس سے ان کی عظمت و منزلت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ قریش ان سے خوش تھے کہ وہ ان سے میل جول رکھتے ہیں حالانکہ انھوں نے اپنے اشعار میں توحید و تصدیق کا برملا اظہار فرمایا۔ اس طرح قریش کو قتل رسولؐ کی ہمت نہ ہوسکی کیونکہ ان کی قوم بنی ہاشم اور عبدالمطلب بن عبد مناف کے بھائی اور یا ان کے پیروکار تھے۔ خواہ وہ مومن ہوں یا کافر ابوطالبؑ کے ساتھ تھے۔ اگر قریش ان سے برسرپیکار ہوتے تو یہ ان پر بھاری پڑتے، اسی لئے جب ابولہب نے قریش سے قتل رسولؐ کی بات سنی تو کہا کہ اس بزرگ (ابوطالبؑ) کی وجہ سے باز آجاؤ کیونکہ وہ اپنے بھتیجے کا مددگار ہے۔ خدا کی قسم! محمدؐ اس وقت تک قتل نہیں ہوسکتے جب تک ابوطالبؑ نہ قتل ہوجائیں اور بنی ہاشم اس وقت تک قتل نہیں ہوسکتے جب تک تمام بنی عبد مناف اور مکے والے قتل نہ ہوجائیں۔ اس لئے ابھی ہاتھ روکے رہو۔ جب ابوطالبؑ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے جذبات ہمدردی ابھارنے کے لئے کچھ اشعار کہے۔ (۲)

۲۲۔ یونس بن نباتہ صادق آل محمدؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ امامؑ نے پوچھا: اے یونس! لوگ

۱۔ الفصول المختارہ ص۸۰ (ص۲۲۹)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج۳، ص۳۰۷ (ج۱۴، ص۵۷ کتاب ۹) الحجہ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ (ص۳۴۲) حماسہ ابن شجری ص۱۶، السیرۃ النبویہ ابن ہشام ج۱، ص۳۹۴ (ج۲ ص۱۰) البدایہ والنہایہ ج۳، ص۹۳ (ج۳، ص۱۱۶)

ابوطالبؑ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ عرض کی: قربان جاؤں! لوگ کہتے ہیں کہ وہ آبگینہ جہنم میں ہیں، جس سے ان کا دماغ پگھل رہا ہے فرمایا: جھوٹے ہیں وہ دشمنان خدا، ابوطالبؑ تو نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور شائستہ کرداروں کی بہترین رفاقت سے بہرہ مند ہیں۔(۱)

۲۳۔ داؤد رقی کا بیان ہے کہ میں صادق آل محمدؑ کی بارگاہ میں پہونچا، میرا قرض ایک شخص پر تھا جس سے میں ڈرتا تھا۔ میں نے امام سے اپنا درد دل کہا۔ آپ نے فرمایا: جب تم مکہ جانا تو عبدالمطلب، ابو طالب، عبداللہ، آمنہ اور فاطمہ بنت اسد کے نام سے الگ الگ طواف کرنا اور دو دو رکعت نماز پڑھ کے خدا کی بارگاہ میں اپنی حاجت بیان کرنا۔ میں نے ایسا ہی کیا جب میں باب صفا سے نکلا تو قرضدار نے مجھے آواز دیکر کہا: اے داؤد! اپنا حق مجھ سے لے لو۔(۲)

۲۴۔ صادق آل محمدؑ کا ارشاد ہے کہ رسول خداؐ مسجد حرام میں نیا کپڑا پہنے کھڑے تھے، اتنے میں مشرکین نے آپ پر اونٹ کی اوجھڑی سر سے پیر تک مل دی۔ رسولؐ اسی حالت میں ابوطالبؑ کے پاس آئے اور کہا: اے چچا! میری شخصیت آپ کے نزدیک کیا ہے؟ ابوطالبؑ نے کہا: بیٹا! ایسا کیوں پوچھ رہے ہو؟ رسول خداؐ نے سارا واقعہ بیان کیا۔ ابوطالب نے حمزہ سے کہا اپنی تلوار لے لو اور پھر مسجد الحرام تشریف لے گئے اور تمام مشرکین کو اسی طرح اوجھڑی سے سر سے پیر تک آلودہ کر دیا۔ اور پھر رسول خداؐ سے کہا: بیٹا! تم نے پوچھا تھا کہ میری شخصیت کیا ہے؟ دیکھو تمہاری شخصیت ہمارے نزدیک یہ ہے۔(۳)

۲۵۔ صادق آل محمدؑ کا ارشاد ہے کہ امیر المومنینؑ کو ابوطالبؑ کے اشعار کی روایت و تدوین کا بڑا اہتمام تھا، وہ فرماتے ہیں کہ ان کے اشعار، لوگوں کو تعلیم دو اور اپنے بچوں کو پڑھاؤ کیونکہ وہ دین خدا پر تھے اور ان کے اشعار میں بے اندازہ علم تھا۔(۴)

۱۔ کنز الفوائد کراجکی ص ۸۰، الحجہ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ ص ۱۷،

۲۔ الحجہ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۲۲ (ص ۱۰۴) بحار الانوار ج ۹، ص ۲۴ (ج ۳۵، ص ۱۱۲)

۳۔ اصول کافی ص ۲۴۴ (ج ۱ ص ۴۴۹)

۴۔ الحجہ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۲۵ (ص ۱۳۰) بحار الانوار ج ۹، ص ۲۴ (ج ۳۵، ص ۱۱۵)

۲۶۔ پہلی نماز جماعت اس وقت ہوئی کہ رسول خداؐ علیؑ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں ادھر سے ابوطالبؑ گذرے، جعفر ساتھ تھے۔ فرمایا: بیٹا! اپنے چچازاد بھائی کے پہلو میں کھڑے ہوجاؤ۔ جب رسول خداؐ نے محسوس کیا تو دونوں کے آگے ہو گئے اور ابوطالبؑ مسکراتے ہوئے یہ شعر پڑھتے پلٹ گئے:

ان علیا وجعفرا ثقتی عند ملم الزمان والکرب (۱)

۲۷۔ اصول کافی (۲) میں ہے کہ درست ابن ابی منصور نے امام موسیٰ کاظمؑ سے پوچھا: کیا ابوطالبؑ رسول خداؐ پر حجیت رکھتے تھے؟ فرمایا: نہیں، بلکہ انھوں نے جو وصیتیں کیں انھیں رسول خداؐ کے سپرد کیا۔ پوچھا: کیا یہ وصایا اس لئے سپرد کیں کہ وہ حجیت رکھتے تھے؟ فرمایا: اگر حجیت رکھتے تو وصایا ان کے حوالے نہ کرتے۔ پوچھا: تو پھر ابوطالبؑ کا کیا حال تھا؟ فرمایا: رسول خداؐ جو کچھ لائے اس کی تصدیق کی اور وصایا سپرد کیں اور اسی روز مر گئے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: یہ مرتبہ ایمان سے برتر ہے کیونکہ قبل کی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ ابوطالبؑ ایمان سے بہرہ مند اور گذشتہ انبیاء کے جانشین، وصی اور حجیت سے سرفراز تھے۔ اس لئے ابن ابی منصور کو گمان ہوا کہ شاید رسول خداؐ قبل بعثت محجوج تھے۔ امامؑ نے اس کی نفی فرمائی۔ وصایا کے بیان میں یہ بات واضح ہے کہ ابوطالبؑ دین حنیف ابراہیمیؑ پر تھے پھر دین محمدیؐ سے سرفراز ہوئے اور تمام وصایا ان کے حوالے کیں نیز یہ کہ وہ ولایت علویؑ کے ایمان سے بھی سرفراز تھے۔

۲۸۔ کراجکی نے امام رضاؑ کی حدیث نقل کی ہے، جس میں ایمان ابوطالبؑ پر شک ظاہر کیا گیا تھا تو امامؑ نے فرمایا: اگر تم نے ایمان ابوطالبؑ میں شک کیا تو تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ (۳)

۲۹۔ تفسیر ابوالفتوح میں امام رضاؑ کا ارشاد نقل ہے کہ ابوطالبؑ کی انگوٹھی پر نقش تھا: رضیت باللہ ربا و بابن اخی محمد نبیا و بابنی علی لہ وصیا۔ (۴)

۱۔ امالی شیخ صدوق، ص۳۰۴ (ص۳۱۰) تفسیر ابوالفتوح رازی ج۴ ص۲۱۱، ۲۔ اصول کافی، ص۲۴۲ (ج۱ ص۴۴۵)
۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج۳ ص۳۱۱ (ج۱۴، ص۶۸ کتاب) کنز الفوائد، ص۸۰ (ج۱، ص۱۸۲) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص۱۶ (ص۷۶) الدرجات الرفیعہ (ص۵۰)؛ بحار الانوار (ج۳۵ ص۱۱۰)
۴۔ تفسیر ابوالفتوح رازی ج۴ ص۲۱۱ (ج۸ ص۴۷۱) الدرجات الرفیعہ (ص۶۰)؛ محبوب القلوب (ج۲، ص۳۱۹)

۳۰۔ شیخ صدوقؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ عبدالعظیم نے امام رضاؑ کو لکھا کہ میرے دل میں ضحضاح نار کی حدیث شک پیدا کر رہی ہے؟ امامؑ نے جواب لکھا کہ اگر ایمان ابو طالبؑ میں شک کیا تو تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا۔(۱)

۳۱۔ صدوق نے بطریق اعمش، عبداللہ ابن عباس کی روایت نقل کی ہے کہ ابو طالبؑ نے بھتیجے سے پوچھا: کیا تم خدا کے رسول ہو؟ فرمایا: ہاں۔ کہا: پھر معجزہ دکھاؤ؟ فرمایا: میرا نام لے کر درخت کو آواز دیجئے۔ ابو طالبؑ نے آواز دی تو درخت آیا اور رسولؐ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ابو طالبؑ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم سچے ہو، اے علیؑ اپنے بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ (۲)

اس روایت کو ابن معد نے نقل کر کے لکھا ہے کہ ابو طالبؑ نے یہ بات قریش کے سامنے کہی تھی تا کہ انھیں شرف و منزلت معلوم ہو سکے۔

۳۲۔ صدوق (۳) نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس سے ایک شخص نے پوچھا: کیا ابو طالبؑ مسلمان تھے؟ فرمایا: وہ شخص مسلمان کیوں نہ ہوگا جس نے یہ شعر کہا ہے:

وقد علموا ان ابننا لا مکذب   لدینا ولایعبا بقیل الا باطل

ابو طالبؑ تو اصحاب کہف کی طرح تھے، جنھوں نے ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا تو خدا نے انھیں دو اجر کرامت فرمائے۔

۳۳۔ روضۃ الواعظین (۴) میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ابو طالبؑ اپنے بیٹے جعفر کے ساتھ رسول خداؐ کی طرف سے گذرے جو مسجد الحرام میں نماز پڑھ رہے تھے، حضرت علیؑ داہنی طرف کھڑے تھے، جعفر سے فرمایا: تم بھی پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔ اس وقت ابو طالبؑ نے یہ سات شعر پڑھے:

۱۔ الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۱۶ (ص ۸۲)

۲۔ امالی صدوق، ص ۳۶۵ (ص ۴۹۱) روضۃ الواعظین، ص ۱۲۱ (ج ۱ص ۱۳۹) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۲۵ (ص ۱۲۸)

۳۔ امالی شیخ صدوق، ص ۳۶۶ (ص ۴۹۱) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۹۴، ۱۱۵ (ص ۳۲۲۔۳۱۹)

۴۔ روضۃ الواعظین ص ۱۲۳ (ج ۱، ص ۱۴۰) امالی صدوق ص ۳۰۴ (ص ۴۱۰) تفسیر ابولفتوح رازی ج ۴، ص ۲۱۱ (ج ۸، ص ۴۷۲) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۵۹ (ص ۲۴۹)

ان علیا و جعفر اتقی عند ملم الزمان والنوب ... الخ

اس روایت کو ابن معد اور کراجکی نے اپنے اپنے طریق سے نقل کیا ہے۔

۳۴۔ عکرمہ، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ابو طالبؑ نے مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھا۔

۳۵۔ تفسیر وکیع میں ہے کہ ابوذر نے کہا کہ رسول کا ارشاد ہے کہ اس خدا کی قسم! جس کے سواء کوئی معبود نہیں کہ ابو طالبؑ نے مرتے وقت بزبان حبشہ اظہار اسلام کیا۔ اور ابو طالبؑ نے رسولؐ سے پوچھا: کیا آپ زبان حبشہ جانتے ہیں؟ فرمایا: اے چچا! خدا نے مجھے تمام زبانوں کو سکھایا ہے۔ ابو طالب نے کہا: یا محمدا: اسدن لمصاقاقا طالاها یعنی میں مخلصانہ اقرار کرتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ سن کر رسولؐ نے گریہ فرمایا اور کہا: خدا نے چچا کی وجہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی کر دیں۔

اس موقع پر ابو طالبؑ نے بزبان حبشہ کلمہ پڑھنا مناسب سمجھا جبکہ عربی میں کئی بار پڑھ چکے تھے۔

۳۶۔ قطب الدین راوندی الخرائج میں فاطمہ بنت اسد کا بیان نقل کرتے ہیں:

عبد المطلب کے انتقال کے بعد وصیت پدر کے مطابق ابو طالبؑ رسول خداؐ کی خدمت گذاری میں رہتے تھے۔ میرے گھر کے باغ میں درخت خرما تھا، میں ان تازہ خرموں کو چن کر محمدؐ کے کھانے کے لئے رکھ لیتی تھی، میری کنیز بھی خرمہ چننے میں ساتھ دیتی۔ ایک دن ہم دونوں کے حافظے سے بات نکل گئی، محمدؐ سو رہے تھے، مجھے سخت تشویش تھی کہ محمدؐ بیدار ہوں گے تو کیا کھائیں گے۔ اتنے میں محمدؐ بیدار ہوئے اور باغ میں جا کر دیکھا تو خرمے نہیں تھے تو درخت کی طرف اشارہ کیا کہ میں بھوکا ہوں۔ یہ سنکر درخت جھکا اور محمدؐ نے اس میں سے خرمے توڑے اور وہ اپنی حالت پر پلٹ گیا۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد ابو طالبؑ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو ننگے پاؤں دوڑ کر میں نے دروازہ کھولا اور سارا ماجرا بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ بلاشبہ وہ پیغمبر ہوں گے اور تم بھی بہت جلد ان کا ناصر و مددگار پیدا کرو گی چنانچہ جیسا انھوں نے کہا تھا میرے بطن سے علیؑ پیدا ہوئے۔ (۱)

۳۷۔ امالی صدوق (۲) میں ابو طالبؑ کا بیان نقل ہے کہ عبد المطلب نے فرمایا: میں حجر اسماعیل میں

۱۔ الخرائج والجرائح (ج ۱، ص ۱۳۸)　　۲۔ امالی صدوق ص، ۱۵۸ (ص ۲۱۶)

سویا ہوا تھا۔ میں نے خوف ناک خواب دیکھا تو قریش کے کاہن کے پاس ایک خز کی چادر اوڑھ کر گیا۔ اس نے مجھے دیکھ کر میرا اضطراب معلوم کیا۔ میں اس زمانہ میں سردار قوم تھا، لہذا مجھے دیکھ کر کہا کہ سید العرب کا چہرہ متغیر کیوں ہے؟ کیا کوئی حادثہ گذرا ہے؟ میں نے اس سے کہا کہ رات خواب دیکھا ہے کہ میں حجر اسماعیل میں سویا ہوا ہوں، اتنے میں میرے پشت سے ایک درخت نکلا جس کا سر آسمان تک ہے اور شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئی ہیں، اس کی روشنی سورج سے ستر گنا زیادہ ہے، تمام عرب وعجم اس کے سامنے سجدہ ریز ہیں، ہر دن اس کی عظمت و درخشاں بڑھتی جاتی ہے میں نے دیکھا کہ گروہ قریش وہ درخت کاٹنا چاہتے ہیں، اتنے میں ایک خوبصورت جوان آگے آتا ہے اور اس گروہ کی کمر توڑ دیتا ہے اور آنکھیں پھوڑ دیتا ہے۔ جب میں نے اس درخت کی طرف ہاتھ بڑھایا تو جوان نے کہا: ٹھہریئے! اس میں آپ کا حصہ نہیں ہے۔

میں نے کہا: پھر کس کا حصہ ہے جب کہ درخت میرا ہی ہے؟ اس نے کہا: ان کا حصہ ہے جو ان سے وابستہ ہیں۔ میں یہ ہولناک خواب دیکھ کر بیدار ہوا۔ میں نے دیکھا کہ خواب سن کر اس کا چہرہ متغیر ہو گیا اور کہا: اگر آپ سچ کہتے ہیں تو آپ کے صلب سے ایک لڑکا ہوگا جو مشرق و مغرب کا مالک ہوگا اور وہ لوگوں کا نبی ہوگا۔ یہ سن کر میرا غم خوشی میں بدل گیا۔ اے ابوطالبؑ! سن لو، شاید تم اس کو پاؤ۔ جس وقت ابوطالب یہ واقعہ بیان کر رہے تھے اسی وقت رسول خداؐ تشریف لائے اور فرمایا: بخدا! وہ درخت میں ہوں، ابوقاسم امین۔

۳۸۔ کتاب الحجۃ (۱) میں نسابہ علوی معروف بہ موضح کی روایت ہے کہ جب ابوطالبؑ نے انتقال کیا تو ابھی نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی اسی لئے آپ نے ابوطالبؑ اور خدیجہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، بلکہ رسول خداؐ نے ابوطالب کی مشایعت جنازہ فرمائی اور استغفار فرماتے رہے۔ لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ ابوطالب مشرک مرے ہیں، ہم بھی اپنے مردوں کے لئے استغفار کریں۔ حالانکہ ابوطالب نے تو اپنا ایمان چھپایا تھا اسی لئے خدا نے مسلمانوں کو منع کیا کہ وہ اپنے مشرک آباؤ واجداد کے لئے استغفار نہ

۱۔ الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالب، ص ۶۸ (ص ۲۶۸)

کریں ﴿ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین﴾۔ اگر لوگ ابوطالب کو مشرک فرض کریں تو رسولؐ سے خطا کا سرزد ہونا فرض کرنا پڑے گا، حالانکہ خدا نے رسولؐ کے قول و فعل سے نفی خطا کا اعلان کیا ہے۔

ابولفرج اصفہانی لکھتے ہیں کہ ابوالجہم سے پوچھا گیا: کیا رسولؐ نے ابوطالب کی نماز جنازہ پڑھی تھی؟ جواب دیا: اس وقت نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی، نماز جنازہ تو ان کی موت کے بعد فرض ہوئی۔

جب ان کا انتقال ہوا تو آپ نہایت مغموم ہوئے حضرت علیؑ کو جنازہ تیار کرنے کا حکم دیا اور آپ نے مشایعت فرمائی جس میں عباس اور ابوبکر بھی موجود تھے، ان لوگوں نے ان کے ایمان کی گواہی دی کہ اگر ابوطالب غلبہ اسلام تک زندہ رہتے تو یقیناً اظہار اسلام فرماتے، چونکہ اسلام کمزور تھا اس لئے حمایت اسلام کے لئے اپنا ایمان چھپایا۔

۳۹۔ مقاتل کا بیان ہے کہ جب قریش نے اسلام کی ترقی دیکھی تو حلف میں کہنے لگے وہ جادوگر اور مجنون ہیں، انہوں نے باہم معاہدہ کیا کہ اگر ابوطالب مرگئے تو سب انکار کرکے محمد کو قتل کردیں گے۔ جب ابوطالب کو معلوم ہوا تو تمام بنی ہاشم اور حلیف قبائل کو جمع کرکے رسول خداؐ کے متعلق وصیت فرمائی کہ میرا بھتیجا جو کچھ کہتا ہے اسے میں نے اپنے آباؤ واجداد اور علماء سے سنا ہے کہ محمد ہی رسول صادق اور امین ناطق ہیں، ان کی بڑی شان ہے خدا کے نزدیک ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ دیکھو ان کی دعوت پر لبیک کہو اور ان کی نصرت کرو، اگر تم نے ایسا کیا تو رہتی دنیا تک تمہارا شرف یادگار رہے گا۔

پھر یہ اشعار پڑھے:

اوصی بنصر النبی الخیر مشهده — علیا ابنی و عم الخیر عباسا

وحمزة الاسد المخشی صولته — وجعفراً ان یذودوا دونه الناسا

وهاشما کلها اوصی بنصرته — ان یاخذا دون حرب القوم امراسا

کونوا فداء اُلکم امتی و ما ولدت — من دون احمد عند الروع اتراسا

بکل ابیض مصقول عوارضه — تخاله فی سواد اللیل مقباسا

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ میں نے حقائق واضح کرنے کیلئے سیرت سے یہ چالیس اقوال نقل کئے ہیں ان سے ایمان ابوطالب کی بھرپور شہادت فراہم ہوجاتی ہے، کسی مسلمان کے ثبوت اسلام میں اتنی واضح اور کثرت سے دلیل فراہم نہیں ہوسکتی۔

ایمان ابوطالب کے متعلق علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں (۱)، فتونی نے ضیاء العالمین میں اور اہلسنت کے علماء میں برزنجی نے کتاب لکھی ہے جس کا خلاصہ سید احمد زینی دحلان نے کیا ہے۔

ان کے علاوہ جن علماء نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں، ان کے نام ہیں:

سعد بن عبداللہ ابوالقاسم اشعری؛ ان کی کتاب فضیلت ابوطالب وعبدالمطلب وعبداللہ سے متعلق ہے۔ (۲)

ابوعلی کوفی؛ ان کی کتاب ایمان ابوطالب ہے۔ (۳)

ابومحمد سہل بن احمد دیباجی؛ ان کی کتاب ایمان ابوطالب ہے۔ (۴)

ابونعیم علی بن حمزہ بصری؛ ان کی کتاب ایمان ابوطالب ہے۔ (۵)

ابوسعید محمد بن احمد بن حسین خزاعی؛ ان کی کتاب کا نام ہے منی الطالب فی ایمان ابی طالب۔ (۶)

ابوالحسن علی بن بلال مہلبی؛ البیان عن خیرۃ الرحمان۔ (۷)

احمد بن قاسم نے بھی ایمان ابوطالب پر کتاب لکھی ہے۔ (۸)

ابوالحسین احمد بن طرخان کندی؛ ان کی کتاب ایمان ابوطالب ہے۔ (۹)

۱۔ بحار الانوار ج ۹، ص ۳۳۔۱۹ (ج ۳۵، ص ۱۳۱۔۷۴)

۲۔ رجال نجاشی (ص ۱۲۶ (ص ۱۷۷ نمبر ۴۶۷)

۳۔ رجال نجاشی، ص ۷۰ (ص ۹۵ نمبر ۲۳۶) فہرست طوسی، ص ۲۹

۴۔ رجال نجاشی، ص ۱۳۳ (ص ۱۸۶ نمبر ۴۹۳)۔

۵۔ الصابہ (ج ۴، ص ۱۱۹۔۱۱۵ نمبر ۶۸۵)

۶۔ فہرست منتخب الدین، ص ۱۰ (ص ۱۵۸)

۷۔ فہرست طوسی، ص ۹۶، رجال نجاشی، ص ۱۸۸ (ص ۲۶۵ نمبر ۲۹۰)

۸۔ رجال نجاشی، ص ۶۹ (ص ۹۵ نمبر ۲۳۴)

۹۔ رجال نجاشی، ص ۶۳ (ص ۸۷ نمبر ۲۱۰)

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بھی ایمان ابوطالب نامی کتاب لکھی ہے۔(۱)

ابوعلی فخار کی الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالب ہے۔

احمد بن طاؤس کی کتاب ایمان ابوطالب ہے۔(۲)

سید حسین طباطبائی کی منیۃ الطالب فی ایمان ابی طالب ہے۔

مفتی محمد عباس شوشتری ہندی کی کتاب "بغیۃ الطالب فی ایمان ابی طالب ہے۔

شیخ محمد علی بن میرزا جعفر علی فصیح ہندی "القول الواجب فی ایمان ابی طالب"۔

میرزا محسن بن میرزا محمد تبریزی

سید محمد بن آل شرف الدین عاملی "شیخ الابطح اوا ابوطالب"۔

شیخ میرزا نجم الدین بن مرزا محمد طہرانی "الشھاب الثاقب لرجم مکفر ابی طالب"۔

شیخ جعفر بن محمد نقدی؛ مواہب الواھب فی فضائل ابی طالب

ان کے علاوہ بے شمار افراد نے ایمان ابوطالب اوران کے کارناموں پر نظمیں کہیں ہیں، چند کے نام یہ ہیں:

سید ابومحمد عبداللہ بن حمزہ حسنی زبدلی، شیخ اوردبادی، سید علی خان شیرازی، محمد تقی صادق عاملی، میرزا عبدالھادی شیرازی، سید علی نقی لکھنوی، شیخ محمد ساوی، شیخ جعفر بن حاجی محمد نقوی۔

۱۔ فہرست نجاشی، ص ۲۸۴ (ص ۳۹۹ نمبر ۱۰۶۷)

۲۔ بناء المقالۃ العلویۃ لنقض الرسالۃ العثمانیۃ

غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

آٹھویں جلد

تالیف:

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی

ترجمہ و تلخیص:

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری

قال الرضا : حدثني ابي ، عن ابيه ،قال :

ان يوم الغدير في السماء اشهر منه في الارض

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

مجھ سے میرے والد نے اپنے والد (امام صادقؑ) کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

روز غدیر، زمین سے زیادہ آسمان میں مشہور ہے۔

(مصباح المتہجد ص ۷۳۷)

فہرست مطالب

ایمان ابوطالب، قرآن مجید کی روشنی میں

وہ آیتیں جنہیں اہل سنت عدم ایمان ابوطالب کے سلسلے میں پیش کرتے ہیں:

قوم نابکار نے فرزندار جمند کو دشنام طرازی اور اتہام پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ ان کے والد بزرگوار، محل اسلام اور دین اسلام کے مددگار کے متعلق افسانہ طرازی کے ڈھیر لگا دیئے۔ اسی پر بس نہیں کیا بلکہ آیات کی تحریف تک ان کا دست ظلم پہونچ گیا چنانچہ انہوں نے مفہوم بیان کرنے کی ایسی ریڑھ ماری کہ تضاد واضح طور پر محسوس ہوتا۔ اس سلسلے میں تین آیات پیش کی گئی ہیں:

پہلی آیت:

﴿وھم ینھون عنه و ینائون عنه و ان یھلکون الا انفسھم و ما یشعرون﴾(۱)

ترجمہ:

''وہ اس امر حق کو قبول کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں، اس سے دراصل وہ خود اپنی تباہی کا سامان کر رہے ہیں مگر انہیں اس کا شعور نہیں''۔

طبری وغیرہ نے سفیان ثوری اور حبیب ابن ابی ثابت سے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت جناب ابوطالب کے لئے نازل ہوئی ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینے سے لوگوں کو روکتے تھے لیکن

۱۔ انعام/۲۶

خود اسلام میں داخل ہونے سے دور بھاگتے تھے۔(۱)

قرطبی کہتے ہیں کہ یہ آیت تمام کفار کے لئے نازل ہوئی ہے جو اتباع رسول سے لوگوں کو روکتے تھے اور خود اسلام سے دور بھاگتے تھے۔ یہ روایت حسن اور ابن عباس سے مروی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت خاص ابوطالب کے لئے نازل ہوئی ہے جو اذیت رسول سے لوگوں کو منع کرتے تھے لیکن خود ایمان سے دور بھاگتے تھے، یہ روایت بھی ابن عباس ہی سے مروی ہے۔ ارباب سیر نے لکھا ہے کہ ایک دن رسول خدا ﷺ کعبہ میں نماز پڑھنے کی غرض سے گئے جب نماز پڑھنے لگے تو ابوجہل ملعون نے کہا: کون ان کی نماز خراب کرے گا؟ یہ سن کر ابن زبعری آمادہ ہو گیا، اس نے خون سے بھری اوجھڑی رسول کے چہرے اور بدن پر مل دی۔ رسول خدا ﷺ اسی حالت میں ابوطالب کے پاس آئے اور کہا: چچا جان! آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے؟ ابوطالب نے پوچھا: کس نے یہ حرکت کی ہے..؟ رسول نے کہا: ابن زبعری نے۔ یہ سن کر ابوطالب ننگی تلوار لئے ہوئے رسول کے ساتھ چلے، ابوطالب کو دیکھ کر قریش نے متفرق ہونا چاہا۔ ابوطالب نے کہا: بخدا! کوئی بھی اپنی جگہ سے ہٹا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ پوچھا: کس نے یہ حرکت کی ہے؟ رسول اکرم ﷺ نے کہا: ابن زبعری نے۔ ابوطالب نے خون کی اوجھڑی اس کے چہرے، بدن اور لباس پر مل دی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ہے: ﴿و هم ينهون عنه و ينائون عنه ...﴾ رسول خدا ﷺ نے ابوطالب سے کہا: چچا جان! آپ کیلئے یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ پوچھا: وہ کیا۔ فرمایا کہ آپ قریش کو میری اذیت سے روک رہے ہیں اور خود اسلام قبول نہیں کرتے۔ اس وقت ابوطالب نے یہ شعر پڑھا:

و الله لن يصلوا اليک بجمعهم   حتى اوسد فى التراب دفينا (۲)

۱۔ طبقات ابن سعد ج۱ ص۱۰۵ (ج۱ ص۱۲۳)؛ تفسیر طبری ج۷ ص۱۱۰ (مجلد ۵ ج۷ ص۱۷۳)؛ تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۱۲۷؛ تفسیر کشاف ج۱ ص۴۴۸ (ج۲ ص۱۴)؛ تفسیر ابن جزی ج۲ ص۶؛ تفسیر خازن ج۲ ص۱۰

۲۔ خزانۃ الادب ج۱ ص۲۶۱ (ج۲ ص۷۶)؛ البدایہ والنھایہ ج۳ ص۴۲ (ج۳ ص۵۶) شرح ابن ابی الحدید ج۳ ص۳۰۶ (ج۱۴ ص۵۵)؛ تاریخ ابوالفداء ج۱ ص۱۲۰؛ فتح الباری ج۷ ص۱۵۳، ۱۵۵ (ج۷ ص۱۹۴، ۱۹۶)؛ الاصابہ ج ص۱۱۶؛ المواھب الدنیہ ج۱ ص۶۱؛ السیرۃ الحلبیہ ج۱ ص۳۰۵ (ج۱ ص۲۸۷) دیوان ابوطالب ص۱۲ (۳۱)۔

لوگوں نے پوچھا: خدا کے رسولؐ! کیا حمایت ابوطالب انہیں مفید ہوگی؟ فرمایا: ہاں! انہیں زنجیر نہیں پہنائی جائے گی، وہ شیاطین کے ساتھ نہیں رہیں گے، سانپ بچھو سے محفوظ رہیں گے، عذاب صرف ان کی جوتیوں میں ہوگا، جس سے ان کا دماغ پھنک جائے گا اور یہ جہنم کا آسان ترین عذاب ہے۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اس آیت کا ابوطالب کے لئے چند وجوں سے ہونا باطل ہے:

۱۔ جس نے حبیب بن ثابت اور ابن عباس سے روایت کی ہے، درمیان میں وہ مجہول ہے۔

۲۔ اکیلے حبیب سے یہ روایت ہے جو مہمل آدمی تھا ابن حبان (۲) کہتے ہیں کہ تدلیس کرتا تھا۔ عقیلی (۳) کہتے ہیں کہ اس کی حدیث نا قابل قبول ہے۔ یہی بات قطان، عطا، ابو داؤد اور ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ وہ جھوٹوں سے روایت لیتا تھا۔(۴)

۳۔ اس سند کے برخلاف ایک دوسری روایت ہے جسے طبری، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ نے بطریق علی بن طلحہ روایت کی ہے کہ اس سے مراد مشرکین مکہ ہیں جو محمد پر ایمان لانے سے لوگوں کو روکتے تھے اور خود بھی بدکتے تھے۔ اسی طرح دوسرے محدثین نے ابن زید سے روایت کی ہے اس میں بھی مراد یہی مشرکین مکہ ہیں۔ اس میں ابوطالب کا کہیں ذکر نہیں، ہر شخص جانتا ہے کہ سردار بطحا حضرت ابوطالب تو دشمنوں سے رسول کو بچاتے تھے، انہوں نے ان کی نصرت کی اور پناہ دی۔(۵) نیز یہ آیت وفات ابوطالب کے بعد نازل ہوئی ہے۔(۶)

۱۔ تفسیر قرطبی ج۶ ص۴۰۶ (ج۶ ص۲۶۱)

۲۔ الثقات (ج۴ ص۱۳۷)

۳۔ الضعفاء الکبیر (ج۱ ص۲۶۳ نمبر۳۲۲)

۴۔ تہذیب التہذیب ج۲ ص۱۷۹ (ج۲ ص۱۵۶)؛ میزان الاعتدال ج۱ ص۳۹۶ (ج۲ ص۱۶۹ نمبر۳۳۲۲)

۵۔ تفسیر طبری ج۷ ص۱۰۹ (ج۷ ص۱۷۲)؛ درمنثور ج۳ ص۹۸ (ج۳ ص۲۶۱، ۲۶۰)؛ تفسیر آلوسی ج۷ ص۱۲۶)

۶۔ المعجم الکبیر ج۱۲ ص۱۶۶ حدیث ۱۲۹۳۰) تفسیر قرطبی ج۶ ص۳۸۲، ۳۸۳ (ج۶ ص۲۳۶)؛ تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۱۲۲؛ درمنثور ج۳ ص۲ (ج۳ ص۲۳۵)؛ تفسیر شوکانی: ج۳ ص۹۱

۴۔ سیاق آیت بھی یہی ہے کہ اس سے مراد مشرکین مکہ ہوں، سیاق آیت یوں ہے: ''ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر تمہاری بات سنتے ہیں مگر حال یہ ہے کہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں جن کی وجہ سے وہ اس کو کچھ نہیں سمجھتے اور انکے کانوں میں گرانی ڈال دی ہے وہ کوئی بھی نشانی دیکھ لیں اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ حد یہ ہے کہ جب وہ تمہارے پاس آ کر جھگڑتے ہیں تو ان میں سے جن لوگوں نے انکار کا فیصلہ کر لیا ہے وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ ایک داستان پارینہ کے سوا کچھ نہیں، وہ اس امر حق کو قبول کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں''۔

اس میں واضح طور سے کہا گیا ہے کہ کفار مکہ آ کر رسول خداؐ سے جھگڑتے ہیں، قرآن کو داستان پارینہ کہتے ہیں، وہی لوگوں کو روکتے اور خود دور بھاگتے ہیں۔ اس میں ابو طالب کی بات کہاں سے آ گئی کیا انہوں نے بھی کبھی رسول سے جھگڑا کیا، وہ تو کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! محمد کو کوئی بھی اسی وقت ہاتھ لگا سکتا ہے جب ہم مٹی میں دفن کر دیئے جائیں۔

ایک دوسرے شعر میں کہا ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمد کو اسی طرح نبی پایا جیسا کہ موسیٰ کا تذکرہ قدیمی کتب میں ہے، اس کے بعد جن مفسرین نے اس آیت کو ابو طالب سے چپکایا ہے وہ قطعی مہمل ہو کر رہ جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ طبری، رازی، ابن کثیر، زمخشری اور نسفی نے واضح نشاندہی کی ہے کہ اس سے مراد کفار مکہ ہیں۔ (۱) کاش ہمیں معلوم ہو سکتا کہ قرطبی نے یہ قول کہاں سے لیا ہے کہ اس سے ابو طالب مراد ہیں، اگر ہمیں مدرک معلوم ہوتا تو اس کا پوسٹ مارٹم کرتے۔

دوسری آیت

﴿ما کان للنبی و الذین آمنوا ان یستغفروا ....﴾. (۲)

۱۔ تفسیر طبری ج ۷ ص ۱۰۹ (مجلد ۵ ج ۷ ص ۱۷۲، ۱۷۱)؛ تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۸ (ج ۱۲ ص ۱۸۹)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۱۲۷؛ تفسیر نسفی مطبوعہ بر حاشیۂ تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۰ (ج ۲ ص ۸)؛ تفسیر کشاف ج ۱ ص ۴۴۸

۲۔ برائت/۱۱۳

ترجمہ:

''مومنین کے لئے یہ مناسب نہیں کہ یہ واضح ہونے کے بعد کہ وہ جہنمی ہیں ان کے لئے مغفرت کی دعائیں کریں اگر چہ وہ مشرکین ان کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں۔''

تیسری آیت

﴿انک و لاتھدی من احببت ....﴾.(۱)

''بے شک جسے تم چاہو اس کی ہدایت نہیں کر سکتے مگر ہاں جسے خدا چاہتا ہے اس کی ہدایت کرتا ہے اور وہی ہدایت یافتہ لوگوں سے خوب واقف ہے۔''

صحیح بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ سعید بن مسیب نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو رسول خداﷺ ان کے پاس گئے، دیکھا تو وہاں ابو جہل اور ابن امیہ بھی بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا: چچا جان! لا الہ الا اللہ پڑھ دیجئے تا کہ میں اللہ کی بارگاہ میں آپ کی سفارش کرسکوں۔ پس ابو جہل اور ابن امیہ کہنے لگے: کیا آپ دین عبد المطلب سے پھر جائیں گے؟ رسول خداؐ برابر اپنی بات دہراتے رہے، یہاں تک کہ ابو طالبؑ نے آخری کلام یہی کہا: میں دین عبد المطلب پر ہوں!!! اور کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول خداﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں برابر آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے آپ سے روک نہ دیا جائے پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی: ''نبی اور مسلمانوں کیلئے یہ مناسب نہیں کہ مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کریں''۔ اور ابو طالبؑ کے لئے حکم نازل کرتے ہوئے رسول سے فرمایا: ''بے شک ایسا نہیں ہے کہ تم اپنی جانب سے جسے چاہو ہدایت کر دو ہاں خدا جسے چاہے ہدایت فرماتا ہے''۔(۲)

تفسیر طبری اور صحیح مسلم نے بھی اسی لقمہ کو چبایا ہے۔(۳)

۱۔ قصص/۵۶ ۲۔ صحیح بخاری ج ۷ ص ۱۸۴ (ج ۴ ص ۱۷۸۸ حدیث ۴۴۹۴)

۳۔ تفسیر طبری (مجلد ۷، ج ۱۱ ص ۴۱)؛ صحیح مسلم (ج ۱ ص ۸۲ حدیث ۳۹ کتاب الایمان)

اس روایت پر کئی طرح سے روشنی ڈالنی چاہیئے:

۱۔ اس روایت کا تنہا راوی سعید ہے جو دشمن علی ہے، اس لئے اس کی یا اس کی ذریت کی بات ناقابل اعتنا ہے کیونکہ اس کا مزید ارلقمہ مذمت علی تھا۔ شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ سعید منحرف علی تھا، عمر بن علی سے اس کی تلخ کلامی بھی ہوئی۔ (۱) ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں سعید بن میتب کے پاس بیٹھا تھا، اتنے میں ادھر سے عمر بن علی کا گذر ہوا، سعید نے کہا: بھتیجے! تم اپنے بھائیوں کی طرح مسجد رسول میں زیادہ نہیں آتے؟ عمر نے کہا: میتب کے بیٹے! میں جب بھی مسجد میں آتا ہوں تم پر نظر پڑ جاتی ہے۔ سعید نے کہا: تم تو غصہ ہو گئے، میں نے تمہارے باپ سے سنا ہے کہ خدا نے میرا مرتبہ میرے خاندان میں سب سے بلند تر قرار دیا ہے۔ عمر نے کہا: میں نے بھی والد ماجد سے سنا ہے کہ قلب منافق میں کوئی بھی بات ہوگی اس کے جیتے جی منھ سے نکل ہی آئے گی۔ سعید نے کہا: بھتیجے! تم مجھے منافق سمجھتے ہو؟ فرمایا: میں جو کہہ رہا ہوں ایسا ہی ہے۔ یہ کہہ کر واپس چلے گئے۔

واقدی کا بیان ہے کہ سعید نے امام سید سجادؑ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، جب اس سے کہا گیا کہ تم نے مرد صالح کی نماز نہیں پڑھی۔ کہا: "مجھے دو رکعت نماز مسجد میں پڑھنا زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں اس مرد صالح کی نماز جنازہ پڑھوں"۔ ابن حزم نے المحلی میں اس کی دینی حالت پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ (۲) قتادہ نے سعید سے پوچھا: کیا میں حجاج کے پیچھے نماز پڑھوں۔ جواب دیا: میں تو اس سے بدتر شخص کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔

۲۔ روایت بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت وفات ابوطالبؑ کے وقت نازل ہوئی ہے جب کہ دونوں آیتیں بعد کی ہیں۔ دوسری آیت مکی ہے اور پہلی مدنی ہے، بعد فتح مکہ۔ (۳) دونوں کے درمیان وفات ابوطالب کے دس سال کا فاصلہ ہے۔

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص ۳۷۰ (ج ۴ ص ۱۰۱ اصل ۵۶) ۲۔ المحلی ج ۴ ص ۲۱۴

۳۔ صحیح بخاری ج ۷ ص ۶۷ (ج ۴ ص ۱۶۸۱ حدیث ۴۳۲۹)؛ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۴۹ (ج ۲ ص ۳۱۵) تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۲۷۳ (ج ۸ ص ۱۷۳) اتقان ج ۱ ص ۱۷ (ج ۱ ص ۲۷)؛ فتح القدیر شوکانی ج ۳ ص ۳۱۶ (ج ۲ ص ۳۳۱)؛ المصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱۰ ص ۵۴۰ حدیث ۱۲۶۴)؛ سنن نسائی (ج ۶ ص ۳۵۳ حدیث ۱۱۲۱۲)

۳۔آیت استغفار تو وفات ابو طالبؑ کے لگ بھگ آٹھ سال بعد نازل ہوئی ہے، کیا اس درمیان رسول خدا ﷺ مسلسل ابو طالبؑ کے لئے استغفار کرتے رہے؟ خود آپ نے کہا تھا کہ خدا کی قسم! جب تک مجھے روکا نہ جائے میں آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا۔ بہت سی آیات میں خدا نے مومنوں اور رسول خدا ﷺ کو اپنے منافق اور کافر بزرگوں کے استغفار سے روکا ہے یہ تمام آیات مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔(۱)

۴۔اس کے علاوہ بھی ابو طالبؑ سے متعلق روایت استغفار اور نزول آیۂ استغفار کے سبب میں تضاد ہے۔ (۲) بعض کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ قبر والدہ پر روئے اور کہا کہ میں نے خدا سے استغفار کی درخواست کی، خدا نے منع کیا۔ (۳) بعض میں ہے کہ بعض اصحاب نبی نے اپنے والدین کے استغفار کی رسول خدا ﷺ سے اجازت مانگی تو نہی وارد ہوئی۔ (۴) بعض کہتے ہیں کہ یہاں استغفار کا مطلب نماز میت ہے۔ (۵)

۱۔الاتقان ج۱ص۱۷ (ج۱ص۲۷)؛المعجم الکبیر (ج۱ص۱۵۴حدیث۳۶۰)؛المستدرک علی الصحیحین (ج۳ص۲۹۶حدیث ۵۱۵۲)؛حلیۃ الاولیاء (ج۱ص۱۰۱نمبر۱۰) سنن بیہقی (ج۹ص۲۷) تفسیر ابن کثیر ج۴ص۳۲۹؛تفسیر فتح القدیر شوکانی ج۵ص ۱۸۹ (ج۵ص۱۹۴)؛تفسیر آلوسی ج۲۸ص۳۷؛السیرۃ الحلبیہ (ج۲ص۲۱۶)

۲۔مسند ابی داؤد طیالسی (ص۲۰حدیث۱۳۱) المصنف ابن ابی شیبہ (ج۱ص۵۴۲حدیث۱۰۱۹۰) مسند احمد (ج ۱ص۲۱۰ حدیث۱۰۸۸) سنن ترمذی (ج۵ص۲۶۲حدیث۳۱۰۱) سنن نسائی (ج۱ص۶۵۵حدیث۲۱۶۳) اسی المطالب زینی دحلان ص۱۸ (ص۴۵)

۳۔صحیح مسلم (ج۲ص۳۶۵حدیث۱۰۶) مسند احمد (ج۳ص۱۸۶حدیث۹۳۹۵) سنن ابی داؤد (ج۳ص۲۱۸حدیث۳۲۳۴) سنن نسائی (ج۱ص۶۵۴حدیث۲۱۶۱) سنن ابن ماجہ (ج۱ص۵۰۱حدیث۱۵۷۲) ارشاد الساری فی شرح صحیح البخاری ج۷ ص۱۵۱ (ج۱۰ص۳۱۴حدیث۴۶۷۵) المستدرک علی الصحیحین (ج۲ص۳۶۶حدیث۳۲۹۲) دلائل النبوۃ بیہقی (ج۱ص۱۸۹) المعجم الکبیر ج۱۱ص۱۳ (مجلد۷ج۱۱ص۴۲) تفسیر طبری ج۱۱ص۳۱ (مجلد۷ج۱۱ص۴۲) ارشاد الساری ج۷ص۲۷۰، در منثور ج۳ص ۲۸۳ (ج۴ص۳۰۲) تفسیر کشاف ج۲ص۴۹ (ج۲ص۳۱۵)

۴۔تفسیر طبری ج۱۱ص۳۱ (مجلد۷ج۱۱ص۴۳) در منثور ج۳ص۲۸۳ (ج۴ص۳۰۲)

۵۔تفسیر طبری ج۱۱ص۳۳ (مجلد۷ص۱۱، ۴۴)

۵۔ نزول آیۂ استغفار کے متعلق روایت بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات ابو طالبؑ کے وقت رسول اکرمﷺ نے استغفار کرنا چاہا تو منع کیا گیا لیکن اس کی متضاد روایت ابن سعد و ابن عساکر کی ہے کہ جب وفات ابو طالبؑ کی خبر رسول خداﷺ کو ہوئی تو آپ روئے اور انہیں غسل و کفن دینے کا حکم دیا......۔(۱)

لیکن تمام امت کا اتفاق ہے کہ یہ آیہ سورۂ برأت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی جب رسول خداﷺ نے ابوبکر کو آیات دے کر مشرکین کو سنانے بھیجا تھا پھر حضرت علیؑ کو روانہ کیا اور انہیں معزول کیا۔(۲) بعض روایات میں ہے کہ یہ آیت غزوۂ تبوک کے بعد نازل ہوئی۔

۶۔ سیاق آیت استغفار نفی میں واقع ہوا ہے، نہی میں نہیں۔ اس صورتحال میں اس کا ثبوت فراہم نہیں کیا جا سکتا کہ رسول خداﷺ نے استغفار فرمایا تو انہیں منع کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خداﷺ نے ابو طالبؑ کو مومن سمجھ کر استغفار فرمایا۔
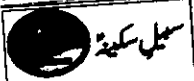
۷۔ اگر ہم مان بھی لیں کہ روایت بخاری درست ہے اور ایمان ابو طالبؑ کے تمام شواہد سے صرف نظر کر لیں تب بھی یہ کیسے مان لیا جائے کہ ابو طالبؑ کافر مرے، وہ تو کہہ رہے ہیں کہ میں دین عبدالمطلب پر ہوں اور ہم کئی موقعوں پر ثابت کر چکے ہیں کہ وہ موحد اور دین ابراہیم پر تھے۔(۳)

۸۔ ایک نظر دوسری آیت ﴿انك لا تهدى من احببت﴾ پر بھی خاص طور سے ڈال لیں، جس

۱۔ طبقات ابن سعد ج۱ص۱۰۵ (ج۱ص۱۲۳) درمنثور ج۳ص۲۸۲ (ج۴ص۳۰۱) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۲۹ص۳۲)

۲۔ زوائد المسند (ص۳۵۳ حدیث۱۳۶) درمنثور ج۳ص۲۰۹ (ج۳ص۱۱۹) کنز العمال ج۱ص۲۴۷ (ج۲ص۴۲۲ حدیث ۴۴۰۰) فتح القدیر شوکانی ج۲ص۳۱۹ (ج۲ص۳۳۴) ریاض النضرہ ج۲ص۱۴۷ (ج۳ص۱۱۹) ذخائر العقبیٰ ص۶۹ البدایہ والنھایہ ج۵ص۳۸، ج۷ص۳۵۷ (ج۵ص۴۴، ج۷ص۳۹۴) تفسیر ابن کثیر ج۲ص۳۳۳، مناقب خوارزمی ص۹۹ (ص۱۶۵ حدیث۱۹۶) فرائد السمطین (ج۱ص۶۱ باب ۸) عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج۸ص۶۳۷ (ج۱۸ص۲۶۰) شرح المواھب زرقانی ج۳ص۹۱، تفسیر طبری ج۱۰ص۴۶ (مجلد۶ ج۱۰ص۶۴) تفسیر ابن کثیر ج۲ص۳۳۳ خصائص نسائی ص۲، مسند احمد ج۱ص۱۵۱ (ج۱ص۲۴۳ حدیث۱۲۹۹) مجمع الزوائد ج۷ص۲۹

۳۔ الملل والنحل مطبوع بر حاشیہ الفصل ج۳ص۲۲۴، ۲۲۵ (ج۲ص۲۴۹) سیوطی کی الدرج المنیفہ ص۱۵، مسالک الحنفاء ص۳۷۔

سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ یہ ابو طالبؑ کے کافر ہونے پر ثبوت ہے۔ اول تو یہ کہ یہ آیت مومنوں کے صفات بیان کرنے کے ذیل میں نازل ہوئی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں جو لوگ اسلام لے آئے وہ صرف رسول خدا ﷺ کی تبلیغ کی وجہ سے اسلام نہیں لائے بلکہ ان کا اسلام لانا خدا کی مشیت اور ارادے پر منحصر تھا اور کسی کو ہدایت دینا خاص خدا کا کام ہے۔ ﴿اتریدون امن تھتدی و من اصل...﴾(۱) اس قسم کی آیات میں ہدایت و گمراہی کا استناد خدا کی طرف ہے۔

حدیث ضحضاح

ابو طالبؑ سے عناد کی تمام تان حدیث ضحضاح پر ٹوٹتی ہے، تمام تالیاں اسی پر بجائی جا رہی ہیں. آیئے اسکو بھی دیکھ لیں،، بخاری و مسلم بطریق سفیان ثوری، عبد الملک بن عمیر، عبد اللہ بن حارث کا بیان نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے عباس بن عبد المطلب نے کہا، میں نے رسول خدا ﷺ سے پوچھا کہ ابو طالبؑ نے آپ کی پاسداری اپنے اوپر لازم کر لی تھی آپ کے لئے غضبناک بھی ہوئے کیا آپ نے ان کی کفایت کی، آپ نے ان کی کون سی ضرورت پوری کی؟

فرمایا: ھو ضحضاح من نار'' آبگینۂ جہنم میں ہیں'' اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے آخری طبقے میں ہوتے اب وہ صرف ٹخنوں تک آگ میں ہیں اور اگر میں درمیان میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے۔،، صحیح بخاری. اختر شاہجہاں پوری۔

دوسری روایت میں ہے کہ، میں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ ابو طالبؑ نے آپ کی حفاظت کی آپ کی مدد و نصرت کی، کیا اس کا انھیں کچھ فائدہ ہوا؟

فرمایا ہاں! میں نے انھیں جہنم میں پوری طرح ڈوبا ہوا پایا، جہنم میں ڈبکیاں کھاتے ہوئے پایا تو انھیں نکال کر ٹخنوں ٹخنوں آگ تک پہنچایا۔ حدیث لیث، ابن الہاد، عبد اللہ بن حناب، ابو سعید سے مروی ہے کہ رسول کو ابو طالبؑ کا ذکر کرتے سنا کہ شاید میری شفاعت قیامت کے دن انھیں نفع بخشے، ابھی تو وہ

۱۔ نساء/۸۸

ٹخنوں تک آگ میں ہیں۔ٹخنوں سے آگ بھڑکتی ہے اور دماغ کو کھولاتی ہے۔

صحیح بخاری میں بزبان عبد العزیز، یزید بن ہاد سے یہی روایت ہے جسمیں ہے کہ پوست مغز کھول جاتا ہے۔(۱) علامہ امینی فرماتے ہیں:

سند روایت پر تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔کیونکہ سفیان ثوری کے کذاب ہونے کا تذکرہ گذر چکا جو ضعیف رواتیوں میں تدلیس کرتا تھا۔(۲) عبد الملک کی عمر جیسے جیسے بڑھی اس کا حافظہ خراب ہوتا گیا۔ابو حاتم کہتے تھے کہ وہ حافظ نہیں اس کا حافظہ خراب ہو چکا ہے۔(۳) ابن معین ابن خراس کا بھی یہی نظریہ ہے۔(۴) عبد العزیز کے متعلق احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ مہمل حدیث بیان کرتا ہے، مہملات کی بھرمار کرتا ہے۔ابو حاتم کہتے ہیں کہ اسکی حدیثوں سے احتجاج مناسب نہیں۔(۵) ابوزرعہ کہتے ہیں کہ برے حافظہ کا آدمی تھا۔(۶)

پھر متن روایت بھی دیکھئے، شاید میری شفاعت قیامت میں نفع بخشے، اس لفظ ''شاید'' سے قیامت میں شفاعت کی امید کا تصور پیدا ہوتا ہے۔اور آپکا یہ ارشاد کہ ''جہنم میں ڈبکیاں لگا رہے تھے'' تو انھیں ٹخنوں ٹخنوں پہونچایا۔اور اس ارشاد سے قبل خود شفاعت کا ثبوت فراہم ہوتا ہے لیکن مجھے صرف یہاں ایک ہی بات کہنی ہے کہ رسول خداؐ نے شفاعت ابو طالبؑ کا وقت وفات کلمہ اخلاص پر منحصر فرمایا ہے، آپ نے فرمایا:

۱۔صحیح بخاری ج ۶ ص ۳۳، ۳۴، ج۹ ص ۹۲ (ج ۳ ص ۱۴۰۸ حدیث ۳۶۷۰، ص ۱۴۰۹ حدیث ۳۶۷۲، ج ۵ ص ۲۲۹۳ حدیث ۵۸۵۵، ص ۲۴۰۱، ج۹ ص ۲۴۰۱-۲۴۰۰ حدیث ۶۱۹۶) صحیح مسلم کتاب الایمان (ج ۱ ص ۲۴۷ حدیث ۳۵۷) طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۶ (ج ۱ ص ۱۲۴) مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۶، ۲۰۷ (ج ۱ ص ۳۳۹ حدیث ۱۷۶۶، ص ۳۴۰ حدیث ۱۷۷۱) عیون الاثر ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۱ ص ۱۷۲) البدایہ والنھایہ ج ۳ ص ۱۲۵ (ج ۳ ص ۱۵۴)

۲۔میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۹۶ (ج ۲ ص ۱۶۹ نمبر ۳۳۲۲)

۳۔الجرح والتعدیل (۵ ص ۳۶۱ نمبر ۱۷۰۰)

۴۔التاریخ (ج ۲ ص ۳۷۴)

۵۔الجرح والتعدیل (ج ۵ ص ۳۹۵ نمبر ۱۸۳۳)

۶۔میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۲۸ (ج ۲ ص ۶۳۳ نمبر ۵۱۲۵)

اے چچا کلمہ پڑھ لیجئے تا کہ میں قیامت میں آپ کی شفاعت کروں (۱) اسی طرح رسول خداؐ نے مطلق شفاعت کو بھی کلمہ ہی سے مخصوص فرمایا ہے، چنانچہ بے شمار احادیث مروی ہیں ان میں ایک عبداللہ بن عمر سے بطور مرفوع حدیث ہے کہ مجھ سے کہا گیا، سوال کرو کیونکہ ہر نبی سے سوال کیا گیا ہے پس میں نے اپنا سوال قیامت تک کے لئے اٹھا رکھا ہے۔ تم لوگوں کو اسی وقت شفاعت مفید ہوگی جب تم کلمہ پڑھ لو (۲) احمد نے بسند صحیح روایت کی ہے۔ (۳) اسی طرح ابوذر سے بطور مرفوع ہے: مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے اور یہ اسی کو ملے گی جو میری امت میں مشرک نہ ہوگا۔ اسی طرح عوف سے مروی ہیکہ میری شفاعت ہر مسلمان کے لئے ہے (۴) یا کہ میری شفاعت اس کے لئے ہے جو اس حال میں مرے کہ ذرا بھی شرک نہ کیا ہو۔ (۵) اسی طرح کی اور بھی احادیث ہیں۔

اس کے علاوہ قرآن میں بھی واضح طریقے سے بیان کیا گیا ہے کہ کافر کو ذرا بھی شفاعت کا فائدہ نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ انھیں عذاب میں بھی تخفیف نہ ہوگی۔ ''جب ظالمین عذاب دیکھ لیں گے تو نہ ان سے تخفیف ہوگی نہ ان کی طرف نظر رحمت ہوگی۔'' (۶) ''اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، انھیں تخفیف عذاب نہ ہوگی نہ نظر رحمت ہوگی۔'' (۷) اسی طرح تخفیف عذاب کی نفی کے ساتھ شفاعت کی بھی نفی ہے:

﴿فما تنفعهم شفاعة الشافعين﴾ (۸)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین ج۲ص۳۳۶ (ج۲ص۳۶۶ حدیث ۳۲۹۱، تلخیص مستدرک کا بھی یہی حوالہ ہے) تاریخ ابو الفداء ج۱ص۱۲۰، المواہب اللدنیہ ج۱ص۷۱ (ج۱ص۲۶۲) کشف الغمہ شعرانی ج۲ص۱۴۴، کنز العمال ج۷ص۱۲۸ (ج۱۴ص۳۷ حدیث ۳۷۸۷۴) شرح المواہب زرقانی ج۱ص۲۹۱

۲۔ الترغیب والترھیب ج۴ص۱۵۸۔۱۵۰ (ج۴ص۴۳۷۔۴۳۲ حدیث ۹۱، ۹۳، ۹۴، ۹۶، ۹۸)

۳۔ مسند احمد (ج۲ص۴۴۴ حدیث ۷۰۲۸)

۴۔ المعجم الکبیر (ج۱۸ص۵۹ حدیث ۱۰۷)

۵۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان (ج۱۴ص۳۷۶ حدیث ۶۴۶۳)

۶۔ سورۂ نحل آیت ۸۵

۷۔ سورۂ بقرہ آیت ۱۶۲

۸۔ سورۂ مدثر آیت ۴۸

اسی حالت میں اگر مان بھی لیا جائے کہ معاذ اللہ ابو طالبؑ کافر مرے تو روایت ضحضاح کی تخفیف عذاب یا شفاعت کی بات ان بے شمار آیات کے مخالف ہے اسلئے حدیث کو بحکم رسول خدا ﷺ دیوار پر مار دینا چاہیئے۔ کیونکہ فرمایا ہے: میرے بعد بہت سی حدیثیں گڑھی جائیں گی جو حدیث کتاب خدا کے موافق ہو اسے لے لو اور جو مخالف ہو اسے مسترد کر دو(۱)

آپ کو بخاری کا بھاری بھرکم نام فریب میں مبتلا نہ کرے کیونکہ اسکا نام تو صحیح ہے لیکن اس میں سفسطہ اور اغلاط کی بھرمار ہے ہم آگے اس کا پول کھولیں گے.

''بحث ختم کرتے ہوئے علامہ امینی (رہ) نے آیۃ اللہ محمد الحسینی اصفہانی نجفی کا معرکۃ الآراء قصیدہ نقل کیا ہے نور الھدیٰ فی قلب نجم المصطفی جس میں ۱۴۴ اشعار ہیں. دوسرا قصیدہ عبد الحسین صادق العاملی کا ہے جسمیں دس اشعار ہیں:

''لو لاہ ما شداز ر المسلمین ولا''

۱۔ سنن دار قطنی (ج۴ص۲۰۹۔۲۰۸) المعجم الکبیر طبرانی (ج۲ص۹۷حدیث۱۴۲۹) مجمع الزوائد (ج۱،ص۱۷۰) کنز العمال (ج۱ ص۱۷۹۔۱۹۶ احدیث ۹۰۷، ۹۹۴، ۹۹۲

فضائل ابوبکر کا بقیہ

۲۹۔ خلیفہ کی گالی دینے والے کو فرشتہ کا جواب

الآ ثار یوسف بن ابو یوسف میں (۱) ابوحنیفہ سے اور مسند احمد (۲) میں بطریق ابو ہریرہ مروی ہے کہ ایک شخص نے ابوبکر کو گالی دی اور رسول خداﷺ بیٹھے رہے، حیرت اور تبسم فرماتے رہے، جب ابو بکر نے اسکی گالی کا جواب دینا شروع کیا تو رسول خدا اٹھ کر جانے لگے۔ ابوبکر نے کہا: یا رسول اللہؐ جب تک وہ مجھے گالی دیتا رہا آپ بیٹھے رہے جب میں نے جواب دینا شروع کیا تو آپ غصہ میں اٹھکر جانے لگے؟ فرمایا: تمھارے ساتھ ایک فرشتہ تمھاری گالیوں کا جواب دے رہا تھا۔ جب تم نے دینا شروع کیا تو شیطان درمیان میں آ گیا۔ اور جہاں شیطان ہو میں وہاں نہیں رہ سکتا۔

تبصرۂ امینیؒ

الآ ثار میں ابوحنیفہ نے کہاں سے حاصل کیا یہ تو پتہ نہ چل سکا کہ اسکی صحت کا پتہ لگایا جاتا البتہ ابو یوسف ان کثیر الغلط، واہی اور ضعیف روایوں کا پرستار کہا ہے۔ (۳) بخاری اسے چھوڑنے کا مشورہ دیتے ہیں (۴) ایک شخص نے ابن مبارک سے پوچھا: ابو یوسف اور محمد میں کون زیادہ سچا ہے....؟ فرمایا

۱۔ الآ ثار ص ۲۰۸

۲۔ مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۶ (ج ۳ ص ۷۷ احدیث ۹۳۴۱)

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۷ ص ۱۴۴ نمبر ۲۰۵۵)

۴۔ التاریخ الکبیر (ج ۸ ص ۳۹۷ نمبر ۳۴۶۳)

کہ یہ پوچھو کہ کون زیادہ جھوٹا ہے؟ اور بھی بے شمار محدثین نے اس کی مذمت کی ہے۔(۱) اس کے علاوہ بطریق احمد جو روایت ہے اس میں سعید بن ابی سعید ہے جو مرنے سے چار سال قبل پاگل ہو گیا تھا (۲) روایت کا متن کہتا ہے کہ یہ اسی زمانے کی بات ہے۔

پھر یہ کہ رسول خدا ﷺ کے سامنے سوءادب ہے کہ گالیوں کا تبادلہ کیا جائے آواز بلند کرنے کی ممانعت ہے، اپنی آواز کو رسول ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو اور یہ آیت عمر و ابوبکر کے لئے نازل ہوئی ہے۔(۳) بارگاہ رسول ﷺ میں غصہ کی بے ادبی کی حیرت ناک یہ ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: شیطان واقع ہوا. گویا ابوبکر کا جواب شیطنت تھی۔ حالانکہ اس شخص کی گالی شیطنت نہیں کہی گئی۔ پھر کہ کیا عالم عرش میں خدا نے گالیوں کا جواب گالی سے دینے کا شعبہ قائم کیا ہے؟ جو لوگ رسول خدا ﷺ کو گالیاں دیتے تھے فرشتے ان کی تو تردید نہیں کرتے تھے۔ ایک اور روایت ہے کہ خدا نے آسمان میں ستر ۷۰ ہزار فرشتے مقرر کیے ہیں جو ابوبکر کو گالی دینے والے کا جواب دیتے ہیں۔(۴) خطیب نے سہل سے روایت نقل کرنے کے بعد اس کو حدیث ساز بتایا ہے (۵)

۳۰۔ بخاری نے کتاب المناقب باب ہجرت میں ابو سعید خدری کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے منبر پر فرمایا: بے شک ایک بندے کو اللہ نے اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کی جتنی رونق چاہے اسے دیدی جائے اور دوسری چیز آخرت۔ پس اس بندے نے اس چیز کو اختیار کر لیا ہے جو خدا کے پاس ہے پس ابوبکر رونے لگے۔ اور کہا: ہمارے ماں، باپ آپ پر قربان ہو جائیں ہمیں ابوبکر کے گریہ سے

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۲۵۷ (نمبر ۷۵۵۸) میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۲۴۷ نمبر ۹۷۹۴) لسان المیزان ج ۶ ص ۳۰۰ (ج ۶ ص ۳۶۸ نمبر ۹۳۱۹)

۲۔ تھذیب التھذیب ج ۴ ص ۳۹، ۴۰ (ج ۴ ص ۳۴)

۳۔ صحیح بخاری ج ۷ ص ۲۲۵ (ج ۴ ص ۱۸۳۳ حدیث ۴۵۶۴) الاستیعاب ج ۲ ص ۵۳۵ (القسم الثالث ص ۱۲۸۴ نمبر ۲۱۲۲) تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۳۰۰ (ج ۱۶ ص ۱۹۸) تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۰۶، تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۷۲ (ج ۴ ص ۱۶۴) الاصابہ ج ۱ ص ۵۸ (نمبر ۲۳۱) ج ۳ ص ۲۴۰ نمبر ۱۲۸۷

۴۔ تاریخ بغداد ج ۵ ص ۲۸۰ ۵۔ اللآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۱۶۰ (ج ۱ ص ۳۰۸)

تعجب ہوا اور کہا کہ اس بڈھے کو تو دیکھ۔ رسول خدا ﷺ تو کسی بندے کا ذکر فرمار ہے ہیں۔ اور آپ فرمار ہے ہیں ہمارے ماں، باپ آپ پر قربان۔ لیکن بعد میں سمجھ میں آیا کہ جس کو اختیار دیا گیا تھا وہ تو رسول ﷺ ہی تھے اور ابو بکر ہم میں سب سے زیادہ علم والے تھے، رسول خدا ﷺ نے فرمایا: سب لوگوں سے زیادہ جس نے اپنی محبت اور مال کے ساتھ مجھ پر احسان فرمایا ہے وہ ابو بکر ہیں۔ اگر میں اپنی امت میں کسی کو خلیل بناتا تو وہ ابو بکر ہوتے، لیکن اسلامی مودت واخوت تو موجود ہی ہے اور مسجد میں کسی کی کھڑکی کھلی نہ رہے سوائے ابو بکر کی کھڑکی کے۔ (۱)

ابن عساکر نے اس روایت میں اس قدر اور اضافہ کیا ہے کہ پس ہم سمجھ گئے کہ ابو بکر ہی خلیفہ ہیں۔ (۲)

تبصرہ علامہ امینیؒ

ہم نے تیسری جلد میں سد ابواب کے جھوٹ اور فریب کا پوسٹ مارٹم کیا ہے جو ابن تیمیہ وغیرہ نے دھاندلی کی ہے دوسرے یہ کہ اس میں ابو سعید کہتے ہیں: ہم نے سمجھ لیا کہ ابو بکر سب سے زیادہ علم والے ہیں، جو اس تقریر سے سمجھ گئے کہ وفات رسول ﷺ جلد ہی ہونے والی ہے حالانکہ یہ خصوصیت ابو بکر سے مخصوص نہیں۔ جو صحابی آخری ایام میں رسول ﷺ سے ملنے آیا۔ وہ رسول کی گفتگو سے سمجھ گیا۔ کہا: اب آپ جلد ہی دار فانی کو چھوڑنے والے ہیں خود آپ کے ارشادات ہیں جس میں آپ نے فرمایا: بہت جلد میرا بلاوا آنے والا ہے۔ (۳)

یہ جو کہا جاتا ہے کہ رسول خدا ﷺ پر سب سے زیادہ محبت اور مال کا احسان ابو بکر نے کیا ہمیں

۱۔ صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۴۲، ج ۶ ص ۴۴ (ج ۳ ص ۱۳۳۷ حدیث ۳۴۵۴، ص ۱۴۱۷ حدیث ۳۶۹۱)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۳۴۷ (ج ۳۰ ص ۲۴۶ نمبر ۳۳۹۸)

۳۔ مسند احمد، خصائص نسائی، سنن نسائی، فتح الباری، مجمع الزوائد۔ سنن ترمذی، مستدرک علی الصحیحین، حلیۃ الاولیاء، مناقب خوارزمی، ارشاد الساری، کنز العمال، البدایۃ والنھایۃ، تاریخ ابن عساکر، تاریخ بغداد جیسے معتبر منابع میں خدا نے اس حکم سے حضرت علی اور انکی زوجہ اور بیٹوں کو مستثنیٰ کیا تھا۔

تاریخ سے ثبوت دیا جائے کہ آخر کب احسان کیا کیسے احسان کیا۔ پھر یہ کہ جو شخص نیکی کریگا اپنے لئے کریگا اس نے رسول ﷺ پر کیا احسان کیا؟ اس سلسلے میں بہت سی آیات ہیں، آپ اگر تاریخ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ابوبکر کی مالی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ رسول ﷺ پر احسان کرتے۔ اب ذرا اس مصنوعی روایت کو بھی پرکھ لیجئے اس میں اسماعیل بن عبداللہ ہے جو ابن ابی خیثمہ کے نزدیک سنی لیکن احمق ہے، نیز دوسرے محدثین اسے اور دیگر راویوں کو ضعیف، حدیث چور، کذاب اور بے وقعت کہتے ہیں۔ (۱)

۳۱۔ ابن جوزی صفۃ الصفوۃ (۲) میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ وفات رسولؐ کے بعد ہم نے اپنے معاملات پر غور کیا۔ اور ہم نے دیکھا کہ رسول خدا نے ابوبکر کو نماز کیلئے امام بنایا اس لئے ہم نے بھی اس دنیا کے پیشوا کیلئے ان کو امام منتخب کر لیا۔ اس روایت کو ریاض طبری میں بطور مرسل اور قیس بن عبادہ کی زبانی ارشاد علیؑ کے بطور پیش کیا ہے۔

تبصرۂ علامہ امینیؒ

یہ محدثین جھوٹی روایات گڑھنے میں کس قدر گستاخ ہو گئے ہیں. وہ جھوٹ اور فحش کو جاہل قوم تک پہونچانے میں ذرا باک محسوس نہیں کرتے، ہم نے اس کتاب میں انکی ذلیل حرکتوں کا کچا چھٹا اکثر جگہوں پر تجزیہ و تحلیل کے ساتھ پیش کیا ہے. اگر آپ حضرت علیؑ کے متعلق ارشادات رسول ﷺ کی نص دیکھیے پھر حضرت علیؑ کے وہ احتجاجات ملاحظہ فرمائیے جس میں آپ نے اپنا حق چھیننے پر شکوے کئے ہیں۔ تو ان محدثین کی سازشوں کی حقیقت اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی کبھی کوئی ہانک لگاتا ہے کہ وفات فاطمہ (س) کے بعد علیؑ نے بیعت کر لی تھی۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ حیات فاطمہ (س) تک لوگ علیؑ کی طرف مائل تھے احترام کرتے تھے جب فاطمہ (س) مرگئیں تو لوگ علیؑ کا احترام بھی نہ کرتے تھے المفہم شرح صحیح مسلم، قرطبی میں سب سے زیادہ حضرت علیؑ کی طرف غلط نسبت دی گئی۔ (۳)

۱۔ معرفۃ الرجال (ج ۱ ص ۶۵ نمبر ۱۲۱) کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۵۱ نمبر ۴۴) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۱ ص ۳۲۳ نمبر ۱۵۱) تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۱۲ (ج ۱ ص ۲۷۲)

۲۔ صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۹۷ (ج ۱ ص ۲۵۷ نمبر ۲)

۳۔ ریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۵۰ (ج ۱ ص ۱۸۸)

اکثر جاہلوں نے تو حدیث گڑھنے میں کمال ہی کر دیا اور سب سے زیادہ حضرت علیؑ کی طرف غلط حدیثیں نسبت دے دیں مثلاً؛

۳۲۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جنت میں سب سے پہلے ابوبکر وعمر داخل ہوں گے اور میں معاویہ کے ساتھ حساب کتاب میں پھنسا رہوں گا۔

۳۳۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ارشاد رسول ﷺ ہے اے علیؑ! جو ابوبکر وعمر کو برا بھلا کہتا ہے اس کا نامہ اعمال نہیں لکھا جاتا کیونکہ یہ دونوں جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔

۳۴۔ حضرت علیؑ، رسول خدا ﷺ نے فرمایا: میرے بعد میرے جانشین ابوبکر ہیں۔ ان کے بعد حالات میں افراتفری پیدا ہو جائے گی۔

۳۵۔ ارشاد رسولؐ ہے: اے علیؑ! میں نے تین بار خدا سے سوال کیا کہ وہ تمھیں میرا قوت بازو قرار دے، لیکن خدا ابوبکر کے سوا کسی پر راضی نہ ہوا۔

۳۶۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: چپکے سے رسول ﷺ مجھ سے کہہ گئے کہ پہلے ابوبکر خلیفہ ہوں گے پھر عمر پھر عثمان پھر میں۔

۳۷۔ ارشاد علیؑ ہے: خدا نے جانشینی کا دروازہ ابوبکر کے ہاتھوں کھولا، دوسرے عمر ہیں تیسرے عثمان اور چوتھے نمبر پر میرے اوپر جانشینی کا خاتمہ ہوگا۔

۳۸۔ رسول خدا ﷺ جاتے جاتے عہد کر گئے کہ پہلے ابوبکر پھر عمر اور عثمان کے بعد میں جانشین ہوں گا۔

۳۹۔ علیؑ نے فرمایا: ارشاد رسول ﷺ ہے، جبرئیل میرے پاس آئے، میں نے پوچھا: میرے ہمراہ کون ہجرت کریگا کہا کہ ابوبکر اور انھیں کو تمھارے بعد خلیفہ ہونا ہے، یہ تمھاری امت میں سب سے افضل ہیں۔

۴۰۔ اک طویل حدیث کا حصہ بزبان علیؑ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: میرے اصحاب میں سب سے بہتر خدا کے نزدیک اس دنیا میں اور آخرت میں ابوبکر ہیں۔

۴۱۔ حضرت علی... میرے نزدیک بعد رسول ﷺ افضل ترین شخص ابو بکر ہیں کیونکہ وہ یار غار تھے۔

۴۲۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اے علیؑ! خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ابو بکر کو رفیق، عمر کو مشیر، عثمان کو سہارا اور تمہیں مددگار و ناصر قرار دوں، مومن ہی ان چاروں کو دوست رکھے گا اور کافر ہی ان سے دشمنی رکھے گا۔

۴۳۔ علی سے پوچھا گیا: بعد رسول ﷺ کون افضل ہے؟ فرمایا: ابو بکر، پوچھا گیا: ان کے بعد؟ فرمایا: عمر، کہا گیا: ان کے بعد؟ فرمایا: عثمان۔ پوچھا گیا: ان کے بعد؟ فرمایا: میں۔

۴۴۔ حضرت علی نے تقریر کے درمیان فرمایا: رسول ﷺ کے بعد افضل ترین ابو بکر صدیق ہیں ان کے بعد عمر فاروق۔ اور ان کے بعد عثمان دو نور والے اور ان کے بعد میں، میں۔ نے ان کی بات مانی تمہیں میری بات ماننی چاہیے۔

۵۴۔ حضرت علی نے رسول ﷺ سے پوچھا: ابو بکر کے متعلق مجھے کچھ بتائیے۔ فرمایا: وہ بزبان خدا و جبریل صدیق ہیں اور بعد رسول ﷺ لوگوں کے پیشوا ہیں۔

۴۶۔ علی نے قسم کھا کر فرمایا: خدا نے ابو بکر کو آسمان پر صدیق نامزد فرمایا۔

۴۷۔ بزبان علی... اولین مسلمان ابو بکر اور کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے والا اولین شخص میں ہوں۔

۴۸۔ ایک شخص نے پوچھا: امیر المومنینؑ! کیا وجہ تھی کہ مہاجرین و انصار نے آپ جیسے افضل کے ہوتے ہوئے ابو بکر کو اختیار کیا؟ آپ نے پوچھا: کیا تو قریش سے ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: اگر تو ایمان کی پناہ میں نہ ہوتا تو تجھے قتل کر دیتا۔ انھیں مجھ پر چار فضیلت ہے۔ وہ میرے پیش رو خلیفہ ہیں، ہجرت میں پیش قدمی کی، اپنا اسلام ظاہر کیا.... طویل حدیث کا آخری فقرہ یہ ہے کہ جو مجھے ابو بکر پر فضیلت دیگا میں اسے اسی تازیانہ سے ماروں گا۔

۴۹۔ بزبان علی: جبریل خدمت رسول ﷺ میں آئے رسول ﷺ نے پوچھا: میرے ساتھ کون ہجرت کریگا کہا: ابو بکر۔

۵۰۔ وفات رسول ﷺ کے چھ دن بعد علیؑ وابوبکر آرامگاہ رسول ﷺ دیکھنے گئے۔ علیؑ نے کہا: اے جانشین رسول ﷺ آگے چلئے۔ ابوبکر نے کہا: میں ایسے شخص کے آگے کیسے چلوں جس کیلئے ارشاد رسول ﷺ ہے کہ علیؑ کی استقامت میری استقامت ہے۔ علیؑ نے کہا: آپ کے متعلق ارشاد رسولؐ ہے کہ کسی نے میری تصدیق نہ کی سوائے ابوبکر کے، سب نے جھٹلایا۔ سب کے دل تاریک ہیں سوائے دل ابوبکر کے۔ ابوبکر نے کہا: آپ نے رسول ﷺ سے ایسا سنا؟ فرمایا: ہاں۔ پھر دونوں ہاتھ پکڑ کر ایک ساتھ اندر گئے۔

۵۱۔ بزبان علیؑ ارشاد رسول ﷺ ہے: پیغمبروں کے بعد کسی پر سورج نے طلوع نہ کیا جو ابوبکر سے افضل ہو۔

۵۲ بزبان علیؑ: ہم خدمت رسول ﷺ میں آئے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ اپنا جانشین نہیں بنائیں گے؟ فرمایا: خدا تمھارے اعمال کو دیکھ کر تم میں بہترین کو خلیفہ بنائے گا۔ اس طرح خدا ابوبکر کے عمل خیر کی وجہ سے خلیفہ بنائے گا۔

۵۳۔ بزبان علیؑ: ہم میں سب سے بہتر ابوبکر ہیں۔

۵۴۔ بزبان علیؑ: قیامت میں منادی پکارے گا: سابقون اولون کہاں ہیں؟ پوچھا جائے گا کون؟ کہا جائے گا: ابوبکر صدیق کہاں ہیں؟ پھر خدا ابوبکر کیلئے خاص طور سے جلوہ ریز ہوگا اور سب کیلئے عام طور سے۔

۵۵۔ بزبان علیؑ: ارشاد رسول ﷺ ہے نیکی کے تین سو ستر ۳۷۰ حصے ہیں خدا جس کے متعلق بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس میں ایک حصہ داخل کر کے جنت بھیج دیتا ہے۔ ابوبکر نے پوچھا؟ کیا میرے لئے بھی کچھ ہے؟ فرمایا: ہاں! نیکی کے حصے تمھارے لئے ہیں۔

۵۶۔ بزبان علیؑ: اے ابوبکر! خدا نے مجھے آدم سے آج تک کا ثواب عطا کیا۔ اور تمھیں میری بعثت سے قیامت تک کا ثواب عطا کیا۔

۵۷۔ علیؑ وابوبکر نے باہم ملاقات کی تو ابوبکر ہنسے علی نے وجہ دریافت کی تو کہا: میں نے رسولؐ سے

سنا ہے کہ پل صراط سے وہی گذرے گا جسے ابو بکر سے محبت ہوگی۔

۵۸۔ حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ رسول ﷺ نے علیؑ سے فرمایا: میں نے خدا سے تین مرتبہ تمہارے متعلق جانشینی کی سفارش کی مگر خدا ابو بکر کے سوا کسی پر راضی نہ ہوا۔

۵۹۔ بزبان علیؑ: خدا نے امامت کے متعلق کوئی عہد نہیں کیا، ہم نے دیکھا کہ ابو بکر کو ملی تو اقتدار مستحکم ہوا پھر عمر کو ملی تو مستقیم ہوا۔

۶۰۔ ابو بکر نے علیؑ سے کہا، کیا آپ جانتے ہیں کہ میں آپ سے قبل اس کام میں لگا ہوں، علیؑ نے کہا: ہاں۔ اے خلیفہ رسول ﷺ آپ نے سچ کہا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر بیعت کر لی۔

۶۱۔ جب ابو بکر کی بیعت کر لی گئی اور ان کے ساتھیوں نے بھی بیعت کر لی تو تین دن انتظار کیا اور فرمایا: اے لوگو! کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو میری خلافت سے خاموش ہو، علیؑ نے اٹھ کر کہا: نہیں بخدا ہم نہیں چاہتے کہ آپ اس سے دستبردار ہوں، رسول ﷺ نے آپ کو آگے بڑھایا۔ پھر کون آپ کو پیچھے کریگا؟

۶۲۔ بزبان علیؑ: میری امت میں سب سے بہتر ابو بکر و عمر ہیں۔

۶۳۔ جب ابو بکر کو قبر میں چھپا دیا گیا۔ تو علیؑ نے فرمایا: اس قبر والے سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں۔

۶۴۔ بزبان علی:۔ بعد رسول ہم نے سمجھ لیا کہ افضل ترین ابو بکر ہیں۔ اور ابو بکر کی موت کے بعد ہم نے سمجھ لیا کہ افضل ترین عمر ہیں۔

۶۵۔ رسول ﷺ نے فرمایا: اے علیؑ! یہ دونوں انبیاء کے علاوہ اگلے پچھلوں کے سردار جنت ہیں اے علیؑ! یہ حدیث ان دونوں سے بیان نہ کرنا چنانچہ علیؑ نے بھی ان دونوں کی وفات کے بعد یہ حدیث بیان کی۔

۶۶۔ حضرت علیؑ: سب سے پہلے ابو بکر کا قیامت میں حساب لیا جائے گا۔

یہ تیرہ و تاریک افترا پردازی و کینہ توزی، اور فریب کاری کا انتہائی کمال تھا یا اس کو اگلوں کی افسانہ

طرازی بھی کہہ سکتے ہیں جنھیں گستاخانہ انداز میں گڑھ لیا ہے پھر انھیں خباثت کے ہاتھوں نے شائع کر دیا حضرت علیؑ کی طرف یہ جھوٹی اور مہمل نسبت ہماری کتاب کے تمام اجزاء میں بکھری پڑی ہے، خاص طور سے پانچویں جلد میں۔

یہ لوگ جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں سراسر ناپسندیدہ اور فریب کاری ہے

۶۷۔ ابوبکر اور غار کی رات

ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء (۱) میں عبداللہ، محمد، احمد، ابومعاویہ، ہلال، ابومعاذ اور عطا سے روایت کی ہے کہ انس بن مالک نے کہا: ہجرت کی رات غار پر ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ! ٹھہریئے تا کہ میں غار میں آپ سے پہلے جا کر دیکھ لوں کہ کہیں سانپ یا دوسری کوئی چیز نہ ہو، اندر جا کر تمام سوراخوں کو کپڑوں سے بند کیا، یہاں تک کہ خود ننگے ہو گئے ایک سوراخ بچ رہا تھا تو ادھر اپنی پیٹھ کر لی۔ صبح کو رسول خداؐ نے پوچھا: تمھارا کپڑا کیا ہوا؟ ابوبکر نے ساری صورتحال بتادی، یہ سنکر رسول خدا ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی ﴿اللھم اجعل ابا بکر معی فی درجتی یو م القیامۃ﴾ خدایا! ''قیامت میں ابوبکر کو میرے درجہ میں رکھنا. اس وقت خدا نے وحی کی، خدا نے تمھاری دعا قبول فرمائی۔

سیرۃ بن ہشام (۲) میں ہے کہ حسن بصری نے کہا کہ غار میں رسول سے پہلے ابوبکر گئے تا کہ اس میں کہیں سوراخ میں سانپ نہ ہو اس طرح انھوں نے رسول ﷺ کی حفاظت کی۔

اسی روایت کو تاریخ ابن کثیر و ریاض طبری نے بھی لکھا ہے (۳) اس قدر اضافہ ہیکہ صبح کو ابوبکر کا تمام جسم متورم تھا۔ رسول ﷺ نے پوچھا: تو کہا کہ سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے بتایا کیوں نہیں؟ ابوبکر نے کہا کہ کہیں آپ کی تشویش نہ بڑھ جائے۔ چنانچہ رسول ﷺ نے

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۳

۲۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۹۸ (ج ۲ ص ۱۳۰)

۳۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۳ ص ۱۷۹ (ج ۳ ص ۲۲۰) ریاض النضرۃ ج ۱ ص ۶۵ (ج ۱ ص ۸۹)

ہاتھ پھیرا تو ورم ختم ہو گیا۔ آگے لکھتے ہیں کہ سانپ نے کاٹا تو ابوبکر رونے لگے اور آنسو رسول ﷺ کے رخسار پر گرے تو آپ نے وجہ پوچھی اور فرمایا: غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے تو خدا نے سکینہ نازل فرمایا جو ابوبکر کے لئے اطمینان قلب تھا۔

سیرۃ زینی دحلان میں ہے کہ رسول ﷺ نے پوچھا: تم نے بتایا کیوں نہیں۔ تو عرض کی آپ کے جاگنے کا ڈر تھا۔ رسول ﷺ نے ہاتھ پھیرا تو ورم جاتا رہا۔ آگے لکھتے ہیں کہ بعض ایرانی سنولے رنگ کا کپڑا سر پر باندھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غار میں ابوبکر کے سانپ ڈسنے کی یادگار ہے۔ (۱)

تبصرۂ علامہ امینیؒ

اس روایت پر کئی طرح سے نظر ڈالی جا سکتی ہے! اول سلسلۂ سند جو کہ مرسل ہے اور کہیں سیرت کی کتابوں میں دیکھا نہیں گیا، صرف حاکم وابونعیم میں ہے، حالانکہ معجزہ رسول کو عام طور سے کتابوں میں درج ہونا چاہیے تھا۔ اس میں عبداللہ ہے جو کذاب تھا پھر یہ کہ عبداللہ اور ابونعیم میں ایک سو سال کا فاصلہ ہے۔ (۲)

محمد بن عباس حدیث کو خلط ملط کرتا تھا (۳) احمد بن محمد بن مؤدب کو تاریخ خطیب میں غیر معتبر کہا ہے (۴) ابو معاویہ مرجئہ عقیدہ کا اور حدیث میں تدلیس کرتا تھا (۵) ہلال منکر الحدیث تھا (۶) عطار کو قدری عقیدہ کی وجہ سے غیر معتبر کہا گیا ہے۔ (۷) سند کی اسی کمزوری کی وجہ سے سیوطی نے خصائص کبریٰ کے باب ہجرت میں اس واقعہ کو نقل نہیں کیا ہے کیونکہ یہ روایت ضعیف تھی۔ پھر ہر صدی میں ہجرت اور غار کے واقعات گڑھے گئے۔ ان میں باہم بڑا تضاد ہے۔ کیا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ خدا نے تو کبوتروں کے انڈے اور مکڑی کے جالے کا اہتمام کیا (۸) لیکن سوراخ میں سانپ کی بندش نہ کی، محبت میں

۱۔ السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۳۹) (ج ۲ ص ۳۵) السیرۃ النبویۃ دحلان مطبوع بر حاشیہ سیرۂ حلبیہ ج ۱ ص ۳۳۲ (ج ۱ ص ۱۶۳)

۲۔ لسان المیزان ج ۳ ص ۳۳۵ (ج ۳ ص ۴۲۵ نمبر ۴۷۷۲) ۳۔ لسان المیزان ج ۵ ص ۲۱۶ (ج ۵ ص ۲۴۴ نمبر ۷۵۳۹)

۴۔ تاریخ بغداد ج ۵ ص ۱۴۰ ۵۔ تھذیب التھذیب ج ۹ ص ۱۳۹ (ج ۹ ص ۱۲۱)

۶۔ الضعفاء الکبیر (ج ۴ ص ۳۵۰ نمبر ۱۹۵۶) ۷۔ تھذیب التھذیب ج ۷ ص ۲۱۵ (ج ۷ ص ۱۹۲)

۸۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۱۳ (ج ۱ ص ۲۲۹) الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۸۵، ۱۸۶ (ج ۱ ص ۳۰۶)

اندھے ابوبکر گھسے تو سانپ مل بھی گیا، روتے ہوئے منانا پڑا کہ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ابوبکر کو رات میں خیال کیوں نہ آیا کہ میرے ساتھ فخر مسیح موجود ہیں اگر ہاتھ پھیر دیں گے تو درد کافور ہو جائے گا۔ جی ہاں عقیدت کا اندھا پن ایسی ہی بے پر کی اڑاتا ہے۔

۶۸۔ شیطان ابوبکر کی صورت میں متشکل نہیں ہوسکتا

تاریخ خطیب بغدادی، (۱) میں محمد بن حسین قطیط سے یہ روایت نقل کی ہے لیکن اسے معتبر نہیں کہا ہے، اس کے روایت میں خلف بن عامر (۲) محمد بن اسحاق (۳) احمد بن عبید ہیں، (۴) یہ سبھی مہمل حدیث گڑھتے اور بیان کرتے تھے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں مجسم نہیں ہوسکتا۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

ان گستاخوں نے انبیاء کے خصوصیات بھی خطا کاروں میں شامل کر دیئے۔ شیطان انبیاء کی صورت میں اس لئے متشکل نہیں ہوسکتا کہ وہ معصوم ہیں (۵) اور یہ ان سے مخصوص ہے ابوبکر میں کون سی عصمت تھی "توبہ ہے"۔

۱۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۳۴

۲۔ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۶۶۱ نمبر ۲۵۴۱) کتاب الضعفاء والمتروکین (ج ۱ ص ۲۵۵ نمبر ۱۱۱۸) لسان المیزان ج ۲ ص ۴۰۳ (ج ۲ ص ۴۹۲ نمبر ۳۱۷۷)

۳۔ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۵۸

۴۔ معجم الادباء ج ۳ ص ۲۲۸، الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۱ ص ۱۸۸ نمبر ۲۶) تھذیب التھذیب ج ۱ ص ۶۰ (ج ۱ ص ۵۲) الثقات ابن حبان (ج ۸ ص ۴۳) میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۶۶۲ نمبر ۵۲۴۰) بغیۃ الوعاۃ ج ۵ ص ۱۴۴ (ج ۱ ص ۳۳۳ نمبر ۶۳۲)

۵۔ صحیح بخاری (ج ۶ ص ۲۵۶۸) صحیح مسلم (ج ۴ ص ۴۵۱ حدیث ۱۰ کتاب الرویاء) فیض القدیر (ج ۶ ص ۱۳۲ حدیث ۸۶۸۸) الخصائص الکبریٰ (ج ۲ ص ۴۵۲)

۶۹۔ ابوبکر نے رسول خداؐ کو کبھی اندوہگین نہ کیا

خلعی اور ابن مندہ نے سھل بن مالک کے طریق سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر منبر پر فرمایا: لوگو! ابوبکر نے کبھی مجھے اندوہگین نہ کیا۔ اس بات کو جانے بوجھے رہو!!(۱)

اس روایت کے تمام راوی جیسے سہل بن مالک اور خالد بن عمرو اموی، مہمل اور کذاب ہیں (۲)
حافظ محب طبری نے اس کو بطور ارسال مسلم نقل کر ڈالا اور پھر فضائل ابوبکر میں ایک مہمل کا اضافہ کر دیا۔ بعد کے تمام بددیانت مؤلفین نے آنکھ بند کر کے لکھ مارا۔ آگاہ ہو جاؤ یہ بھی جھوٹے ہیں۔

۷۰۔ ابوبکر کی شان میں نازل آیات

عبیدی عمدۃ التحقیق (۳) میں لکھتے ہیں کہ الم میں الف سے ابوبکر مراد ہیں اور لام سے اللہ اور میم سے محمد (۴) بغوی کہتے کہ ﴿واتبع سبیل من اناب الی﴾ سے مراد حضرت ابوبکر ہیں۔ ارباب تفسیر کہتے ہیں: ﴿ولا یاتل اولو الفضل منکم السعة﴾ سے مراد حضرت صدیق ہیں۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: فضائل کے لاف و گزاف کی یہ انتہا تھی اور اسی پر بس کیا جاتا ہے یاروں نے ابوبکر کی شان میں اتنی آیتوں کی بھرمار کر دی ہے کہ تحریف کا مفہوم بھی شرمندہ ہے۔ اسی فحش غلو کا ایک حصہ ملا حسن آفندی کے یہ اشعار ہیں۔

ان قدر الصدیق جل فاضحی — کل مدح مقصرا عن علاہ
لیت شعری ماقیمة الشعر فیمن — جاء فی محکم الکتاب ثناہ
کل من فی الوجود یبغی رضا — اللّٰہ تعالیٰ واللّٰہ یبغی رضاہ

۱۔ ریاض النضرۃ ج۱ ص۱۲۷ (ج۱ ص۱۶۰) الاصابہ ج۲ ص۹۰ (نمبر۳۵۵۲)
۲۔ تھذیب التھذیب (ج۳ ص۹۳) العلل ومعرفۃ الرجال (ج۳ ص۲۵۴ نمبر۵۱۲۲) التاریخ (ج۳ ص۵۱۸ نمبر۲۵۳۶) معرفۃ الرجال (ج ص۶۰ نمبر۸۵) التاریخ الکبیر (ج۳ ص۱۶۴ نمبر۵۶۳) الجرح والتعدیل (ج۳ ص۳۴۳ نمبر۱۵۵۱) کتاب الضعفاء والمتروکین (ص۹۵ نمبر۱۷۴) کتاب المجروحین (ج۱ ص۲۸۳) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج۳ ص۳۱ نمبر۵۹۳)
۳۔ عمدۃ التحقیق ص۱۳۴ (۲۲۸)　　۴۔ تفسیر بغوی (ج۳ ص۴۹۲)

مدح میں یہ تین اشعار بھی دیکھئے:

ان ذکر الصدیق ما دار الا ملا الکون هیبۃً و وقارا

صاحب الغار کان للسید المختار والله صاحباً افختارا

تاه فی ذکره الوجود فلولا هیبۃً منه او قرته سطارا

اب ذرا دولت ابوبکر پر نظر ڈالتے چلئے اس لئے کہ انھوں نے دولت ہی کی وجہ سے رسولؐ پر احسانات کئے اور ان کے احسان کے بوجھ تلے تمام مسلمان دبے ہوئے ہیں۔ یہ دولت ایک لاکھ اوقیہ بیان کی جاتی ہے۔

چنانچہ امام نسائی (۱) نے حضرت عائشہ کا بیان نقل کیا ہے کہ مجھے اپنے باپ کی دولت پر ناز تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک لاکھ اوقیہ تھا" چالیس درھم کا ایک اوقیہ ہوتا ہے" ان کے گھر میں تین سو ساٹھ تخت تھے۔ ہر تخت پر ہزاروں دینار کی تھیلیاں تھیں" اسی کو شیخ زین العابدین مکرمی نے بھی نقل کیا ہے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جس کے پاس اتنی دولت ہو لازمی بات ہے کہ حشم وحزم ہوگا، کئی منزلہ عمارت ہوگی بے اندازہ کھیت و باغات ہوں گے نوکروں کی ریل پیل ہوگی۔ اونٹ گھوڑے ہوں گے مجھے نہیں معلوم کہ اتنی جائداد و دولت کہاں تھی اس قدر دولت تو بادشاہوں کے پاس بھی نہ ہوتی ہوگی کیا وہ سب تخت ایک ہی کوٹھے پر رکھے ہوئے تھے؟ وہ بالا خانہ کسقدر لمبا چوڑا ہوگا۔ بڑے بڑے صحرا میں سما جائیں، ابوبکر روز ہی منتظر ہوں گے کہ مہمان آ کر میری دولت کا مشاہدہ کریں، ہم تو کہیں سیرت و تاریخ میں ہلکا سا بھی اس قسم کا واقعہ نہیں پاتے ہفتہ، مہینہ یا سال میں ایک بار ہی کوئی بزم سجائی ہوتی۔ جس میں لوگوں کی دعوت کی ہوگی تاریخ کو چپ کیوں لگ گئی...؟

سیکڑوں سال کے بعد عبیدی ہی کیوں منمنائے۔ اور وہ بھی اس طرح کے جھوٹ کا پول کھل گیا پوچھا جا سکتا ہے کہ آخر وہ کیا کاروبار کرتے تھے کہ اس قدر دولت ہاتھ آ گئی صدیقۂ طاہرہ جناب فاطمہ علیہا السلام نے تو قریش کی معاشی حالت کا نقشہ کھینچا ہے کہ ﴿کنتم تشربون الطرق وتقتاتون الورق

۱۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۳۱ (ج ۳ ص ۳۷۵ نمبر ۶۸۲۳) تھذیب التھذیب ج ۸ ص ۳۲۵ (ج ۸ ص ۲۹۱)

..﴾تم گندا پانی پیتے تھے اور درخت کے پتے چباتے تھے۔ تمھیں ڈر تھا کہ لوگ تمھیں اچک نہ لے جائیں تو خدا نے رسولؐ کے ذریعے اس سے نجات دی (۱)

ماوردی نے اعلام النبوہ (۲) میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں ان دونوں کی حالت یہ تھی کہ رسول خداؐ مسجد میں آئے تو ابوبکر و عمر کو دیکھا۔ پوچھا: تم اس وقت کیوں نکلے ہو؟ جواب دیا: ہمیں بھوک نے نکالا ہے۔ پھر ہیثم بن تیھان کے یہاں گیہوں یا جو کی روٹی کھائی۔ پھر یہ عائشہ نے جاہلی عہد میں دولت سے بھرا باپ کا زمانہ کہاں سے پالیا؟ وہ تو مبعث کے چار پانچ سال بعد پیدا ہوئیں۔ (۳) اگر یہ خیالی قصر صحیح ہوتا تو ابوقحافہ بھوک سے نہ مرتے، وہ عبداللہ بن جدعان کے یہاں دعوت کے منادی تھے، اجرت ملتی تو پیٹ بھرتے۔

اگر ابوبکر کے پاس دولت ہوتی تو ہجرت کے موقع پر آٹھ سو درہم میں دو سواری خرید کر رسولؐ کے ہاتھ اسی قیمت پر ایک سواری نہ بیچتے۔ (۴)

رسول ﷺ نے یا تو اس لئے لے لیا کہ ابوبکر کی مالی حالت اچھی نہ تھی، یا اس لئے کہ آپ اپنی گردن پر کسی کا احسان نہیں لینا چاہتے تھے۔

خلیفہ ہونے کے بعد سر پر کپڑوں کی گٹھری رکھ کر بیچنے چلے تو عمر اور ابوعبیدہ نے پوچھا: کہاں چلے؟ کہا: بازار جا رہا ہوں۔ کہا گیا کہ خلیفہ ہو کر یہ دھندا؟ ابوبکر نے کہا: پھر بال بچوں کا پیٹ کیسے پالوں گا؟

۱۔ بلاغات النساء ص۱۳ (۲۴) اعلام النساء ج۳ ص۱۲۰۸ (ج۴ ص۱۱۷)

۲۔ اعلام النبوۃ ص۱۳۶ (ص۲۲ باب ۲۰)

۳۔ الاصابۃ ج۴ ص۳۵۹ (نمبر۷۰۴) صحیح بخاری باب زواج عائشہ (ج۳ ص۱۴۱۵ حدیث ۳۶۸۳) تاریخ ابن عساکر ج۱ ص۳۰۴ (ج۳ ص۱۹۷) استیعاب (القسم الرابع ص۱۸۸۲ نمبر۴۰۲۹)

۴۔ طبقات ابن سعد ج۱ ص۲۱۲ (ج۱ ص۲۲۸) البدایۃ والنھایۃ ج۳ ص۱۷۷، ۱۷۸ (ج۳ ص۲۱۸، ۲۲۰) صحیح بخاری ج۶ ص۴۷ (ج۳ ص۱۴۱۹ حدیث ۳۶۹۲) تاریخ طبری ج۲ ص۲۴۵ (ج۲ ص۳۷۶) سیرۃ ابن ہشام ج۲ ص۹۸، ۱۰۰ (ج۲ ص۱۳۱) طبقات ابن سعد ج۱ ص۲۱۳ (ج۱ ص۲۲۸) البدایۃ والنھایۃ ج۳ ص۱۸۴، ۱۸۸ (ج۳ ص۲۲۵، ۲۳۱)

کہا گیا کہ گھر پر جایئے ہم آپ کا روزینہ مقرر کئے دیتے ہیں....(۱)

پھر بھلا کہاں سے یہ دولت آ گئی کہ خدا کی راہ میں انفاق کر ڈالا۔ تاریخ میں تو کہیں پتہ نہیں'' کسی مہم یا غزوہ میں خرچ کیا۔؟ مکے میں تو ضرورت نہ تھی ابوطالب آپ کے کفیل تھے۔ بعد میں خدیجہ کی دولت آ گئی۔ ہجرت کے بعد لشکر کی تیاری وغیرہ میں ضرورت پڑی اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ننھیال والوں نے سنبھال لیا۔ اس وقت تو ابوبکر کے پاس پانچ سو سے زیادہ درھم تھا بھی نہیں۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے چار درہم خدا کی راہ میں خرچ کیا رات دن، علانیہ اور چھپا کر تو آیت اتری ﴿الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیة﴾ (۲) حالت رکوع میں انگوٹھی دی تو آیت ولایت اتر گئی۔ (۳) آپ نے اور آپ کے اہل وعیال نے مسکین، یتیم

۱۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن ج ۳ ص ۱۳۰، ۱۳۱ (ج ۳ ص ۱۸۴، ۱۸۵) صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۹۷ (ج ۱ ص ۲۵۷) السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۳۸۸ (ج ۳ ص ۳۵۹)

۲۔ المعجم الکبیر (ج ۱۱ ص ۸۰ حدیث ۱۱۱۶۴) تاریخ ابن عساکر (حالات امام علی نمبر ۹۱۸، ۹۱۹، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۸ ص ۹) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۳۴۷ (ج ۳ ص ۲۲۵) تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۱۸۵ (ج ۱ ص ۱۴۱) تفسیر کشاف ج ۱ ص ۲۸۶ (ج ۱ ص ۳۱۹) تفسیر کبیر رازی ج ۲ ص ۳۶۹ (ج ۷ ص ۸۳) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۲۶، درمنثور ج ۱ ص ۳۶۳ (ج ۲ ص ۱۰۱، ۱۰۰) تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۰۸ (ج ۱ ص ۲۰۱) فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۵ (ج ۱ ص ۲۹۴) تفسیر آلوسی ج ۳ ص ۴۸۔

۳۔ ذخائر العقبیٰ ص ۱۰۲، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۷۱، نقض العثمانیۃ (ص ۳۱۹) تفسیر طبری ج ۶ ص ۱۸۶ (مجلد ۴ ج ۶ ص ۲۸۸) اسباب النزول سیوطی (ص ۸۱) المعجم الاوسط (ج ۷ ص ۱۳۰ حدیث ۶۲۲۸) احکام القرآن جصاص ج ۲ ص ۵۴۲ (ج ۲ ص ۴۴۶) معرفۃ اصول الحدیث حاکم ص ۱۰۲، تفسیر ماوردی (ج ۲ ص ۴۹) اسباب نزول واحدی ص ۱۴۸ (ص ۱۳۳) مناقب ابن مغازلی (ص ۳۱۴، ۳۱۱ حدیث ۳۵۸، ۳۵۴) شواھد التنزیل (ج ۱ ص ۱۳۱ نمبر ۲۳۵) تفسیر ابوالحسن طبری (ج ۳ ص ۸۴) تفسیر قرطبی (ج ۶ ص ۱۴۳) تفسیر معالم التنزیل بغوی مطبوع برحاشیہ تفسیر خازن (ج ۲ ص ۴۷) تفسیر کشاف ج ۱ ص ۴۲۲ (ج ۶ ص ۶۴۹) مناقب خوارزمی ص ۱۷۸ (ص ۲۶۴، ۲۶۶ حدیث ۲۴۶، ۲۴۸) تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲ ص ۳۰۵) ریاض النضرۃ (ج ۳ ص ۱۸۲) جامع الاصول ابن اثیر (ج ۹ ص ۴۷۸ حدیث ۶۵۰۳) مطالب السؤول ص ۳۱ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۷۵ (ج ۱۳ ص ۲۷۷ خطبہ ۲۳۸) کفایۃ الطالب ص ۱۰۶ (ص ۲۲۹ باب ۶۱، ص ۲۵۰، باب ۶۲) تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۳۴۵ (ج ۱ ص ۲۷۲) مطالع الانظار ص ۴۷۷، ۴۷۹ تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۹۶ (ج ۱ ص ۴۷۵) نظم درر السمطین (ص ۸۶) المواقف ایجی ج ۳ ص ۲۷۶ (۴۱۱) شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۸۸ (ج ۵ ص ۲۷۲) شرح المواقف (ج ۸ ص ۳۶۰) درمنثور ج ۲ ص ۲۷۶ (ج ۳ ص ۱۰۵) صواعق محرقہ ص ۲۴ (ص ۴۱) شرح مواقف (ج ۸ ص ۳۶۰) فتح القدیر شوکانی (ج ۲ ص ۵۳)۔

اور اسیر کو کھانا دیا تو ﴿ ویطعمو ن الطّعام علی...... ﴾ نازل ہو گیا لیکن ابوبکر نے اپنا تمام مال راہ خدا میں خرچ کر ڈالا اور ایک بھی آیت نہ اتری۔ کیوں؟ کیا آپ سمجھے؟

تفسیر بیضاوی (۱) میں ہے اور زمخشری نے کشاف (۲) میں لکھا ہے کہ:

﴿ الذین ینفقو ن ا موالھم با للیل و النھا ر سرا و علانیة فلھم اجر ھم ﴾ (۳)

ابوبکر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جبکہ انھوں نے چالیس ہزار دینار خرچ کئے دس ہزار دن میں، دس ہزار رات میں اور دس دس ہزار خفیہ اور علانیہ اس مرسل روایت کا تنہا راوی سعید بن مسیتب ہے۔ یہ کمینہ حضرت علیؑ کا سخت دشمن تھا۔ اس نے جو اڑائی تو بہت اونچی۔ کہاں علیؑ نے چار درھم دیئے اور کہاں اس نے ابوبکر کیلئے چالیس ہزار دینار بنا ڈالے" تمام مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت ہجرت کے فورا بعد نازل ہوئی ہے (۴) اس وقت ابوبکر کے پاس پانچ یا چھ سو درھم سے زیادہ نہ تھا۔

اس آیت کے متعلق ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت عمر نے بعد ابوبکر خطبہ دیا کہ سمجھ لو کہ کنجوسی نفاق کا شعبہ ہے اس لئے اپنی بھلائی کیلئے خرچ کرو کہاں ہیں وہ اصحاب جن کے متعلق یہ آیت اتری ﴿ الـذین یـنـفـقـو ن فـی سـبـیـل لـلـه سـراو عـلانیة ﴾ اس میں کہیں بھی ابوبکر کا نام نہیں لیا گیا۔ (۵)

ایک دوسرے صاحب نے کہا ہے کہ سعید بن مسیتب کے مطابق یہ آیت عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف کے متعلق اتری ہے۔ انھوں نے جیش العسر ہ یعنی غزوۂ تبوک میں دولت خرچ کی تھی (۶) عقیدت کے اندھوں میں رازی بھی ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ تبوک میں عثمان اور عبدالرحمٰن کے لئے آیت

۱۔ نقض العثمانیہ (ص ۳۱۸) نوادر الاصول ص ۶۴ (ج ۱ ص ۱۵۴ اصل ۴۴) کفایۃ الطالب ص ۲۰۱ (ص ۳۲۵، ۳۴۸، باب ۹۷) العقد الفرید ج ۳ ص ۴۷، ۴۲ (ج ۵ ص ۵۹) روح المعانی آلوسی (ج ۲۹ ص ۱۵۷) اسباب النزول واحدی ص ۳۳۱ (ص ۲۹۶) تفسیر کشاف ج ۲ ص ۵۱۱ (ج ۴ ص ۶۷۰) مناقب خوارزمی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۸۷ نمبر ۸۷۵) تفسیر کبیر رازی ج ۸ ص ۲۷۶ (ج ۳۰ ص ۲۴۴) مطالب السؤول ص ۳۱ تذکرۃ الخواص (ص ۳۱۶، ۳۱۳) تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۵۷۱ (ج ۲ ص ۵۵۲) ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۰۷، ۲۲۷ بھجۃ النفوس ج ۴ ص ۲۲۵ تفسیر خازن ج ۴ ص ۳۵۸ (ج ۴ ص ۳۳۹) درمنثور ج ۶ ص ۲۹۹ (ج ۸ ص ۳۷۱)

۲۔ تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۱ ص ۱۰۷) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۲۵ تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۹۱ (ج ۱ ص ۳۱۹) فتح القدیر شوکانی ج ۱ ص ۱۶۱ (ا ص ۲۷)

۳۔ بقرہ ۲۷۴ ۴۔ تفسیر کشاف ج ۱ ص ۲۸۶ (ج ۱ ص ۳۱۹)

۵۔ تفسیر آلوسی ج ۳ ص ۴۸ ۶۔ فتح القدیر شوکانی ج ۱ ص ۲۶۵ (ج ۱ ص ۲۹۴) تفسیر آلوسی ج ۳ ص ۴۸

اتری (۱) جبکہ ہر شخص جانتا ہے کہ مدینہ کے ابتدائی زمانے میں یہ آیت اتری تھی (۲) پھر تبوک ۹ھ میں واقع ہوا پھر عثمان کے متعلق یہ کیسے ٹھونک دی گئی۔

اس کے علاوہ حلیہ ابونعیم (۳) اور مستدرک حاکم (۴) میں دو روایتیں نقل کی گئی ہیں جن سے ابوبکر کی دولت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ یہ دونوں روایات سند کے لحاظ سے مہمل اور غیر معتبر ہیں کیونکہ حلیہ کی سند میں محمد بن احمد وراق (۵)، ابراہیم بن عبداللہ مخزومی (۶)، سلمہ بن حفص سعدی (۷) اور مستدرک کی سند میں احمد بن عبدالجبار (۸) اور محمد بن اسحاق (۹) ہیں جو غیر معتبر ہیں ابونعیم نے حلیۃ ج ۱ ص ۳۲ پر ہشام بن سعد (۱۰) اور عبداللہ (۱۱) بن عمر عمری سے روایت کی ہے اور دونوں ہی ضعیف ہیں۔

ہم لگاتار ان کو نصیحت کرتے رہے تاکہ وہ لوگ عبرت حاصل کریں اور جب کسی سے بری بات سنی تو اس سے کنارہ کش رہے اور کہا کہ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ اور تمھارے اعمال تمھارے ساتھ، تم پر سلام ہے ہم پر سلام ہے ہم جاہلوں کے صحبت کے خواہاں نہیں۔ (۱۲)

۱۔ تفسیر کبیر رازی (ج ۷ ص ۴۵)

۲۔ تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۱ ص ۱۰۷) تفسیر خازن ج ق ص ۱۹، فتح القدیر شوکانی ج ۱ ص ۱۶ (ج ۱ ص ۲۷

۳۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۲، ۴۔ المستدرک علی الصحیح ۳ ص ۵ (ج ۳ ص ۶ حدیث ۴۲۶۷)

۵۔ لسان المیزان ج ۵ ص ۵۱ (ج ۵ ص ۶۰ بنمبر ۶۹۵۷) ۶۔ لسان المیزان ج ۱ ص ۷۲ (ج ۱ ص ۶۵ نمبر ۱۹۴)

۷۔ کتاب المجروحین (ج ۱ ص ۳۳۹) لسان المیزان ج ۳ ص ۶۷ (ج ۳ ص ۸۱ نمبر ۳۸۳۲)

۸۔ الجروح والتعدیل (ج ۲ ص ۶۲ نمبر ۹۹) الکامل فیض عفاء الرجال (ج ۱ ص ۱۹۱ نمبر ۳۰ تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۶۳ (نمبر ۲۰۰۴) تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۵۱ (ج ۱ ص ۴۴)

۹۔ التاریخ (ج ۳ ص ۲۴۷ نمبر ۱۱۵۸) کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی (ص ۲۱۱ نمبر ۵۳۸) میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۴، ۲۱ (ج ۳ ص ۴۶۸ نمبر ۷۱۹۷) کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی (ص ۲۱۱ نمبر ۵۳۸) ج ۹ ص ۳۶، ۳۸ (ج ۹ ص ۴۰، ۳۴)

۱۰۔ العلل ومعرفۃ الرجال (ج ۲ ص ۵۰۷ نمبر ۳۳۴۳) التاریخ (ج ۳ ص ۱۹۵ نمبر ۸۹۳) معرفۃ الرجال (ج ۱ ص ۷۰ نمبر ۱۵۸) الجرح والتعدیل (ج ۹ ص ۶۱ نمبر ۲۴۱) کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۲۴۲ نمبر ۶۴۰) طبقات ابن سعد (القسم المتمم ص ۳۳۵ نمبر ۲۷۴) تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۴۰ (۱۱ ص ۳۷)

۱۱۔ کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی (۱۴۶ نمبر ۳۴۱) طبقات ابن سعد (القسم المتمم ص ۳۶۷ نمبر ۲۸۸) الجرح والتعدیل (ج ۵ ص ۱۰۹ نمبر ۴۹۹) کتاب المجروحین (ج ۲ ص ۶) التاریخ الکبیر (ج ۵ ص ۱۴۹ نمبر ۴۴۱) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۲۷ (ج ۵ ص ۲۸۵)

۱۲۔ سورۂ قصص ۵۱ و ۵۵۔

فضائل عمر میں غلو

ہم نے جلد ششم میں خلیفہ ثانی کی نفسیاتی حالت اور فقہی، علمی، اور عملی صلاحیتوں کا مختلف جہات سے تجزیہ کیا تھا۔ اور بتایا کہ خلیفہ اول کے اقتدار سے قبل تک ان کی مفلسی انھیں دو کوڑی کا بنائے ہوئے تھی تخت خلافت ملتے ہی لاف وگزاف کے انبار لگ گئے۔ ان کا ایک زمانہ تھا کہ وادی ضجنان کے آس پاس اونٹ چرایا کرتے تھے کام میں کوتاہی پر مار کھایا کرتے تھے (۲) کچھ دن اپنے باپ کے ساتھ لنگوٹی باندھے لکڑی کا گٹھر اٹھاتے تھے بازار عکاظ میں ڈنڈا ہاتھ میں لیکر بچوں کو ادھر ادھر بھگاتے تھے۔ اس وقت حقارت سے انھیں عمیر کہا جاتا تھا۔ (۳)

اسلام لانے کے بعد بھی کچھ دنوں تک دلالی پیشہ کیا۔ بازار میں تالیاں بجانے کا شغل حدیث وقرآن سے باز رکھتا تھا (۴) پھر کچھ دنوں تک بقیع کے قبرستان سے درخت کے پتے توڑ کر بیچتے تھے (۵) مجھے

۲۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۴۲۸ (القسم الثالث ص ۱۱۷۵ نمبر ۱۸۷۸) ریاض ج ۲ ص ۵۰ (ج ۲ ص ۳۲۵، ۳۲۴) تاریخ ابو الفدا ج ۱ ص ۱۶۵، الخلفاء، نجار ص ۱۱۳ لسان العرب ج ۱۷ ص ۱۱۲ (ج ۸ ص ۹۲۴ تاج العروس ج ۹ ص ۲۶۳

۳۔ الاستیعاب مطبوع برحاشیہ الاصابہ ج ۴ ص ۲۹۱ (القسم الرابع ص ۱۸۳۱ نمبر ۳۳۴۲) الاصابہ ج ۴ ص ۲۹۰ (۳۶۱) الفتوحات الاسلامیہ ج ۲ ص ۴۱۳ (ج ۲ ص ۲۷۲)

۴۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۳۴ (ج ۴ ص ۳۶۱) حدیث ۳۶ کتاب الآداب) صحیح بخاری ج ۳ ص ۸۳۷ مطبوعہ ہند (ج ۲ ص ۷۲۷ حدیث ۱۹۳۶) مسند احمد ج ۳ ص ۱۹ (ج ۳ ص ۳۹۶ حدیث ۱۰۷۶۱) سنن داری ج ۳ ص ۲۷۴، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۴۰ (ج ۴ ص ۳۴۶ حدیث ۵۱۸۲) مشکل الآثار ج ۱ ص ۴۹۹، سنن بیہقی ج ۷ ص ۶۹، تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۱۲۶ (ج ۱۴ ص ۸۴) ج ۱ ص ۲۷۹ (ج ۲ ص ۵۶۹ حدیث ۴۷۴۴، ۴۷۳۶) الاتقان ج ۲ ص ۴۲۲ (ج ۳ ص ۷۴)

۵۔ تفسیر طبری ج ۱ ص ۷ (مجلد ۷ ج ۱۱ ص ۸) المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۳۰۵ (ج ۳ ص ۳۳۵ حدیث ۵۳۲۹) تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۲۳۸ (ج ۸ ص ۱۵۲، ۱۵۱) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۳ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۳۶ (ج ۲ ص ۳۰۴) درمنثور ج ۳ ص ۲۶۹ کنز العمال ج ۱ ص ۲۸۷ (ج ۲ ص ۶۰۵ حدیث ۴۸۵۸ ، ص ۵۹۷ حدیث ۴۸۲۳) فتح القدیر شوکانی ج ۲ ص ۳۷۹ (ج ۲ ص ۳۹۸) روح المعانی ج ۱۱ ص ۸

نہیں معلوم کہ اس درمیان کب وہ اتنے وقیع ہو گئے تھے کہ ابن جوزی کے مطابق زمانہ جاہلیت میں قبائل کی جنگوں میں سفارت کا کام انجام دیتے تھے (۱) استیعاب میں ذرا کچھ بڑھا کے بیان کیا گیا ہے کہ جب قبائل باہم مفاخرت کرتے تو حضرت عمر ہی کو اپنا نمائندہ بناتے۔ (۲) کیا ان قریش کو اتنی بھی عقل نہ تھی کہ بڑے بڑے طراروں، بہادروں اور عقلندوں کو چھوڑ کر معمولی آدمی کو سفیر اور نمائندہ بنایا کرتے تھے انھیں یہ بھی سمجھ نہ تھی کہ کس کو اپنا سفیر بنا رہے ہیں۔ سفیر کو تو بھیجنے والے کی عقل وعظمت کا نمائندہ ہونا چاہئے دراصل اندھی بہری عقیدت نے یہ سب افسانے تراشے ہیں، جلد پنجم میں تو کچھ غلو کے مہمل نمونے پیش کئے گئے ہیں یہاں مزید کچھ نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

ان کے علم کے متعلق ابن مسعود سے ایک روایت ہے کہ اگر زندہ عربوں کا علم ایک پلے میں رکھا جائے اور دوسرے میں عمر کا علم رکھا جائے تو علم عمر کے مقابلہ میں عربوں کا علم نو بٹے دس ہے محب طبری کے الفاظ میں ہے کہ زمین والوں کا علم دوسرے پلے میں رکھا جائے تو علم عمر کا پلہ بھاری ہو جائے۔ (۳)

ا۔ علم عمر کے متعلق اقوال

۲۔ خدیجہ کہتی ہیں: تمام لوگوں کا علم دامن عمر کی دانش سے مستعار ہے۔ (۴)

۳۔ مسروق کہتے ہیں میں نے اصحاب محمد کے علم کا قریب سے مطالعہ کیا میں نے دیکھا کہ وہ چھ آدمیوں سے حاصل کرتے ہیں، علی، عبداللہ، عمر، زید، ابوداؤد، ابی کعب، پھر میں نے ان چھ کے علم کا قریب سے مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ انکا علم علی وعبداللہ تک منتہی ہوتا ہے۔ (۵)

ا۔ سیرۂ عمر ابن جوزی ص ٦ (ص ۹ باب ۵)

۲۔ الاستیعاب (القسم الثالث ص ۱۱۴۵ نمبر ۱۸۷۸) المنتظم ج ٦ ص ۳۳۲ (ج ۴۴ ص ۱۱۸ نمبر ۲۸۸۳)

۳۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۸٦ (ج ۳ ص ۹۲ حدیث ۴۴۹۷) الاستیعاب ج ۲ ص ۴۳۰ (القسم الثالث ص ۱۱۵۰، ۱۱۴۹ نمبر ۱۸۷۸) ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۸ (ج ۲ ص ۲۷۴) اعلام الموقعین ابن قیم ص ٦ (ج ۱ ص ۱٦) تاریخ الخمیس ج ۲ ص ۲٦۸ (ج ۲۴۰۲) عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۱۰

۴۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۴۲۰ (القسم الثالث ص ۱۱۴۹ نمبر ۱۸۷۸) اعلام الموقعین ص ٦

۵۔ اعلام الموقعین ص ٦ (ج ۱ ص ۱٦)

۴۔شعبی کہتے ہیں: جب لوگوں میں اختلاف ہوتا تو قول عمر کو اختیار کرتے۔(۱)

۵۔ابن مسیب کہتے ہیں: رسول ﷺ کے بعد میں نے عمر سے زیادہ کسی کو دانشور نہ پایا۔(۲)

۶۔ایک تابعی کا قول ہے؛ میں نے عمر کے علم کا قریب سے مطالعہ کیا ہے ان کے سامنے فقہا بچے معلوم پڑتے ہیں۔(۳)

۷۔خلد اسدی کہتا ہے: میں نے عمر کا قریب سے جائزہ لیا ہے قرآن اور دین خدا کے متعلق کسی میں اتنی بصیرت نہ پائی۔(۴)

اس سے زیادہ بات کو طول دینا مناسب نہیں، صرف آپ میری الغدیر کی جلد ششم دیکھ لیجئے۔آپ کو اس مہمل لاف وگزاف کی حقیقت اچھی طرح معلوم ہو جائے گی، پھر یہ کہ انسان اپنے نفس کے متعلق دوسروں سے زیادہ واقف کار ہے۔

۲۔عمر سب سے بڑے قاری اور فقیہ

رسول خداؐ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ قرآن عمر کے سامنے پڑھوں۔(۵) ابن مسعود کہتے ہیں: عمر میں ہم لوگوں سے زیادہ پرہیزگاری اور قرآن کی تلاوت کا علم تھا (۶) نیز انھوں نے زید بن وہب سے کہا کہ میرے سامنے عمر کی طرح تلاوت کرو کیونکہ ہم لوگوں سے زیادہ قرآن کے واقف کار اور دین خدا کے فقیہ تھے۔(۷)

یہ تھیں مقطوع سندوں کے ساتھ مرسل روایات۔حاکم اور ذھبی نے اسے نقل کر کے صحیح ہونے کا فیصلہ نہیں دیا ہے۔گویا وہ سند کے باطل ہونے کا قطعی علم رکھتے تھے۔پھر یہ کہ واقعی اگر انھیں عنایت الٰھی

۱۔اعلام الموقعین ص ۶ ۲۔اعلام الموقعین ص ۷ (ج ۱ ص ۲۰)

۳۔اعلام الموقعین ص ۷ (ج ۱ ص ۲۰) ۴۔ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۸ (ج ۲ ص ۲۷۴)

۵۔نوادر الاصول ص ۵۸ (ج ۱ ص ۱۴۲ اصل ۴۳)

۶۔المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۸۶ (ج ۳ ص ۹۲ حدیث ۴۴۹۸)

۷۔ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۸ (ج ۲ ص ۲۷۴)

شامل حال ہوتی تو فقہی بصیرت کے ساتھ غزوات میں ان پر عمل بھی ہوتا۔ اگر وہ اعلم وافقہ تھے تو صرف سورۂ بقرہ کی تعلیم میں بارہ سال کیوں لگ گئے (۱) قرآنی احکامات سے جاہل کیوں تھے۔ (۲) مثلاً تیمم کا حکم، (۳) چھ ماہ کا بچہ جننے (۴) پر سنگساری کا حکم دے دیا، اب (۵) کے معنی نہیں جانتے تھے۔ حجراسود کے فائدہ ونقصان پہونچانے کا پتہ نہ تھا۔ حیات دنیا کے طیبات سے جاہل تھے قرآن کے معارض کلام سے جاہل تھے۔ زانیہ مضطرہ کو سنگسار کرنے کا حکم دیدیا۔ (۶) کوہ لگاتے ہوئے دیوار پھاند گئے۔ اور تین گناہ کے مرتکب ہوئے۔ (۷) کلالہ کا مطلب عمر بھر نہ سمجھ سکے۔ (۸) میت پر رونے سے عذاب کے

۱۔ شعب الایمان بیہقی (ج ۲ ص ۳۳۱ حدیث ۱۹۵۷) تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۳۴ (ج ۱ ص ۳۰، ۳۱) سیرۂ عمر ابن جوزی ص ۱۶۵ (ص ۱۷) شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۱۱ (ج ۱۲ ص ۶۶ خطبہ ۲۲۳) درمنثور ج ۱ ص ۲۱)

۲۔ تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۱ ص ۱۰۷)

۳۔ صحیح مسلم باب تیمم (ج ۱ ص ۳۵۵ حدیث ۱۱۲ کتاب الحیض) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۵۳ (ج ۱ ص ۸۸ حدیث ۳۲۲) سنن ابن ج ۱ ص ۲۰۰ (ج ۱ ص ۱۸۸ حدیث ۵۶۹) مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۵، ۳۱۹ (ج ۵ ص ۳۲۹، ۳۱۷ حدیث ۱۷۸۶، ۱۸۴۰۳) سنن نسائی ج ۱ ج ۱ ص ۵۹، ۶۱ (ج ۱ ص ۱۳۴ حدیث ۳۰۵، ۳۰۳) سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۹

۴۔ درمنثور ج ۶ ص ۴۰ (ج ۷ ص ۴۴۲) جامع بیان العلم ابن عبدالبر ص ۱۵۰ (۳۱۱ حدیث ۱۵۶۲)

۵۔ طبقات ابن سعد (ج ۳ ص ۳۲۷) شعب الایمان (ج ۲ ص ۴۲۴ حدیث ۲۲۸۱) تفسیر طبری ج ۳۰ ص ۳۸ (مجلد ۱۵ ج ۳۰ ص ۵۹) المستدرک علی الصحیحین ج ۲ ص ۵۱۴ (ج ۲ ص ۵۵۹ حدیث ۳۸۹۷) تفسیر کشاف ج ۳ ص ۲۵۳ (ج ۴ ص ۷۰۴) درمنثور ج ۶ ص ۳۱۷ (ج ۸ ص ۴۲۱) کنز العمال ج ۱ ص ۲۲۷ (ج ۲ ص ۳۲۸) (۴۱۵۴) فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۳۰) ج ۱۳ ص ۲۷۲، ۲۷۰) تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۷۳، النھایہ ابن اثیر ج ۱ ص ۱۰ (ج ۱ ص ۱۳)

۶۔ الطرق الحکمیہ ابن قیم جوزیہ ص ۵۳، کنز العمال ج ۳ ص ۹۶ (ج ۵ ص ۴۵۶ حدیث ۱۳۵۹۶)

۷۔ ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۴۶ (ج ۲ ص ۳۱۹) شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۶۱، ج ۳ ص ۹۶ (ج ۱ ص ۱۸۲ خطبہ ۳، ج ۱۲ ص ۱۷ خطبہ ۲۲۳) درمنثور ج ۶ ص ۹۳ (ج ۷ ص ۵۶۸) الفتوحات الاسلامیہ ج ۲ ص ۴۷۷ (ج ۲ ص ۳۱۱)

۸۔ صحیح مسلم کتاب الفرائض ج ۲ ص ۳ (ج ۳ ص ۴۲۸ حدیث ۹) مسند احمد ج ۱ ص ۴۸ (ج ۱ ص ۷۹ حدیث ۳۴۳) سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۶۳ (ج ۲ ص ۹۱۰ حدیث ۲۷۲۶) احکام القرآن جصاص ج ۲ ص ۱۰۶ (ج ۲ ص ۸۷) سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۲۴، ج ۸ ص ۱۵۰، تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲۹ (ج ۶ ص ۲۱) تفسیر طبری ج ۶ ص ۳۰ (مجلد ۴ ج ۶ ص ۴۴) تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۲۵۱ (ج ۲ ص ۷۵۷) کنز العمال ج ۶ ص ۲۰ (ج ۱۱ ص ۸۰ حدیث ۳۰۶۹۲) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۹۴

قائل تھے۔ گویا وہ ﴿لا تزر وازرۃ﴾ کی آیت جانتے ہی نہ تھے۔(۱) متعہ الحج اور متعہ النساء کو جہالت میں حرام قرار دیا(۲)

کیا جو شخص اعلم وافقہ ہوگا، قرآن کی بصیرت ہوگی اس سے ایسی فاحش بدحواسیاں ہوسکتی ہیں؟ اگر واقعی دانا ترین انسان تھے تو صحیح سند کے ساتھ انکا یہ قول کیوں منقول ہے جسے قرآن کے متعلق کچھ پوچھنا ہو وہ ابی بن کعب کے پاس جائے، حلال وحرام کی بات معاذ سے پوچھے اور جنھیں فرائض کے متعلق پوچھنا ہے وہ زید بن ثابت کے پاس جائے۔

۳۔شیطان عمر کے ڈر سے بھاگتا ہے

بریدہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگ سے واپس آئے، تو ایک سیاہ فام کنیز نے آپ سے عرض کی: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے نذر مانی تھی کہ اگر آپ صحیح وسالم واپس آجائیں تو آپ کے سامنے ڈھول بجا کر گیت گاؤں گی، فرمایا: اگر تو نے نذر مانی ہے تو کر لے ورنہ ایسا نہ کر۔ وہ ڈھول بجا کر گانے لگی، ابوبکر آئے تب بھی ڈھول بجاتی رہی، علیؑ وعثمان آئے اور وہ ڈھول بجاتی رہی، جب عمر آئے تو وہ ڈھول کو نیچے رکھ کر اس پر بیٹھ گئی، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر واقعی تم سے شیطان بھاگتا ہے کیوں کہ میں بیٹھا ہوا تھا، ابوبکر وعلیؑ وعثمان آئے اور وہ ڈھول بجاتی رہی تم آئے تو اسے روک کر نیچے رکھ لیا۔

۱۔مسند احمد ج۱ص ۳۲۷، ۳۳۵ (ج۱ص ۳۹۳، ۵۵۱ حدیث ۲۱۲۸، ۳۰۹۳) المستدرک علی الصحیحین ج ۳ص ۱۹۰ (ج ۳ص ۲۱۰ حدیث ۴۸۶۹) مسند ابی داؤد طیالسی ص ۳۵۱ الاستیعاب ج ۲ص ۴۸۲ (القسم الثالث ص ۱۰۵۶ نمبر ۱۷۷۹) سنن نسائی (ج ۱ ص ۶۱۰ حدیث ۱۹۸۶) سنن ابن ماجہ (ج۱ص ۵۰۵ حدیث ۱۵۸۷

۲۔صحیح مسلم ج۱ص ۳۹۵، ۴۶۷ (ج ۳ کتاب الحج ص ۵۶ حدیث ۱۴۵، ۱۹۴ کتاب النکاح حدیث ۱۷) سنن بیہقی ج ۵ص ۲۱، ۷ص ۲۰۶ مسند احمد ج ۳ص ۳۵۶، ۳۶۳ (ج ۴ص ۳۲۵ حدیث ۱۴۴۲۰) ص ۳۳۷ حدیث ۱۴۵۰۰) کنز العمال ج ۸ ص ۲۹۳ (ج۱۶ص ۵۲۰، ۵۲۱ حدیث ۴۵۷۲۰، ۴۵۷۲۵) احکام القرآن جصاص ج ۲ص ۱۷۸ (ج ۲ص ۱۴۷) تفسیر کبیر رازی ج ۳ص ۲۶ (ج ۱۰ص ۵۱) درمنثور ج۱ص ۲۱۶ (ج۱ص ۵۲۰) مسند ابی داؤد طیالسی ص ۲۴۷، البیان والتبیین جاحظ ج ۲ص ۲۲۳ (ج ۲ص ۱۹۳) تفسیر قرطبی ج ۲ص ۳۷۰ (ج ۲ص ۲۶۱) محاضرات راغب ج ۲ص ۹۴ (مجلد ج ۲ص ۲۱۴)

مسند احمد میں ہے کہ واقعی تم سے شیطان بھاگتا ہے۔'' جابر کی روایت ہے کہ رسول ﷺ کے سامنے ڈھول بج رہا تھا، ابوبکر آئے تو رسول نے نہیں روکا، جب عمر آئے تو ڈھول بجنے کو روکا، عائشہ نے عرض کی: یہ تو حلال تھی جب عمر آئے تو حرام ہوگئی۔ فرمایا: سب کا مزاج یکساں نہیں ہوتا۔ مسند احمد (۱) جامع ترمذی (۲) اسے لکھ کر فرماتے ہیں: عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ اس بارے میں عمر ابوبکر سے افضل ہیں اور ابوبکر اس معاملے میں شبیہ رسول ﷺ ہیں لیکن رسول خدا ﷺ نے یہاں دو امروں اور درجوں کو جمع کیا، پس ابوبکر درجۂ رحمت پر اور عمر درجہ حق پر فائز تھے۔ مندرجہ ذیل کتب میں روایت ہے۔ (۳)

۲۔ عائشہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ بیٹھے تھے، اتنے میں ڈھول بجنے اور بچوں کے گانے کی آواز آئی رسول نے اٹھکر دیکھا تو حبشیوں کا ناچ تھا، فرمایا، عائشہ دوڑ کر ادھر آ دیکھ، میں رسول ؐ کے کاندھے پر چڑھ کر دیکھنے لگی، رسول ﷺ نے فرمایا: ابھی دل نہیں بھرا؟ میں کہتی جاتی: نہیں۔ اتنے میں عمر آئے تو لوگ ناچ سے ادھر ادھر چلے گئے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ عمر سے انسانوں اور جنوں کے شیطان بھاگتے ہیں۔ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح وحسن وغریب ہے۔ (۴)

۳۔ مسند احمد (۵)، ابوداؤد طیالسی (۶) میں بھی ہے کہ حبشیوں کے ناچ کو عمر نے ڈانٹ کر ہٹا دیا۔ رسول ﷺ نے فرمایا:

اے عمر! جانے بھی دو یہ ناچنے والی چھوکریاں ہیں۔

۱۔ مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۳ (ج ٦ ص ۴۸۵ حدیث ۲۲۴۸)

۲۔ سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۹۳ (ج ۵ ص ۵۸۰ حدیث ۳۶۹۰)

۳۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۷۷، اسد الغابہ ج ۴ ص ٦۴ (ج ۴ ص ۱٦۱ نمبر ۳۸۲۴) نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۷۱ (ج ۸ ص ۱۱۹) مشکاۃ المصابیح ص ۵۵۰ (ج ۳ ص ۳۴۳ حدیث ٦۰۴۸) نوادر الاصول ص ۵۸، ۱۳۸ (ج ۱ ص ۱۴۴، ۱۴۳، ۱۴۳) اصل ۴۳، ص ۲۹۸ اصل ۱۰۰)

۴۔ سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۹۴ (ج ۵ ص ۵۸۰ حدیث ۳٦۹۱) مصابیح السنۃ ج ۲ ص ۲۷۱ (ج ۴ ص ۱۵۹ حدیث ۴۷۳۷) مشکاۃ المصابیح ۵۵۰ (ج ۳ ص ۳۴۳ حدیث ٦۰۴۹) ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۰۸ (ج ۲ ص ۲۵۵)

۵۔ مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۸ (ج ۲ ص ۵۹۴ حدیث ۸۰۱۹)

٦۔ مسند ابی داؤد طیالسی ص ۲۰۴

۴۔ اللمع (۱) میں ابو نصر طوسی لکھتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ عائشہ کے گھر آئے تو وہاں دو چھوکریاں گا رہی تھیں اور ڈھول بجا رہی تھیں، آپ نے منع کیا، جب عمر آئے تو غصے میں کہا: کیا ناچ گانا رسولؐ کے گھر میں ہوگا؟ رسول ﷺ نے فرمایا: اے عمر جانے بھی دو ہر قوم کی عید ہوتی ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

ان کی سندوں اور ترمذی کے صحیح و حسن ہونے کے فیصلوں پر پھٹکار اور شاعر نیل کے ان اشعار پر بھی لعنت جو واقعہ کو نظم کر کے فضائل عمر میں شمار کرتا ہے، کیونکہ اس میں عمر کی فضیلت و ہیبت نکلتی ہے لیکن تقدیس نبوت کا ستیاناس ہوتا ہے۔ کون نبی ہوگا کہ ناچ گانا کو شوق سے دیکھے پھر اپنی بیوی کو بھی دیکھائے اور پوچھتا جائے کہ دل بھرا کہ نہیں؟ حالانکہ ناچ گانے کو شریعت نبوی میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ حدیث ابو امامہ میں ہے کہ گانے والی کنیزوں کی خرید و فروخت حرام ہے، کنیزوں کو گانا نہ سکھاؤ اس تجارت میں برکت نہیں ہے ،اس کا پیسہ حرام ہے۔ اس کے بارے میں آیت ہے ﴿و من النا س من یشتری لھو الحدیث﴾

یہی نظریہ طبری، بغوی، ابن منصور، احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن ابی شیبہ، ابن مردویہ، طبرانی، بیہقی، ابن ابی وغیرہ کا ہے۔ (۲)

خود حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ کنیزوں کو گانا سکھانا حرام ہے اسکی خرید و فروخت اس کا روپیہ سب حرام ہے" اور بعض ایسے ہیں جو بے ہودہ قصے کہانیوں کی خرید کرتے ہیں تا کہ بغیر سمجھے بوجھے لوگوں کو خدا کی راہ سے بہکا دیں اور آیات خدا سے مسخرا پن کرائے"(۳)

۱۔ اللمع ص ۲۷۴ (ص ۳۴۵ نمبر ۱۵۳)

۲۔ مسند احمد (ج ۶ ص ۳۳۵ حدیث ۲۱۶۶۵، ص ۳۵۴ حدیث ۲۱۷۷۷ ص ۳۳۳ حدیث ۲۱۷۱۵، ص ۳۶۰ حدیث ۲۱۸۰۴) سنن ترمذی (ج ۳ ص ۵۷۹ حدیث ۱۲۸۲) سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۷۳۳ حدیث ۲۱۶۸) مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۶ ص ۳۰۹ حدیث ۱۱۷۱) المعجم الکبیر (ج ۸ ص ۱۸۰ حدیث ۷۷۴۹) سنن بیہقی (ج ۶ ص ۱۴) تفسیر طبری ج ۲۱ ص ۳۹ (مجلد ۱۱ ج ۲۱ ص ۶۰) تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۵۱ (ج ۱۴ ص ۳۶) تلبیس ابلیس ص ۲۴۷ (نقد العلم والعلماء ص ۲۳۲، ۲۳۳) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۴۲ تفسیر خازن ج ۳ ص ۳۶ (ج ۳ ص ۴۳۸) ارشاد الساری ج ۹ ص ۱۶۳ (ج ۱۳ ص ۳۵۰) درمنثور ج ۵ ص ۱۵۹ (ج ۶ ص ۵۰۴) فتح القدیر شوکانی ج ۴ ص ۲۲۸ (ج ۴ ص ۲۳۶) نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۶۳ (ج ۸ ص ۱۱۲) تفسیر روح المعانی آلوسی ج ۲۱ ص ۶۸

۳۔ درمنثور ج ۵ ص ۱۵۹، فتح القدیر شوکانی ج ۴ ص ۲۲۸، تفسیر روح المعانی آلوسی ج ۲۱ ص ۶۸

''درمنثور، تفسیر شوکانی، تفسیر آلوسی'' اور ابن مسعود اور جابر اور قتادہ قسم کھا کر اس آیت کا مطلب یہی بیان کرتے تھے کہ اس سے مراد گانا ہے لھوالحدیث کا مطلب گانا۔ بتانے والوں میں ابن عباس، ابن عمر، عکرمہ، سعید، مجاہد، مکحول، عمرو بن سعیب میمول، قتادہ، نخعی، عطا، علی بن بذیمہ، اور حسن سرفہرست ہیں، چنانچہ اسکی روایت ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا، ابن منذر، حاکم، بیہقی، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، فریابی اور ابن عساکر کی ہے۔ (۱)

اس کے علاوہ سورۂ نجم میں ﴿وانتم سامدون﴾ (۲) ''اور تم اس قدر غافل ہو'' ارشاد خدا ابلیس سے ﴿واستفزز من استطعت منهم بصوتك﴾ (سورۂ اسراء ۶۴)، اس میں جس پرانی چکنی چپڑی بات سے قابو پا سکے اور بہکانے اور پنے چیلوں کے لشکر سوار اور پیادے سب سے چڑھائی کرنے'' سے مراد گانا اور باجہ وغیرہ ہے۔ گانے اور باجے کے متعلق احادیث میں بڑی سرزنش ہے (۳) حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: گانے والوں کے شانوں کے دونوں طرف خدا دو شیطان مسلط کر دیتا ہے، جب تک وہ خاموش نہ ہو یہ شیطان اس پر سوار رہتے ہیں۔ (۴)

اس طرح علامہ امینیؒ سولہ نے احادیث عبدالرحمٰن بن عوف، عمر بن خطاب، ابوموسی اشعری، ابن عباس، عبداللہ بن عمر، انس، ابوداؤد، ابوامامہ، حضرت علیؑ، ابوھریرہ، ابن منکدر، ابن مسعود اور معاویہ سے نقل کی ہے۔ اہلسنت کے چاروں مکاتب فکر بھی غنا کے حرام ہونے پر متفق ہیں، ابوحنیفہ گانا حرام اور اس

۱۔ تفسیر طبری ج ۲۱ ص ۳۹، ۴۱ (مجلد ۱۱ ج ۲۱ ص ۶۱) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۵ شعب الایمان بیہقی (ج ۴ ص ۲۷۸ حدیث ۵۰۹۶) المستدرک علی الصحیحین ج ۲ ص ۴۳۱ (ج ۲ ص ۴۴۵ حدیث ۳۵۴۲) تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۵۱، ۵۲، ۵۳ (ج ۱۴ ص ۳۷، ۳۶) نقد العلم والعلماء ابن جوزی ص ۲۴۶ (تلبیس ابلیس ص ۲۳۱) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۴۱، ۴۴۲ ارشاد الساری ج ۹ ص ۱۶۳ (ج ۱۳ ص ۳۵۰) تفسیر خازن ج ۳ ص ۴۶۰

۲۔ ادب مفرد بخاری (ص ۲۱۶ حدیث ۸۰۶) سنن بیہقی (ج ۱۰ ص ۲۱۷) کنز العمال ج ۷ ص ۳۳۳ (ج ۱۵ ص ۲۱۹ حدیث ۴۰۶۶۴) فیض القدیر ج ۵ ص ۳۶۵ (حدیث ۷۲۴۱)

۳۔ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۰۴ (ج ۴ ص ۲۸۱ حدیث ۴۹۲۴) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۲ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۰۶، ۲۸۴ (ج ۲۶ ص ۲۶۹ نمبر ۳۰۶۸، ج ۲۷ ص ۳۵ نمبر ۳۱۵۳)

۴۔ اعلام النبوۃ ماوردی ص ۱۴۰ (۲۱۲، ۲۱۱ باب ۱۹)

کا سننا گناہ کہتے ہیں، امام مالک بھی منع کرتے ہیں، شافعی فقہاء بھی حرام کہتے ہیں اور جو لوگ (ابو طیب) اس کو جائز کہتے ہیں ان پر تنقید کی ہے۔ ابن صلاح فاتم، محاسبی، نحاس اور قفال سبھی حرام کہتے ہیں۔(۱)

عمر بن عبد العزیز نے اپنے غلام کو خط لکھا کہ مجھے معتبر اہل علم کی بات معلوم ہے کہ باجے اور سامان غنا، نیز گانے بجانے سے دل میں کس طرح نفاق پرورش پاتا ہے، جس طرح پانی سے گھاس اگتی ہے۔ گانے کے متعلق یہ بھی اقوال ہیں کہ یہ دل کا جاسوس ہے مروت چرالیتا ہے عقل ماری جاتی ہے، دل سیاہ ہوتا ہے، خواہشوں کی بھیڑ بھاڑ شروع ہو جاتی ہے، اور پھر لیچر اور رعونت پیدا ہونے لگتی ہے، وقار عقل وایمان ختم ہو جاتا ہے، علم و حکمت سبھی ختم ہو جاتے ہیں گانا سننے سے عقل وحیاء کم ہونے لگتی ہے(۲) یہ تو گانے کی حالت بیان ہوئی، اب کیا کسی عقل میں یہ بات سما سکتی ہے کہ، رسول اعظم ﷺ نے اپنے سامنے اس کا اہتمام کیا ہوگا، جبکہ وہ معصوم تھے، بھلا وہ شیطان کیسا ہے جو رسول ﷺ سے نہیں ڈرتا اور عمر سے ڈرتا ہے، آخر کون رسول ﷺ گانا بجانا سنے گا اور اجنبی چھوکریوں کا ناچ دیکھے گا؟ اور پھر یہ کہے کہ مجھے بیہودہ باتوں سے ذرا بھی لگاؤ نہیں۔ (۳) رسول تو باجہ اور گانا دیکھ رہے ہیں سن رہے ہیں، اور نافع اور ابن عباس انھیں کی حدیث نقل کر رہے ہیں کہ حرام ہے، کیا رسول کے حبشی کا ناچ دکھانے اور عائشہ کو کاندھے پر چڑھانا تعجب کی بات نہیں۔؟ پھر یہ کہ عمر کے ڈانٹنے پر فرماتے ہیں جانے بھی دوائے عمر

۱۔ تفسیر طبری ج ۸ ص ۴۸ (مجلد ۱۳ ج ۲۷ ص ۸۲) تفسیر قرطبی ج ۱۷ ص ۱۲۲ (ج ۱۷ ص ۸۰) نقد العلم والعلماء ابن جوزی ص ۲۴۶ • تلبس ابلیس (ص ۲۳۱) نھایۃ ابن اثیر ج ۲ ص ۱۹۵ (ج ۲ ص ۲۱۲) الفائق زمخشری ج ۱ ص ۳۰۵ (ج ۲ ص ۱۹۹ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۶۰، تفسیر خازن ج ۴ ص ۲۱۲ (ج ۴ ص ۲۰۱) درمنثور ج ۶ ص ۱۳۲ (ج ۷ ص ۶۶۷) تاج العروس ج ۲ ص ۳۸۱، فتح القدیر شوکانی ج ۵ ص ۱۱۵ (ج ۵ دص ۱۱۸) تفسیر روح المعانی آلوسی ج ۲۷ ص ۲۷، لیل الاوطار ج ۸ ص ۲۶۳

۲۔ تفسیر طبری ج ۱۵ ص ۸۱ (مجلد ۹ ج ۱۵ ص ۱۱۸) تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۲۸۸ نقد العلم والعلماء ص ۲۴۷ (تلبس ابلیس ص ۲۳۲) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۹ تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۷۸ (ج ۳ ص ۱۷۰) تفسیر نسفی ج ۳ ص ۱۷۸ (ج ۲ ص ۳۲۰) تفسیر ابن جزری کلبی ج ۲ ص ۱۷۵، تفسیر فتح القدیر ج ۳ ص ۲۳۳ (ج ۳ ص ۲۴۱) تفسیر روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۱۱

۳۔ تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۵۳ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۴۱۱ (ج ۳ ص ۳۹۰، ۳۹۱) نقد العلم والعلماء ابن جوزی ص ۲۴۸ (۲۳۲) تفسیر خازن ج ۳ ص ۴۶۰ (ج ۳ ص ۴۳۸) تفسیر نسفی مطبوع بر حاشیہ تفسیر خازن ج ۳ ص ۴۶۰ (ج ۳ ص ۲۷۸) ارشاد الساری ج ۹ ص ۱۶۴ (ج ۱۳ ص ۳۵۱) درمنثور ج ۵ ص ۱۵۹ (ج ۶ ص ۵۰۶) تفسیر فتح القدیر ج ۴ ص ۲۲۸ (ج ۴ ص ۲۳۶)

علیؑ کے اقوال موجود ہیں کہ رسول قبل بعثت بھی عصمت سے سرفراز تھے، پھر یہ حرام کام کیسے کر رہے ہیں، جبکہ خود نبی اعظم ہیں۔

اسکے علاوہ جو حرام کام کیلئے نذر کی جائے اس کا پورا کرنا بھی حرام ہے حدیث ہے **لا نذر فی معیصته ولا نذر فیما لا یملك ابن آدم** گناہ کے کاموں کی نذر صحیح نہیں اور نہ ایسی نذر صحیح ہے جس پر انسان کا اختیار نہ ہو اور اسکے قابو سے باہر ہے۔(۱)

اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث ہیں (۲) کیا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس معصیت کی نذر کی طرف متوجہ نہیں تھے۔؟

سب سے زیادہ تعجب تو اس بات پر ہوتا ہے کہ خود حضرت عمر غنا پر ڈانٹ رہے ہیں جبکہ عمدۃ القاری (۳) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ گانے بجانے کو جائز سمجھتے تھے ان میں عثمان ،عبد الرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن عمر، معاویہ، عمرو عاص، نعمان بن بشیر اور حسان کے ساتھ خود حضرت عمر بھی شامل ہیں، شوکانی نیل الاوطار (۴) میں لکھتے ہیں کہ جو لوگ غنا کو جائز سمجھتے تھے ان میں عمر بھی تھے۔ مبرد، بیہقی، ابن منظور، اور ابن عساکر نے صراحت کی ہے۔(۵)

۱۔سنن بیہقی ج ۱۰ص ۲۲۴ نقد العلم والعلماء ص ۲۴۶، ۲۴۲ (تلبس ابلیس ص ۲۳۱، ۲۲۸) تفسیر قرطبی ج ۱۴ص ۵۱، ۵۲، ۵۵، ۵۶، (ج ۱۴ص ۳۹، ۳۶) درمنثور ج ۵ص ۱۵۹ (ج ۶ص ۵۰۷، ۵۰۴) عمدۃ القاری ج ۵ص ۱۶۰ (ج ۶ص ۲۷۱) تفسیر روح المعانی آلوسی ج ۲۱ص ۶۸، ۶۹

۲۔سنن بیہقی ج ۱۰ص ۲۲۳، نقد العلم والعلماء ص ۲۵۰ (تلبس ابلیس ص ۲۳۶، ۲۳۵) تفسیر کشاف ج ۲ص ۴۱۱ (ج ۳ص ۳۵۱) تفسیر قرطبی ج ۱۴ص ۵۲ (ج ۱۴ص ۳۹، ۳۶) ارشاد الساری ج ۹ص ۱۶۴ (ج ۱۳ص ۳۵۱) درمنثور ج ۵ص ۱۵۹، ۱۶۰ (ج ۶ص ۵۰۶) کنز العمال ج ۷ص ۳۳۳ (ج ۹ص ۱۶۴ (ج ۱۵ص ۲۱۹ حدیث ۴۰۶۵۹) تفسیر خازن ج ۳ص ۴۶ (ج ۳ص ۴۳۸) تفسیر فتح القدیر ج ۴ص ۲۳۶) نیل الاوطار ج ۸ص ۲۶۴ (ج ۸ص ۱۱۹، ۱۱۳) تفسیر روح المعانی ج ۲۱ص ۶۷، ۶۸

۳۔صحیح بخاری ج ۹ص ۲۲۵، ۲۲۶ (ج ۶ص ۲۴۶۳ حدیث ۶۳۱۸، ص ۲۴۶۴ حدیث ۶۳۲۲) سنن ترمذی ج ۱ص ۲۸۸ (ج ۴ص ۸۸ حدیث ۱۵۲۶)

۴۔عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ص ۱۶۰ (ج ۶ص ۲۷۲)

۵۔نیل الاوطار ج ۸ص ۲۷۲ (ج ۸ص ۱۱۵)

کنز العمال(۱) میں ہے کہ اصحاب رسول نے گلوکار خوات بن جبیر کا گانا سننے کی عمر سے اجازت چاہی تو انھوں نے اجازت دے دی، وہ گانے لگا تو عمر نے تعریف کی۔ رباح ،عثمان بن نائل، زبیر بن بکار، سائب بن یزید وغیرہ کا بیان ہے کہ سفر میں عمر نے خود اجازت دی تا کہ سفر مزے سے طے ہو سکے۔(۲) ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے سامنے ایک چھوکری گا رہی تھی، ابوبکر و عمر آئے وہ گاتی رہی لیکن جب عثمان آئے تو چپ ہوگئی۔(۳) آگے حیائے عثمان کی بحث میں مفصل تذکرہ آئے گا۔

اب ذرا شاعر نیل کی بکواس پر غور فرمایئے، جس نے عمر کے کوڑے کو عصائے موسیٰ سے تشبیہ دی ہے کیا اس لئے کہ اس سے کبار صحابہ زخمی ہوئے، رونے والی عورتوں کی پیٹھ لہولہان ہوئی، ابوبکر پر روتی ام فروہ نے مار کھائی، عصر کے بعد نماز پڑھتے ہوئے تمیم داری اور زید جہنی نے مار کھائی۔ کسی نے آیت کا مطلب پوچھا یا کسی کا نام ابوعیسیٰ پڑ گیا تو اس نے مار کھائی، اس کے علاوہ بھی بے شمار مواقع پر کوڑے برسے (۴) کوئی ایسا بھی ہے جسکی باتیں دنیا میں تم کو بھلی معلوم ہوتی ہیں اور اپنی نیک نیتی پر بار بار خدا کو گواہ ٹھراتا ہے مگر حقیقت میں وہ بدترین دشمن حق ہوتا ہے۔

۴۔ عمر کی چار کرامتیں

۱۔ مصر فتح ہونے کے بعد وہاں کے لوگ عمرو عاص کے پاس آئے، ایک عجمی مہینہ شروع ہو چکا تھا، کہنے لگے اے حاکم! اس دریائے نیل کا مخصوص انداز ہے جس کے بغیر یہ جاری نہیں ہوتا، پوچھا کیا انداز ہے۔؟ کہنے لگے اس مہینے کی تیرہ تاریخ ایک دوشیزہ کو بنا سنوار کر اس کے باپ کی اجازت سے اس میں ڈال دیتے ہیں، عمرو نے کہا یہ طریقہ اسلام میں مناسب نہیں چنانچہ ماہ بوز گذر گیا اور دریائے نیل جاری۔

۱۔ نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۷۲ (ج ۸ ص ۱۲۰) لسان العرب ج ۱۹ ص ۳۷۴ (ج ۱۰ ص ۱۳۵) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۴، استیعاب ج ۱ ص ۱۷۰ (القسم الثانی ص ۴۵۷ نمبر ۶۸۶) الاصابہ ج ۱ ص ۴۵۷ نمبر ۲۲۹۸) کنز العمال ج ۷ ص ۳۳۵ (ج ۱۵ ص ۲۲۸ حدیث ۴۰۶۹۷ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۱۶۳ (ج ۲۵ ص ۴۸۳ نمبر ۳۰۵۱) ۹ کنز العمال ج ۷ ص ۳۳۶ (ج ۱۵ ص ۲۲۹ حدیث ۴۰۷۰۰)

۲۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۴، استیعاب ج ۱ ص ۱۸۶ (القسم الثانی ص ۴۸۶ نمبر ۷۴۶)

۳۔ مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۳، ۳۵۴ ۴۔ دیوان حافظ ابراہیم (ج ۱ ص ۹۴)

نہ ہوا، عمرو نے صورتحال کو عمر کے پاس لکھ بھیجا، عمر نے جواب دیا تم نے درست کام کیا ہے کیونکہ اسلام نے جاہلی باتوں کو یکسر ختم کر دیا ہے، میں اس خط میں ایک تحریر بھیج رہا ہوں اسے دریائے نیل میں ڈال دینا، عمرو نے دیکھا کہ اس میں لکھا ہوا تھا، بندۂ خدا عمر کی طرف سے رود نیل کی طرف۔

اما بعد؛ اگر تو اپنے انداز پر جاری رہا ہے تو اب مت جاری ہونا اور اگر خدائے واحد وقہار کے حکم سے جاری ہوتا ہے تو ہم خدا ہی سے تیرے جاری ہونے کا سوال کرتے ہیں۔ والسلام

جب یہ تحریر یوم صلیب سے قبل دریا میں ڈالی گئی تو اب سیلاب کا زمانہ آنے کیوجہ سے وہاں سے کوچ کرنے کی سوچ رہے تھے، کیونکہ وہاں صرف پانی ہی پانی آتا تھا، لیکن سولہ ہاتھ پانی کھسک گیا خدا نے اس کے بعد آج تک اہل مصر کو اس مصیبت سے نجات دے دی ہے۔

۲۔ تفسیر رازی میں ہے کہ مدینہ میں زلزلہ آیا، عمر نے کوڑا مارا اور کہا: خدا کے حکم سے ٹھہر جا وہ فورا ٹھہر گئی اس کے بعد آج تک مدینہ میں زلزلہ نہیں آیا۔

۳۔ تفسیر رازی میں ہے کہ مدینہ میں آگ لگ گئی، جو بجھتی نہ تھی عمر نے تحریر بھیجی: اے آگ خدا کے حکم سے خاموش ہو جا وہ فورا خاموش (بجھ) ہو گئی۔

۴۔ محاضرۃ الاوائل میں ہے سب سے پہلا زلزلہ ۱۶ھ میں آیا، یہ حضرت عمر کا عہد تھا، عمر نے یہ کہہ کے نیزہ زمین پر مارا: اے زمین ٹھہر جا کیا میں تجھ پر انصاف نہیں کر رہا ہوں، وہ فورا ٹھہر گئی اس طرح عمر کے چار کرامات، عناصر اربعہ کی طرح ظاہر ہوئے، مٹی، پانی پر تصرف رود نیل سے، ہوا پر کرامت یا ساریۃ الجبل سے، آگ لگنے سے اس دیہات میں جس کے لئے عمر نے نام بدلنے کو کہا اور اس نے نام نہیں بدلا، چنانچہ تبصرۃ الادلہ میں اس کی تفصیل ہے۔(۱)

۱۔ فتوح الشام واقدی ج ۲ ص ۴۴ (ج ۲ ص ۶۹) تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۷۸ (ج ۲۱ ص ۸۸) سیرۂ عمر ابن جوزی ص ۱۵۰ (ص ۱۵۷، ۱۵۵ باب ۵۵) ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۲ (ج ۲ ص ۲۷۸) البدایۃ والنھایۃ ج ۷ ص ۱۰۰ (ج ۷ ص ۱۱۴ حوادث سنہ ۱۹ ھ) تاریخ الخلفاء ص ۸۶ (ص ۱۱۹، ۱۱۷) محاضرۃ الاوائل سکتواری ص ۱۶۸ خزانۃ الاسرار ص ۱۳۲ (ص ۹۳) اخبار الدول وآثار الاول قرمانی مطبوع بر حاشیہ الکامل ج ۱ ص ۲۰۳ (ج ۱ ص ۲۸۸) الروض الفائق ص ۲۴۶، الفتوحات الاسلامیۃ ج ۲ ص ۴۳۷ (ج ۲ ص ۲۸۲) نو الابصار ص ۶۲ (۱۲۸، ۱۲۷) ج وھرۃ الکلام قراعولی ص ۴۴

علامہ امینیؒ کا تبصرہ

روایت نیل کا راوی تو صرف عبداللہ بن صالح ہے جو پکا جھوٹا تھا۔ احمد بن حنبل، ابن صالح، نسائی، ابن مدینی وغیرہ (۱) سبھی جھوٹا سمجھتے ہیں اس شخص نے جابر سے ایک روایت کی ہے، خدا نے میرے اصحاب کو منتخب فرمایا: تمام عالمین میں سوائے انبیاء و رسل کے اور پھر اصحاب میں چار کو منتخب کیا ابوبکر، عمر، عثمان، علی، یہ چاروں میرے بہترین اصحاب ہیں جبکہ میرے سبھی اصحاب اچھے ہیں۔ صاحب میزان الاعتدال (۲) نے اس روایت کے موضوع ہونے کی نشاندھی کی ہے امام رازی (۳) نے جس عہد میں عمر کے زلزلے کی بات کی ہے اس کا تاریخوں میں کہیں پتہ نہیں، پھر یہ کہ تاریخوں میں موجود ہے کہ عہد عمر کے بعد بھی مدینہ میں زلزلے آئے چنانچہ تاریخ بن کثیر میں (۴) ۶۵۴ کے عظیم زلزلے کی خبر ہے اور یہ جو ۲۰ھ میں اول زلزلے کی خبر ہے تو تاریخ خمیس (۵) میں ہے کہ ۶ھ میں زلزلے آنا تو رسولؐ نے فرمایا تمھیں اسی سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے، ساریۃ الجبل کے متعلق سید محمد بن درویش حوت (۶) کہتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے واحدی اور بیہقی نے فضائل بڑھانے کے لئے لکھ مارا ہے، اسکے علاوہ دیہات جلنے کا واقعہ بھی جھوٹ ہے۔

۵۔ عمر امیر المومنین بن گئے

واقدی نے ابوحمزہ (ابوحرزہ) محمد بن ابراہیم، اور ابوعمر سے روایت کی ہے: عائشہ سے پوچھا کہ عمر کا نام امیر المومنین کس نے رکھا؟ عائشہ نے کہا: رسول خداﷺ نے۔ (۷)

۱۔ العلل و معرفۃ الرجال (ج ۳ ص ۲۱۲ نمبر ۴۹۱۹) کتاب الضعفاء و المتروکین (ص ۱۴۹ نمبر ۳۵۱) کتاب المجروحین (ج ۲ ص ۴۰ ضعفاء الرجال (ج ۴ ص ۲۰۸ نمبر ۱۰۱۵)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۶ (ج ۲ ص ۴۴۲ نمبر ۴۳۸۳)

۳۔ منقول از البدایۃ والنھایۃ ج ۱۲ ص ۱۸۸ (ج ۱۲ ص ۲۳۳ حوادث ۵۱۵ھ)

۴۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۱۳ ص ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲ (ج ۱۳ ص ۲۲۰)

۵۔ تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۵۶۵ (ج ۱ ص ۵۰۲)

۶۔ اسنی المطالب ص ۲۶۵ (ص ۵۵۳ حدیث ۱۷۶۴)

۷۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۷ ص ۱۳۷ (ج ۷ ص ۱۵۴ حوادث ۲۳ھ)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

ابو حرزہ قصہ گو ہے جس نے رسول ﷺ کی جانب جھوٹی باتیں منسوب کر کے عمر کی برتری وفضیلت کو ثابت کیا ہے تا کہ سننے والوں کی توجہات کو مبذول کر سکے۔اسے تاریخ جھٹلانے کی پرواہ نہ تھی حاکم نے بطریق ابن شہاب لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے ابوبکر ابن سلیمان سے پوچھا کہ ابوبکر کو تو خلیفہ پکارا جاتا تھا، یہ عمر امیر المومنین کیسے ہو گئے تھے انھوں نے کہا مجھ سے شفا نے بیان کیا جو اول مہاجرین میں تھے کہ عمر نے گورنر عراق کو لکھا کہ عراق سے دو آدمیوں کو بھیجوں تا کہ وہاں کے حالات پوچھوں اس نے لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو بھیجا وہ دونوں مسجد میں آ کر اپنی سواری باندھنے لگے اور عمرو عاص سے کہا کہ ذرا امیر المومنین سے باریابی کی اجازت طلب کرلو، عمرو نے کہا: واللہ تم نے صحیح نام رکھا، عمر امیر ہیں اور ہم لوگ مومنین ہیں جھپٹ کے پہونچے اور کہا: السلام علیک یا امیر المومنین، عمر نے پوچھا: عاص کے بیٹے یہ نام کہاں سے مل گیا۔؟ اسنے کہا لبید اور عدی نے سواری باندھتے ہوئے کہا کہ ذرا امیر المومنین سے اجازت طلب کرلو واللہ انھوں نے صحیح کہا، ہم لوگ مومنین ہیں اور آپ امیر ہیں۔اس دن سے تحریر وتقریر میں یہ نام جاری ہو گیا۔(۱) تاریخ طبری (۲) میں ہے کہ حسان کوفی نے کہا: لوگ عمر کو خلیفہ یا خلیفہ رسول کہہ کر پکارتے تھے۔عمر نے کہا: اس سے بات طول پکڑتی جائے گی اور ہر نئے خلیفہ پر خلیفہ خلیفہ بڑھتا چلا جائیگا، بلکہ معاملہ یہ ہے کہ میں امیر ہوں اور تم لوگ مومنین، اس لئے آج سے مجھے امیر المومنین کہا کرو۔

مقدمہ تاریخ بن خلدون میں ہے کہ متفقہ بات ہے کہ بعض اصحاب نے عمر کو امیر المومنین کہہ کے خطاب کیا تو عمر نے اچھا سمجھا، سب سے پہلے عبد اللہ بن جحش نے کہا: یا عمرو عاص ومغیرہ نے کہا یا پھر جب برید فتح کی خبر لایا تو پوچھا امیر المومنین کہاں ہیں، عمرو اور دوسرے اصحاب نے اس کو اچھا سمجھا اور کہا: واللہ تم نے صحیح کہا، پھر اس کے بعد خلفاء نے وراثت میں یہ لقب حاصل کرلیا۔(۳)

۱۔المستدرک علی الصحیحین (ج ۳ص ۸۷ حدیث ۴۴۸۰) شرح شواھد المغنی سیوطی ص ۵۷ (ج ۱ص ۱۵۵ نمبر ص ۵۹) تاریخ الخلفا ص ۹۴ (ص ۱۲۹)

۲۔تاریخ طبری ج ۵ص ۲۲ (ج ۴ص ۲۰۸) ۳۔مقدمہ ابن خلدون ص ۲۲۷ (ج ۱ص ۲۸۳ فصل ۳۲)

ان باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ خود عمر نے یا اصحاب نے عمر کا امیر المومنین نام رکھا ہے، رسولؐ نے نہیں ، ہاں؛ دراصل خدا نے حضرت علیؑ کا نام امیر المومنینؑ رکھا ، چنانچہ حلیہ(۱) ابونعیم میں انس سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے انس سے فرمایا: سب سے پہلے جو اس دروازے سے داخل ہوگا ، وہ امیر المومنین ہوگا ، سید المسلمین خاتم الوصیین ہوگا ، انس نے دعا کی: خدایا! وہ انصار میں سے ہو، اتنے میں حضرت علیؑ دروازے سے داخل ہوئے رسول ﷺ نے پوچھا: اے انس کون آیا؟ میں نے کہا: علیؑ، رسول ﷺ خوش ہوگئے باچھیں کھل گئیں، علیؑ کو لپٹا کر پسینہ پوچھنے لگے، علیؑ نے پوچھا: آج جیسا برتاؤ کبھی نہ دیکھا تھا۔ فرمایا: کیوں نہ ہو تم میری امانت اور قرض ادا کرو گے۔

ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ علیؑ رسول ﷺ کا سر زانو پر رکھے تھے رسولؐ سو رہے تھے ، اتنے میں جبریل بصورت دحیہ کلبی آئے اور علیؑ سے کہا: تم امیر المومنین ہو، میں تم سے محبت کرتا ہوں ۔ اسی طرح رسول ﷺ نے ابن عباس اور ام سلمہ سے کہا: گواہ رہو یہ امیر المومنین ہے۔ چنانچہ ابونعیم کی باتوں سے تائید ہوتی ہے کہ ابن عباس نے کہا: قرآن میں جہاں بھی ﴿ یا ایھا الذین امنوا ﴾ ہے اس سے مراد علی ہیں۔ (۲)

۶۔ عمر باطل کو پسند نہیں کرتے

ابونعیم حلیۃ الاولیا (۳) میں اسود بن سریع کی روایت کرتے ہیں کہ میں نے خدمت نبی میں آکر

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۳

۲۔ المعجم الکبیر (ج ۱۱ ص ۲۱۰ حدیث ۱۱۶۸۷) حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۴ (نمبر ۴) ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۰۶ (ج ۳ ص ۱۵۸) کفایۃ الطالب ص ۵۴ (ص ۱۴۰ باب ۳۱) تذکرۃ الخواص ص ۸ (۱۳) درر السمطین (ص ۸۹) صواعق محرقہ ص ۷۶ (ص ۱۲۷ کنز العمال ج ۶ ص ۳۱۹ (ج ۱۱ ص ۶۰۴ حدیث ۳۲۹۲۰) تاریخ الخلفاء ص ۱۱۵ (۱۶۰) تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۷۷ (نمبر ۸۸۷) ج ۴ ص ۳۱۹ (نمبر ۱۹۱۵) المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۲۹، ج ۳ ص ۱۴۰ حدیث ۴۶۴۴) نور الابصار ص (۸۰) ۱۶۳ فرائد السمطین (ج ۱ ص ۱۵۷ حدیث ۱۱۹ باب ۳۲) صواعق محرقہ (ص ۱۲۵)

۳۔ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۶)

کہا: میں خدا کی اور آپ کی ستائش کرتا ہوں۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: خدا کی ستائش کو پسند کرتا ہے۔ میں نے اشعار پڑھنا شروع کیا، اتنے میں ایک طویل القامت اور بلند پیشانی والا آدمی اجازت لے کر آیا، رسول خدا ﷺ نے مجھے چپ کرا دیا، اس نے تھوڑی دیر رسول ﷺ سے بات کی اور چلا گیا، میں پھر شعر پڑھنے لگا، وہ شخص پھر آیا اور آپ نے مجھے چپ کرا دیا، اس طرح دو یا تین بار ہوا، میں نے رسول سے پوچھا: یہ کون ہے کہ جب آتا ہے آپ مجھے چپ کرا دیتے ہیں، فرمایا کہ یہ عمر ہے یہ شخص کبھی باطل کو پسند نہیں کرتا۔

ایک دوسرے طریق سے اسود تمیمی کا بیان ہے کہ یہ شعر پڑھنے لگا تو چھوٹی آنکھ والا شخص آیا اور مجھے رسول ﷺ نے چپ کرا دیا، پوچھنے پر بتایا کہ یہ عمر ہے جو کبھی باطل کو پسند نہیں کرتا۔

تیسری روایت میں ہے کہ تمیمی شخص چیخ پڑا: ہائے، ہائے، یہ کون ہے۔ تو کہا گیا کہ یہ عمر بن خطاب ہیں۔ خدا کی قسم! میں نے اس وقت سمجھا کہ اگر یہ سن لیتا تو میری ٹانگ گھسیٹ کر قبرستان بقیع تک پہونچا دیتا۔

تبصرۂ امینیؒ

ان روایت گڑھنے والوں کی آنکھیں نہیں دل اندھے ہو چکے ہیں، وہ شخص تو حمد خدا اور ستائش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر رہا ہے بھلا اس میں باطل کیا ہے جسے عمر سے پہلے خود رسول روک رہے ہیں؟ کون ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا جو خدا سے نہ ڈرے اور لوگوں سے ڈرے۔ اس شخص کو دیکھئے کہ رسول سے نہیں ڈرتا لیکن عمر سے ڈرتا ہے کہ کہیں قبرستان بقیع تک نہ پہونچا دے، کیا عمر کی نظر میں مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اشعار ہوتے تھے؟ کیا روایت وضع کرنے والے ان باتوں کی طرف متوجہ تھے۔

نہیں جانتا ہے تو ہے یہ مصیبت
اگر جانتا ہے تو آفت بڑی ہے

۷۔ فرشتے عمر سے بات کرتے ہیں

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ سے منقول حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: تم سے قبل بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جو نبی نہیں تھے مگر فرشتے ان سے بات کرتے تھے اگر اس امت میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمر ہیں۔(۱)

اسی بخاری میں حدیث غار کے ذیل میں ہے کہ اگر اس امت میں محدث کوئی ہے تو وہ عمر ہیں یہاں جو''اگر'' استعمال ہوا ہے مثلاً اگر اس امت میں کوئی صدیق ہے۔ تو یہاں نفی کے معنی میں نہیں ہے بلکہ کمال صداقت کے لئے ہے۔(۲)

تبصرۂ امینیؒ

مجھے نہیں معلوم کہ عمر کے پاس فرشتے کیوں آتے تھے، محض بات چیت کرنے یا جانشین رسول کو غلطیوں سے محفوظ رکھنے، یا سوالات کا صحیح جواب سکھانے جس سے وہ قطعی عاری تھے یا مشکل مسائل کا حل بتانے کہ کہیں شریعت مطہرہ کے برخلاف فتویٰ نہ جھونک دیں؟ میں نے قبل کی جلد میں ان کی غلطیوں اور مہمل فتووں کو نقل کیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ داستان ہی مہمل اور بناوٹی ہے، اس کا صحت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

۸۔ عمر کے کفن میں ''قرطاس''

امام حسن و حسین علیہما السلام عمر سے ملنے گئے، وہ کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے متوجہ نہ ہوئے جب انتباہ ہوا تو بڑھ کے دونوں کا بوسہ لیا اور ایک ایک ہزار دیا، گھر جا کر دونوں نے باپ سے بیان کیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ عمر اسلام کا نور ہیں دنیا میں اور

۱۔ صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمر (ج۳ص۱۳۴۹حدیث۳۴۸۶)

۲۔ صحیح بخاری (ج۳ص۱۲۷۹حدیث۳۲۸۲)

جنت والوں کے چراغ ہیں، ان دونوں نے جا کر وہ حدیث عمر سے بیان کی تو عمر نے دوات قلم منگوا کر لکھ لیا کہ مجھ سے حدیث بیان کی سردار جوانان جنت نے اپنے باپ سے اور انہوں نے رسول خداؐ سے ایسا ایسا۔ پھر وصیت کر دی کہ میرے کفن کے ساتھ قبر میں اس کو رکھ دینا۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو دوسرے دن اس کاغذ پر لکھا ہوا تھا کہ حسن و حسین علیہما السلام نے سچ کہا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سچ کہا۔

تبصرۂ امینیؒ

اس خیالی قصے کا مہمل پن اسقدر واضح ہے کہ ابن جوزی کی موضوعات سے سیوطی نے تحذیر الخواص میں نقل کر کے لکھا ہے کہ بے شرمی اور بے حیائی اب اس حد تک پہونچ گئی ہے کہ اس قسم کی مہمل باتیں گڑھی جارہی ہیں اور اسے اکابر فقہا اپنے یہاں نقل کررہے ہیں۔(۱)

میرا بھی خیال ہے کہ خدا ان فضائل کے غلو کی بھرمار کرنے والوں کو غارت کرے ان فقہا کی بھی رگ شرارت کاٹ دے جو عقیدت میں اندھے بہرے ہیں اور عقل سے عاری ہیں۔

۹۔ قلب و زبان عمر

مسند احمد میں نوح بن میمون، عبد اللہ عمری، جہم، مسور بن مخرمہ، ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک خدا عمر کی زبان و دل سے حق کو جاری فرماتا ہے۔(۲)

تبصرۂ امینیؒ

دل کی حالت خدا ہی جانے، لیکن جہاں تک زبان کا تعلق ہے تو امام احمد بن حنبل سے پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا عمر کی زبان سے اس وقت بھی حق جاری ہوا تھا جب رسول قلم و دوات طلب کررہے تھے، تاکہ

۱۔ تحذیر الخواص ص ۵۳ (۲۰۷)

۲۔ مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۱ (ج ۳ ص ۱۱۶ حدیث ۸۹۶۰)

ہدایت کا نوشتہ لکھ دیں، عمر نے کہا کہ یہ شخص ہذیان بک رہا ہے، کیا ترجمان وحی سے ہذیان کی توقع کی جا سکتی ہے؟

کیا ان سو مسائل میں بھی عمر کی زبان سے حق جاری ہوا جنہیں فقہا نے نقل کر کے کہا ہے کہ عمر سے غلطی ہوئی، جہاں تک سند روایت کا تعلق ہے، نوح بن میمون غلطی کرتا تھا۔(۱) عبداللہ عمری کی زیادتی کر دیتا تھا علی بن مدینی کے نزدیک ضعیف تھا، یحیی، یعقوب، نسائی، ابن حبان اور بخاری ضعیف کہتے ہیں۔(۲)

جہم بن جہم کے متعلق ذہبی کہتے ہیں کہ بے وقعت اور غیر معروف آدمی تھا۔

۱۰۔ علم عمر کے متعلق خواب رسولؐ

صحیح بخاری میں حدیث رسول ہے: مجھے خواب میں دودھ کا پیالہ دیا گیا، میں نے پیا یہاں تک کہ میرے ناخنوں میں بھی سرایت کر گیا، پھر میں نے عمر کو دیا، لوگوں نے اس کی تعبیر پوچھی تو فرمایا: علم۔(۳)

اس کی شرح کرتے ہوئے ابن ابی جمرہ بہجۃ النفوس میں کہتے ہیں کہ ذرا اس کی طرف توجہ کیجئے جسے فضلیت کا پیالہ عطا فرمایا گیا کہ اس کے پاس کس قدر قوت علم تک ہے، وہاں تک تو کوئی خلیفہ رسول تک نہ پہونچ سکا، صحابی تو دور کی بات ہے، نہ آئندہ کوئی انسان اس قوت علم پہونچ سکتا ہے۔

تبصرۂ امینیؒ

اس خواب کی نوعیت یہ ہوئی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خواب عمر کے اسلام لانے کے بعد دیکھا عمر

۱۔ صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ج ۵ ص ۸۹ کتاب المناقب باب مناقب عمر ج ۵ ص ۲۵۶ (ج ۳ ص ۱۱۹۹ حدیث ۳۱۲۰، ص ۱۳۴۷ حدیث ۳۴۸۰)

۲۔ ارشاد الساری ج ۵ ص ۲۹۰ (ج ۸ ص ۱۹۸ حدیث ۳۶۸۳)

۳۔ صحیح بخاری ۵ ص ۳۵۵ (ج ۳ ص ۱۳۴۶ حدیث ۳۴۷۸)

اپنے زمانۂ کفر میں تھے تو اس علم سے خالی تھے، ممکن ہے کہ رسول اپنے علم کو صرف عمر سے مخصوص کرنا چاہتے تھے، کیا ایسا شخص آیات قرآنی کا مطلب پوچھنے پر کہہ سکتا ہے کہ مجھے بازاری کاموں کی وجہ سے اس کا مطلب معلوم نہ ہو سکا؟ جسے اس قدر علم ہو وہ کہہ سکتا ہے کہ تمام انسان عمر سے زیادہ علمی بصیرت رکھتے ہیں یہاں تک کہ پردہ نشین عورتیں بھی عمر سے زیادہ جانتی ہیں؟ خدا نے تو انہیں شراب علم پلایا رسول کے ہاتھوں سے اور یہ حضرت، علم سے کورے ہی رہ گئے۔ ان کے فتوؤں سے جہالت ٹپکتی رہ گئی۔

۱۱۔ عمر سے شیطان کا فرار

صحیح بخاری میں دو جگہ پر سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول ﷺ کی خدمت میں عورتیں ہڑبونگ مچائے ہوئے تھیں اتنے میں عمر نے داخل ہونے کی اجازت طلب کی، فوراً تمام عورتیں بھاگ کر پردے میں جا چھپیں۔ رسول ﷺ نے عمر کو آنے کی اجازت دی اور ہنسنے لگے۔ عمر نے پوچھا: خدا کے رسول ﷺ آپ کو خدا ہمیشہ ہنسائے، رسول ﷺ نے فرمایا: یہ عورتیں میرے پاس ہنگامہ کئے ہوئے تھیں، تمہیں دیکھ کر پردہ میں بھاگ گئیں۔

عمر نے کہا: یا رسول اللہؐ! آپ زیادہ حقدار ہیں کہ آپ سے ڈرا جائے پھر عورتوں سے چلا کر کہا: اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول ﷺ سے نہیں ڈرتی ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! تم رسول سے زیادہ فظ وغلیظ (پھوہڑ اور تلخ مزاج ہو) رسول خدا نے فرمایا: خدا کی قسم! ہمیشہ شیطان تمہیں دیکھ کر دوسری راہ پر چلا جاتا ہے۔

تبصرۂ امینیؒ

بے حیا راوی نے اس کو فضائل کے زمرے میں بیان کیا ہے، حالانکہ یاوہ گوئی کے زمرے میں رکھنا چاہئے تھا، وہ ہڑبونگ مچانے والی عورتیں یا تو ازواج رسول ﷺ تھیں یا اجنبی تھیں۔ اگر ازواج تھیں تو رسول ﷺ کی بارگاہ میں انہیں بے تکلف ہونا ہی چاہئے تھا، عمر چونکہ نامحرم اور اجنبی تھے اس

لئے ان سے پردہ کیا۔

دوسری صورت میں بھی اجنبی عورتوں کا بارگاہ رسول ﷺ میں بیٹھنا روا تھا۔ عمر اجنبی تھے اس لئے پردہ کرلیا، یہ کیسی شیاطین تھیں کہ رسول ﷺ کی عظمت کا ڈر نہ تھا اور عمر کی ہیبت سے ڈر گئیں رسول کی نماز میں تو خلل ڈال دیتا ہے۔(۱) لیکن عمر سے بھاگتا ہے۔(۲) چنانچہ طبرانی کی روایت ہے کہ جب سے عمر اسلام لائے شیطان کبھی ان کا سامنا نہیں کرتا، وہ ان کا مطیع ہوگیا ہے۔(۳) کیا اس وقت بھی شیطان عمر کا مطیع تھا، جب وہ فتح مکہ کے سال ابوطلحہ انصاری کے گھر پر شراب پی رہے تھے اور آیت اتری ﴿ فهل انتم منتهون ﴾ آیا تم اب بھی باز نہ آؤ گے۔ عمر چیخ پڑے: انتھینا انتھینا، ہم باز آئے، ہم باز آئے۔

ہمیں اس روایت کا نہیں بلکہ صحیح بخاری کی قدر و قیمت کا بھی اندازہ ہوگیا، ہائے یہ عقیدت کے اندھے۔(۴)

۱۔ صحیح بخاری کتاب الصلاۃ باب مالا یجوز من العمل فی الصلاۃ ج۱ص ۱۴۳ (ج۸ص۴۰۵ حدیث ۱۱۵۲) صحیح مسلم باب جواز لعن الشیطان فی الصلاۃ ج۱ص ۲۰۴ (ج۲ص۲۳ حدیث ۳۹ کتاب الصلاۃ)

۲۔ مسند احمد، ج۶ ص۴۸۵ حدیث ۲۲۴۸۰ سنن ترمذی (ج۵ص۵۸۰ حدیث ۳۶۹۰) الاحسان فی صحیح ابن حبان، ج۱۵ص ۳۱۵ حدیث ۶۸۹۲)

۳۔ المعجم الکبیر (ج۲۴ص۳۰۵ حدیث ۴۷۷) فیض القدیر ج۲ص ۳۵۹ (حدیث ۲۰۳۷)

۴۔ الاصابۃ ج۴ص ۳۲۶ (نمبر ۵۳۳) فیض القدیر ج۲ص ۳۵۲ (حدیث ۲۰۲۶)

فضائل عثمان کے لاف وگزاف

فضائل کی بحث شروع کرنے سے قبل ضروری ہے کہ خلیفہ کے علم، اخلاقی حالات اور پرہیزگاری وایمان کا تجزیہ کرلیا جائے، اس طرح فضائل کا غائر تجزیہ کیا جاسکے گا۔

۱۔ چھ ماہ کا بچہ پیدا کرنے والی کے متعلق فیصلہ

حفاظ نے بعجہ بن عبداللہ جہنی کی روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے قبیلہ جہینہ کی عورت سے شادی کی، اس نے چھ ماہ میں پورا بچہ پیدا کیا، شوہر نے اس معاملے کو عثمان کے سامنے پیش کیا عثمان نے عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا، جب حضرت علیؑ کو معلوم ہوا تو آپ نے عثمان سے کہا: یہ تم نے کیا کیا؟ اس عورت نے کوئی جرم نہیں کیا ہے، خدا کا ارشاد ہے کہ "بچے کے حمل اور دودھ بڑھائی کی مدت تیس مہینے ہے۔"(۱) اور پھر فرماتا ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال تک دودھ پلائیں، اس طرح دودھ پلانے کی مدت چوبیس ماہ ہوتی ہے، اور حمل کی مدت چھ ماہ بچ جاتی ہے، عثمان نے یہ سن کر کہا: خدا کی قسم! یہ بات میری سمجھ میں نہ آسکی تھی، عثمان نے حکم دیا کہ عورت کو سنگسار نہ کیا جائے لیکن اس کو سنگسار کیا جا چکا تھا، اس عورت نے خود بھی اپنی روتی ہوئی بہن سے کہا تھا: میری بہن گریہ نہ کرو کیونکہ مجھے میرے شوہر کے علاوہ کسی نے بھی ہاتھ نہیں لگایا ہے، پھر جب وہ بچہ جوان ہوا تو اس کی پشت دیکھ کر شوہر نے اقرار کیا کہ یہ ہر لحاظ سے مجھ سے مشابہ ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر اس عورت کا شوہر ایسا بیمار پڑا

۱۔ احقاف/۱۵

کہ بستر پر اس کا عضو کٹ کٹ کر گرتا تھا۔(۱)

تبصرۂ امینیؒ

حیرت ہے کہ خلیفہ جی کو قرآن کا واضح علم بھی نہ تھا جب کہ احکام وقضایا میں اس کے علم کی قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے، معلوم نہیں تھا تو کسی صحابی سے پوچھ لیتے اگر انہیں یہ دونوں آیتیں معلوم نہیں تھیں تو پھر انہوں نے فیصلہ کس بنیاد پر کیا تھا کیا قرآن کی روشنی میں تو وہ آیت کہاں ہے؟ حدیث پر تو اس کی روایت کس نے کی؟ یا قیاس پر تو پھر رائے کی بنیاد کیا تھی؟ اگر محض جاہلانہ فیصلہ تھا تو شاباش ہے مفتی جی!!!۔

۲۔عثمان سفر میں قصر نماز نہیں پڑھتے تھے

بخاری و مسلم وغیرہ نے عبداللہ بن عمر کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول خدا ﷺ منیٰ میں نماز دو رکعت پڑھتے تھے، ابوبکر و عمر نے بھی اسی طرح پڑھا، عثمان اپنے ابتدائی زمانے میں دو ہی رکعت پڑھتے تھے پھر وہ چار رکعت پڑھنے لگے۔(۲) ابن حزم نے المحلی میں لکھا ہے کہ ابن عمر نماز پڑھاتے تھے تو چار رکعت پڑھتے پھر گھر آ کر وہی نماز دو رکعت پڑھتے۔(۳)

چنانچہ عروہ اور عانس کا بیان ہے کہ رسول خدا ﷺ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ ابوبکر و عمر بھی دو رکعت پڑھتے تھے، عثمان بھی ابتدائی زمانہ خلافت میں دو ہی رکعت پڑھتے تھے، پھر پوری پڑھنے لگے۔(۴) مسند احمد، ابوداؤ داو سنن کبری میں بھی عبدالرحمٰن، یزید اور انس سے یہی مروی ہے۔(۵)

۱۔الموطا (ج ۲ص ۸۲۵ حدیث/۱۱)؛ سنن بیہقی (ج ۷ص ۴۴۲) تفسیر ابن کثیر (ج ۴ص ۱۵۸)؛ تیسیر الوصول (ج ۲ص ۱۱)؛ عمدۃ القاری (ج ۲۱ص ۱۸)؛ درمنثور (ج ۷ص ۴۴۱)

۲۔صحیح بخاری ج ۲ص ۱۵۴ (ج ۲ص ۵۹۶ ح/۱۵۷۲)؛ صحیح مسلم ج ۲ص ۲۶۰ (ج ۲ص ۱۴۲ح/۱۷ کتاب صلاۃ المسافر)؛ مسند احمد ج ۲ص ۱۴۸ (ج ۲ص ۳۱۹ ح/۶۳۱۶)؛ سنن بیہقی ج ۳ص ۱۲۶

۳۔المحلی ج ۴ص ۲۷۰

۴۔الموطا ج ۱ص ۲۸۲ (ج ۱ص ۴۰۲ ح/۲۰۱)

۵۔مسند احمد ج ۱ص ۳۷۸؛ ج ۳ص ۱۴۵ (ج ۱ص ۶۲۵ ح/۳۵۸۲؛ ج ۳ص ۶۱۱ ح/۱۲۰۶۹)؛ سنن ابی داؤد ج ۱ص ۳۰۸ (ج ۲ص ۱۹۹ ح/۱۹۶۰)؛ سنن نسائی ج ۳ص ۱۲۰ (ج ۱ص ۵۸۶ ح/۱۰۹۵، ۱۹۰۷)

بیہقی نے سنن کبریٰ میں حمید کا بیان نقل کیا ہے کہ عثمان نے منی میں چار رکعت نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا کہ لوگو! سنت تو وہی ہے جو رسول ﷺ کی سنت ہے اور عمر وابو ابوبکر کی ہے لیکن اس سال ایک خاص واقعہ ہوگیا اس لئے میں نے اندیشہ کیا کہ شاید قصر نماز پڑھنا ہمیشہ کا طریقہ بن جائے، ابوداؤد میں ہے کہ عثمان نے زیادہ عربوں کی کثرت دیکھ کر چار رکعتی نماز پڑھائی۔(۱)

ابن حزم المحلی میں لکھتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ عثمان منیٰ میں بہت غمگین تھے، لوگ علی کے پاس آئے اور کہا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے۔آپ نے فرمایا: اگر تم کہو تو اس طرح نماز پڑھاؤں جس طرح رسول خدا ﷺ پڑھایا کرتے تھے یعنی دو رکعتیں۔لوگوں نے کہا: نہیں جس طرح عثمان چار رکعت پڑھاتے ہیں ویسی ہی پڑھایئے حضرت علیؑ نے انکار کیا۔(۲)

مسند احمد (۳) میں عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ ہم نے رسول خدا ﷺ، ابوبکر وعمر کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی لیکن پھر (عثمان) نے خلافت پانے کے چھ سال بعد سے چار رکعت پڑھانی شروع کردی۔

سنن کبریٰ میں بسند ابی نضرۃ مروی ہے کہ ایک شخص نے عمران بن حصین سے پوچھا تو انہوں نے رسول ﷺ کی سنت یہی بتائی کہ دو رکعت نماز پڑھتے تھے، کنز العمال میں ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے دو ہی رکعت پڑھائی۔(۴)

مسند احمد میں ہے کہ معاویہ نے حج کیا تو منیٰ میں دو رکعت پڑھائی لوگوں نے کہا کہ تم نے اپنے چچیرے بھائی کی مخالفت کی وہ پوری نماز پڑھاتے تھے، مروان اور عمرو بن عثمان پیش پیش تھے، عباد نے بھی کہا کہ عثمان حج کے لئے آتے تھے تو ظہر وعصر اور عشا چار رکعت پڑھاتے تھے جب منیٰ اور عرفات میں جاتے تو قصر پڑھتے، حج کے بعد منیٰ میں ٹھہرتے تو چار رکعت پڑھتے تھے۔(۵)

۱۔سنن ابی داؤد ج۱ص ۳۰۸ (ج۲ص ۱۹۹ح/۱۹۶۴)؛ سنن بیہقی ج۳ص ۱۴۴؛ تیسیر الوصول ج۲ص ۲۸۶ (ج۲ص ۳۴۳)؛ نیل الاوطار ج۲ص ۲۶۰ (ج۳ص ۲۴۱)

۲۔ذیل سنن بیہقی ابن ترکمانی ج۳ص ۱۴۴

۳۔مسند احمد ج۲ص ۴۴ (ج۲ص ۱۳۷ح/۵۰۲۱)

۴۔کنز العمال ج۴ص ۲۴۰ (ج۸ص ۲۳۸ح/۲۲۷۲۰)

۵۔فتح الباری ج۲ص ۴۵۷ (ج۲ص ۵۷۱)؛ نیل الاوطار ج۲ص ۲۶۰ (ج۳ص ۲۴۱-۲۴۰)

تاریخ طبری میں ہے کہ ۲۹ھ میں عثمان حج کے لئے آئے تو منیٰ میں خیمہ لگایا، یہ منیٰ میں پہلی بار خیمہ لگایا گیا تھا اور نماز قصر پڑھی، واقدی نے ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے کہ سب سے پہلی عثمان پر تنقید اس وقت ہوئی جب خلافت کے چھٹے سال انہوں نے منیٰ میں پوری نماز پڑھی، اکثر اصحاب نے ملامت کی۔ حضرت علیؑ نے بھی کہا کہ بخدا! نہ کوئی حادثہ رونما ہوا نہ کوئی ترک شریعت کی دلیل ہے، عمر وابوبکر نے بھی سیرت رسول ﷺ کے مطابق قصر نماز پڑھی، اب تم نے کیوں مکمل نماز پڑھی۔ عثمان نے کہا: یہ میری اپنی رائے تھی۔ (۱)

عثمان کی اس حرکت پر عبدالرحمٰن بن عوف نے بھی تنقید کی، عبدالرحمٰن نے وہاں قصر نماز پڑھی پھر عثمان سے آ کر کہا: کیا رسولؐ نے یہاں قصر نماز نہیں پڑھی؟ کہا: ہاں۔ پوچھا: کیا ابوبکر وعمر نے اور تم نے بھی ابتدائی زمانے میں قصر نماز نہیں پڑھی؟ کہا: ہاں۔ لیکن اے ابومحمد! میری بات سنو کچھ یمن کے لوگوں نے اور کچھ تلخ مزاج عربوں نے مجھ پر تنقید کی کہ جو شخص دس دن کسی شہر میں قیام کرے تو اسے پوری نماز پڑھنی چاہئے اور یہ خلیفہ عثمان قصر نماز پڑھتے ہیں۔ پھر یہ کہ میری بیوی مکے کی ہے، یہاں میں نے شادی کی ہے، طائف میں میری جائداد بھی ہے، اسے دیکھنے جاؤں گا پھر عیدالضحیٰ کی چودہ کو یہاں آ کر ٹھہروں گا۔ عبدالرحمٰن نے کہا: تمہارا سبھی عذر مہمل ہے۔ تم نے کہا کہ میں نے یہاں شادی کی ہے اور تمہاری بیوی مدینے میں ہے، چاہے وہاں رکھو چاہے یہاں رکھو وہ بہر حال تمہاری زوجہ ہے، تم کہتے ہو کہ طائف میں جائداد ہے، وہاں کا تین دن کا سفر ہے، پھر یہ کہ تم طائف کے باشندے بھی نہیں ہو، لوگ جو تنقید کر رہے ہیں ان کے لئے تمہیں سوچنا چاہئے کہ رسول خداؐ، ابوبکر وعمر نے بھی ایسا ہی کیا تھا، وہاں سے عبدالرحمٰن نے نکل کر ابن مسعود سے ملاقات کی اور اس موضوع پر بات کی اور مشورہ دیا کہ آپ سنت رسولؐ پر عمل کیجئے۔ ابن مسعود نے کہا کہ اس کی مخالفت سے فتنہ کا اندیشہ ہے، انہوں نے چار رکعت پڑھی تو میں نے بھی پڑھی۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ ان لوگوں نے چار پڑھی تو میں نے دو رکعت پڑھی اب اگر آپ کہیں تو میں بھی چار رکعت ہی پڑھوں۔ (۲)

۱۔ تاریخ طبری (ج ۴ ص ۲۶۷ حوادث ۲۹ھ)

۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۳۹، تاریخ طبری ج ۵ ص ۵۶ (ج ۴ ص ۲۶۸ حوادث ۲۹ھ) تاریخ کامل ج ۳ ص ۴۲ (ج ۲ ص ۲۴۴) البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۵۴ (ج ۷ ص ۱۷۳) تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۳۸۶ (ج ۲ ص ۵۸۸)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عثمان نے ڈوبنے کو تنکے کا سہارا کے مصداق جواب دیا ہے، معمولی فقیہہ بھی ایسی لچر بات نہ کہے گا نہ کہ خلیفۃ المسلمین... مان لیا جائے کہ ان کی زوجہ مکی تھیں تو کون مہاجر ایسا نہ تھا خود رسول ﷺ بھی تھے تو انہوں نے پوری کیوں نہ پڑھی، صرف اسلئے کہ شریعت نے مطلقا مسافر کو قصر پڑھنے کا حکم دیا اس سلسلے میں ابن حجر اور ابن قیم کی صفائی قطعی مہمل ہے، بات وہی ہے جو عثمان نے کہی کہ میں نے اپنی رائے سے یہ کام کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا جہاں بھی ہو مرتبہ ولایت پر فائز ہے اس لئے مقیم کے حکم میں ہے، وہ اپنی مملکت میں ہر جگہ وطن کی حالت میں ہے، ظاہر ہے کہ یہ لچر جواب لغوی بنیاد پر دیا گیا ہے جب کہ حکم اور فتویٰ شرعی بنیاد پر ہوتا ہے۔

شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ مسافر کو قصر کا حکم عزیمت نہیں ہے رخصت ہے، محب الدین طبری نے ریاض النضرہ میں لکھا ہے کہ، قصر نماز کا حکم ثابت ہے، مخصوص شرعیہ اور ماثورات نبویہ ثابت نہیں، صحابہ کے اقوال بھی یہی ہیں، حضرت عمر، یعلی بن امیہ، عبداللہ بن عمر ابن عباس، ابن مسعود، اور حفص بن عمر کا فیصلہ ہیکہ جو شخص سفر میں چار رکعت نماز پڑھے اسے دوبارہ نماز پڑھنی چاہئے، کیوں کہ مسافر کی نماز دو ہی رکعت ہے۔ صفائی دینے والوں کو یہ بات نظر انداز نہ کرنا چاہئے کہ نص کے مقابلے میں اجتہاد کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

بزرگوں کا دین وقتی سیاست تھا

خلیفہ کی متذکرہ حرکت کے علاوہ دوسرے صحابہ کے بے شمار حرکات کو دیکھتے ہوئے ہم پر یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کا دین وقتی سیاست تھا انھیں احکام خدا اور رسول ﷺ سے کوئی دلچسپی نہ تھی، ورنہ کیا وجہ ہے کہ حکم شریعت کے باوجود حکم خلیفہ کی مخالفت کو شر سمجھتے ہیں، عبداللہ بن عمر جماعت میں چار رکعت پڑھتے ہیں گھر آکر اسی کو دو رکعت پڑھتے ہیں جبکہ حدیث رسول ﷺ ہے کہ ریا و بدعت سے پاک عمل ہی خدا کے یہاں مقبول ہے یہ عبداللہ بن مسعود ہیں جو سفر میں قصر پڑھتے ہیں لیکن عثمان کی مخالفت کے ڈر سے منیٰ میں پوری پڑھتے ہیں'' یہ عبدالرحمٰن بن عوف ہیں جو قصر پڑھتے ہیں، عثمان کو قائل

کرتے ہیں کہ ان کی حرکت غلط ہے پھر ابن مسعود سے بات کرنے کے بعد پوری پڑھنے لگتے ہیں'' (۱)

دوسری طرف حضرت علیؑ ہیں جو منیٰ میں لوگوں کے اصرار پر فرماتے ہیں کہ کہو تو اس طرح نماز پڑھاؤں جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے تھے، لوگ کہتے ہیں کہ نہیں ہم عثمان والی نماز چاہتے ہیں اور علیؑ اس سے انکار کر دیتے ہیں !! (۲) جی ہاں ان خلفاء کا دین اپنی رایوں اور خواہشات کا پابند تھا، وقتی سیاست کے تحت امر و نہی پر عمل ہوتا تھا، اس لئے وقت کے ساتھ احکام بھی بدلتے رہتے تھے، رسولؐ کی شریعت سہلہ کے مقابل خلیفہ کا ارشاد ہوتا تھا کہ میں اک بات کہہ رہا ہوں اگر صحیح ہو تو خدا کی طرف سے ہے اور غلط ہو تو میری طرف سے ہے (۳) وہ مجنب کو پانی نہ ملے تو تیمم بجائے نماز چھوڑنے کا حکم دیتے تھے نماز کی پہلی رکعت میں سورہ حمد چھوڑ دیتے تھے آخری رکعت میں دہرا دیتے تھے۔ (۴) بعد عصر سنتی نماز سے روکتے تھے۔ (۵) کم از کم سو فیصلے ایسے کئے جو ایک دوسرے کے مخالف تھے، دونوں متعہ جو عہد رسولؐ میں رائج تھے حرام کر دیا۔ (۶) ایک روایت میں ہے کہ تین چیزیں زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رائج

۱۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۳۹، تاریخ طبری ج ۵ ص ۵۶ (ج ۴ ص ۲۶۸ حوادث ۲۹ھ) تاریخ کامل ج ۳ ص ۴۲ (ج ۲ ص ۲۴۴) البدایۃ والنھایۃ ج ۷ ص ۱۵۴ (ج ۷ ص ۱۷۳) تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۳۸۶ (۵۸۸)

۲۔ المحلی ابن حزم ج ۴ ص ۲۷۰، ذیل سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۴

۳۔ المصنف عبدالرزاق (ج ۳ ص ۳۰۴ حدیث ۱۹۹۱) المصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱۱ ص ۴۱۵ حدیث ۱۱۶۴۶) سنن دارمی ج ۲ ص ۳۶۵ تفسیر طبری ج ۶ ص ۳۰ (مجلد ۳ ج ۴ ص ۲۸۴) سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۲۳ کنز العمال ج ۶ ص ۲۰ (ج ۱۱ ص ۷۹ حدیث ۱۰۶۹۱) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۶۰ تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۶۷ (ج ۱ ص ۳۳۳) اعلام الموقعین ص ۲۹ (ج ۱ ص ۷۲)

۴۔ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۵۳ (ج ۱ ص ۸۸ حدیث ۳۲۲) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۰۰ (ج ۱ ص ۱۸۸ حدیث ۵۶۹) مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۵ (ج ۵ ص ۳۲۹ حدیث ۱۷۸۶) سنن نسائی ج ۱ ص ۵۹، ۶۱ (ج ۱ ص ۱۳۴ حدیث ۳۰۵، ۳۰۲) سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۹

۵۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۰ (ج ۲ ص ۲۴۷ حدیث ۳۰۲ کتاب صلاۃ المسافرین) مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۲، ۱۱۵ (ج ۵ ص ۷۱ حدیث ۱۶۴۹۶ ص ۹۱ حدیث ۱۶۵۸۸) الموطا ج ۱ ص ۹۰ (ج ۱ ص ۲۲۱ حدیث ۵۰ کتاب القرآن) اجابہ زرکشی ص ۱۹، ۹۲ (۸۴، ۸۳) مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۲۲، تیسیر الوصول ج ۲ ص ۲۹۵ (ج ۲ ص ۳۵۴ حدیث ۷) فتح الباری ج ۲ ص ۵۱، ج ۲ ص ۵۱، ج ۳ ص ۸۲ (ج ۲ ص ۶۴ ج ۳ ص ۱۰۵) کنز العمال (ج ۲ ص ۳۵۴ حدیث ۷) ج ۴ ص ۲۲۵، ۲۲۶) ج ۸ ص ۱۸۳، ۱۷۹ احادیث ۲۲۳۰۷، ۲۲۳۶۷، ۲۲۴۷۲، ۲۲۴۷۳، ۲۲۴۷۵، ۲۲۳۸۰) شرح المواہب زرقانی ج ۸ ص ۲۳ شرح الموطا زرقانی ج ۱ ص ۳۹۸ (ج ۱ ص ۴۹ حدیث ۵۱۹)

۶۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۹۵ حدیث ۱۷ کتاب النکاح سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۰۶

تھیں میں انھیں حرام کرتا ہوں۔(۱)اذان کے بعد دوسری بدعت جاری کی، علیؑ کو حج تمتع سے منع کیا تو حضرتؑ نے فرمایا: میں سنت رسول ﷺ نہیں چھوڑوں گا۔ گھوڑے کی زکاۃ لی جبکہ رسول ﷺ نے معاف کردی تھی سنت کے خلاف عیدین کا خطبہ پہلے پڑھا۔

اور یہ حضرت معاویہ ہیں جنھوں نے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق ظہر کی نماز منیٰ میں قصر پڑھی ، پھر مروان اور پسر عثمان نے سمجھایا کہ آپ نے چچیرے بھائی کی مخالفت کی تو اعتراف کے باوجود پوری نماز پڑھی، بھائی کی بدعت زندہ کی اور شریعت مصطفوی کا تماشہ کیا، کنیزوں میں جمع بین الاختین کو جائز کیا(۲)سود جائز کیا(۳)،عیدین میں اذان کہلوائی جبکہ اذان نہیں ہے۔(۴)تکبیرۃ الاحرام میں کمی کی چور کے ہاتھ کاٹنے میں تقصیر کی (۵) عیدین کا خطبہ پہلے پڑھا امیر المومنین حضرت علیؑ پر لعنت کی رسم جا ری کی۔شرم،شرم،شرم۔

۳۔خلیفہ نے حدود معطل کیئے

ابو اسحاق اور واقدی لکھتے ہیں کہ ولید بن عقبہ نے شراب پی کر دو رکعت نماز پڑھا دی، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: کہو تو اور زیادہ پڑھاؤں سب نے کہا: جی نہیں ہم نے نماز پڑھ لی، پھر ابو زینب اور حندب بن زھیر نے نشے کی حالت کا مشاہدہ کر کے اسکی انگوٹھی اتار لی۔عثمان کے پاس چار آدمی شکا یت لیکر آئے ،ابو زینب ، جندب ، ابو حنیفہ،اور حیبہ،اور صعب ، بن جثامہ، عثمان نے گواہوں کو ڈرا دھمکا کر بھگا دیا۔ابو زینب سے پوچھا: کیا تم نے میرے بھائی کو شراب پیتے دیکھا؟انھوں نے کہا: نہیں ۔ بلکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نشے کی حالت میں قے کر رہے تھے اس حالت میں انکی انگوٹھی اتار لی پھر یہ گواہ

۱۔شرح تجرید قوشچی (ص۴۸۴)الصراط المستقیم (ج۳ص۲۷۷)

۲۔درمنثور ج۲ص۱۳۷(ج۲ص۴۷۷)

۳۔اختلاف الحدیث شافعی مطبوع برحاشیہ کتاب الام ج۷ص۲۳(۴۸۰)

۴۔کتاب الام شافعی ج۱ص۲۰۸(ج۱ص۲۳۵)

۵۔احکام سلطانیہ ماوردی ص۲۱۹(ج۱ص۲۲۸)البدایۃ والنھایۃ ج۸ص۱۳۶(ج۸ص۱۴۵)

عائشہ سے شکایت کرنے لگے تو ان کے اور عثمان کے درمیان تو تو میں میں ہوئی، عثمان نے گواہوں کو کوڑے بھی مارے تو سبھی گواہ علیؑ کے پاس آئے۔علیؑ نے بھی عائشہ کی طرح عثمان کو فہمائش کی کہ تم نے حدود معطل کیئے، سچے گواہوں کو مارا، عمر نے کہا تھا کہ بنی امیہ اور آل ابی معیط کو لوگوں کی گردن پر مسلط نہ کرنا، عثمان نے کہا: میں کیا کروں؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: تمھیں اس کو معزول کرنا چاہیئے۔ پھر کبھی اسے کوئی عہدہ نہ دو۔

عائشہ اور عثمان سے بھی بڑی نوک جھونک ہوئی، عثمان نے کہا تم کون ہو تمھیں گھر میں نچلی بیٹھنے کا قرآن میں حکم ہے پھر لوگوں میں بحث ومباحثہ اور جوتی بازی ہوئی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اسلام میں پہلی جوتی بازی اسی وقت ہوئی۔ متعدد طریقوں سے روایت ہے کہ طلحہ وزبیر نے عثمان سے کہا کہ آپ سے منع کیا گیا تھا کہ ولید کو حکمراں نہ بنانا، نتیجہ آپ نے دیکھا کہ اس نے شراب پی کر نماز پڑھائی علیؑ نے فرمایا: ولید کو معزول کر کے اس پر حد جاری کرو چنانچہ عثمان نے سعید بن عاص کو حکمراں بنا دیا، سعید نے جا کر منبر کو غسل دیا اور دار الامارہ کی طہارت کی، ولید آیا تو عثمان نے حد جاری کرنی چاہی۔ایک قریشی مار نے آیا تو ولید نے قسم دے کر کہا کہ قطع رحمی نہ کرو ورنہ امیر المومنین عثمان تم پر غضبناک ہوں گے، جب یہ حالت دیکھی تو علیؑ نے کوڑا لے لیا اور حسنؑ کے ساتھ اس پر حد جاری کرنے نکلے، ولید نے حضرت علیؑ سے بھی گڑگڑا کر قطع رحمی کا عذر کیا۔امام حسنؑ نے عرض کی بابا جان ولید سچ کہتا ہے۔علیؑ نے فرمایا: اگر حد جاری نہ کروں تو مومن نہ رہ جاؤں پھر دوہری چھڑی سے اس کو مارا۔ ولید نے حضرت کو گالی دی۔ایک روایت میں ہے کہ ولید نے رشتہ داری کا واسطہ دیا تو علیؑ نے فرمایا: اے ابو وہب چپ ہو جا، بنی اسرائیل اسی لئے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے حدود معطل کر دیئے تھے، پھر اسے کوڑے سے مارا۔

ابو مخنف اور آغانی وغیرہ میں ہے کہ ولید نے نماز صبح نشے کی حالت میں پڑھائی اور لوگوں سے کہا کہو تو اور زیادہ پڑھا دوں یہ سن کر عتاب نے کہا: تمہیں بھلائی نہ ہو بس کرو پھر سنگریزوں سے مار کر کہا: بخدا مجھے حیرت اس پر ہے جس نے تمہارے جیسے کو حکمراں بنایا۔ یزید اور معقل وغیرہ نے کہا کہ عثمان نے اپنے بھائی کی عزت افزائی کر کے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذلیل کر دیا۔حطیہ نے کچھ اشعار کہے۔

آغانی میں ہے کہ ولید زنا کار اور شرابی تھا اس نے نشے میں نماز صبح پڑھائی اور چار رکعت پڑھا کے لوگوں سے پوچھا کیا اور پڑھا دوں، مستی میں یہ شعر پڑھ رہا تھا کہ میرا دل چنگ و رباب میں اٹکا ہے جب کہ جوانی رخصت ہو چکی ہے۔ مدائنی کے مطابق کوفے کے اکثر لوگ ولید کی شکایت لے کر آئے تو عثمان نے سب کو سخت ڈانٹ پلائی اور مارا پیٹا اور حد جاری کرنے سے انکار کیا جب کہ عائشہ طلحہ وزبیر اور حضرت علیؑ نے حد جاری کرنے پر اصرار کیا آخر علیؑ نے حد جاری کی۔

تفصیلات کے لئے دیکھئے۔ مسند احمد، سنن بیہقی، تاریخ یعقوبی، کامل بن اثیر، اسد الغابہ، ابو الفداء اصابہ، تاریخ الخلفاء۔ (۱) سیرۃ حلبیہ (۲) میں ہے کہ سجدے میں کہہ رہا تھا مجھے خوب پلا محراب میں چلایا: کہو تو اور پڑھا دوں، ابن مسعود نے للکارا، خدا تمہارا اور جس نے تمہیں حکمراں بنایا دونوں کا برا کرے۔ (۳)

۴۔ خلیفہ کے حکم سے تیسری اذان

بخاری وغیرہ میں سائب بن یزید کا بیان ہے کہ زمانہ رسول ﷺ اور عہد ابو بکر و عمر میں جمعہ کی اذان اس وقت ہوتی تھی، جب امام گھر سے نماز کے لئے نکل پڑتا تھا یا کبھی نماز کے وقت اذان ہوتی تھی لیکن عثمان کے زمانے میں لوگ زیادہ ہو گئے تھے اس لئے تیسری اذان بھی بڑھا دی گئی جو آج تک باقی

۱۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۴ (ج ۱ ص ۲۳۳ حدیث ۱۲۳۴) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۲ (ج ۲ ص ۱۶۵) سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۱۸، تاریخ کامل ج ۳ ص ۴۲ (ج ۲ ص ۲۳۶ حوادث ۳۰ھ) اسد الغابۃ ج ۵ ص ۹۱، ۹۲ (ج ۵ ص ۴۵۲ نمبر ۵۴۶۸) انساب بلاذری ج ۵ ص ۳۳، صحیح مسلم (ج ۳ ص ۵۳۹ حدیث ۳۸ کتاب الحدود) تاریخ ابو الفداء ج ۱ ص ۱۷۶، الاصابۃ ج ۳ ص ۶۳۸، تاریخ الخلفاء ص ۱۰۴ (ص ۱۴۴)

۲۔ السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۳۱۴ (ج ۲ ص ۲۸۴)

۳۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۷۳ (ج ۴ ص ۱۱۹) صحیح بخاری مناقب عثمان (ج ۳ ص ۱۳۵۱ حدیث ۳۴۹۳) فتح الباری ج ۷ ص ۴۴ (ج ۷ ص ۵۶) تاریخ طبری ج ۵ ص ۶۰، ۶۱ (ج ۴ ص ۲۷۳) الآغانی ج ۴ ص ۱۷۸ (ج ۵ ص ۱۳۹، ۱۴۱، ۱۴۳) استیعاب ج ۲ ص ۶۲۰ (القسم الرابع ص ۱۵۵۴ نمبر ۲۷۲۱)

ہے۔(۱)

بخاری وابوداؤد میں ہے کہ جمعہ کی اذان اس وقت ہوتی جب امام منبر پر پہونچ جاتا تھا، یہ طریقہ زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عہد ابوبکر وعمر میں رائج تھا، لیکن عثمان نے لوگوں کی کثرت کی وجہ سے تیسری اذان کا بھی محلہ وبازار میں حکم دیا جو آج تک کہی جاتی ہے۔ یہی مفہوم بلاذری، ابن حجر، شوکانی، عینی وغیرہ (۲) نے لکھا ہے کہ پہلی اذان کی بدعت عثمان نے ایجاد کی تاکہ بازار کے لوگوں کو پتہ چل جائے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکہ میں اذان کی بدعت حجاج نے اور بصرہ میں زیاد نے ایجاد کی۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی کثرت سے مراد یا مرکز خلافت میں کثرت ہے یا تمام عالم میں؟ اگر تمام دنیا مراد ہے تو اس کے لئے تو ایک ہزار اذانیں بھی ناکافی ہیں۔ اگر صرف مدینہ مراد ہے تو یہ اس وقت صحیح ہوگا کہ ایک ہی وقت میں تمام شہر کے مختلف حصوں میں بہت سے مؤذن اذان دیں، نہ یہ کہ اذان واقامت کے بعد ایک ہی جگہ تیسری اذان شروع کردی جائے۔

اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا، چنانچہ ترکمانی نے سنن کبری کی شرح میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، اسی لئے صحابہ نے عثمان کی بدعت پر تنقید کی تھی متعدد موذنوں کی تقرری عثمان ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ یہ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی ہوا ہے چنانچہ بلال، ابن مکتوم تھے۔(۳)

صحاح کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان نے جو بدعت کی تھی وہ یہ کہ تیسری اذان ایجاد کی تھی۔(۴)

۱۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۵، ۹۶ (ج ۱ ص ۳۰۹ حدیث ۸۷۰، ۸۷۴، ۸۷۵) صحیح ترمذی ج ۱ ص ۶۸ (ج ۲ ص ۳۹۲ حدیث ۵۱۶) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۷۱ (ج ۱ ص ۲۸۵ حدیث ۱۰۸۷) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۴۸ (ج ۱ ص ۳۵۹ حدیث ۱۱۳۵) سنن نسائی ج ۳ ص ۱۰۰ (ج ۱ ص ۵۲۷ حدیث ۱۷۰۰۹) کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۱۷۳ (ج ۱ ص ۱۹۵ سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۲۹، ج ۳ ص ۱۹۲، ۲۰۵ تاریخ طبری ج ۵ ص ۶۸ (ج ۴ ص ۲۸۷ حوادث ۳۰ھ) تاریخ کامل ج ۳ ص ۴۸ (ج ۲ ص ۲۵۳ حوادث ۳۰ھ) فیض الالٰہ الما لک بقائی ج ۱ ص ۱۹۳ (ج ۱ ص ۲۰۱)

۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۳۹ فتح الباری ج ۲ ص ۳۱۵ (ج ۲ ص ۳۹۴) نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۳۲ (ج ۳ ص ۲۹۸) المصنف ابن ابی شیبہ (ج ۲ ص ۴۸ حدیث ۳) عمدۃ القاری (ج ۶ ص ۲۱۱)

۳۔ شرح سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۲۹

۴۔ المعجم الکبیر (ج ۷ ص ۱۳۵ حدیث ۶۶۴۲)

جی ہاں! خلیفہ نے حکم خدا کے ساتھ گستاخی کا دروازہ کھولا پھر ان کے بعد معاویہ، زیاد اور مروان نے بھی اپنی خواہشات کے مطابق شریعت کے ساتھ کھلواڑ کر دیا، ابتدا کرنے والا ہی بڑا ظالم ہے۔

۵۔ خلیفہ نے مسجد الحرام کی توسیع کی

تاریخ طبری (۱) میں ۲۶ھ کے حوادث میں مرقوم ہے کہ اس سال مسجد الحرام کی توسیع کی اور جن پڑوسیوں نے وہاں سے اپنا مکان منتقل کرنے سے انکار کیا، انہیں عثمان نے زبردستی بیت المال سے رقم ادا کر کے بنا دیا، وہ لوگ اجتماعی احتجاج کرنے لگے تو سب کو قید کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ تم لوگ میرے حکم کی وجہ سے جری ہو گئے ہو۔ عمر نے یہی کام کیا تھا تو تم نے احتجاج نہیں کیا تھا۔ (۲)

انساب بلاذری میں ہے کہ عثمان نے توسیع کی تو اپنے مال سے دس ہزار درہم دیئے لوگوں نے کہا کہ عثمان نے مسجد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع کر کے سنت بدل دی۔ (۳)

تبصرۂ امینیؒ

گویا خلیفہ کے نزدیک حق ملکیت کوئی معنی نہیں رکھتا۔ گویا ان کے کان میں یہ حدیث رسول نہیں پڑی تھی کہ کسی مسلمان کا مال لینا جائز نہیں جب تک وہ خوشی سے نہ دیدے۔ (۴)

خلیفہ نے عہد عمر میں دیکھ لیا تھا کہ عباس کے احتجاج پر عمر مان گئے تھے۔

۶۔ متعۃ الحج کے متعلق خلیفہ کی رائے

بخاری میں مروان بن حکم سے مروی ہے کہ میں نے عثمان اور علیؑ کے متعلق سنا کہ عثمان متعۃ الحج سے

۱۔ تاریخ طبری ج۵ ص۴۷ (ج۴ ص۲۵۱)

۲۔ تاریخ یعقوبی ج۲ ص۱۴۲ (ج۲ ص۱۶۴) تاریخ کامل ج۳ ص۳۹ (ج۲ ص۲۲۴ حوادث ۲۶ھ)

۳۔ انساب بلاذری ج۵ ص۳۸

۴۔ بہجۃ النفوس ج۲ ص۱۳۴ (حدیث ۲۰۷) ج۴ ص۱۱۱ (حدیث ۲۲۳)

لوگوں کو منع کر رہے تھے اور علیؑ نے جب دیکھا تو اپنے اہل کو جمع کر کے عمرہ اور حج کے لئے لبیک کہا یہ دیکھ کر عثمان نے علیؑ سے کہا: کہ میں منع کر رہا ہوں اور آپ وہی کر رہے ہیں۔ علیؑ نے فرمایا: کہ کسی آدمی کے کہنے سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں چھوڑوں گا۔

مسند احمد میں ہے کہ مروان اور عثمان نے ایک شخص کو دیکھا کہ تلبیہ کہہ رہا ہے، عثمان نے پوچھا: کون ہے؟ کہا گیا: علیؑ ہیں۔ عثمان نے کہا: میں نے منع کیا ہے اور آپ وہی کر رہے ہیں۔ علیؑ نے فرمایا: ہاں۔ میں تم جیسوں کے کہنے پر سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں چھوڑوں گا۔ یہی مفہوم سعید بن مسیب اور عبداللہ بن شقیق سے بھی مروی ہے۔ (۱)

تبصرۂ امینیؒ:

ہم نے عمر کے حالات میں (علم عمر کے نایاب کارناموں میں) حج تمتع کو قرآن و سنت سے تفصیلی انداز میں ثابت کیا ہے اس کو منسوخ کرنے والی کوئی آیت نہیں اتری، نہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا، عثمان خود اپنی رائے سے لوگوں کو منع کر رہے تھے، ظاہر ہے کہ علیؑ نفس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے وہ شریعت کے تحفظ کے سلسلے میں حکم عثمان کی مخالف کر رہے تھے، حضرت علیؑ نے جو جواب دیا کہ ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا (صحیح مسلم) یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حجۃ الوداع میں جبکہ ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ تھے، حج تمتع ہوا پھر اس سے روکنے کا عثمان کو کیا حق پہونچتا ہے۔؟

۷۔ خلیفہ نے قصاص معطل کیا

کرابیسی نے ادب القضا میں نقل کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر کہتے ہیں کہ بعد قتل عمر ایک دن میں جا رہا تھا کہ دیکھا ہرمزان اور حفینہ و ابولولو باہم راز دارانہ گفتگو کر رہے ہیں، مجمع دیکھا تو اٹھ کھڑے

۱۔ صحیح بخاری ج ۳ ص ۶۹، ۷۱ (ج ۲ ص ۶۵۷ حدیث ۱۴۸۸) صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۹ (ج ۳ ص ۶۸ حدیث ۱۵۸ کتاب الحج) مسند احمد ج ۱ ص ۶۱، ۹۵ (ج ۱ ص ۹۸ حدیث ۴۳۳، ص ۱۵۳ حدیث ۷۳۵) سنن نسائی ج ۵ ص ۱۴۸، ۱۵۲ (ج ۲ ص ۳۴۵ حدیث ۳۷۰۳) المستدرک علی الصحیحین ج ۱ ص ۴۷۲ (ج ۶۴۴ حدیث ۱۷۳۵) تیسیر الوصول ج ۱ ص ۲۸۲ (ج ۱ ص ۳۳۳)

ہوئے اوران کی گود سے دو پھل کا خنجر زمین پر گر پڑااسی سے عمر کو قتل کیا تھا۔

عبیداللہ بن عمر نے جھپٹ کراس خنجر کو لے لیااوراس سے ہرمزان اورابولولو کی چھوٹی بیٹی جفینہ کوقتل کر دیا، پھرایسا پاگل ہوگیا کہ جیسے تمام مدینہ کے غلاموں کوقتل کرڈالے گا،عمروعاص نے عثمان سے مل کر کہا کہ یہ حادثہ آپ کے زمانے میں ہوا، یہ خون ضائع جانا نہیں چاہیئے۔

اس روایت کوادنی تغیر کے ساتھ تاریخ طبری، ریاض نضرۃ اوراصابہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔(۱)

انساب بلاذری میں ہے کہ عثمان نے منبر پر خطبہ دیا کہ لوگو! میں خطیب نہیں ہوں، اگر زندہ رہا تو اچھی طرح خطبہ بنا کر پیش کروں گا انشاء اللہ۔صورتحال یہ ہوئی کہ عبیداللہ نے ہرمزان کوقتل کردیا ہے اور ہرمزان مسلمان تھا۔اس کا کوئی وارث سوائے مسلمانوں کے نہیں ہے اور میں تم لوگوں کا امام ہوں، میں نے عبیداللہ کومعاف کیا، کیاتم لوگ بھی معاف کرتے ہو؟ سب نے کہا: ہاں۔(۲)

اس وقت حضرت علیؑ نے کہا کہ بدکار کوسزا ملنی چاہیئے اس نے ایک مسلمان کو بے خطاقتل کیا ہے پھر عبیداللہ کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے بدکار اگر میں نے کچھ پر قابو پالیا تو ہرمزان کے بدلے میں تجھے ضرورقتل کروں گا۔تاریخ یعقوبی (۳) میں ہے کہ خطبہ عثمان کے بعد لوگ ان پر تنقید کرنے لگے تو عثمان نے عبیداللہ کوکوفہ منتقل کردیااوروہاں ان کا مکان بنوادیا جسے کویفہ بن عمر کہا جاتا ہے۔

بیہقی سنن کبری (۴) میں لکھتے ہیں کہ جب عمرزخمی ہوئے تو عبیداللہ نے جھپٹ کر ہرمزان کوقتل کردیا جب عمر کو معلوم ہوا تو پوچھا: اسے کیوں قتل کیا؟ جواب دیا: اس نے میرے باپ کوقتل کیا ہے۔ پوچھا: اس کا کیا ثبوت ہے؟ کہا کہ میں نے واقعہ قتل سے پہلے اس کو دیکھا تھا کہ ابولولو سے تخلیہ میں بات کررہا تھا اسی نے قتل کا حکم دیا تھا۔عمر نے کہا کہ اگر میں مرجاؤں تو عبیداللہ سے ثبوت طلب کرنا اور ثبوت مل جائے تو میرے خون کا بدلہ ہوجائے گا اوراگر ثبوت نہ دے سکے تو عبیداللہ کوقید کردینا، جب عمر مرگئے

۱۔تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۲ (ج ۴ ص ۲۴۰ حوادث ۲۳) ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۵۰ (ج ۳ ص ۸۹) الاصابہ ج ۳ ص ۶۱۹

۲۔انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۴

۳۔تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۱ (ج ۲ ص ۱۶۳) ۴۔سنن بیہقی ج ۸ ص ۶۱

تو عثمان سے کہا گیا کہ آپ وصیت عمر پر عمل کیجئے عثمان نے پوچھا: ہرمزان کا ولی کون ہے؟ کہا گیا: آپ ہی ہیں، عثمان نے کہا: تو میں عبید اللہ کو معاف کرتا ہوں۔

طبقات ابن سعد (۱) میں ہے کہ عبید اللہ نے ابولولو کی بیٹی کو قتل کیا جو مسلمان تھی، پھر وہ تمام مدینے کے قیدیوں کو قتل کرنے کا عزم ظاہر کرنے لگا، چنانچہ مہاجرین اولین نے اسے پکڑ کر قید کرلیا، عمرو عاص نے اس کی پیشانی پکڑ کر تلوار چھین لی، ایک روایت میں ہے کہ سعد بن ابی وقاص نے عبید اللہ کی پیشانی پکڑ کر قید کیا۔ عمرو عاص نے بات بنا کر اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ اس سے پوچھا گیا کہ تم نے کیوں قتل کیا اس کا کیا جرم تھا، تمام لوگوں کی رائے تھی کہ عبید اللہ کو قتل کیا جائے لیکن عمرو عاص نے عثمان سے بات کی اور چھڑا لیا، حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر میں عبید اللہ پر قابو پاؤں گا تو اس سے ضرور قصاص لوں گا۔

ابن جریح کا بیان ہے کہ عثمان نے لوگوں سے رائے مانگی، سب نے کہا کہ ہرمزان کو دیت دے دی جائے اور عبید اللہ کو قتل نہ کیا جائے، جب علیؑ کی بیعت کی گئی تو آپ نے عبید اللہ سے قصاص لینا چاہا لیکن عبید اللہ بھاگ کر معاویہ کے پاس چلا گیا اور جنگ صفین میں قتل ہوا۔ (۲)

تاریخ طبری (۳) میں بھی ہے کہ عثمان کی بیعت کے بعد عبید اللہ کا معاملہ پیش ہوا، انہوں نے مہاجرین و انصار سے رائے مانگی حضرت علیؑ نے قتل کا مشورہ دیا، بعض مہاجرین نے کہا کہ کل عمر قتل ہوئے آج ان کا بیٹا قتل ہوگا، اس وقت عمرو عاص نے کہا: آپ بادشاہ ہیں، آپ ہی ولی ہیں، عثمان نے کہا: تو پھر میں معاف کرتا ہوں چنانچہ اس سلسلے میں زیاد بن لبید نے اشعار بھی کہے۔

تبصرۂ امینیؒ

تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے اصرار کے باوجود قصاص نہیں لیا حالانکہ حضرت علیؑ نے قتل کا مشورہ دیا تھا، عثمان نے قرآن وسنت کے برخلاف محض اپنی رائے سے اور عمرو عاص جیسے مجہول

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۰، ۸ (ج ۵ ص ۱۷، ۱۵)

۲۔ تاریخ کامل ج ۳ ص ۳۲ (ج ۲ ص ۲۲۶ حوادث ۲۳ھ) استیعاب (القسم الثالث ص ۱۰۱۲ نمبر ۱۷۱۸) مروج الذھب ج ۲ ص ۲۴ (ج ۲ ص ۳۰۴)

۳۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۱ (ج ۴ ص ۲۳۹)

النسب کے مشورہ سے عبید اللہ کو معاف کر دیا، ناموس اسلام کی اس پامالی پر کیا جواب دیں گے قاضی القضاۃ اور محب طبری (۱) نے اس سلسلے میں عذر لنگ بھی تراشے ہیں جو قطعی لچر ہیں۔

۸۔ جنابت کے متعلق خلیفہ کی رائے

صحیح مسلم (۲) میں عطا بن یسار سے مروی ہے کہ زید بن جہنی نے عثمان سے پوچھا: جب کوئی مرد اپنی عورت سے مجامعت کرے اور منی نہ نکلے تو کیا کرے، عثمان نے کہا: نماز کے لئے وضو کرے اور پیشاب کا مقام دھولے میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا ہی سنا ہے، بخاری (۳) میں ہے کہ عثمان سے پوچھا گیا تو کہا کہ اس پر غسل نہیں ہے میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا ہی سنا ہے۔ پھر حضرت علیؑ، زبیر، طلحہ اور بن کعب سے پوچھا گیا تو انھوں نے یہی جواب دیا مسند احمد (۴) اور سنن کبری (۵) میں بھی ہے لیکن اس میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سننے کی بات نہیں ہے۔

تبصرۂ امینیؒ:

یہ ہے خلیفہ کا مبلغ علم، آیت کہتی ہے کہ جنب ہو جاؤ تو غسل کرو ﴿ولا جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا﴾ (۶) چنانچہ امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر عورت سے جماع کرے اور منی نہ بھی نکلے تب بھی غسل واجب ہے۔ (۷) حدیث بھی یہی کہتی ہے اگر دخول ہو جائے تو چاہے انزال ہو یا نہ ہو غسل واجب ہے، پھر یہ کہ خلیفہ نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی بات کہہ دی، جب کہ ابو ہریرہ، ابو موسی، عائشہ وغیرہ سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مروی ہے کہ جب دخول ہو اور انزال نہ بھی ہو تو غسل

۱۔ ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۵۰ (ج ۳ ص ۸۸)

۲۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۲ (ج ۱ ص ۳۴۳ حدیث ۸۶ کتاب الحیض)

۳۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۹ (ج ۱ ص ۱۱۱ حدیث ۲۸۸)

۴۔ مسند احمد ج ۱ ص ۶۳، ۶۴ (ج ۱ ص ۱۰۱ حدیث ۴۵۰، ص ۱۰۳ حدیث ۴۶۰)

۵۔ سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۴، ۱۶۵

۶۔ (نساء ۴۳)　　۷۔ کتاب الام ج ۱ ص ۳۱ (ج ۱ ص ۳۶)

واجب ہو جاتا ہے یہی فتوی ابوایوب انصاری اور ابوسعید خدری دیتے تھے۔(۱)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب ختنہ سے ختنہ مل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے میں نے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا پھر غسل کیا۔(۲)

معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ نے یہ احادیث نہیں سنی تھیں یا سنی تھیں تو جان بوجھ کر سنت کو نظر انداز کیا اس بنیاد پر تمام صحابہ و تابعین اور فقہا کا فیصلہ ہے کہ ختنہ سے ختنہ مل جانے پر غسل واجب ہو جاتا ہے، خواہ منی نکلے یا نہ نکلے اور ابی بن کعب کی یہ جو حدیث پیش کی جاتی ہے ابتداء میں پانی کی کمی کی وجہ سے اس کی رخصت تھی پھر غسل کا حکم دیا گیا، کپڑے کی کمی کی وجہ سے رخصت تھی پھر بعد میں غسل کا حکم دیا گیا۔ تو یہ ممکن نہیں کہ ابی نے اس کی روایت کی ہو اور عثمان نے اسی بنیاد پر غسل نہ کرنے کا حکم دیا ہو، کیونکہ غسل کا حکم خلیفہ ثانی کے عہد میں پورے طور سے رائج تھا، جو لوگ حدیث ابی کا سہارا لیتے ہیں وہ محض فریب اور مکاری کر رہے ہیں۔(۳)

ابن حزم نے المحلی میں حیرتناک بات لکھی ہے کہ غسل نہ کرنے کا فتوی دینے والوں میں علیؑ، ابن عباس، ابی و عثمان وغیرہ کا نام آتا ہے اور غسل کا حکم دینے والوں میں عائشہ، ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ، ابن عباس اور ابن مسعود کا نام آتا ہے، یہ ساری باتیں صرف اس لئے لکھی ہیں کہ خلیفہ کی حماقت طشت از بام نہ ہو۔(۴)

۱۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۸ (ج ۱ ص ۱۱۰ حدیث ۲۸۷) صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۲ (ج ۱ ص ۳۴۴ کتاب الحیض) سنن دارمی ج ۱ ص ۱۹۴، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۴، ۳۴۷، ۳۹۳ (ج ۲ ص ۶۶ ۴ حدیث ۷۱۵۷، ج ۳ ص ۲۳ حدیث ۸۳۶۹، ص ۱۰۲ حدیث ۸۸۶۳) المحلی ابن حزم ج ۲ ص ۳، مصابیح السنۃ ج ۱ ص ۳۰ (ج ۱ ص ۲۱۲ حدیث ۲۹۲) الاعتبار ابن حازم ص ۳۰ (۱۲۰) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۲۰۰ (ج ۵ ص ۱۳۴) تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۷۵ (ج ۱ ص ۳۴۳) الموطا ج ۱ ص ۵۱ المدونۃ الکبری ج ۱ ص ۳۴ (ج ۱ ص ۳۰)

۲۔ سنن ابن ماجہ (ج ۱ ص ۹۹ حدیث ۶۰۸) مسند احمد ج ۶ ص ۴۷، ۱۱۲، ۱۶۱ (ج ۷ ص ۲۷ حدیث ۲۳۶۸۶ ص ۱۶۳ حدیث ۲۴۲۹۶، ص ۲۳۱ حدیث ۲۴۷۵۳

۳۔ سنن دارمی ج ۱ ص ۱۹۴، سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۱۲ (ج ۱ ص ۲۰۰ حدیث ۶۰۹) سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۵، الاعتبار ابن حازم ۳۳ (ص ۱۲۴

۴۔ المحلی ابن حزم ج ۲ ص ۴

۹۔خلیفہ نے حدیث نبی چھپائی

مسند احمد میں ابو صالح کا بیان ہے کہ میں نے منبر پر عثمان کو کہتے سنا میں نے ایک حدیث رسولؐ تم سے چھپائی تھی اس خوف سے کہ کہیں تم مجھ سے علیحدہ نہ ہو جاؤ، پھر میں نے فیصلہ کیا کہ تمہیں سنا ہی دوں تا کہ تم اپنے متعلق خود فیصلہ کرو میں نے رسول ﷺ کو فرماتے سنا کہ خدا کی راہ میں محاذ جنگ کا ایک دن گھر کے ایک ہزار دنوں سے بہتر ہے۔(۱)

اور مصعب کا بیان ہے کہ عثمان نے کینہ کے ڈر سے حدیث چھپانے کا عذر کیا کہ خدا کی راہ میں ایک رات جنگ کا خوف ایک ہزار رات دنوں کے نماز اور روزے سے افضل ہے۔(۲)

حمران کے مطابق عثمان نے وضو کرتے ہوئے کہا کہ اگر قرآن کی آیت نہ ہوتی تو تم سے یہ حدیث بیان نہ کرتا، حدیث رسول ﷺ ہے جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز پڑھے تو دو نمازوں کے درمیانی گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔(۳)

تبصرۂ امینیؒ:

امت کو تعلیم محمد سے باز رکھنے اور چھپانے کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے خاص طور سے جہاد، نماز کے متعلق۔ چنانچہ بے شمار احادیث میں ایسے لوگوں کی مذمت ہے؛ جو حدیث چھپاتے ہیں ان پر تمام مخلوقات لعنت کرتے ہیں، قیامت میں آگ کی لجام چڑھائی جائے گی، ایسا شخص خزانہ چھپانے والے کی طرح منحوس ہے۔ دوسری طرف احادیث اور آثار شریعت کو نمایاں کرنے پر رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعا اور خدا کی نظر رحمت کا مژدہ ہے، ممکن ہے کہ خلیفہ نے اپنے قبل کے خلفاء کی پیروی میں حدیث چھپائی ہو جو ایک خاص کینے میں مخصوص نقطۂ نظر والی احادیث کو سختی سے چھپاتے تھے اور بیان نہیں کرنے دیتے تھے۔

۱۔مسند احمد ج ۱ص ۶۵ (ج ۱ص ۱۰۵ حدیث ۴۷۲)

۲۔مسند احمد ج ۱ص ۶۱، ۶۵ (ج ۱ص ۹۸ حدیث ۴۳۵، ص ۱۰۴ حدیث ۴۶۵)

۳۔مسند احمد ج ۱ص ۵۷ (ج ۱ص ۹۲ حدیث ۴۰۲)

۱۰۔ گھوڑوں کی زکوۃ کے متعلق خلیفہ کی رائے

انساب بلاذری (۱) میں زہری کا بیان ہے کہ عثمان گھوڑوں کی زکاۃ لیتے تھے، لوگوں نے احتجاج کیا کہ رسول خدا نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکاۃ معاف کردی ہے۔ (۲)

تبصرۂ امینیؒ

خلیفہ کا یہ فتوی کتاب وسنت کے مخالف ہے، صحاح ستہ میں بیس سے زیادہ احادیث منتخب کر کے علامہ امینیؒ نے درج کی ہیں۔ (۳)

۱۱۔ خلیفہ نے عیدین میں نماز سے قبل خطبہ دیا

ابن حجر فتح الباری میں بروایت ابن منذر حسن بصری کا بیان نقل کرتے ہیں کہ سب سے پہلے قبل نماز عیدین عثمان نے خطبہ دیا، انہوں نے نماز پڑھا کر خطبہ دیا تو لوگ چلے گئے اس لئے ایسا کیا تا کہ لوگ خطبہ بھی سنیں۔ ان کے آنے کے قبل ہی خطبہ شروع کردیا۔ (۴)

۱۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۶

۲۔ المحلی ابن حزم ج ۵ ص ۲۲۷، المصنف عبد الرزاق (ج ۴ ص ۳۵ حدیث ۶۸۸۸) تعالیق الآثار قاضی ابو یوسف ص ۸۷

۳۔ صحیح بخاری ج ۳ ص ۳۰، ۳۱ (ج ۲ ص ۵۳۲ حدیث ۱۳۹۴، ۱۳۹۵) صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۶۱ (ج ۲ ص ۳۷۱ حدیث ۹، ۸) سنن ترمذی ج ۱ ص ۸۰ (۳ ص ۲۳ حدیث ۶۲۸) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۵۳ (ج ۲ ص ۱۰۸ حدیث ۱۵۹۵، ۱۵۹۴) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۵۵، ۵۵۶ (ج ۱ ص ۵۷۹ حدیث ۱۸۱۳) سنن نسائی ج ۵ ص ۳۵، ۳۶، ۳۷، (ج ۲ ص ۱۹، ۱۷ حدیث ۲۲۵۷، ۲۲۴۶) سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۱۷، مسند احمد ج ۱ ص ۶۲، ۱۲۱، ۱۳۲، ۱۴۶، ۱۴۸، ج ۲ ص ۲۴۳، ۲۴۹، ۲۷۹، ۴۰۷، ۴۳۲ (ج ۱ ص ۱۴۹ حدیث ۷۱۳، ص ۱۹۵ حدیث ۹۸۷، ص ۲۱۲ حدیث ۱۱۰۰، ص ۲۳۴ حدیث ۱۲۳۷، ص ۲۳۵ حدیث ۱۲۴۷، ص ۲۳۹ حدیث ۱۲۷۰ ج ۲ ص ۴۷۹ حدیث ۲۲۵۳، ص ۴۹۳ حدیث ۷۴۳۹، ص ۵۴۵ حدیث ۷۶۹۹، ج ۳ ص ۱۲۶ حدیث ۹۰۲۸، ص ۱۶۹ حدیث ۹۲۹۵) کتاب الام شافعی ج ۲ ص ۲۲ (ج ۲ ص ۲۶) موطا مالک ج ۱ ص ۲۰۶ (ج ۱ ص ۲۷۷ حدیث ۳۷) احکام القرآن جصاص ج ۳ ص ۱۸۹ (ج ۳ ص ۱۵۴) المحلی ابن حزم ج ۵ ص ۲۲۹، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۳ (ج ۹ ص ۳۶

۴۔ فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۹، ۳۶۱ (ج ۲ ص ۴۵۱، ۴۴۹)

یہ وجہ مروان کی بدعت سے مختلف ہے، کیونکہ عثمان نے پہلے اس لئے خطبہ دینا شروع کیا کہ لوگ نماز میں شامل ہوسکیں اور مروان اس لئے پہلے خطبہ دیتا تھا کہ لوگ خطبہ کی تلخی سے متنفر تھے، جو گالیوں کے سزاوار نہیں انہیں گالیاں دیتا تھا اور بعض لوگوں کی حد سے زیادہ تعریف کرتا تھا۔(۱)

تبصرۂ امینیؒ

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بعد نماز خطبہ دینا ثابت ہے چنانچہ ترمذی کی صحیح میں ہے کہ اس پر تمام اہل علم اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل تھا کہ بعد نماز خطبہ دیا جاتا تھا (۲) سب سے پہلے مروان نے بدعت کی، بعد نماز خطبہ کی روایت ابن عباس، (۳) ابوسعید خدری۔ (۴) عبداللہ بن ثابت۔ (۵) اور جابر بن عبداللہ انصاری کی ہے (۶) اور ابو عبید۔ (۷) کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد نماز عیدین خطبہ فرمایا:

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متواتر بعد نماز خطبہ دیتے رہے، اسی لئے ابوبکر و عمر نے نیز حضرت علیؑ نے بعد نماز خطبہ دیا۔ (۸)

۱۔ نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۶۲ (ج ۳ ص ۳۳۴، ۳۴۵) تاریخ المدینہ ابن شبہ (ج ۱ ص ۱۳۵ تاریخ الخلفاء ص ۱۱ (ص ۱۵۴) محاضرۃ الاوائل ص ۱۴۵

۲۔ سنن ترمذی ج ۱ ص ۷۰ (ج ۲ ص ۴۱۱ حدیث ۵۳۱)

۳۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۶ (ج ۲ ص ۵۲۵ حدیث ۱۳۸۱) صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۵ (ج ۲ ص ۲۸۳ حدیث ۲ کتاب صلاۃ العیدین) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۷۸، ۱۷۹ (ج ۱ ص ۲۹۷ حدیث ۱۱۴۲) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۸۵ (ج ۱ ص ۴۰۶ حدیث ۱۲۷۳) سنن نسائی ج ۳ ص ۱۸۴ (ج ۱ ص ۵۴۵ حدیث ۱۷۶۶) سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۹۶

۴۔ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۸۹ (ج ۱ ص ۴۰۹ حدیث ۱۲۸۸) مدونۃ الکبری مالک ج ۱ ص ۵۵ (ج ۱ ص ۱۶۹) سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۹۷

۵۔ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۸۶ (ج ۱ ص ۴۱۰ حدیث ۱۲۹۰) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۸۰ ج ۱ ص ۳۰۰ حدیث ۱۱۵۵) سنن نسائی ج ۳ ص ۱۸۵ (ج ۱ ص ۵۴۸ حدیث ۱۷۷۹) سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۰۱، المحلی ج ۵ ص ۸۶

۶۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۱ (ج ۱ ص ۳۳۲ حدیث ۹۳۵) صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۵ (ج ۲ ص ۲۸۴ حدیث ۳ کتاب صلاۃ العیدین) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۷۸ سنن نسائی ج ۳ ص ۱۸۶ (ج ۱ ص ۵۴۵ حدیث ۱۷۶۵) سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۹۶، ۶۹۸

۷۔ موطا مالک ج ۱ ص ۱۴۷ (ج ۱ ص ۱۷۸) کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۱۷۱ (ج ۱ ص ۱۹۲)

۸۔ کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۲۰۸ (ج ۱ ص ۲۳۵) صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲ (ج ۱ ص ۳۲۷ حدیث ۹۲۰)

کاش ہمیں معلوم ہوسکتا کہ نماز میں سنت خدا کیوں بدل گئی بنی امیہ خطبوں میں امیر المومنینؑ پر سب وشتم کرتے تھے، اس لئے لوگ خطبے میں شریک نہیں ہوتے تھے، اسی لئے قبل نماز خطبہ شروع کیا گیا تا کہ لوگ مجبوراً خطبہ سنیں۔ (۱) مروان، معاویہ اور عثمان اس بدعت میں ذرا بھی خدا سے نہ ڈرے۔

قصاص ودیت کے بارے میں خلیفہ کی رائے

سنن بیہقی (۲) میں بطریق زہری روایت ہے کہ جذامی نے شام کے نبطی کو قتل کردیا، یہ معاملہ عثمان کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے قتل کا حکم دے دیا، جب اس بارے میں زبیر اور دوسرے اصحاب نے گفتگو کی تو قتل کا حکم واپس لے لیا اور ایک ہزار دینار اس کی دیت مقرر کردی۔ (۳)

ابن عمر سے روایت ہے کہ ایک مسلمان نے ذمی کو جان بوجھ کر قتل کردیا، جب مقدمہ عثمان کے پاس گیا تو اسے قتل نہیں کیا بلکہ مسلمان کے برابر دیت متعین کردی۔ ابو عاصم ضحاک نے دیات میں لکھا ہے کہ جن لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ کافر کے بدلے مسلمان کو قتل کیا جائے ان میں عمر بن عبدالعزیز، ربان بن عثمان اور عبداللہ ہیں اور جو لوگ ذمی کی دیت مسلمان کے برابر قرار دیتے ہیں، ان میں عثمان ہیں۔ (۴)

تبصرۂ امینیؒ

سخت تعجب کی بات ہے کہ خلیفہ جی کافر کے بدلے مسلمان کو قتل کرتے ہیں اور کافر کی دیت مسلمان کے برابر قرار دیتے ہیں، یہ دونوں باتیں حجت وسنت سے متصادم ہیں، کون خلیفہ زبیر کی رائے پر اپنا فیصلہ بدلے گا۔؟ کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہ کرنے میں امیر المومنین کی حدیث اور امام شافعی کا فتوی ہی کہ

۱۔ المحلی ابن حزم ج۵ ص۸۶، بدائع الصنائع ملک العلماء ج۱ ص۲۷۶، المبسوط سرخسی ج۲ ص۳۷ شرح سنن ابن ماجہ سندی ج۱ ص ۳۸۶

۲۔ سنن بیہقی ج۸ ص۳۳

۳۔ کتاب الام ج۷ ص۲۹۳ (ج۷ ص۳۲۱)

۴۔ الدیات ص۷۶

کافر کے بدلے مومن کو قتل نہ کیا جائے گا۔(۱)

لیکن ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ آیۂ مائدہ کا عمومی مفہوم کہتا ہے کہ کافر کے بدلے مومن کو قتل کیا جاسکتا ہے چنانچہ آیت ہے۔

﴿کتبا علیھم فیھا انّ النفس بالنفس......﴾ (۲) اور ہم نے قصاص کے بارے میں لازم قرار دیا ہے کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، اور ناک کے بدلے ناک کا بدلہ لیا جائے گا۔ حالانکہ ان صاحب کو صحیح احادیث کا پتہ نہ تھا، جو اس آیت کی تشریح کرتی ہے، اس سلسلے میں علامہ امینی نے آٹھ احادیث نقل کی ہیں، جو قیس بن عباد (۳)، عائشہ (۴) ابن عباس، (۵) عمران، (۶) ابن عمر (۷) وغیرہ سے مروی ہیں۔

دوسرا مفہوم کہ کافر کی دیت مسلمان کے برابر نہیں ہوسکتی، اس بارے میں ابوداؤد، ابن ماجہ، اور نسائی وغیرہ کی احادیث ہیں کہ ذمی یا کافر کی دیت مومن کے نصف ہے۔(۸)

۱۔ صحیح بخاری ج ۱۰ ص ۷۸ (ج ۶ ص ۲۵۳۴ حدیث ۶۵۱۷) سنن داری ج ۲ ص ۱۹۰، سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۸۸۷ حدیث ۲۶۵۸) سنن نسائی ج ۸ ص ۲۳ (ج ۴ ص ۲۲۰ حدیث ۶۹۴۶) سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸ سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۶۹ (ج ۴ ص ۱۷ حدیث ۱۴۱۲) مسند احمد ج ۱ ص ۷۹ (ج ۱ ص ۱۲۸ حدیث ۶۰۰) کتاب الام شافعی ج ۶ ص ۳۳، ۹۲ (ج ۶ ص ۳۸، ۱۰۵) احکام القرآن حصاص ج ۱ ص ۱۶۵ (ج ۱ ص ۱۴۲) الاعتبار ابن حازم ص ۱۹۰ (ص ۴۵۳) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۱۰

۲۔ (سورۃ المائدۃ الآیۃ ۴۵)

۳۔ الدیات ابو عاصم ص ۲۷، مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۹، ۱۲۲ (ج ۱ ص ۱۹۱ حدیث ۹۶۲، ص ۱۹۶ حدیث ۹۹۴) سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۴۹ (ج ۴ ص ۱۸۰ حدیث ۴۵۳۰) سنن نسائی ج ۸ ص ۲۴ (ج ۴ ص ۲۲۰ حدیث ۶۹۴۸) سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۹، ۱۹۴، احکام القرآن حصاص ج ۱ ص ۶۵، الاعتبار ص ۱۸۹ (ص ۳۵۱) نیل الاوطار ج ۷ ص ۱۵۲ (ج ۷ ص ۱۰)

۴۔ الدیات ابو عاصم ص ۲۷، سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۰ ۵۔ سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۳۵ (ج ۲ ص ۸۸۸ حدیث ۲۶۶۰)

۶۔ کتاب الام شافعی ج ۶ ص ۳۳ (ج ۶ ص ۳۸) سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۹

۷۔ احکام القرآن حصاص ج ۱ ص ۱۶۵ (ج ۱ ص ۱۴۲)

۸۔ سنن ابن داؤد ج ۲ ص ۲۵۱ (ج ۴ ص ۱۸۴ حدیث ۴۵۸۳، ص ۱۹۴ حدیث ۴۵۸۳) سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۴۲ (ج ۲ ص ۸۸۳ حدیث ۲۶۴۴) سنن نسائی ج ۸ ص ۴۵ (ج ۴ ص ۲۳۵ حدیث ۷۰۰۹)

قرأت کے بارے میں خلیفہ کی رائے

ملک العلماء، بدائع والصنائع میں لکھتے ہیں کہ عمر نے مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ حمد نہیں پڑھا، پھر تیسری رکعت میں بلند آواز سے پڑھ کے اس کو پورا کیا اور عثمان نے بھی عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ حمد نہ پڑھا اور بعد کی دو رکعتوں میں زور سے پڑھ کر اسے پورا کیا۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ خلیفہ نے دو غلطیاں کیں، ایک تو سورۂ حمد چھوڑا، دوسرے آخری دو رکعتوں میں زور سے پڑھ کر اس کو پورا کیا، دونوں غلطیوں کے خلاف احادیث ہیں، پہلی میں عبادہ بن صامت، (۲) ابو ہریرہ، (۳) عائشہ، (۴) ابو سعید خدری، (۵) سمرہ (۶) رفاعہ (۷) وائل بن حجر (۸)

۱۔ بدائع الصنائع ج۱ص۱۱۱

۲۔ صحیح بخاری ج۱ص۳۰۲ (ج۱ص۲۶۳ حدیث۷۲۳) صحیح مسلم ج۱ص۱۵۵ (ج۱ص۳۷۵ حدیث۳۴) سنن ابی داؤد ج۱ص۱۳۱ (ج۱ص۲۱۷ حدیث۸۲۲) سنن ترمذی ج۱ص۳۴، ۴۱ (ج۲ص۲۵ حدیث۲۴۷) سنن نسائی ج۲ص۱۳۷، ۱۳۸ (ج۱ص۳۱۶ حدیث۹۸۳۔۹۸۲) سنن داری ج۱ص۲۸۳ سنن ابن ماجہ ج۱ص۲۷۶ (ج۱ص۲۷۳ حدیث۸۳۷) سنن بیہقی ج۲ص۳۸، ۶۱، ۱۶۴، مسند احمد ج۵ص۳۱۴، ۳۲۱ (ج۶ص۴۲۷ حدیث۲۲۱۶۹، ص۴۳۹ حدیث۹۲۳۵)

۳۔ مسند احمد ج۲ص۴۲۸ (ج۳ص۱۶۳ حدیث۹۲۳۵) سنن ترمذی ج۱ص۴۲۰ ج۱ص۱۲۱ حدیث۳۱۲) سنن ابی داؤد ج۱ص۱۳۰ (ج۱ص۲۱۶ حدیث۸۲۰) سنن بیہقی ج۲ص۳۷، ۵۹، المستدرک علی الصحیحین ج۱ص۲۳۹ (ج۱ص۳۶۵ حدیث۸۷۲)

۴۔ مسند احمد ج۶ص۱۴۲، ۲۷۵ (ج۷ص۲۰۵ حدیث۲۴۵۷۵، ص۳۹۱ حدیث۲۵۸۲۴) سنن ابن ماجہ ج۱ص۲۷۷ (ج۱ص۲۷۴ حدیث۸۴۰) کنز العمال ج۵ص۹۵، ۹۶ (ج۷ص۴۳۷ حدیث۱۹۶۶۳، ص۴۳۸ حدیث۱۹۶۶۸)

۵۔ سنن ترمذی ج۱ص۳۲ (ج۲ص۳ حدیث۲۳۸) سنن ابن ماجہ ج۱ص۲۷۷ کنز العمال ج۵ص۹۵ (ج۷ص۴۳۷ حدیث۱۹۶۶۶)

۶۔ سنن ابی داؤد ج۱ص۱۲۴ (ج۱ص۲۰۶ حدیث۷۷۷) سنن ترمذی ج۱ص۳۴ (ج۲ص۳۱ حدیث۲۵۱) سنن داری ج۱ص۲۸۳، سنن ابن ماجہ ج۱ص۲۷۸ (ج۱ص۲۷۵ حدیث۸۴۵) المستدرک علی الصحیحین ج۱ص۲۱۵ (ج۱ص۳۳۵ حدیث۷۸۰) مصابیح السنۃ ج۱ص۵۶ (ج۱ص۳۱۸ حدیث۵۷۵) تیسیر الوصول ج۲ص۲۲۹ (ج۲ص۲۷۹)

۷۔ سنن ابی داؤد ج۱ص۱۳۷ (ج۱ص۲۲۷ حدیث۸۵۹) سنن بیہقی ج۲ص۳۴۵، مسند احمد ج۴ص۳۴۰ (ج۵ص۴۴۹ حدیث۱۸۵۱۸) کتاب الام شافعی ج۱ص۸۸ (ج۱ص۱۱۰) المستدرک علی الصحیحین ج۱ص۲۴۱، ۲۴۲ (ج۱ص۳۶۸ حدیث۸۸۱، ص۳۶۹ ص۸۸۴) المحلی ج۳ص۲۵۶، صحیح بخاری ج۱ص۳۱۴ (ج۱ص۲۶۳) صحیح مسلم ج۱ص۱۱۷ (ج۱ص۳۷۸ کتاب الصلاۃ)

۸۔ مجمع الزوائد ج۲ص۱۳۴

عبدالرحمٰن ابن ابزی، (۱)

عبدالرحمٰن بن غنم کی مروی احادیث ہیں کہ جس نے بھی پہلی و دوسری رکعت میں سورۂ حمد پڑھنا چھوڑ دیا تو اس کی نماز نا تمام ہے۔

اس کا پڑھنا واجب ہے، اس کے متعلق ابو حنیفہ (۲) امام شافعی (۳) امام احمد بن حنبل (۴) اور امام مالک (۵) کا واضح فتوی موجود ہے، بھی نماز نا تمام سمجھتے ہیں۔

نماز مسافر کے متعلق خلیفہ کی رائے

ابوعبید (۶) عبدالرزاق (۷) طحاوی اور ابن حزم ابولہب سے روایت کرتے ہیں: عثمان نے لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ لوگ تجارت، یا ٹکس کی وصولی یا چوپایوں کے چرانے کے لئے گھر سے نکلتے ہیں تو نماز قصر پڑھتے ہیں، جب کہ قصر نماز صرف اسی صورت میں پڑھی جا سکتی ہے کہ جب کسی شخص کو کام سے بھیجا جائے یا دشمن کے سامنے ہو۔

عباس مخزومی کی روایت کے مطابق اپنے ایک گورنر کو عثمان نے لکھا کہ قصر نماز نہ پڑھے مقیم، دیہاتی، یا تاجر، ٹکس وصول کرنے والا، تاجر اور کسان بھی قصر نماز نہ پڑھے اور لسان العرب میں ہے کہ بکریاں چرانے والا قصر نماز نہ پڑھے بلکہ وہی لوگ پڑھیں جنہیں کام سے بھیجا جائے یا دشمن کے سامنے ہوں۔

۱۔ مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۷ (ج ۴ ص ۳۱۲ حدیث ۱۴۹۴۶)

۲۔ فتح الباری (ج ۲ ص ۲۴۲)

۳۔ کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۹۳ (ج ۱ ص ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۷) مختصر کتاب الامام مزنی مطبوع بر حاشیہ کتاب الام ج ۱ ص ۹۰، ۹۱ (ص ۱۸، ۱۷)

۴۔ المحلی ابن حزم ج ۳ ص ۲۳۶

۵۔ المدونۃ الکبری ج ۱ ص ۶۸ (ج ۱ ص ۶۵، ۶۶)

۶۔ غریب الحدیث (ج ۳ ص ۴۱۹)

۷۔ المصنف عبدالرزاق (ج ۲ ص ۵۲۱ حدیث ۴۲۸۲)

تبصرۂ امینیؒ

خلیفہ نے یہ قید کہاں سے لگائی پتہ نہیں جب کہ مروی احادیث میں حکم مطلق ہے اور آیت میں بھی مطلق حکم ہے۔ ﴿اذا ضربتم فی الارض......﴾ (۱) جب تم سفر کرو تو قصر نماز پڑھنے میں کوئی ہرج نہیں، چنانچہ اسی بنیاد پر ابو حنیفہ، ثوری اور ابو ثور نے کہا ہے کہ اگر سفر معصیت ہو تب بھی قصر نماز پڑھنا چاہیے۔ (۲)

صید حرم کے متعلق خلیفہ کی رائے

امام احمد بن حنبل وغیرہ (۳) بسند صحیح لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن حارث بن نوفل کا بیان ہے کہ جب عثمان مکہ آئے اور ہم لوگوں نے ان کا استقبال کیا، اس موقع پر ملاحوں نے چکور شکار کر کے ہمیں دیا، ہم نے اسے شوربے میں پکا کر عثمان کی خدمت میں پیش کیا، عثمان کے ساتھیوں نے اسے کھانے سے انکار کر دیا تو عثمان نے کہا کہ یہ شکار ہم نے نہیں کیا نہ شکار کرنے کا حکم دیا جو لوگ محرم نہیں ہیں انہوں نے شکار کر کے ہمیں کھانے کے لئے دیا ہے اس لئے اسے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بس یہ معاملہ حضرت علیؑ کی خدمت میں پیش کیا گیا، حضرت غصے میں بھرے ہوئے آئے اور فرمایا: جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جنگلی گدھے کا گوشت پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم حالت احرام میں ہیں، جو لوگ احرام کی حالت میں نہیں ہیں انہیں کھلاؤ۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں یہاں تمام موجود لوگوں کی قسم دیتا ہوں کہ اس بات کی گواہی دیں یہ سن کر بارہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھ کر گواہی دی، پھر آپ نے فرمایا: ایک بار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

۱۔ (سورۃ النساء ۱۰۱)

۲۔ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۷، المحلی ابن حزم ج ۵ ص ۱ (مسئلہ ۵۱۳) نھایۃ ابن اثیر ج ۲ ص ۳۲۵ (ا ص ۲۷۳) لسان العرب ج ۵ ص ۲۰۷ (ج ۲ ص ۲۸۷) کنز العمال ج ۴ ص ۲۳۹ (ج ۸ ص ۲۳۵ حدیث ۲۲۷۰۴) تاج العروس ج ۳ ص ۱۰۰، ج ۴ ص ۴۰۱

۳۔ المحلی ج ۴ ص ۲۶۴، احکام القرآن جصاص (ج ۲ ص ۳۱۲ (ج ۲ ص ۲۵۵)

میں شترمرغ کے انڈے پیش کیے گئے تھے، اس وقت بھی رسول نے فرمایا تھا کہ ہم محرم ہیں جو لوگ احرام میں نہیں ہیں انہیں کھلاؤ، آپ نے حاضرین کو قسم دی تو کم وبیش بارہ افراد نے اس بات کی گواہی دی، یہ سن کر عثمان نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور اپنی قیام پر چلے گئے، تمام گوشت ملاحوں نے کھایا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس مسئلہ کو خود عثمان نے علیؑ سے پوچھا تو حضرت نے متذکرہ بات کہی۔ امام شافعی کی روایت ہے کہ جب عثمان کو چکور کا ہدیہ پیش کیا گیا تو عثمان نے اسے کھایا اور ان کے ساتھ سب ساتھیوں نے کھایا صرف علیؑ نے کھانے سے انکار کر دیا۔

اس روایت کو بیہقی، طبری، ابن حزم وغیرہ نے بھی لکھا ہے:

تبصرۂ امینیؒ

خلیفہ کو یہ معمولی مسئلہ بھی معلوم نہ تھا، حضرت علیؑ کے بتانے پر بھی باز نہ آئے جب کہ حدیث ہے کہ علی مع الحق والحق مع علی۔ (۱) مزید یہ کہ حضرت کی تائید میں آیت ہے کہ ﴿حرّم علیکم صید......﴾ (۲) اس کے علاوہ بہت سی حدیثیں بھی ہیں۔

۱۹۔ نزاع کا فیصلہ علیؑ سے کرایا

مسند احمد میں ہے کہ تحسیس اور صفیہ خمس کے غلام وکنیز تھے، صفیہ نے ایک دوسرے خمس کے غلام سے زنا کر کے ایک بچہ پیدا کیا، تحسیس نے دعویٰ کیا کہ بچہ میرا ہے، عثمان نے یہ معاملہ علیؑ کی خدمت میں پیش کیا، حضرت نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ اسی طرح کروں گا جیسا رسول خدا ﷺ نے کیا تھا۔ فرمایا کہ

۱۔ خطیب بغدادی ج ۱۴ ص ۳۲۱، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۳۶، الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۶۸ (ج ۱ ص ۷۳) ربیع الابرار زمخشری (ج ۱ ص ۸۲۸) مناقب خوارزمی (ص ۱۷۶ حدیث ۲۱۴) تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۱۱ (ج ۱ ص ۲۰۵) کفایۃ الطالب ص ۱۳۵ (ص ۲۶۵ باب ۶۲) مسند ابی یعلی (ج ۲ ص ۳۱۸ حدیث ۱۰۵۲) نزل الابرار ص ۲۲ (ص ۵۸) المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۲۵ (ج ۳ ص ۱۳۵ حدیث ۴۶۲۹) سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۱۳ (ج ۵ ص ۵۹۲ حدیث ۳۷۱۴) جامع الاصول (ج ۹ ص ۴۲۰ حدیث ۶۳۷۲) کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۷ (ج ۱۱ ص ۶۴۲ حدیث ۳۳۱۲۴)

۲۔ (سورۃ المائدہ الآیۃ ۹۶۔

قانونی طور سے لڑکا اسی کا ہے اور زنا کار کو سنگسار کرنا چاہیے دونوں کو پچاس تازیانے مارو۔(۱)

تبصرۂ امینیؒ

خلیفہ نے اس لئے حضرت سے فیصلہ کرایا کہ خود ان کو معلوم نہ تھا، انہیں شاید یہ آیت معلوم تھی کہ زانی اور زانیہ کو سو کوڑے لگاؤ (۲) اور اجمالی طور سے یہ بھی جانتے تھے کہ اکثر احکام میں آزاد اور غلام کا فرق کیا ہے۔ لیکن شاید انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ خدا کا مسئلہ بھی اسی زمرے میں آتا ہے، شاید وہ اس آیت کی طرف بھی ملتفت نہ تھے، ﴿ومن لم یستطع منکم طولاً ﴾(۳) اور تم میں سے جو شخص مومنہ عفت دار عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ تمہاری ان مومنہ لونڈیوں سے جو تمہارے قبضے میں ہیں نکاح کر سکتا ہے، اور خدا تمہارے ایمان سے اچھی طرح واقف ہے، ایمان کی حیثیت سے تو تم میں ایک دوسرے کا ہم جنس ہے پس بے تامل ان کے مالکوں کی اجازت سے لونڈیوں سے نکاح کرو اور ان کا مہر حسن سلوک سے دے دو مگر انہیں لونڈیوں سے نکاح کرو جو عفت کے ساتھ تمہارے پابند رہیں نہ تو کھلے خزانے زنا کریں اور نہ چوری چھپے آشنائی، پھر جب تمہاری پابند ہو چکیں اس کے بعد کوئی بدکاری کریں تو جو سزا دائمی بیویوں کو دی جاتی ہے اس کی آدھی سزا لونڈیوں کو دی جائے گی۔

لیکن ان کے سامنے یہ آیت موجود تھی مگر ان کی سمجھ میں نہ آسکا سنگسار کی نصف سزا کیا ہوگی، انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ اس کی نصف سزا تازیانہ مارنا ہے جو سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے۔(۴)

۱۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۴ (ج ۱ ص ۱۶۷)

۲۔ سورۂ نور / ۲

۳۔ (نساء / ۲۵)

۴۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸ (ج ۶ ص ۲۵۰۹ حدیث ۶۴۴۸) صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷ (ج ۳ ص ۵۳۵ حدیث ۳۰ کتاب الحدود) سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۳۹ (ج ۴ ص ۱۶۰ حدیث ۴۴۷۱، ۴۴۷۰) سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۱۹ (ج ۲ ص ۸۵۷ حدیث ۲۵۶۶) سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۴۲، الموطا ج ۲ ص ۱۷۰ (۲ ص ۸۲۷ حدیث ۱۶) کتاب الام ج ۶ ص ۱۲۱ (ج ۶ ص ۱۳۵) تفسیر قرطبی ج ۱۲ ص ۱۵۹ (ج ۱۲ ص ۱۰۷)

اگر انہیں زمانہ رسول ﷺ میں حضرت علیؑ کے ذریعہ سزا دینے کی بات یاد نہ تھی تو زمانہ عمر ہی کی بات یاد کر لیتے کہ انہوں نے کنیزوں کی زنا کاری پر پچاس تازیانے مارے تھے۔(۱)

بہر حال خلیفہ کو اتنی سمجھ تو آئی کہ صحیح فیصلہ خاندان رسولؐ ہی کر سکتا ہے۔

عدۂ مختلفہ کے متعلق خلیفہ کی رائے

ربیع بنت مسعود نے عبداللہ بن عمر سے گذارش کی کہ میں زمانہ عثمان میں شوہر سے خلع لے کر علیحدہ ہو گئی تھی، اس معاملے کو معاذ بن عمران نے عثمان کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ مسعود کی بیٹی نے اپنے شوہر سے خلع لے لیا ہے، کیا وہ شوہر کے گھر سے چلی جائے؟ عثمان نے کہا: وہ گھر سے نکل جائے اب وہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی میراث بھی نہ لیں گے، اور نہ عدہ کی ضرورت ہے، وہ ایک خون دیکھنے کے بعد دوسری شادی کر سکتی ہے۔

کیونکہ احتمال ہے کہ اس کے پیٹ میں بچہ ہو یہ سن کر عبداللہ بن عمر نے کہا کہ عثمان ہم لوگوں میں افضل ترین اور سب سے بڑے دانشور ہیں۔(۲)

تبصرۂ امینیؒ؛ قرآن وحدیث کی روشنی میں

مطلقہ عورتوں کو دوسری شادی کرنے کے لئے تین خون دیکھنا ضروری ہے، اس میں کوئی فرق اقسام اخلاق کا نہیں، پس اگر صرف شوہر کی طرف سے طلاق ہے تو اسے طلاق رجعی کہتے ہیں اور اگر زوجہ کی طرف سے ہو تو اسے خلع کہتے ہیں اور اگر دونوں کی طرف سے ہو اسے مبارات کہتے ہیں، ان تینوں

۱۔ موطا مالک ج ۲ص ۱۷۰ (ج ۲ص ۸۲۷ حدیث ۱۶) سنن بیہقی ۸ص ۲۴۲، تفسیر ابن کثیر ج ۱ص ۴۷۶، کنز العمال ج ۳ص ۸۶ (ج ۵ص ۴۱۴ حدیث ۱۳۴۶۸)

۲۔ سنن بیہقی ج ۷ص ۴۵۰، ۴۵۱، سنن ابن ماجہ ج ۱ص ۶۳۴ حدیث ۲۰۵۸ تفسیر ابن کثیر ج ۱ص ۲۷۶، المصنف ابن ابی شیبہ (ج ۵ص ۱۱۵) زادالمعاد ابن قیم ج ۲ص ۴۰۳ (ج ۴ص ۲۱۴) کنز العمال ج ۳ص ۲۲۳ (ج ۶ص ۱۸۱ حدیث ۱۵۲۶۴) نیل الاوطار ج ۷ص ۳۵ (ج ۶ص ۲۷۸)

اقسام کے طلاق نیز ائمہ مذاہب اربعہ کے فتاوی ایک رائے ہیں کہ عدہ خلع کے لئے عورت تین طہر انتظار کرے گی، چنانچہ تفسیر ابن کثیر(۱) میں اس رائے کو لکھ کر کہا گیا ہے کہ یہی نظریہ ہے ابو حنیفہ، شافعی، احمد ، اسحاق بن راہور کا اور اس کی روایت عمر، علی، ابن عمر، سعید بن میتب، سلیمان بن یسار، عروہ اسلم، ابو سلمہ، عمر بن عبدالعزیز، ابن شہاب، حسن، شعبی، ابراہیم نخعی، ابو عباس، خلاص بن عمر، قتادہ، سفیان ثوری ، اوزاعی، لیث بن سعد، ابو عبید سے ہے۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہی قول اکثر اہل علم اور صحابہ کا ہے کہ خلع میں بھی دوسری اقسام طلاق کی طرح عدہ ہوگا، اور جو روایت ترمذی میں ہے وہ قصہ زمانہ نبی کا نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض محدثین نے برائت عثمان کے لئے گڑھ لیا ہے پھر اب اس جہالت کے مقابلے میں ابن عمر کا قول دیکھئے جو فرماتے ہیں کہ عثمان ہمارے زمانے کے افضل واعلم ہیں۔ (۲)

گمشدہ شوہر کے متعلق خلیفہ کی رائے

سعید بن میتب بیان کرتے ہیں کہ عمر نے کہا: جس عورت کا شوہر گم ہو جائے اور اسے معلوم نہ ہو سکے کہ کہاں ہے تو اسے چار سال صبر کرنا چاہئے، پھر مزید چار ماہ دس روز انتظار کرنا چاہیے پھر وہ آزاد ہو جائے گی، عمر کے بعد یہی حکم عثمان نے دیا، ابو عبید کی روایت میں ہے کہ عمر و عثمان چار سال، چار ماہ ، دس دن انتظار کے بعد آزاد ہونے کا حکم دیتے ہیں، شیبانی اور زہری کا یہی بیان ہے۔ (۳)

امام شافعی کی عبارت ہے کہ جس عورت کا شوہر گم ہو جائے اور دوسری شادی کرے پھر جماع سے قبل اور شوہر آجائے تو وہی سزاوار ہے لیکن اگر جماع کے بعد آئے تو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے تو عورت کا مہر دے دے۔ (۴)

۱۔ تفسیر ابن کثیر ج۱ ص ۲۷۶

۲۔ سنن ترمذی ج۱ ص ۱۴۲ (ج۳ ص ۴۹۲ حدیث ۱۱۸۵)

۳۔ سنن ترمذی ج۱ ص ۱۴۲ (ج۳ ص ۴۹۱ حدیث ۱۱۸۵)

۴۔ موطا مالک ج۲ ص ۲۸ (ج۲ ص ۵۷۵ حدیث ۵۲) کتاب الام شافعی ج۷ ص ۲۱۹ ۰ ج۷ ص ۲۳۶) سنن بیہقی ج۷ ص ۴۴۵، ۴۴۶۔

تبصرۂ امینیؒ

ذرا کوئی مجھے بتائے کہ گمشدہ کی عورت چار سال کیوں انتظار کرے کیا یہ حکم قرآن میں ہے؟ تو آیت کون سی ہے؟ کیا روایت میں ہے تو اس کا راوی کون ہے؟ پھر یہ کہ تمام اہلسنت کے صحاح ومسانید چھان ڈالیئے کہیں اس حکم کا اتہ پتہ نہیں، انہوں نے اس بنیاد پر فیصلہ کیا ہو کہ خود انہیں کے یہاں حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ چار سال بیان کی گئی ہے۔(۱) کیونکہ امام شافعی اپنی ماں کے پیٹ میں چار سال رہے تھے، امام مالک بھی لکھتے ہیں کہ میرے ہمسائے کی عورت نے تین بچے دیئے ہر ایک بطن مادر میں چار سال رہا۔

اس دلیل کو ابن رشد نے المدونۃ الکبری (۲) میں یہ کہہ کے مسترد کر دیا ہے کہ اگر علت حکم یہی ہے تو چاہیئے کہ آزاد کنیز دونوں کے انتظار کی مدت یکساں ہو کیونکہ حمل کی نوعیت دونوں میں یکساں ہے پھر یہ حمل کی انتہائی مدت فقہا کے نزدیک مختلف ہے، ابو حنیفہ وثوری دو سال کہتے ہیں، شافعی چار سال (۳) ابن قاسم پانچ سال اور امام مالک سات سال کہتے ہیں۔ کیونکہ ان سے ایک روایت منقول ہے کہ ابن عجلان کی عورت نے سات سال حمل کے بعد بچہ پیدا کیا۔(۴)

ممکن ہے ابن عجلان کی بیوی کی طرح دنیا میں اور بھی عورتیں ہوں جو دس بارہ سال تک حاملہ ہو سکتی ہوں۔(۵)

خلیفہ نے ابی سے مسئلہ پوچھا

سنن بیہقی میں بسند ابو عبیدہ منقول ہے کہ خلیفہ نے ابی کے پاس آدمی بھیج کر مسئلہ پوچھا کہ ایک

۱۔ فیض الالہ مالک ج ۲ ص ۲۶۳

۲۔ مقدمات المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۱

۳۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۴ ص ۵۳۵

۴۔ مقدمات المدونۃ الکبریٰ ابن رشد ج ۲ ص ۱۰۲

۵۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۱۷

شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی پھر تیسرے طہر کے وقت مباشرت کر لی ایسی صورت میں حکم شرعی کیا ہے۔

ابی نے جواب دیا: میرے خیال میں جب تک وہ تیسرے حیض کا خون دیکھ کر غسل نہ کر لے شوہر کے لئے حد بلوغ جائز ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اس مسئلے کے علاوہ کبھی عثمان نے کوئی مسئلہ پوچھا ہو۔

تبصرۂ امینیؒ

روایت صاف بتاتی ہے کہ خلیفہ نہیں جانتے تھے تو ابی بن کعب سے پوچھا، ظاہر ہے کہ جس سے مسئلہ پوچھا جائے وہ افضل ہوتا ہے۔

کاش...... مسائل کو علیؑ سے پوچھا جاتا جو سب سے افضل و اعلم تھے۔

خلیفہ نے ایک عورت سے مسئلہ پوچھا

امام شافعی و مالک وغیرہ نے اپنی سند سے فریعہ بنت مالک کا واقعہ نقل کیا ہے کہ اس نے رسولؐ کی خدمت میں آ کر پوچھا کہ میرا شوہر اپنا غلام ڈھونڈ رہا تھا کہ قتل کر دیا گیا، کیا میں اپنے گھر واپس جاؤں، کیونکہ میرے شوہر نے کوئی مکان مسکونہ میرے لئے نہیں چھوڑا ہے، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! جب میں مسجد یا حجرہ میں آ گئی تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلا کر ماجرا پوچھا، میں نے تمام واقعہ بیان کر دیا آپ نے فرمایا: تم اپنے حال پر ہو جب تک کوئی حکم قرآن نہ نازل ہو جائے۔ فریعہ کہتی ہے کہ میں وہاں چار مہینے دس دن رہی، جب عثمان کا عہد آیا تو انہوں نے مجھے بلا کر اس مسئلے کے متعلق پوچھا، میں نے اپنا واقعہ اور حکم بتایا تو اسی بنیاد پر انہوں نے دوسرے مقدمے کا فیصلہ کیا۔

امام شافعی نے رسالہ میں لکھا ہے کہ عثمان نے اپنی امامت کے زمانے میں بطاوجود علم و فضل کے ایک عورت سے مسئلہ پوچھ کر فیصلہ صادر کیا، اور کتاب اختلاف الحدیث میں ہے کہ فریعہ نے عثمان کو حکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگاہ کیا تو انہوں نے اسی بنیاد پر دوسرے مقدمے کا فیصلہ کیا۔

ابن قیم زاد المعاد میں کہتے ہیں کہ یہ واقعہ بہت مشہور ہے، حجاز و عراق میں چنانچہ امام مالک نے

موطا میں اس واقعہ کی بنیاد پر نظریہ قائم کیا۔ابن عبدالبر بھی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ علماء حجاز و عراق میں کافی معروف ہے۔

حوالے کے لئے ملاحظہ ہو:(۱)

تبصرۂ امینیؒ

یہ واقعہ بھی دوسرے واقعات کی طرح ثابت کرتا ہے کہ خلیفہ کو مسئلہ معلوم نہ تھا،لیکن کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ایک عورت سے قوم کا رہبر مسئلہ پوچھے،اس کے باوجود عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں عثمان تمام صحابہ سے اعلم ہیں۔

جگ جگ جیو اور نیرنگ زمانہ دیکھو

۲۱۔قبل میقات احرام کے متعلق خلیفہ کی رائے

بیہقی سنن کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عامر بن کریز نے جب خراسان فتح کیا تو نذر مانی کہ بطور شکر اسی جگہ سے احرام باندھوں گا اور نیشاپور سے احرام باندھا،جب عثمان کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے بڑی ملامت کی اور کہا کہ تم بہت زیادہ مغرور ہو گئے ہو،تم نے حج کی توہین کی ہے۔(۲)

ابن حزم محمد بن اسحاق ابن حجر،ابن سرین (۳)

۱۔الرسالہ ص ۱۱۶ (ص ۲۳۸ حدیث ۱۲۱۴) کتاب الام ج ۵ ص ۲۰۸ (ج ۵ ص ۲۲۷) اختلاف الحدیث مطبوع بر حاشیہ کتاب الام ج ۷ ص ۲۲ (ص ۴۷۹) الموطا مالک ج ۲ ص ۳۶ (ج ۲ ص ۵۹۱ حدیث ۸۷) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۶۲ (ج ۲ ص ۲۹۱ حدیث ۲۳۰۰) احکام القرآن جصاص ج ۱ ص ۴۹۶ (ج ۱ ص ۴۱۸) زاد المعاد ج ۲ ص ۴۰۴ (ج ۴ ص ۲۱۵) الاصابۃ ج ۴ ص ۳۸۶ نیل الاوطار ج ۷ ص ۱۰۰ (ج ۶ ص ۳۳۵) سنن ترمذی (ج ۳ ص ۵۰۸ حدیث ۱۲۰۴) سنن نسائی (ج ۳ ص ۳۹۳ حدیث ۵۷۲۴) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۵۴ حدیث ۲۰۳۱)

۲۔سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۱،

۳۔المحلی ابن حزم ج ۷ ص ۷۷،الاصابۃ ج ۳ ص ۶۱ تھذیب التھذیب ج ۵ ص ۲۷۳ (ج ۵ ص ۲۳۹) تیسیر الوصول ج ۱ ص ۲۶۵ (ج ۱ ص ۳۱۳) صحیح بخاری (ج ۲ ص ۵۶۵ باب ۳۲ کتاب الحج)

تبصرۂ امینیؒ

احرام کے سلسلے میں یہ بات ثابت ہے کہ حج و عمرہ میں مکہ سے نزدیک ترین مقام سے احرام باندھے اور آخری جگہ کہ جہاں سے احرام باندھا جاسکتا ہے یعنی کہ جہاں سے حاجی احرام نہیں باندھ سکتا ، جہاں سے گذرے لیکن اس سے پہلے احرام باندھنا ، جس شہر سے چاہیں یا مضافات خانہ محرم اگر اس نیت سے ہو کہ محل احرام باندھنے کو میقات شرعی محبوب کرے یہ بدعت ہے اور حرام ہے، لیکن اگر یہ کام اس لئے انجام دے کہ عبادت میں اضافہ ہو یا نذر و عہد پوری کرنا ہو، یہ تمام باتیں کسی طرح بھی حرام نہیں ؛ چنانچہ علامہ امینی نے تبصرے اور تجزیئے کے ساتھ پانچ احادیث (۱) اور صحابہ، تابعین اور ائمہ اربعہ (۲) کے فتوؤں کے ساتھ نقل کی ہیں ۔ اس صورت حال میں ابن حزم کا کہنا ہے کہ عثمان نے کبھی کسی عمل صالح میں عیب نہیں لگایا کس قدر بھونڈی اور اندھی عقیدت کا مظاہرہ ہے۔

۲۲۔ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عثمان ہلاک ہو جاتے

عاصمی زین الفتی میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص عثمان کے پاس ایک مردے کی ہڈی لئے ہوئے آیا اور بولا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ کافر کی میت پر عذاب ہوتا ہے اور میرے ہاتھ میں کافر کی ہڈی ہے، مجھے تو نار جہنم کا عذاب محسوس نہیں ہوتا ۔ یہ سن کر عثمان کی بولتی بند ہو گئی ، انہوں نے حضرت علیؑ کے پاس ایک آدمی کو

۱۔ مسند احمد ج۱ ص۴۹۹ (ج۷ ص۴۲۴ حدیث ۲۶۰۸) سنن ابی داؤد ج۱ ص۲۷۵ (ج۲ ص۱۴۳ حدیث ۱۷۴۱) سنن ابن ماجہ ج۲ ص۲۳۵ (ج۲ ص۹۹۹ حدیث ۳۰۰۱، ۳۰۰۲) سنن بیہقی ج۵ ص۳۰، مصابیح السنۃ ج۱ ص۱۷۰ (ج۲ ص۲۳۱ حدیث ۱۸۲۷) الترغیب والترہیب ج۲ ص۱۱ (ج۳ ص۱۹۰) درمنثور ج۱ ص۲۰۸ (ج۱ ص۵۰۲) نیل الاوطار ج۵ ص۲۶ (ج۴ ص۳۳۵) مصنف ابن ابی شیبہ (ج۴ ص۱۹۵) تفسیر طبری ج۲ ص۱۲۰ (مجلد۲ ج۲ ص۲۰۷) المستدرک علی الصحیحین ج۲ ص۲۷۶ (ج۲ ص۳۰۳ حدیث ۳۰۹۰) احکام القرآن جصاص ج۱ ص۳۳۷، ۳۵۴ (ج۱ ص۲۸۶، ۳۰۰) تفسیر ابن جزی ج۱ ص۴۷، تفسیر کبیر ج۲ ص۱۶۲ (ج۵ ص۱۴۳) تفسیر قرطبی ج۲ ص۲۴۳، تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۲۳۰

۲۔ الموطا ج۱ ص۲۴۲ (ج۱ ص۳۳۶ حدیث ۲۶) کتاب الام شافعی ج۲ ص۱۱۸ (ج۲ ص۱۳۸، ۱۳۹) بدائع الصنائع ج۲ ص۱۶۴، طرح التثریب ج۵ ص۶، ۵۰۶

بلانے کے لئے بھیجا، جب وہ آئے تو اصحاب کا مجمع تھا، حضرت علیؑ نے اس شخص سے فرمایا: اپنی بات دہراوٗ اس نے دوبارہ اپنی بات کہی تو عثمان نے کہا: اے ابوالحسن! اس کا جواب دیجئے، حضرت نے فرمایا: چقماق اور لوہالاؤ، آپ نے لوہے کو پتھر پر مارا تو اس میں سے آگ نکلی، اس شخص سے فرمایا: اس پتھر پر ہاتھ رکھو تو کیا تمہیں حرارت محسوس ہوتی ہے، یہ سن کر وہ مبہوت ہوگیا اور عثمان چیخ پڑے: اگر علیؑ نہ ہوتے تو عثمان ہلاک ہوجاتا۔

تبصرۂ امینیؒ

اموی گھرانے کے عثمان کو تکوین کائنات کے اسرار کا کیا علم ہوسکتا تھا، یہ علوم الٰہی اہل بیت کے در ہی سے حاصل ہوسکتے تھے، لیکن اس شخص کے سامنے خلیفہ جی کی بے بسی دیدنی تھی۔

۲۳۔ دو سگی بہنوں کا کنیزی میں ایک ساتھ اپنی ملکیت میں رکھنے کے متعلق خلیفہ کی رائے۔

قبیصہ بن ذویب کا بیان ہے کہ ایک شخص نے عثمان سے مسئلہ پوچھا کہ کیا دو سگی بہنوں کو کنیزی میں ایک ساتھ رکھا جاسکتا ہے، عثمان نے جواب دیا: ایک آیت سے اس کا حرام ہونا معلوم ہے اور ایک آیت سے حلال ہونا لیکن میرے خیال میں ایسا نہ کرنا چاہیے۔ وہاں سے وہ شخص ایک دوسرے صحابی کے پاس پہونچا اور یہی مسئلہ پوچھا، اس صحابی نے کہا: اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ کس شخص نے ایسا کام کیا ہے تو میں اسے سزا دوں گا۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ اس صحابی سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ ابن ذویب چونکہ عبدالملک کے ندیم تھے اس لئے حضرت علیؑ کا نام نہیں لیتے تھے۔(۱)

بیہقی نے ابن شہاب کی روایت بن ذویب لکھی ہے جس میں اس صحابی نے فرمایا کہ اگر مجھے حکومت مل گئی تو ایسے شخص کو سزا دوں گا۔ ملک العلماء نے بدائع میں لکھا ہے کہ عثمان نے کہا کہ ہر وہ چیز جو

۱۔ الموطا مالک ج ۲ ص ۱۰ (ج ۲ ص ۵۳۸ حدیث ۳۴)

خدا نے آزاد کے لئے حرام قرار دیا ہے وہ غلام کے لئے بھی حرام ہے صرف دو سگی بہنوں کو جمع کرنے کو خدا نے حلال قرار دیا ہے۔(۱)

جصاص نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ عثمان اور ابن عباس کنیزوں کے جمع بین الاختین کو جائز قرار دیتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ یہ حرام بھی ہے اور حلال بھی اور کہا کہ نہ ہی اس کا حکم دوں گا نہ اس سے روکوں گا۔ زمخشری لکھتے ہیں کہ عثمان اور علیؑ کہتے تھے کہ کنیزوں کے جمع بین الاختین کے سلسلے میں ایک آیت اسے حلال کہتی ہے اور ایک آیت حرام۔ امام رازی نے اسے صرف عثمان ہی سے مخصوص قرار دیا ہے۔ ابن عبدالبر کتاب استذکار میں کہتے ہیں کہ ابن ذویب اس لئے علی کا نام نہیں لیتے تھے کیونکہ وہ عبدالملک بن مروان کے ندیم تھے اور عبدالملک کو ذکر علیؑ سخت ناپسند تھا۔(۲)

تبصرۂ امینیؒ

اس بحث کو دو صورتوں سے دیکھا جا سکتا ہے: ایک تو یہ کہ کنیزوں میں سگی بہنوں کو ایک ساتھ رکھ کر ان سے وطی کرنا قطعی حرام ہے، تمام جمہور اور ائمہ اربعہ کا متفقہ فیصلہ ہے۔(۳) اگر کسی نے اس کے خلاف فتوی دیا ہے تو اس کی طرف توجہ نہ دینا چاہیئے، چنانچہ عثمان نے جو فتوی دیا ہے وہ قرآن کی تاویلی غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں، بلکہ یہ تحریف ہے۔ عمر، علیؑ، ابن عباس، عمار، ابن عمر، عائشہ اور ابن زبیر بھی کا فتوی یہی ہے کہ دو سگی بہنوں سے وطی خواہ وہ کنیز ہی ہو حرام ہے۔

جصاص، ابن حزم اور ابن حبان نے متذکرہ ناموں کے علاوہ ابن مسعود، زید بن ثابت، ابن منبہ،

۱۔ تفسیر کبیر (ج ۱۰ص ۳۶)

۲۔ سنن بیہقی ج ۷ص ۱۶۳، ۱۶۴، احکام القرآن جصاص ج ۲ص ۱۵۸ (ج ۲ص ۱۳۰) المحلی ابن حزم ج ۹ص ۵۲۲، تفسیر کشاف ج ۱ص ۳۵۹ (ج ۱ص ۴۹۶) تفسیر قرطبی ج ۵ص ۱۱۷ (ج ۵ص ۷۷) بدائع الصنائع ملک العلماء ج ۲ص ۲۶۴، تفسیر خازن ج ۱ص ۳۵۶ (ج ۱ص ۳۴۲ در منثور ج ۲ص ۱۳۶ (ج ۲ص ۴۷۶) موطا مالک (ج ۲ص ۵۳۸ حدیث ۳۴) کتاب الام شافعی (ج ۵ص ۳) المصنف عبدالرزاق ج ۷ص ۱۸۹ حدیث ۱۲۷۲۸) مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۴ص ۱۶۹) فتح القدیر ج ۱ص ۴۱۸ (ج ۱ص ۴۵۳)

۳۔ تفسیر کبیر ج ۳ص ۱۹۳ (ج ۱۰ص ۳۶) تفسیر ابن کثیر ج ۱ص ۴۷۲ بدائع الصنائع ج ۲ص ۲۶۴ احکام القرآن جصاص ج ۲ص ۱۵۸ (ج ۲ص ۱۳۰، ۱۳۲)

اسحاق بن راہویہ، ابراہیم نخعی، حکم بن عتبہ، حماد، شعبی، حسن بصری، اوزاعی، شافعی، احمد، اسحاق، ابوحنیفہ اور مالک کا نام بھی لیا ہے۔(۱) قرآن کی آیات اور احادیث رسول ﷺ میں اس کی واضح طور سے تاکید موجود ہے۔

۲۴۔ دو بھائیوں کا ماں کے ثلث حصے کے متعلق خلیفہ کی رائے۔

تفسیر طبری (۲) میں بطریق شعبہ ہے کہ ابن عباس نے عثمان سے کہا کہ دو بھائیوں کی وجہ سے ماں کو ۱/۶ کیوں دیا جاتا ہے جب کہ قرآن میں ہے کہ ﴿فان کان لہ اخوۃ......﴾ اور دو بھائی آپ کی زبان میں جمع کے لئے نہیں بولے جاتے۔ عثمان نے کہا کہ قرآن میں ہے کہ میں ان قوانین کو کیسے توڑ سکتا ہوں جو مجھ سے پہلے سے ہوتے چلے آرہے ہیں، وراثت کا یہ طریقہ بہت پہلے سے برتا جارہا ہے۔(۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ خلیفہ نے جو ابن عباس کو جواب دیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں عربی زبان کی بھی واقفیت نہیں تھی، اگر ذرا واقف کار ہوتے تو کہہ دیتے کہ جمع کا اطلاق دو پر بھی ہوتا ہے، کلام عرب میں یہ شائع ہے ورنہ رسول خدا ﷺ ایسی غلطی نہ کرتے لیکن جو لوگ لفظ اب کا مطلب نہیں سمجھتے تھے وہ قواعد کی ان باریکیوں کو کیا سمجھیں گے۔

۲۵۔ معترف زنا کے متعلق خلیفہ کا فتوی

یحیی بن حاطب کہتا ہے کہ حاطب مرے تو ان تمام غلاموں اور کنیزوں کو آزاد کردیا جو پابند صوم و

۱۔ تفسیر قرطبی ج۵ص۱۱۷،۱۱۸ (ج۵ص۷۷،۷۸) تفسیر ابن کثیر ج۱ص۴۷۳، احکام القرآن جصاص ج۲ص۱۵۸ (ج۲ص۱۳۰) المحلی ابن حزم ج۹ص۵۲۲،۵۲۳ تفسیر ابن حیان ج۳ص۲۱۳، تفسیر کبیر ج۳ص۱۹۳ (ج۱۰ص۳۶) درمنثور ج۲ص۱۲۷ (ج۲ص۴۷۶) تفسیر فتح القدیر ج۱ص۳۱۱ (ج۱ص۴۴۷)

۲۔ تفسیر طبری ج۴ص۱۸۸

۳۔ المستدرک علی الصحیحین ج۴ص۳۳۵ (ج۴ص۳۷۲ حدیث ۷۹۶۰) سنن بیہقی ج۶ص۲۲۷، المحلی ابن حزم ج۹ص۲۵۸، تفسیر کبیر ج۳ص۱۶۳ (ج۹ص۲۱۵) تفسیر ابن کثیر ج۱ص۴۵۹، درمنثور ج۲ص۱۲۶ (ج۲ص۴۴۷) روح المعانی ج۴ص۲۲۵

صلوۃ تھے، ان کی ایک نوبیہ کنیز تھی جس نے نماز روزہ کیا تھا حاملہ ہوگئی اور وہ بیوہ تھی، یہ خبر عمر کو پہونچائی گئی تو عمر نے اس کنیز سے پوچھا، اس نے اقرار کیا، عمر نے علیؑ وعبدالرحمٰن سے مسئلہ پوچھا، ان لوگوں نے حد جاری کرنے کا مشورہ دیا، عمر نے کہا: اے عثمان! تم کہو۔ انہوں نے کہا کہ دونوں بھائیوں نے مشورہ دیا۔ عمر نے کہا: تم ہی کہو۔ عثمان نے کہا: تم نے سچ کہا۔ عمر نے کہا: اس کنیز کو سو تازیانے مارے جائیں اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے۔(۱)

اس روایت پر جلد ششم میں عمر کی علمی حالت پر تبصرہ کیا جا چکا ہے کہ عمر نے قانون دین وشریعت پامال کیا۔(۲) عثمان نے بھی یہ کہہ کے کہ کنیز پر حد جاری نہ کی جائے اپنی قطعی جہالت کا ثبوت دیا، اگر خلیفہ کی بات صحیح مان لی جائے تو تمام اقرار پامال ہو جائیں گے کیونکہ ہر مجرم کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ حد کے متعلق ناآگاہ تھا اگر آگاہ ہوتا تو سزا کے ڈر سے چھپاتا۔

۲۶۔ خلیفہ نے صدقات رسول خریدے

طبرانی نے اوسط میں بطریق سعید بن مسیب روایت نقل کی ہے کہ عثمان کا ایک دربان تھا جو بوقت نماز راستے میں ان کے آگے آگے چلتا تھا ایک دن دربان کے ساتھ نکلے اور ایک جگہ بیٹھ گئے، ردا سمیٹ لی اور تازیانہ سامنے رکھ لیا اتنے میں علیؑ عصا ہاتھ میں لئے سامنے آئے دور ہی سے دربان نے علیؑ کو دیکھ کر عثمان سے کہا کہ علیؑ آرہے ہیں، عثمان سنبھل کے بیٹھ گئے، علیؑ نے کہا کہ تم نے فلاں خاندان کی جائداد اور اس کا پانی خرید لیا ہے جب کہ رسول خدا ﷺ نے اس کو وقف فرمایا تھا، میں جانتا کہ تمہارے سوا اس کو دوسرا کوئی نہ خریدتا، اس بات پر عثمان اور علی میں باہم تلخ کلامی ہونے لگی، قسما قسمی ہوئی اور عثمان نے تازیانہ اٹھایا اور علیؑ نے بھی عصا مارنے کے لئے اٹھایا اتنے میں عباس

۱۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳۸، کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۱۵۲

۲۔ کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۱۳۵ (ج ۱ ص ۱۵۲) اختلاف الحدیث شافعی مطبوع بر حاشیہ الام ج ۷ ص ۱۴۴ (ج ۷ ص ۵۰۷) سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳۸، جامع بیان العلم ابن عبد البر ص ۱۴۸ (۳۰۸ حدیث ۱۵۴۸)

نے آ کر بیچ بچاؤ کیا دوسرے دن دونوں کو دیکھا گیا کہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے آپس میں باتیں کرر ہے ہیں۔(۱)

تبصرۂ امینیؒ

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ نے وقف رسول ﷺ کو جائز طریقے سے خرید کر ہتھیا لیا تھا، پس اگر وہ اس جائداد کی وقفی حیثیت کو جانتے تھے جیسا کہ روایت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے تو شرم کی بات ہے اور اگر نہیں جانتے تھے تو امام کے بتانے کے بعد لاٹھی ڈنڈا کرنے کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ جان بوجھ کر حرام خوری پر آمادہ تھے، امام نے تو اپنے منصب امامت کے تحت نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا تھا، علیؑ کا غصہ صرف خدا کی راہ میں تھا اور بس۔

۲۷۔ خلیفہ شب وفات ام کلثوم

بخاری میں سند (۲) فلیح بن سلیمان، انس بن مالک کا بیان ہے کہ ہم دختر رسول ﷺ (ام کلثوم یا رقیہ) کے دفن کے وقت موجود تھے، رسول خدا ﷺ قبر کے سرہانے بیٹھ کر گریہ فرما رہے تھے، اچانک آپ نے فرمایا: کیا کوئی اس میں ایسا شخص ہے جس نے اپنی عورت سے مقارفہ (ہم بستری) نہ کی ہو؟ ابو طلحہ نے کہا کہ میں ہوں، رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ تم ہی میت کو قبر میں اتارنے کے لئے اترو۔ (۳)

طبری کے مطابق ابن بطال کا بیان ہے کہ رسول ﷺ نے عثمان کو قبر میں اترنے سے روکنے کے لئے، یہ فقرہ ارشاد فرمایا تھا، جو اس سلسلے میں سب سے زیادہ حقدار تھے کیونکہ وہ شوہر تھے، رسولؐ نے فرمایا

۱۔ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۲۶

۲۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۲۵، ۲۴۴ باب یعذب لمیت ببکاء اهله، باب من یدخل قبر المرأة (ج ۱ ص ۴۳۲ حدیث ۱۲۲۵، ص ۴۵۰ حدیث ۱۲۷۷)

۳۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۱ (طبع لیدن (ج ۸ ص ۳۸) مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۷۰، (ج ۳ ص ۵۷۹ حدیث ۱۱۸۶۶، ج ۴ ص ۱۰۲ حدیث ۱۲۹۷۰، ص ۱۰۶ حدیث ۱۲۹۸۵، ص ۱۷۵ حدیث ۱۳۳۳۱) المستدرک علی الصحیحین ج ۴ ص ۴۷ (ج ۴ ص ۵۲ حدیث ۶۸۵۳) الروض الانف ج ۲ ص ۱۰۷ (ج ۵ ص ۳۶۲) سنن بیہقی ج ۴ ص ۵۳

کس نے آج کی شب بیوی سے ہم بستری نہیں کی تو یہ سن کر عثمان چپ رہے کیونکہ اس رات انہوں نے اپنی دوسری بیوی سے ہم بستری کی تھی اور دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے چینیوں سے بھرپور رات میں دوسری عورت سے داد عیش لی اور زوجہ کی تیمارداری نہ کی، ممکن ہے کہ رسول کو وحی کے ذریعے خبر ہوگئی ہو اور آپ نے ان کے حلال کام کے باوجود غیر انسانی فعل بجالانے پر اس سعادت سے انہیں محروم رکھا ہو۔(۱)

تبصرۂ امینیؒ

مقارفہ کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے، کسی نے گناہ اور کسی نے گناہ کا کنایہ لکھا ہے لیکن ابن بطال نے زوجہ سے ہم بستری کا مفہوم پیش کیا ہے، بلاشبہ عثمان ہی شوہر ہونے کی وجہ سے قبر میں اترنے کے مستحق تھے لیکن زوجہ کا حق مارنے اور غمگساری اور تیمارداری نہ کرنے کی وجہ سے رسول ﷺ نے انہیں نہ صرف یہ کہ اس حق سے محروم رکھا بلکہ ان کا عیب طشت از بام کیا جب کہ دوسروں کا عیب چھپانے کی قرآن وحدیث میں سخت تاکید ہے۔ اس کے باوجود اندھی عقیدت والوں نے فضائل کے غلو میں کیا کیا بکواس کی ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: کہ اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو عثمان ہی سے اس کی شادی کرتا۔(۲) ایک روایت میں دس بیٹیاں، دوسری میں چالیس بیٹیاں مروی ہیں۔(۳) ابن عساکر نے ابو ہریرہ کی روایت لکھی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے عثمان سے یہ بات مسجد میں ملاقات کر کے فرمایا کہ جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ رقیہ کے مہر پر ام کلثوم سے تمہارا نکاح کردوں، کیا ایسے ہی شوہر کے لئے۔؟(۴)

۱۔ تاریخ طبری (ج ۱۱ ص ۴۹۸ حوادث ۹ھ) نہایہ ابن اثیر ج ۳ ص ۲۷۶ (ج ۴ ص ۴۶) لسان العرب ج ۱۱ ص ۱۸۹ (ج ۱۱ ص ۱۲۷) الاصابہ ج ۴ ص ۴۸۹، تاج العروس ج ۶ ص ۲۲۰

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۸ (ج ۳ ص ۵۶)

۳۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳۹ ص ۴۲) البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۲۱۲ (ج ۷ ص ۲۳۸ حوادث ۳۵ھ) اخبار الدول قرمانی ص ۱۹۸ (ج ۱ ص ۲۹۵)

۴۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳۹ ص ۳۹، ۴۰)

۲۸۔ خلیفہ نے قومی چراگاہیں اپنے خاندان کے لئے مخصوص کیں

اسلام نے بارش کے پانی سے آباد چراگاہوں کو کسی مخصوص ملکیت کے بجائے تمام مسلمانوں کے استفادہ کے لئے عام کیا ہے، ہر شخص کے جانور مساوی طور سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں، کوئی کسی سے مزاحم نہ ہو، اسے اپنی مخصوص چراگاہ قرار نہ دے۔ یہ بھی فرمایا کہ پانی کی زیادتی اور بہاؤ کو مرغزاروں کے سیرابی سے روکنا منع ہے۔ (۱) البتہ زمانہ جاہلیت میں بڑے لوگ جس زمین کو پسند کر لیتے اپنے چوپایوں اور اونٹوں کے لئے زبردستی قبضہ کر لیتے تھے، دوسروں کو اس سے مستفیض نہیں ہونے دیتے تھے، رسول خداؐ نے اس مذموم حرکت کو بند کیا اور فرمایا کہ تمام چراگاہیں خدا اور رسول ﷺ کی ملکیت ہیں۔

امام شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں سرکش لوگ جب کبھی شہر میں وارد ہوتے تو جہاں تک کتوں کی آواز پہونچتی اتنی زمین اپنے لئے مخصوص چراگاہ قرار دے لیتے، کسی دوسرے کو اس سے مستفیض نہیں ہونے دیتے تھے، رسول خدا ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور یہ جاہلی رسم متروک ہوئی اور یہ جو فرمایا کہ تمام چراگاہیں خدا اور رسول ﷺ سے مخصوص ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ برائے جہاد جو اونٹ اور گھوڑے استعمال کئے جاتے ہیں یا بیت المال کے اونٹ جو بصورت زکوۃ حاصل ہوئے ہیں وہ ان چراگاہوں سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ (۲) چنانچہ عمر نے بقیع کی چراگاہ بیت المال کے اونٹ اور جہاد کے گھوڑوں کے لئے مخصوص قرار دیا تھا عمر کے نوکر ہی نے اس کو مخصوص کر لیا تھا تو عمر نے اسے ڈانٹا کہ مظلوموں کی آہ سے ڈرو۔

یہ قانون متفقہ طور سے رائج تھا، عثمان نے اپنی خلافت کے زمانے میں ٹیکس کے ذریعہ حاصل شدہ زمینوں کو اپنے اونٹوں کی مخصوص چراگاہ بنالیا۔ (۳)

۱۔ صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۱۰ (ج ۲ ص ۸۳۰ حدیث ۲۲۲۶، ۲۲۲۷) الاموال ابی عبید ص ۲۹۶ (ص ۳۷۳ حدیث ۷۳۱، ۷۳۲) سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۰۱ (ج ۳ ص ۲۷۷، ۲۷۸ حدیث ۳۰۷۳، ۳۰۷۷) سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۹۴ (ج ۲ ص ۸۲۸ حدیث ۲۴۷۸)

۲۔ کتاب الام ج ۳ ص ۲۰۸ (۴ ص ۴۷) معجم البلدان ج ۳ ص ۳۴۷ (ج ۵ ص ۳۰۱) نہایۃ ابن اثیر ج ۱ ص ۲۹۷ (ج ۱ ص ۴۴۷) لسان العرب ج ۱۸ ص ۲۱۷ (ج ۳ ص ۳۴۸) تاج العروس ج ۱۰ ص ۹۹

۳۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۳۷، سیرۂ حلبیہ ج ۲ ص ۸۷ (ج ۲ ص ۷۸)

واقدی کے مطابق حکم کے لئے اور شرح ابن ابی الحدید (۱) کے مطابق اپنے اور تمام امویوں کے لئے مخصوص کرلیا۔ عثمان نے ابدہ وبقیع کی چراگاہیں اپنے لئے مخصوص کرلیں اور مسلمانوں کے جانوروں کو اس سے روک لیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حرکت جاہلیت کو واپس لانے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

۲۹۔ خلیفہ نے فدک کو مروان کی جاگیر بنادیا

ابن قتیبہ (۲) وابوالفدا (۳) کے مطابق فدک کی جاگیر رسول ﷺ نے فقراء کے لئے وقف کیا تھا اسے عثمان نے مروان کے حوالے کردی چنانچہ لوگوں کی تنقید کا موضوع ایک یہ مسئلہ بھی تھا۔ ابوفدا لکھتے ہیں کہ فدک صدقۂ پیغمبر تھا جسے فاطمہ سلام اللہ علیھا نے بعنوان میراث مطالبہ کیا، ابوبکر نے کہا کہ رسولؐ نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء میراث نہیں چھوڑتے ہم جو چھوڑتے ہیں صدقہ ہوتا ہے لیکن بعد میں عثمان نے اس جاگیر کو مروان کے حوالے کردیا، یہ فدک اس کے قبضے میں عمر بن عبدالعزیز کے عہد تک رہا، ابن عبد العزیز نے اس خاندان سے لے کر پھر اصلی حالت صدقہ پر قرار دے دیا۔ مروان کو فدک حوالے کرنے پر لوگوں کی تنقید کا اقرار سنن بیہقی، عقد الفرید وابن ابی الحدید میں بھی ہے۔ (۴)

تبصرۂ امینیؒ

سمجھ میں نہیں آتا کہ جاگیر مروان کو دینا کسی کے اعتبار سے صحیح تھا اگر فدک غنیمت تھا تو تمام مسلمان کا حق تھا، خاص مروان کو دینا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور اگر حق فاطمہ (سلام اللہ علیہا) تھا جیسا کہ آپ نے مراث وہبہ کے دعوے سے اس کا مطالبہ کیا تو بھی عثمان کو بخشش کا کوئی حق نہ تھا پھر معاویہ نے بھی یہ حکم برقرار رکھا اور مختلف ادوار میں فدک کو الٹا پلٹا جاتا رہا، خود ابوبکر نے اپنے عمل سے فاطمہ کی تصدیق کی

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۶۷ (ج ۱ ص ۱۹۹ خطبہ ۳)

۲۔ المعارف ابن قتیبہ ص ۸۴ (۱۹۵، ۱۹۴)

۳۔ تاریخ ابوالفدا ج ۱ ص ۱۶۸،

۴۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۰۱، العقد الفرید ج ۲ ص ۲۶۱ (ج ۴ ص ۱۰۳) شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۶۷ (ج ۱ ص ۱۹۹، ۱۹۸ خطبہ ۳)

اور سند ملکیت فاطمہؑ کی تحریر لکھ دی تھی، اتنے میں عمر آ گئے اور لے کر اسے پارہ پارہ کر دیا۔(۱)

۳۰۔اموال وصدقات کے متعلق خلیفہ کی رائے

فدک ہی پر منحصر نہیں۔تمام اموال وغنائم وصدقات کے متعلق خلیفہ کا نقطہ نظر شرمناک تھا وہ کہتے تھے کہ یہ مال خدا ہے اور میں خلیفہ خدا ہوں اس لئے وہ سمجھتے تھے کہ میں جس طرح چاہوں اسے تصرف میں لاؤں، اسی لئے امیر المومنینؑ نے ان کے متعلق خطبۂ شقشقیہ میں فرمایا: اس قوم کا تیسرا متکبرانہ انداز میں پیٹ پھلا کے اپنے چارہ اور لید کی جھچھالیدر میں کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے باپ کی اولاد بنی امیہ بھی کھڑی ہوگئی اور خدا کا مال خوب چبا چبا کر کھانے لگا جیسے اونٹ فصل ربیع کی گھاس کھاتا ہے۔(۲)

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انداز تو یہ تھا کہ جس دن غنیمت کا مال آتا اسی دن تقسیم کر کے مجرد کو ایک حصہ اور متاہل کو دو حصہ دے دیتے تھے۔(۳)

۳۱۔حکم بن عاص پر عنایات خلیفہ

صدقات قضاعہ کو اپنے چچا، مطرود بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''حکم بن ابی عاص'' کو بخش دیا، اس سے پہلے اس کو اپنے سے قریب کیا، اسے اپنا داماد بنایا، جس وقت مدینہ آیا تھا تو اس کے بدن پر چیتھڑے تھے، وہ بکریاں چرایا کرتا تھا جن لوگوں نے اس کی یہ حالت دیکھی تھی، خلیفہ کی دامادی کے بعد دیکھا کہ ریشمی کپڑوں میں ملبوس قبائے اسراف سے آراستہ تھا۔(۴)

بلاذری کے مطابق اصحاب کا عثمان پر سخت ترین اعتراض ایک یہ بھی تھا۔(۵) ابن عبد ربہ، ابن
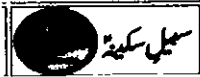
۱۔سیرۂ حلبیہ ج ۳ ص ۳۹۱ (ج ۳ ص ۳۶۲)　۲۔شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۵ (ص ۴۹ خطبہ ۳)

۳۔سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۵ (ج ۳ ص ۱۳۶ حدیث ۲۹۵۳) مسند احمد ج ۶ ص ۲۹ (ج ۷ ص ۳۵ حدیث ۲۳۴۸۴) سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۴۶

۴۔تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۱ (ج ۲ ص ۱۶۴)　۵۔انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۸

قتیبہ اور ذہبی بھی لکھتے ہیں کہ عثمان نے حکم کو جسے رسول ﷺ نے نکال دیا تھا، پناہ دی اور ایک لاکھ درہم و دینار بھی عطا کیا جب کہ ابوبکر و عمر نے بھی اسے پناہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔(۱)

عبدالرحمٰن بن یسار کا بیان ہے کہ رات میں عثمان عامل صدقات کے پاس آئے اور حکم کو عطا کرنے کا حکم دیا اس نے اس سے باز رکھنے کی کوشش کی تو عثمان اصرار کرنے لگے کہ تم میرے خزانچی ہو جو حکم دیا جائے اس پر عمل کرو۔ اس نے کہا: بخدا! میں آپ کا خزانچی نہیں، مسلمانوں کا خزانچی ہوں چنانچہ جمعہ کے دن جب عثمان خطبہ پڑھ رہے تھے، وہ آکر مسلمانوں سے بولا کہ لوگو! عثمان سمجھتے ہیں کہ میں ان کا خزانچی ہوں جب کہ میں مسلمانوں کا خزانچی ہوں۔ یہ کہہ کر بیت المال کی کنجی پھینک دی اور عثمان نے اسے زید بن ثابت کے سپرد کر دی۔(۲)

تبصرۂ امینیؒ

اسی قسم کا واقعہ زید بن ارقم اور عبداللہ بن مسعود کے متعلق بھی نقل کیا جاتا ہے، شاید اس قسم کے واقعات دوسرے عامل صدقات کے ساتھ بھی پیش آئے ہوں۔ یہ حکم بکروں کے خصی کرنے کا ذلیل پیشہ کرتا تھا۔(۳) مکہ میں رسول ﷺ کا پڑوسی تھا، اس نے اور ابولہب نے رسول ﷺ کو بہت زیادہ اذیتیں دی تھیں۔(۴) طبرانی کے مطابق یہ رسول اللہ ﷺ کی نقل کرتا تھا، رسول ﷺ نے بددعا دی تو ہمیشہ پلک جھپکاتا رہا۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مسخرہ پن کرنے لگا اور بددعائے رسول ﷺ کی وجہ سے ہمیشہ جسم میں رعشہ رہا اور ایک مہینہ بے ہوش بھی رہا۔(۵)

۱۔ المعارف ابن قتیبہ ص۸۴) العقد الفرید ج۲ ص۲۶۱ (ج۴ ص۱۰۳) محاضرات راغب ج۲ ص۲۱۲ (مجلد۲ ج۴ ص۴۷۶) مرآۃ الجنان ج۱ ص۸۵، تاریخ اسلام ذہبی (ص۳۶۶، ۳۶۵ حوادث ۳۱ھ)

۲۔ تاریخ یعقوبی ج۲ ص۱۴۵ (ج۲ ص۱۶۸)

۳۔ حیاۃ الحیوان دمیری ج۱ ص۱۹۴ (ج۱ ص۲۷۶)

۴۔ سیرۂ ابن ہشام ج۲ ص۲۵ (ج۲ ص۵۷)

۵۔ الاصابۃ ج۱ ص۳۴۵، ۳۴۶ (نمبر۱۷۸۱) سیرۂ حلبیہ ج۱ ص۳۳۷ (ج۱ ص۳۱۷) الفائق زمخشری ج۲ ص۳۰۵ (ج۴ ص۵۸،۵۷) تاج العروس ج۶ ص۳۵

بلاذری کے مطابق اس کی خرافات سے تنگ آ کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے طائف میں جلا وطن کر دیا تھا۔(۱) واقدی کہتے ہیں کہ زمانۂ عثمان میں مدینہ میں اسکا انتقال ہوا، عثمان نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور قبر پر چادر چڑھائی، اس کے متعلق لعنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکثر واقعات منقول ہیں۔(۲) قرآن میں بھی اس پر لعنت ہے۔(۳)

۳۲۔ مروان کو بخشش وعطا

حکم کے بیٹے اور اپنی بیٹی ام ابان کے شوہر ''مروان'' کو افریقہ کے مال غنیمت کا سارا خمس پانچ لاکھ عطا کیا۔ چنانچہ اس بارے میں عبدالرحمٰن جمحی نے اشعار بھی کہے ہیں:(۴)

ابن کثیر کے مطابق واقدی بیان کرتا ہے کہ عثمان نے افریقہ سے دو لاکھ دینار اور بیس ہزار دینار طلائی پر مصالحت کر لی، عثمان نے وہ ساری رقم کشادہ دستی کے ساتھ حکم یا مروان کو مرحمت فرمادی۔ کامل بن اثیر میں ہے کہ لوگوں نے اس بارے میں بھی عثمان کی بہت زیادہ مذمت کی، مروان بھی حکم کی طرح بزبان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملعون تھا اس کے سیاہ کارناموں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔(۵)

۱۔ انساب بلاذری ج۵ ص۲۷

۲۔ انساب بلاذری ج۵ ص۱۲۶، المستدرک علی الصحیحین ج۴ ص۴۸۱ (ج۴ ص۵۲۸ حدیث ۸۴۸۴) سیرۂ حلبیہ ج۱ ص۳۳۷ (ج۱ ص۳۱۷) حیاۃ الحیوان ج۲ ص۲۹۹ (ج۲ ص۴۲۲) الصواعق المحرقہ ص۱۰۸ کنز العمال ج۶ ص۹۰ (ج۱۱ ص۳۵۷ حدیث ۳۱۷۲۹) تاریخ ابن عساکر (۴۴ ص۱۹۱)

۳۔ درمنثور ج۴ ص۱۹۱ (ج۵ ص۳۰۹، ۳۱۰) سیرۂ حلبیہ ج۱ ص۳۳۷) تفسیر فتح القدیر ج۳ ص۲۳۱ (ج۳ ص۲۴۰) تفسیر روح المعانی ج۱۵ ص۱۰۷ تفسیر قرطبی ج۱۰ ص۲۸۶ (ج۱۰ ص۱۸۵) تفسیر خازن ج۳ ص۱۶۹) دلائل النبوۃ بیہقی (ج۶ ص۵۱۱)

۴۔ المعارف ص۸۴ (ص۱۹۵) تاریخ ابوالفداء ج۱ ص۱۶۸، انساب بلاذری ج۵ ص۲۸ العقد الفرید ج۲ ص۲۶۱ (ج۴ ص۱۰۳)

۵۔ البدایۃ والنھایۃ ج۷ ص۱۵۲ (ج۷ ص۱۷۰ حوادث ۲۷ھ)

۳۳۔حارث بن حکم کو بذل و بخشش

اپنی دوسری بیٹی عائشہ کے شوہر اور حکم کے بیٹے حارث کو تین لاکھ درہم عطا کر دیئے پھر صدقات کے تمام اونٹ بھی بخش دیئے، رسول خدا ﷺ نے مدینہ کے علاقے میں مہزون کا بازار صدقہ جاریہ قرار دیا تھا، عثمان نے وہ حارث کے حوالے کر دیا۔(۱)

تبصرۂ امینیؒ

ان تینوں عطایا کی کوئی شرعی یا منطقی توجیہ نہیں کی جاسکتی، آخر کیا جواز تھا کہ جسے رسولؐ نے تمام مسلمانوں کی ملکیت قرار دیا ہوا سے ایک بدکار کے حوالے صرف اس لئے کر دیا جائے کہ وہ داماد ہے، حضرت علیؑ نے تو اپنے بھائی عقیل کے اصرار پر ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ دی اور وہ معاویہ کے پاس شام چلے گئے۔(۲)

۳۴۔سعید بھی نہال ہو گئے

خلیفہ نے سعید بن عاص کو ایک لاکھ درہم دے دیئے۔لوگوں نے اس بات پر بھی عثمان کی بہت مذمت کی۔یہ عاص بھی رسول ﷺ کو بہت ستاتا تھا۔(۳) سعید اسی کا بیٹا ہے۔جب ولید کی حالت نماز میں شراب خوری پر اسے برطرف کیا گیا تو کوفے کا وہی گورنر بنا تھا۔انتہائی بدکار۔اس نے عراق کے مرغزاروں کو باغ بنا دیا تھا۔

۳۵۔ولید بن عقبہ بھی نہال ہو گئے

خلیفہ نے اپنے مادری بھائی ولید بن عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمر بن امیہ کے لئے عبداللہ بن مسعود سے

۱۔تاریخ کامل ج ۳ ص ۳۸ (ج ۲ ص ۲۳۷)

۲۔المعارف ص ۸۴ ص ۱۹۵) انساب بلاذری ج ۵ ص ۵۲، العقد الفرید ج ۲ ص ۲۶۱) شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۶۷ (ج ۱ ص ۱۹۸ خطبہ ۳) محاضرات راغب ج ۲ ص ۲۱۲ (مجلد ۲ ج ۴ ص ۴۷۶) سیرۂ حلبیہ ج ۲ ص ۸۷ (ج ۲ ص ۷۸)

۳۔طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۸۵ مطبوعہ مصر (ج ۱ ص ۲۰۱) اسد الغابۃ ج ۲ ص ۳۹۱ نمبر ۲۰۸۲)

بیت المال کا تمام مال قرض مانگا، ایسا عموماً عمال کیا کرتے تھے۔ ابن مسعود نے دے دیا پھر جب دوبارہ مانگا تو ابن مسعود نے پہلے قرض کا مطالبہ کیا، ولید نے عثمان سے خط وکتابت کی کہ ابن مسعود قرض کا مطالبہ کررہے ہیں۔ عثمان نے ابن مسعود کو لکھا کہ تم صرف میرے خزانچی ہو، ولید سے آئندہ قرض کا مطالبہ نہ کرنا۔ ابن مسعود نے یہ کہتے ہوئے کنجیاں پھینک دیں کہ میں سمجھتا تھا کہ میں مسلمانوں کا خزانچی ہوں، اگر تمہارا خزانچی ہوں تو مجھے نوکری کی ضرورت نہیں۔ پھر وہ کوفے ہی میں سکونت پذیر ہو گئے۔(۱)

یہ ولید وہی ہے جس کا باپ عقبہ رسول کا پڑوسی تھا اور سب سے زیادہ رسول ﷺ کو اذیت پہونچاتا تھا، عائشہ کی روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: میرے دو پڑوسی بڑے موذی ہیں ایک ابولہب اور دوسرا عقبہ۔(۲) یہ رسول کی دشمنی میں حد سے تجاوز کر گیا تھا۔(۳) یہ تو باپ تھا بیٹے کی سنیئے: ولید بزبان قرآن فاسق اور زنا کار تھا ہمیشہ نشے میں دھت رہتا، اس کی شان میں آیات مندرجہ ذیل ہیں:

﴿ان جائکم فاسق......﴾ (۴) اگر بدکار کوئی خبر لے کر آئے تو اسی سے ثبوت مانگو، نیز یہ کہ مومن وفاسق یکساں نہیں ہیں؟ (۵) اسی نے مسجد کوفہ میں حالت سجدہ میں قئے کر دیا اور پھر ماموین سے پوچھا: کہو تو مزید چار رکعت پڑھادوں پھر مستی میں اشعار پڑھنے لگا۔

۳۶۔ بیت المال سے عبداللہ کو بخشش

خلیفہ نے عبداللہ بن خالد کو تیس ہزار درہم بخش دیئے۔(۶)

۱۔ انساب بلاذری ج۵ص۳۰ ۲۔ طبقات ابن سعد ج۱ص۱۸۶ مطبوعہ مصر (ج۱ص۲۰۱)

۳۔ سیرۂ ابن ہشام ج۲ص۲۵ (ج۲ص۵۷)

۴۔ استیعاب ج۲ص۶۲۰ (القسم الرابع ص۱۵۵۳ نمبر۲۷۲۱) اسد الغابۃ ج۵ص۹۰ (ج۵ص۴۵۱ نمبر۵۴۶۸)

۵۔ جمہرۃ الخطیب ج۲ص۳۴ تفسیر طبری ج۲۱ص۶۲ (مجلد۱۱ ج۲۱ص۱۰۷) الآغانی ج۴ص۱۸۵ (ج۵ص۱۵۳) تفسیر خازن ج۳ص۴۷۰ (ج۳ص۴۴۷)

۶۔ العقد الفرید ج۲ص۲۶۱ (ج۴ص۱۰۳) المعارف ابن قتیبہ ج۲ص۸۴ (ص۱۹۵) شرح نہج البلاغہ ج۱ص۶۶ (ج۱ص۱۹۸ خطبہ ۳) تاریخ یعقوبی ج۲ص۱۳۵ (ج۲ص۱۶۸) استیعاب (القسم الثالث ص۸۶۶ نمبر۱۴۶۹) الاصابۃ (ج۲ص۴۷۲ نمبر۴۵۲۵)

تبصرۂ امینیؒ

آخر شریعت نے بیت المال کی دولت کے حساب کتاب کا حکم دیا ہے یا نہیں؟ تو پھر لوگوں میں برابر تقسیم کرنے اور عدل کرنے کا حکم کیا معنی رکھتا ہے۔ بیت المال کی دولت بھائی بھتیجوں اور دامادوں کے لئے تو نہیں ہونی چاہیئے۔

۳۷۔ ابوسفیان کو عطیہ

ابن ابی الحدید کے مطابق جس دن خلیفہ نے ابوسفیان کو ایک ہزار دینے کا حکم دیا اسی دن پھر دو ہزار مزید دینے کا حکم صادر کیا۔ (۱)

تبصرۂ امینیؒ

ابوسفیان کسی قسم کے بخشش کا مستحق نہ تھا، اسے بخشش سے سرفراز کرنا اسلام کی کھلی خلاف ورزی تھی، استیعاب کے مطابق وہ شروع ہی سے منافقوں کا سرغنہ تھا، زمانہ جاہلیت میں زندیق تھا۔ بروز یرموک رومیوں کی شکست پر ہاتھ ملتے دیکھ کر زبیر نے کہا تھا: اس کا ناس ہو جائے کیا ہم رومیوں سے افضل نہیں؟ حضرت علیؑ نے فرمایا تھا کہ تو ہمیشہ اسلام کا دشمن رہا۔ عثمان کو خلافت ملی تو آ کر کہا کہ خاندان عدی و تیم کے بعد حکومت تمہیں ملی ہے اسے گیند کی طرح اپنے دائرے میں نچاؤ۔ بنی امیہ کے افراد سے اس کی بنیادوں کو مضبوط کر دو کیونکہ یہ حکومت ہے ہم نہیں سمجھتے کہ جنت و جہنم بھی کوئی چیز ہے۔ (۲) تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ ابوسفیان عثمان کے پاس آیا (یہ اس وقت کی بات ہے جب ابوسفیان اندھا ہو گیا تھا) پوچھا: یہاں کوئی ہے تو نہیں؟ کہا گیا: نہیں تو دعا مانگی: خدایا! اس حکومت کو جاہلیت کی طرف لوٹا دے اور غاصبانہ طرز حکومت اور امویوں کے افراد سے اس کی بنیادوں کو استوار کر دے۔ یہ اس شخص کا حال

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص ۶۷ (ج۱ ص۱۹۹ خطبہ ۳) استیعاب ج۲ ص ۶۹۰ (القسم الرابع ص۱۶۷۹، ۱۶۷۸ نمبر ۳۰۰۵) تاریخ طبری ج۱۱ ص ۳۵۷ (ج۱۰ ص۵۸ حوادث ۲۸۴ھ)

۲۔ تاریخ ابن عساکر (ج۶ ص ۴۰۷ (ج۲۳ ص۴۷۱ نمبر ۲۸۴۹، مختصر تاریخ ابن عساکر ج۱۱ ص ۶۷

ہے، نہ کبھی اس کو اسلام سے واسطہ رہا نہ کفر سے بے تعلقی۔ کیا ایسا شخص مسلمانوں کے مال سے کچھ پانے کا مستحق ہوسکتا ہے۔

۳۸۔غنائم افریقہ کی بخشش

اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو غنائم افریقہ کا پانچواں حصہ عطا کر دیا، جو ابو الفداء کے مطابق پانچ لاکھ دینار تھا پھر ایران کی غنیمت سے تین لاکھ عطا کیا۔(۱)

بلاذری کہتے ہیں کہ عثمان نے اکثر علاقوں پر بنی امیہ کو حکمران بنا دیا تھا، اصحاب رسول ﷺ اکثر اسی لئے ان سے خفا تھے، انہوں نے عبداللہ بن سرح کو حکومت مصر کا والی بنا دیا تھا، وہاں کے لوگ اسکے مظالم کی شکایت لے کر آئے تو شکایت کرنے والوں کو عثمان نے مارا پیٹا، کچھ لوگوں کو قتل کرادیا وہ لوگ مسجد میں جا کر جم گئے اور نماز کے بعد یہ معاملہ اٹھایا چنانچہ طلحہ اور عائشہ نے عثمان کی بڑی سرزنش کی، حضرت علیؑ نے بھی فرمایا کہ ان لوگوں کے کہنے کے مطابق ابن ابی سرح کو معزول کردو۔ یہ آمادہ ہو گئے اور محمد بن ابی بکر کو حکمراں بنا دیا اور اس کا شرمناک واقعہ تاریخوں میں موجود ہے کہ کس طرح عثمان نے ابن ابی سرح کو لکھا کہ محمد کے ساتھ جو لوگ جائیں انہیں دردناک موت سے دوچار کرواور خود جمے رہو، وہ قاصد پکڑا گیا اور لوگ پھر واپس آئے تو عثمان نے خط اور مہر سے انکار کیا معلوم ہوا کہ مروان نے یہ حرکت کی تھی۔(۲)

تبصرۂ امینیؒ

یہ ابن ابی سرح وہی ہے جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لایا تھا پھر مرتد اور مشرک ہوگیا، جب فتح مکہ کے بعد رسول ﷺ داخل مکہ ہوئے تو اسے قتل کرنے کا حکم دیا تھا، اس نے عثمان کی پناہ لی، عثمان لے کر

۱۔اسد الغابۃ ج ۳ص ۱۷۳(ج ۳ص ۲۶۰ نمبر ۲۹۷۴) البدایۃ والنھایۃ ج ۷ص ۱۵۲(ج ۷ص ۱۷۰ احوادث ۲۷ھ) شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدیدج اص ۶۷(ج اص ۱۹۹ خطبہ ۳)

۲۔انساب بلاذری ج ۵ص ۲۶

آئے تو رسول خدا دیر تک خاموش رہے کہ کوئی اسے قتل کر دے، بعد میں جب وہ چلا گیا تو ایک انصاری سے آپ نے خاموشی کی وجہ بیان کی اس نے کہا: پھر آپ نے اشارہ کیوں نہ فرمایا، ہم اسے قتل کر دیتے۔ فرمایا: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نظر کی خیانت جائز نہیں۔(۱) اس کے کفر کی شہادت کے طور پر قرآن میں آیت بھی نازل ہوئی۔(۲)

۳۹۔ برکت خلیفہ سے بھرے پڑے خزانے

اکثر ارباب سیاست اور بڑے لوگوں نے دولت جما کر رکھی تھی، اونچے اونچے محل بنوار کھے تھے۔ یہ سب کچھ اموی حکومت کی برکت تھی جو کتاب خدا اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برخلاف صرف دنیا پرستی پر استوار تھی، ان کی فہرست دیکھئے:

زبیر بن عوام، ایک گھر کوفہ و مصر میں، ایک مدینہ میں اور بصرہ میں دو گھر تھے، چار بیویاں تھیں جنہیں ترکے میں ایک لاکھ بیس ہزار ایک کو ملا۔ تمام دولت ۵۹۸۰۰۰۰۰ تھی (۳)

طبقات بن سعد میں ہے کہ زبیر نے مصر و اسکندریہ اور کوفہ میں جائدادیں خریدی تھیں۔(۴)

۱۔ سنن ابی داؤد ج۲ص۲۲۰ (ج۴ص۱۲۸ حدیث ۴۳۵۹) انساب بلاذری ج۵ص۴۹، المستدرک علی الصحیحین ج۳ص۱۰۰ (ج۳ص۱۰۷) استیعاب ج۱ص۳۸۱ (القسم الثالث ص۹۱۸ نمبر ۱۵۵۳) تفسیر قرطبی ج۷ص۴۰ (ج۷ص۲۸) اسد الغابۃ ج ۳ص۱۷۳ (ج۳ص۲۵۹ نمبر ۲۹۷۴) الاصابۃ ج۲ص۳۱۷ (نمبر ۴۷۱۱) تفسیر فتح القدیر شوکانی ج۲ص۱۳۴ (ج۲ص۱۳۱)

۲۔ انساب بلاذری ج۵ص۴۹، تفسیر قرطبی ج۷ص۴۰ (ج۷ص۲۸، ۲۷) تفسیر بیضاوی ج۱ص۳۹۱ (ج۱ص۳۱۲، ۳۱۱) تفسیر کشاف ج۱ص۴۶۱ (ج۲ص۶۴، ۴۵) تفسیر کبیر ج۴ص۹۶ (ج۱۳ص۸۴) تفسیر خازن ج۲ص۳۷ (ج۲ص۳۵) تفسیر نسفی مطبوع برحاشیہ تفسیر خازن ج۲ص۳۷ (ج۳ص۱۱۶) تفسیر فتح القدیر شوکانی ج۲ص۱۳۳، ۱۳۵ (ج۲ص۱۴۰) تفسیر طبری (مجلد ۵ ج ۷ص۲۷۴)

۳۔ صحیح بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ ج۵ص۲۱ (ج۳ص۱۱۳۸، ۱۱۳۹ حدیث ۲۹۶۱) فتح الباری (ج۶ص۲۳۳) ارشاد الساری (ج۷ص۵۰) عمدۃ القاری ج۱۵ص۵۳ حدیث ۷۳) شذرات الذھب ج۱ص۴۳ (ج۱ص۲۰۸ حوادث ۳۶ھ) البدایۃ والنھایۃ ج۷ص۲۴۹ (ج۲ص۲۷۸ حوادث ۳۵ھ)

۴۔ طبقات ابن سعد ج۳ص۷۷ (ج۳ص۱۱۰)

ان سے اتنا غلہ آتا تھا کہ مدینہ کے کئی گودام بھر جاتے تھے، مسعودی کے مطابق ہزار گھوڑے، ہزار غلام و ہزار کنیزیں تھیں۔ (۱)

طلحہ بن عبید اللہ نے کوفہ میں سر بفلک قصر بنوایا تھا، عراق سے جو غلہ آتا تھا اس کی قیمت ہزار دینار طلائی روزانہ تھی مسراتَ کے غلے اس سے کہیں زیادہ تھے۔

طلحہ کی بیوی کہتی ہیں کہ ان کے خزانے میں ۲۲۰۰۰۰۰ تھا، جائداد اور درختوں کی قیمت ۳۰۰۰۰۰۰۰ تھی، عمرو عاص کہتے تھے کہ طلحہ کی دولت سوگائے کی کھال میں بھر جائے گی۔ بعض روایات میں ہے کہ تین سوگائے کی کھال۔ (۲)

عثمان نے ترکے کا ہمالیائی ڈھیر دیکھ کر کہا تھا کہ ناس ہو جائے اس کا، میں نے اس قدر اسے دولت بخشی پھر بھی وہ میرے خون کا پیاسا تھا۔

عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس ایک ہزار اونٹ ۱۳۰۰۰ بکریاں اور سو گھوڑے تھے جو بقیع کی چراگاہ میں چرتے تھے، مقام جرف میں صرف بیس اونٹ آب پاشی کے لئے مخصوص تھے، اس قدر سونا چھوڑا تھا کہ انہیں تقسیم ترکہ کے لئے بھالے سے توڑنا پڑا، ان کی چار بیویاں تھیں ہر ایک کو اسی (۸۰) ہزار سکے ملے، ایک عورت کو مرض الموت میں طلاق دی تھی تو اسے تراسی ہزار دینار رطلا پر راضی کیا گیا، ایک قصر بنوایا تھا، جس میں سو گھوڑے ایک ہزار اونٹ اور دس ہزار بکریاں تھیں۔ (۳)

سعد بن وقاص نے دو لاکھ پچاس ہزار درہم ترکہ چھوڑا، قصر عقیق بڑا شاندار بنوایا تھا۔ (۴) یعلی

۱۔ مروج الذھب ج ۱ ص ۴۳۴ (ج ۲ ص ۳۵۰)

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۵۸ (ج ۳ ص ۲۲۲، ۲۲۱) انساب بلاذری ج ۵ ص ۷، مروج الذھب ج ۱ ص ۴۳۴ (ج ۲ ص ۳۵۰) العقد الفرید (ج ۲ ص ۲۷۹) (ج ۴ ص ۱۲۹) ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۵۸ (ج ۳ ص ۲۲۸، ۲۲۷) دول الاسلام ذہبی ج ۱ ص ۱۸ (ص ۲۲، ۲۳) خلاصۃ الخزرجی ص ۱۵۲ (ج ۲ ص ۱۲ نمبر ۳۱۹۵)

۳۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۹۶ مطبوعہ لیدن (ج ۳ ص ۱۳۶) مروج الذھب ج ۱ ص ۴۳۴ (ج ۲ ص ۳۵۰) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۱۷۰) صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۳۸ (ج ۱ ص ۳۵۵ نمبر ۸) ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۹۱ (ج ۴ ص ۲۷۲)

۴۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۰۵ (ج ۳ ص ۱۴۹، ۱۴۸) مروج الذھب ج ۱ ص ۴۳۴ (ج ۲ ص ۳۵۰)

بن امیہ نے پانچ لاکھ دینار طلائی چھوڑا اس کے علاوہ لوگوں پر ان کا بہت زیادہ قرض تھا۔(۱)
زیاد بن ثابت جو عثمان کے پکے حمایتی تھے، ان کے سونے کی اینٹوں کو بھالے سے توڑا گیا تو ترکہ تقسیم ہوا۔(۲)

یہ تو تاریخ میں آگیا اس کے علاوہ نہ جانے کتنے سرمایہ دار تھے، جنھیں تاریخ نے تفصیل سے بیان نہ کیا، خود عثمان کے پاس جو دولت تھی اس کا اندازہ مشکل ہے، سونے چاندی کے آراستہ شاہانہ لباس پہنتے تھے اور اس میں کوئی ہرج نہیں سمجھتے تھے، محمد بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے عثمان کے پاس سو دینار کی ریشمی چادر دیکھی، مجھ سے فرمایا: یہ میری بیوی نائلہ کی ہے جو صرف وہی استعمال کرتی ہے۔، ابو عامر بھی کہتے ہیں کہ میں نے عثمان کے پاس سو دینار کی قیمتی چادر دیکھی تھی۔(۳)

بلاذری کہتے ہیں کہ عثمان نے بیت المال کے جواہرات لے لئے تو لوگوں نے بڑی لے دے مچائی، وہ غصے میں کہنے لگے: یہ خدا کا مال ہے اور میں خدا کا خلیفہ ہوں اس لئے جس طرح چاہوں استعمال کروں، حضرت علی نے فرمایا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔

ابن سعد(۴) اور مسعودی(۵) کے مطابق عثمان جس دن قتل کئے گئے ان کے خزانے میں کروڑوں تھے، ربذہ میں سو اونٹ تھے، خیبر اور برادلیس میں جو صدقات تھے ان کی قیمت دو لاکھ دینار تھی۔ ذہبی(۶) کہتے ہیں کہ سو غلام ترکے میں چھوڑے اس کے علاوہ بہت زیادہ گھوڑے اور اونٹ تھے
جن افراد پر دل کھول کر فیاضی کی وہ مندرجہ ذیل ہیں:

مروان: ۵۰۰۰۰۰   حکم: ۲۰۰۰۰۰

۱۔ مروج الذھب ج ۱ ص ۴۳۳ (ج ۲ ص ۳۵۱)

۲۔ مروج الذھب ج ۱ ص ۴۳۳ (ج ۲ ص ۳۵۱)

۳۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۴۰ مطبوعہ لیدن (ج ۳ ص ۵۸) انساب بلاذری ص ۳، ۴ (ج ۵ ص ۴۸) استیعاب ج ۲ ص ۴۷۶ (القسم الثالث ص ۱۰۴۲ نمبر ۱۷۷۸)

۴۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۵۳ (ج ۳ ص ۷۷، ۷۶)

۵۔ مروج الذھب ج ۱ ص ۴۳۳ (ج ۲ ص ۳۵۰، ۳۴۹)   ۶۔ دول الاسلام ج ۱ ص ۱۲ (ص ۱۶)

ابوسفیان:۲۰۰۰۰۰	ابن ابی سرح:۱۰۰۰۰۰
حکم کی اولادیں:۲۰۲۰۰۰۰	مروان:۲۰۰۰۰۰
طلحہ:۲۰۰۰۰۰	حارث:۳۰۰۰۰۰
طلحہ:۲۲۰۰۰۰۰	عبدالرحمٰن:۲۵۶۰۰۰۰
ولید:۱۰۰۰۰۰	زبیر:۵۹۸۰۰۰۰۰
زید بن ثابت:۱۰۰۰۰۰	عبداللہ:۳۰۰۰۰۰۰
ابن ابی وقاص:۲۵۰۰۰۰۰	

خود حضرت عثمان کی دولت کا تخمینہ/۳۰۸۵۰۰۰۰ ہوتا ہے۔

ایک طرف تو عثمان اور ان کے قبیلے کے لوگ نیز ان کے حمایتی دولت میں ڈوبے ہوئے تھے اور دوسری طرف تمام اہل اسلام کی غربت اس حد کو پہونچی ہوئی تھی کہ زندگی کی بنیادی ضرورتیں بھی میسر نہ تھیں۔کیا ان عطایا کی کوئی توجیہ کی جاسکتی ہے؟

۴۰۔خلیفہ اور شجرہ ملعونہ

بنی امیہ کی فرد خلیفہ اپنے خاندان کی محبت میں بری طرح گرفتار تھے جب کہ قرآن میں اسے شجرہ ملعونہ کہا گیا ہے وہ بنی امیہ کے افراد کو دوسروں پر فضیلت دیتے اور ان کے مفادات کی فکر میں ابتدائے خلافت ہی سے مبتلا تھے، یہ بات اس قدر معروف تھی کہ خود عمر نے ابن عباس سے کہا تھا کہ اگر میں عثمان کو خلیفہ بنادوں تو وہ بنی امیہ کو لوگوں کی گردن پر مسلط کردے گا،اور اگر اس نے ایسا کیا تو لوگ اسے قتل کر دیں گے۔(۱)

آثار ابو یوسف میں (۲) ابوحنیفہ کی اس مفہوم پر مشتمل روایت ہے انہوں نے عثمان سے وصیت کی

۱۔انساب بلاذری ج۵ص۱۶،

۲۔آثار ابو یوسف ص ۲۱۷ (ص ۲۱۷ باب ۳۴ حدیث ۹۶۰)

تھی کہ اگر خلیفہ ہو جاؤ تو خدا سے ڈرنا اور لوگوں کی گردن پر بنی امیہ کو مسلط نہ کر دینا۔(۱) اسی وصیت کی بنیاد پر طلحہ و زبیر نے احتجاج کیا تھا کہ عمر نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ بنی امیہ کو مسلط نہ کرنا۔ یہ سن کر ان کی بولتی بند ہو گئی تھی۔(۲)

ان کی تمام تر مساعی اس پر مرکوز تھی کہ تمام بلاد اسلام پر امویوں کا اقتدار مستحکم ہو جائے لیکن تقدیر نے اس کے برخلاف جرم کیا، آج امویوں کے نام لیوا جاہلانہ ان کے آثار سرمایۂ نازش ہیں، خلیفہ نے دلیرانہ طریقے سے ابوسفیان کے مشورے کے پیش نظر خلافت کو گیند کی طرح اچھالا، حساس شہروں میں امویوں کو مسلط کر دیا جو خودسر اور ستمگر وظالم تھے۔(۳)

ابوعمر کا بیان ہے کہ شبلی بن خالد عثمان کے پاس آکر بولا: اے گروہ قریش! کیا تمہارے خاندان میں کوئی بچہ بھی نہیں ہے جسے اوپر اٹھاؤ، کوئی محتاج نہیں جسے دولتمند بناؤ کوئی گمنام نہیں جسے بام شہرت پر پہونچاؤ، آخر تم نے عراق کو اس اشعری (ابوموسیٰ اشعری) کے حوالے کیوں کر دیا۔ عثمان نے پوچھا: پھر کون مناسب رہے گا؟ لوگوں نے عبداللہ بن عامر کا نام پیش کیا جس کی عمر سولہ سال تھی، اسی کو عراق کا حکمراں بنا دیا، یہی چھوکرے تمام شہروں پر مسلط ہو گئے، انہیں اپنے کردار و گفتار کی کوئی پرواہ نہ تھی نہ خلیفہ ان کے خلاف کسی شکایت پر کان دھرتے تھے، رسول اکرم ﷺ نے انہیں چھوکروں کے متعلق پیشین گوئی فرمائی تھی کہ بلاشبہ میری امت کی تباہی قریش کے احمق چھوکروں کے ہاتھوں ہوگی۔ کعب بن عجرہ سے کہا کہ خدا تمہیں احمق حکمرانوں سے بچائے۔ پوچھا: احمق چھوکرے کون؟ فرمایا: یہ حکمراں میرے بعد ہوں گے ان میں میری سیرت کی ذرا بھی بوباس نہ ہوگی۔ (۴)

آپ نے مجمع سے بھی خطاب فرمایا کہ میرے بعد ایسے احمق جھوٹے او ستم پیشہ حکمراں ہوں گے جو

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۴۷ (ج ۳ ص ۳۴۰) انساب بلاذری ج ۵ ص ۱۶ ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۷۶ (ج ۲ ص ۳۵۶

۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۳۰

۳۔ استیعاب (القسم الثالث ص ۶۹۳ نمبر ۱۱۵۵)

۴۔ صحیح بخاری کتاب الفتن ج ۱۰ ص ۱۳۶ (ج ۳ ص ۱۳۱۹ حدیث ۳۴۱۰، ج ۶ ص ۳۵۸۹) المستدرک علی الصحیحین ج ۴ ص ۴۷۰ (ج ۴ ص ۵۱۷ حدیث ۸۴۵۰)

ان کی تائید کرے وہ مجھ سے نہیں، جس نے ان کے مظالم کو سراہا وہ میرا ماننے والا نہیں۔ میرے بعد ایسے حکمراں ہوں گے جو کہیں گے وہ کریں گے نہیں، ان کی سیرت اسلام کے خلاف ہوگی۔ (۱)

جی ہاں! عثمان نے یہ سب جانتے ہوئے بھی ان چھوکروں کے حوالے حکومت کی جب کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو شخص مسلمانوں پر ایسے حکمراں بنائے جو کمتر ہو اور یہ جانتا ہو کہ اس سے بہتر موجود ہے تو اس نے مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی۔ (۲)

اس طرح بنی امیہ کا زمانہ امت محمد ﷺ کی تباہی کا زمانہ کہنا چاہئے فتنوں سے بھرپور ان کا زمانہ ایسے فرماں رواؤں سے بھرا تھا، جو چھپکلی کے بچے، لعنت زدہ، اور تباہ کار تھے، خلیفہ کی ہر وقت خواہش تھی کہ دنیا ہی میں آخرت بھی انہیں کے حوالے کردیں، ایک بار اصحاب کے مجمع سے کہا: جس میں عمار بھی تھے کہ میں تم سے ایک بات پوچھوں صحیح صحیح جواب دینا، کیا تم نہیں جانتے کہ رسول خدا ﷺ قریش کو تمام لوگوں پر اور بنی ہاشم کو قریش پر ترجیح دیتے تھے؟ سبھی خاموش رہے تو کہا کہ اگر جنت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں دی جائیں تو میں بنی امیہ کے حوالے کردوں تاکہ آخری فرد بھی جنت میں داخل ہو جائے۔ (اس کے تمام اسناد صحیح وموثق ہیں) (۳)

۴۱۔ خلیفہ نے ابوذر کو ربذہ جلاوطن کیا

بلاذری کی روایت ہے کہ جب عثمان نے حکم کے بیٹے مروان و حارث اور زید بن ثابت کو لاکھوں درہم دے ڈالے تو ابوذر نے یہ آیت پڑی ﴿و للذین یکنزون الذهب و الفضة﴾ ''جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر رہے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔'' (۴)

۱۔ تاریخ بغدادی ج ۲ص ۱۰۷ (نمبر ۵۰۰) ج ۵ص ۳٦۲ (نمبر ۲۸۸٦) مسند احمد ج ۱ص ۴۵٦، ج ۴ص ۲٦۷ (ج ۲ص ۴۱ حدیث ۴۳۵۰، ج ۵ص ۳۳۳ حدیث ۱۷۸۸۹)

۲۔ سنن بیہقی ج ۱۰ص ۱۱۸، مجمع الزوائد ج ۵ص ۲۱۱

۳۔ مسند احمد ج ۱ص ٦۲ (ج ۱ص ۱۰۰ حدیث ۴۴۱)

۴۔ (سورۂ توبہ/۳۴)

مروان نے یہ خبر عثمان کو دی، انہوں نے آدمی بھیج کر ابوذر کو بلوایا اور کہا کہ مجھے تمہارے متعلق ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں، تم اس سے باز آجاؤ، ابوذر نے عثمان سے کہا: مجھے آیات قرآنی پڑھنے سے منع کرتے ہو ہم تو ایسے لوگوں کی مذمت میں آیات پڑھ رہے ہیں جو احکام خدا کو نظر انداز کر رہے ہیں، بخدا خوشنودی خدا عثمان کے غصے میں ہے تو مجھے انتہائی محبوب ہے، میں عثمان کی خوشنودی کے لئے خدا کو ناراض نہ کروں گا۔ عثمان کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا اور دل میں کینہ رکھ لیا، ایک دن لوگوں کے مجمع میں پوچھا: کیا امام کے لئے یہ جائز نہیں کہ بیت المال سے کچھ لے لے پھر جب وہ مالدار ہو جائے تو واپس کر دے، کعب الاحبار نے کہا: کوئی حرج نہیں، ابوذر نے ڈپٹ پلائی: اے یہودی کے بچے! تو مجھے دین کی تعلیم دے رہا ہے، عثمان نے مداخلت کی اور کہا کہ تم میرے دوستوں کو بہت زیادہ پریشان کر رہے ہو تم کسی سرحدی مقام یعنی شام چلے جاؤ، اتنے میں حج کے ایام آگئے اور ابوذر نے اجازت مانگی کہ مجھے جوار قبر رسولؐ پر رہنے دو عثمان نے اجازت دے دی، سرحدی مقام شام جانے کی وجہ بھی یہ تھی کہ لوگ فلک بوس عمارتیں بنا رہے تھے، عثمان نے کہا کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ جب فلک بوس عمارتیں بننے لگیں تو وہاں سے الگ ہو جاؤ، مجھے شام جانے دو تا کہ وہاں راہ خدا میں جہاد کروں، شام میں معاویہ کی غلط حرکتوں پر تنقید کرنے لگے، معاویہ نے انہیں تین سو دینار طلائی بھیجے۔ ابوذر نے کہا کہ اگر اس سال کا حق ہے تو میں لے لوں گا اور اگر بخشش و انعام ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ (۱) حبیب بن مسلمہ فہری نے دو سو دینار بھیجے تو ابوذر نے کہا: کیا مجھ سے زیادہ غریب یہاں کوئی نہ تھا یہ کہہ کے واپس کر دیا۔ معاویہ نے دمشق میں سبز محل بنوایا، ابوذر نے کہا: اگر یہ مسلمانوں کے مال سے بنوایا ہے تو خیانت کی ہے اور اگر اپنے مال سے بنوایا ہے تو اسراف کیا ہے، معاویہ خاموش ہو گیا، ابوذر کہتے رہے: بخدا! اب ناپسند امور دیکھنے میں آرہے ہیں، یہ سب کتاب خدا و سنت رسول ﷺ کی مخالفت ہے، بخدا حق کو ضائع کیا جا رہا ہے، باطل زندہ کیا جا رہا ہے سچ کو جھٹلایا جا رہا ہے، کرداروں میں پرہیز گاری کا کوئی خیال نہیں، نیک لوگوں کے حقوق غصب کئے جا رہے ہیں۔ حبیب بن مسلم نے معاویہ سے کہا کہ ابوذر شام کو

۱۔ انساب الاشراف (ج ۵ ص ۵۲)

برباد کردیں گے، اگر تمہیں اس کی ضرورت ہے تو جلد شامیوں کی خبر لو، معاویہ نے عثمان کو خط لکھا تو عثمان نے جواب دیا کہ انہیں سرکش سواری پر بٹھا کر سنگلاخ راستوں سے میرے پاس بھیج دو، جب ابوذر مدینہ آئے تو عثمان سے کہا کہ تم نے چھوکروں کو حکومت دے دی ہے، قومی چراگاہیں اپنی ملکیت بنالی ہیں ، غلام بچوں کو مقرب بنالیا ہے، عثمان نے کہا کہ جہاں تمہارا جی چاہے چلے جاؤ، ابوذر نے پوچھا: مکہ جاؤں؟ کہا: نہیں، پوچھا: بیت المقدس جاؤں۔ کہا: نہیں۔ پوچھا: بصرہ یا کوفہ جاؤں۔ کہا: نہیں، میں تمہیں ربذہ جلاوطن کروں گا، ابوذر وہیں رہے یہاں تک کہ انتقال کیا۔(۱)

محمد بن سمعان کا بیان ہے کہ میں نے عثمان سے کہا کہ ابوذر کہتے ہیں کہ آپ ہی نے انہیں ربذہ جلاوطن کیا ہے۔ جواب دیا کہ تعجب ہے، ایسا کیسے ہوسکتا ہے، میں ان کی سبقت اسلامی سے واقف ہوں، وہ تمام صحابہ میں معزز ترین ہیں۔ اور کمیل بن زیاد کہتے ہیں کہ جب ابوذر کو شام جلاوطن کیا تو میں مدینہ ہی میں تھا اور جب ایک سال بعد ربذہ جلاوطن کیا گیا تو بھی مدینہ ہی میں تھا۔

قتادہ کا بیان ہے کہ ابوذر کی بات پر عثمان نے انہیں جھٹلایا تو ابوذر نے کہا کہ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ کوئی مجھے جھٹلائے گا جب کہ میرے بارے میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابوذر سے زیادہ سچے انسان پر آسمان وزمین نے سایہ نہیں کیا جب انہیں ربذہ جلاوطن کیا گیا تو فرمایا کہ حق گوئی نے میرا ایک بھی دوست باقی نہ رکھا، نیز فرمایا کہ ہجرت مدینہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مجھے صحرانشینی پر مجبور کیا گیا۔ قتادہ کا یہ بھی بیان ہے کہ ابوذر کو رخصت کرنے کے لئے حضرت علیؑ شہر کے باہر تک تشریف لے گئے۔ مروان نے آپ کو روکا حضرت نے اس کی پیٹھ پر تازیانہ مارا، اس سلسلے میں عثمان کی کو ناپسند کیا اور پھر بیچ بچاؤ کیا گیا، یہ بھی روایت ہے کہ عثمان کو ابوذر کے انتقال کی خبر ملی تو کہا: خدا ان پر رحمت نازل کرے۔ عمار یاسر نے بھی کہا کہ خدا ہم سب کی طرف سے بھی رحمت نازل کرے، عثمان نے انہیں گالی دے کر کہا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں ابوذر کو جلاوطن کر کے شرمندہ ہوں۔؟

ابن خراش کہتے ہیں کہ میں نے ابوذر کو ایک جھونپڑی میں دیکھا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس

۱۔ طبقات ابن سعد (ج ۴ ص ۲۳۶)

قدر برائیوں سے روکا کہ میرے حق گوئی نے ایک بھی دوست باقی نہ رکھا۔ ابراہیم تیمی کا بیان ہے کہ میرے باپ نے ابوذر سے پوچھا کہ آپ ربذہ جلا وطن کیوں کئے گئے؟ فرمایا: خیر خواہی اور عثمان اور معاویہ کو نصیحت کرنے کی وجہ سے بشر بن حوشب فزاری کا بیان ہے کہ میرے باپ نے کہا کہ میرے عیال شربہ میں تھے میں اپنی چند بکریاں وہاں سے مدینہ لا رہا تھا ربذہ پہونچا تو وہاں ایک بوڑھے کو دیکھا جس کے تمام بال سفید ہو چکے تھے ایک جھونپڑی میں چند بکریوں کے ساتھ قیام پذیر تھا، لوگوں سے پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا گیا: صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "ابوذر" ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کا قبیلہ یہاں تو نہیں رہتا آپ یہاں کیسے ہیں؟ فرمایا: زبردستی مجھے یہاں جلا وطن کیا گیا ہے۔ بشر کا بیان ہے کہ میں نے یہ بات سعید بن مسیب سے کہی تو انہوں نے انکار کیا کہ عثمان نے انہیں جلا وطن نہیں کیا ہے بلکہ وہ خود یہاں قیام کے خواہشمند تھے اور صحیح بخاری میں زید بن وہب کا بیان ہے کہ ربذہ میں ابوذر سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں جلا وطن کئے گئے؟ فرمایا: میں نے معاویہ کی سرمایہ پرستی کے خلاف آیات قرآنی کی تلاوت کی، جو لوگ سونے چاندی جمع کرتے ہیں انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔ وہ کہنے لگا کہ یہ یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں نے کہا: یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور مسلمانوں کے بارے میں بھی اس نے عثمان سے میری شکایت لکھ ماری، انہوں نے مجھے مدینہ بلایا لوگ مجھے دیکھنے کے لئے اس قدر امنڈ پڑے جیسے انہوں نے مجھے کبھی دیکھا ہی نہ تھا، انہوں نے کہا: اگر اگر چاہو تو مجھ سے علیحدہ رہو اور میرے شہر کے نزدیک رہو، یہی وجہ ہے کہ مجھے یہاں رہنا پڑ رہا ہے۔ لوگوں نے ابوذرؓ سے کہا کہ آپکا اسی میں انتقال۔(۱) ہو جائے گا، ابوذر نے جواب دیا: افسوس ہرگز نہیں، پھر آپ نے ربذہ جلا وطنی اور وہاں غریب کی موت وغیرہ کی پیشین گوئی کو دہرایا، عثمان کے پاس جا کر فرمایا کہ میں نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنی ہے کہ جب ابوالعاص کے فرزند بیس تک پہونچ جائیں گے تو بندگان کو غلام اور مال خدا کو ذاتی ملکیت سمجھیں گے اسی دن عبدالرحمن بن عوف کا ترکہ میراث کی تقسیم کے لئے عثمان کے پاس لایا گیا تھا، دولت کا ڈھیر اس قدر ہو گیا تھا کہ ادھر کا آدمی ادھر سے دکھائی نہیں

۱۔ صحیح بخاری (ج ۲ ص ۵۰۹ حدیث ۱۳۴۱)

دیتا تھا۔عثمان نے کہا: میں عبدالرحمٰن کے حق میں خیر و بھلائی ہی کی توقع رکھتا ہوں، انہوں نے صدقہ دیا مہمان نوازی کی اور پھر اتنا مال بھی چھوڑا جو تم لوگ دیکھ رہے ہو، کعب نے کہا: امیر المومنین نے سچ فرمایا ابوذر نے یہ سن کر کعب کے سر پر ڈنڈا گھسیٹ مارا اور اس کی اذیت کی پرواہ کیے بغیر دہاڑے اے یہودی کے بچے! جس شخص نے اتنا مال چھوڑا ہے اس کے متعلق تو دنیا و آخرت کی بھلائی کا متوقع ہے، میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ مجھے یہی پسند ہے کہ مروں تو ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ چھوڑوں۔عثمان نے کہا: میرے سامنے سے دور ہو جاؤ، ابوذر نے کہا: مکہ چلا جاؤں کہا: ہرگز نہیں۔ابوذر نے کہا: مجھے خانۂ خدا میں آخر دم تک عبادت کرتے رہنے سے روک رہے ہو؟ کہا: ہاں خدا کی قسم تمہیں وہاں نہیں جانے دوں گا پوچھا: تو پھر شام چلا جاؤں۔کہا: بخدا وہاں بھی نہیں، پھر پوچھا: بصرہ جاؤں۔کہا: نہیں میں تمہیں ربذہ جلا وطن کر دوں گا۔ابوذر نے کہا: اللہ اکبر رسول خدا نے سچ فرمایا تھا۔مجھے ان تمام باتوں کی پہلے ہی خبر دے چکے ہیں۔عثمان نے پوچھا: کیا خبر دے چکے ہیں؟ فرمایا: مجھے مدینہ و مکہ میں جانے نہیں دیا جائے گا، میری موت ربذہ میں ہوگی اور عراق سے حجاز جاتے ہوئے قافلے کے لوگ میری تجہیز و تکفین کریں گے۔

ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ لوگوں کی بھیڑ اس لئے جمع ہو گئی تھی کہ وہ شام سے واپس آنے کا حال ابوذر سے پوچھ رہے تھے، جس طرح معاویہ کو خوف دامنگیر ہوا تھا، ویسا ہی خوف عثمان کو ہوا، عثمان کے قول کی تشریح میں ''چاہو تو میرے شہر کے نزدیک رہو۔'' ابوذر نے کہا: خدا کی قسم! میں لوگوں کو برائیوں سے روکنے سے باز نہیں آؤں گا۔(۱)

مسعودی نے واقعہ ابوذر یوں لکھا ہے کہ ایک دن عثمان کی بزم میں ابوذر بھی موجود تھے، عثمان نے کہا: تم لوگوں کا کیا خیال ہے، اگر کوئی شخص زکوۃ دے تو اس کے مال میں دوسرا کوئی حق باقی رہ جاتا ہے، کعب نے کہا: نہیں اے امیر المومنین! ابوذر نے کعب کے سینہ پر گھونسہ مار کر کہا: اے یہودی کے بچے! تم نے جھوٹ کہا، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿لیس البران تولوا وجوهکم قبل المشرق و المغرب و لکن البر﴾ ''نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے پورب یا پچھم کی طرف کر لو۔''(۲)

۱۔فتح الباری (ج۳ص۲۷۵) ۲۔(سورہ توبہ/۱۷۷

عثمان نے کہا: کیا تم اس میں عیب دیکھتے ہو کہ ہم بیت المال سے کچھ مال لے کر اپنے کارگذاروں کو بخش دیں، کعب نے کہا: اس میں کوئی ہرج نہیں، ابوذر نے عصا اس کے سینے پر مار کر کہا: تو دین کے معاملے میں کس قدر گستاخ ہو گیا ہے، عثمان دہاڑے: تم مجھے بہت زیادہ اذیت دینے لگے ہو، میرے سامنے سے دور ہو جاؤ، اور انہیں شام جلاوطن کر دیا، وہاں سے معاویہ نے عثمان کو خط لکھا کہ ابوذر یہاں معاشرے میں فساد پھیلا رہے ہیں، اگر آپ کو شام اپنے قبضہ میں رکھنا ہے تو انہیں اپنے پاس بلا لیجئے ،عثمان نے جواب دیا کہ انہیں سرکش سواری پر بٹھا کر روانہ کر دو۔

عثمان نے ابوذر کو جلاوطن کرنے کے لئے ایک اونٹ بھیجا جس پر اپنی بیوی یا بیٹی کو سوار کر کے ربذہ کی طرف تشریف لے گئے، جب مدینہ سے نکلنے لگے تو رخصت کرنے کے لئے حضرت علیؑ، امام حسنؑ ،امام حسینؑ، عقیل اور عبداللہ بن جعفر وعمار آئے مروان نے اس پر اعتراض کیا کہ امیر المومنین نے منع کیا ہے کہ کوئی ابوذر کو الوداع کہنے نہ نکلے، میرا کام تھا حکومت کے آڈر سے باخبر کر دینا۔ یہ سن کر حضرت علیؑ نے مروان کی سواری کے دونوں کانوں کے درمیان کوڑا مار کر کہا: دور ہو جا! خدا تجھے واصل جہنم کرے پھر آپ وداع کر کے پلٹنے لگے تو ابوذر نے کہا: اے اہلبیتؑ! خدا تم پر رحمت نازل کرے، اے ابوالحسن! میں آپ کو اور آپ کے بچوں کو دیکھتا ہوں تو رسول خدا ﷺ یاد آ جاتے ہیں۔ مروان نے عثمان سے حضرت علیؑ کی شکایت کی تو عثمان نے لوگوں سے کہا کہ اب کوئی علیؑ کی کیا صفائی دے سکتا ہے انہوں نے میرے پیغام پر کوئی پرواہ نہ کی اور اس کے ساتھ برا برتاؤ کیا، خدا کی قسم میں اس کا بدلہ ضرور لوں گا، جب حضرت علیؑ ابوذر کو ربذہ پہونچا کر واپس آئے تو لوگوں نے آپ سے کہا کہ عثمان آپ پر برہم ہیں، کیونکہ آپ ابوذر کو الوداع کہنے گئے تھے۔ حضرت نے فرمایا: سواری کا غصہ لجام پر؟

پھر آپ شب میں عثمان سے ملنے گئے عثمان نے کہا: کیا میں نے آپ کو ابوذر کی مشایعت سے منع نہیں کیا تھا؟ حضرت نے فرمایا: کیا میں تمہارا ہر صحیح و غلط مان لیا کروں؟ واللہ مجھ سے یہ ہرگز نہ ہوگا۔ عثمان نے کہا: آپ نے مروان کو گالی دی ہے اور اس کی سواری پر تازیانہ مارا ہے؟ فرمایا: تو یہ میری سواری موجود ہے وہ بھی تازیانہ مارے لیکن اگر اس نے مجھے گالی دی تو میں اس کا منھ توڑ دوں گا۔ عثمان

نے کہا: وہ گالی کیوں نہ دے گا آپ نے بھی تو اسے گالی دی ہے۔ آپ میری نگاہ میں اس سے افضل نہیں ہیں۔ حضرت علیؑ کو غصہ آ گیا تم اب یہ بکواس کرنے لگے مجھ سے مروان کا مقابلہ کرتے ہو، خدا کی قسم میں تم سے بھی افضل ہوں میرا باپ تمہارے باپ سے افضل تھا، میری ماں تمہاری ماں سے افضل تھی، یہ سن کر عثمان غصے میں بھوت ہو گئے اور گھر کے اندر چلے گئے، حضرت علیؑ بھی گھر چلے آئے، آپ نے لوگوں سے فرمایا: بخدا میں نے ابوذر کو خدا کے لئے الوداع کہا تھا۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: ابوذر کا مرتبہ ایمان وحق انتہائی بلند واستوار تھا۔ ان کا علم ودانش، صداقت و زہد اور بغض فی اللہ رسول خدا ﷺ خراج تحسین وصول کر چکا تھا، ان کی توحید کے متعلق طبقات بن سعد میں ہے کہ ابوذر فرماتے تھے کہ میں مسلمان ہونے کے تین سال قبل نماز پڑھا کرتا تھا، عبداللہ بن صامت نے پوچھا کہ کس کے لئے نماز پڑھتے تھے، کہا: خدا کے لئے، پوچھا: تمہارا رخ کدھر ہوتا تھا۔ فرمایا: جدھر خدا رخ کر دیتا تھا ابو معشر نجیح کے طریقے سے نقل ہوا ہے کہ ابوذر جاہلیت میں خدا پرست تھے اور لا الہ الا اللہ کہتے تھے بتوں کی پرستش نہیں کرتے تھے بعثت کے بعد ایک شخص نے ان سے کہا کہ مکہ میں ایک شخص نے وہی اعلان کیا ہے جو تم کہتے ہو ان کا گمان ہے کہ وہ پیغمبر ہے پھر اس کے بعد اسلام لانے کا واقعہ نقل کیا ہے۔

ان کی خدا پرستی کا حال حلیۂ ابونعیم، صفۃ صفوہ ابن جوزی، صحیح مسلم، مستدرک حاکم، استیعاب میں موجود ہے۔(۲)

۲۔ طبقات بن سعد میں ہے کہ ابوذر تیسرے یا چوتھے یا پانچویں شخص اسلام لانے والوں میں تھے۔(۳)

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۶۱، ۱۶۴ (ج ۴ ص ۲۲۰، ۲۲۳، ۲۲۲)

۲۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۷، المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۳۴۲ (ج ۳ ص ۳۸۵ حدیث ۵۴۵۹) استیعاب ج ۱ ص ۸۳، ج ۲ ص ۶۶۴ (القسم الاول ص ۲۵۲ نمبر ۳۳۹، القسم الرابع ص ۱۶۵۳ نمبر ۲۹۴۴) صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۵۳) ج ۵ ص ۲۷ حدیث ۱۳۲ کتاب فضائل الصحابۃ ص ۷۶) صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۲۳۸ (ج ۱ ص ۵۸۵ نمبر ۶۴)

۳۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۷ (ج ۳ ص ۳۸۵ حدیث ۵۴۵۹) استیعاب ج ۱ ص ۸۳ ج ۲ ص ۶۶۴ (القسم الاول ص ۲۵۲ نمبر ۳۳۹، القسم الرابع ص ۱۶۵۳ نمبر ۲۹۴۴) اسد الغابۃ ج ۵ ص ۱۸۶ (ج ۱ ص ۳۵۷ نمبر ۸۰۰) شرح جامع الصغیر مناوی ج ۵ ص ۴۲۳، الاصابۃ ج ۴ ص ۶۳ طبقات اب سعد ج ۳ ص ۱۶۱ (ج ۴ ص ۲۲۴)

طبقات بن سعد میں ابوذر کا بیان ہے کہ میں اولین شخص ہوں کہ رسول پر صلوات پڑھی تو رسولؐ نے مجھ پر صلوات پڑھی۔(۱)

ابن سعد، بخاری اور مسلم نے بطریق ابن عباس روایت کی ہے کہ جب ابوذر کو معلوم ہوا کہ مکے میں ایک شخص نے دعوی رسالت کیا ہے تو اپنے بھائی کو بھیجا کہ وہاں کے حالات معلوم کر کے آئے انہوں نے واپس جا کر بتایا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے اور اچھے اخلاق کی تعلیم دیتا ہے۔ابوذر نے کہا: تم نے میرے درد کی دوا نہ کی اور کچھ سامان سفر لے کر مکہ تشریف لائے اپنے کو ظاہر نہ کیا کہ کہیں لوگ ان کے مقصد سے واقف نہ ہو جائیں، جب رسول ﷺ سے ملاقات نہ ہوئی تو گوشۂ مسجد میں رات گذاری، صبح ہوئی تو حضرت علیؑ آئے، پوچھا: تم کون ہو؟ جواب دیا: قبیلہ غفار کی فرد ہوں۔ فرمایا: میرے ساتھ آؤ، راستے میں کسی نے کچھ بات نہ کی، دوسرے دن بھی ابوذر سے رسول ﷺ کی ملاقات نہ ہوئی، وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی کو ان کا بھید معلوم ہو، وہ رات میں سو رہے، صبح کو حضرت علیؑ آئے اور فرمایا: کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ اپنی منزل پہچانو پھر انہیں لے گئے، راستے میں کسی نے کچھ بات نہ کی، تیسرے دن ابوذر نے علیؑ سے پیمان لیا کہ میرے دل کا راز فاش تو نہ کیجئے گا۔علیؑ نے فرمایا : ہاں! پوچھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک شخص نے یہاں دعوی نبوت کیا ہے، میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا اس نے تسکین بخش جواب نہ دیا، اسلئے خود ان سے ملاقات کرنے آیا ہوں، حضرت علیؑ نے فرمایا: کل میرے ہمراہ چلنا اگر کہیں خطرہ محسوس کروں گا تو ذرا جھک کر اشارے سے تمہیں مطلع کر دوں گا تم میرے پیچھے پیچھے چلتے رہنا، اس طرح ابوذر نے رسول ﷺ سے ملاقات کی اور آپ کے ارشادات سن کر اسی وقت مسلمان ہو گئے اور رسول خدا ﷺ سے پوچھا: آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: اپنے قبیلے میں واپس جاؤ۔

ابوذر نے قسم کھا کر کہا کہ جب تک اپنے اسلام کا مسجد الحرام میں اعلان نہ کر دوں گا واپس نہ جاؤں

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۶۱ (ج ۴ ص ۲۲۱) صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۵۴، ۱۵۵ (ج ۵ ص ۴۷، ۷۶ حدیث ۱۳۲ کتاب فضائل الصحابۃ) حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۹ استیعاب ج ۲ ص ۶۶۴ (القسم الرابع ص ۱۶۵۴ نمبر ۲۹۴۴)

گا، مسجد الحرام میں بلند آواز سے کلمہ پڑھا، مشرکوں نے چلاتے ہوئے کہا اس نے اپنا دین بدل دیا ہے
ان پر ٹوٹ پڑے، انہیں اتنا مارا کہ بے ہوش ہو گئے، عباس نے قریش کو سمجھایا کہ تم لوگ تجارت کرتے ہو
اور یہ غفاری قبیلہ کا آدمی ہے اگر اس کی موت ہو گئی تو اس کا قبیلہ تم کو صحیح سلامت سفر نہ کرنے دے گا، یہ
سن کر لوگوں نے چھوڑ دیا، دوسرے دن پھر ابوذر نے علانیہ کلمہ پڑھا اور لوگوں نے پیٹا۔(۱)

علمی حیثیت

ابن سعد نے طبقات کبری میں بطریق زاذان نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے ابوذر کے متعلق
فرمایا کہ وہ علم سے بھرے پڑے تھے، بڑے محتاط اور دین کے حریص نیز علم کے حریص تھے۔(۲)

ابو عمر کہتے ہیں: وہ مفید اور شاندار علم سے بھرے پڑے تھے، زہد و ورع اور حق بات کے دھنی تھے
، حضرت علیؑ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ شخص اس قدر علم سے بھرا پڑا تھا کہ دوسرے اس کے حصول سے
عاجز رہے، پھر اس نے علم کو محفوظ بھی کر لیا، ذرا بھی اپنے قلب و دماغ سے نہ نکلنے دیا۔(۳)

طبرانی و محاملی نے امالی میں ابوذر سے نقل کیا ہے: خدا نے جو کچھ جبریل و میکائیل کے ذریعہ سینۂ
رسول ﷺ میں انڈیلا وہ سب میرے سینے میں رسول ﷺ نے انڈیل دیا۔(۴)

ابو نعیم نے حلیہ میں لکھا ہے کہ ابوذر دنیا پر لات مارنے والے عبادت گذار تھے، منفرد، قناعت پسند

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۶۵، ۱۶۶ (ج ۴ ص ۲۲۵، ۲۲۳) صحیح بخاری کتاب المناقب باب اسلام ابوذر ج ۶ ص ۲۴ (ج ۳ ص ۱۲۹۴ حدیث ۳۳۲۸) صحیح مسلم کتاب المناقب ج ۷ ص ۱۵۶ (ج ۵ ص ۷۶ حدیث ۱۳۲) دلائل النبوۃ ابونعیم ج ۲ ص ۸۶ (ج ۱ ص ۳۳۶ حدیث ۱۹۷) حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۹ المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۳۳۸ (ج ۳ ص ۳۸۲ حدیث ۵۴۵۶) استیعاب ج ۲ ص ۶۶۴ (القسم الرابع ص ۱۶۵۳ نمبر ۲۹۴۴)

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۷۰ (ج ۴ ص ۲۳۲)

۳۔ استیعاب ج ۱ ص ۶۶۴ (القسم الاول ص ۲۵۵ نمبر ۳۳۹ القسم الرابع ص ۱۶۵۵ نمبر ۲۹۴۴) اسد الغابۃ ج ۵ ص ۱۸۶ (ج ۶ ص ۱۰۱ نمبر ۵۸۶۲) شرح جامع الصغیر مناوی ج ۵ ص ۴۲۳، الاصابۃ ج ۴ ص ۶۴

۴۔ امالی محاملی (ص ۱۰۱، ۱۰۰ حدیث ۶۰) المعجم الکبیر ج ۲ ص ۱۴۹ حدیث ۱۶۲۴) مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۳۰ الاصابۃ ج ۳ ص ۴۸۴

، چوتھائی اسلام اور اسلام سے قبل ہی بتوں سے کنارہ کش تھے، قبل بعثت عبادت خدا کرتے تھے، سب سے پہلے رسول ﷺ کو سلام تحفہ بھیجا، حق کے معاملے میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کی، امراء و حکام سے ذرا نہیں ڈرے، علم بقا و فنا کے پہلے متکلم تھے، مصائب و آلام میں ثابت قدم رہے، وصیتوں اور عہدوں کا تحفظ کیا، مصائب میں صبر کیا، لوگوں سے گھلنے ملنے میں خودداری کی یہاں تک کہ دوسری دنیا کا رخت سفر باندھ لیا۔(۱)

جی ہاں! ابوذر غفاری نے خدمت رسول ﷺ کی، اصول سیکھے اور فضول و مہملات کو چھوڑ دیا۔

آگے لکھتے ہیں: شیخ فرماتے ہیں کہ ابوذر ہمیشہ رسول ﷺ سے وابستہ رہے، علم و دانش کے حصول میں بڑے حریص تھے اور مفید باتوں کے قیام سے مانوس تھے، انہوں نے رسول سے اصول و فروع حاصل کئے، ایمان و احسان اور دیدار الٰہی کے متعلق پوچھا: خدا کے محبوب ترین کلام کے متعلق پوچھا، یہ بھی پوچھا کہ لیلۃ القدر انبیاء کے بعد اٹھالی گئی یا ابھی باقی ہے؟ انہوں نے ہر چیز پوچھ لی یہاں تک کہ نماز میں سنگ ریزہ کا مس کرنے کے متعلق مسئلہ بھی پوچھ لیا پھر ابولیلی نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول سے سنگ ریزے کے مس کرنے کے متعلق پوچھا، فرمایا: ایک بار مس کرو چھوڑ دو۔(۲)

مسند احمد، اصابہ ابن حجر میں بھی یہی روایت ہے، نیز اصابہ میں ہے کہ ابوذر علم و دانش میں ہم دوش ابن مسعود تھے۔(۳)

صداقت و زہد

ابن سعد اور ترمذی نے بطریق عبداللہ بن عمرو عاص روایت کی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ابوذر سے زیادہ سچے انسان پر نہ تو آسمان نے سایہ کیا اور نہ ہی زمین نے بوجھ اٹھایا (یہ روایت ابن عمر اور ابودرداسے بھی منقول ہے)

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۶ ۲۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۶۹

۳۔ مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۳ (ج ۶ ص ۳۰۵ حدیث ۲۰۹۳۵) الاصابۃ ج ۴ ص ۶۴

ترمذی کی روایت میں ہے کہ ابوذر سے زیادہ سچا اور وفادار تر نہ تھا اور وہ عیسیٰ بن مریم کی شبیہ تھے یہ سن کر عمر نے حسد سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ انہیں ان صفات سے پہچانتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! اسے پہچان لو۔

جاسم کی روایت میں ہے کہ اس حدیث کو سن کر عمر نے کہا: کیا میں انہیں صفات سے انہیں پہچانوں؟ فرمایا: ہاں! انہیں صفات سے پہچانو۔

ابن ماجہ میں ابن عمر سے روایت ہے کہ انبیاء کے بعد ابوذر سے زیادہ سچے انسان پر آسمان نے سایہ نہیں کیا، نہ زمین نے اس کا بوجھ اٹھایا۔ ابونعیم نے خود ابوذر سے یہی روایت نقل کی ہے۔

طبقات ابن سعد میں بطریق ابوہریرہ ہے:

ابوذر سے زیادہ سچے انسان پر آسمان وزمین نے سایہ نہ کیا، جسے پسند ہو کہ وہ عیسیٰ کا تواضع دیکھے اسے ابوذر کی طرف نظر کرنا چاہئے۔

ابونعیم کی روایت میں ہے کہ جو شخص عبادت، زہد و نیکی میں عیسیٰ کی سب سے زیادہ متوازن شبیہ دیکھنا چاہتا ہو وہ ابوذر کو دیکھے۔

اس مفہوم کی روایت مجمع بن قیس، علی ابن ابی طالب، ابوہریرہ اور ابودرداء سے مروی ہے:

ابن سعد، ترمذی، ابن ماجہ، احمد، ابن ابی شیبہ، ابن جریرہ ابن عمر، ابونعیم، حاکم، ابن عساکر، طبرانی، ابن جوزی۔ (۱)

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۶۷، ۱۶۸ (ج ۴ ص ۲۲۸) سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۲۱ (ج ۵ ص ۶۲۸ حدیث ۳۸۰۲، ۳۸۰۱) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۸ (ج ۱ ص ۵۵ حدیث ۱۵۶) مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۳، ۱۷۵، ۲۲۳ ج ۵ ص ۱۹۷ ج ۶ ص ۴۴۲ (ج ۲ ص ۳۴۷ حدیث ۶۴۸۳، ص ۳۶۶ حدیث ۶۵۹۳ ص ۴۴۶ حدیث ۷۰۳۸ ج ۶ ص ۲۵۵ حدیث ۲۱۲۱۷ ج ۷ ص ۵۹۵ حدیث ۲۶۹۴۷) المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۳۴۲، ج ۴ ص ۴۸۰ (ج ۳ ص ۳۸۵ حدیث ۵۴۶۰ ج ۴ ص ۵۲۷، ۵۲۶ حدیث ۸۴۷۸) مصابیح السنۃ ج ۲ ص ۲۲۸ (ج ۴ ص ۲۲۰ حدیث ۴۸۹۷ ص ۲۲۱ حدیث ۴۸۹۸) تمیز الطیب من الخبیث ص ۱۳۷ (ص ۱۵۹ حدیث ۱۱۷) مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۲۹، الاصابہ ج ۳ ص ۶۲۲ ج ۴ ص ۶۴، جامع الصغیر سیوطی (ج ۲ ص ۴۸۵ حدیث ۷۸۲۵) شرح جامع الصغیر مناوی ج ۵ ص ۴۲۳، کنز العمال ج ۶ ص ۱۶۹ ج ۸ ص ۱۵، ۱۷ (ج ۱۱ ص ۶۶۸، ۶۶۶ حدیث ۳۳۲۲۲، ۳۳۲۲۱، ۳۳۲۲۹ ج ۱۳ ص ۳۱۶ حدیث ۳۶۸۹۸)

صحیح ترمذی میں ہے کہ رسول نے فرمایا: ابوذر زمین پر یوں چلتے ہیں جیسے عیسیٰ اپنے زہد کے ساتھ چلتے تھے، کسی میں زہد ہے کسی میں نیکی اور کسی میں عبادت عیسیٰ سے مشابہت ہے، طبرانی نے مختلف طرق سے اخراج کیا ہے۔(۱)

حدیث فضیلت

۱۔ بریدہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا نے مجھے چار کی محبت کا حکم دیا ہے، علیؑ، ابوذر، مقداد، سلمان۔(۲)

۲۔ رسول نے فرمایا: خدا ابوذر پر رحمت نازل کرے ان کی رفتار اکیلی ہے، اکیلے رہیں گے اور اکیلے اٹھائے جائیں گے۔(۳)

۳۔ رسول نے فرمایا: جنت تین کی مشتاق ہے: علیؑ، عمار اور ابوذر۔(۴)

۴۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل نے مجھ سے کہا: اے محمدؐ! خدا تمہارے اصحاب میں تین سے محبت کرتا ہے، تم بھی ان سے محبت کرو: علیؑ، مقداد، ابوذر۔(۵)

۵۔ جب بھی ابودرداء نے ابوذر کو یاد کیا تو کہا: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسی وقت امین سمجھا جس وقت کسی کو امین نہ سمجھا تھا، اس وقت سے راز کی بات کہی جب کسی سے راز کی بات نہ کہی۔(۶)

۱۔ سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۲۱ (ج ۵ ص ۶۲۹ حدیث ۳۸۰۲) المعجم الکبیر (ج ۲ ص ۱۴۹ حدیث ۱۶۲۶، ۱۶۲۵) استیعاب ج ۱ ص ۸۴، ج ۲ ص ۶۶۴ (القسم الاول ص ۲۵۵ نمبر ۵۸۶۲) کنز العمال ج ۶ ص ۱۶۹ (ج ۱۱ ص ۶۶۸ حدیث ۳۳۲۲۱، ۳۳۲۲۰) مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۳۰

۲۔ سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۱۳ (ج ۵ ص ۵۹۴ حدیث ۳۷۱۸) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۶ (ج ۱ ص ۵۳ حدیث ۱۴۹) المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۳۰ (ج ۳ ص ۱۴۱ حدیث ۴۶۴۹) استیعاب ج ۲ ص ۵۵۷ (القسم الثانی ص ۶۳۶ نمبر ۱۰۱۴) جامع الصغیر سیوطی (ج ۱ ص ۲۵۸ حدیث ۱۶۹۲) شرح جامع الصغیر مناوی ج ۲ ص ۲۱۵، شرح سندی سنن ابن ماجہ (ج ۱ ص ۶۶) الاصابہ ج ۳ ص ۳۵۵

۳۔ سیرۂ ابن ہشام ج ۴ ص ۱۷۹ (ج ۴ ص ۱۶۸، ۱۶۷) طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۷۰ (ج ۴ ص ۲۳۵) استیعاب ج ۱ ص ۸۳ (القسم الاول ص ۲۵۳ نمبر ۳۳۹) اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۸۸ (ج ۴ ص ۱۰۱ نمبر ۵۸۶۲) الاصابہ ج ۴ ص ۶۴

۴۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۳۰

۵۔ مسند ابی یعلیٰ (ج ۱۲ ص ۱۴۳ حدیث ۶۷۷۲) مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۳۰

۶۔ ابودرداء کا ایک دوسرا تذکرہ بھی ہے۔ وہ کہتے تھے: خدا کی قسم! جب بھی وہ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہم لوگوں کو نظر انداز کر کے انہیں سے قریب ہوتے جب وہ غائب ہوتے تو انہیں تلاش کرتے۔ (۱) میں جانتا ہوں کہ ان کے متعلق رسول ﷺ نے فرمایا کہ زمین و آسمان نے ابوذر سے زیادہ صادق اللہجہ کا بوجھ نہیں اٹھایا۔ (۲)

۷۔ ابوالاسود دوئلی کہتے تھے: میں نے اصحاب رسول ﷺ کو دیکھا ہے لیکن ابوذر کے مانند کوئی نہ تھا۔ (۳)

۸۔ جبرئیل امین رسول ﷺ کی خدمت میں بصورت دحیہ کلبی موجود تھے، اتنے میں ابوذر ادھر سے گذرے تو جبرئیل نے کہا: یہ ابوذر ہیں۔ اگر انہوں نے مجھے سلام کیا ہوتا تو میں جواب دیتا۔ رسول نے پوچھا: جبرئیل تم انہیں پہچانتے ہو؟ جبرئیل نے کہا: اس خدا کی قسم! جس نے آپ کو برحق مبعوث کیا، وہ ساتوں ملکوت سماوات میں زمین سے زیادہ مشہور ہیں۔ پوچھا: انہیں مرتبہ کیسے ملا؟ عرض کی: اس دنیائے فانی سے قطعی بے تعلقی کی بنا پر۔ (۴)

رسول اعظم کا ابوذر سے عہد

مستدرک حاکم، حلیہ ابونعیم اور طبقات بن سعد میں ثقہ اور حسن سند کے ساتھ مروی ہے کہ رسولؐ نے ابوذر سے فرمایا: تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم ذلیل لوگوں کے درمیان ہوگے اور اپنی انگلیوں کو باز کیا، میں نے عرض کی: فرمائیے اس وقت میں کیا کروں۔ فرمایا: صبر کرنا، صبر کرنا، صبر۔ لوگوں سے ان کے اخلاق کے جواب میں حسن سلوک اور ان کے اعمال کی مخالفت کرنا۔

۱۔ تھذیب الآثار (ص ۱۶۰ حدیث ۲۶۰) کنز العمال ج ۸ ص ۱۵ (ج ۱۳ ص ۳۱۱ حدیث ۳۶۸۸۶) مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۷ (ج ۶ ص ۲۵۶، ۲۶۶ حدیث ۲۱۲۱۷) المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۳۴۴ (ج ۳ ص ۳۸۷ حدیث ۵۴۶۷)

۲۔ کنز العمال ج ۸ ص ۱۵ (ج ۳ ص ۳۱۱ حدیث ۳۶۸۸۷) الاصابۃ ج ۴ ص ۶۳

۳۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۳۱، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۱ (ج ۶ ص ۲۳۱ حدیث ۲۱۰۶۵)

۴۔ المستطرف ج ۱ ص ۱۲۶ (ج ۱ ص ۱۳۸، ۱۳۷) ربیع الابرار زمخشری باب ۲۳ (ج ۱ ص ۸۳۴)

اورمسند احمد میں ہے کہ میں نے عرض کی: اس وقت میں تلوار چلاؤں گا چاہے مارا جاؤں ،فرمایا: اس سے بہتر کی نشاندہی کروں کہ تم صبر کرنا،اس روایت کے تمام راوی ثقہ ومعتبر ہیں۔(۱)

واقدی نے ابوالاسود دوئلی کا بیان نقل کیا ہے: میں چاہتا تھا کہ ابوذر سے مل کر ان کی جلاوطنی کا سبب دریافت کروں ،چنانچہ ربذہ جاکر پوچھا: آپ مدینہ سے یہاں خود اپنی مرضی سے آئے ہیں یا زبردستی جلاوطن کیا گیا ہے؟ فرمایا: میں سرحدی شہر میں تھا، وہاں سے مدینہ بھیج دیا گیا، میں نے سوچا تھا کہ وہ میری ہجرت کا شہر ہے لیکن وہاں سے بھی نکال دیا اور اب تم مجھے یہاں دیکھ رہے ہو۔ پھر فرمایا : میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک دن مسجد میں سو گیا تھا اتنے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گذرے اور مجھے ٹھوکر سے مار کر اٹھایا اور کہا: اب کبھی مسجد میں سوتا ہوا نہ دیکھوں ، میں نے عرض کی: آپ پر میرے ماں باپ قربان! میرے اوپر نیند کا غلبہ تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہیں اس شہر سے جلاوطن کیا جائے گا؟ عرض کی: تب میں شام چلا جاؤں گا کہ وہ مقدس شہر بقعۂ اسلام اور سرحدی مقام ہے۔

پھر پوچھا: تمہارا کیا حال ہوگا جب وہاں سے بھی نکال دئے جاؤ گے؟

میں نے عرض کی: تب میں آپ کی مسجد ''مدینہ'' میں پناہ لوں گا۔ فرمایا: اور اگر وہاں سے بھی نکالے گئے؟

میں نے عرض کی: تب میں تلوار اٹھالوں گا اور ان سے جنگ کروں گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے بہتر مشورہ نہ دوں؟ تم انہیں میں گھل مل کر رہو، ان کی باتوں کو سنو، اطاعت کرو۔ لہٰذا میں ان کی باتیں سنتا اور اطاعت کرتا رہا۔ آج بھی سن کر اطاعت کررہا ہوں خدا کی قسم عثمان میرے معاملے میں خدا کے مجرم ہیں۔(۲)

۱۔المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۳۴۳ (ج ۳ ص ۳۸۶ حدیث ۵۴۶۴) حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۶۲ طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۶۶ مطبوعہ لیدن (ج ۴ ص ۲۲۶) مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۰ (ج ۶ ص ۲۲۹، ۲۲۸ حدیث ۱۰۴۹، ۱۲۰۴۸)

۲۔شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۴۱ (ج ۳ ص ۵۸، ۵۷ خطبہ ۴۳) مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۶ (ج ۶ ص ۱۹۴ حدیث ۲۰۸۷۴)

اس روایت کے تمام ثقہ اور معتبر راوی یہ ہیں۔

علی بن عبداللہ مدینی، معمر بن سلمان، داؤد بن ابی الہند، ابوالحرب دوئلی، ابوالاسود دوئلی

گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا کہ جب عثمان نے کہا: میں تمہیں ربذہ جلاوطن کررہا ہوں تو ابوذر نے کہا: اللہ اکبر! رسولؐ نے سچ فرمایا تھا اور تمام باتوں کی خبر دی تھی۔ پوچھا: کیا خبر دی تھی۔ فرمایا کہ تمہیں مکہ ومدینہ سے نکالا جائے گا اور ربذہ میں موت ہوگی۔(۱)

یہ ابوذر ہیں

یہ ابوذر کے فضائل ومحاسن، علم وتقوی، اسلام وایمان، شائستہ کرداری، اور پسندیدہ اخلاق کے حالات ہیں، ان میں کون سا فعل ایسا تھا جس کی وجہ سے خلیفہ نے ابوذر کو مجرمانہ اذیت دی اور جلاوطن کیا ....؟ ربذہ جیسی بے آب وگیاہ جگہ پر سسک سسک کر مر گئے، نہ کوئی مونس وغمخوار تھا، نہ مریض کی عیادت کرنے والا تھا، تنہائی میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے کی رسول ﷺ کی پیشین گوئی صحیح ہوگئی اور اب خدا ہی ظالم سے مظلوم کا انتقام لے گا۔

واقعی خلیفہ نے اپنے خاندان پر دل کھول کر فیاضی دکھائی، چنانچہ وہ لکھ پتی ہوگئے، ان میں کوئی بھی سبقت اسلامی یا شائستہ کرداری میں ابوذر کی گرد پا بھی نہ تھا۔ پھر آخر کیوں انہیں ان کے حق سے محروم کیا گیا؟ مدینہ رسول ﷺ سے جلاوطن کیا گیا؟ شام میں ان سے کسی کو ملنے نہیں دیا جاتا تھا۔ آخر کیوں عثمان نے مدینہ میں بھی ان کی زندگی اجیرن کردی تھی؟ ان سے بات کرنے کی اجازت نہ تھی؟ ربذہ جلاوطن کیا تو کسی کو مشایعت کرنے تک کی اجازت نہ تھی؟ انہیں مختلف طریقوں سے ڈرایا دھمکایا گیا؟ گویا ابوذر مصائب ہی کے لئے پیدا ہوئے تھے۔

ان کی جو احادیث کی روشنی میں عظمت تھی وہ گذشتہ صفحات میں پیش کی گئیں، اس کے باوجود ان پر عتاب اسلام کے لئے انتہائی باعث شرم ہے۔

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۶۸ (ج ۴ ص ۲۲۹)

جی ہاں! ابوذر کی تنقید اس لئے تھی کہ دولت کے بادل صرف نالائقوں ہی پر کیوں برستے ہیں، بخشش و عطا صرف امویوں پر ہی کیوں ہے، جو مخالف سنت رسول ﷺ ہیں اسی لئے اکابر صحابہ نے عثمان کی مخالفت کی اور سلطنت متزلزل ہوگئی، خلیفہ چونکہ خواہشوں کے غلام تھے اور ابوذر ان پر کھل کر تنقید کر رہے تھے اس لئے ان سے کسی کو ملنے نہیں دیا جاتا تھا، ورنہ ابوذر صحیح طریقہ سے حاصل شدہ دولت کے مخالف نہیں تھے، وہ شرعی ملکیت کے بھی مخالف نہیں تھے بلکہ وہ حقوق مسلمین پر ڈاکہ ڈالنے والوں کے مخالف تھے، جو مال خدا کو فصل ربیع کی گھاس سمجھ کر ہضم کر رہے تھے، وہ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیتے تھے۔

مسند احمد (۱) میں احنف بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے مدینہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس سے دور بھاگتے ہیں، میں نے ان سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں صحابی رسول ﷺ ابوذر ہوں پوچھا: لوگ آپ سے بھاگ کیوں رہے ہیں؟ فرمایا: میں لوگوں کو سونے چاندی جمع کرنے سے اسی طرح منع کر رہا ہوں جس طرح رسول خدا ﷺ منع کیا کرتے تھے۔

مختلف عبارتوں میں یہی روایت سنن بیہقی، حلیۃ ابونعیم اور صحیح مسلم میں بھی ہے۔ (۲)

فتح الباری (۳) میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ابوذر صرف بادشاہوں پر تنقید کرتے تھے، جو سونا چاندی جمع کرتے تھے اور دولت کو اپنے لئے مخصوص کر رہے تھے، اسے خرچ نہیں کرتے۔ علامہ نودی نے اس بات کو نقل کر کے تردید کی ہے کیونکہ اس زمانے میں بادشاہوں سے مراد عمر، ابوبکر عثمان ہیں یہ کبھی خیانت نہیں کر سکتے تھے حالاں کہ اس تردید میں جو دھاندلی کی گئی ہے وہ واضح ہے کیونکہ ابوذر کی ابوبکر پر تنقید نہیں تھی بلکہ عثمان پر تھی ان دونوں کے عہد میں ابوذر خاموش تھے، عثمان سے ابوذر نے کہا تھا: عثمان شرم کرو! کیا تم نے رسول خدا ﷺ، ابوبکر و عمر کا زمانہ نہیں دیکھا تھا؟ کیا ان کا یہی رویہ تھا؟ تم تو سرکش ظالم کی طرح ہو رہے ہو۔ کبھی فرماتے: عثمان! ابوبکر و عمر کی پیروی کرو، پھر کوئی تم پر تنقید نہ کرے گا۔

۱۔ مسند احمد ج۵ ص۱۶۴، ۱۷۶، ۱۷۶ (ج۶ ص۲۰۶ حدیث ۲۰۹۳۰، ص۲۲۴ حدیث ۲۱۰۲۴)

۲۔ سنن بیہقی ج۶ ص۳۵۹، صحیح مسلم ج۳ ص۷۷ (ج۲ ص۳۸۵ حدیث ۳۵) حلیۃ الاولیاء ج۱ ص۱۶۲

۳۔ فتح الباری ج۳ ص۲۱۳ (ج۳ ص۲۷۵)

ابوذر کی دعوت صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تھی، وہ صبح وشام اس آیت کی تلاوت کرتے رہتے تھے کہ "تم میں کچھ ایسے لوگوں کو ضرور ہونا چاہیے جو نیکی کی دعوت دیتے ہوں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔(۱)

ابن خراش کہتے ہیں کہ میں نے ابوذر کو ربذہ میں پریشان حالت میں دیکھا وہ فرما رہے تھے کہ میں نے اتنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کہ اب میرا کوئی بھی دوست باقی نہیں۔(۲)

ابوذر نے معاویہ پر بھی تنقید کی جو روم وایران کے بادشاہوں کا طریقہ اپنائے ہوئے تھے، وہ دولت سے کھیل رہے تھے۔ جب کہ زمانہ رسول ﷺ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔(۳) وہ پھٹیچر حالت میں رہتے تھے۔(۴)

ایسی صورت حال میں ابوذر کیا کرتے؟ کیا ان سے رسول خدا ﷺ نے (۵) یہ عہد نہیں لیا تھا کہ وہ ہر حال میں حق بات کہتے رہیں چاہے وہ تلخ ہو اور یہ کہ خدا کے معاملے میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کریں انہوں نے عثمان سے بھی یہی کہا تھا۔ جب عثمان نے کہا: تمہیں اس سے کیا مطلب؟ آپ نے فرمایا تھا کہ میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرض ادا کر رہا ہوں، ابوذر اکیلے ہی قرآن وسنت کا اعلان کرتے رہے، حالانکہ اس سلسلے میں سختیاں اٹھائیں اور مصائب جھیلے اور جلا وطنی کی زندگی بسر کی، اگر ابوذر کا یہ اقدام قرآن وسنت کے مخالف ہوتا تو رسول ﷺ کبھی ان سے عہد نہیں لیتے، جو ان پر شورش کا الزام لگاتے ہیں انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ ابوذر زہد وعبادت، نیکی وجہاد اور صداقت میں حضرت عیسیٰ کے مانند تھے۔ حضرت علیؑ نے ان کے لئے یہی تو فرمایا تھا جو موسیٰؑ کے سلسلے میں مومن آل فرعون نے کہا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت علیؑ اور عثمان سے سخت تلخ کلامی بھی ہوئی عثمان نے غصہ میں حضرت علیؑ سے کہا: کہ تم میرے نزدیک مروان سے افضل نہیں ہو۔ ہائے کیا چھپکلی زادہ ملعون حضرت علیؑ سے افضل ہوسکتا ہے؟

۱۔(آل عمران ۱۰۴) ۲۔الانساب ج۵ص۵۵

۳۔صحیح مسلم کتاب النکاح والطلاق ج۴ص۱۹۵ (ج۳ص۲۹۰ حدیث ۳۶) سنن نسائی ج۶ص۷۵ (ج۳ص۲۷۴ حدیث ۵۳۵۲) سنن بیہقی ج۷ص۱۳۵

۴۔صحیح مسلم ج۴ص۱۹۹ (ج۳ص۲۹۵ حدیث ۴۸ ۵۔طبقات ابن سعد ص۱۶۴ (ج۴ص۲۲۹)

لیکن یہ لوگ تو اپنی خواہشوں کے غلام تھے۔

تاریخ کی مجرمانہ روش

ارباب فضیلت کے سلسلے میں تاریخ نے مجرمانہ روش اپنا کر انکی زندگی، حسن اخلاق اور آثار و اقوال کو بری طرح مسخ کیا ہے، کہیں ان کا تذکرہ نظر انداز کیا، کہیں فضیلت سے چشم پوشی کی اور کہیں ان کے اقوال کی تحقیر کی، ابوذر کے واقعے میں یہ سب واضح طور پر دیکھنے کوملتا ہے، چنانچہ بلاذری نے ابوذر کی ربذہ جلاوطنی کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے انکی صداقت کا قرار بھی کیا ہے پھر آگے سعید بن مصعب کا جھوٹ بھی چپکا دیا کہا ابوذر کو جلا وطن نہیں کیا گیا تھا بلکہ اپنی مرضی سے ربذہ سکونت پذیر ہوئے تھے، حالانکہ ابوذر کی جلاوطنی کے سلسلے میں رسول خدا کی پیشن گوئی حضرت علیؑ کی تقریر اور عمار کے احتجاج کی تکذیب ہوتی ہے، خود عثمان کی بھی تکذیب ہوتی ہے، جس کی بلاذری نے روایت کی ہے کہ ابوذر کے انتقال کے بعد عثمان نے کہا کہ خدا ان پر رحمت نازل کرے، عمار نے کہا کہ خدا ہم سب کی طرف سے ان پر رحمت نازل کرے تو عثمان نے غصے میں کہا: اے گنوار! کیا تو سمجھتا ہے کہ میں ابوذر کو جلاوطن کر کے شرمندہ ہوں، اس کے علاوہ بھی بے شمار شواہد کی تکذیب ہوئی جس میں ابوذر کی جلاوطنی کا تفصیلی حال درج ہے۔

دوسرے مورخ ابن جریر طبری ہیں (۱) انہوں نے ۳۰ھ کے حالات میں ابوذر کے تمام حالات لکھے ہیں پھر آگے لکھتے ہیں کہ بہت سے حالات ایسے ہیں جن کا درج کرنا مناسب نہیں۔ آگے انہوں نے ابوذر کی مطلق جھوٹی اور بے سروپا باتیں بھی لکھ ماری ہیں جن کے اسناد بہت زیادہ ضعیف ہیں، انہیں جھوٹ کے پلندوں کو ابن عساکر، ابن اثیر (۲)، ابن کثیر (۳) ابن خلدون اور ابوالفداء نے اپنی تاریخوں میں لکھ مارا ہے جو کچھ انہوں نے چھوڑ دیا تھا، اس گندگی کو ابن اثیر و ابن کثیر نے انتہائی گھناؤنے انداز میں اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

۱۔ تاریخ طبری (ج ۴ ص ۲۸۳)　　۲۔ تاریخ کامل (ج ۲ ص ۲۵۱ حوادث ۳۰ھ)

۳۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۷ ص ۱۵۵ (ج ۷ ص ۱۷۵ حوادث ۳۰ھ) ج ۷ ص ۱۶۵

دولت کے متعلق ابوذر کا نظریہ

حضرت ابوذر بھی دوسرے صحابہ کی طرح قرآن وسنت کی روشنی میں اصلاح معاشرہ اور قومی فلاح کے خواہشمند تھے، معاشرتی کجی کو کسی حال میں بھی برداشت نہ کر سکتے تھے، بخل کی وجہ سے حقداروں کی حق تلفی پر تنقید کرتے تھے، وہ دیکھتے تھے کہ ایک طرف تو غریبوں کے حقوق غصب کئے جارہے ہیں اور دوسری طرف مالداروں کے سونے چاندی جانوروں کی کھال میں بھرے جارہے ہیں، ان سرمایہ داروں کا ترکہ تقسیم کرنے میں کلہاڑیاں استعمال کرنی پڑتی ہیں، نہ وہ واجبی حقوق، خمس وزکوۃ ادا کرتے ہیں اور نہ فی سبیل اللہ خرچ کرتے ہیں دولت کے انبار لگے ہیں لیکن لوگ محروم ہیں، حالانکہ خدا چاہتا ہے کہ مال ودولت منجمد نہ ہونے پائیں، ہاتھوں ہاتھ پھرتے رہیں تاکہ معاشرہ ارتقاء پذیر اور آسودہ رہے ، شہر آباد اور دانش پھلے پھولے۔

ابوذر کا اعتراض معاویہ جیسے لوگوں پر تھا چنانچہ وہ اس کے محل کے سامنے آیت پڑھتے تھے: ﴿ان الذین یکنزون الذهب والفضه﴾

جو لوگ سونے چاندی جمع کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ جب وہ دولت سے بھری اونٹوں کی قطار دیکھتے تو فرماتے: آگ سے بھری اونٹوں کی قطار آرہی ہے۔ وہ مروان پر تنقید کرتے جسے افریقہ کا خمس عطا کر دیا گیا، عبد الرحمٰن بن عوف کی مذمت کرتے جن کی میراث تقسیم کرنے میں کلہاڑیاں استعمال کی گئیں۔ زید بن ثابت، طلحہ جیسے لوگوں پر برستے تھے۔(۱) جو دولت جمع کئے ہوئے تھے اور لوگوں پر خرچ نہیں کرتے۔ عثمان پر تنقید کرتے تھے جنھوں نے ابوموسی کے لائے ہوئے تمام مال کو اپنے بیوی بچوں میں تقسیم کر دیا وہ انہیں قیامت میں اسی دولت سے داغے جانے کی بشارت دیتے، کیا کوئی دیندار خزانوں کو دیکھ کر چپ رہ سکتا ہے؟ ابوذر کے سامنے تو یہ حدیث بھی تھی کہ جب فرزندان ابوالعاص تیس تک پہونچ جائیں گے تو مال خدا کا تیاپانچہ کریں گے ، بندگان خدا کو غلام بنائیں گے، اور دین خدا کو تباہی کے گھاٹ لگا دیں گے وہ دیکھ رہے تھے کہ یہ تیس

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۴۰۴ (ج ۹ ص ۳۵ خطبہ ۱۳۷)

سے تجاوز کر گئے ہیں اور حکومت سے گیند کی طرح کھیل رہے ہیں ۔ابوذر ان حالات پر کبھی صبر نہیں کر سکتے تھے، وہ دینی خطرات پر چیخ اٹھے اور آیات قرآنی کے ذریعہ ان کی بانگ دہل مذمت کرنے لگے، وہ دولت کے مخالف نہ تھے جن لوگوں نے واجبی حقوق ادا کرنے کے بعد دولت جمع کی تھی ان سے کبھی جھگڑا نہ کیا۔

قیس بن سعد تھے جو حقوق واجبی ادا کرنے کے بعد لاکھوں راہ خدا میں خرچ کرتے تھے، ابوسعید خدری تھے، جن کے متعلق ہے کہ انصار میں سب سے زیادہ دولت مند تھے،۔(۱)

عبداللہ بن جعفر کا تذکرہ شہروں شہروں ہوتا تھا۔(۲) عبداللہ بن مسعود تھے جنہوں نے نوے ہزار ترکہ چھوڑا تھا حکیم بن حزام نے ایک لاکھ میں دارالندوہ کی ملکیت معاویہ کے ہاتھوں بیچ ڈالی، عبداللہ بن زبیر نے طنز کیا کہ آپ نے قریش کی سرفرازی کا وسیلہ بیچ ڈالا فرمایا: بھتیجے تقوی کے سوا تمام وسائل سرفرازی برباد ہو چکے ہیں، میں نے ان کے بدلے جنت کا گھر خرید لیا ہے اور تجھے گواہ بناتا ہوں کہ یہ سب دولت راہ خدا میں خرچ کر رہا ہوں، وہ حج کے لئے گئے اور وہاں سو گائیں راہ خدا میں قربان کیں، ایک ہزار بھیڑیں حرم کو وقف کیں۔(۳)

ان کے علاوہ بھی بہت سے ارباب دولت تھے کبھی کسی نے ان کے خلاف ابوذر کی تنقید نہ سنی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انہوں نے جائز طریقہ سے دولت جمع کی ہے اور یہ لوگوں کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں، وہ صرف معاویہ کے قصر محل کو دیکھ کر کہتے تھے کہ اگر تو نے اپنے مال سے بنایا ہے تو اسراف کیا ہے اور اگر مسلمانوں کے مال سے بنایا ہے تو خیانت کی ہے معاویہ کی بولتی بند ہو گئی، آپ فرماتے تھے: بخدا! میں دیکھ رہا ہوں کہ حق خاموش ہو رہا ہے، اور باطل زندہ کیا جا رہا ہے، سچ کو جھٹلایا جا رہا ہے اور غلط طریقہ سے بٹوری ہوئی دولت کو اپنایا جا رہا ہے۔اس کے برخلاف مقداد کو دیکھتے ہیں کہ مقداد نے اپنا قصر سنگ مرمر سے بنوایا ہے لیکن ان سے کچھ نہیں بولتے، ظاہر ہے کہ ان دونوں تعمیرات میں واضح فرق تھا۔

۱۔صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۳۰۰ (ج ۱ ص ۱۵۷ نمبر ۱۰۵)

۲۔تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۴۴، ۳۲۵ (ج ۲۷ ص ۲۹۸، ۲۴۸ نمبر ۳۲۲۲) المنتظم (ج ۶ ص ۲۱۴ نمبر ج ۴۷۷)

۳۔صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۳۰۴ (ج ۱ ص ۲۵۷ نمبر ۱۰۹)

مصنوعی مورخین نے ابوذر پر تہمت لگائی ہے کہ وہ ہر دولت کے مخالف تھے، ابوذر پر یہ جھوٹا الزام ہے وہ ہرگز اس کے قائل نہ تھے،، وہ کیسے کہتے جب کہ وہ خدا اور سول کے احکام کی بھرپور بصیرت رکھتے تھے۔

ابوذر اور اشتراکیت

اگلوں نے مثیل عیسیٰ حضرت ابوذر پر جو تیر بارانی کی تھی اسی روش پر چلتے ہوئے آج کے قلمکاروں نے ابوذر پر الزام لگایا ہے کہ وہ کمیونسٹ تھے، کیا یہ عقل کے دشمن کمیونزم کے اصول سے واقف ہیں؟ کیا ان کے سامنے دعوت ابوذر کا بے لاگ تجزیہ ہے؟ ممکن ہے کہ یہ الزام ایسے نام نہاد مسلمانوں نے ابوذر پر لگایا ہو جو خدا کی ربوبیت کے بجائے کیمونزم پر ایمان رکھتے ہیں، اگر ابوذر اپنے احتجاج کی روشنی میں کیمونسٹ تھے تو جو اصحاب ابوذر کے ہمنوا تھے وہ بھی کیمونسٹ ہوئے؟ حضرت علیؑ، حسنینؑ، عمار یاسر جو حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں حق کے ساتھ تھے۔ ابوذر اپنے احتجاج میں اکیلے نہ تھے۔ جی ہاں! جو لوگوں کا مال خدا کو فصل بہار کی ہریالی کی طرح ہضم کر رہے تھے، جو ناجائز طریقہ سے خزانے جمع کر رہے تھے، تمام منافع اور پیداوار کو اپنے لئے مخصوص کر رہے تھے، ان کے خلاف عام نفرت کے احساس پرورش پا رہے ہیں، انہیں لوگوں کے خلاف یزید بن قیس نے جنگ صفین میں تقریر کی تھی کہ اس ظالم پارٹی کے خلاف جہاد کرو کیونکہ یہ حکم خدا کے خلاف اپنی روش اپنائے ہوئے ہیں اگر یہ کامیاب ہو گئے تو تمہیں تباہی کے گھاٹ لگادیں گے۔(۱)

کیا ان عظیم بزرگوں اور دانشوروں کو راہ حق سے منحرف کہا جا سکتا ہے؟ پھر یہ کہ خود اصول اشتراکیت کا تجزیہ کیا جائے تو ابوذر کے جہاد باللسان کے مقابل واضح فرق نظر آئے گا انہوں نے معاویہ وعثمان کو دولت جمع کرنے یا اسراف کرنے سے منع کیا۔ یہودی بچے! کعب کو عثمان کی بے جا تائید پر سرزنش کی، کہاں کعب جیسا نومسلم اور کہاں ابوذر جیسا سابق الاسلام۔

۱۔ تاریخ طبری ج۶ ص۱۰ (ج۵ ص۱۸ حوادث ۳۷ھ) تاریخ کامل ج۳ ص۱۲۸ (۲ ص۳۷۳ حوادث ۳۷ھ) شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص۴۸۵ (ج۵ ص۱۹۴ خطبہ ۶۵)

ستائش ابوذر پر ایک نظر

جلاوطنی کے وقت حضرت علیؑ نے ابوذر سے فرمایا کہ تم نے محض خوشنودی خدا کے لئے غصہ کیا ظاہر ہے کہ اس کو دینی دعوت کی تائید ہی کہا جاسکتا ہے، آپ کا ایک دوسرا فقرہ بھی تائید ابوذر ہی میں ہے: اے ابوذر! تم صرف حق سے مانوس ہو اور صرف باطل سے بیزار ہو۔(۱) اس خالص دینی دعوت کو کمیونزم سے ہم آہنگ کیسے کیا جاسکتا ہے، لیکن ایک طرف تو حضرت علیؑ، ابوذر کی تعریف کرتے ہیں اور دوسری طرف عثمان کو عذاب خداوندی سے ڈراتے ہیں جب وہ ابوذر کو جلاوطنی کا حکم صادر کرتے ہیں۔

کیا حضرت علیؑ بھی کیمونسٹ تھے؟

اسی طرح امام حسنؑ بھی ان کی پذیرائی فرماتے ہیں، امام حسینؑ بھی جلاوطنی کے وقت ابوذر کو دین پرستی اور ارباب حکومت کی دنیاپرستی کا برملا اظہار فرماتے ہیں کیا یہ تمام تائیدیں مسلک اشتراکیت سے ہم آہنگ ہیں؟ عمار نے بھی یہی بات کہی جوان دو معصوموں نے کہی تھی، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں عمار حق کے ساتھ ہیں اور حق عمار کے ساتھ ہے ان کے علاوہ مہاجرین وانصار کے تمام افراد جنہوں نے اپنی تقریروں یا حکومت کے خلاف اقدامات کے ذیل میں ابوذر کی جلاوطنی کا الزام بھی عثمان پر لگایا اور گھر کا محاصرہ کر کے انہیں قتل کیا اس سے بھی مسلک ابوذر کے خالص دینی ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔

خود حضرت رسول خدا کو ابوذر کے ان تمام کارناموں کا پتہ تھا آپ نے ان کی قبل ہی تائید وستائش فرمائی اگر وہ ذرا بھی دین سے منحرف تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی ستائش نہ فرماتے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوذر نیک اور اصلاح پسند تھے، انہوں نے ارباب حکومت کو خالص دینی تبلیغ فرمائی لیکن قوم نے جہالت میں ان کی باتوں کو نظر انداز کر دیا۔

جامعۃ الازہر کی مجلس فتویٰ پر ایک نظر

مصر کے وزیر داخلہ نے جامعۃ الازہر کے وائس چانسلر کے پاس ایک خط بھیجا جو حضرت ابوذر کے

۱۔ نہج البلاغہ ج ۱ ص ۲۴۷ (۱۸۸ خطبہ ۱۰) شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۳۸۷، ۳۷۵ (ج ۸ ص ۲۶۲، ۲۵۲ خطبہ ۱۳۰)

نظریات پرمبنی تھا، جس میں یہ پوچھا گیا تھا کہ کیا اسلام میں کمیونزم ہے، وائس چانسلر نے اس خط کو مجلس فتویٰ کے حوالے کیا، جس کے سرپرست شیخ عبدالمجید تھے انہوں نے اس سلسلے میں فتویٰ صادر کر کے وزارت داخلہ کے حوالے کردیا اس فتوے کا متن مندرجہ ذیل ہے:

اسلام میں کمیونزم نہیں ہے

آئین اسلام کی ایک مشق مالکیت کا احترام ہے یعنی ہر انسان شرعی طریقہ سے دولت فراہم کر سکتا ہے، اور اس میں اضافہ کر سکتا ہے وہ اس کا مالک کہا جائے گا، اکثر صحابہ اور اسلام کے دانشور حضرات کا نظریہ ہے کہ دولتمندوں کی دولت میں دوسروں کا صرف اتنا ہی حق ہے کہ زکوۃ کی شکل میں خدا نے واجب قرار دیا ہے، اس کے علاوہ جو مجبوروں اور محتاجوں کو کفارے کی شکل میں دیا جائے یا اسلامی حکومت کے ٹیکس یا وطن کے دفاع میں صرف کیا جائے، یہی حکم قرآن، حدیث اور فقہ اسلامی میں موجود ہے، اس کے علاوہ ہر مسلمان اپنی طاقت اور خواہش کے مطابق نیک کاموں میں خرچ کر سکتا ہے لیکن اس میں اسراف نہ کرے اکثر حدیثوں سے یہی معلوم ہوتا ہے لیکن ابوذر کا نظریہ یہ تھا کہ جو دولت اپنی ضرورت سے فاضل بچ جائے اسے راہ خدا میں صرف کردینا چاہیئے اس کا جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

یہ ابوذر کا نظریہ تھا اور کسی بھی صحابی رسول ﷺ کو نہیں جانتے جو ابوذر کا ہم خیال ہو بعد کے تمام مسلمان دانشوروں نے اصحاب رسول ﷺ کی تائید کی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ابوذر کا خیال صحیح نہیں تھا، ان کا یہ نظریہ حیرت ناک تھا، حیرت ہے کہ وہ اسلام کی واضح بنیادی بات سے واقف نہیں تھے، چنانچہ لوگوں نے ان کے نظریے کو ناپسند کیا۔

آلوسیؒ کہتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے ابوذر کے اس دعوے پر اعتراض کیا اور ابوذر کے جواب میں میراث والی آیت پڑھ کر کہا: اگر تمام دولت خرچ کردینے کا حکم ہے تو میراث کا حکم قرآن میں کیوں ہے؟(۱)

۱۔ روح المعانی (ج ۱۰ ص ۸۷)

یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوذر کا نظریہ صحیح نہیں تھا، انہوں نے اپنے اجتہاد میں غلطی کی لیکن انہیں بخش دیا جائے گا اور اسی اجتہاد پر ایک اجر بھی دیا جائے گا۔

چونکہ اس نظریہ کی غلطی واضح ہے اس لئے اس کی پیروی نہیں کرنی چاہئے کہ قرآن وحدیث اور اسلام کے بنیادی احکام سے میل نہیں کھاتا۔

ابوذر کا یہ نظریہ اسلامی مملکت میں شورش اور فتنے کا سبب بن گیا تھا اس لئے امیر شام معاویہ نے عثمان کو خط لکھ کر انہیں مدینہ واپس کر دیا یہاں ابوذر نے اپنے نظریئے کا پرچار کر کے لوگوں میں شورش پیدا کرنی چاہیے چنانچہ عثمان نے لوگوں سے دور ربذہ میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دے دیا۔

تفسیر ابن کثیر (۱) میں ہے کہ ابوذر کا نظریہ یہ تھا کہ اپنی ضرورت سے زیادہ دولت جمع کرنا حرام ہے وہ اپنے اس فتویٰ پر لوگوں کو ابھارتے تھے، معاویہ نے عثمان سے شکایت کی تو عثمان نے انہیں مدینے بلا کر وہاں سے ربذہ جلا وطن کر دیا، وہاں وہ خلافت عثمان کے زمانے میں اکیلے مر گئے۔

ابن حجر نے فتح الباری (۲) میں لکھا ہے کہ مفسدہ کا دفاع کرنا جلب مصلحت پر مقدم ہے اسی لئے عثمان نے حکم دیا کہ وہ ربذہ میں سکونت اختیار کریں حالانکہ اگر وہ مدینے میں رہتے تو طالبان علم کو بہت فائدہ پہنچتا لیکن چونکہ ان کے نظریئے سے سماج میں مفسدہ پھیل رہا تھا اس لئے ان کا جلاوطن ہونا ضروری تھا۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے بنیادی احکام سے کمیونزم میل نہیں کھاتا اس لئے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام میں کمیونزم نہیں ہے، بنابر این جس شخص نے کمیونزم اور اسلام نامی کتاب لکھی ہے، وہ اسلامی سماج کے لئے نقصان دہ ہے، اس سے کمزور ایمان والے اور جاہل لوگوں کے بھٹکنے کا اندیشہ ہے لہٰذا اس کتاب کی اشاعت ممنوع ہونی چاہیے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ اگر وزارت داخلہ نے ایسی مجلس فتویٰ کے حوالے کیا ہوتا جو کتب حدیث و

۱۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۵۳

۲۔ فتح الباری (ج ۳ ص ۲۷۵)

تفسیر سے پوری طرح آگاہ اور خواہشات نفسانی سے الگ ہوتے تو صحیح فتویٰ ملنے کی امید تھی لیکن افسوس یہ ہے کہ ابوذر کی دعوت سے یہ لوگ قطعی نابلد تھے، ابوذر کبھی بھی ملکیت کے مخالف نہیں رہے، وہ صرف ان لوگوں کے مخالف تھے جو سونے چاندی جمع کر کے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے تھے، فتوے میں کہا گیا ہے کہ جو کچھ انسان کی ضرورت سے فاضل ہو اسے دوسروں کو دے دینا چاہئیے۔ ابوذر پر جھوٹی تہمت ہے، فتویٰ دینے والے ابوذر کے طریقہ کار سے قطعی ناواقف تھے، کاش فتویٰ دینے والے کوئی حوالے بھی دیتے، ممکن ہے کہ محمد خضری، احمد امین، صادق عرجون، عمر ابونصیر اور عبد الجید عبادی جیسے اناڑی دانشوروں نے مواد فراہم کیا ہو، یہ لوگ ابوذر کے احتجاج کی بنیاد ہرگز نہیں جانتے تھے۔

ابوذر کا اسلام کے بنیادی احکام سے ناواقف رہنا انتہائی مضحکہ خیز ہے، ابوذر تو مسلمان ہونے سے پہلے بھی بتوں کی پرستش نہیں کرتے تھے، بعثت سے پہلے نماز پڑھتے تھے، وہ چوتھائی اسلام تھے، اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ رسول خدا ﷺ سے علم حاصل کرنے میں گذارا اپنا دل شفاف آئینہ کی طرح اسلام کے لئے وقف کر دیا ابوذر رسول ﷺ کے نزدیک ہوتے تھے تو آپ دوسرے صحابہ کو نظر انداز کر کے انہیں کی طرف متوجہ ہوتے، اور جب غائب ہوتے تو آپ کو تلاش کراتے، وہ علم کے حریص بھی تھے، باب مدینۃ العلم حضرت علیؑ نے ان کے متعلق فرمایا کہ ان کا ظرف دانش سے لبریز کر کے بند کر دیا گیا، کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ جس کے یہ فضائل ہوں وہ اسلام کے بنیادی احکام سے بھی واقف نہ ہو، کیا تازہ اسلام قبول کرنے والا یہودی کعب الاحبار ان سے زیادہ دینی واقفیت رکھتا تھا، ہم مجلس فتویٰ کی بات مان لیتے، لیکن حافظوں اور محدثوں نے جو فضائل ابوذر میں صحیح حدیثیں نقل کی ہیں، انہیں کہاں لے جائیں۔ پھر ہم مجلس فتویٰ سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا جن لوگوں نے ابوذر کی مخالفت کی وہ ابوذر سے زیادہ دانشور تھے؟ کیا حکم بن عاص، حارث بن حکم، ولید بن عقبی، معاویہ ابن ابی سفیان، سعید بن عاص، عبداللہ بن خالد، عبداللہ بن صاد، یعنی یہ بنی امیہ کے چھوکرے جو دولت کے لالچی تھے اور اسلامی معاشرے کو لوٹ رہے تھے، کیا یہ ابوذر سے زیادہ جانتے تھے، ابوذر کی تائید تو حضرت علیؑ امام حسنؑ و حسینؑ اور عمار یاسر جیسے لوگوں نے کی ہے:

''ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں''

اس فتوے کی تائید میں ایک عیسائی صحافی جبران ملکوں نے ایک اداریہ لکھا جو جمادی الاولی ۱۳۹۸ھ میں شائع ہوا، وہ بے چارہ کیا جانے کے اسلام کیا ہے اس نے ابوذر کی اسی لئے مخالفت کی کہ انہوں نے ضرورت سے زیادہ دولت کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا فتویٰ دیا چنانچہ ابوذر کی بنیادی غلطی یہی تھی ،کاش اس نے بغداد میں رہ کر نزدیک کے شہر نجف اشرف کے علماء سے پوچھ لیا ہوتا تو دور کے شہر مصر کے علماء کی تائید نہ کرتا، اسے معلوم ہو جاتا کہ ابوذر پر کمیونزم کی تہمت غلط ہے۔

فتویٰ دینے والے نے آلوسی (۱)، ابن کثیر (۲) ابن حجر جیسے دشمنان اہل بیتؑ کی گواہیاں نقل کی ہیں، سمجھ میں نہیں آتا کہ بے شمار محدثین کو چھوڑ کر ان کینہ توزوں پر بھروسہ کیوں کیا گیا، لیکن وہ لوگ اپنے مخصوص نظریئے کی اشاعت میں کہیں عبارتیں حذف کر دیتے ہیں، اس طرح ان کی عبارت تناقص کا شکار ہو جاتی ہے، آلوسی نے اپنی تفسیر میں ﴿الذین یکنزون الذھب والفضۃ﴾ کے ذیل میں لکھا ہے کہ ابوذر اس آیت کے ظاہری مفہوم کی بنا پر واجب جانتے تھے کہ ضرورت سے زیادہ دولت کو خدا کی راہ میں خرچ کر دیا جائے اس سلسلے میں ابوذر اور معاویہ کے درمیان اختلاف، معاویہ کا عثمان سے شکایت کرنا، ابوذر کا مدینہ میں بھیجا جانا، کعب کو ڈنڈا مارنا نقل کیا ہے اور پھر وہ لکھتے ہیں کہ اس واقعے کو شیعہ اس انداز سے پیش کرتے ہیں جس سے عثمان کی مذمت کا پہلو نکل سکے۔

آلوسی کی تحریر میں ظاہر آیت کہنا دھاندلی ہے کیونکہ آیت کا ظاہری و باطنی مفہوم الگ نہیں ہوتا ،دوسرے یہ کہ معاویہ سے ابوذر کا اختلاف آلوسی کے بیان کئے گئے طریقہ پر نہیں ہے، پھر یہ کہ آلوسی نے ابوذر کو تند کہا ہے جب کہ رسول خدا ﷺ نے انہیں زہد و اخلاق میں عیسیٰؑ کے مانند قرار دیا ہے، نیز یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ اکثر صحابہ نے ابوذر کی مخالفت کی، کاش کچھ مخالف صحابہ کا نام بھی بتایا ہوتا، ظاہر ہے کہ امویوں کے سوا کوئی مخالف نہیں تھا وہ یہ بھی الزام لگاتے ہیں کہ ابوذر کی وجہ سے فتنہ پھیل رہا تھا، لہذا

۱۔ روح المعانی ج۱۰ ص۸۷

۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج۲ ص۳۵۳)

عثمان سے مشورہ کر کے ربذہ میں سکونت اختیار کی، یہ بہت بڑا جھوٹ ہے کیونکہ انہیں جلاوطن کیا گیا تھا اور جاتے وقت کسی کو ملنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی، اپنے غلط عقیدے کو جس اطمینان کے ساتھ آلوسی نے پیش کیا ہے اور ثابت حقیقت کا جس طرح مذاق اڑایا ہے وہ بجائے خود حیرتناک اور شرمناک ہے۔

مجلس فتویٰ کے دوسرے گواہ دشمن اہلبیتؑ ابن کثیر ہیں انہوں نے اپنی تفسیر وتاریخ میں جھوٹ و تہمت کا انبار لگایا ہے، جھوٹی حدیثیں پیش کی ہیں اور ابوذر کی طرف عجیب فتویٰ منسوب کیا ہے کہ وہ دولت کے مخالف تھے حالانکہ کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا۔

تیسرے گواہ ابن حجر ہیں، کاش مجلس فتویٰ نے ان کی اصل عبارت پیش کی ہوتی جو فتح الباری میں لکھی ہے، (۱) ہم فتویٰ دینے والوں سے کہنا چاہتے ہیں کہ تم ابوذر کے کیمونسٹ ہونے پر کوئی ثبوت فراہم نہیں کر سکتے، کیونکہ تم یہی تو کہنا چاہتے ہو کہ ابوذر انسان کی ضرورت سے زیادہ مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے حق میں تھے، ظاہر ہے کہ اس مفہوم کی بے شمار احادیث رسول ﷺ مسانید میں موجود ہیں اور جن لوگوں نے ابوذر کو کیمونسٹ کہا ہے، ان میں عبدالجید، خضری، احمد امین، محمد احمد، صادق ابراہیم عرجون اور عبدالوہاب پیش پیش ہیں، ان لوگوں کی کتابوں کا تحلیل وتجزیہ کیا جائے تو علمی وتاریخی لچرپن واضح ہو سکتا ہے ان کا کہنا ہے کہ ابوذر نے کیمونزم کو عبداللہ بن سبا سے حاصل کیا، ان لوگوں کے استدلال کا مدرک وہی طبری کی روایت جو مربی، شعیب، سیف عطیہ اور یزید نخعی سے مروی ہے جو جھوٹے، حدیث ساز، باطل نواز اور گمنام ہیں، خود اس روایت کا متن اس کے بناوٹی ہونے کا پتہ دیتا ہے، پھر یہ کہ عبداللہ بن سبا خود یہودی تھا جو مسلمان کے معاشرے میں شورش و پراگندگی پیدا کررہا تھا۔ تمام مصر والے اس کے قبضے میں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ خلیفہ کو قتل کرنے اور فتنہ پھیلانے کیلئے مسلمانوں کے بڑے بڑے شہروں میں چکر لگاتا رہتا تھا، اس نے لوگوں کے عقائد خراب کئے لیکن عثمان کے کسی بھی عامل نے اس کی پکڑ دھکڑ نہ کی اور نہ اس کو مسلمانوں سے الگ کیا اور نہ ہی جلاوطن، لطف یہ ہے کہ اس یہودی کے بہکاوے میں جو عظیم صحابہ آئے ان میں ابوذر، ابن مسعود، عمار یاسر، مالک اشتر، زید

ا۔ فتح الباری، ج ۳ ص ۲۷۵)

صعصعہ، جندب بن ظہیر، کعب بن عبدی، یزید اوجی، عامر بن قیس، عمر بن حمق، غروہ بارقی اور کمیل بن زیاد جیسے فقہاء اور اسلامی احکام کے ماہرین تھے، ہم دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں کو تو جلاوطن کیا گیا، اور سختیاں کی گئیں، لیکن شورش کا سرغنہ عبداللہ بن سبا اسلامی معاشرے میں آزادانہ گھومتا رہا، خود حضرت علی کو عثمان نے ینبع میں جلاوطن کرنا ضروری سمجھا لیکن ابن سبا اور اس کے ساتھی آزاد تھے کیا ایسا ہنگامہ پسند انسان خلیفہ کی آنکھوں کے سامنے نہیں تھا، کیا خلیفہ کے سامنے اس کی شورش نہیں تھی۔

خود اسلامی سماج میں کوئی مسلمان نہیں جو اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا؟ کیا خلیفہ نے اس گمراہ شخص کے خلاف کاروائی کرنے کے لئے صحابہ سے مشورہ کیا، جیسا کہ ابوذر کے خلاف مشورہ کیا تھا جیسا کہ ابوذر کے لئے رائے لی تھی کہ مجھے بتاؤ اس دروغ گو بڈھے کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟ اسے مارا جائے یا قید میں ڈال دیا جائے یا جلاوطن کیا جائے۔؟

لیکن عبداللہ بن سبا حق پوشی اور تباہی کی علامت بن کے سارے معاشرے میں فساد پھیلاتا رہا، عثمان کے خلاف ساری شورش اسی نے پیدا کی انقلابیوں کو اسی نے آمادہ کیا، پتہ نہیں کمیونزم کے صحیح اصول سے واقف تھا کہ نہیں، یہ سب کچھ اس بنا پر ہے کہ سری، شعیب اور سیف کی روایت کو صحیح مان لیں لیکن یہ سبھی جھوٹے، گمنام اور عالموں کے نزدیک بے وقعت تھے، جن مسلمانوں نے عثمان کے خلاف شورش پیدا کی وہ خود عظیم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دین سے واقفیت رکھتے تھے، وہ لوگ دوسروں کو دین سمجھاتے تھے، کسی کی بات کیا سنتے؟

آخری بات

اگر جامعۂ الازہر کے اساتذہ کمیونزم کے اصول اور ابوذر کی تحریک کو صحیح طریقے سے سمجھتے تو ان دونوں میں کافی فاصلہ دکھائی دیتا، وہ سمجھ جاتے، کہ ابوذر جیسا صحابی کبھی کمیونسٹ نہیں ہوسکتا، وہ شخص کمیونسٹ کیسے ہوسکتا ہے جو جانتا ہے کہ خود اسلام نے محتاجوں کی خبر گیری کے متوازن قوانین بنائے ہیں، قرآن وحدیث میں اقتصادی توازن کے لئے احکام ہیں تاکہ بھوکے اور برہنہ لوگ تکلیف سے دوچار نہ

ہوں، دولتمندوں کو خرچ کرنے پر واجب و مستحب احکام نافذ کر کے ابھارا ہے۔ اسلام کبھی اس معاشرے کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا، جس میں دولتمند مطمئن ہوں، اور دوسری سمت بھوکوں، ننگوں کی تعداد زیادہ ہو، ارشاد ہوتا ہے:

''لیکن جب انسان کو پروردگار آزماتا ہے اور عزت و نعمت دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے رب نے عزت دی ہے لیکن اس کی روزی تنگ کر کے آزماتا ہے تو بھول اٹھتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کیا ہے ہرگز نہیں۔''(۱)

۱۔(فجر/۱۵،۱۷)

غدیر
قرآن، حدیث اور ادب میں

نویں جلد

مؤلف

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی

ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری

عن الصادق علیه السلام

والله لو عرف الناس فضل هذا الیوم بحقیقته لصافحتهم الملائکة فی کل یوم عشر مرات و ما اعطی الله لمن عرفه ما لا یحصی بعدد

''صادق آل محمد فرماتے ہیں:

سبیل سکینہ

''خدا کی قسم! اگر لوگ ''روز غدیر'' کی واقعی حقیقت سے آشنا ہو جاتے تو فرشتے ایک دن میں دس مرتبہ ان سے مصافحہ کرتے۔ جس نے اس دن کی معرفت حاصل کر لی ہے اس پر خداوند عالم کی بخشش قابل شمارش نہیں ہے''۔ (مصباح المتهجد ص ۷۳۸)

فہرست مطالب

عثمان نے عبداللہ ابن مسعود کو غصے میں مسجد سے باہر نکالا

بلاذری، انساب الاشراف (۱) میں لکھتا ہے کہ جس وقت عبداللہ ابن مسعود بیت المال کے خزانچی تھے، خزانے کی کنجیاں ولید ابن عقبٰی کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا: جو شخص دین میں تبدیلی پیدا کرے گا خدا اس کے حالات میں تبدیلی پیدا کر دے گا، میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں اصل میں یہ تمہارے ساتھی عثمان کی بدعتیں ہیں، کیا سعد ابن وقاص جیسے شخص کی جگہ ولید کو گورنر بنایا جا سکتا ہے؟ سب سے بہتر بات قرآن کی ہے اور محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور سب سے بدتر بات بدعت پیدا کرنا ہے۔ (۲)

ولید نے ان تمام باتوں کو عثمان کے یہاں لکھ مارا اور یہ کہ وہ آپ کی بہت زیادہ عیب جوئی کرتے ہیں، عثمان نے جواب دیا کہ انھیں مدینہ بھیج دو، کوفے کے لوگوں نے عبداللہ ابن مسعود کا حلقہ کر لیا کہ آپ یہیں رہیئے، ہمارے ہوتے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جواب دیا: عثمان کی بات ماننا میری ذمہ داری ہے، میں شورش پیدا کرنے والا پہلا شخص نہیں بننا چاہتا، (۳) پھر کوفے والوں کو تقویٰ اور قرآن پر عمل کرنے کی ہدایت کی۔

جس وقت عبداللہ ابن مسعود مدینے پہونچے عثمان منبر پر تقریر کر رہے تھے۔ عبداللہ کو دیکھتے ہی دہاڑے کہ اب تمہارے سامنے ایک گمراہ جانور آ رہا ہے، ابن مسعود نے کہا: میں ایسا نہیں ہوں بلکہ صحابی پیغمبر ﷺ ہوں اور میں جنگ بدر اور بیعت رضوان میں حاضر تھا۔ عائشہ نے فریاد کی: افسوس ہے اے عثمان! کہ تم صحابی رسول ﷺ کو ایسا کہہ رہے ہو۔ پھر عثمان نے حکم دیا اسے مسجد سے نکال باہر کر دو۔

۱۔ انساب الاشراف ج ۵، ص ۳۶ (ج ۶، ص ۱۴۶)
۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۳۸ (نمبر ۲۱)۔
۳۔ استیعاب، ج ۱، ص ۳۷۳۔ (القسم الثالث ص ۹۹۳، نمبر ۱۶۵۹)۔

عبداللہ ابن زمعہ نے انھیں زمین پر اس طرح پٹکا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔

اس وقت حضرت علیؑ نے فرمایا: اے عثمان! ولید کے خط پر تم صحابی رسولؐ کے ساتھ یہ برتاؤ کر رہے ہو۔ عثمان نے جواب دیا کہ یہ برتاؤ ولید کی وجہ سے نہیں بلکہ زبیر ابن صلت کندی کو میں نے کوفہ بھیجا تھا، اس نے آکر بتایا کہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ عثمان کا خون حلال ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: زبیر بھی معتبر نہیں ہے۔

واقدی نے یہی واقعہ لکھا ہے لیکن وہ لکھتا ہے کہ ابن مسعود شب جمعہ کو مدینے میں وارد ہوئے اور پسلیاں ٹوٹنے کے بعد ابن مسعود نے کہا تھا: ابن زمعہ نے کافر عثمان کے حکم سے مجھ کو مار ڈالا۔

بلاذری (۱) کے مطابق حضرت علیؑ نے ابن مسعود کو گھر تک پہنچایا، جب اچھے ہوئے تو عثمان سے دوسرے شہر جانے کی اجازت مانگی یا کسی سرحدی شہر میں جانا چاہا۔ لیکن مروان نے رائے دی کہ ابن مسعود نے عراق میں شورش پیدا کی اب شام میں بھی فتنہ اٹھائیں گے، اب کہیں جانے کی اجازت نہ دی جائے۔ اس طرح جبری طور سے دو سال مدینے میں رہے اور قتل عثمان کے دو سال قبل انتقال کیا۔

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ سعد ابن ابی وقاص کی نگرانی میں تھے اور مرض الموت کے وقت عثمان ملاقات کے لیے پہنچے اور پوچھا: کیا تکلیف ہے؟ جواب دیا: گناہوں کی۔ پوچھا: کیا چاہتے ہو؟ کہا رحمت پروردگار۔ پوچھا: طبیب کو بلاؤں؟ جواب دیا: طبیب نے ہی تو بیمار کر ڈالا ہے۔ پوچھا: تمہارا جو وظیفہ روک دیا تھا، ادا کر دوں؟ جواب دیا کہ جب مجھے اس کی ضرورت تھی تو تم نے روک لیا، اب ضرورت نہیں ہے تو دینا چاہتے ہو۔ کہا کہ تمہارے بچوں کے کام آئے گا۔ جواب دیا کہ ان کا رازق اللہ ہے، میں نے انھیں تاکید کر دی ہے کہ روزانہ سورۂ واقعہ کی تلاوت کریں وہ کبھی محتاج نہ ہونگے۔ عثمان نے کہا: میری بخشش کی دعا کیجئے۔ ابن مسعود نے کہا کہ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ میرا حق تم سے لے لے اور وصیت کر دی کہ عثمان میرے جنازے میں شریک نہ ہو۔ جب ابن مسعود دفن ہو گئے تو عثمان بہت غصہ ہوا کہ مجھے اطلاع کیوں نہ دی تو عمار یاسر نے جواب دیا کہ ابن مسعود نے وصیت کی تھی کہ تم ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔ (۲)

۱۔ انساب الاشراف (ج ۶، ص ۱۴۷)۔ ۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱، ص ۲۳۶۔ (ج ۳، ص ۴۲، خطبہ ۴۳)۔

حاکم، ابوعمر اور ابن کثیر کے مطابق ابن مسعود کے وصی زبیر ابن عوام تھے۔(۱)

تاریخ خمیس (۲) میں ہے کہ عثمان نے ابن مسعود اور ابوذر کا وظیفہ بند کر دیا تھا، ابوذر کو ربذہ جلا وطن کیا، وہ وہیں مر گئے۔ ابن مسعود نے اپنا وصی زبیر کو بنایا تھا، ان کے مرنے کے بعد عثمان نے ابن مسعود کے بیٹوں کو وظیفہ دینا چاہا اور یہ کہ عثمان مجتہد تھے وہ ابن مسعود کا حق مارنا نہیں چاہتے تھے صرف اخلاقی تادیب میں روک لیا تھا جب اصلاح نہ ہوئی تو ان کا وظیفہ دینے لگے۔

سیرت حلبیہ (۳) میں ہے کہ عثمان پر جو تنقیدیں ہوئیں ان میں ایک یہ بات بھی تھی کہ انہوں نے عبداللہ ابن مسعود کو قید اور جلا وطن کیا، ابی ابن کعب کا وظیفہ بند کیا، عبادہ کو معاویہ کی شکایت پر شام سے جلا وطن کیا، عمار یاسرؓ کو مارا پیٹا، کعب ابن عبدہ کو بیس تازیانہ مار کر پہاڑی علاقوں میں جلا وطن کر دیا اور عبدالرحمٰن سے کہا کہ تو منافق ہے۔

ابن مسعود کی شخصیت

عثمان کی گستاخیوں کو سمجھنے کے لیے ابن مسعود کی عظمت سے واقف ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم اور ابن ماجہ میں سعد کا قول ہے کہ ﴿ولا تطرد الذین...﴾ (۴) چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی ان میں عبداللہ ابن مسعود بھی ہیں۔(۵)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۳۱۳، (ج ۳، ص ۳۵۳، حدیث ۵۳۶۳) استیعاب، ج ۱ ص ۳۷۳۔ (القسم الثالث، ص ۹۹۴، نمبر ۱۶۵۹) البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۱۶۳۔ (ج ۷، ص ۱۸۳، حوادث ۳۲ھ)

۲۔ تاریخ الخمیس، ج ۲ ص ۲۶۸۔

۳۔ السیرۃ الحلبیۃ ج ۲، ص ۸۷، ج ۲، ص ۷۸۔ ۴۔ (انعام/۵۲)۔

۵۔ صحیح مسلم (ج ۵، ص ۳۱ (حدیث ۴۵ فضائل الصحابہ) وسنن ابن ماجہ (ج ۲، ص ۱۳۸۳، حدیث ۴۱۲۸) وتفسیر طبری ج ۷، ص ۱۲۸ (مجلد ۵ ج ۵، ص ۲۰۲) المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۳۱۹ (ج ۳، ص ۳۶۰، حدیث ۵۳۹۳) وتاریخ ابن عساکر ج ۶، ص ۱۰۰ (ج ۲، ص ۳۳۰، نمبر ۲۲۲۶، وج ۳۳، ص ۴۷، نمبر ۳۵۷۳) وتفسیر قرطبی، ج ۱۶، ص ۴۳۲، ۴۳۳ (ج ۶، ص ۲۷۸) تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۱۳۵، تفسیر ابن جزی، ج ۲، ص ۱۰۔ درالمنثور ج ۳، ص ۱۳ (ج ۳، ص ۲۷۴) تفسیر فتح القدیر، ج ۲، ص ۱۱۵۔ وج ۲، ص ۱۲۱۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ ﴿الذین استجابو الله﴾ (۱) اٹھارہ آدمیوں کے لیے نازل ہوئی ان میں عبداللہ بن مسعود بھی ہیں۔ (۲)

شربینی اور خازن نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آیہ مبارکہ ﴿امن هو قانت آناءَ الليل...﴾ (۳) ابن مسعود، عمار یاسر اور سلمان فارسی کے حق میں نازل ہوئی۔ (۴)

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ ابن مسعود قیامت کے دن میزان میں کوہ احد سے بھی گراں تر ہونگے۔ (۵)

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص نزول قرآن کے مطابق قرآن کی تلاوت کرنا چاہتا ہے وہ ابن مسعود کی قرأت کو اپنائے۔ (۶)

عبداللہ ابن مسعود کی روایت ہے رسول خدا ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کہ میں تمھیں اجازت دیتا

۱۔ (آل عمران ۱۷۲)

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۱۰۸ (و ج ۳، ص ۱۵۳، و ۱۵۲)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۱، ص ۱۳۰۔ تفسیر خازن (ج ۱، ص ۳۰۵)

۳۔ (زمر/۹)

۴۔ تفسیر خازن، ج ۴، ص ۵۰۔

۵۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۳۱۷۔ و ج ۳ ص ۳۵۸ حدیث ۵۳۸۵۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۲۷۔ استیعاب، ج ۱، ص ۳۷۱، القسم الثالث، ص ۹۸۹، نمبر ۱۶۵۹۔ صفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۱۵۷۔ و ج ۱، ص ۳۹۹۔ نمبر ۱۷۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۱۶۳۔ و ج ۷، ص ۱۸۳، حوادث ۳۲ ھ۔ و مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۸۹۔ و مسند احمد، ج ۱ ص ۴۴، حدیث ۳۹۸۱۔ و مسند ابی یعلی، ج ۹، ص ۲۰۹، حدیث ۵۳۱۰۔ المعجم الکبیر، ج ۹، ص ۷۸، حدیث ۸۴۵۴۔ ۸۴۵۲۔

۶۔ مسند احمد ج ۱، ص ۴۴، حدیث ۱۸۱۔ و سنن نسائی، ج ۵، ص ۷۱، حدیث ۸۲۵۵۔ التاریخ الکبیر بخاری، ج ۷، ص ۱۹۹، نمبر ۸۷۵۔ و صحیح ابن خزیمہ، ج ۲، ص ۱۸۶، حدیث ۱۱۵۶۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، ج ۱۵، ص ۵۴۲، حدیث ۷۰۶۶۔ تاریخ ابن عساکر ج ۳۳، ص ۶۲، حدیث ۳۵۷۳۔ مسند بزار، البحر الزخار، ج ۴، ص ۲۳۰۔ المعجم الکبیر، ج ۹، ص ۶۷، حدیث ۸۴۱۵۔ و مسند ابی یعلی، ج ۱، ص ۱۷۲، حدیث ۱۹۳، ۱۹۴۔ سنن ابن ماجہ، ج ۱ ص ۶۳، ج ۱، ص ۴۹، حدیث ۱۳۸۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۸، و ج ۳، ۳۵۹، حدیث ۵۳۹۰۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۲۴، استیعاب، ج ۱، ص ۳۷۱۔ القسم الثالث ص ۹۹۰، نمبر ۱۶۵۹۔ صفۃ الصفوۃ، ج ۱ ص ۱۵۶۔ و ج ۱، ص ۳۹۹، نمبر ۱۹۔ طرح التثریب، ج ۱، ص ۸۵، و ج ۱، ص ۷۵۔ الاصابہ، ج ۲ ص ۳۶۹۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۸۷۔ کنز العمال، ج ۱ ص ۱۸۱۔ و ج ۱۱، ص ۷۱۰، حدیث، ۳۳۴۶۳۔ ۳۳۴۶۱۔ و ج ۱۳، ص ۴۶۰، حدیث، ۳۷۱۹۷۔

ہوں کہ تم میرے گھر کا پردہ پکڑ کر گھریلو باتیں سن سکتے ہو جب تک میں تمہیں منع نہ کروں۔(۱)

ترمذی(۲) کی روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ابن مسعود کا طریقہ اپناؤ۔ ایک دوسری عبارت میں ہے کہ عمار کا طریقہ اپناؤ اور ابن مسعود کی حدیثوں کو صحیح سمجھو اور تصدیق کرو۔(۳)

اس طرح کی بہت سی روایات صحاح ستہ، مستدرک، مسند احمد، حلیہ، تاریخ ابن کثیر، استیعاب، اصابہ، ابن عساکر، تفسیر قرطبی، درالمنثور، خازن، شربینی اور شوکانی وغیرہ میں موجود ہیں۔

یہ ان کی عظمت اور اسلامی سبقت تھی، وہ رازدار رسول ﷺ تھے، حبشہ اور مدینہ ہجرت کی، جنگ بدر میں شریک رہے۔ استیعاب کی روایت میں ہے کہ یہ بھی ان دس افراد میں تھے جنھیں جنت کی بشارت دی گئی تھی۔ اس طرح وہ علوم قرآنی اور سنت نبویؐ کے داعی تھے، لوگوں کو اصول اور فروع نیز معاشرتی آداب تعلیم فرماتے تھے، کوئی بھی ان کی شخصیت میں داغ نہیں لگا سکتا۔ حضرت عمر کے زمانے میں عمار یاسر کوفے کے گورنر تھے، تو انھیں درس دین و قرآن کے لیے وہاں بھیجا گیا تھا۔ ان دونوں کے متعلق عمر نے لکھا تھا کہ یہ دونوں بدری صحابی ہیں ان کی پیروی کرو۔ میں ابن مسعود کو استفادے کے خیال سے اپنے اوپر ترجیح دیتا ہوں۔(۴) خود کوفے والوں نے ابن مسعود سے کہا تھا: آپ نے ہمیں اچھی طرح قرآن تعلیم فرمایا۔ آپ بہتر مسلمان اور بہترین دمساز تھے۔

ابن مسعود پہلے شخص تھے جنھوں نے مکہ میں اعلانیہ قرآن کی تلاوت کی۔ ایک دن اصحاب رسولؐ نے جمع ہو کر رائے کی کہ بخدا!! ابھی تک قریش کے کانوں میں قرآن کی آواز نہیں پہنچی ہے۔ انھیں کون جا کر

۱۔ مسند احمد، ج۱، ص۳۸۸۔ وج۱، ص۶۴۲، حدیث ۳۶۷۵۔ سنن ابن ماجہ، ج۱ص ۶۳۔ وج۱، ص۴۹، حدیث ۱۳۹۔ استیعاب، ج۱، ص۳۷۱، القسم الثالث، ص۹۸۸، نمبر ۱۶۵۹۔ حلیۃ الاولیاء، ج۲، ص۱۲۶، البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۱۶۲، وج۷، ص۱۸۲، حوادث ۳۲ھ۔ الاصابۃ، ج۳، ص۳۶۹۔

۲۔ سنن ترمذی، ج۵، ص۶۳۰، حدیث ۳۸۰۵۔

۳۔ مسند احمد، ج۱، ص۳۸۵۔، ج۱، ص۵۳۳، حدیث ۲۲۷۶۵۔ وحلیۃ الاولیاء، ج۱ص ۱۲۸۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۲، ص۱۶۲، ج۷، ص۱۸۳، حوادث ۳۲ھ و کنز العمال، ج۷، ص۵۵۔ وج۱۳، ص۴۶۵، حدیث ۳۷۲۱۱۔ الاصابۃ، ج۲، ص۳۶۹۔

۴۔ استیعاب، ج۱، ص۳۷۳۔ وج۲، ص۴۳۶، القسم الثالث، ص۹۸۸، نمبر ۱۶۵۹، ص۱۱۴۰، نمبر ۱۸۶۳۔ الاصابۃ، ج۲، ص۶۳۹، نمبر ۴۹۵۴۔

سنائے گا؟ ابن مسعود نے کہا: میں حاضر ہوں۔ لوگوں نے کہا: کہ ہمیں ڈر ہے کہ تم کو قریش ضرر پہنچائیں گے، کسی قرشی ہی کو یہ کام کرنا چاہیے۔ فرمایا: خدا میری حفاظت کرے گا۔ اور جا کر ان کی بزم میں سورۂ رحمٰن کی تلاوت کرنے لگے۔ انھوں نے آپس میں پوچھا کہ یہ کنیز زادہ کیا پڑھ رہا ہے؟ جب معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت ہو رہی ہے تو ان پر حملہ کر کے منہ پر طمانچے مارنے لگے۔ اور یہ اسی طرح تلاوت کرتے رہے۔ جب واپس آئے تو لوگوں نے چوٹیں دیکھ کر کہا کہ ہم کو اسی کا خوف تھا، جواب دیا: میں اسی طرح دشمنان خدا کو ذلیل اور کمزور کرتا رہوں گا، اگر تم لوگ چاہو تو یہ کام کرتا رہوں۔ لوگوں نے کہا تم نے ان کے کانوں تک قرآنی آیات پہنچادی یہی کافی ہے۔ (۱) اس طرح کا جہاد اور سختیوں میں صبر کر کے ابن مسعود نے خدا کے نزدیک بلند درجہ حاصل کیا۔ وہ بلند مقاصد کے لیے کسی غصے کی پرواہ نہیں کرتے تھے نہ ان کی کوئی ذاتی غرض ہوتی تھی۔ وہ ہمیشہ اپنے حق سے باطل کو پریشان کرتے رہے، اسی لیے اصحاب رسول ﷺ کے نزدیک ان کا احترام کیا جاتا تھا۔ ان کی نصیحتوں پر کسی کو اعتراض کی ہمت نہیں تھی۔ ابو وائل کہتے ہیں کہ ابن مسعود نے ایک شخص سے کہا: اپنا دامن اونچا کرو۔ اس نے کہا: آپ بھی اپنا دامن اونچا کیجیے۔ آپ نے فرمایا: میرے اور تمہارے حالات میں فرق ہے، میری پنڈلیاں پتلی ہیں اور لمبا آدمی ہوں اس لیے میں اپنا دامن زیادہ لمبا رکھتا ہوں۔ جب اس کی خبر حضرت عمر کو ہوئی تو اس شخص کو سزا دی اور کہا: تو ابن مسعود سے بدزبانی کرتا ہے۔ (۲)

علقمہ کا بیان ہے کہ ایک شخص عمر سے ملنے کے لیے عرفات میں پہنچا اور کہا: میں نے کوفے میں ایک شخص کو دیکھا کہ قرآن کو زبانی پڑھتا ہے۔ یہ سن کر عمر کو بہت غصہ آیا۔ پوچھا: کون ہے؟ اس نے کہا: عبداللہ ابن مسعود۔ یہ سن کر عمر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور کہا کہ بخدا! میں اس سلسلے میں ان سے زیادہ موزون شخص نہیں جانتا ہوں۔ (۳)

۱۔ سیرۂ ابن ہشام، ج۱، ص۳۳۷ (ج۱، ص۳۳۶)

۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج۳۳، نمبر۳۵۷۳۔ سیر اعلام النبلاء (ج۱، ص۴۹۲۔۴۹۱۔ نمبر۸۷)؛ الاصابہ (، ج۲، ص۳۷۰، نمبر ۴۹۵۴) کنز العمال، ج۷، ص۵۵ (ج۱۳، ص۴۶۴، نمبر۳۷۲۰۶)

۳۔ استیعاب، ج۱، ص۳۷۲۔، القسم الثالث، ص۹۹۲، نمبر۱۶۵۹۔

ایسے عظیم بدری مجاہد کا دو سال تک وظیفہ روک لیا گیا، ان کو اس طرح پریشان کیا گیا کہ انھوں نے اپنے حق کے مطالبے کی دعا کی۔ وصیت کردی کہ میرا حق مارنے والا میرے جنازے میں شریک نہ ہو۔ ان کی توہین کی گئی، مسجد سے نکالا گیا۔ اتنا مارا گیا کہ دانت ٹوٹ گئے، چونکہ وہ ولید ابن عقبہ کی خیانت کو برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ انھیں چالیس تازیانے مارے گئے، کیونکہ انھوں نے ابوذر کے جنازے میں شرکت کی تھی اور انھیں دفن کیا تھا، ان کا علم و ایمان ابوذر جیسے عظیم صحابی کو بے گور و کفن نہیں دیکھ سکتا تھا۔

آخر یہ کیسا خلیفہ ہے جو اصلاح پسندوں کو سزا دیتا ہے، ایسے بدری اصحاب کی توہین کرتا ہے جن کی رسول خدا ﷺ نے تعریف کی تھی، حالانکہ روایات میں ہے کہ ایک بدری مجاہد سے کوئی جرم سرزد ہوگیا تھا۔ حضرت عمر نے رسول خدا ﷺ سے اجازت طلب کی کہ اس کا سر قلم کردوں، فرمایا: ابن خطاب! ٹھہرو، تم جانتے ہو کہ اس نے جنگ بدر میں شرکت کی تھی، تمھیں معلوم نہیں، شاید خدا اہل بدر کو اپنے دامن رحمت میں ڈھانپ لے۔ پھر فرمایا: جو جی چاہے کرو، میں تمھیں معاف کردوں گا۔(۱)

عثمان کے طرفداروں نے ابن مسعود کے بدری صحابی ہونے سے انکار کیا ہے حالانکہ تمام تاریخوں کا اجماع ہے کہ یہ بدری صحابی تھے، ابن مسعود اور ابوذر جیسے اصحاب رسول ﷺ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کمر باندھ لی تھی، اس سلسلے میں انھوں نے کسی ستم کی پرواہ نہیں کی۔ جو لوگ اس بارے میں عثمان کے مجتہد ہونے کا شوشہ چھوڑتے ہیں، وہ اصل میں ناواقفوں کے سامنے پاپ چھپانے کی کوشش ہے لیکن ارباب نظر دھوکہ نہیں کھاسکتے۔(۲)

۴۲۔ عمار یاسر کے ساتھ سلوک

بلاذری، انساب الاشراف میں لکھتا ہے کہ مدینے کے بیت المال میں کچھ زیورات و جواہرات

۱۔ احکام القرآن قرطبی، ج۳، ص۵۳۵، وج۳، ص۴۳۵۔

۲۔ التمہید باقلانی، ص۲۲۱۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۴۵۔ وج۳ص۸۲۔ الصواعق المحرقۃ ص ۶۷۔ ص۱۱۳۔ وتاریخ الخمیس، ج۲، ص۲۶۸۔

تھے جسے عثمان نے اپنے ایک خاندان کی فرد کو پہننے کے لیے دے دیا۔ اس پر لوگوں نے ان کی سخت تنقید کی تو عثمان نے غصے میں خطبہ دیا کہ میں اس مال غنیمت میں سے اپنی ضرورت کے وقت ضرور لوں گا چاہے لوگوں کو کتنا ہی برا لگے۔ حضرت علی علیہ السلام نے انھیں ٹوکا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تمہیں اس سے روک دیا جائے گا۔ اور عمار یاسر نے کہا کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ سب سے پہلے میں مخالفت کروں گا۔ یہ سن کر عثمان نے کہا کہ اے لاابالی عورت کے فرزند۔ تو مجھ سے گستاخی کرتا ہے! پھر حکم دیا کہ گرفتار کرلیا جائے پھر انھیں اتنا مارا گیا کہ وہ بیہوش ہو گئے۔ لوگ انھیں اٹھا کر ام سلمہ کے گھر لے گئے اور ان کی ظہر، عصر اور مغرب کی نماز قضا ہوگئی۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو وضو کر کے نماز پڑھی اور کہا: اس خدا کا شکر ہے کہ یہ پہلا دن نہیں ہے کہ مجھے خدا کے بارے میں اذیت دی گئی ہے۔ بنو مخزوم عمار کے حلیف تھے۔ ہشام مخزومی نے کہا کہ اے عثمان! حضرت علی علیہ السلام سے بولنے کی تمہیں ہمت نہیں ہوئی لیکن میرے بھائی کو تم نے روند ڈالا۔ بخدا! اگر یہ مر گئے تو میں بنی امیہ کے ایک ایک معزز شخص کو مار ڈالوں گا۔ عثمان نے کہا: اے ذلیل عورت کے بیٹے! تمہاری یہ ہمت؟ مغیرہ نے بھی اسی طرح جواب دیا تو عثمان نے انھیں نکال باہر کر دینے کا حکم دیا۔ وہ وہاں سے ام سلمہ کے گھر آئے تو دیکھا کہ حضرت عائشہ اور ام سلمہ دونوں ہی برہم ہیں۔ عائشہ نے تو غصے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بال، کپڑا اور جوتا حجرے سے باہر کر کے فریاد کی کہ ابھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بال، کپڑا اور جوتا بھی میلا نہیں ہوا کہ تم نے سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ترک کر دیا۔ اس صورتحال پر عثمان کو اتنا غصہ تھا کہ اول فول بک رہے تھے اور لوگوں کو ان کی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ مسجد میں آئے تو لوگوں نے تنقید کی: سبحان اللہ سبحان اللہ! چونکہ عمر عاص کو تازہ گورنری سے معزول کیا تھا اسی لئے ان کی آواز سب سے تیز تھی، لوگوں میں اس واقعہ کے بعد عثمان سے سخت نفرت پیدا ہوگئی۔(۱)

بلاذری (۲) نے یہ بھی لکھا ہے کہ مقداد، عمار، طلحہ و زبیر اور دوسرے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان کے پاس خط لکھ کر ان کی بدعتوں کا تذکرہ کیا اور دھمکی دی کہ اگر ان سے باز نہ آئے تو ہم تم پر چڑھ دوڑینگے۔ وہ خط عمار یاسر لے کر عثمان کے پاس گئے، عثمان نے خط پڑھ کر کہا: تم ہی سب کے لیڈر رہو۔

۱۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۴۸۔ و ج ۶، ص ۱۶۱۔
۲۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۴۹۔ و ج ۶، ص ۱۶۲۔

عمار نے کہا: میں تمہارا سب سے زیادہ خیر خواہ ہوں۔ عثمان نے کہا: تم جھوٹے ہو اور پھر انھیں بری طرح مارا پیٹا۔ یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو گئے اور عارضۂ فتق لاحق ہو گیا۔ حضرت عمار بہت بوڑھے اور کمزور تھے۔ اس واقعہ کو شرح ابن ابی الحدید اور استیعاب میں بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔(۱)

ابن قتیبہ کے مطابق اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان کی مندرجہ ذیل بدعتیں گنائی تھیں:

۱۔ افریقہ کا خمس مروان کو بخش دیا ہے۔

۲۔ مکان کی تعمیر میں اسراف کیا ہے یہاں تک کہ بیٹی، بیوی وغیرہ کے لیے الگ الگ سات فلک بوس عمارتیں بنوائیں ہیں۔

۳۔ مروان نے ذی خشب کا مکان افریقہ کے خمس سے تعمیر کرایا ہے۔

۴۔ حکومت کے تمام عہدے بنی امیہ کے چھوکروں کو سونپ دیا ہے۔

۵۔ ولید نے حالت مستی میں صبح کی دو کے بجائے چار رکعت پڑھادی۔

۶۔ عثمان نے ولید پر حد جاری نہیں کی۔

۷۔ انصار و مہاجرین سے حکومت کے معاملے میں مشورے نہیں کرتے ہیں۔ استبدادی طریقہ اپنایا ہے۔

۸۔ مدینے کے اطراف کی چراگاہوں کو ذاتی ملکیت بنالیا ہے۔

۹۔ حکومت کی املاک پر بنی امیہ کے ذلیل چھوکرے قابض ہیں۔

۱۰۔ بجائے چھڑی کے تازیانوں سے سزادی جاتی ہے جبکہ سابق خلفاء چھڑی یا کوڑا استعمال کرتے تھے۔

اس خط کو عمار یاسر لے کر گئے اور متذکرہ واقعہ پیش آیا، یعقوبی کے مطابق عثمان کے غصے کی وجہ یہ بھی تھی کہ ابوذر کی خبر وفات پر عمار نے کہا: خدا نے انھیں ہمارے ہاتھوں سے نجات دی۔ عثمان نے عمار کو جلاوطن کرنا چاہا لیکن حضرت علی علیہ السلام اور بنی مخزوم کے آڑے آنے سے باز آئے نیز یہ کہ عمار یاسر نے

۱۔ شرح ابن الحدید، ج۱، ص۲۳۹۔ وج ۳، ص۵۰، خطبہ ۴۳۔ واستیعاب، ج۲، ص۴۲۲، القسم الثالث، ص۱۱۳۶۔ نمبر ۱۸۶۳۔

ابن مسعود کے کفن دفن میں عثمان کو خبر نہیں کی تھی پھر مقداد کے انتقال کے بعد بھی عثمان کو خبر نہیں کی۔ عثمان نے غصے میں کہا: میں اس کنیز سیاہ کے فرزند عمار کو خوب پہچانتا ہوں۔(۱)

طبقات ابن سعد میں ہے کہ عمار کا قاتل عقبی ابن عامر تھا۔ اور اسی نے عثمان کے حکم سے عمار کو بہت مارا پیٹا تھا۔(۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ یہ خلیفہ کے کالے کرتوت ہیں، اس عظیم انسان کے خلاف جس کے اطمینان قلب کی قرآن گواہی دیتا ہے، جس نے سب سے پہلے عبادت کے لیے اپنے گھر کو مسجد بنایا، (۳) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کی بہت زیادہ تعریف کی اور لوگوں کو اس سے نفرت وعداوت رکھنے سے منع کیا۔ تمام عظیم صحابہ ان کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے۔ خود حضرت عثمان کی روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: اے آل یاسر! صبر کرو تمہارا ٹھکانا جنت ہے۔(۴) دوسری حدیث میں ہے کہ اے اللہ! آل یاسر کو بخش دے۔(۵)

بے شمار طریقوں سے روایت ہے کہ عمار کو گروہ باغی قتل کرے گا جو اسلام سے منحرف ہوگا اور عمار کی آخری غذا دودھ کا پیالہ ہوگی۔ اس حدیث کے راوی عثمان ابن عفان، عمرو عاص، معاویہ، حذیفہ، ابن عمر خزیمہ، کعب ابن مالک، جابر، ابن عباس، انس، ابو ہریرہ، عبداللہ ابن مسعود، ابوسعد، ابوعمامہ، ابورافع، ابوقتادہ، ابن ابی اوفی، عمار یاسر، عبداللہ ابن ابی ہذیل، ابوالیسر، زیاد ابن فرد، جابر ابن سمرہ، عبداللہ

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۳۵۔

۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۸۵۔ وج ۳، ص ۲۵۹۔

۳۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۷۸۔ والبدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۳۴۵، حوادث، ۳۷ھ۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۴۳۳ نمبر ۶۱۸۲۔ وتاریخ اسلام، ذہبی، ص ۵۷۲، عہد خلفاء الراشدین۔ المصنف ابن ابی شیبہ، ج ۷، ص ۵۲۳۔

۴۔ المعجم الکبیر، ج ۲۴، ص ۳۰۳، حدیث ۷۶۹۔ ومجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۹۳۔ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۳۳۳۔ نمبر ۶۱۸۲، مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۸، کنز العمال، ج ۶، ص ۱۸۵۔ وج ۱۱، ص ۷۲۸۔ حدیث ۳۳۵۶۸۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۴۳۲۔

۵۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۶۲، ج ۱، ص ۱۰۰، حدیث ۴۳۱۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۹۳۔ وصفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۴۴۳۔ ومختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۸، ص ۲۰۸۔ کنز العمال، ج ۷، ص ۷۲۔ وج ۱۳، ص ۵۲۸، حدیث ۳۶۵ ۷۔ تاریخ اسلام ذہبی، ص ۵۷۲۔ عہد خلفاء راشدین۔

ابن عمرو عاص، ام سلمہ اور عائشہ ہیں۔(۱)

عمار قرآن مجید کی روشنی میں

عمار کی شان میں کئی آیتیں نازل ہوئیں ہیں ان میں:

پہلی آیت:

﴿امن ہو قانت ء اناء اللیل ساجدا و قائما یحذر الآخرۃ﴾ "کیا جو شخص رات کے اوقات میں سجدہ کر کے اور کھڑے کھڑے خدا کی عبادت کرتا ہو اور آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار ہو، ناشکرے کافر کے برابر ہوسکتا ہے؟"۔(۲)

ابن عباس وغیرہ کی روایت ہے کہ یہ آیت عمار یاسر، ابوحذیفہ، ابن مسعود اور سلمان فارسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۳)

دوسری آیت:

﴿ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداوۃ والعشی یریدون وجہہ ما علیک من

۱۔طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۸۰، وج ۳، ص ۲۵۱۔سیرۂ ابن ہشام، ج ۲، ص ۱۱۳۔وج ۲، ص ۱۴۲۔المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۳۸۶۔وج ۳، ص ۴۳۵، حدیث ۵۶۵۷۔حدیث ۵۶۵۷۔وص ۴۴۲، حدیث ۵۶۷۶۔استیعاب، ج ۲، ص ۴۳۶، (القسم الثالث)، ص ۱۱۴۰، نمبر ۸۶۳، طرح التثریب، ج ۱، ص ۸۸، تیسیر الوصول، ج ۳، ص ۲۷۸، وج ۳، ص ۳۲۳، حدیث ۲۔وشرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۷۴، وج ۸، ص ۲۴، خطابہ ۱۲۴، البدایۃ والنہایۃ، ج ۷، ص ۲۶۷۔۲۷۰۔وج ۷، ص ۲۹۶، ۲۹۸۔حوادث، ۳۷ھ۔مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۹۶۔وتہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۴۰۹، وج ۷، ص ۳۵۸۔وکنز العمال، ج ۶، ص ۱۸۴، وج ۷، ص ۷۳، و ۷۴۔وج ۱۱، ص ۷۲۶، حدیث ۳۳۵۵۵۔وج ۱۳، ص ۵۲۹، حدیث ۳۷۳۷۰، وص ۵۳۶، حدیث ۳۷۴۰۰۔الاصابۃ، ج ۲، ص ۵۱۲۔الخصائص الکبریٰ سیوطی، ج ۲، ص ۲۳۹۔

۲۔زمر/۹

۳۔طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۷۸۔وج ۳، ص ۲۵۰۔ومختصر تاریخ، ابن عساکر، ج ۱۸، ص ۲۱۰۔وتفسیر قرطبی، ج ۱۵، ص ۲۳۹۔وج ۱۵، ص ۱۵۶۔وتفسیر کشاف، ج ۳، ص ۲۲۔وج ۴، ص ۱۱۷۔وتفسیر خازن، ج ۳، ص ۵۳۔وج ۴، ص ۵۰۔تفسیر در المنثور، ج ۵، ص ۲۲۳۔وج ۷، ص ۲۱۴۔فتح القدیر، ج ۲، ص ۴۳۲۔وج ۴، ص ۴۵۴۔

حسابهم من شئی ﴾ ''جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار سے اس کی خوشنودی کی تمنا میں دعائیں مانگا کرتے ہیں ان کو اپنے پاس سے نہ دھتکارو''۔(۱)

ابن ماجہ کے مطابق یہ آیت عمار یاسر، صہیب، بلال اور خباب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(۲)

تیسری آیت:

﴿الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان ﴾ ''اس شخص کے سوا جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو''۔(۳)

اکثر حفاظ اور مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت عمار کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس ذیل میں واقعہ بھی تحریر کیا ہے۔(۴)

چوتھی آیت

﴿افمن وعدناہ وعدا حسنا فھو لاقیہ کمن متعناہ متاع الحیاۃ الدنیا ثم ھو یوم القیامۃ من المحضرین ﴾ ''کیا وہ شخص جس سے ہم نے بہشت کا بہترین وعدہ کیا ہے اور اسے وہ پا کر رہے گا، اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیاوی زندگی کے تھوڑے سے فائدے عطا

۱۔انعام/۵۲

۲۔سنن ابن ماجہ، ج۲، ص۱۳۸۳، حدیث ۴۱۲۸۔تفسیر طبری، ج۷، ص۱۲۷، وص۱۲۸۔ وج۷، ص۲۰۱۔۲۰۰۔تفسیر قرطبی، ج۱۶، ص۴۳۲۔ وج۱۶، ص۲۷۸۔تفسیر بیضاوی، ج۱ص۱۸۰، وج۱، ص۳۰۲۔تفسیر کشاف، ج۱، ص۴۵۳۔ وج۲، ص۲۷۔تفسیر کبیر، ج۴، ص۵۰، وج۱۲، ص۲۳۳۔ ودرالمنثور، ج۳، ص۱۴۔ وج۳، ص۲۷۳۔تفسیر خازن، ج۲، ص۱۸۔فتح القدیر، ج۲، ص۱۱۵۔ وج۲، ص۱۲۰۔

۳۔نحل/۱۰۶

۴۔طبقات ابن سعد، ج۳، ص۱۷۸، ج۳، ص۲۴۹۔تفسیر طبری، ج۱۴، ص۱۲۲۔ ومجلد ۸، ج۱۴، ص۱۸۱۔اسباب النزول واحدی، ص۲۱۲۔ص۱۹۰۔مصنف ابن ابی شیبہ، ج۷، ص۵۲۴۔المستدرک علی الصحیحین، ج۲، ص۳۵۷۔ وج۲، ص۳۸۹، حدیث۳۳۶۲۔استیعاب، ج۲، ص۴۳۵، القسم الثالث، ص۱۱۳۶، نمبر۱۸۶۳۔تفسیر قرطبی، ج۱۰، ص۱۸۰۔ وج۱۰، ص۱۱۸۔ تفسیر کشاف، ج۲، ص۱۷۶، وج۲، ص۶۳۶۔تفسیر بیضاوی ج۱، ص۶۸۳۔ج۱، ص۵۵۸۔تفسیر کبیر، ج۵، ص۳۶۵، وج۲۰، ص۱۲۱۔تفسیر ابن جزی، ج۲، ص۱۶۲۔تفسیر نیشاپوری، مطبوع بر حاشیہ تفسیر طبری، ج۱۴، ص۱۲۲۔ وج۴، ص۳۰۹۔بہجۃ المحافل، ج۱، ص۹۴۔تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص۵۸۷۔ ودرالمنثور، ج۴، ص۱۳۲، وج۵، ص۱۷۰۔۱۶۹۔تفسیر خازن، ج۳، ص۱۴۳۔ وج۳، ص۱۳۶۔الاصابۃ، ج۲، ص۵۱۲۔فتح القدیر، ج۳، ص۱۹۱۔ وج۳، ص۱۹۸۔تفسیر روح المعانی، ج۱۴، ص۲۲۷۔

کیئے ہیں''۔(۱)

واحدی نے سدی سے روایت کی ہے کہ یہ آیت عمار یاسر اور ولید ابن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(۲)

پانچویں آیت:

﴿او من کان میتا فاحییناه و جعلنا له نورا یمشی به فی الناس﴾ ''کیا جو شخص پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لیے ایک نور بنایا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہو''۔(۳)

ابو عمر، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت عمار یاسر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(۴)

ان آیات کے علاوہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمار یاسر کی ستائش میں بہت سی احادیث فرمائیں ہیں:

۱۔عبداللہ ابن عباس کی روایت ہے کہ عمار یاسر، سر سے پیر تک ایمان سے بھرپور ہیں اور ایمان ان کے گوشت وخون میں گھل مل گیا ہے۔(۵)

اس مفہوم کی روایت حضرت علی علیہ السلام، حضرت عائشہ، ہانی ابن ہانی وغیرہ سے بھی مذکور ہے۔(۶)

۱۔قصص/۶۱

۲۔اسباب النزول واحدی، ص ۲۵۵، وص ۲۲۹۔تفسیر قرطبی، ج ۱۳، ص ۳۰۳۔وج ۱۳، ص ۲۰۰۔تفسیر کشاف، ج ۲، ص ۲۸۶۔و ج ۳، ص ۴۲۵۔تفسیر خازن، ج ۳، ص ۴۳۔وج ۳، ص ۴۰۹۔تفسیر سراج منیر شربینی، ج ۳، ص ۱۰۵، وج ۳، ص ۱۱۲۔

۳۔انعام/۱۲۲

۴۔استیعاب، ج ۲، ص ۲۸۶۔القسم الثالث، ص ۱۱۳۷۔نمبر ۱۸۶۳۔تفسیر ابن جزی، ج ۲، ص ۲۰۔تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۱۷۲۔ تفسیر بیضاوی، ج ۲، ص ۴۰۰۔وج ۱، ص ۳۱۹۔ودرالمنثور، ج ۳، ص ۴۳۔وج ۳، ص ۳۵۲۔تفسیر خازن، ج ۲، ص ۳۲۔وج ۲ ، ص ۵۰۔تفسیر سراج منیر شربینی، ج ۱، ص ۴۲۹۔تفسیر فتح القدیر، ج ۲، ص ۱۵۲۔وج ۲، ص ۱۶۰۔

۵۔حلیۃ اولیاء، ج ۱، ص ۱۳۹، تفسیر کشاف، ج ۲، ص ۱۷۶۔وج ۲، ص ۲۳۶۔تفسیر خازن، ج ۳، ص ۱۴۳۔وج ۱، ص ۵۵۸۔بھجۃ المحافل، ج ۱ ص ۹۴۔وتفسیر کبیر رازی، ج ۵، ص ۳۶۵، وج ۲۰، ص ۱۲۱۔تفسیر خازن، ج ۳، ص ۱۴۳، وج ۳، ص ۱۳۶۔و کنز العمال، ج ۲، ص ۱۸۴، وج ۷، ص ۷۵۔تفسیر روح المعانی، ج ۱۴، ص ۲۳۷۔

۶۔مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۸، ص ۲۱۳، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۹۵، سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۶۵۔وج ۱، ص ۹۵، حدیث ۱۴۷۔ الاصابۃ، ج ۲، ص ۵۱۲۔

۲۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ عمار حق کے ساتھ ہیں اور حق عمار کے ساتھ، جدھر جدھر عمار پھرتے ہیں ادھر ادھر حق پھرتا ہے اور قاتل عمار جہنمی ہے۔(۱)

نیز ملاحظہ ہو: طبرانی، بیہقی، حاکم نیشاپوری، ابن کثیر اور سیوطی۔(۲)

ابراہیم دیزیل لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن مسعود سے پوچھا: اگر داخلی فتنہ برپا ہو جائے تو آپ کے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ انھوں نے کہا کہ قرآن سے وابستہ رہو۔ پوچھا: اگر دونوں گروہ قرآن کا واسطہ دے رہے ہوں اس وقت میں کیا کروں؟ جواب دیا: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا ہے کہ جب لوگ باہم اختلاف کر رہے ہوں تو فرزند سمیہ حق کے ساتھ ہوگا۔ یعنی اس گروہ میں رہو جس میں عمار یاسر ہیں۔

۳۔ انس ابن مالک سے روایت ہے کہ بہشت چار آدمیوں کی مشتاق ہے: علی علیہ السلام، عمار، سلمان، اور مقداد، ایک روایت میں تین کا نام ہے علیؑ، عمار اور سلمان، اور دوسری میں علیؑ، عمار اور بلال کا نام ہے۔(۳)

۴۔ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: عمار کا گوشت اور خون جہنم پر حرام ہے۔(۴)

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۸۷۔ وج ۳، ص ۲۶۲۔

۲۔ المعجم الکبیر، ج ۱۰، ص ۹۵۔ حدیث ۱۰۰۷۱۔ دلائل النبوۃ بیہقی، ج ۶، ص ۴۲۲۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۴۴۲۔ حدیث ۵۶۷۶۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۲۷۰۔ وج ۷ ص ۳۰۰، حوادث ۳۷ھ۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۱۸۴۔ وج ۱۱، ص ۷۲۱ وحدیث ۳۳۵۲۵۔

۳۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۴۲، المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۷۔ وج ۳، ص ۱۴۸۔ سنن ترمذی، ج ۵، ص ۶۲۶، حدیث ۳۷۹۷۔ المعجم الکبیر طبرانی، ج ۶، ص ۲۱۵۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۰، ص ۱۸۱ وج ۱۰، ص ۱۱۹، البدایۃ والنھایۃ، ج ۷ ص ۳۱۱، وج ۷، ص ۳۵۴، حوادث ۳۷ھ۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۳۰۷، تاریخ ابن عساکر، ج ۳، ص ۳۰۶، ص ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ وج ۱۰، ص ۴۵۱، نمبر ۹۷۴۔ ج ۲۱، ص ۴۱۱۔ ۴۱۰۔ نمبر ۲۵۹۹۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۵، ص ۲۵۹۔ ج ۱۰، ص ۴۰۔ وج ۱۸، ص ۲۱۲۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۳۵۔ القسم الثالث ص ۱۱۳۸، نمبر ۱۸۶۳۔

۴۔ مختصر ابن عساکر، ج ۱، ص ۲۱۵۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۹۵۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۱۸۴۔ وج ۷، ص ۷۵۔ وج ۱۱، ص ۷۲۱۔ حدیث ۳۳۵۲۱۔ وج ۱۳، ص ۵۳۹۔ حدیث ۳۷۴۱۲۔

۵۔ احمد ابن حنبل، خالد ابن ولید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عمار سے دشمنی کرے خدا اس کا دشمن ہوگا۔ جو عمار سے کینہ رکھے خدا اس سے کینہ رکھے گا۔(۱)

اس کی روایت بے شمار طریقوں سے کی گئی ہے۔

۶۔ حذیفہ سے پوچھا گیا کہ عثمان قتل ہو چکے اب کیا کیا جائے؟ جواب دیا عمار کے ساتھ رہو۔ لوگوں نے کہا: عمار تو علیؑ کے ساتھ ہیں۔ فرمایا: حسد انسان کو تباہ کر دیتا ہے تم لوگ صرف اس لیے عمار سے دور ہو کہ وہ علیؑ سے نزدیک ہیں، حالانکہ علیؑ کو عمار پر اسی طرح برتری حاصل ہے جیسے آسمان کو زمین پر۔(۲)

۷۔ مستطرف میں ہے کہ جنگ احد میں جبرئیل نازل ہوئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے اصحاب کہاں گئے؟ پھر پوچھا: یہ کون ہے جو آپ کا دفاع اور پاسداری کر رہا ہے؟ فرمایا: عمار یاسر ہیں۔ جبرئیل نے کہا: انھیں بشارت دیدیجئے کہ عمار پر آتش دوزخ حرام ہے۔(۳)

آیات و احادیث کے مطالعے سے یہ تسلیم شدہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان پر جو بھی سختیاں ہوئیں، قطعی ناروا اور شرمناک تھیں اور ان کی کوئی بھی توجیہ پیش نہیں کی جا سکتی۔ اگر کہا جائے کہ خلیفہ نے تادیب کے خیال سے سختیاں کیں تو یہ تادیب اسے کی جاتی ہے جو باطل بات یا بہتان زبان پر لائے یا اسلامی احکام کی مخالفت کرے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ عمار کی شخصیت اس سے بہت بلند ہے۔ انھوں نے صرف دعوت حق اور اسلامی تعلیمات کے لیے یہ ستم سہے، وصیت پر عمل کیا، یا صالح مومنین اور اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مشتمل جو میمورنڈم تیار کیا تھا اسے خلیفہ تک پہنچایا۔ آخر اس میں کون سی بات تھی جو شریعت اسلام کے خلاف تھی، خلیفہ مسلمانوں کے جان و مال

۱۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۵۰۔ ۵۲۔ حدیث ۱۶۳۷۳، و ۱۶۳۸۰۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱۔ حدیث ۵۶۶۷۔ ۵۶۷۳۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۹۳، مختصر تاریخ، ابن عساکر، ج ۱۸، ص ۲۱۴۔ المعجم الکبیر، ج ۴، ص ۱۱۲، حدیث ۳۸۳۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۱۵۲۔ اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۴۵۔

۲۔ کنز العمال، ج ۷، ص ۷۳، وج ۱۳، ص ۵۳۲، حدیث ۳۷۳۸۵۔

۳۔ المستطرف، ج ۱، ص ۱۶۶۔ وج ۱، ص ۱۳۷۔

کا محافظ ہوتا ہے اسے من مانی کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ سوائے اس کے کہ حکومت اسلامی، استبداد کا رویہ اپنا کر مطلق العنان ہو جائے۔

اگر خلیفہ کو تاکید کرنی ہی تھی تو عبداللہ ابن عمر، حکم ابن عاص، مروان، ولید، سعید جیسے پاپیوں کو سزا دینی چاہیئے تھی۔ کیونکہ انھوں نے احکام اسلامی کا مذاق اڑایا تھا اور ان کی تادیب لازم تھی، عثمان کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی نیک اور خیر خواہ ملت اسلامی کے احترام کے قائل نہیں تھے۔ کبھی حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ گستاخی کی۔ کیا انھوں نے زبان رسالت سے فضائل علیؑ نہیں سنے تھے۔ یا حساس ترین موقع پر ان کی شجاعت و فداکاری کا مشاہدہ نہیں کیا تھا؟ سب میدان جنگ سے بھاگ جاتے تھے اور وہ اکیلے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کی پاسداری کرتے تھے، کچھ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ خلیفہ نماز شب میں پورا قرآن ایک رکعت میں ختم کر دیتے تھے، اگر یہ دعویٰ صحیح ہے تو کیا وہ اس میں آیۂ تطہیر یا آیۂ مباہلہ کی تلاوت نہیں کرتے تھے۔ جس کی ایک اہم فرد حضرت علیؑ بھی تھے۔ یا ان کی عقل پر تالے پڑ گئے تھے۔

میں نہیں جانتا کہ ابن حجر اور ابن کثیر جیسے لوگ ابوذر، ابن مسعود اور مالک اشتر پر عثمانی مظالم کی کیا توجیہ کریں گے۔ حضرت علیؑ کے خلاف گستاخیوں پر کیا کہیں گے۔ یہ سبھی لوگ خیر خواہانہ طور پر شوکت اسلامی باقی رکھنے کے لیے نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائیوں سے روکتے تھے۔ آخر ابوذر، عمار، ابن مسعود اور حضرت علیؑ پر ظلم اور جلاوطنی میں کون سی اسلامی مصلحت تھی۔ کیا حضرت علیؑ، عین صلاح و مصلحت نہیں تھے؟

بات یہ ہے کہ عثمان اپنی ذاتی مصلحت کو عمومی مصلحت سمجھتے تھے، یہ اندھے متعصب عظیم شخصیتوں کو کبھی داغدار نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر عثمان نصیحتوں پر کان دھرتے تو نہ خلافت کی توہین ہوتی نہ ظلم و ستم کا بازار گرم ہوتا۔

۴۳۔ عثمان نے شائستہ کردار مومنین کوفہ کو شام جلاوطن کیا

بلاذری نے ابومخنف کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب عثمان نے ولید ابن عقبہ کو کوفے کی گورنری

سے معزول کیا تو سعید ابن عاص کو معمور کرتے ہوئے لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کی تاکید کی۔ اسی لیے اس نے کوفے کے دانشوروں اور قاریوں کے ساتھ صحبت شروع کردی۔ ان میں مالک اشتر، زید، صعصعہ ابن صوحان، حرقوص، جندب، شریح، کعب ابن عبدہ، عدی ابن حاتم، کدام، مالک ابن حبیب، قیس، زیاد، یزید وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ ایک دن یہ سب بعد نماز عصر آپس میں گفتگو کرنے لگے اور بات نکل گئی چراگاہوں اور کوہستانی زمینوں کی، حسان ابن محدوج آگے آگے بات کر رہا تھا۔ اتنے میں کوتوال شہر عبدالرحمٰن ابن خنیس نے کہا: میرا دل چاہتا ہے کہ کاش یہ زمینیں سعید ابن عاص کی ملکیت ہوتی اور تم لوگ اس سے بہتر زمین کے مالک ہوتے۔ مالک اشتر نے اس سے کہا کہ گورنر کے لیے دوسری زمینوں کی خواہش کرو ہماری زمینوں پر آنکھ نہ گڑاؤ۔ عبدالرحمٰن نے کہا: میری خواہش میں تمہارا کون سا نقصان ہوگیا کہ تم ہمیں آنکھ دکھا رہے ہو، بخدا!! اگر گورنر چاہے تو اس پر قبضہ کرسکتا ہے۔ مالک اشتر نے کہا: اگر وہ چاہے بھی تو نہیں لے سکتا ہے۔ سعید ابن عاص نے غصے میں کہا کہ کوفہ و بصرہ کی ان زمینوں پر قریش کا حق ہے، مالک اشتر نے کہا: کہ جن زمینوں کو ہم نے جنگ کرکے حاصل کیا ہے ان پر تم قبضہ جمانا چاہتے ہو۔ اگر کسی نے ایسی ہمت کی تو اسے مار مار کے سیدھے کر دیا جائے گا۔ یہ کہہ کے جھپٹ کر عبد الرحمٰن کا گریبان تھام لیا۔ لوگوں نے بیچ بچاؤ کر دیا۔

سعید ابن عاص نے سارا واقعہ عثمان کو لکھ مارا کہ مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں کو دانشور کہا جاتا ہے۔ لیکن وہ احمق ہیں، ان کے ہوتے میرا کوفے پر کوئی زور نہیں چل سکتا۔ عثمان نے جواب خط میں حکم دیا کہ ان لوگوں کو شام جلاوطن کر دو۔ اور مالک اشتر کو لکھا کہ میں جانتا ہوں کہ تم ایسی نیت رکھتے ہو کہ جسے ظاہر کر دیا جائے تو تمہارا خون بہانا جائز ہو جائے۔ میرا خط پاتے ہی شام کی طرف روانہ ہو جاؤ کیونکہ تم نے کوفے کے باشندوں کو خراب کر ڈالا ہے۔ سعید ابن عاص نے مالک اشتر، زید، صعصعہ، عائذ، کمیل، جندب، حارث، یزید، ثابت، اصعر وغیرہ کو جلاوطن کر دیا۔ یہ قاریان قرآن دمشق میں عمرو ابن زرارہ کے یہاں ٹھہرے۔ معاویہ نے ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا اور احترام سے پیش آیا، لیکن مالک اشتر سے تکرار ہوگئی جس کی وجہ سے معاویہ نے انھیں جیل میں ڈال دیا۔ عمرو نے کہا کہ ہم انھیں جیل سے آزاد

کرالیں گے۔ تو معاویہ نے عمرو کو بھی جیل میں ڈال دیا۔ دوسرے لوگوں نے مداخلت کی کہ تمہارے ساتھ بیٹھنے سے کیا فائدہ۔ خاص طور سے زید نے کہا کہ اگر ہم نے ظلم کیا ہے تو خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔ اس طرح زید رہا ہو کر کوفے واپس کر دیے گئے۔ پھر معاویہ کو خبر ملی کہ دمشق والے مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں سے بحث و گفتگو کر رہے ہیں۔ معاویہ نے عثمان کو خط لکھا کہ یہ لوگ یہاں کے لوگوں میں شورش پیدا کر رہے ہیں۔ عثمان نے جواب دیا کہ ان لوگوں کو حمص جلاوطن کر دو۔ جہاں کا گورنر عبدالرحمٰن ابن خالد ہے۔ (۱) وہ بہت زیادہ سختی سے پیش آتا تھا ان لوگوں کو گالیاں دیتا تھا اور بہت زیادہ ڈراتا دھمکاتا تھا یہ نیک لوگ سخت اذیت میں مبتلا ہو گئے۔ حالانکہ معاویہ کی نرمی بھی سیاسی تھی اور عبدالرحمٰن کی سختی بھی سیاسی ہی تھی۔

یہ سارا واقعہ اس لیے پیش آیا کہ عثمان کی بدعتیں لوگوں میں کافی مشہور ہو گئی تھیں، سبھی ان کی مذمت کر رہے تھے۔ بنی امیہ کی بے ایمانی اور ظالمانہ حکومت کے خلاف عام طور سے نفرت پھیل رہی تھی۔

عظیم صحابہ عمار یاسر، ابوذر اور ابن مسعود جیسوں پر ڈھائے گئے مظالم نے اور بھی آگ لگائی، ولید کی شراب خواری نے اس واقعہ کو کچھ اور بھی ہوا دی۔ یہ تمام اصحاب عوام میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ مالک اشتر صحابی رسول ﷺ اور سب کی نظر میں لائق تعریف تھے۔ (۲) حضرت علیؑ نے مصر کی گورنری دیتے ہوئے انھیں خدائی تلوار کا لقب (۳) دیا تھا ان کے انتقال پر حضرت علیؑ پھوٹ پھوٹ کر روئے تھے۔ (۴)

۱۔ الانساب، بلاذری، ج۵، ص۴۳۔۳۹۔ وج۶، ص۱۵۶۔۱۵۱۔

۲۔ تاریخ الثقات، ص۴۱۷، نمبر۱۵۲۰۔ الثقات ابن حبان، ج۵، ص۳۸۹۔ تھذیب التھذیب، ج۱۰، ص۱۲۔ وج۱۰، ص۱۱۔

۳۔ تاریخ طبری، ج۶، ص۵۵، وج۵ ص۹۶، حواشی ۳۸ھ۔ ونہج البلاغہ، ج۲، ص۶۱۔ وص۴۱۰، خطبہ ۳۸۔ وشرح ابی الحدید، ج۲، ص۳۰۔ وج۶، ص۷۷، مجلی، خطبہ۔ ۶۷۔

۴۔ نہج البلاغہ، ج۲، ص۲۳۰۔ وج۵، ص۳۸۹۔ ۵۵۴، خطبہ ۴۴۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۳۰۔ وج۶، ص۷۷، خطبہ ۶۷۔ لسان العرب، ج۴، ص۳۳۶، وج۱۰، ص۳۳۳۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۱۵۳، وج۲، ص۴۱۰۔ تاج العروس، ج۲، ص۴۵۴۔

زید ابن صوحان کو زید الخیر بھی کہا جاتا تھا۔ صحابی رسولؐ تھے نیک، پارسا اور قوم کے سردار تھے۔ حضرت علیؑ سے مروی حدیث رسولؐ ہے کہ جو شخص ایسے کو دیکھنا چاہتا ہے کہ جس کے بدن کا بعض حصہ پہلے جنت میں پہنچا ہو وہ زید ابن صوحان کو دیکھے۔ ان کا ایک ہاتھ جنگ قادسیہ میں شہید ہو گیا تھا۔ (۱) ان کے بھائی صعصعہ بھی بہت بہادر اور عظیم خطیب (۲) تھے، جندب بھی صحابی تھے اور جنگ جمل وصفین میں شاندار کارنامے کئے تھے۔ (۳) کعب کو بلاذری (۴) نے زاہد و پارسا کے نام سے یاد کیا ہے، عدی بھی صحابی رسولؐ تھے اور ان کے ساتھ مالک، یزید، عمرو، عروہ، اصعر بھی عظیم صحابہ میں تھے۔ کمیل اور حارث نیک و پارسہ اور ثقہ راویوں میں شمار کئے جاتے ہیں، یہ سبھی عشق علیؑ میں سرشار تھے۔

۴۴۔ عثمان نے کعب بن عبدہ کو مارا پیٹا اور جلاوطن کیا

اکثر کوفے کے قاریان قرآن نے عثمان کو اس مضمون کا خط لکھا کہ سعید نے یہاں کے اکثر نیک اور پارسا لوگوں پر بہت مظالم ڈھائے ہیں ہم امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ عوام میں فتنہ پھیل جائے۔ کیونکہ سعید جیسے لوگ تمہارے ظالم مددگار ہیں۔

خط لکھنے والوں میں معقل، عبداللہ ابن طفیل، مالک، یزید، حجر ابن عدی، عمرو ابن حمق، سلیمان ابن صرد خزائی، مسیب، زید، کعب، زیاد اور مسلمہ وغیرہ تھے۔ خط میں کسی نے اپنا نام نہیں لکھا اور ابو ربیعہ کے ہاتھ عثمان کے پاس بھیج دیا۔ عثمان نے ابو ربیعہ سے خط بھیجنے والوں کا نام پوچھا، لیکن انھوں نے نام نہیں بتایا، جب سزا دینے کا ارادہ کیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ شخص پیغام رسا ہے۔ اسے قید کرنا مناسب

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۶، ص ۱۳۔ ۱۱ (ج ۱۹، ص ۴۳۴۔ ۴۳۶۔ ۴۳۸۔ نمبر ۲۳۳۹)۔ تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۴۴۰، استیعاب، ج ۱، ص ۱۹۷۔ القسم الثالث، ص ۵۵۶۔ ۵۵۵۔ نمبر ۸۵۲۔ اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۲۳۴۔ و ج ۲، ص ۲۹۱، نمبر ۱۸۴۸۔ بھجۃ المحافل، ج ۲، ص ۲۳۷۔ الاصابۃ، ج ۱، ص ۵۸۲۔

۲۔ مروج الذھب، ج ۲، ص ۸۳۔ ۷۶۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۶، ص ۴۲۷۔ ۴۲۴۔ الثقات، ج ۴، ص ۳۸۲۔

۳۔ استیعاب، القسم الاول، ص ۲۵۸۔ نمبر ۳۴۳۔ اسد الغابۃ، ج ۱، ص ۳۵۹۔ نمبر ۸۰۲۔ الاصابۃ، ج ۱، ص ۲۴۸، نمبر ۱۲۱۷۔

۴۔ انساب الاشراف، ج ۶، ص ۱۵۴۔

نہیں۔ عثمان نے سعید کو خط لکھا کہ کعب ابن عبدہ کو بیس تازیانے مار کر میرے پاس بھیج دو، سعید نے حکم پر عمل کیا۔ بعد میں عثمان اپنے کیے پر شرمندہ ہوئے اور کعب سے کہا کہ تم اپنا قصاص مجھ سے لے لو۔ (۱) لوگوں میں اس واقعے سے کافی نفرت پھیل گئی۔

۴۵۔ زاہد و پارسا عامر کی جلاوطنی

طبری (۲) کی روایت ہے کہ مسلمانوں نے ایک جلسہ کر کے عثمان کی کارستانیوں پر بحث کی اور طے پایا کہ ایک نمائندہ کو بھیج کر ان کی بدعتوں سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا جائے، چنانچہ عامر کو پیغام رسا بنایا گیا۔ انھوں نے عثمان سے جا کر کہا: اکثر مسلمانوں نے اجتماع کر کے تمہاری غلط کاریوں پر ناپسندیدگی ظاہر کی، اس لیے خدا سے ڈرو اور اپنی کارستانیوں سے توبہ کر کے دستبردار ہو جاؤ۔ عثمان نے کہا: ذرا اس شخص کو دیکھو تو لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ معلم قرآن ہے، یہ مجھ کو پڑھانے چلا ہے، بخدا! یہ بھی نہیں جانتا ہے کہ خدا کہاں ہے؟ عامر نے جواب دیا: میں جانتا ہوں کہ خدا تمہاری گھات میں ہے۔

ان حالات کے نتیجہ میں عثمان نے مختلف گورنروں معاویہ، عبداللہ بن سعد، سعید بن عاص، عمرو بن عاص اور عبداللہ ابن عامر کو مشورے کے لیے بلوایا، جب یہ سب جمع ہو گئے تو ان سے کہا: تم لوگ میرے وزیر اور معتمد ہو، لوگ مجھ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ میں تم لوگوں کو معزول کر دوں اور اپنی ان کاروائیوں سے دستبردار ہو جاؤں۔ اب تم لوگ اپنی رائے دو۔ عبداللہ ابن عامر نے کہا: ان سب کو کسی جہاد میں الجھا دیجیے تاکہ ان سیاسی باتوں کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ سعید ابن عاص نے کہا: ان قبیلوں کے سرداروں کو اپنے قبضے میں کر لیجیے۔ معاویہ نے کہا: ہر گورنر اپنی اپنی جگہ کے لوگوں سے نپٹ لے۔ عبداللہ ابن سعید نے کہا: لوگ لالچی ہیں انھیں خزانے سے کچھ دولت دے دیجیے۔ آخر میں عمرو عاص نے کہا: میرے خیال میں، آپ اپنے میں تبدیلی پیدا کیجیے اگر تبدیلی نہیں پیدا کر سکتے تو خلافت سے الگ ہو جائیے۔

۱۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۴۳۔۴۱، ج۶، ص۱۵۵۔۱۵۳۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۳۷۔ وج۴، ص۴۰۱، حوادث ۳۵ھ۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۳۹۔۱۴۰۔ وج۳، ص۷۶۔ الصواعق المحرقہ، ص۶۸۔ ص۱۱۴۔

۲۔ تاریخ طبری، ج۴، ص۳۳۳ حوادث ۳۴ھ۔

عثمان نے اس سے کہا: کیا تم میری مخالفت کرنا چاہتے ہو؟ عمرو عاص نے کہا: آپ مجھے بہت زیادہ عزیز ہیں، میں نے یہ باتیں اس لیے کہی ہیں کہ لوگوں کو میری مخالفت کا پتہ چل جائے، تاکہ جب شورش ہو تو میں آپ کا تحفظ کرسکوں۔ عثمان نے تمام گورنروں کو اپنے صوبوں میں واپس کر کے حکم دیا کہ مخالفین کے ساتھ سختی کا برتاؤ کریں اور انھیں اتنا محتاج کر دیں کہ مجبوراً وہ فرمانبرداری پر آمادہ ہوں۔(۱)

۴۶۔عبدالرحمٰن جمحی کی جلاوطنی

عبدالرحمٰن صحابیٔ رسول ﷺ تھے جنھیں عثمان نے خیبر کے علاقے ''حموص'' میں جلاوطن کر دیا۔ یعقوبی اور ابوعمرو نے لکھا ہے کہ جب عثمان نے افریقہ کا پانچ لاکھ خمس مروان کو بخش دیا تو عبدالرحمٰن نے مذمت میں کچھ اشعار کہے۔ عثمان نے حکم دیا کہ انھیں خیبر میں قید کر دیا جائے۔(۲) یہ عبدالرحمٰن جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔(۳)

۴۷۔حضرت علی علیہ السلام کی جلاوطنی

حضرت علی علیہ السلام اور عثمان کے درمیان پیش آمدہ حالات کی تفصیل بہت طویل ہے۔ شاید کچھ لوگوں کے دل پر چوٹ بھی لگے اس لیے ان ناپسندیدہ واقعات کو نظر انداز کرتے ہیں۔ کیا جو شخص ایمان اور تسلیم سے بہرہ رکھتا ہے وہ حضرت علی علیہ السلام کے فضائل ومحاسن، فداکاری اور اسلام سے شدید وابستگی کو نظر انداز کرسکتا ہے؟ کیا ایسے شخص کو کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے مروان کو گالی کیوں دی؟ بخدا! میرے نزدیک آپ ان سے معزز نہیں ہیں۔

۱۔انساب، بلاذری، ج ۵، ص ۴۳۔ وج ۶، ص ۱۵۶۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۹۲، وج ۲، ص ۲۷۵۔ حوادث ۳۴ھ۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۳۹۰۔ وج ۲، ص ۵۹۲۔

۲۔تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۷۳۔ استیعاب، القسم الثانی، ص ۸۲۸۔ الاصابۃ، ج ۲، ص ۳۹۵، نمبر ۵۱۰۷۔

۳۔تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲۵۔ وج ۵، ص ۴۶، حوادث ۳۷ھ۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۵۰، ج ۲، ص ۱۷۳۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۱۰۔ القسم الثانی، ص ۸۲۸، نمبر ۱۴۰۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۶۶، وج ۱، ص ۱۹۸، خطبہ ۳۔ الاصابۃ، ج ۲، ص ۳۹۵۔

جب کہ مروان طرید رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے پھر کہتے ہیں: اے ابوالحسنؑ! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہاری زندگی کی تمنا کروں یا موت کی۔ تم میرے نزدیک عاق شدہ فرزند کی طرح ہو، کبھی کہا: تم عمار سے زیادہ جلاوطنی کے مستحق ہو۔ بعض تو ایسی فحش باتیں کی ہیں کہ انھیں مورخین نے لکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ لوگوں کی نظر سے حضرت علی علیہ السلام کو گرانا چاہتے تھے اور توہین کرکے ان کی قدر و منزلت کم کرنا چاہتے تھے۔

۴۸۔ عثمان کے لیے نزول آیت

واحدی و ثعلبی نے ابن عباس، سدی، کلبی اور مسیب بن شریک سے روایت کی ہے کہ سورۂ نجم کی آیت: ﴿افرء یت الذی تولی و اعطی قلیلا و اکدی ، اعندہ علم الغیب فھو یری﴾ ''بھلا تم نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے روگردانی کی اور تھوڑا سا خدا کی راہ میں عطا کیا اور پھر بند کر دیا۔ کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ کہ وہ دیکھ رہا ہے''۔(۱) عثمان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت عثمان اکثر کچھ خیرات دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے ان سے کہا: تم اتنا خرچ کرتے ہو کہ مجھے تمہاری مفلسی کا خوف دامنگیر ہے۔ عثمان نے جواب دیا: میں نے بڑے بڑے گناہ کیے ہیں، اس لیے خیرات کرتا ہوں کہ شاید خدا معاف کر دے۔ عبداللہ بولا: یہ بار سے لدا اونٹ مجھے دے دو۔ تو میں تمہارے تمام گناہوں کا بوجھ اپنے اوپر لے لوں۔ حضرت عثمان نے فوراً دے دیا اور دو گواہ بھی کر لئے۔ اس کے بعد خیرات وغیرہ بند کر دی تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، تو عثمان اپنی خیرات بند کرنے سے باز آئے۔

بعض نے کہا ہے کہ روگردانی کرنے سے جنگ احد میں بھاگنا مراد ہے۔(۲)

۱۔ نجم/۳۳۔۳۵

۲۔ اسباب النزول، ص ۲۹۸۔ وص ۲۶۷۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۷، ص ۱۱۱۔ وج ۱۷، ص ۷۳۔ تفسیر کشاف، ج ۳، ص ۱۴۶۔ وج ۴، ص ۴۲۷۔ تفسیر نیشاپوری مطبوع بر حاشیہ طبری، ج ۲۷۔ ص ۵۰۔ السراج المنیر شربینی، ج ۴، ص ۱۲۸۔ وج ۴، ص ۱۳۴۔

جو شخص عبداللہ کے چال چلن اور زمانہ کفرواسلام وارتداد میں اس کی حرکات سے واقف ہے وہ اس کی اس ذلیل ولچر بات پر حیرت نہ کرے گا۔ حیرت تو اس بات پر ہوگی کہ عثمان نے اس کی مہمل اور پوچ بات کو مان لیا اور بار لدا ہوا اونٹ دے بھی دیا کہ گناہوں کا بوجھ ہلکا ہو۔ کیا یہ بعید از عقل وانصاف بات حیرتناک نہیں کہ ایک فاسق کی بات پر یقین کر کے اپنا مال بھی دیا اور خیرات وغیرہ سے ہاتھ بھی کھینچ لیا؟

اپنی عاقبت اور محشر کا حساب کتاب ابن ابی سرح کے سپرد کر دیا۔ کیا عثمان کو علم غیب تھا کہ ایسا کرنے سے واقعی گناہوں کا بوجھ دوسرے کی گردن پر چلا جائے گا۔ شاید انھوں نے آیات فراموش کر دی تھیں جن میں:

﴿وقال الذين كفروا للذين آمنوا اتبعوا سبيلنا ولنحمل خطاياكم و ما هم بحاملين من خطاياهم من شئى انهم لكاذبون ، وليحملن اثقالهم و اثقالا مع اثقالهم و ليسئلن يوم القيامة عما كانوا يفترون﴾ ''اور کفار ایمان والوں سے کہنے لگے کہ ہمارے طریقے پر چلو اور قیامت میں تمہارے گناہوں کے بوجھ کو ہم اپنے سر لے لینگے، حالانکہ یہ لوگ ذرا بھی ان کے گناہ اٹھانے والے نہیں ہیں۔ یہ لوگ یقینی جھوٹے ہیں اور یہ لوگ اپنے گناہ کے بوجھ تو اٹھائیں گے ہی اپنے ساتھ ان کے بھی بوجھ اٹھائیں گے''۔(۱)

﴿من يعمل سوءً يجز به و لا يجد له من دون الله وليا و لا نصيرا﴾ ''اور جو برا کام کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا اور پھر خدا کے سوا کسی کو نہ تو اپنا سرپرست پائے گا اور نہ مددگار''۔(۲)

﴿فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره و من يعمل مثقال ذرة شرا يره﴾ ''جو شخص ذرا بھی نیکی یا بدی کرے گا اسے دیکھ لے گا''۔(۳)

اسی طرح مدثر/۳۸، غافر/۱۷ اور جاثیہ/۲۲، کی آیات بھی اسی مفہوم کو واضح کرتی ہیں۔

۱۔عنکبوت آیت۱۲۔۱۳ ۲۔نساء/۲۳

۳۔زلزلہ/۷۔۸

انصاف کی بات تو یہ ہے کہ ابن ابی سرح نے اس قسم کی مضحکہ خیز اور ذلیل بات کے لیے خود گناہ کے بوجھ کو بڑھایا اور گستاخانہ بات کے ذریعہ عذاب کو حقیر قرار دیا اور نیکی کرنے والے کو روکا، وہ اس کا بدلہ پائے گا۔ نہ کہ عثمان کے گناہوں کو اپنے سر لے لے گا۔

عثمان کی نادانی دیکھیئے کہ ایک مضحکہ خیز اور طنزیہ بات کو مان لیا پھر اس کے مطابق عمل بھی کر گذرے یہاں تک کہ آیات قرآنی نے سرزنش کی۔ میں نے مان لیا کہ عثمان پھر انفاق کی طرف مائل ہوگئے لیکن ایک کافرمنش کے طنزیہ بات کو مان بھی تو گئے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ کاش! وہ آیت نازل ہونے کے بعد پھر انفاق کی طرف مائل نہ ہوتے۔ کیونکہ پھر تو ان کی حالت یہ ہوگئی کہ مولائے متقیان علیہ السلام کے بقول مال خدا کو یوں چرنے لگے جیسے اونٹ فصل بہار کی گھاس چرتا ہے۔

۴۹۔ عثمان راہ نجات نہیں جانتے تھے

تاریخ بن عساکر(۱) میں ہے کہ حضرت عمر، عثمان کی طرف سے گذرے اور سلام کیا تو عثمان نے جواب سلام نہیں دیا تو وہ ابوبکر صدیق کے پاس آکر بولے: اے رسول خداؐ کے جانشین! میں آپ کو ایک مصیبت سنانے آیا ہوں جو بعد رسولؐ مجھ پر پڑی ہے، میں نے عثمان کو سلام کیا تو انھوں نے جواب نہیں دیا۔ ابوبکر نے حیرت سے پوچھا: کیا واقعی ایسا ہوا؟ عمر نے کہا: ہاں۔ ابوبکر نے عمر کا ہاتھ پکڑا اور عثمان کے پاس آئے پوچھا: کیا درست ہے کہ تم نے سلام عمر کا جواب نہیں دیا۔ عثمان نے کہا: بخدا! اے خلیفہ! میں نے انھیں نہیں دیکھا۔ پوچھا: کس سوچ میں تھے؟ جواب دیا: میں سوچ رہا تھا کہ رسول گذر گئے اور ہم ان سے یہ نہ پوچھ سکے کہ جہنم سے نجات کیسے ہوسکتی ہے؟ ابوبکر نے کہا: واللہ! میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات پوچھی تھی۔ یہ سن کر عثمان کی باچھیں کھل گئیں۔ ابوبکر نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ عروۃ الوثقیٰ سے مضبوطی کے ساتھ وابستہ رہو یعنی ''لا الہ الا اللہ'' کہو۔

تبصرۂ امینیؒ:

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص۵۸۔ و ج۵، ص۳۸۷، نمبر۱۶۴۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج۳، ص۲۶۸۔

کیا اس شخص کے کان بہرے تھے کہ رسول خداﷺ بعثت سے لے کر آخری دم تک رات دن کلمۂ توحید سے وابستہ ہونے کو راہ نجات میں منحصر ہونے کا اعلان کرتے رہے۔ قرآن نے بھی: ﴿و من یسلم وجہہ الی اللہ فھو محسن فقد استمسک بالعروۃ الوثقی﴾، ﴿فمن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی﴾، ﴿والذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک اصحاب الجنۃ﴾ کے اعلان کئے ہیں۔

رسول خداﷺ نے فرمایا ہے: ''قولوا لاالہ الا اللہ تفلحوا ''(۱) اس کے علاوہ احادیث میں ''لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ '' کہنے والے پر جہنم حرام ہونے کا اعلان ہے۔

اس شخص نے یہ اعلانات سنے تھے لیکن فراموش کردیا تھا۔ پھر سوال یہ ہے کہ جب یہ معمولی اور عام بات فراموش کردی تھی تو آخر کون سے بات یاد رکھی ہوگی؟ رسول خداﷺ نے حق تبلیغ تو ادا کیا تھا لیکن جن کے کان اور دل ودماغ قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوں ان کا علاج ہی کیا ہے۔

۵۰۔ خلیفہ نے نماز کی تکبیریں ترک کیں

مسند احمد میں مطرف سے عمران بن حصین کا قول نقل ہے: میں نے علی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی تو رسول خداﷺ کی اور دونوں خلیفہ کی نماز یاد آگئی۔ حضرت علی علیہ السلام جب بھی سجدے میں جاتے یا رکوع سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے تھے۔ میں نے پوچھا: سب سے پہلے کس نے تکبیریں ترک کیں؟ جواب دیا: عثمان نے، جب وہ بوڑھے ہوگئے تو آواز کمزور ہوگئی اور تکبیر چھوڑ دی۔ (۲)

نماز میں تکبیرات، سنت رسولﷺ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور صحابہ اس پر عمل کرتے رہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سنت کو سب سے پہلے عثمان نے ترک کیا، ان کی پیروی میں معاویہ اور بنی امیہ کے افراد نے بھی چھوڑ دیا اور آج بھی لوگ اسی اموی سنت کو اپنائے ہوئے ہیں۔

۱۔ تاریخ البخاری، ج ۴، القسم الثانی، ص ۱۴۔ مجلد ۸، ص ۱۴، نمبر ۱۹۷۷۔

۲۔ مسند احمد، ج ۴، ص ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۴۰، ۴۴۴۔ و ج ۵، ص ۵۹۰، حدیث ۱۹۳۳۹۔ و ص ۵۹۳، حدیث ۱۹۳۵۹۔ و ص ۵۹۷، حدیث ۱۹۳۸۰، ص ۶۰۹، حدیث ۱۹۴۵۰، و ص ۶۱۶، حدیث ۱۹۴۹۳۔

زرقانی شرح موطا (۱) میں احمد کے توسط سے عمران کا قول نقل کرتے ہیں کہ سب سے پہلے عثمان نے ضعیفی کی وجہ سے تکبیر چھوڑی۔ طبری نے قول ابو ہریرہ نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے معاویہ نے تکبیر چھوڑی۔ ابو عبید کی روایت میں زیاد کا نام ہے۔ لیکن ان روایات میں تضاد نہیں ہے کیونکہ عثمان کی پیروی میں معاویہ اور زیاد نے تکبیر چھوڑ دی تھی۔ اکثر علماء نے صفائی میں کہا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان آہستہ سے تکبیر کہتے تھے۔ لیکن کیا روایات میں جو ترک کرنے کا لفظ ہے اس سے یہ توجیہ میل کھاتی ہے؟ حضرت علی علیہ السلام کے تکبیر کہنے میں بھی تو یہ تصریح نہیں ہے کہ آہستہ کہتے تھے یا زور سے کہتے تھے پھر یہ کہ روایت میں ہے کہ اولین بار جس نے ترک کیا۔ یہ فقرہ نہیں ہے کہ اولین بار جس نے آہستہ کہا۔ اس کے علاوہ ابن حجر، (۲) شوکانی (۳) اور دوسروں نے روایت کی ہے کہ عثمان کے ترک کرنے کی وجہ سے معاویہ نے ترک کیا۔ اس ترک کا مطلب ناقص کرنا یا کم کرنا ہے۔ کہیں بھی آہستہ یا اخفاء کے مفہوم کی گنجائش نہیں ہے۔ واضح بات ہے کہ عثمان نے یہ بدعت کی تھی جس کی پیروی معاویہ نے کی۔

نتیجہ بحث... جو کچھ بھی بیان کیا گیا وہ غرض آلود تاریخ کا بہت تھوڑا سا حصہ ہے، اس سے زیادہ اہم واقعیات اور مسائل و حقائق کو تاریخوں نے تعصب کی وجہ سے نقل نہیں کیا ہے۔ حالانکہ تاریخ کا فرض ہے کہ وہ حقائق کو غیر جانبدارانہ انداز میں پیش کرے۔ اس کے برخلاف مورخین نے حقائق و مفاہیم میں شرمناک تحریف کر کے تاریخی روایات کو اپنے مطلب کے مطابق ہی نقل کیا ہے۔ مثلاً تاریخ طبری (۴) میں ہے کہ واقدی نے مصریوں کی عثمان کی طرف پیش رفت اور ذوخشب میں چھاؤنی ڈالنے کے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں۔ ان میں کچھ کو بیان کیا گیا اور کچھ کو اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ قابل اعتراض باتیں تھیں۔ اور اکثر (۵) قاتلان عثمان کے دلائل کو جو قتل کے سلسلے میں پیش کئے گئے ہیں میں نے ذکر

۱۔ شرح معطا، ج۱، ص۱۴۵، وج۱، ص۱۵۹، حدیث ۱۶۳۔ مسند احمد، ج۵، ص۵۹۷، حدیث ۱۹۳۸۰۔

۲۔ فتح الباری، ج۲، ص۲۷۰۔

۳۔ نیل الاوطار، ج۲، ص۲۶۸۔

۴۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۰۹، وج۴، ص۳۵۶، حوادث ۳۵ھ۔

۵۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۳۔ وج۴، ص۳۶۵، حوادث ۳۵ھ۔

کیا اور اکثر کو نا مناسب ہونے کی وجہ سے میں نے چھوڑ دیا ہے۔

محمد ابن ابی بکر(۱) جب علیؑ کی طرف سے مصر کے گورنر ہوئے تو معاویہ کو خطوط لکھے۔ جن کا تاریخوں میں تذکرہ ہے لیکن میں نے انھیں درج کرنا اس لیے مناسب نہ سمجھا کہ ان کے مطالب کو سننے کی عام لوگوں میں طاقت نہیں۔

واقدی (۲) نے حضرت علی علیہ السلام اور عثمان کے درمیان تلخ باتوں کو لکھتے ہوئے کہا ہے کہ عثمان نے علی علیہ السلام سے سخت اور قابل اعتراض باتیں کیں۔ جن کا نقل کرنا مناسب نہیں اور علی علیہ السلام نے بھی اسی طرح کی بات کی۔

ابن اثیر (۳) لکھتے ہیں کہ قاتلان عثمان کے اکثر دلائل کو میں نے چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان کا ذکر کرنا مناسب نہیں۔

ابن کثیر (۴) نے بھی حوادث و واقعات کو لکھتے ہوئے اسی قسم کی بات کی ہے، ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ ایک خاص مقصد کے تحت لکھا گیا تا کہ جعلی روایات کا پردہ باقی رہ سکے۔

ڈاکٹر احمد فرید رفاعی اپنی کتاب ''عصر مامون'' (۵) میں لکھتے ہیں:

لیکن ہم ایک دوسری صورت حال سے دوچار ہیں، ہمیں عثمان کے بارے میں اپنی رائے کو ظاہر نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ عظیم صحابی تھے، جمع قرآن کے سلسلے میں ابدآثار کام کئے اور سہل اور آسان دین اس بات پر بہرحال پابند نہیں کرتا کہ تمام لوگ زندگی میں زہد ہی کو برتیں، اسی طرح ہم سے بھی یہ مطالبہ نہیں کیا جاسکتا کہ حکومت عثمان کی کمزوریوں کو ثابت کریں، ہمیں صرف حوادث کو اختصار کے ساتھ بیان کر دینا چاہیئے، اس کے علاوہ بھی قدیم وجدید تذکروں میں حقائق چھپانے کے بہانے بیان کئے گئے

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۲۳۲، وج۴، ص۵۵۷، حوادث ۳۶ھ۔

۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج۸، ص۲۵۹، خطبہ ۱۳۰۔

۳۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۷۰، وج۲، ص۲۸۶، حوادث ۳۵ھ۔

۴۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۱۶۶، وج۷، ص۱۸۶، حوادث ۳۳ھ۔

۵۔ عصر مامون، ج۱، ص۵۔

ہیں۔ان سے دین پر تو رحم نہیں ہوتا بلکہ اندھی عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔

اب ذرا حضرت عثمان کے عقائد واخلاق کو انہی کے ہم عصروں سے معلوم کیا جائے جو انھوں نے اپنی رائے ظاہر کرنے کے سلسلے میں بیان کئے ہیں اور وہ کردار عثمان کے عینی گواہ بھی ہیں:

عثمان کے متعلق حضرت علی علیہ السلام کے ارشادات

قتل عثمان کے سلسلے میں آپ نے فرمایا: اگر میں نے قتل کا حکم دیا ہوتا تو میں ان کا قاتل کہا جاتا یا اگر قتل سے روکا ہوتا تو ان کا مددگار کہا جاتا۔جس نے ان کی مدد کی وہ بھی اور جس نے انھیں قتل کیا وہ بھی دونوں میں کوئی بھی مجھ سے افضل نہیں۔میں عثمان کے بارے میں جامع ترین بات کہتا ہوں کہ وہ تبعیض کے قائل ہوئے اور بدتر تبعیض کے،غلط کار لوگوں کو ترجیح دی۔تم لوگوں نے ان کے خلاف غم وغصہ کو غلط ڈھنگ سے برتا۔(۱)

ابن ابی الحدید(۲) نے اس کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے عثمان کی مدد کی ان سے وہ لوگ بہتر تھے جنھوں نے انھیں چھوڑ دیا۔کیونکہ ان کے مددگار،مروان جیسے بدکار تھے اور مہاجرین وانصار نے ان کو چھوڑ دیا تھا۔

جب ابن عباس کے ذریعے عثمان نے علی علیہ السلام سے ینبع چلے جانے کو کہا تو فرمایا: ابن عباس! عثمان مجھے شتر آبکش بنائے ہوئے ہیں ایک بار پیغام دیتے ہیں کہ جاؤ، پھر کہتے ہیں چلے آؤ۔اب کہا ہے کہ باہر چلے جاؤ۔بخدا! ان کا دفاع اس قدر کیا ہے کہ اب ڈرتا ہوں کہیں گنہگار نہ ہو جاؤں۔(۳)

ابوحاذہ اور عمار یاسر کی روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: نہ میں نے انھیں قتل کیا نہ قتل میں مدد کی،نہ اس قتل سے ناخوش ہوا۔(۴) اس بات کی گواہی اموی شاعر کعب بن جعیل نے بھی دی ہے۔(۵)

۱۔نہج البلاغہ،ج۱،ص۷۶،ص۷۳،خطبہ ۳۰۔ ۲۔شرح ابن ابی الحدید،ج۱،ص۱۵۸،وج۲،ص۱۲۸،خطبہ ۳۰۔

۳۔نہج البلاغہ،ج۱،ص۴۶۸،وص۳۵۸،خطبہ ۲۴۰۔

۴۔طبقات ابن سعد،ج۳،ص۸۲۔انساب،بلاذری،ج۵،ص۹۸۔۱۰۱۔وج۶،ص۲۲۱۔۲۲۴۔

۵۔کتاب صفین،ص۶۳،ص۵۷۔العقد الفرید،ج۲،ص۲۶۷،وج۴،ص۱۱۱۔شرح ابن ابی الحدید،ج۱،ص۱۵۸۔وج۲،ص۱۲۸،خطبہ ۳۰۔

معاویہ کے وفد نے جب حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے اور جن لوگوں نے انھیں ناحق قتل کیا ہم ان سے بیزار ہیں تو امام علیہ السلام نے چند آیات پڑھیں کہ مردوں اور اندھوں بہروں کو تبلیغ کرنا بیکار ہے۔(۱)

حضرت علی علیہ السلام نے عثمان سے فرمایا: حق بوجھل مگر شفا بخش ہے اور باطل ہلکا مگر رنجیدہ کرنے والا ہے، تم سے اگر سچ کہا جاتا ہے تو غصہ ہوتے ہو اور جھوٹ کہا جاتا ہے تو خوشنود ہو جاتے ہو۔(۲)

عثمان نے حضرت علی علیہ السلام کی عیادت کے بہانے آکر بڑی تلخ شکایات کیں، مروان بھی بیچ بیچ میں لقمہ دے رہا تھا تو عثمان نے اسے ڈانٹا، حضرت علی علیہ السلام نے جواب میں یعقوب والی صبر جمیل کی آیت پڑھی۔(۳) معاویہ کو خط لکھتے ہوئے حضرات نے اپنے علیحدہ ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔(۴)

طبری(۵) لکھتا ہے کہ ایک دن بروز جمعہ عثمان تقریر کر رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا: قرآن کا نفاذ کرو۔ عثمان نے اسے بٹھا دیا۔ اس طرح تین بار اس نے مطالبہ کیا۔ پھر تو اس کے بعد زبردست چہ میگوئیوں کے ساتھ ھنگامہ ہو گیا۔ وہ گھر میں آکر بیہوش ہو گئے۔ حضرت علی علیہ السلام ان کی عیادت کے لیے گئے تو امویوں نے ہنگامہ کیا کہ یہ مصیبت آپ کی لائی ہوئی ہے۔ بخدا! جس کی آپ تمنا کیے ہوئے ہیں وہ پوری ہو گئی تو دنیا آپ پر تاریک ہو جائیگی۔ حضرت علی علیہ السلام غصے میں بھرے وہاں سے چلے آئے۔

ابن قتیبہ(۶) لکھتا ہے کہ عمرو عاص نے ایک سوار سے بعد قتل عثمان بیعت علی علیہ السلام ہونے کی تفصیل پوچھی۔ عمرو عاص نے پوچھا: علی علیہ السلام نے قاتلان عثمان کے ساتھ کیا کیا؟ جواب دیا: انھیں پناہ دی ہے،

۱۔ کتاب صفین، ص ۲۲۷۔ وص ۲۰۲۔۲۰۰۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۴، وج ۵، ص ۸، حوادث ۳۷ھ۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۲۵۔ و ۲، ص ۳۶۹، حوادث ۳۷ھ۔

۲۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۴۳، وج ۶، ص ۱۵۶۔

۳۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۷۴۔ وج ۴، ص ۱۲۰۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۳۰، وج ۱، ص ۳۶۔

۴۔ کتاب صفین، ص ۱۰۲، ص ۹۰۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۰۶۸۔ وج ۴، ص ۱۳۸۔ ونہج البلاغہ، ج ۲، ص ۱۰۔ ص ۳۶۸۔ خطبہ ۹۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۴۰۹۔ وج ۱۵، ص ۸۷، کتاب ۹۔

۵۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۳۔ وج ۴، ص ۳۶۴۔ وحوادث ۳۵ھ۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۶۷۔ وج ۲، ص ۲۸۲۔ حوادث ۳۵ھ۔

۶۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۴۲، وج ۱، ص ۴۸۔

مروان نے کہا کہ اگر آپ نے قتل نہیں کیا تو قاتل آپ کی پناہ میں ہیں۔ عمرو عاص نے کہا: بخدا! علی نے آشفتہ بات کہی ہے۔

۹۔ ابن ابی الحدید نے قیس بن حازم کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے منبر کوفہ پر فرمایا: کفر کے سرداروں اور باقی ماندۂ مشرکین سے جنگ کے لیے نکلو۔ یہ لوگ ایسے شخص کے انتقام کا مطالبہ کر رہے ہیں جو اپنے گناہوں کا بوجھ بھی لے گیا اور قیامت تک کے تمام انسانوں کے گناہوں کا بوجھ بھی لے گیا۔ (۱)

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ یہ روایت غلط ہے کیونکہ قیس دشمن علی علیہ السلام اور بدکار تھا۔ اور دشمن علی کی روایت معتبر نہیں ہوتی۔ علاوہ اس کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے والے سے مراد عثمان نہیں بلکہ معاویہ ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہی معیار بنالیا جائے کہ دشمن علی علیہ السلام کی روایت غیر معتبر ہے تو تمام صحاح و مسانید مہمل ہو جائیں گی۔ قیس کی روایات بخاری و مسلم جیسوں (۲) نے نقل کی ہے۔ دوسرے یہ کہ گناہوں کے بوجھ سے عثمان کے بجائے معاویہ کو مراد لینا ایسی ہی تاویل ہے جیسی جنگ صفین میں قتل عمار یاسر کے وقت کی گئی تھی۔

۱۰۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے لوگوں کو معاویہ کے خلاف جنگ میں سستی دکھانے پر سرزنش کی۔ اشعث بن قیس نے کہا: کہ آپ بھی وہی کام کیوں نہیں کرتے جو عثمان نے کیا۔ فرمایا: عثمان نے ایسے کام کئے جو شرمناک تھے۔ اور جس کے پاس دین اور قانون نہیں وہ شرمسار ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو شخص دشمنوں کو کھال کھینچنے اور کوٹنے کی مہلت دے وہ سست رائے، ذلیل اور گندے دماغ کا ہوتا ہے، تم اگر چاہتے ہو تو ایسے ہی ہو جاؤ مگر میں اپنے کو دشمن کے حوالے نہ کروں گا۔ بہر حال اس سے جنگ کروں گا۔ (۳)

۱۱۔ حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشتر کو پروانہ مصر دیتے ہوئے لکھا ہے: بندۂ خدا، علی علیہ السلام امیر المومنین

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۷۹، وج۲، ص۱۹۴۔ وخطبہ ۳۴۔

۲۔ صحیح بخاری، ج۴، ص۱۶۷۱، حدیث ۴۳۰۵۔ وصحیح مسلم، ج۱، ص۲۱۳۔ حدیث ۲۹۹، کتاب الایمان۔ ومسند احمد، ج۵، ص۴۸۲، حدیث ۱۸۷۰۸۔

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۷۸۔ وج۲، ص۱۹۱، خطبہ ۳۴۔

کی طرف سے اس قوم کو پیغام جو روئے زمین پر احکام خدا کی پامالی پر غضبناک ہوئے اور غیر اسلامی نظام حاکمیت کے خلاف شورش پر آمادہ ہوگئے۔(۱)

ابن ابی الحدید اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس پروانے کی تاویل میرے لیے سخت دشوار ہے کیونکہ سبھی جانتے ہیں کہ مصر والے عثمان کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہوئے تھے اور انھوں نے عثمان کو قتل کیا تھا۔ پھر اس کی لچر تاویل کی ہے۔ ابن ابی الحدید کی اس تکلف آمیز تاویل کو گولی ماریئے۔ حضرت علی نے تو ایسے واضح ارشادات ہزاروں مرتبہ فرمائے ہیں۔(۲)

۱۲۔ جب امیر المومنین علیہ السلام کے پاس لوگ جمع ہو کر آئے اور عثمان کی غلط باتوں کا شکوہ کیا اور چاہا کہ حضرت ان کی طرف سے ان سے بات چیت کریں اور ان سے لوگوں کی رضا مندی کا مطالبہ کریں۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور فرمایا:

لوگ میرے پیچھے (منتظر) ہیں اور مجھے اس مقصد سے بھیجا ہے کہ میں تمہارے اور ان کے قضیوں کو نپٹاؤں۔ خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تم سے کیا کہوں، جب کہ میں ایسی کوئی بات نہیں جانتا جس سے تم بے خبر ہو، نہ کوئی ایسی چیز بتانے والا ہوں جس سے تم لاعلم ہو۔ جو تم جانتے ہو وہ ہم جانتے ہیں، نہ تم سے پہلے ہمیں کسی چیز کی خبر تھی کہ تمہیں بتائیں اور نہ علیحدگی میں کچھ سنا ہے کہ تم تک پہونچائیں، جیسے ہم نے دیکھا ہے ویسا ہی تم نے بھی دیکھا ہے۔

جس طرح ہم صحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رہے تم بھی رہے اور حق پر باقی رہنے کی ذمہ داری ابوبکر وعمر سے زیادہ تم پر ہونی چاہیئے۔ کیونکہ تم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار اور داماد ہو۔ وہ ایسے نہ تھے، کچھ اپنے دل میں خوف خدا کرو۔ بخدا! تمہیں اس لیے نہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ تمہیں کچھ نظر نہ آسکتا ہو۔ نہ لاعلمی کی وجہ سے تمہیں یہ چیزیں بتائی جارہی ہیں۔ جب کہ راہ شریعت واضح اور دین کے نشانات قائم ہیں۔ یاد رکھو! خدا کے نزدیک بہتر اور انصاف پسند حاکم وہی ہے جو خود بھی ہدایت پائے اور دوسروں کو بھی ہدایت کرے اور

۱۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۵۵۔ و ج ۵، ص ۹۶، حوادث، ۳۸ھ۔ و نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۶۳۔ ص ۴۱۰، خطبہ ۳۸۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۹۔ و ج ۶، ص ۷۷، خطبہ ۳۸۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۵۸، و ج ۱۶۔ و ص ۱۵۶۔ کتاب ۳۸۔

سنت معلومہ کو قائم کرے، انجانی بدعتوں کو ختم کرے، سنتوں کے نشانات جگمگا رہے ہیں، اور بدعتوں کی علامتیں بھی واضح ہیں۔ سب سے بدتر وہ حکمراں ہے جو گمراہی میں خود بھی پڑا رہے اور دوسروں کو بھی مبتلا رکھے۔ سنتوں کو تباہ اور بدعتوں کو زندہ کرے۔ میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ بروز قیامت اس کو اس طرح لایا جائے گا کہ کوئی نہ تو اس کا مددگار ہوگا، نہ عذر خواہ اور سیدھا جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ وہ اس میں گھمایا جاتا رہے گا۔ تمہیں خدا کی قسم! ایسے حکمران نہ بنو کہ جسے قتل ہی ہونا ہے، کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اس امت میں ایک حکمراں قتل ہوگا، جس کی وجہ سے قیامت تک خونریزی ہوتی رہے گی۔ اور تمام امور مشتبہ رہیں گے اور فتنے پھیلیں گے۔ وہ لوگ حق کو باطل سے الگ کر کے نہ دیکھ سکیں گے۔ اور مواج فتنوں میں تھپیڑے کھاتے رہیں گے۔ تم مروان کی سواری نہ بن جاؤ کہ وہ تمہیں جہاں چاہے کھینچتا پھرے۔ جب کہ تم رسیدہ ہو چکے ہو اور عمر بھی بیت چکی ہے۔ عثمان نے کہا: آپ ان لوگوں سے مہلت مانگیے تا کہ ان کی حق تلفیوں سے عہدہ برآ ہو سکوں۔ تو آپ نے فرمایا: مدینے کے معاملات میں تو مہلت کی ضرورت نہیں۔ لیکن جو جگہیں اوجھل ہیں ان میں مہلت دی جاسکتی ہے کہ وہاں تک تمہارا حاکم پہونچ جائے۔ (طبری، انساب الاشراف، نہج البلاغہ، کامل ابن اثیر) (۱)

۱۳۔ ابن سمان نے عطا سے روایت کی ہے کہ عثمان نے استغاثہ کے لیے علی علیہ السلام کو بلوایا۔ حضرت نے ان سے کہا کہ اگر تم اپنے دونوں بھائی، ابوبکر و عمر کی پیروی کرو تو میں ذمہ لیتا ہوں کہ کوئی تمہاری مخالفت نہ کرے گا۔ (ریاض نضرہ) (۲)

۱۴۔ حضرت نے خطبہ شقشقیہ میں عثمان کے لیے فرمایا ہے: یہاں تک کہ قوم کا تیسرا شخص پیٹ پھلائے اپنے چارے اور لید کے درمیان اپنے بھائی بندوں کے ساتھ اٹھا۔ وہ لوگ مال خدا کو یوں کھا رہے تھے جیسے اونٹ فصل بہار کی گھاس کھاتا ہے۔ آخر اس کے کس بل نکل گئے اور اپنے کیے کی سزا

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۹۶، و ج۴، ص۳۳۷، حوادث ۳۴ھ۔ انساب، بلاذری، ج۵، ص۶۰ (ج۶، ص۱۷۵) نہج البلاغہ، ج۱، ص۳۰۳، و ص۲۳۴۔ خطبہ ۱۶۴۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۶۳ (ج۲، ص۲۷۵۔ حوادث ۳۴ھ) البدایۃ والنھایۃ (ج۷، ص۱۸۸۔ حوادث ۳۴ھ)

۲۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۲۹ (ج۳، ص۶۲)

پا گیا۔(نہج البلاغہ)(۱)

۱۵۔حسان بن ثابت نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا: آپ ہی فرماتے ہیں کہ میں نے انھیں قتل نہیں کیا ہے لیکن اسے چھوڑ ضرور دیا تھا۔ میں نے قتل کا حکم نہیں دیا لیکن منع بھی نہیں کیا۔ بنابریں انھیں چھوڑنے والا اور قتل سے منع نہ کرنے والا بھی شریک قتل ہوتا ہے۔(عقدالفرید)(۲)

۱۶۔ابن عباس کا بیان ہے کہ عثمان نے عباس سے علی علیہ السلام کی شکایت کی: ماموں جان! علیؑ نے میرے ساتھ قطع رحم کیا۔ آپ کے فرزند نے لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا۔ خدا کی قسم! اے عبدالمطلب کے فرزندو! بنی عدی وتمیم سے زیادہ ہم لوگ اس بات کے حقدار تھے کہ ہم سے تم حسد نہ کرتے جبکہ تم نے انھیں برداشت کیا۔ عباس نے سر جھکا کر کچھ دیر سوچا اور فرمایا: بھانجے! تم نے علی علیہ السلام کے ساتھ کیا بھلائی کی ہے کہ ان سے بھلائی کی توقع رکھتے ہو، تمہارے حق قرابت وریاست سے ہم انکار کہاں کرتے ہیں۔ اگر تم لوگ باہم ایک دوسرے کا حفظ مراتب کرو تو قریب آسکتے ہو، یہ صلہ رحمی کے مناسب بات بھی ہوگی عثمان نے قبول کرتے ہوئے کہا: یہ کام آپ ہی انجام دیجئے۔ لیکن جیسے ہی عباس باہر نکلے، مروان نے عثمان کا خیال بدل دیا۔ تھوڑی دیر بعد عثمان کا فرستادہ آکر عباس کو بلا کر لے گیا۔ عثمان نے کہا: ماموں جان! اس معاملے کو ابھی ٹالئے تاکہ میں حالات کو سمجھ سکوں۔ والد ماجد نے باہر آکر مجھ سے فرمایا: یہ شخص حکومت کے معاملے میں اپنا ذرا بھی اختیار نہیں رکھتا۔ پھر خدا سے دعا کی کہ خدایا! فتنہ سے قبل ہی مجھے اٹھالے۔ اس دعا کے بعد جمعہ نہ گذرا تھا کہ بابا جان گذر گئے۔(۳)

۱۷۔انساب بلاذری(۴) ہی میں ہے کہ عباس نے عثمان سے کہا: میں تمھیں علی علیہ السلام، عباس، داماد اور ساتھی کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں، کیونکہ میں نے سنا ہے کہ تم ان کے خلاف کاروائی کرنا

۱۔علل الشرائع، ج۱، ص۱۸۴، حدیث ۱۳۔ معانی الاخبار، ص۳۶۰، امالی طوسیؒ، ص۳۷۴۔۳۷۲، حدیث ۸۰۳۔ شرح ابن میثم، ج۱، ص۲۵۳۔۲۵۲۔ خطبہ ۳، شرح ابن الحدید، ج۱، ص۲۰۵، خطبہ ۳، منھاج البراعۃ، ج۳، ص۱۳۲۔

۲۔العقد الفرید، ج۲، ص۲۶۷، وج۴، ص۱۱۱۔

۳۔انساب الاشراف، بلاذری، ج۵، ص۱۳۔ وج۶، ص۱۱۶۔

۴۔انساب الاشراف، ج۵، ص۱۴۔ وج۶، ص۱۱۷۔

چاہتے ہو۔ جواب دیا: میں آپ کی شفارش قبول کرتا ہوں، اس لئے کہ اگر علی چاہیں تو ان کا مرتبہ میرے نزدیک سب سے بلند ہوتا لیکن وہ ایسا نہیں چاہتے کیونکہ ہمیشہ اپنی مرضی سے عمل کرتے ہیں عباس نے جب علیؑ سے عثمان کی باتیں بیان کیں تو حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر عثمان مجھے گھر سے نکلنے کو کہیں تو میں نکل جاؤں گا۔

۱۸۔ حضرت علیؑ نے معاویہ کو لکھا: عثمان کو تمہارے سوا کسی نے قتل نہیں کیا ہے، اب میں امید کرتا ہوں کہ تمہیں بھی انھیں کے پاس پہونچادوں گا۔ ان کے گناہ کے بوجھ کے ساتھ یا اس سے بڑے گناہ کے ساتھ۔(۱)

آخر کلام میں حسان کے تین اشعار بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے: آزاد مردوں کو صبر کا شیوہ اختیار کرنا چاہیئے، کیونکہ کبھی صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے، کاش مجھے پرندے سے معلوم ہوسکتا کہ عثمان کے بارے میں علیؑ کا رویہ کیا تھا؟ بہت جلد تم یہ فریاد سنو گے کہ اللہ اکبر! انتقام خون عثمان کے لیے کھڑے ہوجاؤ۔(۲)

پوری بحث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت علیؑ عثمان کو امام عادل نہیں سمجھتے تھے کہ ان کی موت کو ناپسند سمجھتے یا ان کے خلاف بغاوت کو برا سمجھتے۔ عثمان کی حکومت سے آپ قطعی علیحدہ رہے بلکہ آپ کا خیال تھا کہ ان کی مدد کرنے میں گنہکار ہوجائیں گے۔ باغیوں کو آپ گنہگار نہیں سمجھتے تھے ورنہ بغاوت کی مذمت کرتے، جب کہ آپ زمانۂ بغاوت میں قطعی خاموش رہے بلکہ مصری خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے باغیوں کی تعریف کی ہے، باغیوں کو مددگاروں سے افضل سمجھتے تھے۔ یہی دلیل ہے کہ آپ عثمان کو امام عادل نہیں سمجھتے تھے۔ عباس کی روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ سے ان کا اختلاف بڑا طویل اور سنگین تھا۔ گھر سے نکلنے کی بات سے حضرت یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ ہمارا عثمان سے اختلاف شخصی نہیں ہے بلکہ اجرائے قانون الٰہی کے لیے ہے۔ پھر یہ کہ آپ نے فرمایا کہ جو مال یا روپیہ عثمان نے کسی کو دیا ہے اسے بیت المال میں واپس ہونا چاہیئے۔ اگر آپ عثمان کو امام عادل سمجھتے تو بیت المال میں واپس کرنے کی بات نہ فرماتے۔

۱۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۲۳۔ وج ۴، ص ۱۳۷۔

۲۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۱۰۴، وج ۶، ص ۲۲۸۔

عائشہ کا تذکرہ

ا۔ابن سعد(۱) لکھتے ہیں کہ ایام محاصرہ میں عائشہ نے حج کا ارادہ کیا۔مروان اور زید و عبدالرحمٰن نے ان سے کہا: آپ اگر یہیں قیام فرماتیں تو بہتر تھا۔کیونکہ عثمان محاصرے میں ہیں اور آپ ان کا دفاع کر سکتی ہیں۔عائشہ نے کہا: میں تیاری کر چکی ہوں اب رک نہیں سکتی۔مروان نے بطور تمثل یہ شعر پڑھا ''قیس نے ملک میں آگ لگائی۔جب شعلے بھڑکنے لگے تو اپنی راہ لی''۔عائشہ نے جواب دیا: میرا بس چلے تو عثمان کو سمندر میں پھینک دوں۔(۲)

۲۔ابن عباس نے مکہ میں عائشہ سے ملاقات کی۔وہ عثمان کی طرف سے امیر الحاج بنائے گئے تھے، عائشہ نے کہا: ابن عباس! خدا نے تمہیں عقل و فہم اور قوت بیان عطا کی ہے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس طاغی (عثمان) کی طرف لوگوں کو مائل کرنے لگو۔(۳)

۳۔قتل عثمان کے موقع پر عائشہ و ام سلمہ حج کے لیے گئیں تھیں۔خبر قتل سنی تو مکہ میں شامیانہ لگوا کر تقریر کی: میرے خیال میں عثمان اپنی قوم کو وہی مزہ چکھائیں گے جو ابوسفیان نے جنگ بدر میں اپنی قوم کو چکھایا تھا۔(۴)

۴۔عمر بن شیبہ کی روایت ہے کہ مکہ میں عائشہ نے اخضر نامی شخص سے پوچھا: لوگوں نے کیا کیا؟ اخضر نے کہا: عثمان نے مصریوں کو قتل کر دیا۔عائشہ نے کلمۂ استرجاع پڑھ کر کہا: کیا ایسے لوگوں کو قتل کیا جاتا ہے جو حق کا مطالبہ کر رہے ہیں اور ظلم کو ناپسند کر رہے ہیں؟ واللہ! میں کبھی اسے پسند نہیں کر سکتی۔اتنے میں دوسرا آیا اس سے پوچھا: لوگوں نے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا: عثمان کو مصریوں نے قتل کر دیا۔عائشہ نے کہا: تعجب ہے اخضر پر اس نے مقتول کو قاتل بنا دیا تھا۔پھر تو مثل ہی بن گئی ''اکذب من اخضر''

ا۔طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۶۔

۲۔انساب الاشراف، ج ۶، ص ۱۹۲۔

۳۔انساب الاشراف، ج ۶، ص ۱۹۳۔ و تاریخ طبری، ج ۴، ص ۴۰۷۔ حوادث، ۳۵ھ۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۱۰، ص ۴، خطبہ ۱۷۵۔

۴۔انساب الاشراف، ج ۶، ص ۲۱۲۔

اخضر سے بھی زیادہ جھوٹا۔(۱)

۵۔ولید کی شرابخواری کے گواہوں نے عائشہ کے یہاں پناہ لی تھی۔صبح کو عثمان نے کہا: عراقی مرتدوں کو عائشہ کے گھر ہی میں پناہ ملی۔عائشہ نے رسول ﷺ کی جوتی نکال کر فریاد کی: تم نے ان کی سنت کو ترک کردیا۔(۲)

۶۔عمار کے ظلم وستم کے موقع پر بھی عائشہ نے رسول ﷺ کے بال، کپڑے اور جوتے نکال کر فریاد کی: ابھی رسول ﷺ کا یہ سامان بھی میلا نہ ہوا اور تم نے سنت رسول ﷺ ترک کردی۔یہ سن کر عثمان کو بڑا غصہ آیا۔(۳)

۷۔حضرت علیؑ نے عائشہ کو خط لکھا جب وہ طلحہ و زبیر کے ساتھ بصرہ پہنچ چکی تھیں تم نے حکم خدا کی مخالفت کرکے گھر سے باہر قدم نکالا۔کہتی ہو کہ اصلاح مسلمین کے لیے نکلی ہوں۔عورتوں کو فوجی قیادت سے کیا سروکار؟ تم نے قتل عثمان کے بدلے کا بھی گھمار کیا ہے جب کہ تم خود چلاتی تھیں، نعثل کو قتل کردو یہ کافر ہوگیا ہے۔آج قصاص طلب کررہی ہو۔ارے خدا سے ڈرو اپنے گھر واپس جاؤ۔(۴)

۸۔طبری و ابن قتیبہ لکھتے ہیں، قبیلہ جہنیہ کے جوان نے ایک عابد سے جنگ جمل میں پوچھا: قاتلین عثمان کون ہیں؟ جواب دیا: تین طرح کے لوگ تھے: کچھ لوگ وہ ہیں جو عائشہ کے ہودج کے پاس جمع ہیں، کچھ وہ ہیں جو طلحہ کے پاس ہیں اور کچھ لوگ علی ابن ابی طالبؑ کی طرف ہیں۔نوجوان نے ہنستے ہوئے کہا اور علیؑ کی فوج میں چلا گیا کہ پھر تو ہم گمراہی میں گرفتار ہیں۔(۵)

۹۔طبری (۶) نے دو طریقوں سے نقل کیا ہے: جب عائشہ مقام سرف پہونچیں تو عبد بن ام

۱۔تاریخ طبری، (ج ۴، ص ۴۴۹، حوادث ۳۶ھ)

۲۔الآغانی، ج ۴، ص ۱۸۰۔۱۷۴ (ج ۵، ص ۱۳۹۔۴۱۔۱۴۳) تاریخ ابوالفداء ج ۱، ص ۱۷۶۔الاصابۃ، ج ۳، ص ۶۳۸، تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۴۔۱۴۴۔

۳۔انساب بلاذری، ص ۸۸، وج ۶، ص ۲۰۹۔ ۴۔تذکرۃ الخواص، ص ۶۹۔

۵۔تاریخ طبری، ج ۴، ص ۴۶۵۔حوادث، ۳۶ھ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۶۱۔

۶۔تاریخ طبری، ج ۴، ص ۴۵۸۔حوادث، ۳۶ھ، تذکرۃ الخواص، ص ۶۴۔

کلاب سے ملاقات ہوئی اور اسی سے مدینہ کے حالات پوچھے۔ جواب دیا: لوگوں نے عثمان کو قتل کر دیا اور آٹھ دن تک حالات جوں کے توں رہے۔ پوچھا: پھر کیا ہوا؟ جواب دیا: لوگوں نے بہترین صلاحیت والے کو حکومت سونپ دی۔ لوگ علی علیہ السلام پر متفق الرائے ہو گئے۔ عائشہ نے کہا: بخدا! گر لوگوں نے تمہارے صاحب کو حکومت دے دی تو مجھے، واپس کرو مجھے واپس کرو۔ خدا کی قسم! عثمان ناحق قتل ہوئے۔ بخدا! میں ضرور ان کا انتقام لوں گی۔ عبد نے کہا: ایسا کیوں؟ آپ ہی نے تو انھیں کہا تھا کہ نعثل کو قتل کر دو بخدا وہ کافر ہو گیا ہے۔ عائشہ نے کہا: لوگوں نے ان سے توبہ کرائی پھر قتل کر دیا۔ میں نے انھیں کافر ضرور کہا تھا لیکن اب میرا یہ قول پہلے قول سے بہتر ہے عبد نے چھ شعر لکھتے ہوئے پڑھے:

آپ ہی نے ابتدا کی، آپ ہی نے پھر تبدیلی بھی کی۔ آپ ہی ہوا چلاتی ہیں اور آپ ہی پانی برساتی ہیں، آپ ہی نے قتل امام کا حکم دیا اور انھیں کافر کہا۔ ہمارے نزدیک قاتل تو وہی ہے جو حکم قتل دے۔ آسمان کیوں پھٹ پڑے۔ چاند، سورج کیوں تیرہ ہوں؟ کیا اس لیے کہ لوگوں نے ایسے کو حکمران بنایا ہے، جو اندھیروں میں اجالا پھیلائے گا۔

۱۰۔ استیعاب (۱) میں ہے کہ احنف بن قیس دیندار، عقلمند، صائب الرائے اور ذہین تھے، سخنور اور سیاست مدار تھے۔ عائشہ بصرہ پہونچیں تو آدمی بھیج کر احنف کو بلوایا۔ وہ نہیں آئے، دوبارہ بھیجا تو آئے۔ عائشہ نے پوچھا: وائے ہو تم پر! آخر تم امیر المومنین عثمان کے قاتلوں کے خلاف لڑنے کے لیے کیا عذر رکھتے ہو؟ کیا لوگ کم ہیں؟ احنف نے کہا: یہ سب کچھ نہیں بلکہ ایک سال قبل تک آپ ہی عثمان کی مذمت کر کے قتل کا حکم دیتی تھیں۔ ہم آپ کی پہلی بات کو مانتے ہیں یہ دوسری بات میرے لیے قابل قبول نہیں۔

۱۱۔ ابو مسلم نے شامیوں سے حضرت عائشہ کی مثال سر میں آنکھ سے دی جو آنکھ والے کو اذیت دیتی ہے۔ (ابن عساکر) (۲)

۱۲۔ ابن ابی الحدید (۳) لکھتے ہیں کہ تمام تذکرہ نگاروں نے متفقہ طور سے یہ بات لکھی ہے کہ

۱۔ استیعاب (القسم الثانی، ص ۷۱۶، نمبر ۱۲۰۹)

۲۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۷، ۳، ص ۲۲۱، نمبر ۳۲۱۳)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۶، ص ۲۱۵، خطبہ ۷۹)

عثمان کی مخالفت میں سب سے زیادہ تلخ وتند حضرت عائشہ تھیں۔ جامۂ رسول ﷺ کو گھر میں لٹکا رکھا تھا، جو بھی آتا اس سے کہتی تھیں: دیکھو ابھی جامۂ رسول ﷺ بھی میلا نہیں ہوا کہ عثمان نے ان کی سنت ترک کردی۔

۱۳۔ مدائنی لکھتا ہے کہ عائشہ کو قتل عثمان کی خبر شراف میں معلوم ہوئی۔ انھیں یقین تھا کہ اب حکومت طلحہ کو ملے گی۔ فرماتی تھیں کہ عثمان ہلاک ہو، طلحہ خوش آمدید۔ خوش آمدید میرا چچرا بھائی۔ طلحہ نے قتل عثمان کے وقت خزانے کی چابیاں، اصیل گھوڑے اور عثمان کے گھر کا کچھ اثاثہ اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ بعد میں جب معاملہ دگرگوں ہوا تو یہ سب سامان علی علیہ السلام کے حوالے کر دیا۔ (۱)

۱۴۔ عائشہ کو جب قتل عثمان کی خبر معلوم ہوئی تو بہت خوش ہوئیں اور کہا: خوشا بحال طلحہ! اس کے سوا کوئی حقدار خلافت نہیں۔ لیکن شراف میں عبید نے کہا: بہترین امت علی علیہ السلام کو خلافت سونپ دی گئی تو کہنے لگیں: کاش! آسمان پھٹ پڑتا۔ پھر کہا: سوچ کے بتاؤ سچ کہہ رہے ہو؟ عبید نے کہا: ام المومنین کی یہ کیا حالت ہے۔ بخدا! سب سے زیادہ حقدار خلافت علی علیہ السلام ہی تھے۔ لیکن عائشہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ دوسری روایات میں بھی عائشہ کی عثمان کے خلاف باتیں مندرج ہیں۔ (ابو مخنف لوط بن یحییٰ) (۲)

۱۵۔ قیس بن حازم کا بیان ہے (ابو مخنف بھی اس روایت سے ملتی جلتی روایت نقل کرتے ہیں) کہ پھر عائشہ نے سواری موڑنے کا حکم دیا اور فوراً ہی کہنے لگیں: بخدا! عثمان ناحق قتل ہوئے۔ قیس نے پوچھا: آپ تو سب سے بڑی مخالف تھیں۔ جواب دیا: ہاں لیکن اب غور کیا ہے تو سمجھی کہ توبہ کے بعد قتل کیا گیا ہے۔ (۳)

۱۶۔ دوسرے طرق سے بھی روایت کی گئی ہے کہ خبر قتل عثمان سن کر عائشہ نے کہا: خدا اس کا ناس کرے! وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے قتل ہوا، خدا نے اس کی بدکرداری کا انتقام لیا۔ اے قریش کے لوگو! کہیں تم پر قوم ثمود کا عذاب نہ آجائے۔ اب تم لوگ طلحہ کو حکمراں بنالو۔ لیکن جب متواتر خبر ملی کہ علی علیہ السلام کی

۱۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۶، ص ۲۱۵، خطبہ ۷۹)

۲۔ تاریخ طبری (ج ۴، ص ۴۵۸، حوادث ۳۶ھ) تذکرۃ الخواص، ص ۶۴، شرح ابن ابی الحدید (ج ۶، ص ۲۱۵، خطبہ ۷۹)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۶، ص ۲۱۶، خطبہ ۷۹)

بیعت ہوگئی ہے تو کہا: ان لوگوں پر خاک پڑے، یہ لوگ نہیں چاہتے کہ قبیلہ تیم میں پھر حکومت واپس آئے ادھر طلحہ وزبیر نے خط لکھ کر عائشہ کو مشورہ دیا کہ انتقام خون عثمان کا نعرہ لگایئے۔ یہ خط ابن زبیر کے ذریعہ بھیجا گیا تھا عائشہ نے خط پڑھ کر نعرہ بلند کردیا۔ ام سلمہ نے بھی اس سال حج کیا تھا، عائشہ کا انداز دیکھ کر انھوں نے حمایت علیؑ کا اعلان کیا اور علیؑ کی مدد کرنے پر تیار ہوگئیں۔(۱)

۱۷۔ ابومخنف لکھتا ہے کہ عائشہ نے ام سلمہ کو خرچ دے کر اپنی طرف کرنا چاہا، ان سے کہا کہ آپ تمام ازواج میں مسن اور اولین مہاجر ہیں، آپ ہی کے گھر پر ہمارے سہام تقسیم ہوتے تھے فرشتہ وحی آپ کے یہاں سب سے زیادہ آتا تھا۔ ابن زبیر نے مجھ سے کہا ہے کہ لوگوں نے عثمان سے توبہ کرائی، پھر روزے کی حالت میں ماہ حرام میں انھیں قتل کردیا۔ میں طلحہ وزبیر کے ساتھ بصرہ جارہی ہوں۔ آپ بھی ہمارے ساتھ چلئے شاید خدا حکومت کی اصلاح کردے۔ جواب دیا: میں ام سلمہ ہوں، کل تم نے سب سے زیادہ عثمان کے خلاف بھڑکایا، اسے نعثل کہا، تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں علیؑ کی کیا قدر ومنزلت تھی۔(۲)

۱۸۔ ابن عبدربہ (۳) نے لکھا ہے کہ بنی لیث کے آدمی نے زبیر سے پوچھا: کیا حال ہے؟ کہا: میں اپنے فرزند کے ہاتھوں مجبور ہوکر رہ گیا ہوں۔ پھر وہ آدمی مدینہ آیا اور سعد سے پوچھا: عثمان کو کس نے قتل کیا؟ سعد نے کہا: عائشہ نے تلوار نکالی، طلحہ نے تیز کی، علیؑ نے زہر میں بجھائی۔ پوچھا: زبیر نے کیا کیا؟ جواب دیا: انھوں نے کچھ کیا نہیں لیکن ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ابن قتیبہ (۴) نے بھی سعد کا یہ فقرہ نقل کیا ہے۔

۱۹۔ مغیرہ نے عائشہ سے ملاقات کی تو عائشہ نے کہا: تم نے جنگ جمل میں مجھے دیکھا ہوتا کہ ہودج کے ادھر ادھر تیر برابر آرہے تھے۔ مغیرہ نے کہا: کاش ایک تیر آپ کو لگ جاتا۔ عائشہ نے کہا: خیریت تو ہے ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ مغیرہ نے کہا: آپ نے عثمان کے خلاف شورش برپا کی۔ عائشہ نے کہا: میں

۱۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۶، ص ۲۱۶، خطبہ ۷۹)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۶، ص ۲۱۷، خطبہ ۷۹۔

۳۔ العقد الفرید، ج ۳، ص ۱۱۱۔

۴۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۴۸۔

نے کہا تو تھا لیکن یہ مقصد نہ تھا کہ انھیں قتل کر دیا جائے، خدا جانتا ہے کہ میں چاہتی تھی لوگ عثمان سے لڑیں۔ خدا نے ایسے حالات پیدا کئے کہ لوگ مجھ ہی سے لڑے۔ میں چاہتی تھی عثمان کو تیر مارے جائیں لیکن مجھ ہی کو تیر مارے گئے، میں چاہتی تھی کہ لوگ ان کی اطاعت نہ کریں، میری خود ہی نافرمانی کی گئی، اگر خدا کو معلوم ہوتا کہ میرا مقصد عثمان کو قتل کرنا ہے تو میں قتل بھی ہو جاتی۔(۱)

۲۰۔ ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ مکے میں کچھ لوگ عائشہ کے خیمے میں تھے، اتنے میں عثمان ادھر سے گذرے، انھیں دیکھ کر میرے سوا سب نے ان پر لعنت کی۔ ان میں ایک کوفی بھی تھا اور عثمان کوفیوں سے سخت نالاں تھے۔ کوفی سے کہا: اب تو مجھے ملامت کرتا ہے۔ پھر مدینہ جا کر اس کی سرزنش کی۔ اس کوفی سے کہا گیا تم طلحہ سے سفارش کرلو۔ طلحہ گئے تو عثمان نے کہا: میں تجھے سو تازیانے ماروں گا۔ طلحہ نے کہا: بخدا! تم نہیں مار سکتے اس نے زنا نہیں کیا ہے۔ عثمان نے کہا: میں اس کا وظیفہ بند کر دوں گا۔ طلحہ نے کہا: خدا روزی دیتا ہے۔(۲)

۲۱۔ ابن اثیر، فیروز آبادی اور ابن منظور وزبیدی نعثل کا مطلب لکھتے ہیں: احمق بڈھا اور نعثل ایک مدینہ کا یہودی باشندہ تھا چنانچہ تجمیر میں ہے، عثمان کو نعثل سے تشبیہ دیتے تھے۔ جو لمبی داڑھی والا مصری باشندہ تھا۔ ابوعبید کہتے ہیں کہ عثمان کو شناخت اور مذمت کی غرض سے لوگوں نے ان کا نام نعثل رکھ دیا تھا۔ عثمان ایک دن تقریر کر رہے تھے تو ایک شخص نے عثمان کی مذمت کی۔ عبداللہ بن سلام نے اس کو ٹوکا تو وہ خاموش ہو گیا۔ اس سے لوگوں نے کہا: اگر عبداللہ بن سلام کی قدر و منزلت کی وجہ سے ان کو کچھ نہیں کہہ سکتے تو نعثل کو گالی دو کیونکہ ابن سلام شیعہ عثمان ہے۔ دشمنان عثمان نے اسے نعثل کہنا شروع کر دیا۔ عائشہ کہتی تھیں: نعثل کو قتل کر دو۔ خدا اسے قتل کرے اور ان کی مراد نعثل سے عثمان تھے۔ یہ انھوں نے اس وقت کہا جب انھوں نے عثمان سے خفا ہو کر مکہ جانے کا ارادہ کیا۔ حیاۃ الحیوان میں ہے کہ نعثل "نر درندہ" کو کہتے ہیں اور دشمنان عثمان انھیں نعثل کہتے تھے۔(۳)

۱۔ العقد الفرید، ج۴، ص۱۱۱۔ ۲۔ العقد الفرید، ج۴، ص۱۱۸۔

۳۔ النہایۃ، ج۵، ص۸۰۔ القاموس المحیط، ص۱۳۷۴۔ لسان العرب، ج۱۴، ص۱۹۸۔ تاج العروس، ص۱۴۱۔ حیاۃ الحیوان، ج۲، ص۳۶۵۔

۲۲۔ بلاذری الانساب میں لکھتے ہیں کہ عائشہ روتی ہوئی گھر سے باہر نکلیں اور کہتی جاتی تھیں: عثمان قتل کردئے گئے خدا انھیں بخشے۔ عمار یاسر نے ان سے کہا: کل تم نے ان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور آج ان کا ماتم کررہی ہو؟(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں یہ روایات واضح طور سے ہمیں بتاتی ہیں کہ عائشہ کبھی عثمان کو سزاوار خلافت نہیں سمجھتی تھیں۔ ہمیشہ انھیں پاپی سمجھتی رہیں۔ ان کا بس چلتا تو پتھر میں باندھ کے دریا میں ڈال دیتیں۔ تیروں کی زد پر لے آتیں۔ اسی لیے لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکاتی رہیں۔ جامۂ رسولؐ دکھاتی رہیں۔ عثمان کے قتل ہونے کے بعد بھی اپنے اسی نظریہ پر باقی تھیں۔ لیکن جب طلحہ کو حکومت نہ مل سکی جس کے لیے یہ سب پاپڑ بیلے تھے تو اب رخ بدل گیا اور آسمان پھٹ پڑنے کی بات کرنے لگیں۔ لوگوں کو انتقام خون عثمان کے لیے ابھارنے لگیں کہ اس طرح طلحہ کو حکومت مل جائے۔ ورنہ قصاص کا حق عائشہ کو ہرگز نہ تھا وہ دوسرے خاندان کی تھیں۔ پھر یہ کہ عورتوں کو فوجی ترتیب اور جنگ سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ خود رسول خداؐ نے انھیں جنگ جمل میں شرکت سے منع کیا تھا۔ چنانچہ مقام حوأب پر کتوں کے بھونکنے کے بعد رسولؐ کی پیش گوئی یاد آئی تو واپسی کا ارادہ کیا لیکن طلحہ وزبیر کی سیاسی کرتب بازیوں سے اپنی باغیانہ حرکت پر باقی رہ گئیں۔ آخر جب طلحہ موت کے گھاٹ اتر گئے تو ان کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا اور خلافت علیؑ بھی مستحکم ہوگئی۔

۱۔ طبقات ابن سعد، ج۵، ص۲۵۔ وج۵، ص۳۶۔ انساب بلاذری، ج۵، ص۷۰۔۷۵۔۹۱۔ (ج۴، ص۱۸۷۔۱۳۹۔) ۲۱۲۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۴۳، ص۴۶، ص۵۷۔ (ج۱، ص۴۷، ۵۱، ۶۱۔) تاریخ طبری، ج۵، ص۱۴۰۔ ۱۶۶، ۱۷۲، ۱۷۶، (ج۴، ص۴۰۷)(ص۴۴۹، ۴۵۸، ۴۶۵،) حوادث، ۳۶ھ۔ العقد الفرید، ج۲، ص۲۶۷، ۲۷۲۔ (ج۴، ص۱۱۱، ۱۱۸۔) تاریخ ابن عساکر، ج۷، ص۳۱۹۔ (ج۲۷، ص۲۲۱، نمبر۳۲۱۳) استیعاب القسم الثانی، ۱۶، ۷ب، (نمبر۱۲۰۹۔) شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۷۷، ۵۰۶۔ (ج۶، ص۲۱۵) خطبہ۷۹، ج۱۰، ص۹۔۵۔ خطبہ۱۷۵۔ تذکرۃ الخواص، ص۳۸، ۴۰۔ (ص۶۱، ۶۴، ۶۹۔) نھایۃ ابن اثیر، ج۴، ص۱۶۶، (ج۵، ص۸۰) اسد الغابۃ، ج۳، ص۱۵۔ ج۳، ص۱۴۔ نمبر۲۴۹۱۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۸۷۔ (ج۲، ص۳۱۳) حوادث، ۳۶ھ۔ القاموس المحیط، ج۴، ص۵۹۔ حیاۃ الحیوان، ج۲، ص۳۵۹، (ج۲، ص۳۶۵) سیرۂ حلبیہ ج۳، ص۳۱۴۔ (ج۳، ص۲۸۶۔ لسان العرب، ج۱۴، ص۱۹۳۔ (ج۱۴، ص۱۹۸۔)

عبدالرحمٰن بن عوف: بدری مجاہد، ممبر شوری، عشرہ مبشرہ کی فرد

۱۔ بلاذری لکھتا ہے کہ ابوذر کے ربذہ جلاوطن ہونے کے بعد علیؑ اور ابن عوف نے عثمان کی اس غلط حرکت پر گفتگو کی۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ سب تمہارا کیا ہوا ہے۔ ابن عوف نے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہم اور آپ ان سے جنگ کریں کیونکہ عثمان نے تمام عہد و پیمان کو پیروں تلے روند ڈالا ہے۔

۲۔ تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ جب عثمان نے اموی چھوکروں کو گورنر بنا دیا تو لوگوں نے ابن عوف سے کہا: یہ سب آپ کا کیا ہوا ہے۔ جواب دیا: میں نہیں سمجھتا تھا وہ ایسے ہو جائیں گے اب میں عہد کرتا ہوں کہ کبھی اس سے بات نہ کروں گا۔ مرتے دم تک بات نہ کی۔ عیادت کے موقع پر منھ پھیر لیا۔

۳۔ بلاذری لکھتا ہے مرض الموت میں ابن عوف سے عثمان کا تذکرہ کیا گیا تو کہا: حکومت استوار ہونے سے قبل ہی اس کا کام تمام کردو۔ جب عثمان کو معلوم ہوا تو ابن عوف کے ریوڑ اور کنویں کو قبضے میں کرلیا۔ ابن عوف نے بددعا کی تو کنواں خشک ہو گیا۔

۴۔ انھوں نے قسم کھائی تھی کہ کبھی عثمان سے بات نہ کریں گے۔

۵۔ سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ ابن عوف نے وصیت کی تھی کہ عثمان ان کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔

۶۔ ابن عبدربہ لکھتے ہیں کہ جب عثمان نے اموی چھوکروں کو حکمراں بنایا تو لوگوں نے ابن عوف کو طعنہ دیا۔ وہ غصہ میں عثمان کے پاس گئے اور کہا: میں نے تمہیں دوسروں پر ترجیح دی کہ تم سیرت ابوبکر و عمر اختیار کرو گے، لیکن تم اسے نظر انداز کر کے اپنے خاندان والوں کو مسلمانوں کی گردن پر سوار کرنے لگے۔ عثمان نے کہا: عمر نے خدا کے لیے خاندان والوں کو نظر انداز کیا اور میں خدا ہی کے لیے خاندان والوں کا خیال رکھتا ہوں۔ ابن عوف نے عہد کرلیا کہ عمر بھر عثمان سے کلام نہ کریں گے۔ مرض الموت میں عیادت کے لیے عثمان گئے تو منھ دیوار کی طرف کرلیا۔ (۱)

۱۔ انساب، بلاذری، ج ۵، ص ۵۷، (ج ۶، ص ۱۷۱۔ ۱۷۲۔) العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۵۸، ۲۶۱، ۲۷۲۔ (ج ۴، ص ۱۰۱، ۱۱۸۔) تاریخ ابوالفداء، ج ۱، ص ۱۶۶۔

۷۔ مسور کا بیان ہے کہ عثمان کے پاس کچھ صدقات کی مالیات آئی وہ سب حکم کو بخش دیا۔ جب یہ خبر ابن عوف کو ہوئی تو مسور کو مامور کیا کہ تم جا کر اس کو حکم سے لے کر مسلمانوں میں تقسیم کردو۔(۱)

۸۔ ابو ہلال عکری کتاب اوائل میں لکھتے ہیں کہ عثمان اور ابن عوف کے حق میں دعائے علیؑ مستجاب ہوگئی، یہ دونوں مرتے دم تک ایک دوسرے کے دشمن رہے عثمان نے قصر بنوا کر دعوت کی، ابن عوف نے دیکھ کر کہا: لوگ تمہارے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں میں اسے مانتا نہیں تھا آج سمجھا ہوں کہ درست کہتے تھے۔ میں اپنی بیعت پر خدا کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ یہ سن کر عثمان نے انھیں نوکر کے ذریعے گھر سے نکال باہر کیا اور لوگوں کو ملنے سے منع کر دیا۔ نتیجے میں کوئی ان سے نہ ملتا تھا صرف ابن عباس علم قرآن سیکھنے جاتے تھے۔(۲)

ابو ہلال (۳) نے شوری کے موقع پر دعائے علی علیہ السلام کا جو اشارہ کیا ہے اس میں علی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ خدا تم دونوں میں عناد پیدا کر دے۔ اور ابن عوف کے قول "لوگ تمہارے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں میں اسے مانتا نہیں تھا" سے اشارہ ہے شوری کے وقت عثمان کی بدعتوں کے اندیشے سے نیز یہ کہ بنی امیہ حکومت کو گیند بنالیں گے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ اب یہاں غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ ہنگام بیعت روش عمر و ابوبکر کی جو شرط کی گئی تھی وہ سنت رسولؐ کے مخالف تھی یا موافق۔ اگر موافق تھی تو شرط کرنا مہمل تھا۔ اگر مخالف تھی تو کسی مسلمان کو اسے قبول نہیں کرنا چاہیئے۔ اس لیے حضرت علیؑ نے سیرت شیخین کے شرط پر بیعت سے انکار کیا تھا۔(۴) کاش! ابن عوف جب سیرت شیخین پر عمل کی شرط پیش کر رہے تھے تو اس نکتے کی طرف بھی متوجہ

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۳۔ (ج ۴، ص ۳۶۵، حوادث ۳۵ھ۔) تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۰۔ (ج ۲، ص ۲۸۶، حوادث ۳۵ھ) شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۵۔ (ج ۲، ص ۱۴۹۔ خطبہ ۳۰۔)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۵۶، ۶۶۔ (ج ۱، ص ۱۹۶، خطبہ ۳۔)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۶۳۔ (ج ۱، ص ۱۸۸، خطبہ ۳۔)

۴۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۷۵۔ (ج ۱، ص ۱۲۰، حدیث ۵۵۸۔) تاریخ طبری، ج ۵، ص ۴۰۔ ص ۲۳۸۔ تمہید باقلانی، ص ۲۰۹۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۴۶۔ (ج ۷، ۱۶۵۔ حوادث ۲۴ھ۔)

ہوتے، پتہ نہیں وہ سمجھ بھی رہے تھے یا نہیں کہ سیرت شیخین کی شرط کرنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف ہونے کا ثبوت ہے۔ بالفرض اگر ابن عوف اس نکتے کو نہیں سمجھ رہے تھے تو بے سمجھے بوجھے کوئی بات پیش کرنا صریحی جہالت ہے چہ جائیکہ اسلامی معاشرے کی تنظیم وتربیت کے انحصار کے حساس موقع پر مجہول بات پیش کرنا سخت نقصان رساں ہے۔

باقلانی نے اس شرط کی توجیہ کی ہے کہ ہر متعلم کو پڑھنے سے قبل سمجھ لینا ضروری ہے، عثمان سے تو ایسی توقع کی ہی نہیں جاسکتی کہ وہ سمجھتے نہ ہوں گے۔(۱)

اب ذرا عثمان کی طرف آیئے۔ کیا جب سیرت شیخین کی شرط قبول کر رہے تھے تو سمجھ بھی رہے تھے کہ اس کا مطلب ہے سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخالف ایک شق پر عمل کرنا؟ پھر یہ کہ کیا وہ اس سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت اپنے اندر پا رہے تھے یا نہیں؟ اگر صلاحیت نہیں پا رہے تھے تو ایسی شرط قبول کیوں کی؟ دوسری صورت میں امت اسلامی کے بقاء وانحصار کا اہم معاملہ ان کے پیش نظر تھا ایسے موقع پر غیر سنجیدہ حرکت کیوں کی؟ اگر بالفرض وہ ان تمام باتوں سے باخبر تھے تو آخر شرط بیعت کے خلاف کیوں عمل کیا؟ پھر جب بن عوف نے انھیں سرزنش کی تو یہ صفائی کیوں دی کہ عمر اپنے طور پر عمل کر رہے تھے میں اپنے انداز پر عمل کر رہا ہوں۔ اس مضحک بہانے کو مسند احمد بن حنبل (۲) میں پیش کیا گیا ہے کہ ابن عوف کے جواب میں عثمان نے کہا کہ میں سیرت شیخین پر عمل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔(۳) میں پوچھتا ہوں کہ جب عمل کی طاقت نہ تھی تو اسے قبول کیوں کیا تھا؟ اور اگر جانتے تھے کہ سیرت عمر مطابق سنت رسولؐ ہے تو آپ نے یہ بھی تسلیم کر لیا کہ ہم میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کی بھی صلاحیت نہیں۔ ان تمام سوالات وجوابات کا عبرت ناک پہلو یہ ہے کہ بن عوف نے کہا: میں نے تمہاری بیعت کر کے غلطی کی اب خدا کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ امیر المومنینؑ کو تلوار اٹھانے اور جنگ کی رائے دے رہے ہیں۔ اس سے تو واضح ہے کہ وہ عثمان سے جنگ کرنا اور انھیں قتل کرنا جائز سمجھتے ہیں بلکہ دوسروں کو ابھار بھی رہے ہیں۔ عثمان کو

۱۔ التمہید باقلانی۔ ۲۱۰۔ ۲۔ مسند احمد، ج۱، ص ۶۸۔ (ج۱، ص ۱۰۹۔ حدیث ۴۹۲۔)

۳۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۷، ص ۲۰۶۔ (ج۷، ص ۲۳۱، حوادث ۳۵ھ۔)

ایسا پاپی سمجھ لیا کہ نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ عثمان سے مرتے دم تک بات نہ کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ سیرت عثمان کو مطابق قرآن نہیں سمجھتے۔ یہی وہ انداز تھا کہ عثمان نے ابن عوف کو منافق کہا۔ ابن حجر (۱) نے اس کی مضحک توجیہ یہ کی ہے کہ بن عوف کے آنے سے عثمان بہت زیادہ ہراساں ہوتے تھے اس لیے ایسی بات کہی۔ اس توجیہ کی طرف حلبی (۲) نے سیرت النبیؐ میں اشارہ کیا ہے لیکن مضحک ہونے کی وجہ سے اسے نقل نہیں کیا ہے۔

اس کے علاوہ اس قوم سے پوچھا جائے کہ جو شرط عثمان سے کی گئی تھی اسے انھوں نے پورا کیا یا نہیں۔ کیا عثمان کو اختیار تھا کہ وہ چاہیں تو اس پر عمل کریں چاہیں تو نہ کریں؟ اگر بشرط لازم تھی تو انھوں نے اس پر عمل کیوں نہ کیا۔ آخر وارث علم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام نے اس شرط کو کیوں ٹھکرا دیا تھا؟ کیا یہ شرط اس اہمیت کی حامل تھی کہ اگر خلیفہ عمل نہ کرے تو اسے معزول کر دیا جائے؟ پھر جب صحابہ نے اس شرط پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے معزول کرنا چاہا تو انھوں نے مقاومت کیوں کی؟ پھر ایسا کیوں ہوا کہ جب خلع خلافت پر آمادہ نہ ہوئے تو انھیں قتل کر دیا گیا؟ جب کہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ تمام وہ افراد جو بغاوت میں شامل تھے سب کے سب عادل تھے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر حضرت علی علیہ السلام نے سیرت شیخین کے عمل کو ٹھکرایا تو انھیں خلافت کیوں نہیں سپرد کی گئی؟

نظریہ طلحہ: ممبر شوریٰ۔ عشرہ مبشرہ کی فرد

۱۔ حضرت علی علیہ السلام نے طلحہ کی حالت کے متعلق فرمایا ہے: خدا کی قسم! اس نے خون عثمان کا بدلہ لینے کے لیے اس لیے تیزی دکھائی ہے کہ اسے یہ ڈر ہے کہ کہیں اس سے خون عثمان کا مطالبہ نہ ہونے لگے۔ کیونکہ لوگوں کا گمان غالب اس کے متعلق یہی ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ باغیوں میں اس سے بڑھ کر عثمان کے خون کا پیاسہ کوئی نہ تھا۔ چنانچہ اس نے خون کا عوض لینے میں جو فوجیں فراہم کی ہیں اس سے یہ چاہتا ہے کہ لوگوں کو مغالطہ دے تا کہ حقیقت مشتبہ ہو جائے۔ خدا کی قسم! اس نے عثمان کے معاملے میں

۱۔ الصواعق المحرقہ، ص ۶۸، (ص ۱۱۴۔)

۲۔ السیرۃ الحلبیہ، ج ۲، ص ۸۷۔ (ج ۲، ص ۷۸۔)

ان تین باتوں میں ایک پر بھی تو عمل نہ کیا۔ اگر بن عفان جیسا کہ ان کا خیال تھا ظالم تھے تو اسے چاہیئے تھا کہ ان کے قاتلوں کی مدد کرتا یا ان کے مددگاروں سے علیحدگی اختیار کر لیتا۔ اگر مظلوم تھے تو مناسب تھا کہ قتل سے روکنے والوں کی طرح عذر معذرت کرتا اور اگر ان دونوں باتوں میں شبہ تھا تو اس صورت میں چاہیئے تھا کہ ان سے کنارہ کش ہو کر ایک گوشے میں بیٹھ جاتا۔ اور انھیں لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیتا۔ لیکن اس نے ان باتوں میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہ کیا اور ایک بات کو سامنے لے کر آ گیا ہے کہ جس کی صحت کی کوئی صورت ہی نہیں اور نہ اس کا کوئی عذر درست ہے۔ (۱)

ابن ابی الحدید (۲) اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر کہا جائے کہ طلحہ پہلے قتل عثمان کو جائز سمجھتے تھے۔ پھر بعد میں بدل گئے اور قاتلوں سے انتقام لینے لگے تو ہم کہیں گے کہ ایسی صورت ہوتی تو حضرت علی علیہ السلام متذکرہ تین قسمیں بیان نہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلحہ کا عقیدہ بدلا نہیں تھا اور تاریخ بھی اس کی گواہ ہے۔ کبھی طلحہ نے اپنے کیے پر شرمندگی کا مظاہرہ بھی نہیں کیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ پھر حضرت علی علیہ السلام نے ان تینوں قسموں میں سے کسی پر عمل کیوں نہ کیا تو ہم جواب دیں گے کہ علیؑ تو عثمان کو ظالم سمجھ ہی رہے تھے اس لیے وہ اس تقسیم میں داخل نہیں ہیں۔

۲۔ طبری کی روایت ہے کہ ایام محاصرہ میں حضرت علیؑ نے طلحہ سے فرمایا کہ تمھیں خدا کی قسم ہے! لوگوں کو عثمان سے دور کرو۔ طلحہ نے کہا: ہرگز نہیں کروں گا تا کہ بنی امیہ اپنے کیفر کردار کو پہونچیں۔ اس لیے حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے کہ خدا طلحہ سے سمجھے، عثمان نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا اور اس نے کیا کیا۔ (۳)

۳۔ طبری نے عبداللہ بن عباس بن ابی ربیعہ کا بیان نقل کیا ہے کہ میں عثمان کے گھر پر آیا تھوڑی دیر بات کی تھی کہ سرگوشیوں کی آواز آنے لگی۔ ایک بولا: کس بات کا انتظار ہے؟ دوسرے نے کہا: ٹھہرو شاید اپنے رویے سے باز آ جائے۔ اتنے میں طلحہ آ گئے اور عدلیس کو پوچھا۔ جب عدلیس آیا تو طلحہ نے کچھ اس

۱۔ نہج البلاغہ، ج۱، ص۳۲۲۔ (ص۲۴۹، خطبہ۱۷۴۔)

۲۔ شرح نہج البلاغہ، ج۲، ص۵۰۶۔ (ج۱۰، ص۹، خطبہ۱۷۵۔)

۳۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۳۹۔ (ج۴، ص۴۰۵) حوادث، ۳۵ھ۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۶۸، (ج۲، ص۱۶۱ خطبہ، ۳۰۔) (ج۱۰، ص۵، خطبہ۱۷۵۔)

کے کان میں کہا پھر عدلیس نے آکر کہا: اب کوئی اس گھر میں نہ آئے نہ جا سکے۔ عثمان نے مجھ سے کہا: دیکھو یہ طلحہ نے حکم دیا ہے۔ پھر طلحہ کو بد عا کی: خدایا! اس نے لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا ہے، میرے حقوق پامال کئے ہیں۔ اسے خلافت تک نہ پہونچنے دینا، اسے قتل کر دینا۔ چونکہ اس نے میرا خون مباح کیا ہے جب کہ تین حالتوں ہی میں انسان کا خون مباح ہوتا ہے۔ قتل، زنائے محصنہ یا ارتداد۔ مجھے پتہ نہیں یہ لوگ کس جرم میں مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ پھر عثمان اپنے کمرے میں چلے گئے۔ میں محمد بن ابی بکر سے اجازت لے کر باہر آ گیا۔(۱)

۴۔ طبری حسن بصری نے نقل کرتے ہیں کہ طلحہ نے عثمان سے اپنی زمین سات لاکھ درہم میں بیچ دی۔ جب روپے لئے تو طلحہ نے کہا: آدمی اتنے روپے گھر میں رکھ کر مغرور ہو جاتا ہے۔ جب کہ وہ جانتا ہو کہ خدا کا کیا امر پیش آنے والا ہے۔ پھر وہ مدینے کی گلیوں میں درہم تقسیم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ صبح تک ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ حسن کہتے ہیں: پھر وہ خود ہی عثمان کے اقتدار ہتھیانے کی سعی کرنے لگے۔(۲)

۵۔ عثمان طلحہ سے پچاس ہزار درہم کے طلبگار تھے۔ ایک دن طلحہ نے ان سے مسجد کے راستے میں کہا: تمہارا روپیہ فراہم کرلیا ہے لے لو۔ عثمان نے کہا: وہ تمہارا ہی ہے اب اسے اپنے حوصلے کے مطابق بخشش کر دو۔ ایام محاصرہ میں سزائے معکوس کے طور پر اکثر اس کا تذکرہ کرتے تھے۔(۳)

ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ طلحہ سب سے زیادہ بغاوت میں آگے آگے تھے۔ زبیر ان سے کم تھے۔ عثمان کہتے تھے: طلحہ کا ناس ہو۔ میں نے اسے اس قدر زر و سیم دیا لیکن اب وہ میرے خون کا پیاسہ ہے خدایا! اسے خلافت تک نہ پہونچنے دینا کو نے انجام کا مزہ چکھانا۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ایام محاصرہ میں طلحہ کپڑے سے اپنا منھ چھپائے رہتے تھے تاکہ کوئی پہچان نہ سکے اور تیر اندازی کرتے تھے۔

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۲۲۔ (ج۴، ص۳۷۸) حوادث ۳۵ھ۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۷۳ (ج۲، ص۲۹۱) حوادث ۳۵ھ۔

۲۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۳۹ (ج۴، ص۴۰۵) حوادث ۳۵ھ تاریخ ابن عساکر، ج۷، ص۸۱۔ (ج۲۵، ص۱۰۱) مختصر تاریخ ابن عساکر، ج۱۱، ص۲۰۱۔

۳۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۳۹۔ (ج۴، ص۴۰۵) (حوادث ۳۵ھ۔)

محاصرہ کے وقت دروازے سے جانا ممکن نہ تھا تو طلحہ ہی نے پڑوس کے انصاری کا دروازہ کھلوا کر لوگوں کو اندر گھسنے کا راستہ دیا۔(۱)

۶۔ مدائنی مقتل عثمان میں لکھتے ہیں کہ طلحہ نے تین دن تک عثمان کو دفن ہونے سے روکا اور حضرت علی علیہ السلام نے پانچ روز تک لوگوں سے بیعت نہیں لی۔ حکیم بن حزام اور جبر بن مطعم نے حضرت علی علیہ السلام سے دفن عثمان میں کمک مانگی۔ طلحہ نے کچھ لوگوں کو مامور کر دیا تھا کہ جنازے پر سنگباری کریں۔ عثمان کے چند خاندان والوں کے سوا کسی نے جنازے میں شرکت نہ کی۔ انھیں یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا جب جنازہ وہاں پہونچا تو تابوت پر سنگباری کرنے لگے تو حضرت علی علیہ السلام نے پیغام بھیجا کہ اس کام سے باز آؤ تو وہ لوگ رکے۔ مروان اور تین نوکر اور بیٹی کے سوا کوئی نہ تھا۔ بیٹی رو رہی تھی اور لوگ ڈھیلے پھینک کر نعثل، نعثل کا شور مچا رہے تھے۔ پھر آواز دی گئی: دیوار کی طرف، دیوار کی طرف! نتیجہ میں وہیں دیوار کے کنارے دیر سلع میں جو یہودیوں کا قبرستان تھا دفن کر دیا گیا۔(۲)

۷۔ طلحہ ہی نے عثمان کو دیر سلع میں دفن کرنے کو کہا جو یہودیوں کا قبرستان ہے وہاں صرف طلحہ تھے۔(۳)

۸۔ عثمان کا محاصرہ کیا گیا تو حضرت علیؑ اپنی زمینداری خیبر میں تھے۔ جب وہ آئے تو عثمان نے آپ کو بلوایا عثمان نے ان سے کہا: تم پر میرا حق مسلمانی و برادری ہے، تم جانتے ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مواخاۃ میں تم کو اور مجھے بھائی بنایا تھا۔ پھر حق قرابت و دامادی بیان کیا اور عہد و پیمان کا حق بیان کیا۔ ہم لوگ زمانۂ جاہلیت میں ایک ساتھ تھے۔ پھر قبیلہ تیم نے ہم لوگوں کے ہاتھ سے حکومت اچک لی ہے۔ پھر حضرت علی علیہ السلام نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا: تم نے تیمی کے حکومت اچکنے کی بات صحیح کہی۔ پھر آپ گھر سے باہر آئے آپ نے اسامہ کو بلوایا پھر طلحہ کے پاس تشریف لے گئے۔ علیؑ نے ان سے کہا: اے طلحہ! یہ تم نے کیا تماشے پھیلا رکھے ہیں۔ طلحہ نے کہا: یہ میں نے اس وقت کیا جب چاقو ہڈیوں تک پہونچ چکا تھا۔

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۴۰۴، (ج۹، ص۳۶۔۳۵) (خطبہ۱۳۶۔)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۷۔۶۔ خطبہ۷۵۔

۳۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۴۳۔ (ج۴، ص۴۱۳) (حوادث ۳۵ھ۔)

آپ وہاں سے خزانے کے پاس آئے دروازہ کھلوانا چاہا تو چابی نہ ملی۔ آپ نے دروازے توڑنے کو کہا اور مالیات کو نکلوا کر تقسیم کرانا شروع کیا۔ جب طلحہ کے پاس بیٹھے لوگوں کو معلوم ہوا تو آہستہ آہستہ وہاں سے الگ ہوکر علیؑ کے پاس آنے لگے۔ طلحہ اکیلے رہ گئے۔ عثمان کو اس کی خبر ہوئی تو خوش ہوئے۔ اس وقت طلحہ عثمان سے ملاقات کے لیے گئے۔ اندر جا کر کہا: اے امیر المومنینؑ میں خدا سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں، میں نے ایک معاملہ سوچا تھا خدا درمیان میں حائل ہوگیا۔ عثمان نے کہا: بخدا! تم ہرگز نہ آتے۔ جب شکست کھائی ہے تو آئے ہو۔ خدا تم سے سمجھے گا اے طلحہ!(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: تاریخ کو خائن ہاتھوں نے کھلواڑ بنا کر حدیث مواخاۃ کو اس روایت میں ٹھوس دیا ہے۔ حالانکہ عثمان کی باتوں میں حق مسلمانی، قرابتی اور عہد و میثاق کا ہی تذکرہ ہے۔ میں نے الغدیر کی جلدوں میں تفصیل سے بحث کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت علیؑ کو اپنا بھائی بنایا تھا۔

۹۔ بلاذری لکھتا ہے کہ طلحہ نے عثمان سے کہا: کہ تم نے ایسی بدعتیں پھیلا رکھی ہیں کہ عوام جنھیں جانتی بھی نہیں۔ عثمان نے کہا: میں نے بدعتیں نہیں پھیلائی ہیں بلکہ تم عوام کو میرے خلاف بھڑکا رہے ہو۔(۲)

۱۰۔ بلاذری و ابو مخنف لکھتے ہیں کہ بلوائیوں نے عثمان کا محاصرہ اس طرح سخت کیا کہ کسی کو آنے جانے نہیں دیتے تھے تو سعید بن عاص نے کہا: میں جامہ احرام پہن کر مکہ جاؤں گا۔ بلوائیوں کو معلوم ہوا تو انھوں نے قسم کھائی کہ اگر وہ نکلا تو اس سے جم کے لڑائی ہوگی۔ طلحہ نے محاصرہ سخت کر کے پانی بھی بند کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؑ کو غصہ آگیا اور آپ نے عثمان کے یہاں پانی سے بھرے مشکیزے بھجوائے۔(۳)

۱۱۔ بلاذری لکھتا ہے طلحہ و زبیر تمام معاملات پر چھائے ہوئے تھے۔ طلحہ نے عثمان پر پانی بند کر دیا

۱۔ تاریخ طبری، ج۶، ص۱۵۴، (ج۴، ص۴۳۰) (حوادث ۳۵ھ) تاریخ کامل، ج۳، ص۷۰۔ (ج۲، ص۲۸۶۔) (حوادث ۳۵ھ) شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۶۵۔ (ج۲، ص۱۴۸) (خطبہ ۳۰۔) تاریخ ابن خلدون، ج۲، ص۳۹۷، (ج۲، ص۹۵۸۔)

۲۔ انساب بلاذری، ج۵، ص۴۴۔ (ج۵، ص۱۵۶۔)

۳۔ انساب بلاذری، ج۵، ص۷۱، (ج۶، ص۱۸۸۔)

تھا۔اس وقت حضرت علی مدینے سے باہر تھے آپ نے کہلایا کہ عثمان پر پانی بند نہ کرو۔اسے پیاسہ قتل نہ کرو،طلحہ نے بات نہ مانی۔(۱)

الامامة والسیاسة میں ہے کہ کوفی اور مصری بلوائیوں نے محاصرہ سخت کردیا،طلحہ نے کہا: جب تک عثمان پر کھانا پانی بند نہ کرو گے وہ خوف نہیں کھائیں گے اس پر پانی بند کردو۔(۲)

۱۲۔طلحہ سے مجمع بن جاریہ نے کہا: میرا خیال ہے تم لوگ عثمان کو قتل ہی کردو گے۔طلحہ نے جواب دیا: اگر وہ قتل ہو جائے تو نہ وہ فرشتہ مقرب ہے نہ رسول اور نبی ہے۔(۳)

۱۳۔بلاذری لکھتا ہے کہ عثمان نے ایک مجمع میں جس میں طلحہ تھے سلام کیا۔انھوں نے جواب سلام نہیں دیا۔عثمان نے طلحہ سے کہا: میں نہیں سوچتا تھا کہ کبھی زندگی کا ایسا موقع بھی آئے گا جب تم جواب سلام نہ دو گے۔(۴)

۱۴۔ایام محاصرہ میں کمان طلحہ کے ہاتھ تھی۔عثمان نے بن حارث کے ذریعے ایک شعر لکھ کر مدد طلب کی۔حضرت علی اس دن نماز پڑھا رہے تھے۔حضرتؑ نے لوگوں کو پراگندہ کردیا،طلحہ نے یہ دیکھ کر عثمان سے معافی مانگی۔عثمان نے کہا: اے حضرمی بچے! تو لوگوں کو میرے خلاف بھڑکا رہا تھا،اب ناکامی ہوئی ہے تو معافی مانگنے آیا ہے،خدا تجھے کبھی معاف نہ کرے۔(۵)

۱۵۔ابن سیرین کہتے ہیں کہ سب سے بڑے مخالف عثمان،محاصرہ میں طلحہ تھے۔(۶)

۱۶۔جنگ جمل میں طلحہ نے کہا: خون عثمان سے میرا دامن آلودہ ہے اس لیے اب یہ دھبہ اسی طرح دھویا جاسکتا ہے کہ ان کے خون کا بدلہ لیا جائے۔خدایا! آج خون عثمان کا بدلہ مجھ سے لے تاکہ تو راضی

۱۔انساب بلاذری،ص۹۰(ج۶،ص۲۱۱۔)

۲۔الامامة والسیاسة ج۱،ص۴۳۔(ج۱،ص۴۰۔)

۳۔انساب بلاذری،ج۵،ص۴۷۔(ج۶،ص۱۹۲۔)

۴۔انساب بلاذری،ج۵،ص۷۶،ج۶،ص۱۹۵،تاریخ الخمیس،ج۲،ص۲۶۰۔

۵۔انساب بلاذری،ج۵،ص۷۷،ج۶،ص۱۹۶۔

۶۔انساب بلاذری،ج۵،ص۸۱۔(ج۶،ص۲۰۱)العقد الفرید،ج۲،ص۲۶۹،(ج۴،ص۱۱۳۔)

ہو جائے۔(۱)

۱۷۔ابن عساکر میں ہے کہ جنگ جمل میں مروان نے تیر مار کر طلحہ کو ہلاک کیا۔ پھر ابان بن عثمان سے کہا: میں نے تمہارے باپ کا بدلہ لے لیا۔ مروان کا تیر طلحہ کے زانو میں لگا تھا۔ کسی طرح نکل نہیں رہا تھا سخت اذیت تھی۔ خود سے کہنے لگے: اسے مت نکالو کہ اسے خدا نے بھیجا ہے۔(۲)

استیعاب(۳) میں ہے کہ تمام تذکروں میں ہے کہ بلاشبہ مروان ہی نے طلحہ کو تیر مارا تھا جب کہ وہ انھیں کے لشکر میں تھا۔

(ابن حجر اصابہ، مستدرک حاکم، طبری اور دوسری معتبر تاریخیں اس کی شہادت دیتی ہیں(۴)

۱۸۔عبدالملک بن مروان کہتا تھا: اگر امیر المومنین مروان نے خود نہ کہا ہوتا کہ میں نے طلحہ کو قتل کیا ہے تو میں طلحہ کی ذریت میں کسی کو بھی خون عثمان کے بدلے قتل کئے بغیر نہ چھوڑتا۔(طبقات بن سعد)(۵)

۱۹۔نوادر حمیدی میں ہے کہ موسی بن طلحہ سے ولید نے کہا: تم جب میرے سامنے آتے ہو تو قتل کا ارادہ کرتا ہوں لیکن چونکہ مروان نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نے طلحہ کو قتل کیا ہے یہی سوچ کر باز آجاتا ہوں۔(۶)

۲۰۔طبری لکھتا ہے کہ طلحہ وزبیر نے لوگوں کے سامنے تقریر کی: بصرے والو! میں نے عثمان سے

۱۔طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۲۲۔تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۸۴۔(ج ۲۵، ص ۱۰۹)(نمبر ۲۹۸۳۔)مختصر تاریخ، ابن عساکر ج ۱۱، ص ۲۰۴۔وتذکرۃ الخواص، ص ۴۴، ص ۷۷۔

۲۔تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۸۴، (ج ۲۵، ص ۱۱۳-۱۱۲)(نمبر ۲۹۸۳۔)مختصر، ابن عساکر، ج ۱۱، ص ۲۰۷۔

۳۔استیعاب، القسم الثالث، ص ۷۶۶، نمبر ۱۲۸۰۔

۴۔الاصابۃ، ج ۲، ص ۲۳۰۔المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۳۷۰۔(ج ۳، ص ۴۱۸)(حدیث ۵۵۹۱۔)ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۲۵۹۔(ج ۴، ص ۲۳۰۔)انساب، بلاذری، ج ۶، ص ۲۶۷۔مروج الذہب، ج ۲، ص ۳۸۲۔العقد الفرید، ج ۴، ص ۱۲۸۔تاریخ کامل، ج ۲، ص ۳۳۸، حوادث، ۳۶ھ۔

۵۔طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۲۳۔

۶۔تہذیب التہذیب، ج ۵، ص ۲۲۔(ج ۵، ص ۲۰۔)

صرف باز پرس کا ارادہ کیا تھا انھیں قتل کرنا مقصود نہ تھا۔ لیکن چند احمقوں نے انھیں قتل کر دیا۔ اب تم اس سے توبہ کرو۔ لوگوں نے کہا: اے طلحہ! لیکن تم نے ہمیں جو خط لکھا تھا اس میں دوسری ہی بات تھی۔ (۱)

۲۱۔ مسعودی لکھتا ہے کہ حضرت علی نے طلحہ کو آواز دے کر پوچھا: تم کیوں جنگ پر آمادہ ہو؟ کہا کہ عثمان کا بدلہ۔ علی نے کہا: ہم دونوں میں سے جو بھی ذمہ دار ہو خدا اسے قتل کرے۔ (۲) (دعائے علی اسی وقت مستجاب ہوئی اور طلحہ قتل ہو گئے۔)

۲۲۔ طلحہ و زبیر جب بصرے کے مقام سبخہ پہونچے تو عبداللہ بن حکیم تمیمی ان خطوط کے ساتھ ملنے آیا جو پہلے لکھے گئے تھے۔ پوچھا کیا یہ خط آپ لوگوں کے نہیں ہیں؟ جواب دیا: ہاں!

عبداللہ نے کہا: آپ نے ہمیں پہلے تو کا عثمان کو معزول کرنے اور قتل کرنے کا حکم دیا اب ان کے انتقام کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ بخدا! یہ آپ کا نظریہ صرف اس لیے ہے کہ اس کے ذریعے دنیا حاصل کیجئے ذرا ہوش میں آیئے۔ اگر آپ کا یہی عقیدہ ہے تو حضرت علی علیہ السلام نے جس وقت بیعت لینی چاہی تھی کیوں خوشی خوشی بیعت کی۔ اب آپ نقض بیعت کر کے ہم لوگوں کو بغاوت و کفر میں گھسیٹنے آئے ہیں۔ (۳)

۲۳۔ ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ جب عائشہ و طلحہ و زبیر بصرہ وارد ہوئے تو لوگوں نے صف باندھ کر ان سے پوچھا: اے ام المومنین! آپ کس لیے گھر سے باہر نکلی ہیں؟ جب لوگ بار بار اس سوال کو دہرانے لگے تو ایک طراز سخنور نے کھڑے ہو کر حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا: لوگو! عثمان ایسے بھی نہ تھے کہ ان کا قتل واجب ہوتا، وہ مظلوم قتل ہوئے۔ ہم اس پر غصہ ہو جاتے ہیں کہ تمھیں کوئی ناحق تازیانہ مارے۔ پھر عثمان کے قتل پر کیوں نہ قیام کریں گے۔ اب قاتلوں سے انتقام لے کر معاملے کو شوریٰ پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ ایک شخص نے ٹوکا کہ غلط کہتا ہے۔ دوسرا بولا: صحیح کہتا ہے۔ اس پر تو تو میں میں ہونے لگی۔ اسی درمیان ایک شخص نے طلحہ کا خط نکال کر دکھایا جس میں قتل عثمان پر ابھارا گیا تھا۔ پوچھا: کیا یہ خط آپ کا ہے؟ انھوں

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۷۰۔ (ج۴، ص۴۶۹۔ حوادث ۳۶ھ۔)

۲۔ مروج الذھب، ج۲، ص۱۱۔ (ج۲، ص۳۸۳۔)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۵۰۰ (ج۹، ص۳۱۸) (خطبہ ۱۷۳۔)

نے کہا: ہاں۔ اس نے پوچھا: کل تم نے قتل پر ابھارا اور قتل ہوئے ہر اعتبار سے سزاوار شخص کی بیعت کر لی گئی۔

تم نے بھی ان کی خوشی خوشی بیعت کر لی۔ طلحہ نے کہا: جب ہم سے کہا گیا تو ہم نے قتل کے خوف سے بیعت کر لی تھی کیونکہ علی علیہ السلام نے غاصبانہ خلافت پر قبضہ کر لیا تھا اور لوگوں نے بھی بیعت کر لی تھی۔ پوچھا: اب آپ کی کیا رائے ہے؟ جواب دیا: اب ہمیں انتقام خون عثمان کے لیے کھڑا ہونا چاہیئے۔ پوچھا: تو کیا کیا جائے؟ جواب دیا: تم لوگ ہمارے ہاتھوں پر انتقام خون عثمان کی بیعت کرو۔ اور علی علیہ السلام کی بیعت توڑ دو۔ پوچھا: تمہارے بعد دوسرا کوئی آ کر یہی کہے تو ہم کیا کریں؟ جواب دیا: اس کی بیعت نہ کرنا۔ لوگوں نے کہا: تم نے انصاف کی بات نہیں کہی۔ ہمیں علی علیہ السلام سے جنگ کا حکم دے رہے ہو جن کی بیعت خود تم نے کی ہے۔ سن لو کہ ہم نے علی علیہ السلام کی بیعت کر لی ہے۔ اب ہم تمہارے بائیں ہاتھ پر بیعت کر سکتے ہیں لوگ یہ باتیں سن کر منتشر ہو گئے۔ کچھ لوگ عثمان بن حنیف گورنر کی طرف اور کچھ طلحہ کی طرف ہو گئے۔

پھر جاریہ بن قدامہ نے عائشہ سے پوچھا: خدا نے آپ کی حرمت معین کی ہے اور گھر میں بیٹھنے کا حکم دیا ہے۔ آپ اس حرمت کو توڑ کر اس ملعون اونٹ پر آئی ہیں۔ جو آپ سے جنگ کرے وہ گویا آپ کے قتل پر راضی ہے۔ اگر آپ اپنی رائے سے آئی ہیں تو اپنے گھر واپس جایئے اور اگر دوسروں کی رائے سے آئی ہیں تو اس سے باز پرس کیجئے۔ (الامامۃ والسیاسۃ)(۱)

۲۴۔ ابو مخنف لکھتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے دعا فرمائی خدایا! طلحہ نے میری بیعت توڑ دی اور لوگوں کو ابھار کر عثمان کو قتل کرایا پھر مجھ پر اتہام رکھا۔ خدایا! اسے مہلت نہ دے۔ خدا! یا زبیر نے قطع رحم کیا، میری بیعت توڑی، علانیہ میری مخالف کی۔ آج اس کے شر سے مجھ کو بچا۔ (۲)

۲۵۔ علقمہ بن وقاص لیثی کہتا ہے کہ جب طلحہ وزبیر وعائشہ نے قیام کیا تو میں نے اکیلے میں طلحہ سے ملاقات کر کے سینہ سے لپٹایا۔ طلحہ نے کہا: کل ہم تم پہاڑ کی طرح ایک تھے آج دو حصوں میں بٹ گئے ہیں

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۶۰۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید۔ ج۱، ص۱۰۱۔ (ج۱، ص۳۰۶) خطبہ ۲۲۔

اور خون کے پیاسے ہیں۔ میں نے عثمان کے خلاف شورش کی اب اس کی توبہ یہی ہے کہ انتقام کا نعرہ بلند کروں اور اس طرح میرا خون بہہ جائے۔ (تاریخ طبری)(۱)

طلحہ کے لیے توبہ کا بہترین راستہ یہ تھا کہ اولیاء مقتول یا امام وقت کے حوالے اپنے کو کر دیتے نہ یہ کہ امام کی بیعت توڑ کے شورش پیدا کریں۔ اس طرح سے ہزاروں بے گناہ افراد کا خون بہہ گیا اور قتل و خون کا ایک لامتناہی سلسلہ چل نکلا۔

نظریۂ زبیر بن عوام: عشرہ مبشرہ کی فرد، ممبر شوریٰ

۱۔ طبری (۲) حالات جنگ جمل میں لکھتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے زبیر کو بلوایا۔ وہ آ کر برابر کھڑے ہو گئے۔ علی علیہ السلام نے پوچھا: تم کیوں آئے ہو؟ زبیر نے کہا: تمہیں حقدار خلافت نہیں سمجھتا، نہ تم مجھ سے اس معاملہ میں افضل ہو۔ علی علیہ السلام نے پوچھا: کیا میں بعد عثمان حقدار خلافت نہیں ہوں؟ میں تمہیں عبد المطلب کی اولاد سمجھتا تھا جب تک تمہارا بد معاش بیٹا پیدا نہ ہوا تھا۔ اس نے تم کو مجھ سے جدا کر دیا۔ اس کے علاوہ زبیر کی بدسلوکیاں گنائیں۔

پھر فرمایا رسولؐ نے ایک بار تم سے کہا تھا کہ تم علی علیہ السلام کے خلاف ظالمانہ بغاوت کرو گے۔ (۳)

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۸۳۔ (ج ۴، ص ۴۷۶) حوادث، ۳۶ھ۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۰۴۔ (ج ۴، ص ۵۰۸) حوادث، ۳۶ھ۔ مروج الذھب، ج ۲، ص ۱۰، (ج ۲، ص ۳۸۰۔) تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۰۲۔ (ج ۲، ص ۳۳۵۔) حوادث ۳۶ھ۔

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۳۶۶۔ (ج ۳، ص ۴۱۳) حدیث ۵۵۷۴۔ ۵۵۷۵۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۰۰۔ ۲۰۴۔ (ج ۴، ص ۵۰۲۔ ۵۰۹) حوادث ۳۶ھ۔ الآغانی، ج ۱۶، ص ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ (ج ۱۸، ص ۶۰۔ ۶۲۔) العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۷۹۔ (ج ۴، ص ۱۲۹۔) مروج الذھب، ج ۲، ص ۱۰۔ (ج ۲، ص ۳۸۰۔) تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۰۲۔ (ج ۲، ص ۳۳۵۔) حوادث، ۳۶ھ۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۲۷۳، (ج ۴، ص ۲۴۸۔) مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۳۵، فتح الباری، ج ۱۳، ص ۴۶۔ (ج ۱۳، ص ۵۵۔) المواھب اللدنیہ، ج ۲، ص ۱۹۵۔ (ج ۳، ص ۵۶۷۔) الخصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۱۳۷، ج ۲، ص ۱۳۷۔ (ج ۲، ص ۲۳۳۔) شرح المواھب زرقانی، ج ۳، ص ۳۱۸۔ (ج ۷، ص ۲۱۷۔) سیرۂ حلبیہ، ج ۳، ص ۳۱۵، ج ۳، ص ۲۸۷۔

زبیر یہ سن کر واپس جانے لگے تو بیٹے نے طعنہ دیا کہ تم موت کے ڈر سے بھاگ رہے ہو۔ زبیر نے کہا: وائے ہو! میں نے قسم کھائی ہے کہ علیؑ سے جنگ نہ کروں گا۔ بیٹے نے کہا: غلام آزاد کر کے کفارہ دے دو۔ اور حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ تم مجھ سے خون عثمان کا بدلہ لینا چاہتے ہو جب کہ تم نے ہی انھیں قتل کیا، خدا اس کو قتل کرے جس نے انھیں قتل کیا ہے۔ اس روایت کو حافظ عاصمی نے زین الفتی میں اور مسعودی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

۲۔ مسعودی لکھتا ہے کہ مروان نے جنگ جمل میں کمان اٹھائی۔ ایک سمت طلحہ تھے اور دوسری سمت زبیر تھے۔ کہنے لگا مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ ادھر تیر ماروں یا ادھر۔ پھر طلحہ کو تیر مار کر ہلاک کر دیا۔ (۱)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ طلحہ و زبیر سب سے زیادہ قتل عثمان میں کوشاں تھے۔ زبیر کہتے تھے کہ اسے قتل کر دو کیونکہ اس نے تمہارا دین بدل دیا ہے۔ لوگوں نے کہا: آپ کا فرزند ان کے دروازے پر محافظ ہے۔ کہنے لگے: قتل بھی کر دو چاہے میرا بیٹا ہی پہلے قتل ہو جائے۔ یہ بھی کہتے تھے کہ عثمان کل پل صراط پر مردار کی طرح ہوگا۔ (۲)

۴۔ انساب بلاذری میں ہے کہ زبیر نے عثمان سے جا کر کہا: مسجد میں کچھ لوگ، تمہارے ظلم پر احتجاج کر رہے ہیں اور اجرائے قانون الٰہی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ازواج رسول ﷺ بھی ہیں آپ ان کا سامنا کیجئے۔ عثمان نے قبول کیا اور گھر سے نکلے۔ لوگوں نے اسلحہ اٹھا لیا۔ عثمان نے زبیر سے کہا: میں تو کسی کو ظلم کے خلاف احتجاج کرتے نہیں دیکھتا نہ کوئی حق کا مطالبہ کر رہا ہے۔ پھر عثمان اپنے گھر چلے گئے اور زبیر نے اپنے گھر کی راہ لی۔ (۳)

۵۔ بلاذری نے بحوالہ صالح عجلی لکھا ہے کہ عثمان نے زبیر سے نزاع کیا۔ زبیر نے کہا: میں تم سے تلوار سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوں۔ (۴)

۱۔ مروج الذھب، ج۲، ص۱۱۔ (ج۲، ص۳۸۲۔)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۴۰۴۔ (ج۹، ص۳۶۔۳۵۔) خطبہ ۱۳۷۔

۳۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۷۶۔ (ج۶، ص۱۹۵۔)

۴۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۱۴۔ (ج۶، ص۱۱۷۔)

عثمان کے خلاف طلحہ وزبیر کی سانٹھ گانٹھ

ا۔ طلحہ وزبیر کے بارے میں امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! انھوں نے مجھ پر کوئی سچا الزام نہیں لگایا اور نہ انھوں نے میرے اور اپنے درمیان انصاف برتا۔ وہ مجھ سے اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں جسے خود ہی انھوں نے چھوڑ دیا اور اس خون کا بدلہ چاہتے ہیں جسے انھوں نے خود بہایا ہے۔ اب اگر اس میں ان کا شریک تھا تو پھر اس میں ان کا بھی تو حصہ نکلتا ہے۔ اور اگر وہی اس کے مرتکب ہوئے ہیں میں نہیں تو پھر اس کا مطالبہ صرف انھیں سے ہونا چاہیئے۔ اور ان کے عدل وانصاف کا پہلا قدم یہ ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے خلاف حکم لگائیں۔ اور میرے ساتھ میری بصیرت کی جلوہ گری ہے۔ نہ میں نے خود ان کو کبھی دھوکا دیا اور نہ مجھے واقعی کسی سے دھوکا ہوا اور بلاشبہ یہی وہ باغی گروہ ہے جس میں ایک ہمارا سگا (زبیر) اور ایک بچھو کا ڈنک (حمیرا) ہے۔ (۱)

استعیاب (۲) میں حالات طلحہ کے تحت حضرت کا اسی سے ملتا جلتا کلام درج ہے۔ آخر میں امام نے فرمایا: بخدا! طلحہ، زبیر اور عائشہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں حق پر ہوں اور وہ باطل پر ہیں۔

۲۔ امیر المومنین نے کوفے والوں کو خط لکھا: مسئلہ عثمان کے بارے میں تم کو ایسی اطلاع دیتا ہوں جو مثل چشم دید گواہ کے بنادے گی۔ لوگوں نے ان پر تنقید کی، میں مہاجروں کی ایک فرد تھا جو ان کے کاموں پر سرزنش کرتا تھا، زبیر نے آسان ترین سعی میں بھی تندروی دکھائی، اس پر عائشہ نے آگ برسائی، ایک جماعت نے آکر انھیں قتل کردیا اور لوگوں نے بغیر کسی جبر واکراہ کے میری بیعت کرلی۔ (۳)

۳۔ بلاذری لکھتا ہے کہ حضرت علیؑ ایک اموی کے گھر سے گذرے۔ اندر سے کسی لڑکی کے نغمے کی تان سنائی دی: قتل عثمان کی ذمہ داری زبیر پر ہے، اس سے بھی زیادہ ظالم طلحہ تھا، ان دونوں نے آگ

ا۔ نہج البلاغہ، ج ا، ص ۲۵۴، (ص ۱۹۴) خطبہ، ۱۳۷۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۹، ص ۳۳، خطبہ، ۷، ص ۱۳۷۔

۲۔ استیعاب، القسم الثانی، ص ۷۶۷۔ نمبر ۱۲۸۰۔

۳۔ نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۲، ص ۶۳ ۳۔ کتاب ا۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۹۰، (ج ۱۴، ص ۷) کتاب ا۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ا، ص ۵۸۔ (ج ا، ص ۵۸) (ج ا، ص ۶۳)

بھڑکائی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا اس لڑکی کو قتل کرے۔ خوب سمجھتی ہے کہ انتقام کس سے لیا جائے۔ (۱)

۴۔ طبری نے ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے: قتل عثمان کے پانچ روز بعد مکہ سے مدینہ آیا اور علیؑ کے گھر گیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ مغیرہ حضرت کی خدمت میں ہے تھوڑی دیر بعد مغیرہ نے نکل کر سلام کر کے پوچھا: کب آئے؟ میں نے کہا: ابھی آیا ہوں۔ پھر میں نے حضرت کی خدمت میں جا کر سلام کیا۔ مجھ سے پوچھا: تم نے طلحہ وزبیر کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! نواصف میں تھے۔ پوچھا: ان کے ساتھ کون کون تھا؟ میں نے کہا: ابوسعید بن حارث اور ہشام، ان کے ساتھ کچھ اور لوگ۔ فرمایا: یہ لوگ پلٹیں گے نہیں اور خون عثمان کی گہار مچا کے قیام کریں گے۔ حالانکہ بخدا! وہ جانتے ہیں کہ وہ خود ہی قاتل عثمان ہیں۔ (۲)

۵۔ طبری لکھتا ہے سعید نے مروان کے جرگے کے ساتھ اس سے ذات عرق پر ملاقات کی، ان سے کہا: کہاں جاتے ہو قصاص والے تو اسی شتر پر سوار ہیں۔ انھیں قتل کر کے گھر واپس جاؤ۔ اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ انھوں نے کہا: نہیں، ہم اس لیے جا رہے ہیں کہ شاید سبھی قاتلوں کو قتل کر سکیں۔ پھر سعید نے طلحہ وزبیر سے ملاقات کی اور ان سے پوچھا: کامیابی کے بعد حکومت کس کو سونپو گے۔ سچ سچ بتانا؟ انھوں نے کہا: ہم دونوں میں سے جس کی بھی بیعت کر لی جائے۔ بولا: ان کو فرزندان عثمان کے سپرد کردو۔ کیا تم خون عثمان کا مطالبہ نہیں کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا: کامیابی کے بعد بوڑھے مہاجرین کے بیٹوں میں سے کسی کو حکومت سونپ دی جائیگی۔ سعید نے کہا: نہیں بلکہ خلافت قبیلہ عبد مناف سے باہر آنی چاہیئے۔ مغیرہ نے کہا: سعید کی بات صحیح ہے بنابریں ہر ثقفی کو کنارہ کشی اختیار کر لینی چاہیئے۔ (۳)

۶۔ ابن عباس نے معاویہ کو لکھا: طلحہ وزبیر نے عثمان کے خلاف شورش پھیلائی۔ خود ہی علیؑ کی بیعت کر کے توڑی اور حکومت ہتھیانے میں لگ گئے۔ ہم نے اسی لیے ان سے جنگ کی۔ جس طرح تجھ

۱۔ انساب الاشراف، ج۶، ص۲۲۹۔

۲۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۶۰۔ (ج۴، ص۴۴۰) حوادث، ۳۵ھ۔

۳۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۶۸۔ (ج۴، ص۴۵۳) حوادث، ۳۶ھ۔

سے اس لیے جنگ کر رہا ہوں کہ تو باغی گروہ ہے۔(۱)

۷۔ قبیلہ طے کے سردار حابس نے معاویہ کے سامنے اپنے چچیرے بھائی کو پیش کیا کہ یہ قتل عثمان اور بعد کے تمام حالات کا چشم دید گواہ ہے اس سے تفصیل معلوم کر لیجیے کیونکہ معتبر اور سچا آدمی ہے۔ معاویہ نے تفصیل پوچھی تو کہا: محمد بن ابی بکر اور عمار یاسر قتل عثمان کے عہدار تھے۔ عدی بن حاتم، مالک اشتر اور عمرو بن حمق اس میں بہت زیادہ پھرتی دکھا رہے تھے لیکن سب سے زیادہ کوشش طلحہ و زبیر نے کی۔ حضرت علی علیہ السلام ان تمام معاملات سے قطعی علیحدہ تھے۔ پھر لوگ حضرت علیؑ کی بیعت کرنے اس طرح ٹوٹ پڑے کہ جوتیاں گم ہوگئیں، عبائیں دوش سے گر گئیں اور بوڑھے کچل گئے۔ کسی نے اس درمیان عثمان کا نام تک نہ لیا۔(۲)

۸۔ مستدرک حاکم میں حسن بصری کا بیان نقل ہے کہ طلحہ و زبیر بصرہ آئے۔ لوگوں نے ان سے آنے کی وجہ پوچھی تو کہا کہ خون عثمان کا بدلہ لینے آئے ہیں۔ حسن بصری کہتے ہیں: اے سبحان اللہ! لوگ اتنی بھی عقل نہیں رکھتے تھے کہ ان سے پوچھتے: بخدا قسم! تمہارے علاوہ کس نے انھیں قتل کیا ہے؟(۳)

۹۔ جب عائشہ بصرہ کے قریب پہونچیں تو عثمان بن حنیف نے ابوالاسود دوئلی کو بھیجا کہ آنے کی وجہ پوچھیں۔ عائشہ نے کہا: خون عثمان کا بدلہ لینے۔ جواب دیا: یہاں بصرہ میں کوئی قاتل عثمان نہیں۔ عائشہ نے کہا: صحیح ہے لیکن مدینے میں علیؑ کے پاس ہیں۔ میں آئی ہوں کہ بصرہ والوں کو لے کر علیؑ سے جنگ کروں۔ تم لوگ عثمان کے ہاتھ سے تازیانہ کھاتے تھے تو میں غصہ ہوتی تھی۔ عثمان کے قتل پر تلوار کیوں نہ اٹھاؤں۔ کہا گیا: آپ کو تازیانہ اور شمشیر سے کیا کام۔ آپ کو خدا نے گھر میں بیٹھنے کا حکم دیا ہے۔ عورتوں سے جہاد ساقط ہے۔ پھر یہ کہ خود علیؑ آپ کے مقابلے میں عثمان کے رشتہ دار ہیں، انھیں عبد مناف کے خاندان میں ہونے کا شرف حاصل ہے، انھیں آپ سے زیادہ قصاص کا حق حاصل ہے۔ عائشہ نے کہا:

۱۔ وقعہ (کتاب) صفین، ص۴۷۲۔ ص۴۱۵۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۲۸۹۔ (ج۸، ص۶۶) خطبہ، ۱۳۴۔

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۴۷۔ (ج۱، ص۸۷۔) کتاب صفین، ص۷۲۔ (ص۶۵۔) شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۲۵۹۔ (ج۳، ص۱۱۱۔)

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۱۸۔ ج۳، ص۱۲۸۔ حدیث ۴۶۰۶۔

میں نے جو ارادہ کرلیا ہے اسے بجالائے بغیر واپس نہ جاؤں گی۔ اے ابوالاسود! کیا تم سوچ سکتے ہو کہ کوئی مجھ سے بھی جنگ کرنے کی جرأت کرے گا۔ جواب دیا: جی ہاں! آپ سے سخت ترین جنگ ہوگی۔ پھر ابوالاسود دوئلی نے زبیر سے ملاقات کی اور کہا: لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کے وقت تمہیں دیکھا تھا کہ قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھے ہوئے چلا رہے تھے کہ کوئی بھی علیؑ سے زیادہ حقدار خلافت نہیں ہے۔ یہ آج تمہاری حالت کیا ہے؟ زبیر نے خون عثمان کی بات کہی تو ابوالاسود نے کہا: مجھے تو معلوم ہوا ہے کہ تم نے اور طلحہ ہی نے انھیں قتل کرایا۔ پھر طلحہ سے ملنے گئے تو دیکھا کہ وہ جنگ اور فتنہ ہی کی بات کر رہا ہے۔(۱)

۱۰۔ عثمان بن حنیف اپنے ساتھیوں کے ساتھ طلحہ و زبیر سے ملنے گئے تا کہ خدا کو درمیان میں لا کر بیعت علی علیہ السلام کی یاد دلائیں۔ انھوں نے کہا: ہم انتقام خون عثمان لینا چاہتے ہیں۔ کہا گیا: تم سے کیا ربط؟ ان کے بیٹوں کو انتقام لینا چاہیئے۔ نہیں، خدا کی قسم! ایسا نہیں ہے جب تم لوگوں نے دیکھا کہ لوگ علیؑ کی بیعت و خلافت پر متفق ہو گئے ہیں تو ان پر حسد کرنے لگے۔ خود خلافت ہتھیانے کی فکر میں لگ گئے جو ہاتھ سے نکل گئی۔ یہ سن کر طلحہ و زبیر عثمان بن حنیف کو ماں بہن کی گندی گندی گالیاں دینے لگے۔(۲)

۱۱۔ جب طلحہ و زبیر و عائشہ خیبر کے مقام اوطاس پر پہونچے تو سعید بن عاص نے مغیرہ کے ساتھ ان سے ملاقات کی۔ عائشہ سے پوچھا: کہاں جارہی ہیں ام المومنین! جواب دیا: برائے انتقام خون عثمان بصرہ جارہی ہوں۔ کہا: قاتلان عثمان تو آپ ہی کے ساتھ یہ لوگ ہیں۔ پھر مروان کی طرف رخ کر کے یہی کہا کہ قاتلان عثمان تو تمہارے ہی ساتھ یہ دونوں طلحہ زبیر ہیں۔ انھوں نے عثمان کو قتل کیا کہ حکومت حاصل کرلیں۔ جب حکومت نہ حاصل کر سکے تو اب خون سے اپنا گناہ دھونا چاہتے ہیں۔ پھر مغیرہ نے لوگوں کی طرف رخ کر کے کہا:

لوگو! تم نے ام المومنین کے ساتھ قیام کیا ہے۔ اگر انھیں گھر میں واپس کردو تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ قاتلان عثمان تو تمہارے ہی ساتھ ہیں۔ ورنہ پھر بتاؤ کہ علیؑ کے کون سے اقدام سے تم لوگ

۱۔ الامامہ والسیاسۃ، ج۱، ص۵۷۔ (ج۱، ص۶۱۔) العقد الفرید، ج۲، ص۲۷۸۔ (ج۴، ص۱۲۳۔) شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۸۱، (ج۶، ص۲۲۵۔) خطبہ ۷۹۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۵۰۰۔ (ج۹، ص۳۱۹) خطبہ ۱۳۷۔

ناراض ہو۔ خدا کو یاد کرو، کیا ایک سال میں دو فتنے برپا ہوں گے؟ لیکن لوگوں نے مغیرہ کی بات نہ مانی۔ (۱)

۱۲۔ جب طلحہ و زبیر نے بصرہ میں چھاؤنی ڈالی تو ابن حنیف نے عمران بن حصین اور ابو الاسود کو سمجھانے بجھانے کے لیے بھیجا۔ ان دونوں نے بلند آواز سے طلحہ کو آواز دی۔ جب وہ سامنے آئے تو ابو الاسود نے کہا: تم نے بغیر ہمارے مشورے کے عثمان کو قتل کیا اور اسی طرح علیؑ کی بیعت کر لی۔ ہمیں نہ تو قتل عثمان پر غصہ آیا نہ بیعت علیؑ پر۔ اب تم رائے بدل کے بیعت علیؑ توڑنے پر آمادہ ہو جب کہ ہم بیعت پر قائم ہیں۔ اب تم ہی کو اس کے تصفیہ کی صورت نکالنی چاہیئے۔

اس کے بعد عمران صحابی رسول ﷺ نے تقریر شروع کی:

اے طلحہ! تم نے عثمان کو قتل کیا تو ہم اس پر غصہ نہ ہوئے پھر تم نے علیؑ کی بیعت کر لی تمہاری بیعت کے بعد ہم نے بیعت کی، اب اگر قتل عثمان صحیح تھا تو تم نے یہ راستہ کیوں اپنایا؟ اور اگر صحیح نہیں تھا تو اس خرابی میں تمہارا حصہ زیادہ ہے۔ تمہیں سب سے زیادہ اس کی سزا ملنی چاہیئے۔ طلحہ نے کہا: تمہارے صاحب علیؑ کا نظریہ یہ ہے کہ کسی کو خلافت میں شریک نہ کیا جائے۔ اب ہمارے بیعت توڑنے کا معاملہ دوسرا ہے، بخدا قسم! ہم ضرور علیؑ کو قتل کریں گے۔ ابو الاسود نے عمران سے کہا: اب آپ نے سمجھ لیا کہ یہ صرف حکومت کے چکر میں سارا ڈھونگ رچائے ہوئے ہیں۔

پھر یہ دونوں زبیر کے پاس گئے اور کہا: ابھی ہم نے طلحہ سے گفتگو کی ہے۔ یہ سن کر زبیر نے کہا: میں اور طلحہ ایک جان دو قالب ہیں۔ آپ لوگ سمجھ لیجئے کہ عثمان کے معاملے میں ہم سے کچھ غلطیاں ہوئی ہیں اب ہم انتقام کے ذریعے ان کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ اگر حالات زمانہ ہمارے موافق ہوئے تو۔ (۲)

۱۳۔ عمار یاسر نے تقریر میں فرمایا: کوفے والو! اگر چہ تم موجود نہیں تھے لیکن تمہیں تمام حالات معلوم ہو گئے ہیں، قاتلان عثمان کو ان کے قتل سے انکار نہیں ہے، نہ عذر و توبہ کر رہے ہیں۔ وہ قرآن کو فیصلے کی بنیاد بنانا چاہتے ہیں تا کہ مخالفوں کے سامنے بات چیت ہو سکے۔ خدا اسے زندہ رکھے جو تعلیمات

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۵۵۔ (ج۱، ص۶۰۔)

۲۔ امامۃ السیاسۃ، ج۱، ص۵۶۔ (ج۱، ص۶۱۔)

قرآن کو زندہ رکھے اور اسے قتل کرے جو اسے مردہ کرے۔ طلحہ وزبیر نے سب سے پہلے زبان طعن کھولی اور سب سے آخر تک قتل عثمان کا حکم دیتے رہے انھیں دونوں نے سب سے پہلے علیؑ کی بیعت کی اور جب ان کی امیدوں کے برخلاف گذرا تو بیعت توڑ دی۔ حالانکہ علیؑ سے کوئی بدعت سرزد نہیں ہوئی تھی۔(۱)

۱۴۔ بلاذری نے بحوالہ مدائنی نقل کیا ہے کہ عبدالملک نے علقمہ بن صفوان کو مکہ کا گورنر بنایا۔ اس نے منبر پر جا کر طلحہ وزبیر کو گالیاں دیں۔ اور نیچے آکر ابان بن عثمان سے پوچھا: میں نے تمہارے باپ کے قاتلوں کو گالیاں دیں تو تم خوش ہوئے؟ ابان نے کہا: نہیں ہرگز نہیں مجھے بہت برا لگا۔ کیونکہ میں تم کو بھی قتل عثمان میں شریک سمجھتا ہوں ۔(۲)

۱۵۔ حضرت علیؑ نے تقریر میں فرمایا:

طلحہ وزبیر کی سنو کہ ان دونوں نے میری بیعت کی تم جانتے ہو۔ پھر خیانت کرتے ہوئے بیعت توڑ کر عائشہ کو لیے ہوئے بصرہ چلے گئے تاکہ اتحاد اسلامی کو پارہ پارہ کر دیں۔ خدایا! ان کے کرتوت پر ان سے سخت انتقام لے اور انھیں مہلت زندگی نہ دے کیونکہ یہ ایسا مطالبہ کر رہے ہیں جس کے خود مرتکب ہیں۔(۳)

۱۶۔ بحوالہ کلبی شرح ابن ابی الحدید میں حضرت کا ایک اور خطبہ ہے:

طلحہ وزبیر کیا کہتے ہیں؟ انھیں میری حکومت پر نہ کوئی حق اعتراض ہے نہ شرکت۔ انھوں نے ایک سال یا چند مہینے بھی صبر نہ کیا اور نافرمانی کر کے بغاوت پر کمربستہ ہو گئے۔ حالانکہ آزادانہ بیعت کے بعد بیعت توڑنے کا انھیں کوئی حق نہیں ۔ یہ مردہ بدعت کو زندہ کرنا چاہتے ہیں ۔ کیا یہ خون عثمان کا مطالبہ کر رہے ہیں ۔ یہ تو خود اس کے مرتکب ہوئے ہیں انھیں خود اپنے سے انتقام لینا چاہیئے ۔ میں تو اسی پر راضی ہوں کہ خدا انھیں مجرم قرار دیتا ہے۔(۴)

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۵۹۔(ج۱، ص۶۴۔)

۲۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۱۲۰۔(ج۶، ص۱۴۹۔)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۰۲۔(ج۱، ص۳۰۷، ۳۰۸۔) خطبہ ۲۲۔

۴۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۰۲، ج۱، ص۳۰۷۔۳۰۸۔ خطبہ ۲۲۔

۱۷۔ مالک اشتر نے امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کیا:

ہم پر طلحہ، زبیر اور عائشہ کا معاملہ بخوبی روشن ہے۔ یہ ہمیں دھوکہ نہیں دے سکتے، انھوں نے راضی خوشی آپ کی بیعت کی اور بغیر کسی وجہ کے آپ سے باغی ہو گئے۔ اب وہ انتقام کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو خود اپنے سے انتقام لیں۔ کیونکہ پہلے انھوں نے ہی عثمان کے خلاف شورش پیدا کی پھر خون بہایا۔ خدا گواہ ہے اگر انھوں نے آپ کی بیعت نہ کر لی ہوتی تو میں عثمان کے پاس انھیں بھی پہونچا دیتا۔ کیونکہ تلواریں ہمارے کاندھوں پر تھیں اور آج بھی وہی دل ہمارے سینوں میں ہے۔ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اس قسم کی روایات پچاس سے اوپر ہیں۔ ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں دونوں نے عثمان کے خلاف شورش پیدا کی اور خون عثمان بہانا جائز سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں انھوں نے ایسا رویہ اپنایا جسے کوئی مسلمان جائز نہیں سمجھ سکتا۔ مثلاً طلحہ نے عثمان پر پانی بند کر دیا، جواب سلام نہ دیا، دفن میں رکاوٹ پیدا کی، جنازے پر سنگباری کی۔ وہ چاہتے تھے کہ عثمان کو حش کوکب میں دفن کیا جائے، جو یہودیوں کا قبرستان ہے۔ کیا یہ وہی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنھیں عادل کہا جاتا ہے، عشرہ مبشرہ کی فرد ہیں جنھیں جنت کی بشارت دی گئی؟ ان غلط حرکتوں کی بھلا کیا توجیہ کی جا سکتی ہے؟ لیکن ہمیں تو صرف اس نقطہ نظر سے غور کرنا چاہیئے کہ عثمان کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا۔

جہاں تک بیعت توڑنے اور توبہ کرنے کی بات ہے وہ واضح ہے کہ صرف حکومت ہتھیانے کے لیے یہ ڈھونگ رچایا گیا تھا۔ یہی بات زبیر پر بھی صادق آتی ہے، اس گناہ سے یہ توبہ زیادہ بڑا پاپ ہے، اس توبہ کی وجہ سے ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کی جان گئی، زوجۂ رسول کو گھر سے باہر نکالا اور امام عادل کے خلاف مسلحانہ جنگ کی۔ ظاہر ہے کہ یہ توبہ بالکل جھوٹی تھی۔

عبداللہ بن مسعود بدری صحابی

گذشتہ صفحات (۲) میں عبداللہ ابن مسعود کے ساتھ عثمان کا رویہ بیان کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۰۳۔ ج ۱، ص ۳۱۱، خطبہ ۲۲۔

۲۔ اس جلد کے ابتدائی دو صفحے۔

ہے کہ ابن مسعود عثمان کے سخت مخالف اور بدعتوں پر تنقید کر کے عراقیوں کو بھڑکایا کرتے تھے، اسی لیے انھیں جیل اور جلاوطنی کے علاوہ اپنے وظیفے سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔ عثمان نے غصے میں مسجد رسولؐ سے نکال باہر کیا۔ نوکروں نے کچل کر پسلیاں توڑ دیں اور خود عثمان نے چالیس تازیانے مارے۔ ابن مسعود نے عثمان کو اتنا برا آدمی سمجھا کہ عمر بھر غصہ رہے اور وصیت کردی کہ عثمان میری نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔ کیونکہ وہ امام عادل نہیں ہیں۔ طٰہٰ حسین (۱) لکھتے ہیں کہ کوفے کے زمانہ قیام میں ابن مسعود عثمان کا قتل جائز سمجھتے تھے اور ان کی بدعتوں پر تنقید کیا کرتے تھے۔ (۲) یہ ہے ایک عظیم بدری صحابی کی رائے جسے رسول اکرمؐ کا شبیہ کہا جاتا تھا، بہت اہم ہے کہ اس کے بعد عثمان کی صفائی دینے کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

عمار یاسر: بدری صحابی، خدا اور رسولؐ کے محبوب

۱۔ عمار نے جنگ صفین میں تقریر کی: خدا کے بندو! ہمارے ساتھ ان لوگوں سے جنگ کے لیے کھڑے ہو جاؤ جو ایک ظالم، پاپی مقتول کے انتقام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسے نیک لوگوں نے قتل کیا۔ ہم نے اس کی بدعتوں کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتارا۔ وہ دولت دنیا پر ٹوٹا ہوا تھا۔ اب یہ بھی اپنی دنیا کے لیے جنگ کر رہے ہیں انھیں خوف ہے کہ علیؑ کی حکومت ہوگئی تو انھیں دنیا نہیں مل سکتی۔ انھیں سبقت اسلامی حاصل نہیں اور نہ حکومت کے لائق ہیں۔ یہ سیاسی بہانہ مطلق العنان بادشاہی کے لیے ہے۔ (۳)

۲۔ حضرت علیؑ نے ایک وفد معاویہ کے پاس بھیجا جس میں شبت بن ربعی بھی تھا۔ معاویہ سے شبت نے پوچھا: کیا آپ عمار یاسر پر قابو پا جائیں گے تو قتل کردیں گے؟ معاویہ نے کہا: ہم کیوں نہ عمار کو

۱۔ الفتنۃ الکبریٰ۔ ص ۱۷۱۔ (المجموعۃ الکاملۃ لمؤلفات طٰہٰ حسین مجلد ۴، ص ۳۶۶۔

۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۳۸۔ نمبر ۲۱۔

۳۔ کتاب صفین، ص ۳۶۱۔ ۳۶۹۔ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۲۱۔ (ج ۵، ص ۳۹) حوادث، ۳۷ھ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۲۳۔ (ج ۲، ص ۳۸۰) حوادث، ۳۷۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۵۰۴۔ ج ۵، ص ۲۵۲۔ خطبہ ۶۵۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۲۶۶ (ج ۷، ص ۲۹۶) حوادث، ۳۷ھ۔ جمہرۃ الخطب، ج ۱، ص ۸۱۔ (ج ۱، ص ۳۵۷) خطبہ ۲۴۵۔

قتل کریں گے؟ بخدا! اگر فرزند سمیہ (عمار یاسر) میرے قابو میں آجائے تو غلام عثمان کے بدلے میں ان کو قتل کردیں گے۔ شبث نے کہا: خدائے آسمان کی قسم! تم عمار یاسر کو اس وقت تک قتل نہیں کرسکتے جب تک کشتوں کے پشتے نہ لگ جائیں۔ (۱)

۳۔ حضرت علی علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام کو عمار کے ساتھ کوفہ بھیجا۔ سب سے پہلے مسروق بن اجدع نے عمار یاسر سے پوچھا: آپ نے عثمان کو کیوں قتل کیا؟ جواب دیا: چونکہ وہ ہماری عزت سے کھیلتا تھا اور ہمارے لیے دردسر تھا۔ مسروق نے کہا: بخدا! تم اپنی سزا کو نہیں پہونچے۔ پھر ابوموسیٰ آئے اور امام حسن علیہ السلام کو سینے سے لگا کر عمار کی طرف مخاطب ہوئے: تم نے قاتلان عثمان کا ساتھ دے کر اپنے کو ظالموں میں کرلیا۔ عمار نے کہا: ہم نے یہ کام نہیں کیا لیکن قتل کو برا بھی نہ سمجھا۔ (۲)

۴۔ باقلانی کہتے ہیں کہ روایت ہے کہ عمار کہتے تھے عثمان کافر ہوگئے ہیں پھر وہ قتل عثمان کے بعد کہتے تھے کہ جب انھیں قتل کیا تو وہ کافر تھے۔ (۳)

اس کے بعد باقلانی نے عثمان کی صفائی میں ادب آموزی کا خلیفہ کی طرف سے غور کیا ہے لیکن عمار کی شان میں صحاح و مسانید میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں یا قرآن میں جو مدح سرائی وارد ہوئی ہے اس کے بعد یہ صفائی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

۵۔ ابومخنف ایک شخص کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ مقام قادسیہ میں امام حسن علیہ السلام و عمار یاسر کو میں نے دیکھا کہ آپ فرمارہے تھے: مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ لوگوں نے عثمان کی لاش نکال کر آگ میں کیوں نہ جلادی۔ (۴)

۱۔ کتاب صفین، ص ۲۲۳، ص ۱۹۸۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۳۔ (ج ۵، ص ۶) حوادث، ۳۷ھ۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۲۴، (ج ۲، ص ۳۶۸) حوادث، ۳۷ھ۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۳۴۴، (ج ۴، ص ۲۱) خطبہ ۵۴۔ البدایہ والنھایہ، ج ۷، ص ۲۵۷، حوادث، ۳۷ھ جمہرۃ الخطب، ج ۱، ص ۳۳۳ خطبہ ۲۲۴۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۸۷، ج ۴، ص ۴۸۲، حوادث، ۳۶ھ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۸۵، (۱۴، ص ۱۹) تاریخ کامل، ج ۳، ص ۹۷، (ج ۲، ص ۳۲۷) حوادث، ۳۶ھ۔

۳۔ التمہید باقلانی، ص ۲۲۰۔ ۴۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۹۲، (ج ۴، ص ۱۱) خطبہ ۱۔

۶۔نصر بن مزاحم نے عمار اور عمرو عاص کے درمیان گفتگو کو نقل کیا ہے۔عمرو نے عمار سے پوچھا: عثمان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ عمار نے کہا: انھوں نے ہر برائی کا دروازہ کھولا۔عمرو نے کہا: اسی لیے علیؑ نے انھیں قتل کیا؟

عمار نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! خدا نے انھیں قتل کیا اور علیؑ خدا کے ساتھ تھے۔

عمرو نے پوچھا: آپ بھی ان قاتلوں میں ہیں؟

عمار نے کہا: میں قاتلوں کے ہمراہ تھا اور آج بھی انھیں کے ساتھ ہو کر جنگ کر رہا ہوں۔

عمرو نے پوچھا: انھیں قتل کیوں کیا؟ عمار نے کہا: چونکہ اس نے ہمارا دین بدل دیا تھا۔

عمرو نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا: سنتے نہیں ہو، یہ خود قتل عثمان کا اعتراف کر رہے ہیں۔عمار نے کہا: اسی طرح فرعون نے رخ کر کے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا: سنتے نہیں ہو....۔(۱)

۷۔عمار نے جنگ صفین میں للکارا:

کہاں ہیں وہ لوگ جو رضائے خدا کے لیے دولت و مال سے دل ہٹا چکے ہیں۔ یہ سن کر ایک جماعت نکلی۔ان سے فرمایا: ان لوگوں سے جنگ کرو جو دعوی کرتے ہیں کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے۔بخدا! عثمان نے خود اپنے اوپر ظلم کیا اور حکم خدا کے خلاف حکومت کی۔(۲)

طٰہ حسین لکھتے ہیں عمار یاسر عثمان کو کافر کہتے تھے۔ان کا خون مباح سمجھتے تھے اور نعثل کے نام سے خطاب کرتے تھے۔(۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ عقیدہ ہے ایک عظیم صحابی کا، جس کی مدح میں قرآن وحدیث میں ہے کہ وہ سرتاپا ایمان سے لبریز ہے، حق اس کے ساتھ ہے اور وہ حق کے ساتھ۔ان تمام تعریفوں کے ساتھ عمار یاسر کا عقیدہ تھا کہ عثمان ظالم تھے اور انھوں نے دین بدل دیا تھا لہٰذا ان کا قتل جائز ہے۔جو لوگ ان کے انتقام میں کھڑے ہوئے تھے ان کو باغی گروہ سمجھتے ہیں اور سخت متعصف ہیں کہ ان کی لاش نکال کر

۱۔کتاب صفین، ص۳۸۴، ص۳۳۸۔شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۲۷۳، (ج۸، ص۲۲) خطبہ۱۲۴۔

۲۔کتاب صفین، ص۳۶۰، ص۳۲۶۔

۳۔الفتنۃ الکبریٰ، ص۱۷۱۔المجموعۃ الکاملۃ لمؤلفات طٰہ حسین مجلد۴، ص۳۶۶۔

آگ میں کیوں نہ جلادی گئی اور پھر وہ جنگ صفین میں باغی گروہ کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

مقداد: جنگ بدر کے شہسوار

یعقوبی(۱) نے خلافت عثمان کے ذیل میں لکھا ہے کہ مقداد حضرت علیؑ کے طرفدار تھے اور عثمان کی سخت مذمت کرتے تھے۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے مسجد میں ایک شخص کو دوزانو بیٹھے ہوئے دیکھا جو ایسے سرد آہ کھینچ رہا تھا جیسے اس کی ساری پونجی لٹ گئی ہو اور کہہ رہا تھا: مجھے قریش پر حیرت ہے کہ انھوں نے حکومت کو خاندان پیغمبرؑ سے نکال لیا۔ حالانکہ علیؑ سابق الایمان، ابن عم رسولؐ، عالم، افقہ اور سب سے زیادہ دین کے معاملے میں تکلیف اٹھانے والے تھے۔ وہ ہادی بھی تھے اور مہدی بھی تھے۔ اب امت صلاح سے دور ہو گئی ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے، تو معلوم ہوا کہ یہ مقداد ابن اسود ہیں۔ ان کی تائید ابوذر اور ابن مسعود نے کی۔

ابن عبدربہ لکھتے ہیں کہ بیعت عثمان کے موقع پر عمار نے ابن عوف سے کہا: مسلمانوں میں اختلاف نہ ہونے کی ایک صورت ہے کہ علیؑ کی بیعت کی جائے۔ مقداد نے کہا: عمار صحیح کہتے ہیں۔ اگر علیؑ کی بیعت کی گئی تو ہم سب اطاعت شعار ہو جائیں گے۔ عبداللہ بن ابی سرح نے کہا: اگر چاہتے ہو کہ قریش میں اختلاف نہ ہو تو عثمان کی بیعت کرو اگر عثمان کی بیعت ہوئی تو ہم فرمان بردار ہوں گے۔ عمار نے ابن ابی سرح کو گالی دیکر کہا: تو کب سے مسلمانوں کا ہمدرد بن گیا۔ پھر تقریر کی: لوگو! خلافت کو اہلبیت رسولؐ سے الگ نہ کرو....

مسعودی لکھتا ہے کہ عمار کی تقریر کے بعد مقداد نے کہا: میں نے کسی رسول کو نہیں دیکھا کہ اس کی وفات کے بعد اس کے خاندان کو اذیت دی گئی ہو۔

ابن عوف نے کہا: خلافت کا معاملہ تم سے متعلق نہیں ہے۔ مقداد نے کہا: بخدا! میں عشق رسولؐ میں ڈوب کر کہتا ہوں کہ میرا بھی خلافت سے تعلق ہے۔ تم نے قریش کو مسلمانوں پر مسلط کر دیا ہے۔ بخدا! اگر

۱۔ تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۱۴۰۔ (ج۲، ص۱۶۳، ۔)

مجھے مددگار مل جائیں تو قریش کے خلاف بے دھڑک جنگ کروں، جس طرح رسولؐ کے ساتھ ان سے جنگ کی تھی۔(۱)

اس سے قبل لکھا جا چکا ہے کہ مقداد نے عثمان کو خط لکھ کر ان کی بدعتیں گنائی تھیں اور خدا سے ڈراتے ہوئے کہا تھا: اگر تم اس سے باز نہ آئے تو تم پر چڑھائی کی جائیگی۔(۲)

مقداد بزرگ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ دیندار، صالح اور دونوں ہجرتوں سے سرفراز تھے۔ اولین اسلامی جنگ، بدر میں رسولؐ کے ساتھ تھے۔ اہلسنت انھیں سات ان افراد میں گنتے ہیں جو اسلام لائے۔ رسولؐ نے انھیں شب زندہ دار کا لقب دیا تھا۔(۳) ایسا بزرگ صحابی جس سے محبت کرنے کا خدا نے رسول کو حکم دیا تھا۔ عثمان کے سخت مخالف تھے۔ گویا ان کی پوری پونجی ہی لٹ گئی ہو۔ لوگوں کو عثمان کے خلاف بغاوت پر ابھارتے تھے۔ ان کی حکومت کو نافرجام اور مایۂ بدبختی سمجھتے تھے۔ چلاتے ہیں کہ اگر مددگار مل جائیں تو چڑھ دوڑوں۔(۴)

حجر بن عدی، زاہد کوفہ

معاویہ نے مغیرہ کو والی کوفہ بنایا تو وصیت کی کہ علی علیہ السلام پر لعن اور عثمان پر رحمت و استغفار بہت زیادہ کرنا۔ مغیرہ نے اس پر سختی سے عمل کیا۔ وہ سات سال کچھ مہینے کوفہ کا گورنر رہا۔ اس درمیان جب بھی علی

۱۔ العقد الفرید، ج۲، ص۲۶۰، (ج۴، ص۱۰۰)۔ مروج الذھب، ج۱، ص۴۴۰، (ج۲، ص۳۶۰)۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۴۷، (ج۴، ص ۴۳۲) حوادث ۳۲ھ۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۲۹، ۳۰۔ (ج۲، ص۲۲۳) حوادث، ۲۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۶۵۔ خطبہ، ۳۔

۲۔ انساب الاشراف، بلاذری، ج۶، ص۱۶۲۔

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۳۸۴، ۳۴۹۔ (ج۳، ص۳۹۱) حدیث، ۵۴۸۴۔ ص۳۹۲، حدیث ۵۴۸۷۔ استیعاب، ج۱، ص۲۸۹، القسم الثالث الرابع، ص۱۴۸۱۔ نمبر ۲۵۶۱۔ اسد الغابہ، ج۴، ص۴۱۰۔ (ج۵، ص۲۵۱) نمبر ۵۰۶۹۔ الاصابہ ج۳، ص ۴۵۵، نمبر ۸۱۸۳۔

۴۔ سنن ترمذی، ج۵، ص۵۹۴۔ حدیث ۳۷۱۸۔ استیعاب، ج۱، ص۲۹۰۔ القسم الرابع، ۱۴۸۲۔ نمبر ۲۵۶۱۔ اسد الغابہ، ج۴، ص۴۱۰۔ (ج۵، ص۲۵۲)۔ الاصابہ، ج۳، ص۴۵۵۔ نمبر ۸۱۸۳۔

پر لعنت، عثمان پر رحمت اور قاتلوں پر نفرین کرتا تھا تو حجر بن عدی عثمان اور ان کے حمایتی افراد پر لعنت کیا کرتے تھے۔ ۵۱ھ میں زیادہ گورنر ہوا تو اس نے بھی یہی رویہ اختیار کیا۔ حجر نے اس کے ساتھ بھی یہی طریقہ اپنایا۔ ایک دن خطبۂ جمعہ کو طول دیا تو حجر نے کنکریاں مار کر نماز یاد دلائی۔ زیاد نے یہ ماجرا معاویہ کو لکھ بھیجا اور معاویہ کے حکم سے ان صلحاء کوفہ کو جن میں ارقم بن عبداللہ، شریک بن شداد، صیفی بن فسیل، قبیصہ، کریم بن عفیف، عاصم بن عوف، ورقاء بن سمی، کدام بن حیان، عبدالرحمٰن بن حسان، محرز بن شھاب اور عبداللہ بن حویہ کو مرج عذرا میں قید کر دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ اگر تم نے محبت علی علیہ السلام سے براۃ نہیں کی تو تمہیں زندہ دفن کر دیا جائے گا۔ جب انھوں نے انکار کیا تو حجر، شریک، صیفی، قبیصہ، محرز اور کدام کو قتل کر دیا گیا۔ (۱)

یہ نظریہ تھا عثمان کے بارے میں صحابی عظیم حجر کا، جو پھانسی کے پھندے پر بھی کہہ رہے تھے کہ عثمان نے سب سے پہلے ظالمانہ حکم اور باطل کو تقویت دی۔ وہ قتل ہو گئے لیکن اپنے عقیدے سے باز نہ آئے۔

عبدالرحمٰن بن حسان عنزی

حجر اور ان کے دوستوں کے قتل کے بعد عبدالرحمٰن بن حسان اور کریم بن عفیف نے معاویہ کے کارندوں سے کہا: مجھے معاویہ کے پاس لے چلو تا کہ علیؑ کے متعلق اس کے نظریہ کا اظہار کیا جائے۔ معاویہ سے پوچھا گیا تو اس نے دمشق بھیجنے کو کہا۔ ان دونوں نے حجر کی لاش دیکھ کر کہا: ہم تم سے دور نہیں ہیں۔ تم کیا ہی اچھے مسلمان تھے۔ پھر انھیں معاویہ کے پاس لے جایا گیا۔ کریم نے معاویہ سے کہا: تم فانی دنیا سے آخرت کی طرف بہرحال جاؤ گے خدا کو کیا جواب دو گے؟ پوچھا: علی علیہ السلام کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ کہا: میں وہی کہتا ہوں جو تو کہتا ہے۔ لیکن کیا تو دین علیؑ سے بیزاری اختیار کر سکتا ہے؟ شمر بن

۱۔ الآغانی ج۱۶، ص۱۱۔۲۔ (ج۱۷، ص۱۵۹۔۱۳۷)۔ تاریخ طبری، ج۶، ص۱۶۰۔۱۴۱۔ (ج۵، ص۲۸۵۔۲۵۳۔ حوادث، ۵۱ھ)۔ تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص۳۸۱۔۳۷۰۔ (ج۸، ص۲۷۔۲۱، نمبر ۵۸۸)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج۴، ص۲۳۸۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۲۱۰۔۲۰۲۔ (ج۲، ص۴۸۸، حوادث، ۵۱ھ)۔ البدیۃ والنھایۃ، ج۸، ص۵۵۔۴۹، (ج۸، ص۵۹۔۵۴۔ حوادث ۵۱ھ)۔

عبداللہ جوان کا ہم قبیلہ تھا اس نے معاویہ سے شفارش کی۔ معاویہ نے ایک ماہ کی قید کے بعد اس شرط سے رہا کیا کہ کبھی کوفہ نہ جائیں۔

عبدالرحمٰن بن حسان سے معاویہ نے علیؑ کے متعلق رائے پوچھی تو فرمایا: وہ یاد خدا میں مستغرق اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والے تھے۔ عثمان کے متعلق پوچھا تو فرمایا: اس نے ظلم کا دروازہ کھولا اور حق کی راہیں بند کیں۔ معاویہ نے زیاد کو تاکید کی کہ بدترین موت مارو۔ اس نے مقام قیس ناطف میں انھیں زندہ دفن کر دیا۔(۱)

ہاشم مرقال

جنگ صفین میں معاویہ کے لشکر سے ایک جوان رجز پڑھتا ہوا نکلا کہ میں شاہان غسان کا فرزند اور دین عثمان پر ہوں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کیا ہے... پھر وہ حملہ کر کے حضرت علیؑ کو برا بھلا کہنے لگا۔

ہاشم مرقال نے اس سے فرمایا: تو جو کچھ کہہ رہا ہے خدا کے یہاں اس کا جواب دینا ہوگا۔ جوان نے کہا: میں تم سے اس لیے جنگ کر رہا ہوں جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے تمہارا صاحب (علیؑ) نماز نہیں پڑھتا ہے، تم بھی نماز نہیں پڑھتے۔ تمہارے صاحب نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا اور تم نے قتل میں مدد کی۔ ہاشم نے فرمایا: تمہیں عثمان سے کیا مطلب؟ انھیں تو دیندار اصحاب رسولؐ نے قتل کیا جو امور مسلمین کے زیادہ حقدار تھے۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم نے چند لمحے بھی امت یا دین کے متعلق اعتنا کی ہوگی۔ جوان نے کہا: ہاں، ہاں! میں جھوٹ نہیں بولوں گا کیونکہ جھوٹ سے بدبختی ملتی ہے۔ ہاشم نے کہا: چونکہ تمہیں اس کے متعلق زیادہ واقفیت نہیں اس لیے اس چکر میں نہ پڑو۔ جوان نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے مجھے اچھی نصیحت کی۔ ہاشم بولے: تم نے کہا کہ حضرت علیؑ نماز نہیں پڑھتے۔ تو سن لو کہ علیؑ نے سب سے پہلے

۱۔ الآغانی، ج ۱۶، ص ۱۰، (ج ۱۷، ص ۱۵۶۔) تاریخ طبری، ج ۶، ص ۱۵۵، (ج ۵، ص ۲۷۶۔ حوادث ۵۱ھ)۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۳۷۹۔ (ج ۸، ص ۲۷۔ ۲۶۔ نمبر ۵۸۸)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۲۰۹۔ (ج ۲، ص ۴۹۸، حوادث ۵۱ھ)۔

رسولؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ دین کے سب سے بڑے فقیہ اور منصب ولایت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ اور یہ جو فوج کی قطار دیکھ رہے ہو یہ سب قاری قرآن اور عابد شب زندہ دار ہیں۔ لہٰذا تم دین کے معاملے میں دھوکا نہ کھاؤ۔ جوان نے کہا: آپ مجھے مرد صالح دکھائی پڑتے ہیں اور میں گنہگار و خطا کار ہوں کیا میرے توبہ کی سبیل ہے؟ فرمایا: ہاں! توبہ کرو کیونکہ خدا توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (۱)

یہ ہاشم مرقال بزرگ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیندار بہادر ہیں۔ ان کی رائے عثمان کے بارے میں ہے کہ انھیں ان کی مخالفت قرآن اور بدعتوں کی وجہ سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صاحبان قرآن دینداروں نے قتل کیا ہے۔ (۲)

جہجاہ بن سعید: بیعت رضوان سے آراستہ صحابی

عثمان ایک بار خطبہ دے رہے تھے کہ جہجاہ نے ان کی طرف لپکتے ہوئے فرمایا: اے عثمان! نیچے اترو کہ تمہیں اسی عبا میں لپیٹ کر جبل دخان سے پھینک دوں، جہاں تم نے دیندار اصحاب رسول کو جلا وطن کیا ہے۔

پھر عثمان سے عصا چھین کر گھٹنے سے توڑ دیا۔ عصا کا ایک ٹکڑا ان کے زانو پر لگا اور اسے زخم آلود کر دیا جس کی وجہ سے انھیں خورہ ہوگیا۔ یہ ایام محاصرہ کے کچھ دن پہلے کی بات ہے۔ (۳)

یہ بیعت رضوان والے صحابی جہجاہ ہیں جو عثمان کو دخان پہاڑ سے نیچے پھینکنے پر آمادہ ہیں تاکہ

۱۔ کتاب صفین، ۴۰۲، (۳۵۴)۔ تاریخ طبری، ج۶، ص۲۳، (ج۵، ص۴۳۔ حوادث، ۳۷ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۲۷۸ (ج۸، ص۳۵۔ خطبہ ۱۲۴)۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۱۳۵ (ج۲، ص۳۸۴، حوادث، ۳۷ھ)۔

۲۔ استیعاب، القسم الاول، ص۲۶۸، نمبر۳۵۲۔ اسد الغابۃ، ج۱، ص۳۶۵، نمبر۸۱۸۔ الاصابۃ، ج۱، ص۲۵۳۔ نمبر۱۲۴۵۔

۳۔ انساب الاشراف بلاذری، ج۵، ص۴۷، (ج۶، ص۱۶۰)۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۴۔ (ج۴، ص۶۶، حوادث، ۳۵ھ)۔ استیعاب القسم الاول، ص۲۶۹، نمبر۳۵۲۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۷۰، (ج۲، ص۲۸۷، حوادث، ۳۵ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۵۶، (ج۲، ص۱۴۹، خطبہ ۳)۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۲۳۔ (ج۳، ص۵۵)۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۷، ص۱۷۵ (ج۷، ص۱۹۷، حوادث، ۳۵ھ)۔ الاصابۃ، ج۱، ص۲۵۳، تاریخ الخمیس، ج۲، ص۲۶۰۔

بدعتوں کا خاتمہ ہو جائے۔ ان کے خورہ کو عثمان کی کرامت نہیں کہا جا سکتا۔ جس طرح عبداللہ مخزومی گورنر عثمان کے گھوڑے سے گر کر ہلاک ہونے کو عثمان سے متعلق نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ یہ عام حالات اور اتفاقی حادثہ ہے، پھر یہ کہ ڈاکٹری اعتبار سے اس کی کوئی حقیقت بھی نہیں۔

سہل بن حنیف انصاری بدری

رفاعہ بن رافع انصاری بدری

حجاج بن غزیہ انصاری

بلاذری (۱) لکھتا ہے کہ زید بن ثابت انصاری نے جماعت انصار سے کہا: تم نے رسولؐ کی مدد کر کے انصار لقب پایا اس لیے خلیفہ رسولؐ کی مدد کرو۔ اکثر انصاریوں نے ان کی حمایت کا اعلان کیا لیکن سہل بن حنیف نے کہا: اے زید! عثمان نے مدینہ کے باغوں کے پھل سے تمہارا پیٹ بھر دیا ہے۔ زید نے کہا: یہ بڑھا عثمان اپنی موت آپ مرجائے گا اسے کیوں مارتے ہو۔ حجاج نے کہا: بخدا! اگر آدھے دن بھی اس کی عمر باقی ہے تو اسے قتل کر کے ہم تقرب خداوندی حاصل کریں گے۔ رفاعہ بن مالک اپنے ساتھ آگ لئے ہوئے آئے تھے۔ عثمان کے مکان میں پھونک دیا اور لوگ دوسرے دروازے سے گھس گئے۔

یہ تینوں اصحاب رسولؐ باعظمت تھے اور حجاج کی توجہ کے بارے میں حدیث رسول ﷺ بھی مروی ہے۔ (۲)

ابوایوب انصاریؓ، مجاہد بدر، سابقین صحابہ کی فرد

اپنی تقریر میں فرمایا: امیر المومنین علیؑ کی بات وہی سنے گا جس کے پاس نصیحت پذیر سماعت اور

۱۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۸۷، وج ٦، ص ۱۹۷۔ (ج ۵، ص ۹۰) (ج ٦، ص ۲۱۱)۔

۲۔ الاصابۃ، ج ۱، ص ۳۱۳۔

حق پسند دل ہوگا۔ خدا نے تمہیں کرامت سے نوازا لیکن تم نے انھیں قبول نہ کیا، تمہارے درمیان ابن عم رسول ﷺ، خیر مسلمین اور بعد رسولؐ افضل وسید موجود ہے۔ اسے بھرپور دینی بصیرت ہے اور وہ ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کے لیے للکار رہا ہے جن کا خون مباح ہے۔ لیکن تم لوگ کان میں تیل ڈالے بیٹھے ہو۔ بندگان خدا! کیا تم اس سے قبل کے گواہ نہیں ہو جب ظلم وعدوان کا دور دورہ تھا، جو تمام لوگوں پر محیط تھا، اس وقت حقدار محروم تھا، اس کی عزت لوٹی جا رہی تھی، مقدسات کی توہین ہو رہی تھی۔ طمانچے، پیٹ کچلنا، خاک چٹانا، عام تھا۔ لیکن جب امیر المومنینؑ کی حکومت ہوئی تو حق کا بول بالا ہوا، انصاف رواج پایا، قرآن پر عمل ہونے لگا۔ لھذا تمہیں شکر خدا ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے نعمتوں سے نوازا۔۔ تم تلوار اٹھالو اور جہاد کے لیے آمادہ ہوجاؤ۔ (۱)

یہ بزرگ صحابی رسول ﷺ ہیں جن کے گھر ہجرت میں رسول ﷺ نے قیام فرما کر اعزاز بخشا۔ اگر عثمان کی ظالمانہ حکومت کے سلسلے میں یہی ایک گواہی ہو تو بھی فیصلے کے لیے کافی ہے۔

قیس بن سعد: سردار خزرج، بدری صحابی

۱۔ مصر کے باشندوں کو بیعت علیؑ کی دعوت دیتے ہوئے تقریر کی: لوگو! ہمارے نزدیک بعد رسولؐ افضل ترین کی بیعت کی گئی ہے لہذا تم بھی قرآن وسنت پر عمل کی شرط کے مطابق ان کی بیعت کرو۔ (۲)

۲۔ معاویہ نے ایک خط میں عثمان کی کارستانیوں کے اعتراف کے ساتھ اس بات کا اقرار کیا کہ سب سے زیادہ تمہارا قبیلہ انصار ہی قتل عثمان میں آگے آگے تھا۔ پھر قیس کو گورنری کی لالچ دے کر اپنی بیعت کا مطالبہ کیا۔

قیس نے جواب لکھا: تم نے لکھا ہے کہ علیؑ نے قتل عثمان کے سلسلے میں کمک کی، مجھے اس کی اطلاع

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۱۲، ج۱، ص۱۳۔۳۱۳۔ جمھرۃ الخطب، ج۱، ص۲۳۶۔ (ج۱، ص۴۲۳)۔ (ج۱، ص۴۲۳، خطبہ، ۳۲۱)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۲۲۸۔ (ج۴، ص۵۴۹، حوادث، ۳۶ھ)۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۱۱۵۔ (ج۲، ص۳۵۴، حوادث، ۳۶ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۲۳۔ (ج۶، ص۵۹، خطبہ، ۶۷)۔

نہیں لیکن یہ جوتم نے لکھا کہ میرے قبیلہ انصار نے سب سے زیادہ قتل عثمان میں پیش رفتی دکھائی تو یہ صحیح ہے اور قبیلہ انصار پر اس کی زیادہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔(۱)

۳۔قیس بن سعد سے نعمان بن بشیر انصاری کی گفتگو جنگ صفین کے موقع پر ہوئی۔نعمان نے کہا: کہ قبیلہ انصار نے ایام محاصرۂ عثمان میں عثمان کی کوئی مدد نہ کر کے سخت غلطی کی۔جنگ جمل میں عائشہ کی مخالفت کی اور اب شام پر حملہ آور ہیں۔اب اگر تم علیؑ کو چھوڑ کر ہم لوگوں کے ساتھ آجاؤ تو اس کی تلافی ہو جائیگی۔

قیس یہ سن کر ہنسے اور فرمایا: تم کس قدر گستاخ ہو گئے ہو، اپنے بھائی کے ساتھ دوغلہ پن کر رہے ہو سن لو کہ عثمان کو ان لوگوں نے قتل کیا جو تم سے بہتر وافضل تھے۔جمل والوں سے بیعت توڑنے کی وجہ سے ہم نے جنگ کی۔اور شامیوں سے تو چاہے تمام عرب بھی بیعت کرلیں ہم بہر حال جنگ کریں گے۔سن لو کہ ہماری آج وہی حالت ہے جو عہد رسول ﷺ میں تھی۔ہم اس وقت تک لڑتے رہے جب تک حق استوار نہ ہو گیا۔ادھر دیکھو کہ تمہاری طرف طلقاء اور دیہاتی ہیں۔ادھر دیکھو کہ قاریان قرآن، مہاجرین اور انصار اور مردان صالح ہیں...اور تمہیں بھی کیا افتخار حاصل ہے؟(۲)

۴۔قیس مدینہ آئے تو حسان جو طرفدار عثمان تھے بولے: علیؑ نے تمہیں دھوکہ دیا کہ تم نے عثمان کو قتل کیا (تم سے گورنری چھین کر) تمہارا اچھا شکریہ ادا نہیں کیا علیؑ نے۔گناہ تمہاری گردن پر باقی رہ گیا۔

قیس نے کہا: اے دل کے اندھے! اگر ہمارے اور تمہارے قبیلوں میں جنگ ہوتی تو تیری گردن مار دیتا۔نکل جا یہاں سے، دفعان ہو جا۔(۳)

یہ جوان مرد سردار خزرج ہے جو فضائل مکارم سے آراستہ ہوتے ہوئے عثمان کے قاتلوں میں انصار

۱۔تاریخ طبری، ج۵، ص۲۲۷۔(ج۴، ص۵۵۰، حوادث، ۳۶ھ)۔تاریخ کامل، ج۳، ص۱۱۶۔(ج۲، ص۳۵۵ حوادث، ۳۶ھ) شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۲۳۔(ج۶، ص۶۰، خطبہ ۶۷)۔النجوم الزھراۃ، ج۱، ص۹۹۔جمھرۃ الرسائل، ج۱، ص۵۲۴۔

۲۔کتاب صفین، ص۵۱۱، ص۴۴۸۔الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۹۴۔ج۱، ص۹۷۔شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۲۹۸۔(ج۸، ص۸۷۔خطبہ ۱۲۴)۔جمھرۃ الخطب، ج۱، ص۱۹۰، (ج۱، ص۳۶۷۔۳۶۶، خطبہ ۲۵۶۔۲۵۵)۔

۳۔تاریخ طبری، ج۵، ص۲۳۱۔(ج۴، ص۵۵۵، حوادث، ۳۶ھ)۔شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۲۵۔(ج۶، ص۶۴۔خطبہ، ۶۷)

کے ہونے کا اقرار کرتا ہے اور امیر المومنین علیہ السلام کے اجراء قانون الٰہی کا اعتراف کرتا ہے۔

فروہ بن عمرو انصاری

امام مالک نے موطا میں باب (العمل فی القراۃ) میں ان سے مروی ایک حدیث لکھی ہے لیکن ان کا نام نہیں لیا ہے۔ بلکہ صرف لقب (بیاضی) لکھا ہے۔ ابن وضاح اور ابن مزین نے اس کی وجہ بیان کی ہے کہ چونکہ فروہ قتل عثمان میں شریک تھے اس لیے ان کا نام نہیں لیا۔ ابوعمر نے استیعاب میں اس توجیہ کو لچر قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ مہمل بات ہے یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو یوم الدار انصار کے اقدامات سے ناواقف ہے۔ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ اگر صرف اس لیے کہ قتل عثمان میں شریک ہونا ایسا جرم ہے کہ عدالت سے خارج ہو جائے اور اس کی حدیث نقل نہ کی جائے، سخت مہمل بات ہے۔ فروہ فضائل ومحاسن سے آراستہ اصحاب کی صف میں ہیں۔ اور ان کی حدیثیں عامہ کے یہاں حجت ہیں۔ پھر یہ کہ اگر یہ جرم ہے تو پھر تمام انصار شامل ہیں۔ اسی بات کی طرف ابوعمر نے اشارہ کیا ہے۔ بہر حال فروہ بھی عثمان کی غلط حرکتوں کے مخالف تھے۔ (۲)

محمد بن عمرو انصاری

ان کا نام خود رسول خداؐ نے محمد رکھا تھا جو ان کے افتخار کے لیے کافی ہے۔ ابوعمر لکھتے ہیں کہ عثمان کے سخت مخالفین میں چند افراد ایسے تھے جن کا نام محمد تھا: محمد بن ابی بکر، محمد بن ابوحذیفہ، محمد بن عمرو بن حزم۔

جابر بن عبداللہ انصاری

حجاج نے ابن زبیر سے فراغت پائی تو ایک یا دو ماہ مدینہ میں قیام کیا۔ وہاں شہریوں کے ساتھ

۱۔ استیعاب القسم الثالث، ص ۱۲۶۰۔ نمبر ۲۰۷۴۔ اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۱۷۹۔ ج ۴، ص ۳۵۷، نمبر ۴۲۱۳۔ الاصابۃ، ج ۳، ص ۲۰۴، شرح الموطا زرقانی، ج ۱، ص ۱۵۲۔ ج ۱، ص ۱۶۷، حدیث ۱۷۴۔

۲۔ استیعاب القسم الثالث، ص ۱۳۷۵۔ نمبر ۲۳۳۹۔

انتہائی برا برتاؤ کیا۔ کہتا تھا کہ یہ لوگ قاتلان عثمان ہیں۔ چنانچہ جابر بن عبداللہ انصاری کے ہاتھ پر مہر کی جیسا کی ذمیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ انس بن مالک کی گردن پر مہر کی۔ سھل بن سعد کو بلا کر کہا: تم نے عثمان کی مدد کیوں نہ کی تھی؟ انھوں نے کہا: میں نے مدد کی تھی۔ کہا: جھوٹ بکتے ہو اور ان کی گردن پر مہر کردی۔(۱)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حجاج نے چند اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت اذیت دی محض اس جرم میں کہ انھوں نے قتل عثمان میں شرکت کی تھی۔ جابر جیسے صحابی کو بھی نہ چھوڑا جو مسجد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں درس قرآن دیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درمیان عوام یہ بات مشہور تھی کہ اکثر اصحاب رسولؐ قتل عثمان میں شریک تھے۔ اس شہرت کی بناء پر حجاج نے انھیں اذیتیں دیں۔ تحفظ ناموس صحابہ والے کیا کہتے ہیں اس بارے میں؟

جبلہ بن عمرو: بدری صحابی

طبری لکھتا ہے کہ جبلہ اپنے گھر کے سامنے کھڑے تھے۔ عثمان ادھر سے گذرے تو جبلہ نے کہا: اے نعثل! میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ اور کوہ آتش فشاں (دماوند) سے پھینک دوں گا۔ ایک بار اور جب عثمان منبر پر تھے تو انھیں اتار لیا۔ سب سے پہلے جبلہ ہی نے زبان تنقید کھولی۔ ایک بزم میں لوگ بیٹھے تھے عثمان ادھر سے گذرے تو سلام کیا سب نے جواب سلام دیا۔ جبلہ نے سب کو ڈانٹا کہ ایسے بدبخت کے سلام کا جواب تم لوگوں نے کیوں دیا؟ پھر عثمان کی طرف رخ کر کے کہا: اگر تم نے اپنا رویہ نہ بدلا تو یہ پھندا تیری گردن میں ڈال کر کھینچوں گا۔(۲)

عثمان نے پوچھا۔ کیسا رویہ؟ جواب دیا: تم نے مروان کو اپنا مشیر بنا لیا ہے، معاویہ کو اپنا لیا ہے۔

۱۔ انساب بلاذری، ج۵، ص۳۷۳۔ (ج۷، ص۱۳۴)۔ تاریخ طبری، ج۷، ص۲۰۶۔ (ج۶، ص۱۹۵، حوادث، ۷۴ھ) تاریخ کامل، ج۴، ص۱۴۹۔ (ج۳، ص۴۷، حوادث، ۳۷ھ)۔

۲۔ انساب الاشراف بلاذری، ج۵، ص۴۷۔ (ج۶، ص۱۶۰)۔

ان لوگوں کی قرآن نے مذمت کی ہے: مروان، معاویہ، ابن عامر، عبداللہ بن سعد۔ جبلہ کے زبان کھولتے ہی سب کی زبانیں دراز ہوگئیں۔(۱)

عثمان نے حارث بن حکیم کو بازار سونپ دیا تھا جو ارزاں خرید کر گراں بیچتا تھا۔ اس نے سخت افراتفری مچا رکھی تھی۔ لوگوں نے عثمان سے کہا کہ اس سے بازار لے لو لیکن نہ مانے۔(۲) جبلہ سے کہا کہ عثمان کی تنقید سے باز آؤ، تو انھوں نے جواب دیا: ہرگز نہیں، ہم کل قیامت میں خدا سے یہ نہیں کہہ سکتے" **انا اطعنا سادتنا و کبرائینا فاضلونا السبیل** "" ہم بڑے لوگ کی دھونس میں آگئے تھے انھوں نے ہمیں گمراہ کر دیا"۔ اصابہ میں ہے کہ جبلہ ہی نے بقیع میں عثمان کو دفن ہونے سے روکا تو لوگ حش کوکب میں لے گئے۔(۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: جبلہ بدری صحابی اور با فضل فقہاء صحابہ میں تھے۔(۴) وہ عثمان کو دھمکی دیتے ہیں کہ اپنی بدعتوں سے باز آجاؤ، جواب سلام نہیں دیتے جو واجب شرعی ہے، انھیں مسلمانوں کے قبرستان میں بھی دفن ہونے سے روکتے ہیں۔ اور یہ سب کام عدول صحابہ کے سامنے بجالائے۔ اگر صحابہ عثمان کے ساتھ ہوتے تو انھیں ضرور روکتے۔ اور پھر ان کی مخالفانہ سرگرمی سرد پڑ جاتی۔

محمد بن مسلمہ: بدری صحابی

طبری نے ان کا بیان نقل کیا ہے کہ ہم نے اپنے چند قبیلے کے لوگوں کے ساتھ مصریوں کو سمجھانا چاہا جن کے سردار عبدالرحمٰن بن عدیس، سودان بن حمران، عمرو بن حمق اور ابن انباع تھے۔ میں نے ان سے کہا: عثمان کے قتل سے بہت بڑا داخلی فتنہ کھڑا ہو جائے گا۔ اس لیے اس کام سے باز آؤ۔ ہم اس کا

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۴۔ (ج۴، ص۳۶۵۔ حوادث ۳۵ھ)۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۷۰، (ج۲، ص۱۴۹۔ خطبہ ۳۰)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۱۷۶، (ج۷، ص۱۹۷، حوادث، ۳۵ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۶۵۔ (ج۲، ص۱۴۹، خطبہ ۳۰)۔

۲۔ انساب الاشراف، بلاذری، ج۵، ص۴۷، (ج۶، ص۱۶۰)۔

۳۔ الاصابۃ، ج۱، ص۲۲۳۔ نمبر ۱۰۸۰۔ تاریخ المدینۃ، ج۱، ص۱۱۲، ج۴، ص۱۱۴۰۔

۴۔ استیعاب القسم الاول، ص۲۳۶، نمبر ۳۱۷۔

ذمہ لیتے ہیں کہ وہ اپنے بدعتی کاموں سے باز آجائیں گے۔ انھوں نے کہا: اگر وہ باز نہ آئے تو کیا ہوگا؟ میں نے کہا: پھر تمہیں اختیار ہوگا۔ وہ راضی ہوگئے۔ ہم عثمان کے پاس آئے اور تنہائی میں ان سے کہا: خدا کے لیے اپنے اوپر رحم کرو۔ یہ لوگ تمہارے قتل کی نیت سے آئے ہیں۔ سبھی تمہارے خلاف ہیں۔ عثمان راضی ہوگئے اور مجھے بہت دعا دی۔ لیکن کچھ دن بعد عثمان نے تقریر میں کہا: یہ مصری لوگ غلط فہمی میں آئے تھے جب حقیقت حال کی اطلاع ہوئی تو واپس چلے گئے۔ میں نے چاہا کہ عثمان کی اس تقریر پر انھیں سرزنش کروں۔

پھر معلوم ہوا کہ مصری واپس آگئے ہیں اور مقام سویداء پر مقیم ہیں۔ گھبرا کر عثمان نے مجھے خبر بھیجی کہ مصری واپس آرہے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کیوں آرہے ہیں لیکن اچھے خیالات لے کر نہیں آتے ہوں گے مجھ سے عثمان نے کہا: انھیں سمجھا بجھا کر واپس کرو۔ میں نے کہا: بخدا! میں یہ نہ کروں گا کیونکہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ غلط حرکتوں سے باز آجاؤ گے لیکن ذرا بھی ٹس سے مس نہ ہوئے۔ بولے: خدا مددگار ہے۔ میں عثمان کے گھر سے چلا آیا اور مصریوں نے آکر خانۂ عثمان کا محاصرہ کرلیا۔ ابن عباس نے مجھ سے آکر کہا: تم نے عثمان سے بات کر کے ہمیں واپس کر دیا تھا کہ اب غلط حرکت نہ کریں گے۔ پھر ایک خط دکھایا جو ایک شتر سوار سے حاصل ہوا تھا وہ عثمان کا نوکر تھا۔ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: ملاحظہ فرمایئے کہ محمد بن مسلمہ عثمان کی غلط حرکتوں سے باز آنے کی فہمائش کرتے ہیں لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ جس کے بعد ان کی ایک غلط حرکت سے داخلی فتنہ عروج پر پہونچ جاتا ہے۔ پھر عثمان کمک چاہتے ہیں تو صاف انکار کر دیتے ہیں۔

ابن عم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حبر امت: عبداللہ بن عباس

۱۔ ابوعمر نے استیعاب (۲) میں حضرت علیؑ کے حالات زندگی کے ذیل میں لکھا ہے کہ کچھ لوگ

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۸ (ج ۴، ص ۳۷۲، ۳۵ھ)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۰ (ج ۲، ص ۲۸۷، حوادث ۳۵ھ)۔

۲۔ استیعاب (القسم الثالث، ص ۱۱۲۹، نمبر ۱۸۵۵)۔

ابن عباس کے پاس مسائل پوچھنے آئے، فرمایا: جو دل چاہے پوچھو۔ پوچھا: ابوبکر کیسے آدمی تھے؟ جواب دیا: سراپا خوب تھے یا کہا کہ ان کا وجود سراسر خیر تھا مگر غصہ بھی جلد آجاتا تھا۔ پوچھا: عمر کیسے تھے؟ کہا: وہ ایسا پرندہ تھے جو سمجھتا ہو کہ ہر راستے میں جال بچھا ہوا ہے۔ پوچھا: عثمان کیسے تھے؟ کہا: وہ نیند میں ایسے پڑے تھے کہ بیداری سے غافل ہو گئے۔ پوچھا: علیؑ کیسے تھے؟ کہا: ان کا وجود دانشمندانہ رائے سے سرشار، دانش سے بھرپور اور انتہائی بہادر تھے۔ دوسروں کو کو سہارا دیتے۔ اس کے علاوہ رسولؐ کے چچیرے بھائی تھے۔ بروقت اقدام کرتے اور فضول کام سے باز رہتے تھے۔

۲۔ معاویہ نے ابن عباس کو لکھا اپنی جان کی قسم! تمہیں عثمان کے بدلے ضرور قتل کروں گا۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ رضائے خدا اور رائے صحابہ حاصل ہوگی۔ کیونکہ تم نے ان کے قتل میں سخت کوشش کی تھی۔ انھیں چھوڑ دیا تھا، ان کا خون بہایا اب تم سے مصالحت ممکن نہیں، نہ تمہیں امان ہے۔(۱)

ابن عباس نے اس کا مفصل جواب لکھا: تم نے جو لکھا ہے تو خدا کی قسم! تم ہی ان کے قتل کے انتظار میں تھے اور چاہتے تھے کہ عثمان قتل ہو جائیں۔ جان بوجھ کر تم نے لوگوں کو مدد سے روکا حالانکہ عثمان نے مدد کی تم سے درخواست بھی کی تھی مگر تم نے توجہ نہ دی۔ ٹال مٹول کرتے رہے۔ تم سمجھ رہے تھے کہ محاصرین قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے پھر وہ تمہارے خیال کے مطابق قتل بھی ہو گئے۔ تو تم چلانے لگے کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے۔ اگر وہ مظلوم قتل ہوئے تو تم سب سے بڑے ظالم ہو۔ اب تم جاہلوں کو ان کے انتقام پر ابھار کے حکومت پا گئے، سمجھ لو کہ چند دن کی بہار ہے۔

اگرچہ حبر امت ابن عباس نے واقعہ قتل عثمان میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ بلکہ وہ تو اس سال امیر الحاج بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لیکن وہ عثمان کے سلسلے میں کسی احترام کے قائل نہیں نظر آتے۔ وہ انھیں سویا ہوا خلیفہ بتاتے ہیں، عوامی مصلحتوں سے قطعی بے پرواہ، دینی امور سے غافل۔ یہی وجہ تھی حج کے موقع پر جب نافع بن طریف کا خط استمداد خلیفہ کے لیے پہونچا تو ابن عباس نے کوئی توجہ نہ دی، حالانکہ حاجیوں کو مدد پر ابھار سکتے تھے۔ چاہے خلیفہ سے اختلاف ہو یا انقلابیوں سے ہمدردی ہو۔ عائشہ نے بھی

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۵۸ (ج ۱۶، ص ۱۵۴، کتاب، ۳۷)۔

براہ مکہ میں ابن عباس سے کہا تھا کہ دیکھو حاجیوں کو عثمان کی حمایت میں نہ ابھارنا۔

ابن عباس بھی اسی لیے معاویہ سے خائف تھے چنانچہ جب حضرت علیؑ نے انھیں شام کا گورنر بنانا چاہا تو کہا کہ مجھے معاویہ سے ڈر ہے کہ وہ عثمان کے انتقام یا آپ کی رشتہ داری کی وجہ سے قتل کردے گا۔(۱) اسی وجہ سے وہ قاتلین عثمان پر لعنت سے احتراز فرماتے تھے۔ جب معاویہ نے ان سے کہا: عثمان کے قاتلوں پر لعنت کرو تو انھوں نے کہا: اس کے لیے عثمان کے فرزند اور رشتہ دار موجود ہیں(۲)

عمرو بن عاص

طبری لکھتا ہے کہ عمرو عاص عثمان کی طرف سے مصر کے گورنر تھے، عثمان نے ان سے مالیات چھین کر امامت نماز میں محدود کردیا اور عبداللہ ابن سعد کو مالیات کا انچارج بنادیا۔ کچھ دن بعد امامت نماز بھی چھین لی۔ عمرو مدینے آکر عثمان پر تنقید کرنے لگے۔ ایک دن عثمان نے خاص جلسے میں انھیں ڈانٹا بھی اور تلخ کلامی میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ عمرو عاص نے کہا: میرا باپ تمہارے باپ عفان سے افضل تھا۔ (اگر عاص جیسا مجہول النسب عفان سے افضل ہے تو عفان کو کیا کہا جائے۔) عثمان نے کہا: جاہلیت کی باتیں چھوڑو۔ پھر مروان نے اشتعال دلاتے ہوئے کہا: اے امیرالمومنین! اب یہ نوبت پہنچ گئی ہے کہ عمرو بھی آپ کے باپ کی تحقیق کرنے لگا ہے۔ عثمان نے کہا: چھوڑو بھی جو کسی کے باپ کو کہے گا اپنے باپ کی سنے گا۔

عمرو عاص عثمان کے خلاف کبھی علیؑ کو بھڑکاتا اور کبھی طلحہ و زبیر کو۔ کبھی حاجیوں کے قافلے میں عثمان کی بدعتوں کے خلاف تقریر کرتا۔ پھر وہ محاصرہ کے زمانے فلسطین چلا گیا۔ ایک دن مدینے کے سوار سے عثمان کا حال پوچھا۔ تو جواب ملا کہ سخت محاصرے میں چھوڑ آیا ہوں۔ اچانک دوسرا سوار نظر آیا اور قتل کی خبر دی تو عمرو نے کہا: مجھے عمرو عاص کہتے ہیں، جب زخم کریدتا ہوں تو چھیل کر دکھ دیتا ہوں۔ سلامہ ابن

۱۔ البدایہ والنھایہ، ج۷، ص۲۲۸۔ (ج۷، ص۲۵۵، حوادث ۳۵ھ)۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۸۳۔ (ج۲، ص۳۰۷، حوادث ۳۵ھ)۔

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۴۸ (ج۱، ص۱۵۵)۔

روح نے اس سے کہا:

اے گروہ قریش! تمہارے اور عرب کے درمیان ایک مضبوط دروازہ تھا، جسے تم نے توڑ دیا۔ عمرو عاص نے کہا: ہم نے چاہا کہ حق کو باطل کے شکم سے نکال لیں تا کہ تمام لوگوں کو مساویانہ حقوق حاصل ہو جائیں۔ عمرو عاص کی زوجیت میں عثمان کی مادری بہن ام کلثوم تھی۔ جب عثمان نے اسے معذول کیا تو اسے طلاق دے دی۔(۱)

پہلی بار جب مصریوں نے مہاجرین وانصار سے عثمان کی شکایت کی اور علیؑ کے کہنے پر مصری واپس چلے گئے تو مروان کے کہنے سے عثمان نے تقریر کی:

مصر والوں نے امام کے بارے میں بے بنیاد باتیں سنی تھیں اور جب انھیں یقین ہو گیا کہ غلط تھیں تو واپس چلے گئے۔ یہ سن کر عمرو عاص نے گوشۂ مسجد سے آواز دی: اے عثمان! خدا سے ڈرو کیونکہ تم نے ہم لوگوں کو مصیبتوں میں پھنسا دیا ہے۔ عثمان نے کہا: ابے نابغہ کے جنے! جب سے میں نے تمہیں معذول کیا ہے تم میرے مخالف ہو گئے ہو۔ پھر تو چاروں طرف سے آواز آنے لگی: عثمان توبہ کرو۔ عثمان نے ہاتھ اٹھا کر توبہ کی اور اپنے گھر چلے گئے۔ عمرو عاص وہاں سے نکل کر یہ عہد کرتے ہوئے فلسطین چلے گئے کہ میں چرواہے تک کو عثمان کے خلاف بھڑکاؤں گا۔(۲)

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۰۸۔۲۰۳۔ (ج۴، ص۳۵۶، حوادث، ۳۵ھ)۔ (ص۵۵۸، حوادث، ۳۶ھ)۔ انساب، بلاذری، ج۵، ص۷۴ (ج۶، ص۱۹۲)۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۴۲، (ج۱، ص۴۷)۔ استیعاب (القسم الثالث، ص۹۱۹، نمبر۱۵۵۳)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۶۳ (ج۲، ص۱۴۴، خطبہ، ۳۰)۔ البدایہ والنھایۃ، ج۷، ص۱۷۰ (ج۷، ص۱۹۱، حوادث، ۳۵ھ)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۰، ۱۱۴۔ (ج۴، ص۳۵۹۔۳۶۶۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۷۴۔ (ج۶، ص۱۹۲)۔ استیعاب (القسم الثالث، ص۱۰۴۱۔ نمبر۱۷۷۸)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۱۱۳۔ (ج۲، ص۱۴۳ خطبہ، ۳۰)۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۶۸۔ (ج۲، ص۲۸۳۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ الفائق، زمخشری، ج۲، ص۲۹۶۔ (ج۴، ص۳۵)۔ نہایۃ ابن اثیر، ج۴، ص۲۹۶۔ (ج۵، ص۱۳۴)۔ والبدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۱۷۵، (ج۷، ص۱۹۶۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ تاریخ ابن خلدون، ج۲، ص۳۹۶ (ج۲، ص۵۹۷)۔ لسان العرب، ج۷، ص۹۸۔ (ج۱۴، ص۲۹۹)۔ تاج العروس، ج۳، ص۵۹۲۔

ابن قتیبہ (۱) لکھتا ہے کہ ہمدان کے بردنامی شخص نے عمروعاص سے پوچھا: کیا حدیث غدیر صحیح ہے؟ عمروعاص نے کہا: صحیح ہے بلکہ میں اضافہ کرتا ہوں کہ علیؑ کے برابر فضائل کسی صحابی کے نہیں ہیں۔ اس جوان کو بہت تعجب ہوا۔ عمروعاص نے کہا: لیکن عثمان کے خلاف ان کی حرکتوں سے سارے فضائل ختم ہوگئے۔ برد نے پوچھا: کیا علیؑ نے قتل کیا یا حکم دیا؟ جواب دیا: نہیں، بلکہ قاتلوں کو پناہ دی۔ برد نے پوچھا: کیا لوگوں نے یہ جانتے ہوئے ان کی بیعت کی؟ جواب دیا ہاں۔ پوچھا: پھر کس دلیل سے بیعت توڑ دی؟ جواب دیا: چونکہ ان پر قتل عثمان کا الزام تھا۔ برد نے کہا: تم پر بھی تو الزام ہے۔ کہا: ہاں! لیکن میں فلسطین چلا گیا تھا۔ برد نے واپس جاکر اپنے قبیلے والوں سے کہا: میں ایسی قوم کے پاس سے آرہا ہوں جو اپنی ہی باتوں سے باطل ہونا ثابت کرتے ہیں۔ لہٰذا تم لوگ علیؑ کی پیروی کرو۔

طبری (۲) و واقدی کے مطابق قتل عثمان کی خبر سن کر عمروعاص نے کہا: میں نے یہاں وادی سباع میں بیٹھے بیٹھے عثمان کو قتل کر دیا اب اگر طلحہ خلیفہ ہوا، تو لا ابالی جوان ہے اور اگر علیؑ خلیفہ ہوئے تو حتماً قانون اسلام نافذ کریں گے۔ یہ بات مجھے سخت ناپسند ہے۔

امام حسنؑ نے عمروعاص کو عثمان کے خلاف بھڑکانے کی یاددہانی کرائی۔

ابوعمر (۳) لکھتا ہے کہ عمروعاص عثمان پر تنقید کیا کرتے تھے اور لوگوں کو بھڑکا کر بساط حکومت اکھاڑنا چاہتے تھے۔ فلسطین میں جب قتل عثمان کی خبر پہنچی تو کہا: زخم کھرچ کر خون نکال دیتا ہوں۔ ابن حجر (۴) بھی لکھتے ہیں کہ چونکہ عثمان نے عمروعاص کو مصر سے معذول کر دیا تھا۔ اس لیے ان کی مذمت کیا کرتے تھے، ایک دن عثمان نے ان کی سرزنش کی تو وہ فلسطین چلے گئے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ عثمان کے بارے میں عمروعاص کا نظریہ آپ کو معلوم ہوگیا۔ لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکانا، حکومت گرانے کی کوشش، قتل پر خوشی کا اظہار۔ یہ سب غم وغصہ حکومت مصر چھین لینے کی

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۹۳۔ (ج ۱، ص ۹۷)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۳۴۔ (ج ۴، ص ۵۶۰)۔

۳۔ استیعاب (القسم الثالث، ص ۹۱۹۔ نمبر ۱۵۵۳)۔

۴۔ الاصابۃ، ج ۳، ص ۳۸۱۔

وجہ سے تھا۔

جو بھی ہو، اگر عمرو عاص صحابی تھے اور عادل تھے تو عمرو عاص کے اس نظریئے کہ متعلق کیا کہا جائے گا؟

بزرگ صحابی عامر ابن واثلہ

ابو طفیل (عامر بن واثلہ) اپنے بھائی سے ملنے شام گئے۔ تو معاویہ نے انھیں بلوا کر پوچھا: کیا تم نے بھی امیر المومنین عثمان کو قتل کیا؟ جواب دیا: نہیں، لیکن موجود ہوتے ہوئے بھی ان کی مدد نہیں کی کیونکہ مہاجر و انصار نے بھی ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ معاویہ نے کہا: ان کی مدد تمہاری اور سب کی دینی ذمہ داری تھی۔ ابو طفیل نے پوچھا: آپ نے مدد کیوں نہیں کی؟ جواب دیا: میں ان کے انتقام کے ذریعہ سے مدد کر رہا ہوں۔ ابو طفیل نے ہنستے ہوئے شعر پڑھا: مرنے کے بعد نوحہ خوانی اور زندگی میں مدد سے روگردانی۔ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ صحابی خود اقرار کرتا ہے کہ میں نے اور مہاجرین و انصار نے بھی موجود ہوتے ہوئے بھی مدد نہیں کی۔ اور انھیں شرمندگی بھی نہیں تھی۔ گویا غلطی نہیں تھی۔ وہ دینی لحاظ سے لازمی فرض نہیں سمجھتے تھے۔ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عمر کے آخری حصے تک اپنے اس نظریئے پر باقی رہے۔

سعد بن ابی وقاص: ممبر شوریٰ، عشرہ مبشرہ کی فرد

عمرو عاص نے سعد سے قتل عثمان اور قاتلوں کے متعلق خط لکھ دریافت کیا۔ سعد نے جواب لکھا: تم نے خط میں قتل عثمان کے متعلق پوچھا ہے تو تمھیں اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ اس تلوار سے قتل ہوئے جسے عائشہ نے نیام سے باہر نکالا، طلحہ نے تیز کیا، علی بن ابی طالبؑ نے زہر آلود کیا اور زبیر نے خاموش رہ کر

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص ۱۵۸۔ (ج۱، ص ۱۶۵)۔ مروج الذھب، ج۲، ص ۶۲۔ (ج۳، ص ۲۵)۔ تاریخ ابن عساکر، ج۷، ص ۲۰۱۔ (ج۲۶، ص ۱۱۷۔ ۱۱۶۔ نمبر ۳۰۶۴)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج۱۱، ص ۲۹۳۔ استیعاب (القسم الرابع، ص ۱۶۹۷۔ نمبر ۳۰۵۴)۔ تاریخ الخلفاء (ص ۱۳۳)۔

ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ہم نے ان کی مدد نہیں کی۔ لیکن اگر چاہتے تو جان بچا سکتے تھے۔ چونکہ عثمان نے قوانین اسلامی میں تبدیلیاں کر دی تھیں اور بدعتیں ایجاد کی تھیں۔ اس کے علاوہ کچھ غلط صحیح کام کئے تھے... اگر ہم نے مدد نہ کر کے صحیح کیا تھا تو ٹھیک ہے، اگر غلط کیا تھا تو خدا سے مغفرت کی طلبگار ہیں۔ (۱)

ابو حبیبہ کہتا ہے کہ قتل عثمان کے دن میں نے دیکھا کہ سعد عثمان کے گھر گئے پھر واپس آئے ان کی عجیب حالت تھی۔ مروان نے ان سے کہا: اب تمھیں شرمندگی ہوئی ہے۔ سعد نے کہا: میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ لوگ اس قدر جرأت کر بیٹھیں گے اور قتل پر آمادہ ہو جائیں گے۔ میں تھوڑی دیر قبل عثمان سے مل چکا ہوں انھوں نے تمام قابل اعتراض باتوں سے توبہ کر لی تھی۔ اور کہا تھا کہ اب اس سے زیادہ گمراہی کا موقع نہ دوں گا کیونکہ جو شخص انحراف اسلامی کو طول دیتا ہے وہ ہدایت سے دور تر ہوتا جاتا ہے بنا بریں میں توبہ کر کے اپنی حرکتیں چھوڑتا ہوں۔

مروان نے کہا: اگر تم مدد کرنا چاہتے ہو تو علیؑ کو تلاش کرو کیونکہ اب وہ اس سے دامن کشاں ہیں اور عثمان کے بلانے پر آتے ہی نہیں۔ سعد نے حضرت علیؑ سے قبر رسولؐ اور منبر کے درمیان ملاقات کر کے کہا: ابوالحسنؑ! تشریف لے چلئے۔ بخدا! میں ایک نیک کام کے لیے آیا ہوں۔ اس قوم سے اپنے رشتہ دار کی مدد کیجئے تاکہ ان کی گردن پر بزرگانہ احسان رکھئے۔ قتل سے بچائیے تاکہ جس طرح ہم لوگ چاہتے ہیں حکومت کا کاروبار چل سکے۔ اب خلیفہ جی بات ماننے پر آمادہ ہیں۔ حضرت نے فرمایا: خدا قبول کرے۔ بخدا! میں نے ان کا اس قدر دفاع کیا ہے کہ اب دفاع کرتے شرم آتی ہے لیکن مروان، معاویہ، ابن عامر اور سعید بن عاص نے یہ حالات پیدا کئے ہیں۔ جب بھی ہم نے مشفقانہ طریقے سے انھیں باز آنے کی نصیحت کی انھوں نے مجھ سے دغابازی کی یہاں تک کہ یہ نوبت پہونچ گئی۔ اتنے میں محمد بن ابی بکر نے آکر حضرت کے کان میں کچھ کہا۔ حضرت نے ہاتھ اٹھا کر کہا: اس توبہ سے کیا فائدہ؟ بخدا! ابھی اپنے گھر بھی نہ پہونچا تھا کہ آواز سنی کہ عثمان قتل کر دئے گئے۔ بخدا! اس دن سے آج تک شرم میں ڈوبا ہوا ہوں۔ (۲)

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۴۳، (ج۱، ص۴۸)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۲۱ (ج۴، ص۳۷۷، حوادث ۳۵ھ)۔

ہم دیکھتے ہیں کہ سعد نے محاصرہ سخت ہوتے دیکھا اور مدد نہ کی۔ جب کہ ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے کہ مسلمان کو قتل ہونے سے بچائے سوائے اس کے کہ جس شخص کا خون مباح ہو۔ آخر سعد نے کس دلیل سے ان کی جان نہیں بچائی؟ وہ خود ہی جواب دیتے ہیں کہ چونکہ عثمان نے قوانین اسلام بدل دیے تھے اور بدعتیں ایجاد کی تھی۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ اگر ہم نے مدد نہ کر کے اچھا کام کیا تو ٹھیک ورنہ خدا سے مغفرت طلب کریں گے۔ گویا عثمان کی مدد نہ کرنا گناہ تھا تو بہت معمولی گناہ تھا جو توبہ سے دھویا جا سکتا ہے پھر وہ قتل عثمان کی ذمہ داری بزرگ اصحاب رسولؐ، مہاجرین وانصار اور زوجۂ رسولؐ پر ڈالتے ہیں۔ کچھ بھی ہو سعد کی نظر میں عثمان کی جان بچانے کی صلاحیت ہوتے ہوئے بھی جان نہ بچانا صحیح و درست کام تھا۔

مالک اشتر

بلاذری (۱) لکھتا ہے کہ عثمان نے مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں کو خط لکھ کر عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور مسور بن مخرمہ کے ہاتھوں بھیجا۔ جس میں اپنی فرمان برداری کی دعوت دی تھی۔ عثمان نے لکھا کہ سب سے پہلے تم ہی لوگوں نے تفرقہ کی راہ اپنائی۔ اب خدا سے ڈرو اور حق کی طرف پلٹ آؤ۔ جو چاہتے ہو مجھے لکھو۔

مالک اشتر نے جواب لکھا:

مالک اشتر کی طرف سے اس خلیفہ کی طرف جو پاپ میں غلطاں، خطا کار اور سنت نبویؐ سے منحرف ہے اور قانون اسلام وقرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

تمہارا خط پڑھا۔ تم نے اور تمہارے وزراء و حکام نے مظالم کے دروازے کھول دیے ہیں اور صالح افراد کو جلاوطن کیا ہے۔ اگر ان باتوں کو ترک کرو تو ہم تمہاری اطاعت کے لیے حاضر ہیں۔ تم نے اپنے زعم میں سمجھ لیا ہے کہ ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اسی پندار نے تمہیں گمراہی میں ڈال رکھا ہے۔ اور

۱۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۴۶، ج ۶، ص ۱۵۹۔

باطل کو حق اور ظلم کو عدالت سمجھنے لگے ہو۔ ہم اسی وقت تم سے محبت کر سکتے ہیں جب تم پاپ سے باز آ کر استغفار کرو، نیک مردوں کی جلاوطنی ختم کرو اور چھوکروں کو گورنری دینا بند کرو۔ مصر میں عبداللہ بن قیس یا ابوموسیٰ کو اشعری گورنر بناؤ یا حذیفہ کو کیونکہ ہم ان سے راضی ہیں۔ اور ولید وسعید اور دوسرے امویوں کو گورنری سے برطرف کرو جو تمہیں خودسری وہوس کی طرف گھسیٹ رہے ہیں۔ والسلام

اس خط کو یزید بن قیس، مسروق بن اجدع، عبداللہ بن ابی سرح، علقمہ بن قیس اور خارجہ بن صلت لے کر گئے۔ خط پڑھ کر عثمان نے کہا: خدایا! میں توبہ کرتا ہوں۔ پھر ابوموسیٰ کو خط لکھا کہ تم کوفے کا چارج جا کر لے لو کیونکہ وہاں کے لوگ تم سے راضی ہیں اور تم پر مجھے اعتبار بھی ہے۔ اس طرح ابوموسیٰ اور حذیفہ نے کوفہ کا چارج لے لیا۔ ابوموسیٰ نے کوفے والوں کو اپنے انتظام سے مطمئن کیا۔ اس پر عتبہ بن وعل نے شعر کہا کہ عثمان نے ابوموسیٰ کو چند دن گورنر بنا کر ہم پر احسان کیا۔ عثمان نے کہا: بلکہ چند ماہ تک۔

یہ مالک اشتر کا نظریہ تھا۔ تفصیل گذشتہ صفحات میں پیش کی جا چکی ہے۔ مالک اشتر اس شرط پر عثمان سے راضی ہوں گے جب قرآن واسلامی احکام پر عمل کیا جائے اور خلیفہ نے جو پچھلے گناہ کئے ہیں ان سے توبہ کرے۔ خلیفہ نے جو بلی کی توبہ کی اس کی حقیقت اگلے صفحات میں بیان کی جائے گی۔

عبداللہ بن حکیم کے خیالات

بلاذری لکھتا ہے کہ عبداللہ جہنی صحابی رسولؐ نے کہا: عثمان کے بعد کسی خلیفہ کے قتل میں شریک نہ ہوں گا۔ پوچھا گیا: کیا تم قتل عثمان میں شریک تھے؟ جواب دیا: میں اس کے گندے کردار کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے کو قتل میں شریک ہونا سمجھتا ہوں۔ (۱)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحابی رسول ﷺ بھی عثمان کو بدکردار اور مخالف اسلام سمجھتے تھے اس لیے انھوں نے واجب شرعی سمجھا کہ ہر بزم میں عثمان کی مذمت کر کے لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکائیں۔ اور یہ بھی قتل میں کمک کے مترادف ہے۔ پھر یہ کہ انھوں نے خود اعتراف بھی کیا۔

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۵۶۔ (ج ۶، ص ۱۱۵) انساب الاشراف، ج ۵، ص ۱۰۱۔ (ج ۶، ص ۲۲۶)۔

محمد بن ابی حذیفہ

محمد بن ابی حذیفہ عثمان کے شدید ترین مخالف تھے۔ وہ لوگوں سے کہتے تھے کہ عثمان نے ایسے شخص کو گورنر بنادیا ہے جس کا خون رسول خداؐ نے بروز فتح مکہ مباح کردیا تھا، اس کے خلاف آیات نازل ہوئیں۔ اسی (عبداللہ بن سعد بن ابی سرح) نے کہا تھا "**سانزل مثل ما انزل الله**" (میں بھی خدا کی طرح آیات دنازل کروں گا۔)

۳۴ھ میں حملۂ ذات الصواری کیا۔ عبداللہ بن سعد نماز پڑھا رہا تھا کہ محمد نے فلک شگاف تکبیر کا نعرہ مارا جس سے ابن سعد کا کلیجہ دہل گیا۔ وہ محمد کی تہدید کرنے لگا۔ وہ اکثر کہتے تھے کہ اے مصر والو! میں اس حملے کو ملتوی کررہا ہوں، اب عثمان پر حملہ کروں گا۔

محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر نے مصر کا رخ کیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب عثمان کی مذمت دھڑلے سے ہورہی تھی اور مصر کا گورنر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھا۔ رات کے وقت مصر میں پہونچے اور صبح کو مسجد میں بلند آواز سے نماز پڑھنے لگے۔ ابی سرح نے پوچھا: کون ہے؟ جواب ملا: ایک سفید فام شخص ہے، انھیں حاضر کیا گیا تو پوچھا: یہاں کیوں آئے ہو؟ جواب دیا: جہاد خارجی کے لیے آیا ہوں۔ پوچھا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا: محمد بن ابی بکر۔ ابن ابی سرح نے کہا: بخدا! تم صرف اس لیے آئے ہو کہ لوگوں کو بھڑکاؤ اور ہماری اطاعت سے خارج کرو۔ پھر انھیں قید کردیا۔ کچھ دن بعد آزاد کرکے افریقہ کی مہم پر بھیجنا چاہا۔ اس درمیان محمد بن ابی بکر بیمار پڑ گئے تو ان کی وجہ سے محمد بن ابی حذیفہ بھی رک گئے۔ پھر کچھ دن بعد افریقہ کی مہم پر گئے۔ وہاں سے واپس آئے تو ان کے ساتھ جتنے بھی لوگ تھے ان کے دل عثمان کی نفرت سے بھر گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ عثمان نے ہزاروں درہم اور سواریاں خلعت کے ساتھ محمد بن ابی حذیفہ کے پاس بھیجیں۔ محمد نے لوگوں کے سامنے وہ سامان لاکر رکھا اور کہا: دیکھو عثمان مجھے رشوت دے کر دین میں دھوکہ دینا چاہتا ہے۔

مصر والوں نے ان تنقیدوں کا اثر لیا اور محمد بن ابی حذیفہ کی حمایت کرکے انھیں مصر کا گورنر بنادیا۔

جب یہ خبر عثمان کو معلوم ہوئی تو عمار یاسر کو بلاکر ان سے جو بدسلوکی کی تھی اس کے لئے معذرت کی اور

استغفار کے بعد کہا: اب اپنا کینہ نکال دو مجھے تم پر اعتماد ہے اور مصر جا کر محمد بن ابی حذیفہ کے معاملے کی تحقیقات کرو اور جو لوگ مجھ پر تنقید کررہے ہیں ان سے دفاع کرو۔ جب عمار یاسر مصر پہونچے تو لوگوں سے عثمان کے خلاف شکایتیں کیں اور عثمان کو معزول کرنے کا مشورہ دیا۔ محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر کی تائید کی، انھیں سمجھایا کہ مدینے کی طرف حرکت کرو۔ عبداللہ بن ابی سرح نے سارا واقعہ عثمان کو لکھ بھیجا اور اجازت طلب کی کہ عمار کو سزا دوں۔ عثمان نے عبداللہ کی سرزنش کی اور لکھا کہ عمار کو احترام کے ساتھ میرے پاس بھیج دو۔ لوگوں نے جوش وحیرت سے کہنا شروع کیا کہ عمار کو جلاوطن کیا جارہا ہے۔ اس درمیان محمد بن ابی حذیفہ نے لوگوں کو مدینے کی طرف پیش قدمی کی دعوت دی اور لوگوں نے قبول کر کے حرکت کی۔ (۱)

ابوعمر کندی لکھتا ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح مصر کا گورنر تھا۔ جب مصر والے عثمان کے خلاف مشتعل ہوئے تو ۳۵ھ میں عقبہ بن عامر کو اپنا جانشین بنا کر مدینہ چلا گیا۔ محمد بن ابی حذیفہ مصر ہی میں تھے۔ انھوں نے بغاوت کر کے ابن عامر کو مصر سے نکال دیا اور خود فرمان روا ہوگئے۔ یہ شوال کے مہینے کا واقعہ ہے اور لوگوں کو دعوت دی کہ عثمان کی بیعت توڑ دیں اور بغاوت پر آمادہ ہوجائیں۔ (۲)

ابن حجر نے بطریق لیث وعبدالکریم حضرمی روایت نقل کی ہے کہ محمد بن ابی حذیفہ نے ازواج کے مذمت عثمان پر مشتمل جعلی خطوط کچھ لوگوں کو دئے کہ باہر سے آکر لوگوں سے کہنا کہ ہمارے پاس کچھ خبر نہیں ہے خبر اس خط میں ہے پھر مسجد میں ان خطوط کو پڑھکر سنانا۔ لوگوں نے جب امہات المومنین کی عثمان کے خلاف شکایتیں سنیں تو مدینہ پر چڑھ دوڑے۔ محمد بن ابی حذیفہ نے انھیں مقام عجرود تک پہونچایا پھر پلٹ آئے۔

علامہؒ فرماتے ہیں: کیا آپ اس عظیم صحابی کو ملاحظہ فرمارہے ہیں، کہ کسقدر جدوجہد فرمارہے ہیں انھیں کسی ملامت کی پرواہ نہیں۔ خط کو دھوپ میں گرم کیا تاکہ پرانا معلوم ہو پھر لوگوں سے کہا کہ اسے اس

۱۔ انساب بلاذری، ج۵، ص۵۱، ۔۴۹ (ج۴، ص۱۶۵۔۱۶۳)۔ البدایۃ والنھایۃ (ج۷، ص۱۵۷ (ج۷، ص۱۷۷) حوادث، ۳۱ھ۔

۲۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۰۹ (ج۴، ص۳۵۷، حوادث، ۳۵ھ)۔ استیعاب، ج۱، ص۲۳۳ (القسم الثالث، ص۱۳۶۹، نمبر ۲۳۲۶)۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۶۷۔ (ج۲، ص۲۸۰، حوادث، ۳۵ھ) الاصابۃ، ج۳، ص۲۷۳۔ (نمبر ۷۷۶۷)۔

طرح سناؤ کہ لوگوں پر اثر ہو۔ کسی طرح تو عثمان کا فتنہ فرو ہو۔ لیکن کیا امہات المومنین کے خطوط جعلی ہو سکتے ہیں جو خود کہتی ہوں کہ اس نعثل کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا ہے۔ مروان سے کہتی ہیں کہ تمہیں اور عثمان کو چکی میں باندھ کر سمندر میں ڈبو دیا جائے، ابن عباس سے کہیں کہ دیکھو اس طاغیہ کے خلاف لوگ مشتعل ہیں تم انھیں ٹھنڈا نہ کرنا۔

عمرو بن زرارہ

بلاذری لکھتا ہے کہ سب سے پہلے عثمان کی بیعت توڑنے کا اعلان عمرو بن زرارہ اور کمیل بن زیاد نخعی نے کیا۔ عمرو نے کہا: لوگو! عثمان حق سے جان بوجھ کر منحرف ہو گئے ہیں، انھوں نے اموی چھوکروں کو گورنر بنا دیا ہے۔ ولید کو معلوم ہوا تو اس نے عثمان کو لکھ بھیجا۔ عثمان نے لکھا کہ عمرو تو اجڈ اور خوسرد یہاتی ہے اسے شام جلاوطن کر دو کہ مالک اشتر اور قیس کے پاس پہونچ جائے۔ قیس بن قہدان نے اس واقعہ پر یہ شعر پڑھے: خدائے کعبہ کی قسم! میں کوشش میں ہوں کہ ولید و عثمان کو حکومت سے معزول کر دوں۔

ابن اثیر لکھتے ہیں کہ اس شعر کا کہنے والا بھی کوفے سے شام جلاوطن ہوا تھا۔(۱)

اس عظیم صحابی کا نظریہ بھی واضح و روشن ہے کسی تبصرے کی حاجت نہیں۔

رئیس قبیلہ عبدالقیس: صعصعہ بن صوحان کندی

ابن عساکر (۲) لکھتا ہے کہ عثمان تقریر کر رہے تھے اتنے میں صعصعہ نے اٹھ کر کہا: اے امیر المومنین! آپ اسلام سے منحرف ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے ملت بھی اسلام سے منحرف ہے، آپ راہ راست پر آیئے تا کہ ملت راہ راست پر آئے۔

۱۔ انساب بلاذری، ج۵، ص۳۰۔ (ج۶، ص۱۳۹)۔ اسد الغابہ، ج۴، ص۱۰۴ (ج۴، ص۲۲۳۔ نمبر ۳۹۲۰)۔ الاصابہ، ج۱، ص۵۴۸۔ (ج۲، ص۵۳۶)۔

۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج۶، ص۴۲۴ (ج۲۴، ص۸۴۔۸۸۔ نمبر ۲۸۸۱)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج۱۱، ص۸۵۔

ایک دن اوراس طرح صعصعہ نے ٹوکا تو عثمان نے کہا: اس بے ہودہ لفاظ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ خدا کہاں ہے۔ صعصعہ نے جواب دیا: وہ تمہارے جیسے ظالموں کی تاک میں ہے پھر یہ آیت پڑھی. ﴿اذن للذین بانهم ظلموا ﴾(۱) عثمان نے کہا: یہ آیت بھی ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے جب ہم مکے سے ناحق نکالے گئے تھے۔

صعصعہ کے فضائل ومحامد گذشتہ صفحات میں لکھے گئے ہیں۔ وہ عثمان کو حق سے منحرف اور امت کو گمراہ کرنے کا ذمہ دار بتاتے ہیں۔ (۲)

حکیم بن جبلہ

اس عظیم صحابی کی مدح سرائی ابوعمر اور مسعودی نے کی ہے۔ آپ قتل عثمان میں شریک تھے۔ خود ابو عمر لکھتے ہیں کہ عثمان کی سخت مذمت کرتے تھے اوران کے گورنروں کی چھاڑ مچاتے تھے۔ آپ جنگ جمل میں رگ کحل کٹ جانے کی وجہ سے شہید ہوئے۔ (۳)

ایسا بزرگ وعظیم صحابی رسولؐ عثمان کا شدید مخالف تھا اوران کا خون بہانا جائز سمجھتا تھا۔ اس کے باوجودان کی زہدوطاعت کی داستانیں کتب رجال میں موجود ہیں۔

ہشام بن ولید مخزومی، برادر خالد بن ولید

گذشتہ صفحات میں لکھا گیا کہ جب عثمان نے عمار یاسر کواس قدر مارا کہ بیہوش ہوگئے۔ تو اسی ہشام نے کہا: اے عثمان! چونکہ تم علی علیہ السلام کے خاندان سے ڈرتے ہواس لیے ان سے کچھ نہیں بولتے

۱۔ (سورہ حج آیت ۳۹)

۲۔ مروج الذھب، ج ۲، ص ۸۳۔ ۷۶۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۶، ص ۴۲۷۔ ۴۲۴۔

۳۔ کتاب صفین، ص ۸۲۔ ص ۶۵۔ مروج الذھب، ج ۲، ص ۷۔ (ج ۲، ص ۳۶۱۔ ۳۷۵)۔ استیعاب، ج ۱، ص ۱۲۱ (القسم الاول، ص ۳۶۶۔ نمبر ۵۴۰)۔ دول الاسلام، ذہبی، ج ۱، ص ۱۸۔ (ص ۲۳۔ حوادث، ۳۶ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۔ ص: ۲۵۹۔ (ج ۳، ص ۱۱۱، خطبہ ۴۳)

لیکن میرے قبیلے کی فرد کو اس قدر مارا ہے کہ بیہوش ہو گیا ہے۔ بخدا! اگر یہ مر گئے تو بنی امیہ کی ایک ایک فرد کو قتل کر ڈالوں گا۔ (۱)

عثمان نے کہا: اے پسر قسریہ! اب تمہاری یہ ہمت؟ ھشام نے کہا: ہاں، میں قبیلہ بجیلہ کے قسری خاندان سے ہوں اور میری ماں بھی۔ عثمان نے حکم دیا اسے نکال باہر کرو۔ (۲)

ہشام کے یہ اشعار بھی عثمان کے بارے میں ہیں:

میری زبان بڑی لمبی ہے۔ اس سے ڈرو۔ اور میری تلوار زبان سے بھی زیادہ لمبی ہے۔

اس ''عادل'' صحابی کے رائے بھی واضح ہے، وہ عثمان کی زجر و توبیخ میں قتل کی دھمکی دیتا ہے، پھر اشعار میں ہجو بھی کر رہا ہے۔ ذرا بھی احترام خلیفہ نہیں۔ کیا اس کے بعد بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہشام عثمان کو خلیفہ عادل سمجھتا تھا؟

معاویہ بن ابی سفیان اموی

۱۔ امیر المومنین علیہ السلام نے معاویہ کو خط لکھا:

ارے واہ! بدعتی خواہشوں سے تمہاری وابستگی کتنی گہری ہے اور بے راہ روی میں تمہارے قدم کیسے تیز ہیں؟ ساتھ ہی حقائق کو ضائع کرنا اور ان وثیقوں کو پس پشت ڈال دینا بھی جو رضائے الٰہی کے لیے مطلوب اور بندوں پر حجت ہیں۔ عثمان اور ان کے قاتلوں کے بارے میں تمہارے اس مسلسل جدل کی حقیقت یہ ہے کہ عثمان کی مدد خود تمہارے اپنے لیے تھی۔ مگر عثمان کو تم نے اس وقت چھوڑے رکھا جب تمہاری مدد ان کے کام آ سکتی تھی۔ (۳)

۲۔ ایک دوسرے خط میں تحریر فرمایا: واللہ! تمہارے ابن عم کو تمہارے سوا کسی نے قتل نہیں کیا ہے۔

۳۔ ایک اور خط میں تحریر فرمایا: عثمان کے بارے میں تم نے بہت گہار مچائی۔ اپنی جان کی قسم! انھیں

۱۔ انساب الاشراف، ج۵، ص ص ۴۸، (ج ۶، ص ۱۶۱)۔

۲۔ الاصابۃ ج ۳، ص ۶۰۶۔ ۳۔ نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۶۲۔ (ص ۴۱۰۔ کتاب ۳۷)۔

صرف تمہیں نے قتل کیا ہے۔ تم نے انھیں بے بس چھوڑ دیا، پھر ان کے برے دن کا انتظار کرنے لگے پھر ان کی موت ہوگئی۔ تمہارے انداز سے تو یہی پتہ چلتا ہے۔

۴۔ابن عباس نے معاویہ کو خط لکھا: تم نے ہماری اموی حکمرانوں سے نفرت وتنقید کا تذکرہ کیا ہے تم نے مدد کے وقت عثمان کی مدد نہ کی۔ اس طرح تم نے اپنا مقصد پالیا۔ اس کی گواہی ولید دے گا۔(۱)

۵۔ایک دوسرے خط میں ابن عباس نے اپنے قتل عثمان کے الزام کے سلسلے میں لکھا: تم خود عثمان کے قتل کا انتظار کر رہے تھے حالانکہ وہ مدد کے لیے مسلسل خطوط لکھ رہے تھے لیکن تم نے کوئی توجہ نہ دی اور وہ قتل ہو گئے۔

پھر جب تم نے دیکھا کہ لوگ تمہیں ہمارے برابری کا نہیں سمجھتے تو عثمان کی نوحہ خوانی میں لگ گئے اور الزام قتل ہم پر لگا دیا۔ اگر واقعی وہ مظلوم قتل ہوئے ہیں تو اس کی ذمہ داری تم پر ہے۔

۶۔بلاذری (۲) لکھتا ہے کہ جب عثمان نے معاویہ سے کمک چاہی تو اس نے یزید بن اسد، والی عراق کو لکھا کہ مدینے کے پاس ذوخشب میں چھاؤنی ڈال دینا اور دیکھو یہ نہ کہنا کہ موجودہ چیزیں دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھتا۔ کیونکہ میں حاضر ہوں اور تو غائب ہے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب عثمان قتل ہو گئے تو معاویہ نے اسے واپسی کا حکم دیا۔ یہ اس لیے کیا تا کہ عثمان قتل ہو جائیں تو لوگوں کو اپنی حکمرانی کی دعوت دے۔(۳)

۷۔شبث بن ربعی نے معاویہ سے کہا: بخدا! ہم پر تیری مراد چھپی نہیں ہے، تم اپنا مطلب حاصل کرنے کے لیے قصاص عثمان کا نعرہ بلند کر رہے ہو۔ اس طرح نادان افراد تمہارے حلقہ میں آ گئے ہیں۔ ہم پر اچھی طرح واضح ہے کہ تم نے مدد سے ہاتھ کھینچا، تمہارا دل چاہتا تھا کہ عثمان قتل ہو جائیں تو انتقام کا نعرہ بلند کر سکو۔(۴)

۱۔شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۴۱۱۔ (ج ۱۵، ص ۸۴، کتاب: ۱۰)۔

۲۔انساب الاشراف، ج ۶، ص ۱۸۸۔

۳۔شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۵۷۔ (ج ۱۶، ص ۱۵۴۔ کتاب ۳۷)۔

۴۔کتاب صفین، ص ۲۱۰۔ ص ۱۸۷۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۴۳۔ (ج ۴، ص ۵۷۳۔ حوادث، ۳۶ھ)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۲۳۔ (ج ۲، ص ۳۶۵ حوادث ۳۶ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۳۴۲۔ (ج ۴، ص ۱۵، خطبہ ۵۴)۔

۸۔ ابوایوب انصاری نے معاویہ کو لکھا: ہمیں قتل عثمان سے کیا سروکار؟ تم نے خود قتل عثمان کا انتظار کیا پھر شامیوں کو ان کی مدد سے روکا۔ جنھوں نے عثمان کو قتل کیا وہ انصار کے علاوہ لوگ تھے۔ (۱)

۹۔ محمد بن مسلمہ نے معاویہ کو لکھا:

اب عثمان کے انتقام کے ذریعے ان کی مدد کر رہے ہو، تم نے تو زندگی میں انھیں چھوڑ دیا تھا۔ ہم اور انصار و مہاجرین یہاں مناسب سیرت پر استوار ہیں۔ (۲)

۱۰۔ معاویہ اور ابوطفیل کندی میں بات چیت ہوئی... معاویہ نے پوچھا: آپ نے عثمان کو قتل کیا؟ ابوطفیل نے کہا: نہیں، لیکن وہاں موجود رہ کے بھی مدد نہ کی۔ پوچھا: کیوں جب کہ ان کی مدد آپ پر فرض تھی؟ جواب دیا: جس طرح تم شام میں ان کی موت کا انتظار کر رہے تھے۔ معاویہ نے کہا: مگر اب تو انتقام کا مطالبہ کر رہا ہوں، یہ بھی تو مدد ہے۔ جواب دیا: لیکن بقول شاعر تمہاری حالت یہ ہے کہ زندگی میں تو مدد نہ کی اب بعد موت نوحہ خوانی ہو رہی ہے۔ (۳)

۱۱۔ جب قتل عثمان کے بعد علیؑ نے بیعت کا مطالبہ کیا تو سخت پشیمانی کے عالم میں معاویہ نے سات اشعار میں تاسف کا اظہار کیا ہے کہ کیوں عثمان کی مدد نہ کی۔ (۴)

ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مہاجرین و انصار کی طرح معاویہ بھی قتل عثمان کے متمنی تھے، لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ مہاجرین و انصار ہجوم کر کے ایک فاسق خلیفہ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن معاویہ کا مقصد یہ تھا کہ یہ قتل ہو جائیں تو ان کی آڑ میں اپنا الو سیدھا کر سکیں۔ اسی لیے حضرت علیؑ و ابن عباس وغیرہ نے فرمایا کہ عثمان کو صرف تمہیں نے قتل کیا ہے۔

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱، ص۹۳۔ (ج۱، ص۹۷)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۲۸۱، (ج۸، ص۴۴، خطبہ ۱۲۴)۔

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۸۷۔ (ج۱، ص۹۱)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۲۶۰ (ج۳، ص۱۱۵۔ خطبہ ۴۳)۔

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱، ص۱۵۸۔ (ج۱، ص۱۶۵)۔ ومروج الذھب، ج۲، ص۶۲، (ج۳، ص۲۵)۔ تاریخ ابن عساکر، ج۷، ص۲۰۱۔ (ج۲۶، ص۱۱۷۔ ۱۱۶۔ نمبر ۳۰۶۴)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج۱۱، ص۲۹۳۔ استیعاب (القسم الرابع، ص۱۶۹۷، نمبر ۳۰۵۴)۔ تاریخ الخلفاء ص۱۳۳، ص۱۸۶۔

۴۔ کتاب صفین ص۸۸، ص۷۹۔

عثمان کی رائے خود اپنے بارے میں

محاصرے کے زمانے میں مغیرہ نے عثمان سے کہا: امیر المومنین! یہ لوگ آپ کے قتل کے درپے ہیں۔ لہٰذا آپ مکہ چلے جایئے یا پھر شام چلے جایئے وہاں معاویہ اور شامی لوگ آپ کے حمایتی ہیں یا پھر فرمایئے تو ہم لوگ نکل کر ان لوگوں سے مقابلہ کریں۔ عثمان نے جواب دیا: تم نے مکہ جانے کو کہا تو میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ ایک ملحد مکہ میں دفن ہوگا اس پر نصف امت کا عذاب کیا جائے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ شخص میں ہوں۔ ''انشاء اللہ''۔ (۱)

خودشناسی

مریدوں نے عثمان کی فضیلت میں جو روایات مثلاً عشرہ مبشرہ والی گڑھی ہیں، ان کے برخلاف عثمان کا یہ فقرہ بتاتا ہے کہ وہ خود مطمئن نہیں تھے ورنہ ایک مجہول ملحد کے دفن کے سلسلے میں انھیں اندیشے نہ ہوتے۔ وہ قتل ہو گئے لیکن ایام محاصرہ میں مکہ نہیں گئے۔

عثمان کس قدر اندیشے میں مبتلا ہیں کہ کہیں وہی ملحد نہ ہو جائیں جس پر نصف قوم کا عذاب ہونے والا ہے۔ جب کہ مریدوں کا کہنا ہے کہ حضرت عثمان چاہ رومہ خرید کے جنت خرید چکے ہیں۔ (۲) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں جنت کی بشارت دے چکے ہیں۔ وہ رسول خداؐ کے رفیق ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے فضائل کی تمام احادیث وضعی ہیں۔ ثبوت میں ابو معتد (۳)، ہمام بن اغفل (۴)

۱۔ مسند احمد، ج۱، ص ۶۷، (ج۱، ص ۱۰۷، حدیث، ۴۸۳)۔ الامامۃ والسیاسۃ، ص ۳۵۔ (ج۱، ص ۴۱)۔ تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۲۷۲۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۲۹۔ ج ۳، ص ۶۲۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۲۱۰۔ (ج ۸، ص ۴، ۳۷۴۔ حوادث ۳۹ھ)۔ مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۳۰۔ الصواعق المحرقۃ، ص ۶۶۔ ص ۱۱۱۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۹، (ص ۱۵۱)۔ سیرۂ حلبیہ، ج ۱، ص ۱۸۸ (ج۱، ص ۱۷۵)۔ تاریخ الخمیس، ج ۲، ص ۲۶۳۔ ازالۃ الخفاء، ج ۲، ص ۳۴۳۔

۲۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۰۷۔ (ج ۳، ص ۱۱۵۔ حدیث، ۴۵۷۰)۔

۳۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۱۰۵ (ج ۶، ص ۲۲۹)۔ معجم الشعراء مرزبانی، ص ۳۹۔

۴۔ کتاب صفین، ص ۴۳۵۔ ص ۳۸۳۔

فضل بن عباس (۱) اور مالک اشتر (۲) کے اشعار پیش کئے جا سکتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ ہم نے عثمان یا نعثل کو ان کی دین بیزاری، شقاوت اور بدعتوں کی وجہ سے قتل کیا ہے۔

نظریۂ مہاجرین وانصار

۱۔ حضرت علی نے معاویہ کو خط لکھا: تم اس بھروسے میں ہو کہ میری بیعت فاسد ہوگئی ہے عثمان کو پناہ نہ دینے کی وجہ سے۔ اپنی جان کی قسم! میں بھی مہاجرین وانصار کی ایک فرد ہوں، جو ان سے ہوا وہی مجھ سے ہوا، جس بات سے انھوں نے ہاتھ کھینچا اس سے میں نے بھی ہاتھ کھینچا۔ خدا انھیں گمراہی پر ایکا نہیں کر سکتا نہ ان سے اجتماعی طور سے بے بصیرتی ہو سکتی ہے۔ نہ میں نے حکم دیا کہ اس کی خطا کا الزام مجھ پر آئے گا۔ نہ میں نے قتل کیا ہے کہ قصاص کا خوف ہو۔ (۳)

۲۔ بلاذری لکھتا ہے کہ ثابت بن عبداللہ بن زبیر کی نظر شام والوں پر پڑی تو کہا: میں ان سے شدید نفرت رکھتا ہوں۔ سعید بن خالد نے کہا: تم اس لیے ان سے نفرت کرتے ہو کہ انھوں نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے؟ جواب دیا: تم نے سچ کہا، میرے باپ کو شام کے اوباشوں نے قتل کیا اور تمہارے دادا (عثمان) کو مہاجرین وانصار نے قتل کیا۔ (۴)

۳۔ ابن قتیبہ نے الامامۃ والسیاسۃ (۵) میں لکھا ہے کہ ابو ہریرہ اور ابو درداء نے معاویہ سے حمص میں ملاقات کی اور نصیحت کرتے ہوئے کہا: آخر تم کس دلیل سے علی علیہ السلام سے برسر پیکار ہو؟ وہ تم سے فضیلت اور سبقت اسلامی میں بڑھے ہونے کی وجہ سے خلافت کے تم سے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ وہ

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۵۱۔ (ج۴، ص۴۲۶۔ حوادث، ۳۵ھ)۔

۲۔ کتاب صفین، ص۱۹۹۔ (ص۱۷۸)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۳۳۰۔ (ج۳، ص۳۲۹۔ خطبہ، ۵۱)۔

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۸۷۔ (ج۱، ص۹۱)۔ العقد الفرید، ج۲، ص۲۸۴۔ (ج۴، ص۱۳۷)۔ کامل مبرد، ج۱، ص۱۵۷۔ (ج۱، ص۲۷۱)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۲۵۲، (ج۳، ص۸۹۔ خطبہ، ۴۳)۔

۴۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۱۹۵، ۲/۳۷۔ (ج۶، ص۳۵۰۔ ۱۳۴)۔

۵۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۹۲۔ (ج۱، ص۹۶)۔

مہاجرین اولین میں سے ہیں، ان پہلے لوگوں میں ہیں جو نیکیوں سے ہمیشہ وابستہ رہے۔ اور تمہاری یہ حالت ہے کہ تم آزاد کردہ ہو اور تمہارا باپ مشرکین کا سرغنہ تھا۔ بخدا! یہ اس لئے نہیں کہا جا رہا ہے کہ عراق شام سے زیادہ پسند ہے بلکہ اس لیے کہا جا رہا ہے کہ فنا سے بقا بہتر ہے اور فساد سے صلاح زیادہ محبوب ہے۔ معاویہ نے جواب دیا: میں بھی اپنے کو علیؑ سے زیادہ مستحق خلافت نہیں سمجھتا ہوں لیکن میں صرف قاتلان عثمان سے بدلہ لینے کے لیے ان سے جنگ کر رہا ہوں۔ ان دونوں نے پوچھا: اگر قاتلوں کو تمہارے حوالے کر دیا جائے تو کیا کرو گے؟ جواب دیا: میں بھی عام مسلمانوں کی طرح ہوں گا اور خلافت کو بذریعۂ شوریٰ طے کیا جائے گا۔

یہ سن کر وہ لوگ علیؑ کے لشکر میں آئے۔ مالک اشتر نے ان سے کہا تم لوگ حُبّ معاویہ میں وہاں نہیں گئے تھے۔ تمہارا خیال ہے کہ معاویہ قاتلان عثمان کو طلب کر رہا ہے۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ خدا سے ڈرو۔ عثمان کو مہاجرین وانصار نے اس لیے قتل کیا ہے کہ عثمان نے دین خدا بدل دیا تھا۔ میں خود اس معاملے کا عینی گواہ ہوں۔ تم لوگ وہاں موجود نہیں تھے۔ وہ لوگ چلے گئے۔ دوسرے دن خدمت علیؑ میں آئے اور کہا: آپ کی فضیلت و برتری سے انکار نہیں۔ آپ کا صفین کے لیے نکلنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی جوان مرد کسی احمق کی سرکوبی کے لیے نکلے۔ معاویہ آپ سے قاتلان عثمان کا مطالبہ کر رہا ہے تو آپ اسے حوالے کر دیجئے اور اگر پھر بھی معاویہ آپ سے برسر پیکار ہو تو ہم دونوں آپ کے ساتھ ہو کر معاویہ سے جنگ کریں گے۔ حضرت نے محمد بن ابی بکر، عمار یاسر اور مالک اشتر کو کہا انھیں پہچانتے ہو۔ ابو ہریرہ وابو درداء نے کہا: جی ہاں! آپ نے کہا: یہی قاتلین عثمان ہیں، انھیں لے لو وہ دونوں انھیں گرفتار کرنے آئے تو دس ہزار سے زیادہ افراد لشکر سے نکل کر کہنے لگے: ہم نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ ان دونوں نے کہا: اب تو معاملہ بڑا سنگین ہو گیا۔ ابو ہریرہ اور ابو درداء اپنے گھر حمص واپس چلے گئے۔ وہاں پہونچے تو عبدالرحمٰن بن عثمان نے ان کے سفر کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے تمام واقعہ سنا دیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا: مجھے تم دونوں اصحاب رسولؐ پر سخت حیرت ہے۔ بخدا! اگر تم نے عثمان کی مدد سے ہاتھ روک لیا تھا تو زبان بھی روکتے۔ کیا تم علیؑ سے قاتلان عثمان کو طلب کر رہے تھے۔ حالانکہ اگر

مہاجرین وانصار نے قتل عثمان کو غلط سمجھا ہوتا تو علیؑ سے قصاص عثمان ہی کی شرط پر بیعت کرتے۔ کیا انھوں نے ایسا کیا؟ تمہاری حرکت پر تعجب ہے۔ تم مہاجرین وانصار کو تو کچھ کہتے نہیں اور علیؑ سے قاتلوں کا مطالبہ کر رہے ہو اور خلافت سے ہٹانا چاہتے ہو اور شوریٰ کے ذریعے خلیفہ طئے کرنا چاہتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ جو لوگ علیؑ کی خلافت سے راضی ہیں وہ ان لوگوں سے بہتر ہیں جنھوں نے علیؑ کی بیعت نہیں کی ہے پھر یہ کہ تم سفیر بنے تھے طلیق کے، جسے حق خلافت کہیں سے حاصل نہیں۔ یہ بات پھیل گئی تو معاویہ نے عبدالرحمٰن کے قتل کا ارادہ کیا لیکن خاندان اور قبیلے والوں کو دیکھتے ہوئے اپنا ارادہ بدل دیا۔

نصر بن مزاحم لکھتا ہے کہ ابو امامۃ باہلی اور ابودرداء نے معاویہ سے کہا: علیؑ کی سبقت اسلامی اور اولویت خلافت کے باوجود ان سے کیوں جنگ کر رہے ہو؟ معاویہ نے کہا: وہ قاتلوں کو ہمارے حوالے کر کے معاملہ خلافت شوریٰ کے ذریعے طئے کریں۔ یہ لوگ علیؑ کے لشکر میں گئے تو بیس ہزار افراد نے نکل کر کہا ہم قاتل عثمان ہیں۔ (۱)

۴۔ ابوطفیل نے معاویہ کو جواب دیا: میں نے عثمان کی مدد اس لیے نہیں کی کہ مہاجرین وانصار نے عثمان کی مدد نہ کی۔ (۲)

۵۔ شعبہ کہتے ہیں کہ قاضی ابو اسحاق کسی مدینہ والے کی گواہی قبول نہ کرتا تھا۔ میں نے وجہ پوچھی تو جواب دیا: چونکہ انھوں نے عثمان کو قتل کیا تھا۔ (۳)

۶۔ ابن عساکر (۴) نے یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ایک اندھے نے دعا کی: خدایا! عثمان پر اور اس کی ذریت پر لعنت فرما۔ ابومسلم خولانی نے غصہ میں کہا: مدینہ والو! خدا تمہارا برا کرے۔ تم قوم ثمود سے بدتر ہو۔ قوم ثمود نے ناقۃ اللہ قتل کیا تھا اور تم نے خلیفۃ اللہ کو قتل کیا اور خلیفہ خدا ناقے سے زیادہ بزرگ ہوتا ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اس واقعے سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ مدینے والوں نے اجتماعی

۱۔ کتاب وقعہ صفین، ص ۲۱۳۔ ص ۱۹۰۔

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۱۵۸، (ج ۱، ص ۱۶۵)۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۳۳۔

۳۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۶، ص ۸۳۔ (ج ۲۰، ص ۲۲۳۔ نمبر ۲۴۱۱)۔ تھذیب ابن عساکر، ج ۶، ص ۸۵۔

۴۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۳۱۹۔ (ج ۲۷، ص ۲۲۰۔ نمبر ۳۲۱۳)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۲، ص ۶۳۔

طور سے عثمان کو مسترد کر دیا اور انھیں قتل کیا۔ اب رہ گئی ابو مسلم خولانی کی بات تو اس کا جواب مالک اشتر وغیرہ کے اقوال سے دیا جا سکتا ہے کہ عثمان نے دین بدل دیا تھا، بدعتیں ایجاد کی تھیں اس لیے انھیں قتل کیا گیا۔

۷۔ واقدی اپنی مسند میں لکھتا ہے کہ ۳۴ھ میں بعض اصحاب نے خط لکھ کر سرحدی علاقوں میں مصروف جہاد اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باخبر کیا کہ عثمان نے بدعتیں ایجاد کی ہیں اور دینی تبدیلیاں دھڑے سے کر رہے ہیں ان پر اعتراض کیا جاتا ہے تو مانتے نہیں، لہٰذا تم اگر حفاظت دین کے لیے جہاد کرنا چاہتے ہو تو مدینے آ کر عثمان سے جنگ کرو۔ اس خط کا زید بن ثابت، ابو اسید ساعدی، کعب بن مالک اور حسان بن ثابت کے علاوہ سب نے اثر لیا۔ انھوں نے حضرت علیؑ سے کہا کہ آپ عثمان کو جا کر سمجھایئے آپ گئے اور عثمان کو سمجھایا: کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں اور میری پشت پر لوگ ہیں کہ تم سے حکومت کے غلط رویے پر گفتگو کروں۔ ایسا نہیں کہ تم ناواقف ہو، تم نے بھی اسی طرح احادیث رسولؐ سنی ہیں جس طرح میں نے سنی ہیں۔ ابوبکر و عمر تم سے زیادہ اجراء قانون الٰہی کے ذمہ دار نہ تھے۔ تم تو قرابت رسولؐ بھی رکھتے ہو، ان کے داماد بھی ہو، خدا کا خوف کرو۔ عثمان نے کہا: اگر آپ میری جگہ ہوتے اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحم کرتے، آوارہ لوگوں کو پناہ دیتے تو میں آپ کی مخالفت نہ کرتا۔ (ذرا دیکھئے تو کس طرح بے مہمل طریقے سے اپنی بدعتوں اور انحراف قرآنی کی صفائی دے رہے ہیں۔) میں نے انھیں کو گورنری دی ہے، جنھیں عمر نے گورنری دی تھی۔ علیؑ نے کہا: عمر اپنے گورنروں کی باز پرس کرتے تھے، تم نہیں کرتے۔

تم اپنے رشتہ داروں سے نرمی برتتے ہو۔ عثمان نے کہا: وہ آپ کے بھی تو رشتہ دار ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا:

اپنی جان کی قسم! وہ میرے رشتہ دار ہیں لیکن دوسروں میں ان سے زیادہ فضائل ہیں۔ عثمان نے کہا: کیا معاویہ کو عمر نے خلیفہ نہیں بنایا؟ حضرت نے فرمایا: معاویہ تو عمر کے غلام یرفاء سے بھی ڈرتا تھا اور اب تو وہی تمہاری جگہ حکمرانی کر رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ عثمان کی جگہ وہی حکومت کر رہا ہے۔ تمہیں خبر ملتی

ہے تو معاویہ سے کوئی باز پرس نہیں کرتے۔(۱)

۸۔طبقات بن سعد میں ہے کہ(۲) عثمان نے محاصرے کے درمیان کہا: لوگو! مجھے قتل نہ کرو۔ میں تمہارا حکمراں اور مسلمان کا بھائی ہوں... پھر دعا کی: خدایا! ان سے بھرپور بدلہ لینا۔

مجاہد کہتے ہیں کہ اسی لیے خدا نے ان فتنہ پردازوں کو قتل کیا۔ یزید نے بیس ہزار فوج بھیجی جنھوں نے مدینہ والوں کا جی بھر کے خون بہایا اور خوب کھیل کھیلا۔ حسان بن ثابت(۳) اور حمید بن ثور(۴) نے مدینہ والوں کے خلاف اشعار بھی کہے ہیں۔

مدینہ والوں کا خط سرحدی صحابہ کو

طبری لکھتا ہے:

جب لوگوں نے عثمان کی غلط حرکات دیکھیں تو ان اصحاب کو خط لکھا جو مختلف سرحدوں پر مصروف جنگ تھے:

تم دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لیے سرحدوں پر جنگ کر رہے ہو۔ یہاں عثمان نے دین فاسد کر دیا ہے لہذا دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلد خبر لو۔ (دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلیفہ نے فاسد کر دیا ہے لہذا اسے معزول کرو)

اس خط پر مختلف علاقوں سے صحابہ مدینہ آگئے اور انھیں قتل کر دیا۔(۵)

۱۔انساب الاشراف، ج۵، ص۶۰، (ج۶، ص۱۷۴)۔تاریخ طبری، ج۵، ص۹۷، (ج۴، ص۳۳۶۔حوادث، ۳۴ھ)۔تاریخ کامل، ج۳، ص۶۳۔(ج۲، ص۲۷۵۔حوادث، ۳۴ھ)۔تاریخ ابن خلدون، ج۲، ص۳۹۱۔(ج۲، ص۵۹۳)۔

۲۔طبقات ابن سعد، ج۳، ص۴۷۔(ج۳، ص۶۷)۔

۳۔مروج الذھب، ج۱، ص۴۴۲۔(ج۲، ص۳۶۴)۔العقد الفرید، ج۲، ص۲۶۷۔(ج۴، ص۱۱۲)۔

۴۔تاریخ ابن عساکر، ج۴، ص۴۵۸۔(ج۱۵، ص۲۷۳۔نمبر ۱۷۹۰)۔تھذیب ابن عساکر، ج۴، ص۴۶۱۔

۵۔تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۵۔(ج۴، ص۳۶۷، حوادث، ۳۵ھ)۔تاریخ کامل، ج۵، ص۷۰۔(ج۲، ص۲۸۷۔حوادث، ۳۵ھ)۔شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۶۵۔(ج۲، ص۱۴۹۔خطبہ، ۳۰)۔

مہاجرین کا خط مصریوں کے نام

مہاجرین اولین اور باقیماندہ افراد شوریٰ کی طرف سے مصر میں مقیم صحابہ وتابعین کی طرف:

امابعد قبل اس کے کہ خلافت رسول کو مستحقوں سے اچک لیا جائے جلد یہاں پہونچیے ۔ کیونکہ قرآن بدل دیا گیا ہے ۔ سنت رسول متغیر کردی گئی اور ابوبکر وعمر کے احکامات بدل دیئے گئے ہیں ۔ لہذا تمام اصحاب وتابعین کو خدا کی قسم دی جاتی ہے کہ تم جلد آؤ اگر تم خدا اور رسولؐ پر ایمان رکھتے ہو ۔ اور حق کو روشن مناروں پر قائم کرو ۔ جس طرح رسول خداؐ اور شیخین نے استوار کیا تھا ۔ کل تک یہ خلافت، محمدیؐ و باعث رحمت تھی اور آج خودسر شہنشاہیت بن گئی ۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا رواج ہوگیا ہے ۔ (۱)

مدینہ والوں کا خط عثمان کے نام

تاریخ طبری (۲) میں ہے کہ زبیر کہتے ہیں کہ مدینے والوں نے عثمان کو خط لکھا: تم توبہ کرو اور حجت کے ساتھ قسم کھاؤ کہ اگر عہد خداوندی کو تم نے انجام نہ دیا تو تمہیں قتل کئے بغیر چھوڑا نہ جائے گا ۔ عثمان نے قتل کے خوف سے اپنے ہمدردوں اور رشتہ داروں سے مشورہ کیا ۔

عثمان اور اجماع

ان دوسو سے اوپر تاریخی روایات کے انبوہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ و تابعین اور مہاجرین وانصار نے عثمان کی بھرپور مذمت کی ۔ صرف چار افراد نے ان کی تائید کی: زید بن ثابت، حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور اسید ساعدی ۔

ان چار کے سوا سب نے قتل عثمان میں شرکت کی ۔ کسی نے قتل کیا، کسی نے قتل پر ابھارا، کسی نے قاتلوں کی تعریف کی، کسی نے عثمان کی بدعتوں پر انھیں لتاڑا، کسی نے حکومت کو ختم کرنے میں سعی کی

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۳۲ ۔ (ج۱، ص۳۷) ۔

۲ ۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۶ ۔ (ج۴، ص۳۶۹، حوادث، ۳۵ھ) ۔

کسی نے عثمان کو دشنام دیا۔ اس طرح یہ لوگ عثمان کی باطل خلافت کو ختم کرنے میں ہر توانائی صرف کررہے تھے۔ یہ اجماع اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عثمان کا طریقہ کار قطعی غیر اسلامی تھا، جس کی وجہ سے اصحاب رسول کو صبر کا یارا نہ تھا۔ انھوں نے اجماع کر کے قتل کر دیا۔ اور اصحاب کے اجماع کو غلط نہیں کہا جاسکتا، جب کہ ان میں حضرت عائشہ، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ، زبیر، عمار یاسر، مقداد، حجر بن عدی، ہاشم مرقال، جہجاہ، سہل بن حنیف، عمرو عاص، مالک اشتر، صعصعہ، معاویہ، عمرو بن حمق، جابر بن عبداللہ، زید بن صوحان، قیس بن سعد جیسے معروف ترین اصحاب، مہاجرین، انصار اور بدری و بیعت شجرہ کے فضائل سے آراستہ اصحاب تھے۔ ان سب کے اوپر خود حضرت علیؑ نے عثمان کی مذمت کی اور انھیں بدعتی و خائن کہا۔

قصہ پہلے محاصرے کا

بلاذری وغیرہ نے لکھا ہے کہ کوفہ، بصرہ اور مصر کی عوام مسجد الحرام میں قتل عثمان کے سال میں جمع ہوئی۔ کوفے والوں کا سردار کعب بن عبدہ، بصرہ کا مثنی بن مخربہ عبدی اور مصر والوں کا سردار کنانہ بن بشر تھا۔ ان لوگوں نے باہم مذاکرہ کر کے عثمان کی بدعتوں اور بدعہدیوں پر تنقید کی۔ اور کہا کہ ہمیں اس پر چپ نہیں رہنا چاہیئے۔ اس کے بعد طئے پایا کہ سب لوگ اپنے شہر واپس جائیں اور مکہ میں اپنا نمائندہ بھیج کر لوگوں کو ہم خیال بنایا جائے۔ پھر ایک سال بعد عثمان کے پاس جا کر اپنا مطالبہ رکھیں، اگر وہ نہ مانیں تو نئے مشورہ کے بعد اسے نافذ کیا جائے۔

متعینہ وقت پر مالک اشتر دو سو کوفیوں کے ساتھ مدینہ آئے (یا ایک ہزار کوفیوں کے ساتھ۔ ابن قتیبہ) یہ لوگ چار حصوں میں تقسیم تھے، ان حصوں کے سردار زید بن صوحان عبدی، زیاد بن نضر حارثی، عبداللہ بن اصم اور عمرو بن اہتم۔ بصرہ والوں کو لے کر حکیم بن جبلہ ایک سو آدمیوں کے ساتھ آئے۔ پچاس مزید آگئے تو ڈیڑھ سو ہو گئے۔ ان کے ہمراہ ذریح بن عباد، بشر بن شریح اور ابن محرش تھے۔ مصر سے چار سو، پانچ سو، چھ سو یا ہزار آئے (یا دو ہزار۔ ابن ابی الحدید) ان کے رؤسا محمد بن ابی بکر، سودان بن حمران، میسرہ سکونی اور عمرو بن حمق تھے۔ مصریوں کے سردار چار افراد تھے:

عمرو بن بدیل بن ورقا خزاعی، عبدالرحمن بن عدیس، عروہ بن شیم، کنانہ بن بشیر۔ ان سب کے سردار غافقی بن حرب تھے اور ایام محاصرہ میں وہی امام جماعت بھی تھے۔

طبری کے مطابق یہ سبھی دو افراد کے تابع تھے: عمرو بن بدیل خزاعی (صحابی پیغمبرؐ) اور عبدالرحمن بن عدیس۔

جب یہ لوگ مدینہ پہونچے تو کچھ مہاجرین وانصار بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ جیسے عمار یاسر بدری، رفاعہ بن رافع بدری، حجاج بن غزیہ صحابی اور عامر بن بکیر۔

زوجہ عثمان، نائلہ نے معاویہ کو خط لکھا تھا کہ مصر والے سارے معاملات میں حضرت علیؑ، محمد بن ابی بکر، عمار یاسر اور طلحہ وزبیر کے مطیع تھے۔ انھیں لوگوں نے قتل عثمان کا حکم دیا تھا، جو قبیلے مصریوں کے ساتھ تھے ان کے نام ہیں: خزاعہ، سعد بن بکر، ہذیل اور کچھ جہنیہ ومزنیہ کے لوگ اور کچھ یثرب کے نبطی۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ عثمان نے ابن مسعود، عمار یاسر اور ابوذر کے ساتھ بدسلوکی کی تھی، اس لیے قبیلہ ہذیل، بنی زہرہ، بنی غفار اور ان کے حلیفوں کے دل میں کینہ بھڑک رہا تھا۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ محاصرہ کرنے والوں میں بنی زہرہ، عبداللہ بن مسعود کی وجہ سے تھے۔ کیونکہ وہ ان کے حلیف تھے۔ قبیلہ ہذیل ان کے حمایتی تھے۔ عمار یاسر کی وجہ سے بنی مخزوم اور ان کے حلیف تھے اور قبیلہ غفار اور ان کے حلیف ابوذر کی وجہ سے تھے۔ اور قبیلہ تیم محمد بن ابی بکر کی وجہ سے تھے اور دوسرے قبائل بھی تھے۔ جن کے ذکر کی اس کتاب میں گنجائش نہیں۔ یہ اولین محاصرہ تھا۔ (۱)

۱۔ طبقات، ابن سعد، ج ۳، ص ۴۹۔ (ج ۳، ص ۶۶)۔ انساب الاشراف، بلاذری، ج ۵، ص ۲۶، ۵۹۔ (ص ۱۳۴۔ ۱۷۳)۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۳۴۔ (ج ۱، ص ۳۵)۔ المعارف ابن قتیبہ، ص ۸۴۔ ص ۱۹۶۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۶۔ (ج ۴، ص ۳۶۹۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ مروج الذھب، ج ۱، ص ۴۴۱۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۹۔ (ج ۴، ص ۱۰۶، ۱۰۸۔ ۱۱۴)۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ (ج ۳، ص ۶۸۔ ۵۶)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۶۶، (ج ۲، ص ۲۸۰۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۳۹۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۰۲۔ (ج ۲، ص ۱۴۰، خطبہ ۱۷۴)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ۱۷۰، ۱۷۳۔ (ج ۷، ص ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ص ۱۹۷۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ حیاۃ الحیوان، دمیری، ج ۱، ص ۵۳۔ (ج ۱، ص ۷۷)۔ الاصابۃ (ج ۲، ص ۴۱۱۔ نمبر ۵۱۶۳)۔ الصواعق المحرقۃ، ص ۶۹، (ص ۱۱۶)۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۶۔ ص ۱۴۸۔ تاریخ الخمیس، ج ۲، ص ۲۵۹۔ (ج ۲، ص ۲۶۱)۔

مصریوں کا خط عثمان کے نام

ابن زبیر کا بیان ہے کہ مصریوں نے مقام سقیا یا ذوخشب سے عثمان کو خط لکھا۔ عثمان نے خط پڑھکر قاصد کو گھر سے نکال دیا۔ خط کا متن یہ تھا:

بسم الله الرحمن الرحیم

امابعد۔۔۔ سمجھ لو کہ خدا نے کبھی کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلی جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔ خدا کو پہچانو، دنیا فانی ہے اور آخرت اسی سے وابستہ ہے، اپنی آخرت کا حصہ فراموش نہ کرو۔ دنیا ہی پر نہ ریجھے رہو۔ سمجھ لو کہ ہم صرف خدا کے لیے غضبناک وخوشنود ہوتے ہیں۔ جب تک تم واضح توبہ نہ کرلو گے ہم کاندھے سے تلوار نہ اتاریں گے۔ یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے۔(۱)

خلیفہ نے قرآن وسنت پر عمل کا عہد کیا۔ ۳۵ھ

بلاذری (۲) نے بحوالہ ابومخنف لکھا ہے کہ مصریوں نے عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا تو مغیرہ بن شعبہ انھیں سمجھانے بجھانے آئے، تو مصریوں نے کہا: ابے بھینگے! واپس جا۔ او بدکار! واپس جا۔ اے کمینے! واپس جا۔ وہ واپس گئے تو عثمان نے عمروعاص کو بھیجا کہ قرآن درمیان میں لاؤ۔ وہ پہونچے تو مصریوں نے للکارا: دشمن خدا! بھاگ جا۔ نابغہ کے جنے! واپس جا۔ یہ دیکھ کر ابن عمر نے عثمان کو رائے دی کہ علیؑ کے سوا کوئی انھیں سمجھا نہیں سکتا۔ حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے تو عثمان نے کہا: آپ انھیں کتاب خدا اور سنت رسولؐ کی دعوت دیجیے۔ حضرت نے فرمایا: جس بات کی ضمانت لوں گا اسے وفا کرو گے؟ عثمان نے کہا: ہاں! آپ مجمع میں گئے تو لوگوں نے کہا: واپس جائیے۔ آپ نے فرمایا: واپس نہیں جاؤں گا، تم سے بات کروں گا۔ میں قرآن کی روشنی میں دیکھوں گا کہ عثمان سے کیا کیا غلط باتیں سرزد ہوئی ہیں۔ سب نے کہا: کیا آپ ضامن ہیں؟ فرمایا: ہاں... یہ سن کر کچھ اشراف عثمان کے گھر آئے اور یہ توبہ نامہ

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۶۔ (ج۴، ص۳۶۹۔ حوادث، ۳۵ھ)۔

۲۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۶۲۔ (ج۶، ص۱۷۹)۔

لکھا گیا: تحریر بندۂ خدا عثمان امیر المومنین کی طرف سے ان مومنوں کو لکھی جا رہی ہے جو عثمان پر تنقید کرتے ہیں کہ اب عثمان تمہارے درمیان کتاب خدا اور سنت رسولؐ پر عمل کریں گے۔ حقدار کا حق دیا جائے گا، خائف مطمئن رہے گا، جلاوطن اپنے گھر آئیں گے، عوامی نمائندوں کے اختیارات سلب نہیں کئے جائیں گے، مال غنیمت کو فراخی سے تقسیم کیا جائے گا، حضرت علی ابن ابی طالبؑ اس بات کے ضامن ہیں کہ عثمان اس تحریر پر عمل کریں گے۔

گواہ: زبیر، طلحہ، سعد بن مالک، عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت، سہل بن حنیف، ابوایوب، خالد بن زید۔ مرقومہ ذی القعدہ ۳۵ھ۔ تمام لوگوں نے اس تحریر کی ایک ایک کاپی لی اور واپس چلے گئے۔

حضرت علیؑ نے عثمان سے کہا: لوگوں کے سامنے تقریر کر دیجیئے تاکہ لوگ منتشر ہو جائیں اور جو کچھ دل میں ہے خدا کو گواہ بنا دیجیئے۔ کیونکہ لوگ بغاوت پر آمادہ ہیں، ممکن ہے بصرہ اور کوفہ سے بھی لوگ آجائیں تب آپ کہیں کہ یا علی علیہ السلام! انھیں سمجھایئے۔ اور میں قبول نہ کروں تو کہیں کہ آپ نے حق قرابت ادا نہیں کیا۔ یہ سن کر عثمان نے منبر پر جا کر اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا اور استغفار کیا۔ پھر کہا: میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ جو پھسل جائے اسے راہ راست پر آجانا چاہیئے۔ میں پہلا شخص ہوں اس حدیث کو ماننے والا۔ اگر اب مجھ سے غلطی ہو جائے تو اشراف آکر مجھے رائے صائب کے ذریعے رہنمائی کر دیں۔ کیونکہ بخدا! اگر کوئی غلام بھی مجھے راہ راست دکھائے تو میں مان جاؤں گا۔ اب مجھے راہ خدا اپنانے کے سوا چارہ نہیں۔

یہ تقریر سن کر تمام لوگ خوش خوش عثمان کے گھر پر آئے۔ اتنے میں مروان نے نکل کر ان لوگوں کو ڈپٹا: تم پر پھٹکار، یہاں کیوں جمع ہوئے ہو؟ امیر المومنین سے تمہیں کیا لینا دینا۔ جسے کوئی کام ہوتا ہے صدا لگانے لگتا ہے۔ واپس جاؤ۔ جب یہ خبر حضرت علیؑ کو ہوئی تو آپ غصے میں بھرے ہوئے عثمان کے پاس آئے اور فرمایا: مروان اور تمہارا معاملہ صرف یہ ہے کہ وہ تمہارے دین اور عقل کو غارت کرے۔ میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ یہ تمہیں کنویں میں جھونک دے گا۔ اب کبھی تمہارے پاس نصیحت کے لیے نہ آؤں گا۔ زوجہ عثمان نائلہ نے عثمان سے کہا: سنتے ہو علیؑ نے مروان کے بارے میں کیا کہا۔ اب وہ کبھی تمہاری

مدد نہ کریں گے۔تم مروان کی بات مانتے ہو جس کا کوئی لوگوں میں احترام نہیں نہ اثر ہے۔عثمان نے دوبارہ علیؑ کے پاس آدمی بھیج کر بلوایا لیکن وہ نہ آئے۔

ابن سعد نے ابوعون کا بیان نقل کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن اسود نے مروان کو بددعا دے کر کہا کہ عثمان نے رو دھو کر لوگوں کو راضی کیا لیکن مروان نے سب چوپٹ کر دیا۔(۱)

توبہ عثمان کو ایک دوسری طرح بھی علامہ امینیؒ نے ذرا تفصیل کے ساتھ طبری کے حوالے سے لکھا ہے۔واقعات یہی ہیں۔اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ عثمان کو اصل میں مروان نے گمراہ کیا تھا۔اور نائلہ و مروان سے اس سلسلے میں نوک جھونک بھی ہوئی۔(۲)

طبری ہی کے حوالے سے ایک تیسری روایت توبہ بھی نقل کی گئی ہے۔اس میں حضرت علی علیہ السلام کے انکار کے بعد خود عثمان کا شب کے پردے میں علیؑ کے پاس جانا منقول ہے۔(۳)

دوسرا عہد و توبہ

پہلا عہد جس میں کتاب خدا و سنت رسولؐ پر عمل کرنے اور بدعتوں سے باز آنے کا اقرار تھا ٹوٹ گیا بلکہ کسی ایک عہد پر بھی عثمان نے عمل نہ کیا۔ان کی بدعتوں میں اضافہ ہی ہوا۔اس لیے عوام نے دوبارہ انھیں پابند کرنا چاہا۔

۱۔تاریخ طبری، ج۴،ص۳۶۳،حوادث، ۳۵ھ۔تاریخ کامل ج۲،ص۲۸۵۔حوادث، ۳۵ھ۔حیاۃ الحیوان، ج۱،ص۵۳۔ ج۱،ص۷۷۔

۲۔انساب الاشراف، ج۵،ص۶۴، ۶۵۔(ج۶،ص۱۷۷۔۱۷۹)۔تاریخ طبری، ج۵،ص۱۱۱،(ج۴،ص۳۶۰حوادث، ۳۵ھ۔) تاریخ کامل، ج۳،ص۶۸۔(ج۲،ص۲۸۵۔حوادث، ۳۵ھ)۔البدایۃ والنھایۃ۔ج۷،ص۱۷۲۔(ج۷،ص۱۹۳، حوادث، ۳۵ھ)۔شرح ابن ابی الحدید، ج۱،ص۱۶۳۔۱۶۴۔(ج۲،ص۱۴۷۔۱۴۶۔خطبہ،۳۰)۔تاریخ ابن خلدون، ج۲،ص ۳۹۶۔۳۹۷۔ج۲،ص۵۹۸۔۵۹۷۔)

۳۔تاریخ طبری، ج۵،ص۱۱۲(ج۴،ص۳۶۳۔حوادث، ۳۵ھ)۔تاریخ کامل، ج۳،ص۹۶(ج۲،ص۲۸۶۔حوادث، ۳۵ھ)۔

طبری، ابن زبیر کا بیان نقل کرتا ہے کہ مدینے والوں (مہاجرین وانصار) نے عثمان کو خط لکھ کر توبہ کرنے کو کہا۔ انھوں نے قسم کھائی کہ اگر عثمان نے عہد توڑ دیا تو قتل کیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ چنانچہ عثمان نے قتل کے خوف سے امویوں سے مشورہ کیا۔ امویوں نے انھیں مشورہ دیا کہ حضرت علیؑ سے کہہ کر ان بلوائیوں کو دور کیا جائے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ ٹال مٹول مناسب نہیں۔ میں نے پہلی بار بیچ بچاؤ کیا تھا۔ اس کا انجام تم نے دیکھ لیا۔ مروان نے عثمان سے کہا: آپ بزرگ ہیں، اگر بلوائیوں کی بات مانتے رہے تو جو آپ کے دوست ہیں وہی آپ کے دشمن ہو جائیں گے۔ اس لیے اب بلوائیوں سے کچھ مہلت لے کر باہر سے فوجی کمک منگوائیے۔ کیونکہ یہ سب بغاوت پر آمادہ ہیں۔ ان سے عہد کر کے اس پر باقی رہنا مناسب نہیں۔ عثمان نے آدمی بھیج کر علیؑ کو بلوایا اور کہا: مجھے اطمینان نہیں ہے، یہ مجھے قتل کیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ آپ انھیں مجھ سے دور کیجیے۔ اب میں قانون اسلام کے اجراء کا پوری طرح عہد کرتا ہوں چاہے اس میں میرا خون ہی بہہ جائے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: لوگ آپ کے قتل کا نہیں بلکہ انصاف کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ وہ لوگ عہد پر عمل کے سوا کسی بات پر راضی نہ ہوں گے۔ ان کے پہلے دستے سے آپ نے وعدہ کیا تھا اسے وفا نہ کیا۔ میں نے آپ کے خدا گواہ پر اعتبار کر کے انھیں دور کر دیا۔ لیکن آپ نے ایک بھی وعدے کو وفا نہ کیا، نہ کوئی عہد پورا کیا۔ اب آپ اس بھرّے میں نہ رہیں کہ دوبارہ مجھے دھوکہ دے سکیں گے۔ کیونکہ میں صرف امور حق ہی میں آپ کی حمایت کر سکتا ہوں۔

عثمان نے کہا: ٹھیک ہے۔ آپ صرف امور حق ہی میں میری مدد کیجیے۔ خدا کی قسم! جو عہد میں نے کیے ہیں اسے پورا کروں گا۔ حضرت علی علیہ السلام لوگوں کے درمیان گئے اور فرمایا: لوگو! تمہارا مطالبہ صحیح ودرست ہے اس لیے اس کی موافقت کی جائے گی۔ عثمان دعوی کرتے ہیں کہ تمہارے ساتھ انصاف برتیں گے اور تمہاری مرضی کے خلاف نہ کریں گے۔ ان کی بات مان لو۔ لوگوں نے کہا: ہم نے مان لیا، لیکن اب صرف زبان جمع خرچ سے کام نہ چلے گا عمل بھی ہونا چاہیے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ تمہارا حق ہے میں اسے انجام دوں گا۔ پھر عثمان کے پاس آکر ساری روداد سنائی۔ عثمان نے کہا: ان سے مہلت لے لیجیے، کیونکہ میں ایک روز میں تو ان کے تمام مطالبات کو پورا نہ کر سکوں گا اور نہ اعتراضات کو

دفع کر سکوں گا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جو مدینے سے متعلق معاملہ ہے اس میں مہلت کی گنجائش نہیں مدینہ سے باہر کے معاملات کو اس وقت تک کا موقع دیا جاسکتا ہے جب تک آپ کا حکم وہاں پہونچ جائے۔ عثمان نے کہا: ٹھیک ہے، لیکن مدینہ کے لیے تین روز کا موقع دیجیے۔ حضرت علی علیہ السلام مان گئے۔ اور عوام کے درمیان جا کر تحریری معاہدہ عثمان اور عوام کے درمیان ہو گیا۔ انھوں نے تین روز کا موقع دیا کہ تمام گذشتہ مظالم کی تلافی اور حق کا استحکام ہو۔ اور تمام نامناسب گورنروں کی برطرف کیا جائے۔ پھر سخت اور موکدترین عہد جو خدا و بندوں کے درمیان ہو سکتا ہے عثمان سے کرایا گیا۔ اور اس پر مہاجرین و انصار گواہ ہوئے۔ نتیجہ میں مسلمانوں نے ان سے دست برداری اختیار کی تا کہ وہ اپنے عہد پر عمل کر سکیں لیکن عثمان نے خود کو جنگ کے لیے آمادہ کر لیا۔ اپنی پوزیشن مضبوط کرنے لگے، اسلحہ جمع کرنے لگے۔ اور غنائم خمس کے غلاموں (گورنمنٹ فوج) کو فراہم کرنے لگے۔ جب مہلت کے تین دن ختم ہو گئے تو حالات جوں کے توں تھے۔ عثمان نے کوئی تبدیلی نہیں کی تھی نہ تو ناپسندیدہ گورنروں کو برطرف کیا تھا۔ یہ دیکھ کر تمام عوام بھڑک اٹھی۔ عمرو بن حزم انصاری مصریوں کے پاس گئے جو مقام ذوخشب میں ڈیرا ڈالے ہوئے تھے۔ اور انھیں تمام معاملات کی اطلاع دی۔ پھر ان کے ہمراہ مدینہ آکر عثمان کو پیغام بھیجا کہ تم نے کسی عہد پر عمل نہ کیا، نہ توبہ کی، نہ حکومت میں کوئی تبدیلی کی، نہ عہد خداوندی کو پورا کیا۔ عثمان نے کہا: ہاں! میں اپنے عہد پر باقی ہوں۔ لوگوں نے کہا: تو پھر یہ خط کیسا ہے۔.....(۱)

جب مصر والے مدینہ آئے تو حضرت علی علیہ السلام نے انھیں سمجھا بجھا کر اپنے شہروں کو واپس جانے پر آمادہ کر لیا تھا۔ پھر مقام ذوخشب تک پہونچا کر مدینہ میں عثمان کو اطلاع دی کہ مصری واپس گئے۔ عثمان نے وہ دن گذار دیا۔ دوسرے دن مروان آیا اور عثمان سے کہا: لوگوں کو تقریر کر کے مطلع کر دیجیے کہ مصر والوں کو جس وقت معلوم ہوا کہ امام و حکمراں کے خلاف ساری باتیں جو معلوم ہوئی تھیں، غلط تھیں تو واپس چلے گئے۔ آپ کا یہ حکم اس قدر نافذ ہونا چاہیئے کہ عوام اپنے اپنے شہروں اور صوبوں کو واپس

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۶۔ (ج۴، ص۳۶۹، حوادث، ۳۵ھ) تاریخ کامل، ج۳، ص۷۱۔۷۲۔ (ج۲، ص۲۸۹۔۲۸۸۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۶۶۔ (ج۲، ص۱۴۹، خطبہ، ۳۰)۔

جائیں۔ کیونکہ اس طرح وہ حکومت پر مسلط ہو جائیں گے۔ عثمان اس بات پر آمادہ نہیں ہو رہے تھے۔ مگر مروان نے اس قدر زور دیا کہ مجبور ہو کر عثمان نے منبر پر جا کر کہا کہ یہ مصر کے عوام اس لیے آئے تھے کہ انھیں حکمرانوں کے خلاف بے بنیاد اور غلط باتیں معلوم ہوئی تھیں۔ جب انھیں یقین ہو گیا کہ وہ سب غلط تھیں تو واپس چلے گئے۔

یہ سنتے ہی چاروں طرف سے فریاد و غوغا بلند ہو گیا: عثمان! خدا سے ڈرو، خدا کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ سب سے پہلے عمرو عاص نے کہا: عثمان خدا سے ڈرو، تم نے پاپ کر کے ہمیں بھی اس دلدل میں گھسیٹ دیا ہے۔ اب خدا سے توبہ کرو تا کہ ہم بھی توبہ کریں۔..........(۱)

دوسرا محاصرہ (۲)

بلاذری بحوالہ ابو مخنف لکھتا ہے کہ مصریوں نے عثمان سے قرارداد لکھوا کر اپنے شہروں کا رخ کیا۔ راستے میں مقام ''ایلہ'' یا اس کے آس پاس پہونچے تھے۔ دیکھا کہ ایک سوار آ رہا ہے اس کا رخ مصر کی

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۰۔۱۱۴۔ (ج۴، ص۳۵۹۔۳۶۶۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۴۷ (ج۶، ص۱۹۲)۔ استیعاب (القسم الثالث، ص۱۰۴۱۔ نمبر ۱۷۷۸)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۱۱۳ (ج۲، ص۱۴۳۔ خطبہ، ۳۰)۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۶۸۔ ج۲، ص۲۸۳۔ حوادث، ۳۵ھ۔ الفائق زمخشری، ج۲، ص۲۹۶۔ (ج۴، ص۳۵) نہایہ ابن اثیر، ج۴، ص۱۹۶، ج۵، ص۱۳۴۔ البدایہ والنہایہ، ج۷، ص۱۷۵ (ج۷، ص۱۹۶، حوادث ۳۵ھ)۔ تاریخ ابن خلدون، ج۲، ص۳۹۶۔ (ج۲، ص۵۹۷)۔ لسان العرب، ج۷، ص۹۸۔ (ج۱۴، ص۲۹۹)۔ تاج العروس، ج۳، ص۵۹۲۔

۲۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۶۹۔ ۲۶۔ ۹۵۔ ج۶، ص۱۸۵۔ ۱۳۳۔ ۲۱۹۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۳۷۔ ۳۳۔ ج۱، ص۳۹۔ المعارف ابن قتیبہ، ص۸۴۔ ص۱۹۴۔ العقد الفرید، ج۲، ص۲۶۳۔ (ج۴، ص۱۰۶)۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ج۴، ص۳۷۲۔ حوادث ۳۵ھ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۲۳۔ ۱۲۵۔ ج۳، ص۵۶۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۷۰۔ ۷۱۔ (ج۲، ص۲۸۷۔ حوادث ۳۵ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ج۲، ص۱۵۱ خطبہ، ۳۰۔ تاریخ ابن خلدون، ج۲، ص۳۹۷۔ (ج۲، ص۵۹۸)۔ البدایہ والنہایہ، ج۷، ص۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۸۶۔ ۱۸۹۔ ج۷، ص۲۱۱۔ ۱۹۴۔ حوادث ۳۵ھ۔ حیاۃ الحیوان، ج۱، ص۵۳۔ ج۱، ص۷۷۔ الصواعق المحرقہ، ص۶۹۔ ص۱۱۷۔ تاریخ الخلفاء، ص۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ص۱۴۸۔ ۱۵۱۔ سیرۂ حلبیہ، ج۲، ص۸۴۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ج۲، ص۷۵۔ ۷۷۔ ۷۸۔ تاریخ الخمیس، ج۲، ص۲۵۹۔

طرف ہے۔ اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ جواب دیا: امیر المومنین (عثمان) کا قاصد ہوں، گورنر مصر عبداللہ بن ابی سرح کے پاس جا رہا ہوں۔ میں امیر المومنین کا نوکر ہوں۔ وہ سیاہ فام تھا۔ آپس میں سب نے اس کی تفتیش کرنے کی بات طے کی۔ ممکن ہے گورنر کو ہم لوگوں کے متعلق کوئی حکم لکھا ہو۔ تفتیش کے بعد کچھ نہ ملا۔ آخر کنانہ بن بشر کی تاکید پر اس کی مشک دیکھی گئی تو ایک بند شیشی میں عثمان کا خط تھا۔ جس میں لکھا تھا: جب مصر میں عمرو بن بدیل پہونچے تو گردن مار دو، ابن عدیس و کنانہ کے ہاتھ پاؤں قطع کر دو تا کہ تڑپ کر مر جائیں، پھر ان کی لاش شاخ خرما پر لٹکا دینا۔

کہتے ہیں کہ یہ خط مروان نے بغیر عثمان کی اطلاع کے لکھ دیا تھا۔ جب مصریوں کو خط کے مضمون سے آگاہی ہوئی تو کہا عثمان اپنے عہد سے پھر گئے ہیں۔ وہ لوگ پھر مدینہ واپس ہوئے اور خط کو حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ عثمان کے پاس گئے۔ عثمان نے قسم کھائی کہ میں نے نہیں لکھا ہے، نہ اس کی خبر ہے۔ لیکن یہ تسلیم کیا کہ خط ان کے کاتب ہی کا لکھا ہوا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام غصے میں یہ کہتے ہوئے چلے آئے کہ بلکہ تمہارا خود کا لکھا ہوا ہے۔

ابو مخنف کا بیان ہے کہ عثمان کی مہر حمران بن ابان کے پاس تھی۔ اسے مروان نے لے لیا تھا، جب وہ بصرہ جانے لگا تھا۔

جہیم فہری کا بیان ہے کہ عثمان نے حضرت علی علیہ السلام کو جواب دیا کہ میرا نہیں میرے منشی کا لکھا ہوا ہے بلکہ آپ کا لکھا ہوا ہے کیونکہ بلوائی آپ کے تابع ہیں اور آپ مجھ سے دور نہیں کرتے۔ میں تو آپ ہی کو الزام دوں گا۔

پھر تو مصریوں نے عثمان کے گھر پر دھاوا بول دیا۔ کہنے لگے: کس قدر شرم کی بات ہے کہ تمہاری مہر سے ایسا حکم صادر ہو جس کی تمہیں خبر نہ ہو۔ تم جامہ خلافت اتار دو۔ عثمان نے کہا: جو جامہ خدا نے مجھے پنھایا ہے میں ہرگز نہ اتاروں گا۔ بنی امیہ چلانے لگے: یا علی! یہ سارا معاملہ آپ ہی نے خراب کیا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے احمقو! تم جانتے ہو کہ نہ وہ ناقہ میرا تھا نہ قاصد۔ میں نے تو مصریوں کو واپس کر کے حالات درست کرنے کی کئی بار ہر ممکن کوشش کی۔ اب کیا تدبیر کروں؟ پھر یہ کہتے ہوئے

واپس ہو گئے: خدایا! میں ان کی باتوں سے بیزار ہوں اور اس خون سے بیزار ہوں جو ایک کے بعد ایک بہے۔

جب عثمان کا محاصرہ کیا گیا تو عثمان نے عوام کے لئے ایک خط جس کو ابن زبیر نے لوگوں کے درمیان پڑھ کر سنایا: بخدا نہ وہ خط میں نے لکھا نہ مجھے اس کی کوئی اطلاع ہے اور میں تم لوگوں کو زبان دیتا ہوں کہ تمہاری کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کروں گا۔ بنابریں ہر شخص اپنی پسند کا آدمی خود منتخب کر لے یہ خزانے کی چابی بھی حاضر ہے جسے چاہو حوالے کر دو۔

لوگوں نے کہا: ہم نے خط لکھنے کا الزام تم پر دیا ہے لہٰذا تم خلافت چھوڑ دو۔

ابن سعد نے جابر بن عبداللہ انصاریؓ کا بیان نقل کیا ہے جس میں واپس ہوتے ہوئے مصریوں کا عثمان کے نوکر سے خط پانا اور مصریوں کا مدینہ واپس آنا، محمد بن مسلمہ کو ان کے پاس عثمان کا بھیجنا اور مصریوں کے محاصرے کا حال مرقوم ہے۔

اس سلسلے میں دوسرے تاریخی روایات کو بھی علامہ امینیؒ نے درج کیا ہے۔ سعید بن مسیب نے انھیں متذکرہ واقعات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ آخر میں ابن مسیب کا بیان ہے کہ لوگوں نے عثمان کا محاصرہ کر کے پانی بند کر دیا۔ عثمان نے بام خانہ سے پوچھا: یہاں علیؑ ہیں؟ جواب ملا: نہیں۔ پوچھا: سعد ہیں؟ جواب ملا: نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد کہا: تم میں کوئی ایسا ہے جو علیؑ کو خبر کر دے کہ مجھے پانی پہونچا دیں۔ جب علیؑ کو خبر ہوئی تو آپ نے پانی کی تین مشکیں پہونچوائیں۔ چنانچہ اس جھڑپ میں بنی امیہ اور بنی ہاشم کے چند غلام بھی زخمی ہوئے۔ مشہور مورخ واقدی نے بھی انھیں تفصیلات کو لکھا ہے۔

طبری کا بیان ہے کہ عثمان کا خط مصر لے جانے والے کا نام ابو اعود اسلمی تھا۔ (۱) حضرت علی علیہ السلام اسی کے لیے اکثر نمازوں میں لعنت فرماتے تھے۔ (۲)

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص: ۱۱۵۔ ج ۴، ص ۳۶۷۔ حوادث، ۳۵ھ۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۵۔ ج ۲، ص ۱۵۰، خطبہ ۳۰۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۴۰، ج ۵، ص ۷۱، حوادث، ۳۷ھ۔ تاریخ ابو الفداء، ج ۱، ص ۱۷۹۔ استیعاب، القسم الرابع، ص ۱۶۰۰۔ نمبر ۲۸۴۹۔

طبری یہ بھی لکھتا ہے کہ عثمان بن محمد اخنسی کا بیان ہے کہ عثمان کا محاصرہ مصریوں کے آنے سے قبل ہی شروع ہو چکا تھا۔ مصر والے جمعہ کے دن مدینہ پہونچے اور عثمان کو بعد جمعہ قتل کر دیا گیا۔(۱)

عثمان توبہ کار، توبہ شکن

طبری نے سفیان بن ابی العوجاء کا بیان نقل کیا ہے کہ پہلی دفعہ مصری آئے تو عثمان نے محمد بن مسلمہ سے بات کر کے انھیں واپس کر دیا۔ جب وہ لوگ مقام بویب پہونچے تو عثمان کے نوکر کا خط پکڑا اور واپس مدینہ آ کر مالک اشتر اور حکیم بن جبلہ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ وہ لوگ خط کو عثمان کے سامنے لے گئے۔ انھوں نے پوچھا تو عثمان نے انکار کیا اور کہا کہ یہ خط جعلی ہے۔ پوچھا: کیا یہ خط آپ کا لکھا نہیں؟ کہا: میرا لکھا ہے لیکن میری مہر نہیں نہ میرے حکم سے لکھا گیا ہے۔ پوچھا: کیا یہ نوکر آپ کا نہیں؟ جواب دیا: ہے، لیکن میری اجازت کے بغیر گیا تھا۔ پوچھا: یہ اونٹ جس پر سوار ہو کر گیا آپ کا نہیں ہے؟ جواب دیا: ہے، لیکن میری اجازت کے بغیر حاصل کیا گیا۔ کہا گیا: دو حال سے خالی نہیں یا آپ سچے ہیں یا جھوٹے۔ اگر جھوٹے ہیں تو حکومت چھوڑیئے۔ کیونکہ ناحق ہمارے قتل کا حکم دیا۔ اگر سچے ہیں تو بھی حکومت چھوڑ دیئے کیونکہ آپ کمزور اور غافل ہیں۔ اور اپنے اردگرد گندے لوگوں کو جمع کر رکھا ہے۔ کیا کسی حکمراں کے لیے ایسا غافل اور سست ہونا روا ہے، جس کی طرف سے حکم صادر ہو اور اسے پتہ نہ ہو؟ مزید کہا: آپ کو اصحاب رسولؐ نے نصیحت کی کہ غلط بدعتوں کو چھوڑ دیئے، قانون اسلام کا نفاذ کیجیے۔ آپ نے انھیں سخت سزائیں دیں۔

عثمان نے کہا: ہر حکمراں کبھی غلطی کرتا ہے، کبھی صحیح کام کرتا ہے۔ آپ لوگوں کو غلطیوں پر انتقام لینے کا حق نہیں۔ کہا گیا: آپ نے سنگین غلطیاں کی ہیں۔ آپ حکومت سے دستکش ہو جایئے۔ جب آپ سے بات ہوتی ہے آپ توبہ کرتے ہیں اور پھر اپنی سی کرنے لگتے ہیں۔ یہ دو بار ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ محمد بن مسلمہ آپ کی حرکتوں سے نفرت کرنے لگے ہیں۔ اب انھوں نے عہد کیا ہے کہ عثمان کے معاملے میں

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۳۲۔ ج۴، ص۳۹۴۔ حوادث، ۳۵ھ۔

کبھی دخل نہ دیں گے۔ ہم پہلی بار واپس گئے تا کہ آپ کو بہانہ نہ مل سکے، اب ہمیں اس واپسی پر شرمندگی ہے۔ دوسری بار آپ نے ہمارے قتل کا فرمان صادر کردیا۔ اب آپ اپنے خط کا بھی انکار کرنے لگے۔ اب آپ حکومت چھوڑ دیئے تا کہ آپ کی زحمتوں سے ہمیں چھٹکارا ملے اور آپ بھی ہمارے ہاتھوں محفوظ رہیں۔ جب سب کہہ چکے تو عثمان نے تقریر کی: تم نے انصاف کی بات نہیں کی۔ کیونکہ تم حکومت چھوڑنے کو کہتے ہو، جس جامے کو خدا نے پہنایا ہے ہم اسے نہ اتاریں گے۔ البتہ ہم توبہ کر سکتے ہیں کہ اب ان غلطیوں کو نہیں دہرائیں گے لوگوں نے کہا: ہم اس سے قبل آپ کو موقع دے چکے ہیں۔ آپ نے وہی غلطیاں دہرائی تھیں۔ پھر ہماری گردن زدی کا بھی حکم دے دیا۔ ہمیں امید ہے کہ پھر آپ وہی حرکتیں کریں گے۔ اب ہم نے فیصلہ کرلیا ہے کہ آپ کی جگہ دوسرے کو بٹھا کر ہی دم لیں گے۔ اگر آپ کے قبیلے نے جنگ کی تو گھمسان کی جنگ ہوگی یا ہم قتل ہوں گے یا آپ۔ عثمان نے کہا: اگر تم ہمیں قتل بھی کردو تو ہم حکومت نہ چھوڑیں گے۔ اور اگر تم مجھ سے جنگ کرو گے تو ہم اپنے کسی آدمی کو جنگ کا حکم نہ دیں گے کہ تم سے جنگ کرے۔ (حالانکہ ان کے قبیلے کا کوئی بھی وہاں ایسا نہ تھا جو ان کی حمایت میں جنگ کرتا۔ سبھی خائف وگریزاں تھے۔ ام حبیبہ کی پناہ میں تھے۔)

بخدا! اگر ہم چاہتے تو تم سے جنگ کے لیے لشکر بلا لیتے، تم سے جنگی بہادروں کا مقابلہ کراتے اب تم لوگ اپنی جان پر رحم کرو۔ اگر میری زندگی کی فکر نہیں تو اپنی زندگی کی فکر کرو۔ کیونکہ میرے قتل کے بعد انتقام کا چکر چل نکلے گا۔ آخر وہ لوگ عثمان کے پاس سے چلے آئے اور اعلان جنگ کردیا۔ عثمان نے مجھے (محمد بن مسلمہ) آدمی بھیج کر بلوایا تا کہ معاملے کو رفع دفع کروں لیکن میں نے انکار کردیا۔ (۱)

متذکرہ تاریخی واقعات کا تجزیہ

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان کو قتل کرنے والے مہاجرین وانصار تھے، اصحاب رسولؐ تھے، عثمان کی طرف صرف چار افراد تھے۔

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۲۰۔۱۲۱۔ ج ۴، ص ۳۷۵۔۳۷۶۔ حوادث، ۳۵ھ۔

مہاجرین و انصار کے افراد جو مصر، کوفہ، بصرہ وغیرہ سے آئے تھے انھوں نے عثمان کی اصلاح میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ ان کا مقصد محض عثمان کو بدعتوں سے روکنا تھا۔ باہر سے آئے ہوئے، عظیم الشان اصحاب رسول ﷺ تھے۔ جن کی دینداری، تقویٰ اور فضیلت کا سبھی اقرار کرتے تھے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: زید، مالک اشتر، کعب بن عبدہ، زیاد بن نضر حارثی، عمرو بن اہتم، (۱) عمرو بن حمق خزاعی، عمرو بن بدیل خزاعی، عبداللہ بن بدیل خزاعی، (۲) عبدالرحمٰن بن عدیس، محمد بن ابی بکر (۳) اور حکیم بن جبلہ عبدی۔ (۴)

یہ سبھی مردان صالح اور زبان رسالت سے اپنی دینداری کی سند حاصل کر چکے تھے۔

ایام محاصرہ عثمان

جو کچھ کشمکش سامنے آئیں اور گفتگو و مباحثات، سوال جواب کی باتیں ہوئیں۔ ان سے لوگوں کے صلاح و تقویٰ کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ نیز یہ کہ مخالفین عثمان فقط خدا کے لیے اور اس کے قانون و شریعت کے اجراء کے لیے بغاوت پر آمادہ ہوئے تھے۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ حکم الٰہی پر عمل ہو۔ ان کے قیام کا مقصد صرف یہ تھا کہ معاشرے میں الٰہی حکومت قائم ہو۔ باغیوں کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا کہ وہ حکومت پر قبضہ کر لیں یا مال و دولت حاصل کر لیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی عثمان نے بدعتوں سے توبہ کی تو ان سے راضی ہو گئے اور جب انھوں نے انحراف کا مشاہدہ کیا یا عثمان کو عہد و پیمان سے پھرتے دیکھا تو شورش پر آمادہ ہو گئے۔ باغیوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بلند ترین مظاہرہ کیا۔ جب حکومت

۱۔ استیعاب (القسم الثالث، ص ۱۱۶۳، نمبر ۱۸۹۲)۔ اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۱۹۶، نمبر ۳۸۶۲۔ الاصابۃ، ج ۲، ص ۵۲۴، نمبر ۵۷۷۰۔

۲۔ استیعاب القسم الثالث، ص ۸۷۲۔ نمبر ۱۴۸۱، اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۱۸۴، نمبر ۲۸۳۲۔ الاصابۃ، ج ۲، ص ۲۸۰، نمبر ۴۵۵۹۔

۳۔ استیعاب القسم الثالث، ص ۱۳۶۷۔ نمبر ۳۲۲۰۔ الاصابۃ، ج ۳، ص ۴۷۲، نمبر ۸۲۹۴۔

۴۔ استیعاب القسم الاول، ص ۳۶۶، نمبر ۵۴۰۔ مروج الذہب، ج ۲، ص ۷، ج ۲، ص ۳۷۵۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۹۶، ج ۲، ص ۳۶۶، حوادث، ۳۶ھ۔

میں سیاسی تباہی کے آثار دیکھے تو حق کے نفاذ کے لیے کوشاں ہونے لگے۔ اگر اس جماعت کا مقصد اس کے علاوہ کچھ ہوتا تو حضرت علیؑ ان کی ستائش نہ کرتے۔ چنانچہ مصر والوں کے متعلق اپنے ایک خط میں اشارہ کیا کہ لوگوں نے جب مملکت میں نافرمانی کے آثار دیکھے، حق کو پائمال ہوتے دیکھا تو شورش پر آمادہ ہوگئے۔ اسی طرح دوسرے اصحاب نے بھی ان لوگوں کی تعریف کی ہے۔ ایسی شورش کے موقعوں پر عزت داروں کا احترام باقی نہیں رہتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ عثمان کے خلاف بغاوت کر رہے تھے انھوں نے تمام اصحاب اور ارباب حق کی عزت کا تحفظ کیا۔

دوسرے یہ کہ ان تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان جرائم کے مرتکب ہوئے تھے اور مسلمانوں نے ان کی مذمت کی۔ خود عثمان نے بھی ان جرائم کا اعتراف کیا اور یہ کہ جرم اور اسلامی قانون کے خلاف عمل کرنا گناہ ہے۔ اسی لئے انھوں نے توبہ بھی کی اور عہد کیا کہ ان گناہوں سے باز آجائیںگے۔ کچھ ہی دن بعد پھر توبہ توڑ دی اور اسلامی احکام کی مخالفت کرنے لگے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان دونوں حالتوں میں کس پر عمل کیا آیا بدعتوں کے اقرار اور اظہار توبہ پر یا اس صورتحال پر کہ جب مروان نے ان کو کھلونے کی طرح منبر پر پہنچوا کر کہلوایا کہ یہ مصر والے غلط فہمی میں حاکم کے خلاف شورش پر آمادہ تھے لیکن جب انھوں نے سمجھ لیا کہ یہ تمام باتیں غلط اور بے بنیاد ہیں تو اپنے اپنے ملکوں میں واپس گئے۔

تیسرے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ انھوں نے اسلام کی مخالفت کے رویے سے باز آنے کا تاکیدی عہد کیا تھا۔ یہ عہد ان حکم ناموں سے معلوم ہوتا ہے جو انھوں نے مختلف گورنروں کے نام لکھ کر باغیوں کے حوالے کیا تھا۔ پھر انھوں نے اس عہد و پیمان کو توڑ ڈالا اور جن کی ضمانت حضرت علی علیہ السلام اور محمد ابن مسلمہ جیسے عظیم الشان صحابیوں نے لی تھی اسے پیروں تلے روند ڈالا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان کو اپنے عہد و پیمان کا پاس ولحاظ نہیں تھا۔ نہ وہ ضمانت داروں کا احترام کرتے تھے۔ وہ عہد توڑنے کو جرم وگناہ نہیں سمجھتے تھے۔ لہذا اس میں کوئی شک نہیں کہ عادل اور راست رو اصحاب کے متعلق مسلمانوں کی تاویلات کا کوئی وزن نہیں رہ جاتا۔

چوتھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ محاصرہ اول کے زمانے میں جو عہد نامہ لکھا گیا اور جس میں یہ شرط

رکھی گئی تھی کہ عثمان قرآن وسنت پر عمل کریں اور ابتک جن بدعتوں کے مرتکب ہوئے ہیں، ان سے باز آئیں۔ اس عہد نامے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کی حکومت قرآن وسنت سے منحرف تھی اور کسی حاکم کا قرآن وسنت سے منحرف ہونا اس کی ذلت کی دلیل ہے۔

پانچویں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زبان رسالت سے طرید ولعین لقب پایا ہوا مروان ابن حکم اس قدر عثمان کے معاملات میں دخیل تھا کہ بقول مولا علیؑ عثمان کے دین وعقل کو غارت کر چکا ہے اور وہ انھیں اونٹ کے مہار کی طرح جہاں چاہتا ہے گھسیٹتا رہتا ہے۔ اسی کی وجہ سے کئی بار عہد وپیان ہوئے اور ٹوٹے۔ عثمان پر حیرت ہے کہ وہ اپنے کو ایسے ملعون کے قبضے میں کیسے دیئے ہوئے تھے کہ جس کے پاس نہ دین تھا نہ ایمان وامانت؟ اچھی طرح جانتے تھے کہ ساری بدبختی اس کی لائی ہوئی ہے، یہ حادثے اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ مر گئے اور مروان جیسے بے دین کے چنگل سے نہ نکل سکے۔

اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ کہ عثمان نے حضرت علی علیہ السلام اور دیگر اصحاب کی نصیحتوں پر قطعی توجہ نہیں دی، (۱) نہ ان کے محکم استدلال وہدایت پر کان دھرے۔ حالانکہ جانتے تھے کہ یہ لوگ ان کے ہمدرد ہیں۔ اور نیکی کا حکم دے کر اور برائی سے روک کر اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہو رہے ہیں۔ ان کی دعوت سراسر ان کی اور امت اسلامی کی نجات کی ضامن ہے۔

محاصرے کی مدت (۲)

تاریخی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ مدت محاصرہ میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف تاریخی

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۴، ص ۴۷۹، ج ۴، ص ۵۲۶، حدیث ۸۴۷۷۔ حیاۃ الحیوان، ج ۲، ص ۳۹۹، ج ۲، ص ۴۲۲۔ الصواعق المحرقہ، ص ۱۰۸۔ ص ۱۸۱۔ سیرۂ حلبیہ، ج ۱، ص ۳۳۷، ج ۱، ص ۳۱۷۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۵۶۔ ج ۶، ص ۱۵۵، خطبہ ۲۷۔

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۲، ص ۳۳۔ ۳۲۔ ج ۱، ص ۳۸۔ ۳۷۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۷۱۔ ۷۲۔ ج ۶، ص ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۰۵، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۹۔ ج ۴، ص ۳۵۱، ۳۶۷۔ ۳۶۹۔ ۳۷۳۔ حوادث ۳۵ھ۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۵۲۔ ج ۲، ص ۱۷۵۔ تاریخ کامل، ج ۵، ص ۶۷، ۷۱۔ ج ۲، ص ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ حوادث ۳۵ھ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۵۔ ج ۲، ص ۱۵۰۔ خطبہ ۳۰۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۳۹۴۔ ج ۲، ص ۵۹۵۔ الفتنۃ الکبری ص ۶۲۶۔ المجموعۃ الکاملۃ لمؤلفات طٰہٰ حسین مجلد ۴، ص ۴۲۱۔

روایات کے ظاہری معنی میں ہے۔ اگر غور کیا جائے تو محاصرے کا واقعی زمانہ لگ بھگ دریافت کیا جا سکتا ہے۔ واقدی لکھتا ہے کہ عثمان کا انچاس روز تک محاصرہ کیا گیا تھا۔ زبیر دو مہینہ بیس دن یا چالیس دن اور ابن کثیر ایک مہینے سے زیادہ یا چالیس سے اوپر کچھ دن محاصرے کی نشاندہی کرتے ہیں۔ شعبی نے دوسو بیس دن کہا ہے، طبری کی روایت میں ہے کہ انقلابیوں کے مدینہ آنے اور قتل ہونے کی مدت ستر دن تھی، بعض روایتوں میں ہے کہ جہجاہ کے واقعے کے بعد بیس روز تک محاصرہ چلتا رہا۔ ممکن ہے ان روایات میں دو محاصروں کی مدت بیان کی گئی ہو۔ یا محاصرے کی ابتداء اس وقت سے سمجھی گئی ہو جب شورش پسند مدینہ پہنچے اور عثمان کے گھر کو فوجی گھیرے میں لے لیا۔ یا پھر محاصرے کا آغاز اس وقت سے سمجھا گیا ہو جب ان پر عرصۂ حیات تنگ کیا گیا تھا یا جب سے ان پر پانی بند کیا گیا اور لوگوں کو آنے جانے سے روکا گیا۔ یا اس وقت سے سمجھا گیا ہو کہ صوبوں کے مخالفین مدینے میں آئے یا اس زمانے میں کہ جب مدینے والوں نے شورش پسندوں کے ساتھ شامل ہو کر عثمان کا گھر گھیر لیا۔ مدت محاصرہ کے اختلاف کو انھیں صورتوں سے دفع کیا سکتا ہے۔

زمانۂ محاصرہ میں عثمان نے خطوط لکھے

طبری لکھتا ہے کہ مصر والے اپنے شہروں کو واپس جاتے ہوئے اس لیے پلٹ آئے کہ عثمان کا نوکر ایک اونٹ پر سوار گورنر مصر کے لیے خط لے کر جا رہا تھا جس میں تحریر تھا کہ ان میں سے بعض کو قتل کر دو یا دار پر چڑھا دو۔ جب مصر والوں نے واپس آکر پوچھا: یہ آپ کا نوکر ہے تو جواب دیا: ہاں میرا نوکر ہے، لیکن میری اجازت کے بغیر گیا تھا۔ پوچھا: یہ اونٹ آپ کا ہے؟ اسے بے اجازت لے گیا تھا۔ پوچھا: خط پر آپ کی مہر ہے؟ جواب دیا: کسی نے مہر لگا دی ہوگی۔ اس پر عبدالرحمٰن ابن عدیس نے کچھ اشعار بھی کہے۔ جب عثمان نے اپنے سر پر مصیبت دیکھ لی اور بغاوت میں سب کا اتفاق ملاحظہ کر لیا تو معاویہ کو شام میں ایک خط لکھا کہ مدینے والے کافر ہو گئے ہیں اور اطاعت کا انکار کر کے بیعت توڑ دی ہے، اس لیے کسی طرح بھی میرے پاس شامیوں کی فوج بھیجو۔ عثمان نے ایک خط شام والوں کے لیے

بھی لکھا تھا کہ شورش پسند میرے قتل میں جلدی کرنا چاہتے ہیں، انھوں نے مجھے اختیار دیا ہے کہ یا تو مجھے جلاوطن کر دیں یا اس لباس خلافت کو جسے خدا نے میرے جسم پر آراستہ کیا ہے، مجھ سے اتار لیں۔ حالانکہ حاکم کبھی اپنے کاموں میں غلطی بھی کر جاتا ہے۔ اس لیے تم لوگ میری مدد کرو، میرے سوا تمہارا کوئی حاکم نہیں۔ جلدی کرو۔ اے معاویہ! خود آ کر میری مدد کرو۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تو میری مدد نہ کرے گا۔

ایک خط عبداللہ ابن عامر کو لکھا کہ بصرے والوں کو میرے پاس بھیجو۔ عبداللہ نے لوگوں کو جمع کر کے عثمان کا خط سنایا اور مدد پر ابھارا۔ مجاشع ابن مسعود اور قیس ابن ہیثم نے اپنی تقریروں میں مدد کرنے کو کہا اور لوگ مدینہ جانے کے لیے تیار بھی ہوئے۔ گورنر عبداللہ نے مجاشع کو سردار بنا کر مدینہ روانہ کیا لیکن وہ ابھی صرار کے پاس پہنچے تھے کہ عثمان کے قتل ہونے کی اطلاع ملی۔ طبری کے مطابق عثمان نے دوسرے صوبوں کے باشندوں سے مدد طلب کی اور سلسلۂ خلافت کے پیش نظر شوریٰ کے ذریعے اپنے خلیفہ معین ہونے اور اچھی طرح انتظام حکومت کرنے کی باتیں لکھی۔ جب یہ خط لوگوں کو ملا تو ہر چہار جانب سے لوگ ان کی مدد کو پہنچنے لگے۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ عثمان نے ایک خط نافع کے ذریعے مکے والوں کو بھیجا کہ حاجیوں کے درمیان پڑھ کے سنا دیا جائے اور ان سے مدد طلب کی۔ نافع بروز عرفہ مکہ پہنچا۔ اس سال عثمان نے عبداللہ ابن عباس کو حاجیوں کی سرپرستی پر مامور کیا تھا۔ نافع جب عثمان کا خط پڑھنے لگا تو ابن عباس نے اسے روک کر خود تقریر شروع کر دی اور مدد کرنے کی کوئی بات نہیں کی۔ عثمان کا خط بہت اچھے مطالب پر مشتمل تھا جسے طہٰ حسین نے نقل کیا ہے لیکن اس کی تاریخی سند مشکوک ہے کیونکہ اس خط کی نشاندہی ابن ابی سبرہ نے کی ہے وہ نہایت جھوٹا انسان تھا۔ محدثین اس کی روایات پر اعتبار نہیں کرتے۔ (۱)

۱۔ التاریخ، ج۳، ص۱۵۷، نمبر ۶۵۹۔ التاریخ الکبیر، مجلد ۸، ص۹، نمبر ۶۵، کتاب الکنیٰ۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، ص۲۶۲، نمبر ۶۹۷۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، ج۷، ص۲۹۷، نمبر ۲۲۰۰۔ کتاب المجروحین، ج۳، ص۱۴۷۔ تاریخ بغداد، ج۱۴، ص۳۷۲۔ ۳۶۷، نمبر ۷۶۹۷۔ تھذیب التھذیب، ج۱۲، ص۲۷، ج۱۲، ص۳۱۔

خطوط عثمان پر ایک نظر

ان خطوط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان نے مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے جو طریقہ اختیار کیا وہ خود شورش کا سبب تھا۔ وہ مدینے کے مہاجر و انصار کے متعلق لکھتے ہیں: مدینے والے کافر ہو گئے ہیں، انھوں نے میری بیعت و اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے یا یہ فقرہ کہ مشرک اور جنگجو قبیلے اسی طرح میرے اوپر ٹوٹ پڑے ہیں جس طرح رسول اللہ ﷺ پر احزاب والے ٹوٹ پڑے تھے یا جنگ احد کی طرح لوگ مجھ پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ ان قبائل یا مدینے والوں سے مراد وہی اصحاب رسولؐ ہیں جو مہاجر و انصار کی فرد تھے اور جن کے متعلق تمام اہل سنت کا فیصلہ ہے کہ وہ عادل اور ہدایت یافتہ ہیں، وہ انھیں اصحاب کے قول و عمل کو حجت سمجھتے ہیں کیونکہ ان کی عدالت پر بھی مطمئن ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ مہاجر و انصار کا ہر اقدام ہدایت سے بھرپور ہوتا تھا۔ کیا جو لوگ ایسا ایمان و عقیدہ اصحاب رسولؐ کے لیے رکھتے ہیں ان کے متعلق اس طرح کا دشنام اور تہمت برداشت کر سکتے ہیں کہ وہ مشرک قبیلے ہیں اور پیغمبر ﷺ پر حملہ کر بیٹھے ہیں، اور وہ کافر ہو گئے ہیں۔ کیا اس سے بڑی کوئی توہین ہو سکتی ہے؟ کیا ان کے پاس دین کا ذرا بھی احساس نہیں رہ گیا تھا؟ کیا وہ دفاع حق کی صلاحیت سے بالکل محروم ہو چکے تھے؟ یہی سبب تھا کہ عثمان کا خط دیکھ کر عام طور سے لوگ ان کے خلاف شورش پر آمادہ ہو گئے۔ پھر وہ لکھتے ہیں کہ مدینے والے یعنی مہاجر و انصار نے میری اطاعت سے سرتابی کی ہے حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ مسلمان فقط خدا اور رسول ﷺ کا مطیع ہے۔ اسی امام کا حکم مانے گا جو قرآن و سنت پر عمل کرے۔ اور جن لوگوں نے عثمان کے خلاف بغاوت کی تھی ان کا متفقہ فیصلہ تھا کہ عثمان قرآن و سنت پر عمل نہیں کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں آخر وہ کس کی فرمانبرداری کرتے اور یہ شکایت آخر کیا معنی رکھتی ہے؟

بیعت اسی وقت لازم ہوتی ہے جب صاحب بیعت شرائط پر باقی رہے اور لوگوں نے قرآن، سنت اور سیرت شیخین کی پیروی پر بیعت کی تھی۔ وہ اپنی شرط سے منحرف ہو چکے تھے۔ اس لیے مسلمان اپنے پیمان بیعت پر کیسے باقی رہتا۔ تمام مسلمانوں اور اصحاب رسول ﷺ کا عقیدہ تھا کہ وہ قرآن و سنت سے پھر گئے ہیں۔ اس لیے ان لوگوں نے بیعت بھی توڑ دی۔ اب عثمان کی یہ گہار کہ مسلمان نے

بیعت توڑ دی ہے بیکار رہے۔

چونکہ چاروں طرف سے لشکر آ رہے تھے اس لیے اصحاب رسول ﷺ اور مسلمانوں نے عظیم الشان قتل و خون سے بچنے کے لیے ان کا کام تمام کر دیا۔ آخر یہ وہی اصحاب تھے جنھوں نے اسلام اور پیغمبر ﷺ کی نصرت کی تھی۔ بے سہارا مہاجروں کو پناہ دی تھی اور جانبازی و فداکاری دکھا کر پرچم اسلام کو بلند کیا تھا۔ عثمان کے خطوں میں انھیں جنگجو اور مشرک قبیلہ کہنا اور خندق اور احد سے تشبیہ دینا حیرت ناک بات تھی۔

اس کے علاوہ قابل غور بات یہ ہے کہ عثمان کی توبہ میں تذبذب اور دوغلہ پن تھا۔ اصحاب رسولؐ کے سامنے مسجد میں منبر پر عہد کیا اور حضرت علی علیہ السلام سمیت دوسرے لوگ اس کے گواہ ہوئے۔ اس توبہ میں اعتراف کیا گیا تھا کہ انھوں نے قرآن و سنت سے انحراف کر کے غلطی کی ہے۔ یہ اقرار کیا تھا کہ اب اسلامی رویہ اپنا کر قرآن و سنت پر عمل کرینگے۔ تھوڑے دن بعد اپنی توبہ توڑ دی اور پچھلی باتوں کی کوئی اصلاح نہیں کی۔ آخر ایسا کیوں کیا؟ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اسی گمان پر تھا کہ اگر حمایتیوں اور گورنروں نے فوجی کمک بھیج دی تو ان کے ذریعے سے مخالفوں کی سرکوبی کر دیں گے۔ اسی مقصد کے تحت گورنروں کو خط بھی لکھا تھا۔ وہ خطوط میں اپنے انحراف سے انکار بھی کرتے ہیں۔ مثلاً مکے والوں کو لکھتے ہیں کہ نہ مجھے توبہ کی مہلت دی جا رہی ہے اور نہ میرے استدلال پر کان دھرے جا رہے ہیں۔ مدینے والوں نے ان سے کہا: اے خلیفہ! کیا تم نے بار بار توبہ نہیں کی لیکن اپنی توبہ توڑتے رہے اور گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہے۔ معاملے کو ٹال کر صوبوں سے فوجیں بلانے کا ارادہ ہے تاکہ لوگوں کا خون بہا کر اسلامی شہروں کو ویران کیا جائے۔ چنانچہ یزید ابن کرز نے کہا بھی تھا کہ اگر میں مدینہ پہنچ جاؤنگا تو وہاں کے ایک بھی بالغ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ ان لوگوں نے عثمان کی بدنیتی تاڑ لی تھی۔ اور وہ سمجھ گئے تھے کہ مروان انھیں جدھر چاہتا ہے مہار تھام کر گھسیٹتا پھر رہا ہے۔ اس لیے دین اسلام اور معاشرے کی بقاء کے لیے عثمان کا کام تمام کر دیا گیا۔

یہاں ایک دوسری بات بھی لائق توجہ ہے۔ میں عثمان سے پوچھتا ہوں: آخر تمہارا اس سے

کیا مقصد تھا کہ خدا نے جس جامۂ خلافت کہ میرے بدن پر آراستہ کیا ہے اسے ہرگز نہیں اتاروں گا؟ یہ بات گفتگوؤں، تقریروں اور خطوں میں مکرر کی ہے۔ کیا تمہارے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ لوگ اس جملے کا تجزیہ بھی کرینگے؟ اس وقت تمہارے طرفداروں کے پاس کیا جواب ہوگا؟ آخر یہ قبائے خلافت خدا نے تمہیں کب پہنائی؟ حالانکہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ جس عبدالرحمٰن ابن عوف نے یہ قبا تمہیں پہنائی تھی، اس نے تم سے مرتے دم تک بات نہیں کی تھی۔ تم اسے منافق اور نامعلوم کیا کیا کہتے رہے۔ اسی لیے ابن عوف نے وصیت کی تھی کہ تم اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا۔ اور حضرت علی علیہ السلام سے کہا تھا آپ بھی تلوار اٹھایئے اور میں بھی تلوار اٹھاؤں کیونکہ عثمان اپنے معاہدوں سے پھر گئے ہیں۔ وہ تمہارے خلاف لوگوں کو بھڑکاتے رہے۔ قسم کھائی تھی کہ مرتے دم تک تم سے بات نہ کروں گا۔ تم ان کی عیادت کے لیے گئے تو انھوں نے اپنا منھ دیوار کی طرف کرلیا۔ اس کے علاوہ شوریٰ کے تمام ارکان تمہارے مخالف تھے۔

اور اگر ہم ابوبکر اور عمر کی سیرت کو میزان قرار دیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خلیفہ معین کرنا خدا پر لازم نہیں ہے بلکہ خدا نے یہ کام امت کے حوالے کردیا ہے کہ جس کو چاہے منتخب کرلے۔ حالانکہ ارشاد خداوندی ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور انتخاب کا حق بندوں کو نہیں۔ کسی بھی مومن مرد وعورت کو جب کہ خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمان صادر کردیں تو انھیں اپنے معاملات میں اختیار نہیں رہ جاتا۔ اس مفہوم کی حدیثیں بھی موجود ہیں۔ اس صورت میں شاید تمہارا خیال ہے کہ جن لوگوں نے تمہارا انتخاب کیا ان کی تائید خدا نے بھی کردی؟ کیا خدا نے مسلمانوں کو ذمہ داریوں کو واضح نہیں کردیا اور امام یا جانشین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معین نہیں کردیا ہے؟ کیا یہ ہوس انگیز رائے تنقید کے قابل نہیں؟ آخر اس جمہوری انتخاب کو خلعت الٰہی سے تشبیہ دینا کیا معنی رکھتا ہے یہ قطعی جاہلانہ خیال ہے کہ جس جامہ کو خدا نے میرے بدن پر آراستہ کیا ہے ہرگز نہیں اتاروں گا۔

بہرحال ہم اس پہلی قبائے خلافت کو دیکھتے ہیں کہ غیر قانونی انتخاب کے ذریعے دھوس ودھمکی کے ساتھ پہن لی گئی اور جس میں بے شمار بدبختیاں پیدا ہوئیں۔ حالانکہ بقول حضرت علی علیہ السلام: وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ امت کے درمیان ایسا شخص موجود ہے جس کی حیثیت چکی میں قطب کی ہے اور اس کی

بلندیوں تک طائر خیال کی رسائی نہیں۔ وہ ہر خیر و برکت کا سرچشمہ ہے۔ اس کے باوجود اس نے مرنے وقت اس خلعت کو پسر خطاب کے حوالے کر دیا۔ یہ اس سے زیادہ حیرتناک بات تھی حالانکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام مجھ سے بہر حال افضل ہیں۔ پھر یہ قبائے خلافت عثمان کے حوالے عبدالرحمٰن نے کی اور پھر علی علیہ السلام سے کہنے لگے کہ بیعت کرو ورنہ گردن ماری جائے گی۔ حضرت علی علیہ السلام غصے میں وہاں سے چلے آئے۔ آخر یہ خلافت قبائے الٰہی کیسے ہوگئی؟ یہ بحث طولانی ہے جس میں بہت سے مسائل پر بات ہوسکتی ہے۔ اس لیے اس کی تشریح کچھ زیادہ مناسب نہیں۔

لیکن ہاں جس خلافت کو خلعت الٰہی کہا جائے وہ خدا کی معین کی ہوئی اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ کے ذریعے امت تک پہنچتی ہے۔ یہ وہی ہے جس کی تبلیغ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت کے پہلے ہی دن کر دی تھی۔ اس خلافت کا وارث خلعت کو خود کبھی اتار نہیں سکتا اور نہ اپنی ذمہ داریوں کو نظر انداز کرسکتا ہے۔ یہ خلافت، ولایت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہے اور اسی کے ذریعہ دین کامل ہوا۔ یہ خلافت الٰہی کہاں اور لوگوں کے ذریعہ منتخب شدہ خلافت کہاں؟

سیاسی انتخاب میں غلبہ و تسلط اور غاصبانہ قبضے کی بات آجاتی ہے۔ وہ عوام کے ذریعہ تشکیل پاتی ہے اور ختم ہوجاتی ہے۔ اس خلافت کو رہبرانہ ذمہ داریوں کے اعتقادی و اخلاقی پہلو، تہذیب نفس یا تبلیغ احکام اور امت کو معراج انسانیت تک پہنچانے کا احساس نہیں ہوتا۔ ایسی حکومت کے افراد اعتقاد و اخلاق سے محروم ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت ان تمام حکام کے یہاں دیکھی جاسکتی ہے جو بغیر حکم الٰہی حاکم ہوگئے۔

خانۂ عثمان پر جنگ

ابن سعد (۱) نے مروان کے آزاد شدہ غلام ابو حفصہ کا بیان نقل کیا ہے کہ جب عثمان کے گھر پر جنگ چھڑ گئی تو مروان رجز پڑھتا ہوا سامنے آیا کہ میرے مقابل کون آئے گا؟ عروہ اس سے جنگ کو نکلے اور اس کی گدی پر تلوار ماری اور وہ خون میں لوٹنے لگا۔ یہ دیکھ کر عبید چھری لے کر اس کا سر قلم کرنے کے

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۵۔ ج ۵، ص ۳۷۔

لیے بڑھے۔ یہ دیکھ کر مروان کی ماں نے اس سے کہا اگر تمہیں مارنا تھا تو اسے مار چکے، اب اسے ٹکڑے ٹکڑے کیوں کرتے ہو۔ عبید نے خجالت کے ساتھ اسے چھوڑ دیا۔

عیاش لکھتا ہے کہ اس موقع پر موجود ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ابن بیاع کو دیکھا کہ مروان سے جنگ کے لیے نکلا اور مروان کی گدی پر تلوار ماری کہ گردن کٹ گئی۔ اس کا سر قلم کرنا چاہا تو کہا گیا کہ اس کا گوشت ٹکڑے ٹکڑے کیوں کر رہے ہو۔ یہ سن کر اسے چھوڑ دیا گیا۔

بلاذری(۱) نے خالد ابن حرب کا بیان نقل کیا ہے کہ قتل عثمان کے دن بنی امیہ نے زوجہ رسولؐ ام حبیبہ کے گھر پناہ لی تھی۔ ام حبیبہ نے عاص، ابوالعاص اور اسید کے گھرانے والوں کو اپنے گھر میں رکھا اور دوسروں کو دوسری جگہ پر چھپا دیا۔ ایک دن معاویہ نے عمرو ابن سعید کو اکڑ کے چلتے ہوئے دیکھ کر کہا: میرے ماں باپ ام حبیبہ پر قربان ہو جائیں! اس گھرانے کو بہت اچھی پہنچانتی تھیں کہ اسے گھر کے اناج کی کوٹھی میں چھپا دیا تھا۔

بہر حال لوگ بنی حزم انصاری کے گھر کی طرف سے عثمان کے گھر میں گھس گئے ۔ ان لوگوں کے مقابلے میں قریش کے تین آدمی اٹھے۔ عبداللہ بن وہب، عبداللہ ابن عوف اور عبداللہ ابن عبدالرحمٰن، یہ دیکھ کر عبداللہ ابن عبدالرحمٰن نے کہا: اللہ کے بندو! ہمارے اور تمہارے درمیان یہ قرآن فیصلہ کرے گا۔ لیکن لوگوں نے بغیر کچھ پرواہ کئے ان تینوں کو عثمان کے گھر میں قتل کر ڈالا۔

اتنے میں مالک اشتر عثمان کی تلاش میں آئے تو دیکھا ان کے پاس کوئی نہیں ہے تو واپس جانے لگے۔ مسلم ابن کریب ہمدانی نے مالک اشتر سے کہا: آپ ہی نے مجھے اس شخص کو قتل کرنے کی دعوت دی اب اسے دیکھ کر واپس کیوں جا رہے ہیں؟ اشتر نے کہا: چھوڑو بھی، کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ اس وقت یہ بے سہارا ہے۔ اشتر کو واپس جاتا دیکھ کر عثمان کے آزاد کردہ غلام ناتل نے کہا: اس کی شامت آئی ہے۔ بخدا! اسی اشتر نے تمام مملکت کو امیرالمومنین عثمان کے خلاف بھڑکایا۔ اب اگر اسے میں قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کرے ۔ یہ کہہ کر مالک اشتر پہ حملہ کر دیا۔ عمرو ابن عبید ہمدانی نے اشتر کو آواز دی: دیکھو

۱۔ انساب الاشراف، ج۶، ص۱۹۹۔

پیچھے سے حملہ ہو رہا ہے۔ مالک اشتر نے مڑ کر دیکھا اور ناقل کے بائیں ہاتھ کو کاٹ دیا۔ پھر زخمی ناقل کا پیچھا کر کے ان دونوں قتل کو کر دیا۔ اس سلسلے میں مروان کے بھی کچھ اشعار ہیں۔(۱) ابو مخنف نے بھی قتل عثمان کے انہی واقعات کو نقل کیا ہے۔ تاریخ طبری میں ابو حفصہ کا بیان یوں نقل ہے کہ بخدا! جب عثمان کے گھر کا محاصرہ ہوا تو میں وہاں موجود تھا۔(۲) بنی امیہ مقابلے پر آمادہ ہوئے، جنگ میں نے ہی بھڑکائی تھی۔ قبیلہ اسلم کے نیار نامی شخص کو کوٹھے سے ایک تیر مار کر قتل کر دیا۔ جس کی وجہ سے جنگ شروع ہوگئی۔ پھر میں کوٹھے سے نیچے اترا، لوگ گھر پر ہنگامہ کئے ہوئے تھے کہ قاتل نیار کو میرے حوالے کرو۔ عثمان نے کہا: میں ان کے قاتل کو نہیں پہچانتا۔ وہ شب جمعہ تھی۔ لوگ مشعل روشن کئے ہوئے تھے۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے مشعلوں سے دروازے میں آگ لگادی۔ ہم لوگ جنگ کرتے رہے اور گھر کے لکڑی کے حصے جلتے رہے۔ یہ دیکھ کر عثمان نے اپنے ساتھیوں سے کہا: گھر میں آگ لگ چکی ہے تم لوگوں کے مدد کی ذمہ داری میں اٹھائے لیتا ہوں۔ تم لوگ گھر واپس جاؤ۔ پھر مروان سے کہا: بیٹھو گھر کے باہر مت جاؤ۔ مروان نے نافرمانی کرتے ہوئے کہا: کہ بخدا میں تمہیں اکیلے قتل ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ پھر مروان نے لوگوں کی طرف رخ کیا۔ میں نے مروان سے کہا کہ تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ اور اس کی مدد پر کمر بستہ ہوگیا۔ ہم تھوڑے لوگ تھے اور مروان رجز پڑھ رہا تھا۔

ابو بکر ابن حارث کا بیان ہے کہ عبد الرحمٰن ابن عدلیس مسجد رسول ﷺ سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اتنے میں مروان میدان میں آیا۔ عبد الرحمٰن نے عروہ کے بیٹے سے کہا: اس سے مقابلہ کرو۔ یہاں تک عبید ابن رفاعہ نے اس کا سر قلم کر دیا۔ (ابن سعد کا بھی یہی بیان ہے۔)

حسین بن عیسی اپنے باپ کا بیان نقل کرتا ہے کہ عید قربان کے تین دن بعد عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا گیا۔ وہ کسی کی ایک بات بھی ماننے پر تیار نہ تھے۔ اڑے رہے کہ حکومت سے دستبردار نہ ہوں گے نہ اپنا طریقہ بدلیں گے۔

۱۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۸۱۔۷۸۔ وج۶، ص۱۹۹۔۱۹۷۔

۲۔ تاریخ طبری، ج۴، ص۳۷۹، حوادث، ۳۵ھ۔

اپنے فوجیوں اور مصاحبوں کو پیام دیا کہ میرے پاس آجائیں۔ اتنے میں بزرگ صحابی رسولؐ نیار بن عیاض (جو کافی مسن تھے) نے اٹھ کر عثمان کو آواز دی۔ عثمان بام خانہ پر نمودار ہوئے اور دونوں میں گفتگو ہونے لگی۔ اسی درمیان عثمان کے ایک حمایتی نے نیار کو تاک کر تیر مارا اور وہ قتل ہو گئے۔ بعض کا خیال ہے کہ تیر مارنے والا کثیر بن صلت کندی تھا۔ یہ دیکھ کر بلوائیوں نے قاتل نیار کو حوالے کرنے کا مطالبہ کیا تاکہ ان کے بدلے میں اسے قتل کیا جائے۔ عثمان نے جواب دیا:

جو شخص اس وقت میری مدد کر رہا ہے اسے تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر بلوائیوں نے پھاٹک پر ہجوم کر کے آگ لگا دی۔ مروان بن حکم نے چند ساتھیوں کے ساتھ بلوائیوں پر حملہ کر دیا، ساتھ میں مغیرہ بن اخنس ثقفی بھی تھا۔(۱)

اس طرح جنگ نے شدت پکڑ لی۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بلوائیوں کو معلوم ہوا کہ بصرہ اور شام سے کمک آگئی ہے اور وہ مدینے سے ایک شب کے فاصلے پر مقام صرار میں پہونچ گئے ہیں۔ ادھر سے اخنس حملہ کر رہا تھا اور ادھر بلوائیوں کی طرف سے عبداللہ بن بدیل بن ورقا خزاعی حملہ آور تھے۔ رفاعہ نے مروان پر حملہ کیا اور وہ خاک پر لوٹنے لگا۔ اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ ابن زبیر نے بھی کچھ زخم کھائے اور عثمان کے حمایتی بھاگ کر دارالامارہ میں گھس گئے۔ دروازے پر جنگ میں زیاد ابن نعیم فہری بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مارا گیا۔ جنگ شدید تھی اتنے میں عثمان کے پڑوسی عمرو ابن حزم اپنے گھر کا دروازہ کھول کر آواز دی: لوگو! میرے گھر کے اندر سے عثمان کے گھر میں داخل ہو جاؤ۔ بلوائیوں کے گھستے ہی عثمان کے حمایتی شہر میں ادھر ادھر بھاگ گئے۔ عثمان اپنے چند ساتھیوں اور گھر کے افراد کے ساتھ تنہا رہ گئے اور قتل کیے گئے۔ خالد بن عقبیٰ ابن ابی معیط اس جنگ سے فراری ہوا۔ ابن اخنس قتل ہوا، اسی نے دروازہ جلتے وقت کہا تھا کہ ہرگز آپ کو اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ یہ کہہ کر بلوائیوں پر حملہ آور ہوا، لوگوں نے اس کے پاؤں کاٹ کر قتل کر دیا۔ بنی زہرہ کے ایک شخص نے طلحہ سے کہا: ابن اخنس قتل ہو گیا۔ اس نے

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۲۵۔۱۲۲۔ (ج ۴، ص ۳۷۹۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۳۔۷۴۔ (ج ۲، ص ۲۹۳، حوادث ۳۵ھ)۔

کہا: حلیف قریش کا سردار قتل ہو گیا۔(۱)

ابن کثیر (۲) کا بیان ہے کہ عثمان کے حمایتیوں میں ابن نعیم، ابن اخنس اور نیار وغیرہ مشاہیر قتل ہوئے۔

ان تاریخی روایات کو میں نے اس لیے لکھا کہ تاریخی روایات کا بیان ہے کہ عثمان کے ہمراہ صرف چند اموی اور ان کے چند نوکر چاکر تھے۔ ان کے خلاف مہاجر وانصار اور عظیم اصحاب رسول ﷺ کی ایک جمعیت تھی۔ دوسری بات یہ کہ نیار ابن عبداللہ کو عثمان کے حمایتیوں میں شمار کیا گیا۔ اس بات کو ابن کثیر وغیرہ نے اس لیے لکھا مارا ہے کہ خلیفہ کے حمایتیوں کو تعداد زیادہ پیش کی جائے حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ وہ بوڑھے صحابی رسول ﷺ عثمان کی نصیحت کے لیے آگے بڑھے تھے لیکن مروان کے نوکر نے انھیں تیر سے مار ڈالا اور اسی کے بعد جنگ شروع ہو گئی۔

عثمان کا قتل

طبری وغیرہ نے یوسف ابن عبداللہ ابن سلام کا قول نقل کیا ہے کہ جب عثمان محاصرہ میں تھے اور لوگ چاروں طرف سے ان کا گھیراؤ کئے ہوئے تھے تو لوگوں کے سامنے آ کر کہنے لگے: میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا حضرت عمر کے قتل کے وقت تم لوگوں نے خدا سے دعا نہیں کی تھی کہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور بہترین شخص کا انتخاب ہو جائے، کیا خدا نے تمہاری دعا قبول نہیں کی اور اپنی ان باتوں سے تم خدا کی اہانت نہیں کر رہے ہو حالانکہ جانتے ہو کہ اس وقت مسلمانوں کے لیے سیاسی اتحاد کی ضرورت ہے... دیکھو مجھے قتل نہ کرو کیونکہ صرف تین آدمیوں ہی کو قتل کیا جا سکتا ہے

۱۔ جو شخص بیوی کے ہوتے ہوئے زنا کرے۔

۲۔ مرتد ہو جائے۔

۱۔ استیعاب (القسم الرابع، ص ۱۴۴۴۔ نمبر ۲۷۹ ۴)۔

۲۔ البدایۃ والنھایۃ (ج ۷، ص ۲۱۰۔ حوادث، ۳۵ھ)۔

۳۔ کسی شخص کو قتل کر دے۔

اس طرح تم لوگ مجھے قتل کر کے اپنی گردن پر بوجھ مت ڈالو۔ مجھے قتل نہ کرو۔ میرے بعد نہ تم لوگ باجماعت نماز پڑھ سکو گے نہ تم لوگوں میں مال غنیمت تقسیم ہو سکے گا۔ تم لوگ ہمیشہ اختلاف کا شکار رہو گے۔ لوگوں نے جواب دیا: جہاں تک عمر کے بعد بھلائی کی آرزو کی بات ہے تو اللہ نے تمہارے ذریعہ ہمیں آزمائش میں ڈالا کیونکہ تو سبقت اسلامی اور خوش کرداری کے بعد بدل گیا اور بدعتیں ایجاد کی۔ کیا ہم اگلے سال کی آفت کے خوف سے آج قانون اسلام کے نفاذ سے باز آجائیں؟ جہاں تک تین آدمیوں کے قتل کی بات ہے قرآن میں فسادیوں کا قتل بھی جائز کیا گیا ہے۔ اور یہ ثابت ہے کہ تم نے مصلحانہ فساد کا ماحول بنایا۔ اگر تو نے حکومت سے استعفیٰ نہیں دیا تو ہم تجھے قتل کر ڈالیں گے۔

بلاذری وغیرہ لکھتے ہیں کہ جب مصریوں کو معلوم ہوا کہ عثمان نے معاویہ اور عبداللہ ابن عامر کو خط لکھ کر مدد مانگی ہے تو محاصرہ سخت کر لیا اور وہ بہت جلد قتل کر دینا چاہتے تھے۔ اس موقع پر طلحہ بہت زیادہ متحرک تھے۔ انھوں نے حکم دیا: نہ کسی کو عثمان کے پاس جانے دو نہ کوئی انھیں پانی دے سکے۔ ام حبیبہ بنت ابوسفیان نے چھوٹی سی مشک شدت محاصرہ میں بھیجی تو لوگوں نے روک دیا۔ جب کہا گیا کہ وہ ہمارے خاندان کی سرپرست ہیں اور ہم ان سے بات کرنا چاہتے ہیں تو وہ چھوٹی مشک اندر لے جانے کی اجازت دی گئی۔ جبیر بن مطعم کہتا ہے: عثمان پر محاصرہ اتنا سخت تھا کہ پانی کی قلت ہو گئی اس لیے میں علیؑ کے پاس گیا اور کہا: آپ کے خاندان کا آدمی اگر ایسے محاصرے میں ہو کہ ایک چھوٹے حوض کا پانی پی کر گذارا کرے کیا آپ اس سے راضی ہیں؟ حضرت علیہ السلام نے جواب دیا: خدا کی پناہ! کیا وہ اسی حال میں ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ یہ سن کر آپ نے پانی کی چند مشکیں بھجوا دیں اس طرح لوگ سیراب ہو گئے۔

جب جنگ شروع ہو گئی اور عمرو نے گھر کا دروازہ کھول دیا تو عثمان قتل ہو گئے۔

ابن سعد وطبری لکھتے ہیں کہ محمد بن ابی بکر دیوار پھاند کر عثمان کے گھر میں گھسے، ان کے ساتھ کنانہ ابن بشر ابن عتاب اور سودان ابن حمران اور عمرو ابن حمق تھے۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ عثمان اپنی بیوی

نائلہ کے ساتھ قرآن پڑھ رہے ہیں۔ محمد نے آگے بڑھکر عثان کی ڈاڑھی پکڑی اور کہا: اے نعثل! خدا نے تجھ کو ذلیل اور رسوا کیا۔ عثان نے کہا: میں نعثل نہیں بندۂ خدا اور امیر المومنین ہوں۔

محمد نے کہا: معاویہ وغیرہ نے تمہیں کچھ فائدہ نہ پہنچایا۔ عثان نے کہا: بھائی میری ڈاڑھی تو چھوڑ و۔ تمہارے باپ ایسا برتاؤ کبھی نہ کرتے۔ محمد نے کہا: میں ڈاڑھی سے زیادہ تمہیں غصے میں لانا نہیں چاہتا۔ عثان نے کہا: مجھے اللہ ہی سے مدد و نجات کی امید ہے۔ اس وقت محمد نے عثان کے ماتھے پر چھرا مارا۔

بلاذری یوں لکھتا ہے کہ عثان نے قرآن آغوش میں بھینچ کر کہا: اے لوگو! اس قرآن میں جتنے تمہارے حقوق ہیں سب تمہیں دے دوں گا۔ اب تمہاری مرضی کے خلاف نہ کروں گا۔ اے خدا! تو گواہ رہنا۔ محمد نے کہا: آج قبول کرر ہے ہو۔ حالانکہ اس سے قبل تم نے نافرمانی و بدکاری کی۔ یہ کہکر پیٹھ میں چھرا بھونک دیا۔ عثان نے کہا: لوگو! مجھے قتل نہ کرو ورنہ پچھتاؤ گے اور اختلاف کا شکار ہو جاؤ گے۔

ابن کثیر نے بھی محمد ابن ابی بکر کے ساتھ تیرہ افراد کے آنے اور عثان کی ڈاڑھی پکڑ کر ہلانے کی روایت کی ہے اور محمد نے یہ کہا: معاویہ نے تمہیں فائدہ نہ پہنچایا، ابن عامر نے فائدہ نہ پہنچایا، تمہارے خطوں نے فائدہ نہ پہنچایا۔

ابن عساکر نے بھی محمد ابن ابی بکر کے ان حالات کو لکھا ہے لیکن ابن سعد وطبری لکھتے ہیں کہ کنانہ ابن بشر نے عثان کو چھرے سے قتل کیا اور وہ جب لوٹنے لگے تو سودان ابن حمران نے تلوار ماری۔ اسی حالت میں عمرو ابن حمق چھلانگ لگا کر عثان کے سینے پر بیٹھ گئے اور کہا: اگر چہ اب تلوار مارنے کی ضرورت نہیں لیکن صرف تقرب خدا کے لیے تین ضربیں مارتا ہوں اور چھ ضربیں اس لیے کہ اس کے لیے میرے دل میں عرصے سے کینہ تھا۔ عمیر بن ضابی نے دانت توڑ دیئے۔ طبری وغیرہ کا بیان ہے کہ عثان کو تین سر پر، تین سینے پر اور کھوپڑی پر تلواریں ماری گئیں کہ ہڈی چور ہوگئی۔ ابھی جان باقی تھی اور لوگ چاہتے تھے کہ سر قلم کریں کہ ان کی دو بیبیاں ان سے لپٹ گئیں۔ ابن عدیس نے دونوں عورتوں کو علیحدہ کیا۔ انھیں لاتوں اور گھوسوں سے الگ کیا گیا۔ ابن کثیر لکھتا ہے کہ محمد ابن ابی بکر کے بعد غافقی ابن حرب نے ایک لوہے کے ٹکڑے سے عثان کا منھ کوچ ڈالا۔

بلاذری لکھتا ہے کہ وثاب کا بیان ہے کہ عثمان نے مجھے مالک اشتر کے پاس بھیج کر پوچھا: کیا چاہتے ہو۔ مالک اشتر نے کہا: استعفیٰ دو اور قصاص کے لیے آمادہ ہو جاؤ ورنہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ عثمان نے کہا: استعفیٰ تو دے نہیں سکتا جس خلعت کو خدا نے پہنایا ہے کیوں اتار دوں۔ جہاں تک قصاص کی بات ہے تو تم خود جانتے ہو کہ ابو بکر وعمر بھی لوگوں کو صحیح غلط سزائیں دیتے تھے پھر یہ کہ میرا جسم قصاص کی تاب نہیں لاسکتا۔ بخدا! مجھے قتل کرنے کے بعد ہمیشہ آپس میں لڑتے رہو گے۔

وثاب کہتا ہے کہ میں عثمان کی حمایت میں لڑتے ہوئے زخمی ہوا تھا۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: وضو کے لیے پانی ہے؟ میں نے وضو کے لئے پانی دیا۔ وضو کر کے قرآن گود میں لے کر بیٹھ گئے اور بلوائیوں کے مقابل قرآن کو سپر بنا لیا۔ ایک شخص بھیڑیئے کی طرح آیا اور ہم لوگوں کو دیکھتا ہوا چلا گیا۔ اس کے بعد محمد ابن ابی بکر نے آکر عثمان کی ڈاڑھی کو پکڑ کر اس طرح ہلایا کہ دانت بجنے لگے اور ان سے کہا: معاویہ وابن عامر نے مدد نہیں کی۔ عثمان نے کہا: بھائی کے بیٹے! میری ڈاڑھی چھوڑ دو۔ پھر کچھ لوگوں کی مدد سے انھیں قتل کر دیا۔ ابن سیرین کا بیان ہے کہ ابن بدیل عثمان کے پاس آئے۔ ہاتھ میں تلوار اور دل میں کینہ تھا۔ وہ کہتے جا رہے تھے کہ میں واقعی اسے قتل کر دوں گا۔ عثمان کی کنیز نے کہا کہ تیری یہ مجال۔ پھر وہ عثمان پر پے در پے وار کرنے لگے۔(۱)

۱۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن، ج ۳، ص ۵۱۔ (ج ۳، ص ۷۳)۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۷۲۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۹۲۔ ۹۷۔ ۹۸۔ (ص ۱۸۹، ۲۰۲، ص ۲۱۳، ۲۲۰)۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۳۰۔ (ج ۱، ص ۴۴)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۲۵۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ (ج ۴، ص ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۹۵۔ حوادث ۳۵ھ)۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۷۰۔ (ج ۴، ص ۱۱۳)۔ مروج الذہب، ج ۱، ص ۴۴۲۔ (ج ۲، ص ۳۶۲۔ ج ۲، ص ۳۶۲)۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ (القسم الثالث، ص ۱۰۴۳۔ نمبر ۱۷۷۸)۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۳۷۲۔ (ج ۳۹، ص ۴۰۳۔ نمبر ۴۶۱۹)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۲۔ ۷۵۔ (ج ۲، ص ۲۹۳۔ حوادث ۳۵ھ) شرح ابن ابی الحدید ج ۱، ص ۱۶۶، ۱۶۸۔ (ج ۲، ص ۱۵۵۔ خطبہ ۳۰)۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۳۰۰۔ تاریخ ابو الفداء، ج ۱، ص ۱۷۰۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ (ج ۷، ص ۲۰۶۔ ۲۰۷، ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ حیاۃ الحیوان، ج ۱، ص ۵۴۔ (ج ۱، ص ۷۸)۔ مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۳۲۔ تاریخ الخمیس، ج ۲، ص ۲۶۳۔ سیرۂ حلبیہ، ج ۲، ص ۸۵۔ (ج ۲، ص ۷۶)۔ الاصابۃ، ج ۲، ص ۲۱۵۔ ازالۃ الخفاء، ج ۲، ص ۲۴۳۔ ۲۳۹۔

خلیفہ کا دفن و کفن

طبری کا بیان ہے کہ عثمان کی لاش تین دن تک پڑی رہی۔ کسی نے انھیں دفن نہیں کیا۔ پھر حکیم ابن حزام اور بنی اسد کا ایک شخص اور جبیر ابن مطعم نے حضرت علی علیہ السلام سے عثمان کو دفن کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ جب لوگوں کو خبر معلوم ہوئی تو راستے میں پتھر لے کر بیٹھ گئے۔ عثمان کے گھر کے لوگ یہودیوں کے قبرستان ''حش کوکب'' کی طرف دفن کے لیے لے کے چلے۔ لاش کو جاتا دیکھ کر لوگوں نے تابوت پر پتھر برسائے۔ جب حضرت علی علیہ السلام کو معلوم ہوا تو آپ نے لوگوں کو روکا اور انھیں ''حش کوکب'' میں دفن کر دیا گیا۔ جب معاویہ مطلق العنان حکمراں ہوگیا تو حش کوکب کو بقیع سے ملا دیا اور مسلمانوں کو آمادہ کیا کہ درمیان میں قبریں بنا کر اس سے ملحق کر دیں۔

طبری نے عثمان کے خزانچی ابو کرب کا بیان نقل کیا ہے کہ انھیں اوائل شب میں دفن کیا گیا۔ جنازے میں صرف مروان ابن حکم، پانچ بیٹیاں اور کچھ نوکر تھے۔ ان کی بیٹی نوحہ و فریاد کرتی ہوئی ساتھ چل رہی تھی۔ لوگوں نے نعثل نعثل چلا کر ڈھیلے مارے اور پھر مسلمانوں کے قبرستان سے باہر انھیں دفن کر دیا گیا۔ عبداللہ ابن ساعدہ کہتا ہے کہ جنازے کو حکیم، جبیر، نیار اور ابوجہم نے اٹھایا۔ جب نماز پڑھنے لگے تو چند اصحاب رسولؐ نے نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا اور بقیع میں دفن کرنے سے بھی روکا۔ ان میں اسلم بن اوس اور ابو حیہ مازنی پیش پیش تھے۔ اتنے میں ابوجہم نے کہا کہ انھیں دفن کر دو خدا اور فرشتوں نے ان پر نماز پڑھی ہے۔ پھر حش کوکب میں دفن کیا گیا جسے بعد میں بنی امیہ نے مسلمانوں کے قبرستان میں شامل کر لیا۔

طبری نے نائلہ اور ام البنین کے فریاد کرنے اور کپڑے پھاڑنے کی نشاندہی بھی کی ہے۔ ابن سعد نے مالک ابن ابی عامر کو بھی جنازہ اٹھانے والوں میں شمار کیا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ انتہائی خوف کے عالم میں دفن کیا گیا۔

بلاذری لکھتا ہے کہ عثمان جمعہ کے دن قتل ہوئے۔ جبیر، عبدالرحمٰن، مسور، ابوجہم نے چاہا کہ نماز پڑھ کر انھیں دفن کر دیا جائے۔ اتنے میں کچھ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آکر نماز پڑھنے سے منع کیا۔ ابوجہم

نے کہا: ان پر فرشتوں نے نماز پڑھی ہے۔ حجاج ابن غزیہ نے کہا: اگر جھوٹ بولو گے تو اس کے ساتھ تمہارا بھی حشر ہوگا۔ ابوجہم نے کہا: خدا اسی کے ساتھ مجھے بھی اٹھائے۔ حجاج نے کہا: حقیقت میں خدا تجھ کو، عثمان کو اور شیطان کو ایک ساتھ اٹھائے گا۔ میں تجھے بھی قتل کر دوں گا۔ ابوجہم چپ ہو گیا۔ پھر یہ لوگ جنازہ عثمان سے غافل ہو کر دوسرے کاموں میں لگ گئے۔

اور ان چند لوگوں نے جبیر ابن معطم کی اقتداء میں نماز پڑھی، عثمان کی زوجہ ام المومنین کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ جنازہ ایک چھوٹے تختے پر رکھا ہوا تھا اور پیر باہر نکلے ہوئے تھے۔

تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میت سے منع کیا استیعاب میں ہے کہ انھوں نے جنگ کر کے جنازے کو زمین پر ڈال دیا۔ عمیر ابن ضابی نے پیٹ پر لاتیں بھی لگائیں۔ (۱) بلاذری لکھتا ہے کہ عثمان کے حش کوکب مین دفن ہونے کے بعد لوگ حضرت علیؑ کی بیعت کرنے کے لیے آئے۔ ابن کعب کہتا ہے کہ مسور نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مدائنی کا بیان ہے کہ نماز جنازہ کے روکنے پر زوجہ رسول اکرم ﷺ ام حبیبہ مسجد میں آ کر فریاد کرنے لگیں کہ مجھے اس مرد کو دفن کرنے دو ورنہ میں ناموس رسول ﷺ عریاں کر دوں گی۔ یہ سنکر لوگوں نے راستہ چھوڑ دیا۔ ابوزناد کہتا ہے کہ عثمان کی بیوی نائلہ کے ہاتھ میں چراغ تھا اور وہ گریباں پھاڑ کر فریاد کر رہی تھی: ہائے عثمان! ہائے امیر المومنین، جبیر نے کہا چراغ بجھا دو، لوگ تاک میں ہیں۔ اس نے چراغ بجھا دیا اور بقیع پہنچے۔ جبیر نے نماز پڑھی اور حکیم، ابوجہم، نیار، نائلہ، ام البنین نے پیچھے نماز پڑھی، نیاز و ابوجہم قبر میں اترے اور دفن کر کے منتشر ہو گئے۔ ابوعمر لکھتا ہے کہ دفن کرنے کے بعد قبر کو چھپا دیا گیا۔ (۲)

ابن جوزی، محب طبری اور ہیثمی نے ابن فروخ کا بیان نقل کیا ہے کہ میں دفن عثمان میں شریک تھا انھیں بغیر غسل وکفن کے دفن کیا گیا۔ بخاری، بغوی وابن اثیر یہی لکھتے ہیں۔ ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ عثمان کو غسل نہیں دیا گیا اور ان ہی کے کپڑے میں دفن کیا گیا۔ (۳)

۱۔ الشعر والشعراء ص ۱۲۸۔ (ص ۲۱۹)۔

۲۔ وفاء الوفا، ۲ ص ۹۹۔ تاریخ المدینۃ، (ج ۴، ص ۱۲۴۰)۔

۳۔ مجمع الزوائد، ج ۷، (ص ۲۳۳)۔

استیعاب میں مالک کا قول نقل ہے کہ جب عثمان کو قتل کیا گیا تو تین دن تک لاش مزبلہ پر پڑی رہی، تیسری رات بارہ آدمیوں نے جنازہ اٹھا کر قبرستان لے جانا چاہا تو بنی مازن کے افراد نے روکا۔ ناچار جنازے کو وہاں سے لے چلے۔ لاش ایک تختے پر تھی جب سر تختے سے ٹکراتا تھا تو ٹک ٹک کی آواز آتی تھی۔ انھیں حش کوکب میں لے جا کر دفن کر دیا گیا۔ عثمان کی بیٹی، عائشہ واویلا مچانے لگی تو ابن زبیر نے کہا بخدا!! اگر چپ نہ رہے گی تو تیری آنکھ پھوڑ دونگا۔ یہ سن کر چپ ہوگئی۔

صفدی (۱) نے بھی لکھا ہے کہ لاش تین روز تک مزبلہ پر پڑی رہی۔ یعقوبی بھی انھیں باتوں کو نقل کرتے ہیں۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ عبد الرحمٰن ابن اظہر کہتا ہے کہ میں عثمان کے کسی معاملے میں شریک نہیں تھا۔ قتل کے تین دن بعد ایک رات دروازے پر بیٹھا ہوا تھا، میرے پاس مندز ابن زبیر آیا کہ میرے بھائی عبد اللہ نے آپ کو بلایا ہے۔ میں پہنچا تو کہا کہ ہم لوگ عثمان کو دفن کرنا چاہتے ہیں کیا تم ساتھ دو گے؟ میں نے جواب دیا کہ میں کسی معاملے میں نہیں پڑونگا اور چلا آیا۔ پھر ان کے ساتھ گیا اور پوری تفصیل نقل کی ہے۔

یاقوت حموی بھی عثمان کے حش کوکب میں دفن کی بات کرتے ہیں۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ صبیح اور نجیح نامی عثمان کے دو غلام جو عثمان کے گھر پر قتل ہوئے تھے ان کو بھی عثمان کے بغل میں دفن کیا گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ خوارج نے ان کو دفن نہ ہونے دیا اور ٹانگ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے شہر کے باہر لے گئے یہاں تک کے کتوں نے ٹانگ کھالی۔ معاویہ نے اپنے دور حکومت میں گورستان عثمان کی طرف بہت زیادہ توجہ کا مظاہرہ کیا۔ بقیع اور حش کوکب کے درمیان دیوار ختم کردی اور مسلمانوں کو اپنے مردے دفن کرنے کا حکم دیا۔ سیرہ حلبی میں بھی لاش عثمان کے تین روز گھورے پر پڑے رہنے کی نشاندھی کی ہے اور یہ کہ تین روز تک گھر کا دروازہ دروازہ بند رہا کسی کو دفن کرنے کی مجال نہ تھی۔ دفن کے بعد لاش نکالنے کے خوف سے قبر کو مٹا دیا گیا۔ عثمان کے ساتھ جو دونوں غلام قتل ہوئے تھے ان کی لاش بھی گھسیٹ کر ٹیلے پر پھنک دی

۱۔ تمام المتون، ص ۹۷۔ (ص ۱۹۱)۔

گئی تھی جسے کتے کھا گئے۔ ابن ابی الحدید، ابن اثیر اور دمیری بھی جسد عثمان کے تین روز بے غسل وکفن پڑے رہنے کی نشاندھی کرتے ہیں۔

سمہودی وفاء الوفا میں ام حکمیہ سے نقل کرتے ہیں کہ چار آدمیوں نے جنازہ تختے پر اٹھایا، تختے سے سر ٹکراتا تھا تو ٹک ٹک کی آواز آتی تھی۔ پھر اسے حش کوکب میں نماز پڑھ کے دفن کیا گیا۔(۱)

احمد شوقی (۲) بھی جو اس عہد کا بالغ نظر، مشہور شاعر ہے اپنے شعروں میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

یہاں تاریخ کا مطالعہ ہمیں دو سنگین نتائج میں سے کسی ایک بات کو قبول کرنے پر مجبور کرتا ہے یا تو تمام صحابہ فاسق وبدکردار ہو گئے تھے انھوں نے محاصرہ، قتل، لاش، بے حرمتی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن سے روکنا، جنازہ پر سنگباری، دانت توڑنا وغیرہ کا اقدام کیا یا پھر ماننا پڑے گا کہ حضرت عثمان بے دین ہو گئے تھے۔ کیونکہ صحابہ میں سے بعض تو عملاً شریک رہے اور بعض قطعی بے تعلق رہے۔ جو بے تعلق رہے وہ اپنی شرعی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے کیونکہ کسی مومن کی جان کی حرمت کے متعلق قرآنی آیات موجود ہیں، لاش کے احترام، دفن وکفن کے متعلق آیات واحادیث وراد ہیں۔ اس صورتحال میں تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمداً ان آیات واحادیث سے روگردانی کی اور اولوالامر کی اطاعت سے انحراف کر کے دین سے خارج ہو گئے۔ اگر اس بات کو تسلیم نہیں کیا جائے تو پھر ماننا پڑے گا کہ خود حضرت

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۵۵، (ج ۳، ص ۷۸)۔ انساب الاشراف (ج ۶، ص ۲۰۳۔۲۰۵۔۲۲۲)۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۴۰ (ج ۱، ص ۴۶)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۳۔۱۴۴۔ (ج ۴، ص ۴۱۲۔۴۱۳۔۴۱۴۔ حوادث ۳۵ھ)۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۵۳۔ (ج ۲، ص ۱۷۶)۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۷۸۔۴۷۹۔ (القسم الثالث، ص ۱۰۴۹۔۱۰۴۷۔ نمبر ۱۷۷۸)۔ صفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۱۱۷۔ (ج ۱، ص ۳۰۵۔ نمبر ۴)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۶۔ (ج ۲، ص ۲۹۵۔ حوادث ۳۵ھ)۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۳۱۔۱۳۲۔ (ج ۳، ص ۶۶۔۶۵)۔ معجم البلدان، ج ۳، ص ۲۸۱۔ (ج ۲، ص ۲۶۲)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۸۔ (ج ۲، ص ۱۵۸ خطبہ ۳۰)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۱۹۰۔۱۹۱۔ (ج ۷، ص ۲۱۳۔ حوادث ۳۵ھ)۔ حیاۃ الحیوان، ج ۱، ص ۵۴۔ (ج ۱، ص ۷۸)۔ وفاء الوفاء، ج ۲، ص ۹۹۔ (ج ۳، ص ۹۱۳)۔ سیرۃ حلبیہ، ج ۲، ص ۸۵۔ (ج ۲، ص ۷۶)۔ تاریخ الخمیس، ج ۲، ص ۲۶۵۔

۲۔ دول العرب، ص ۴۹۔

عثمان دین سے خارج ہو گئے تھے اور تمام اصحاب متفقہ طور سے ان کے ارتداد کا فیصلہ کر چکے تھے۔

لیکن ان دونوں نظریوں کو آسانی سے قبول نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ عادل ہیں، وہ ان کے گفتار و کردار سے حجت لاتے ہیں، ان پر مکمل ایمان ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ رسولؐ کی صحبت نے ان کے نفوس اور نظریات کو پاک و پاکیزہ بنا دیا تھا۔ پھر ان عمومی صحابہ میں طلحہؓ و زبیر جیسے عشرۂ مبشرہ بھی تھے۔ اور طلحہ تو خاص اس میں سرگرم تھے۔ دوسرے معزز اصحاب میں عمار یاسر، مالک اشتر، عبداللہ ابن بدیل تھے ان سب کے اوپر حضرت علی علیہ السلام تھے۔ جنکی اطاعت کا تمام امت نے اقرار کیا، کیا وہ ایسے حالات میں خاموش رہ سکتے تھے جب کہ شریعت کے سب زیادہ واقف کار اور ہدایت کرنے والے تھے؟ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ تمام اہم صحابہ اس واقعے سے ناواقف تھے یا انھیں گمان نہیں تھا کہ حالات یہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ ناگہانی طور پر واقع نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ پورا واقعہ سیاسی طور سے دو ماہ کے عرصے میں پھیلا ہوا ہے۔ اس مدت میں بلوائیوں کا صرف ایک مطالبہ تھا کہ اپنی بدعتوں سے باز آ جائیں ورنہ خلافت سے استعفیٰ دیں۔ انھیں یہ بھی دھمکی دی گئی تھی کہ اگر ان دو میں ایک بات نہ مانی گئی تو واقعی قتل کر دیا جائے گا۔ یہ مطالبہ چاروں کھونٹ سنسنا رہے تھے۔ سب نے دیکھا اور سنا کہ عثمان ایک بار توبہ کرتے ہیں پھر وہ دوبارہ اس سے اتر جاتے ہیں۔ کبھی بلوائیوں کو دھمکی دیتے ہیں کہ اگر انھیں قتل کیا گیا تو برے نتائج ہونگے اصحاب انھیں پند و نصیحت سے منتشر کرنے اور قتل سے باز رکھنے سے معذور تھے۔ اس سلسلے میں کوئی بھی روایت پیش نہیں کی جا سکتی بلکہ اصحاب ان کی غلطی کو تسلیم کرتے ہیں۔ خود قاتل نے چلا چلا کر مدینے کی گلیوں میں اعلان کیا کہ میں یہودی عثمان کا قاتل ہوں اور کسی نے بھی اعتراض نہ کیا۔(۱)

دوسرا احتمال بھی آسانی سے قبول نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ عثمان سے بدظنی اس حد تک ممکن نہیں حالانکہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی رائے کا اظہار کیا۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو عثمان کے کرتوت اپنی آنکھوں دیکھ رہے تھے انھوں نے اپنا اظہار کچھ اسی طرح کیا۔ زوجۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ نے کہا کہ نعثل کو قتل کر ڈالو۔ خدا اسے قتل کرے یہ کافر ہو گیا ہے۔۔۔۔ابن عباس سے کہا: دیکھو لوگ اگر اس

۱۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۷۸۔ (القسم الثالث، ص ۱۰۴۶۔ نمبر ۱۷۷۸)۔

ڈکٹیٹر کو قتل کریں تو تم روکنا نہیں۔

عبد الرحمٰن ابن عوف نے حضرت علیؑ سے کہا: عثمان کے خلاف میں بھی تلوار اٹھاتا ہوں آپ بھی اٹھایئے کیونکہ خلافت حاصل کرتے وقت جو عہد و پیمان کئے تھے سب کو پیروں سے روند ڈالا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ میں نے قسم کھالی ہے کہ مرتے دم تک تم سے بات نہیں کرونگا۔

جب مجمع ابن جاریہ نے طلحہ سے کہا تم اسے قتل ہی کر ڈالوگے تو انھوں نے کہا: اگر قتل کیا جائے تو نہ وہ فرشتہ ہے نہ رسول ﷺ اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ وہ قتل عثمان کے وقت گھر کا محاصرہ بھی کئے تھے، ان پر پانی بھی بند کیا۔ پھر خون عثمان کے قصاص میں قتل بھی ہوئے۔

زبیر نے کہا: عثمان کو قتل کردو، اس نے دین بدل دیا ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا عثمان کل قیامت میں پل صراط پر مردار کی طرح پڑا ہوگا۔

عمار یاسر نے کہا عثمان نے مسلمانوں پر ظلم کیا اور دین بدل دیا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں نے عثمان کو قبر سے نکال کر اس کی لاش آگ میں کیوں نہ جلادی۔ یہ بھی کہا: کہ عثمان کو ان نیک لوگوں نے قتل کیا جو نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائیوں سے روکتے تھے۔

حجر ابن عدی اور ان کے ساتھی کہتے ہیں کہ انھوں نے قانون اسلام سے انحراف کیا، ظالم تھے۔

عبد الرحمٰن عنزی نے کہا کہ وہ پہلے ظلم کی راہ کھولنے والے اور راہ اسلام بند کرنے والے تھے۔

ہاشم مرقال نے کہا: عثمان کو اصحاب رسول ﷺ اور قاریان قرآن نے اس وقت قتل کیا جب انھوں نے بدعتیں کیں، قرآن کی مخالفت کی۔ اصحاب رسول ﷺ مسلمانوں کے معاملات سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے۔

عمرو عاص نے کہا کہ مجھے عمرو عاص کہتے ہیں، میں فتنہ اٹھاتا ہوں تو انجام تک پہنچا کے دم لیتا ہوں۔ اور عثمان سے کہا کہ تم نے امت میں ناپسندیدہ باتیں رائج کیں۔ یا راہ راست پر آؤ یا خلافت سے الگ ہو جاؤ۔ سعد ابن ابی وقاص نے کہا کہ عثمان اس تلوار سے قتل ہوئے جسے عائشہ نے نکالا، طلحہ نے صیقل کیا، علی ابن ابی طالبؑ نے زہر آلود کیا، زبیر نے ہاتھ سے اشارہ کیا لیکن میں اس سے الگ رہا

حالانکہ ان کا دفاع کر سکتا تھا۔ ججاء غفاری کہتے ہیں اے نعثل! اٹھ، منبر سے نیچے اتر۔ تاکہ تجھے بوریئے میں بھر کے کوہ دماوند پر پھینک آؤں۔

مالک اشتر نے کہا کہ خلیفہ اپنی خطا کاریوں اور سنت رسول ﷺ اور قرآن سے انحراف کی وجہ سے مصائب میں مبتلا ہوئے۔

عمرو ابن زرارہ نے کہا: عثمان نے حق کو جان بوجھ کر ترک کیا۔

حجاج ابن غزیہ انصاری نے کہا: بخدا! اگر عثمان کی آدھے دن بھی عمر باقی ہو تو بھی اسے قتل کر کے تقرب خدا حاصل کروں گا۔

قیس ابن سعد انصاری نے کہا میرا قبیلہ سب سے آگے اور لیڈری کر رہا تھا۔

جبلہ ابن عمر نے کہا: او نعثل! بخدا تجھے ضرور قتل کروں گا اور تیری لاش بوریئے میں بھر کر کوہ دماوند پر پھینک آؤں گا۔

محمد بن ابی بکر نے عثمان سے پوچھا: او نعثل! تیرا دین کیا ہے؟ تو نے قرآن بدل دیا ہے۔ اس سے بھی بڑی بات کہ تم نے اس سے قبل احکام الٰہی سے انحراف کیا اور بدکاریاں کیں۔

اصحاب رسول ﷺ نے عثمان کے جواب میں کہا: کہ ہم تمہیں ضرور قتل کریں گے۔ کیونکہ تم نے حق کو پائمال کیا اور دین کے خلاف مصلحانہ جدوجہد کی۔

ان اصحاب رسولؐ کے مقابلے میں عثمان ہیں۔ دو باتوں میں ایک بات ماننی ہوگی کہ یا ایک شخص کی خطا اور غلطیوں کو ہم مان لیں۔ یا دوسری طرف یہ کہ ہزاروں افراد کو گمراہ سمجھا جائے حالانکہ ان میں سے علم و دانش کے سربرآوردہ، نیک، پاک نفس نیز فضائل و مکارم سے آراستہ افراد ہیں۔ عقیدہ اہل سنت کے مطابق سبھی عدول ہیں، ان کا کردار حجت ہے۔ جب بھی اجتہادی بات آئے گی تو دونوں ہی کو مجتہد ماننا پڑے گا۔ صرف عثمان ہی کو مجتہد نہیں مان سکتے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ عثمان سے خطائے اجتہادی ہوئی یا یہ پوری جمعیت خطائے اجتہادی کی مرتکب ہوئی۔ اگر عثمان کو صحیح کہا جائے تو ساری جماعت کی غلطی ماننی پڑے گی۔ اگر ان سب کو صحیح کہا جائے تو عثمان کو غلط کہنا پڑے گا.... ہمیں انصاف کی بات کہنی چاہیئے۔

جعلی روایات

ا۔طبری اپنی تاریخ میں بحوالۂ سری، اس نے شعیب سے اور اس نے سیف سے اور اس نے عطیہ سے اور اس نے یزید فقعسی کے طریقے سے لکھا کہ عبداللہ بن سبا یہودی صنعاء (یمن) کا باشندہ تھا، اس کی ماں سیاہ فام تھی، وہ عثمان کے زمانے میں مسلمان ہوا، پھر وہ گھوم گھوم کر اسلامی مملکت میں مسلمانوں کو گمراہ کرنے لگا، حجاز سے شروع کیا پھر بصرہ، کوفہ اور بعد میں شام گیا لیکن شام کے لوگوں کو گمراہ نہ کر سکا۔ وہاں سے نکال دیا گیا، پھر وہ مصر میں مقیم ہوگیا۔ وہ لوگوں سے کہتا تھا: ان لوگوں سے تعجب کرتا ہوں جو عیسیٰ کی واپسی کے قائل ہیں، محمدؐ کی رجعت کے قائل نہیں ہیں۔ حالانکہ قرآن نے واضح لفظوں میں کہا ہے جس نے تم پر قرآن نازل کیا ہے وہ تمہیں واپس بھی لائے گا۔ عیسیٰ سے زیادہ محمدؐ کی رجعت یقینی ہے۔ مصر والوں کو اس نے رجعت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سبق پڑھا دیا، پھر ان سے کہا: محمد، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور علی علیہ السلام خاتم الاوصیاء اور جن لوگوں نے وصیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل نہیں کیا اور جانشین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی کو نہ مانا وہ ظالم ہیں۔ یہاں تک کہ اس نے کہا: وصی خدا کے موجود ہوتے عثمان نے ناحق خلافت کو ہتھیا لیا ہے، اس لیے تم حکومت کا تختہ الٹ دو اور افسروں کے خلاف بغاوت شروع کر دو۔ تم پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے۔ اس نے چاروں طرف اپنے مبلغ بھیجے اور خطوط لکھے۔ کچھ گورنروں کو جعلی خطوط بھی لکھے گئے۔ جن میں ان کے کرتوتوں کی مذمت تھی۔ یہاں تک بات مدینے تک پہنچ گئی کہ تمام مملکت بغاوت کی زد میں ہے۔ وہ ظاہر میں کچھ کہتے تھے اور باطن میں کچھ، عوام امن پسند تھے۔ ان باتوں کی خبر عثمان کو ہوئی اور لوگوں نے ان سے پوچھا: لوگوں کی شورش اور خطوط کی اطلاع ہے؟ جواب دیا: نہیں، ہمیں تو صرف اچھی ہی خبر ملتی ہے۔ پھر لوگوں نے انھیں تمام واقعات کی اطلاع دی۔ عثمان نے جواب دیا: تم لوگ میری حکومت میں شریک ہو لہٰذا مجھے رائے دو۔

لوگوں نے رائے دی کہ کچھ معتمد لوگوں کو صوبوں کی خبر لینے کے لیے بھیجئے۔ اس لیے محمد ابن مسلمہ کو کوفہ اوسامہ کو بصرہ، عمار یاسر مصر اور عبداللہ ابن عمر کو شام بھیجا۔ سب نے واپس آکر حالات کے ٹھیک

ا۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۹۸۔ (ج ۴، ص ۳۴۰۔ حوادث، ۳۵ھ)۔

ٹھاک ہونے کی رپورٹ دی۔ صرف عمار یاسر واپس نہیں آئے۔ لوگوں نے عمار کے واپس نہ ہونے پر سمجھا کہ وہاں شورش پیدا کر رہے ہیں۔ پھر عبداللہ ابن سعد کے خط سے معلوم ہوا کہ لوگ ان سے گھل مل گئے ہیں۔ اور عبداللہ ابن سبا، خالد ابن ملجم، سودان ابن عمران اور کنانہ ابن بشر سے ربط ضبط بڑھ گیا ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اگر واقعی عبداللہ ابن سبا نے مسلمانوں کے درمیان اتنی زبردست فتنہ انگیزی پھیلائی کہ حکمرانوں اور گورنروں کو لرزا دیا اور خلیفۂ وقت کے خلاف تک ایسی شورش پیدا کر دی تو اس کا تعاقب کر کے اسے قید کیوں نہ کیا گیا؟ اور ایسے خطرناک پاپ کی سزا میں پھانسی کیوں نہ دی گئی تاکہ قوم اس کی فتنہ انگیزی سے محفوظ ہو جاتی؟ آخر عثمان نے نیک مرد اور پاک دامن، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں کو کیوں نہ سمجھایا کہ وہ شخص یہ سارے فتنے کر رہا ہے اور حکم قرآن ہے کہ جو خدا و رسولؐ یا حکومت اسلامی سے برسرِ پیکار ہوں تو انھیں قتل کیا جائے، سولی پر چڑھایا جائے، ہاتھ پیر کاٹے جائیں یا ذلیل کر کے جلاوطن کیا جائے۔ پھر خلیفہ جی نے اس فتنے کو دبایا کیوں نہیں؟ کیا ان کی ساری سختیاں اور سزائیں صرف پاکدامن اصحاب رسول ﷺ ہی کے لیے تھیں؟

ہم نے فرض کیا کہ عبداللہ ابن سبا نے مختلف صوبوں میں عثمان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا۔ کیا اس نے گورنروں یا حضرت عثمان کے خلاف جو واقعات بیان کیے وہ جھوٹے تھے؟ کہ اس کے اثر سے قوم کے اہم افراد، مہاجر و انصار ان کے خلاف ہو گئے۔ اس نے تو جو کچھ بھی حکومت کے جرائم اور پاپ بیان کیے وہ سب صحیح تھے۔ جس کی وجہ سے پوری قوم خالص دین کی حفاظت کے لیے اپنا اسلامی فریضہ سمجھتے ہوئے بغاوت پر آمادہ ہو گئی۔ اگرچہ وہ یہودی زادہ بھی خواص کا منظور نظر ہو گیا۔ ایسے انقلاب کے اکثر شواہد موجود ہیں جس میں اچھے عناصر کے ساتھ گندے عناصر بھی شامل ہو جاتے ہیں۔

پھر یہ کہ جو کچھ عبداللہ ابن سبا نے لوگوں کو سمجھایا وہ جھوٹ تھا۔ کیوں؟ جب صوبوں کے لوگ مدینے میں آ کر مہاجرین و انصار سے گورنروں کے پاپ بیان کرنے لگے تو چونکہ یہ اصحاب رسول ﷺ خود عثمان کی غلط کاریوں کو دیکھ رہے تھے، وہ کہہ دیتے کہ عثمان ان الزامات سے پاک ہیں۔ جو کچھ پروپگنڈا کیا گیا ہے جھوٹ ہے۔ آخر مہاجرین و انصار بھی ان لوگوں کے ساتھ کیوں ہو گئے بلکہ ان لوگوں

کے آنے سے پہلے ہی عثمان کی مخالفت پر کمر بستہ تھے۔ پھر اگر چہ عبداللہ بن سبا نے جو کچھ انھیں سمجھایا وہ غلط تھا، تو آخر کیوں دوسرے شہروں کے وفود مدینہ آ کر مہاجرین وانصار سے جو عثمان کے رویئے کو بچشم خود دیکھ رہے تھے، انھیں جھٹلایا کیوں نہیں؟ انھیں کہنا چاہیئے تھا کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ آخر بلوائیوں کے ساتھ مہاجرین وانصار بھی کیوں ہو گئے؟

ہم یہاں ڈاکٹر طہٰ حسین کی تائید کرتے ہیں جن کا قوی گمان ہے کہ اگر عبداللہ ابن سبا کی روایات کو صحیح مان لیا جائے تو جو کچھ اس نے تقریریں کیں اس کی وجہ سے شدید داخلی انتشار پیدا ہو گیا یا پہلے سے انتشار تھا۔ اس بناء پر اس نے فتنہ پیدا نہیں کیا بلکہ فتنے سے فائدہ اٹھایا۔ اسی طرح قوی گمان یہ ہے کہ اموی اور عباسی حکومت میں شیعوں کے دشمنوں نے عبداللہ ابن سبا کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا تاکہ عثمان کی بدعتوں پر پردہ ڈالا جا سکے۔ اور دوسری طرف شیعان علیؑ کا جرم ثابت کیا جا سکے۔ اسی سبب سے شیعوں کے بعض کاموں کو اسی یہودی کی طرف منسوب کر کے مسلمانوں کے منھ پر طمانچہ لگاتے ہیں اور شیعوں پر تو ایسے مظالم ہوتے ہی رہے ہیں۔

لہذا ابن سبا کے متعلق تمام جھوٹی روایات کا احتیاط سے مطالعہ کرنا چاہیئے۔ کیوں کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صدر اول کے مسلمان سیاست وعقل سے اتنے عاری تھے کہ صنعاء کے ایک یہودی بچے نے آ کر مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور اپنے ظاہری اسلام کی آڑ میں خلیفہ کے خلاف شورش پیدا کر دی اور انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس عقل ودانش پر تف ہے۔

یہی وہ باتیں ہیں جو عقل میں نہیں آتیں، نہ کوئی سمجھدار انسان ماننے پر آمادہ ہوتا ہے۔ اصل میں اس وقت لوگ دیکھ رہے تھے کہ قرآن وسنت کی تعلیمات مٹائی جارہی ہیں۔ انھوں نے ابوبکر وعمر کی روش کو دیکھا تھا۔ لہذا چاہتے تھے کہ عقائد واعمال اسلامی سے انحراف نہ ہو۔ اور انھوں نے معاشرے کی بقا کے لیے کوشش بھی کی۔ اسلام کو خواہشات اور ذاتی اغراض کے سبب جاہلی عہد کی طرف پلٹتا ہوا دیکھ کر تازہ اور جوان خون میں جوش آیا اور وہ حکومت ہی سے نہیں بلکہ معاشرے کے تمام انحرافات سے ٹکرا گئے آخر مسلمانوں کی عمومی زمین اور دوسرے غنائم ایک ہی خاندان کی ملکیت کیوں ہو جائیں؟ اگر اس کی

مخالفت ہو تو تعجب کی کیا بات ہے، پھر یہ کہ امویوں کا غلط احساس برتری اور دولت کے تماشے، انصار اور دوسرے قبائل کو رقابت پر آمادہ کر رہے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ خلیفہ خود بھی ارباب ثروت کے ساتھ ہے۔ خود اس کا بھی ہاتھ استحصال میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس لیے ان کا کینہ جوش مارنے لگا، یہ بات تو مسلم ہے کہ کوفے سے سعد کو معزول کر کے ولید کو گورنر بنایا گیا، بصرے سے ابوموسیٰ کو معزول کر کے ابن عامر کو بنایا گیا، شام معاویہ کے ہاتھ میں تھا ہی، پھر اس کے تمام حصے امویوں کو دے دیے گئے، مصر، عمرو عاص کو معزول کر کے ابن ابی سرح کو دے دیا گیا۔ یہ سبھی عثمان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ ان باتوں کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اور ایسی کوئی اطلاع بھی نہیں ہے کہ عبداللہ ابن سبا نے عثمان کو دھوکہ دیا ہو کہ اپنے انہی قریبی رشتہ داروں کو گورنری دے دو۔ یہ بھی مسلم ہے کہ ہر عہد کے بادشاہ اور امراء اس بات کو عیب سمجھتے ہیں کہ حکومت کے اہم عہدوں پر اپنے قریبی رشتہ داروں کو معمور کیا جائے۔ مسلمان پہلی قوم نہیں تھے جنھوں نے عثمان کی اس حرکت کا برا مانا۔ وہ اس سلسلے میں تاریخ کے دھارے کے ساتھ ہیں۔ (۱)

اس کے علاوہ جھوٹی روایات میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عمار یاسر عثمان کی طرف سے مصر بھیجے گئے تھے اور دوسرے صوبے میں دوسرے لوگ۔ یہ ایسی بات ہے کہ کسی طرح قبول نہیں کی جا سکتی۔ اس جعلی روایت کے راوی یا زندیق ہیں یا جھوٹے اور جاہل۔ واقعۂ عثمان کا پورا جائزہ لے لیجیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حکومت عثمان کے زمانے میں عمار یاسر کبھی مدینے سے باہر نہیں گئے۔ وہ شروع ہی سے حکومت کے مخالف اور صف اول کے انقلابی تھے۔ عثمان کو ان سے اتنی نفرت تھی کہ ابوذر کی وفات کے بعد ربذہ جلاوطن کرنا چاہا۔ لیکن مہاجر و انصار آڑے آگئے۔ تاریخوں میں ہے کہ عثمان نے کئی بار ان کی توہین کی اور اذیت ناک سزائیں دیں۔ وہ ابتدا ہی سے عمار کو اپنا مخالف سمجھتے تھے۔ اس صورتحال میں کیسے ممکن ہے کہ عمار سے مشورہ لیتے ہوں اور شورش کو دبانے کے لیے ان سے مدد لی ہو۔ جھوٹی روایت میں تو یہاں تک ہے کہ عبداللہ ابن سبا نے مخالفت عثمان کے لیے عمار یاسر کو اپنا ہم خیال بنالیا تھا۔ یہ بڑی مضحکہ خیز بات ہے چنانچہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے بھی لکھا ہے کہ مجھے یقین ہے کہ عمار ہرگز مصر نہیں بھیجے گئے اور ان

۱۔ الفتنۃ الکبریٰ ص ۱۳۴۔ (مجلد ۴، ص ۳۲۹)۔

دونوں بہادروں (محمد ابن ابی بکر اور ابن ابی حذیفہ) کے شورش میں شرکت نہیں کی۔ یہ داستان عثمان کے حمایتیوں نے گڑھ لی ہے تا کہ عمار کے خلاف عثمان کی زیادتیوں پر دہ ڈالا جا سکے۔

۲۔طبری (۱) نے ایک روایت لکھی ہے کہ سری نے شعب کا بیان نقل کیا، اس نے سیف سے اور اس نے محمد وطلحہ سے اور عطیہ سے کہ عثمان نے مختلف صوبوں کے لوگوں کو یہ خط لکھا کہ میں نے گورنر کو تاکید کی ہے کہ ہر سال موسم حج میں میرے پاس آئیں اور لوگوں کی شکایتوں کو سن کر اس کے ساتھ انصاف کیا جائے، جو کچھ بھی حق میرے یا میرے خاندان کے ذمے ہے وہ لوگ چارو ناچار ادا کریں۔ مدینے والوں نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ کچھ لوگوں کو گالیاں اور سزائیں دی گئیں ہیں۔ ان لوگوں کو میں نے اعلان کرادیا ہے کہ موسم حج میں میرے یا گورنروں کے خلاف شکایت کریں تا کہ وہ ہم سے قصاص لیں یا معاف کر دیں۔

جب صوبوں کے لوگوں نے اس کو پڑھا تو روتے ہوئے عثمان کے حق میں دعائیں دیں اور کہا: قوم سخت شورش میں مبتلا ہے۔ عثمان نے اپنے گورنروں کو بلا کر سرزنش کی کہ یہ میں لوگوں کی کیا شکایتیں سن رہا ہوں، کہیں تم لوگوں کی وجہ سے میرے خلاف شورش نہ پیدا ہو جائے اور میں پریشانی میں پڑ جاؤں۔ ابن عامر، معاویہ، عبداللہ ابن ابی سرح، سعید وعمرو عاص نے کہا کیا آپ نے صوبوں میں لوگوں کی شکایت سننے کے لیے لوگوں کو نہیں بھیجا؟ کیا ان لوگوں کی وجہ سے یہ نہیں کہا ہے کہ لوگوں کو کوئی شکایت نہیں ہے؟ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں۔ عثمان نے ان سے کہا: ایسی صورتحال میں کیا کیا جائے؟ سعید ابن عاص نے کہا: یہ سب آپ کے خلاف شورش پیدا کرنے کے لیے مخفی سازش کی جارہی ہے، اس لیے ان لوگوں کا پتہ لگا کر پھانسی دے دی جائے۔ ابن ابی سرح نے کہا: آپ نے اپنی ذمہ داریاں پوری کی ہیں اب ان کے فرائض کو سختی کے ساتھ بتایئے۔ معاویہ نے کہا: سب کے ساتھ حسن سلوک کیجئے۔ عمرو عاص نے کہا: آپ ابوبکر وعمر کا رویہ اپنایئے یعنی سختی کی جگہ پہ سختی اور نرمی کی جگہ پہ نرمی۔ اس وقت عثمان نے کہا: میں نے تمہارے مشورے سن لیے، میں بہر حال حسن سلوک کا برتاؤ کروں گا تا کہ کسی کو میرے خلاف شکایت نہ

۱۔تاریخ طبری، ص ۹۹، (ج ۴، ص ۳۴۲، حوادث، ۳۵ھ)۔

ہو سکے، خدا بہتر جانتا ہے کہ سب کے ساتھ خیر خواہی کی ہے۔ اگر ایسی شورش میں میں مارا جاؤں تو یہ میرے لیے فخر کی بات ہے۔ تم لوگ اپنی ذمہ داریوں کو اور حقوق الٰہی کو پورا کرتے رہو۔ جب گورنروں کی ٹولی واپس چلی گئی تو ایک شخص نے یہ اشعار پڑھے: سبھی جانتے ہیں کہ عثمان کے بعد علیؑ امیر المومنینؑ ہونگے اور طلحہ اور زبیر ان کے حمایتی ہوں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد کعب نے معاویہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ خچر سوار شخص عثمان کے بعد حکمراں ہوگا۔

۳۔ طبری (۱) نے اسی سند کے ساتھ یعنی سری نے شعیب سے سیف کی زبانی نقل کیا ہے کہ معاویہ نے رخصت ہوتے ہوئے عثمان سے کہا: اے امیر المومنین! آپ ان بلوائیوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گے، آپ میرے ساتھ شام چلیئے۔ وہاں کے لوگ ابھی آپ کے فرمانبردار ہیں۔ عثمان نے کہا: میں جوار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی نہ چھوڑوں گا۔ چاہے قتل ہی کر دیا جاؤں۔ معاویہ نے کہا: تو پھر شام سے فوج بھیجنے کی اجازت دیجئے۔ عثمان نے کہا: کہ فوج کے آجانے سے مدینے والوں کی معیشت تنگ ہو جائیگی۔ یہ ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہر ہے۔ معاویہ نے کہا: کہ پھر تو آپ لازمی طور سے عوامی حملے کا شکار ہوں گے۔ عثمان نے کہا: خدا میرے لیے کافی ہے۔ معاویہ نے چیخ کر کہا: تو کہاں ہے اے جلاد! اے قصاب!

۴۔ طبری (۲) نے اسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ شوال ۳۵ھ میں مصر والوں نے چار ستونوں کی رہبری میں مدینے کا رخ کیا۔ ہر ستون میں ایک ہزار افراد تھے۔ ان کی سرداری عبد الرحمٰن ابن عدیس، کنانہ ابن بشیر، سودان ابن حمران اور قتیرہ کے ہاتھ میں تھی۔ ان سب کا سردار غافقی ابن حرب تھا۔ ان کی ہمت نہ ہو سکی کہ مدینے والوں سے کہہ سکیں کہ ہم جنگ کے لیے آئے ہیں، لہذا حج کا بہانا کیا۔ ان کے ہمراہ ابن سودا تھا۔ کوفے والے بھی چار ٹکڑیوں میں نکلے، جس کے سردار زید ابن صوحان، مالک اشتر، زیادہ ابن نضرہ اور عبد اللہ ابن اصم تھے۔ ان سب کے سردار عمرو ابن اصم تھے۔ اسی طرح بصرے والے حکیم ابن جبلہ، ذریح ابن عباد، بشر ابن شریح، ابن المحرش اور ان سب کے سردار حرقوص تھے۔ اس کے

۱۔ تاریخ طبری، ص ۱۰۱، (ج ۴، ص ۳۴۵، حوادث ۳۵ھ)۔

۲۔ تاریخ طبری، ص ۱۰۳۔ (ج ۴، ص ۳۴۸، ۳۵ھ)۔

علاوہ راستے میں بہت سے لوگ شامل ہوتے گئے۔ مصر والے دوستدار علیؑ تھے۔ بصرے والے طلحہ کے ہوا خواہ اور کوفے والے زبیر کے طرفدار تھے، ہر فوجی ٹکڑی اس گھمنڈ میں تھی کہ کامیابی اسی کے حصے میں آئیگی اور اپنے سردار کو حکومت سونپ دینگے۔ یہ لوگ مدینے سے تین منزل دور، بصرے والے ذوخشت، کوفے والے اعوص میں اور مصر والے ذومروۃ میں رک گئے۔ زیاد اور ابن اصم نے مصر اور بصرہ والوں سے کہا کہ جلدی نہ کرو، ہم تم ہی لوگوں کے ساتھ مدینہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں کیونکہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ ہمارے مقابلے کے لیے مدینے والوں کی عوامی فوج تیار ہوئی ہے۔ اگر وہ ہم لوگوں کے اداروں سے واقفہ ہوتے تو ڈر جاتے لیکن اب ہماری علیحدگی سے ناکامی کا سامنا ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد ان دونوں افراد نے مدینہ آکر ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علیؑ وطلحہ وزبیر سے ملاقات کر کے کہا کہ ہماری آمد کا مقصد فقط حج ہے اور یہ کہ اپنے صوبوں کے گورنروں کو برطرف کرادیں۔ ان حضرات نے شہر مدینہ میں ان فوجی ٹکڑیوں کی آمد کی اجازت مانگی لیکن سب نے انکار کیا اور کہا کہ تمہارا یہ اقدام بے فائدہ ہے۔ اس کے بعد کچھ مصر والے علیؑ کے پاس آئے اور بصرے والے اور کوفے والے طلحہ وزبیر کے پاس آئے۔ آپس میں سب نے ایک دوسرے سے کہا: کہ ہمیں کسی ایک کی بیعت کر لینی چاہیئے ورنہ ان لوگوں کی دشمنی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مصر والوں نے حضرت علیؑ سے احجار الزیت میں ملاقات کی۔ اس وقت امام حسنؑ عثمان کے پاس تھے، حضرت علیؑ کو سلام کر کے ان کے سامنے اپنی باتیں رکھیں اور فریاد کی۔ لیکن حضرت علیؑ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: صالح حضرات جانتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "ذو مروۃ اور ذوخشب" میں قیام کرنے والی فوج پر لعنت کی ہے۔ تم سب لوٹ جاؤ۔ اللہ کی نصرت سے محروم رہو گے۔ وہ لوگ حضرت کا حکم مان کر واپس گئے۔ بصرے والے طلحہ کے پاس گئے، طلحہ نے اپنے دونوں بیٹوں کو عثمان کے پاس بھیجا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے سلام کر کے اپنی بات کہی تو طلحہ نے دھتکارتے ہوئے کہا: ہر مومن جانتا ہے کہ ذومروۃ، ذوخشب اور اعوص کی فوج پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی ہے۔ یہی ماجرہ کوفیوں اور زبیر کے ساتھ پیش آیا۔ سبیل سکینہ
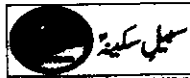
یہ لوگ مدینے سے باہر چلے گئے اور یہ ظاہر کیا کہ اپنے اپنے گھروں کو واپس جارہے ہیں تا کہ

مدینے والے متفرق ہو جائیں تو شہر پر شب خون مارا جائے۔ مدینے والوں نے انھیں منتشر ہوتے ہوئے دیکھا تو متفرق ہو گئے، لیکن صوبوں کے یہ لوگ پھر واپس آکر مدینے پر چڑھائی کر کے خانہ عثمان کا محاصرہ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور اعلان کر دیا کہ جو بھی ہمارے مقابلے سے ہاتھ کھینچ لے گا وہ امان میں رہے گا۔ حضرت علیؑ نے ان لوگوں کو آکر سمجھایا کہ تم لوگوں نے واپس جا کر اپنا خیال کیوں بدل دیا۔ انھوں نے کہا: ہم نے راستے میں ایک قاصد کو پکڑا جس کے خط میں ہمارے قتل کا حکم دیا گیا تھا۔ طلحہ وزبیر نے بھی کوفے اور بصرے والوں کو سمجھایا۔ انھیں بھی وہی جواب دیا گیا۔ حضرت علیؑ نے بصرے اور کوفے والوں سے کہا: مصر والوں کے خط کی تمھیں کیسے اطلاع ہو گئی؟ ان لوگوں نے جواب دیا: ہم ہر حال میں عثمان کو حکومت سے ہٹا کر دم لینگے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: تاریخی روایتیں کہتی ہیں کہ ان سپاہیوں کو ان تینوں حضرات نے دھتکار کر کے بھگانا چاہا۔ جب کہ ان سپاہیوں میں صحابائے کبار اور مجاہدین بدر بھی تھے۔ ان لوگوں کے لیے تینوں حضرات نے کہا کہ تم احجار الزیت میں قیام کر کے لعنت رسول کے مستحق ہو گئے ہو۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ بلوائیوں نے پہلی بار مدینے میں آکر چالیس روز تک عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا۔ اسی محاصرے کے زمانے میں عثمان نے مجبور ہو کر حضرت علیؑ کو بلوا کر بیچ میں ڈالا اور عثمان نے برسر منبر توبہ کی۔ وہ توبہ نامہ صوبوں کو بھیجا گیا۔ اسی کے بعد حضرت علیؑ اور محمد ابن مسلمہ نے بذات خود ضامن ہو کر لوگوں کو اپنے اپنے صوبوں میں واپس جانے کے لیے کہا۔ بعد میں یہ نظر آتا ہے کہ عثمان نے اپنے تمام عہد و پیمان کو پاؤں تلے روند ڈالا، اس کے علاوہ مصر والوں کو قتل کرنے کا خط بھی برآمد ہو گیا۔ یہی وجہ تھی کہ دوسری بار محاصرہ ہوا اور عثمان کو قتل کر ڈالا گیا۔ ان روایات کی روشنی میں، نیز ایام محاصرہ میں طلحہ وزبیر کی روش دیکھنے کے بعد کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ ان لوگوں نے صوبے والوں کو دھتکار کے واپس کیا ہوگا۔ یا عثمان کی صفائی میں کچھ ہوگا۔ پھر یہ کہ تاریخی روایات کی بنا پر طلحہ تو عثمان کے سخت ترین مخالف تھے، انھوں نے عثمان پر پانی بھی بند کیا تھا۔ بقیع میں دفن ہونے سے بھی روکا تھا۔ قتل عثمان کے بعد اکثر انھوں نے اپنے کارناموں کا اقرار بھی کیا تھا۔ لیکن یہ جھوٹے راوی ہمیں یہ بتانا

چاہتے ہیں کہ طلحہ و زبیر وغیرہ اصحاب نامدار، عثمان کے قطعی مخالف نہیں تھے، بلکہ ان کا دفاع کر رہے تھے۔

۵۔طبری (۱) نے اسی سند کے ساتھ ایک روایت لکھی ہے کہ عثمان نے اپنی آخری تقریر میں کہا: خدا نے دنیا کو تمہارے حوالے صرف اس لیے کیا ہے کہ آخرت کے لیے ذخیرہ فراہم کرو۔ نہ اس لیے کہ اسی پر بھروسہ کرلو۔ دنیا ختم ہو جائے گی اور آخرت باقی رہے گی۔ بنا بریں دنیا کے غرور میں نہ رہو۔ آخرت کی ہمیشہ باقی رہنے والی چیز پر دنیا کو ترجیح مت دو۔ خدا سے ڈرو، تقویٰ اختیار کرو کہ یہی غضب خدا سے تمہیں محفوظ رکھ سکتا ہے، دین میں تغیر نہ پیدا کرو۔ اسلامی وحدت کی حفاظت کرو اور مختلف ٹکڑیوں میں نہ بٹ جاؤ۔ اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تمہاری نفرت کو باہم الفت میں بدل دیا۔

لوگ کہتے ہیں کہ جب عثمان نے اپنی تقریر ختم کی تو لوگ عثمان کی مخالفت میں آئے۔ عثمان لوگوں سے مقاومت پر آمادہ ہو گئے۔ عثمان نے ان لوگوں سے کہا: میرے گھر کی حفاظت کرو۔ عثمان نے طلحہ، زبیر اور علیؑ کے پاس آدمی بھیج کر بلوایا۔ جب یہ لوگ جمع ہوئے تو اپنے بام خانہ سے لوگوں کو خطاب کیا: اے مدینے والو! میں تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں۔ خدا سے دعا ہے کہ میرے بعد تمہیں اچھی حکومت نصیب ہو۔ بخدا! آج کے بعد میں کسی سے ملاقات نہ کروں گا۔ جو لوگ میرے گھر کی حفاظت کر رہے ہیں ان میں کسی ایک کو بھی اجازت نہیں دوں گا کہ وہ دینی و دنیاوی امور میں تمہارے خلاف مداخلت کریں۔ اور قسم دے کر مدینے والوں کو واپس کر دیا۔ نتیجے میں امام حسن علیہ السلام اور محمد و عبداللہ ابن زبیر کے علاوہ سب لوگ واپس چلے گئے۔ یہ تینوں حضرات اپنے باپ کے حکم سے خانۂ عثمان کی حفاظت پر مامور تھے۔ بلوائیوں نے ان پر ہجوم کیا اور عثمان خانہ نشین ہو گئے۔

۶۔اسی سند کے ساتھ طبری (۲) کا بیان ہے:

کہتے ہیں کہ محاصرہ چالیس راتوں تک چلتا رہا اور جب سے مختلف صوبوں سے لوگ آئے اور عثمان

۱۔تاریخ طبری، ص ۱۲۶۔(ج ۴، ص ۳۸۴۔حوادث، ۳۵ھ)۔

۲۔تاریخ طبری، ۱۲۶۔(ج ۴، ص ۳۸۵، حوادث، ۳۵ھ)۔

کی موت ہوئی۔ اس درمیان کا فاصلہ ستر۷۰ راتیں ہیں چونکہ ابتدائی محاصرہ اٹھارہ روز رہا۔ اس وقت چند اہم افراد نے خبر پھیلا دی کہ ملک کے اکثر حصوں سے عثمان کے دفاع میں فوجیں آ رہی ہیں۔ حبیب شام سے، معاویہ مصر سے، قعقاع کوفے اور مجاشع بصرے سے فوجیں لے کر آ رہے ہیں۔ بلوائیوں نے عثمان کا عوام سے رابطہ توڑ دیا۔ یہاں تک کے پانی بھی بند کر دیا۔ حضرت علیؑ مختلف بہانوں سے ضرورت کا سامان بھیجتے رہتے تھے۔ ایک رات بلوائیوں نے سنگ باری کر دی تو عثمان نے فریاد بلند کی کہ خدا سے ڈرو۔ یہاں ہمارے علاوہ دوسرے لوگ بھی ہیں۔ لوگوں نے کہا: پتھر ہم نے نہیں پھینکے بلکہ خدا نے پھینکے ہیں۔ عثمان نے کہا: تم جھوٹے ہو۔ اگر خدا پھینکتا تو پتھر خطا نہ کرتے۔ پھر عثمان نے اپنے ہمسائے قبیلہ حزم کے عمرو کے ذریعہ علیؑ کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر آپ سے ہو سکے تو تھوڑا سا پانی بھیجوا دیجیے۔ لوگوں نے ہم پر پانی بند کر دیا ہے۔ یہ پیغام طلحہ، زبیر، عائشہ اور دوسری ازواج رسول کو بھی دیا۔ لیکن صرف علیؑ اور ام حبیبہ نے جواب دیا۔ رات کے وقت حضرت علیؑ نے آ کر بلوائیوں سے کہا: تم لوگ غیر ایمانی کام کر رہے ہو۔ کافروں کے ساتھ بھی یہ سلوک روا نہیں۔ اس شخص پر دانا پانی نہ بند کرو۔ اگرچہ رومی اور ایرانی قیدیوں کو بھی دانا پانی دیا جاتا ہے پھر یہ کہ اس شخص نے تم پر حملہ بھی نہیں کیا۔ پھر کیوں اس کے محاصرہ و قتل پر آمادہ ہو۔ لیکن بلوائیوں نے دانا پانی بھیجنے سے قطعی انکار کیا۔ علیؑ نے اپنا عمامہ عثمان کے گھر میں بھجوایا۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ آپ جو حکم دیں میں اسے بجالاؤں۔ پھر اپنے گھر واپس چلے گئے۔ ام حبیبہ ایک خچر پر سوار ہو کر آئیں۔ ان کے ہمراہ ایک چھوٹی مشک تھی۔ بلوائیوں نے خچر کے منہ پر چابک مار کر واپس کر دیا۔ ام حبیبہ نے کہا: عثمان بنی امیہ کے یتیموں اور بیواؤں کے سرپرست ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ ان سے مل کر بیواؤں اور یتیموں کے اموال کی حفاظت کروں۔ لیکن بلوائیوں نے منظور نہیں کیا۔ عائشہ حج کے لیے آمادہ تھیں۔ انھوں نے اپنے بھائی محمد کو ساتھ لے جانا چاہا۔ لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے۔ حضرت عائشہ کو اس پر غصہ بھی آیا۔ عائشہ مصریوں پر بہت خفا بھی تھیں۔ مروان نے عائشہ سے کہا: اگر آپ مدینے میں موجود رہیں تو عثمان کی حفاظت ہو سکے گی۔ عائشہ نے کہا: تم چاہتے ہو جو سلوک ام حبیبہ کے ساتھ ہوا وہی میرے ساتھ بھی ہو۔ جب حضرت علیؑ اور ام حبیبہ کی بات طلحہ و زبیر کو

معلوم ہوئی تو یہ دونوں بھی خانہ نشین ہو گئے اور بنی حزم کے لوگ بدستور پانی پہنچاتے رہے۔ عثمان نے بام خانہ سے عبداللہ ابن عباس کو آواز دے کر کہا: امسال تم قافلۂ حج کی سرپرستی کرو۔ ابن عباس نے جواب دیا: بخدا! اے امیر المومنین! مجھے حج سے زیادہ یہ بات پسند ہے کہ ان بلوائیوں کے خلاف آپ کی حمایت میں جنگ کروں۔ عثمان نے قسم دے کر انھیں امیر الحاج بنا ہی دیا۔ ایک سفارش نامہ عثمان نے زبیر کو بھیجا اور وہ لے کر گئے۔ زبیر کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ قتل عثمان کے وقت مدینے میں تھے یا نہیں۔ عثمان نے تقریر کی: مدینے والو! میری نفرت میں تم کہیں قوم نوح کی طرح تباہ نہ ہو جاؤ۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اس تاریخی روایت کو جھوٹے راویوں نے صرف اس لیے وضع کیا ہے کہ صحیح اور متواتر تاریخی حقائق پر پردہ ڈالا جا سکے یا اس میں شک اور تردید پیدا کیا جا سکے۔ متعدد تاریخی روایات میں عائشہ، طلحہ و زبیر کی شدید نفرت اور قتل عثمان کے لیے بے انتہا کوشش کا تذکرہ موجود ہے۔ عائشہ نے کہا: اس نعثل کو قتل کردو۔ خدا اسے قتل کرے، یہ کافر ہو گیا ہے۔ طلحہ قتل کے لیے سخت کوشاں تھے۔ اور اپنا چہرہ چھپا کر تیراندازی کر رہے تھے۔ انھوں نے ہی پانی بند کیا تھا، پھر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن بھی نہیں ہونے دیا۔ جنازے پر سنگ باری کی۔ اسی لیے مروان نے انھیں قتل کر کے ابان ابن عثمان سے کہا: کہ تمہارے باپ کے ایک قاتل سے بدلہ لے لیا۔ حضرت علیؑ نے طلحہ و زبیر کے متعلق کہا تھا: کہ انھوں نے عثمان کے خلاف سخت اقدامات کیے اور ان کی ملائم ترین بات گالیاں تھیں۔ خود عثمان نے طلحہ کا شکوہ کیا اور زبیر نے تو واضح لفظوں میں کہا: اسے قتل کردو کیونکہ اس نے تمہارا دین بدل دیا ہے۔ یہ بھی کہا تھا: عثمان قیامت میں پل صراط کا مردار ہے۔ اس پر سعد کی گواہی بھی موجود ہے، خود ابن عباس نے جیسا کہ جھوٹے مورخین نے لکھا ہے اگر ایسے ہی ہوتے تو حج کے موقع پر عثمان کے خط کی مخالفت نہ کرتے۔

۷۔ طبری نے (۱) اسی سند سے لکھا ہے:

کہتے ہیں کہ حج کے بعد افواہ اڑی کہ حاجیوں کا گروہ مصر والوں کی سرکوبی کے لیے چل پڑا۔ جب یہ خبر بلوائیوں کو معلوم ہوئی تو شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا۔ وہ آپس میں کہنے لگے: اس

۱۔ تاریخ طبری، ۱۲۸۔ (ج ۴، ص ۳۸۷، حوادث، ۳۵ھ)۔

آفت سے نجات صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ عثمان کو جلد از جلد قتل کر دیا جائے۔ انھوں نے عثمان کے گھر پر حملہ کر دیا۔ لیکن امام حسن علیہ السلام، عبداللہ ابن زبیر اور محمد ابن طلحہ، مروان اور سعید ابن عاص اور دوسرے صحابی زادوں نے اس حملے کو روکا۔ عثمان نے فریاد بلند کی: خدا کے لیے میری نصرت سے دستبردار ہو جاؤ، میں اپنی مدد کی ذمہ داری تم پر سے اٹھاتا ہوں۔ لیکن وہ لوگ نہ مانے، پس عثمان نے ہاتھ میں شمشیر و سپر لے کر دروازہ کھول دیا تاکہ باہر آ کر ان لوگوں کو ہٹا دیں۔

جب ان لوگوں پر عثمان کی نظر پڑی تو بصرے والوں نے منہ پھیر لیا اور ان کی جماعت نے بلوائیوں کو پیچھے ڈھکیل دیا۔ گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ عثمان نے اپنے ساتھیوں کو قسم دے دی کہ گھر میں آ جائیں لیکن وہ لوگ نہ مانے، پھر کچھ دیر بعد گھر میں آ گئے اور مصریوں کے لیے دروازہ بند ہو گیا۔ اس سال مغیرہ ابن اخنس حج کے لیے گیا ہوا تھا۔ بہت جلد آ کر اس دن عثمان کے گھر میں داخل ہو گیا اور عہد کیا کہ میں آپ کے قدموں پر اپنی جان نچھاور کر دوں گا۔ اگر دفاع نہ کروں تو خدا کو کیا جواب دوں گا۔ ان ایام میں عثمان صرف قرآن و نماز سے واسطہ رکھتے تھے۔ جب تھک جاتے تھے تو قرآن پڑھنے لگتے تھے۔ اسی موقع پر مصریوں نے دروازے میں آگ بھی لگا دی، تو مغیرہ بن اخنس اور امام حسنؑ، محمد ابن طلحہ اور سعید ابن عاص رجز پڑھتے ہوئے مقابلے کے لیے نکل آئے۔ سب سے آخر میں ابن زبیر نکلے۔ اور وہی آخری دم تک کے قتل عثمان کے گواہ ہیں۔

۸۔ طبری (۱) اسی سند سے روایت کرتے ہیں کہ جب دروازے میں آگ لگی تو عثمان نے نماز اور سورہ طٰہٰ تیز تیز پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ ہنگامے سے ہراساں نہیں تھے، نہ قرأت میں لکنت ہو رہی تھی، بلوائیوں کے پہنچنے تک وہ نماز پڑھ چکے تھے۔ آخری آیت پڑھ رہے تھے کہ ﴿ **الذین قال لهم الناس قدجمعو الكم فاخشوهم فزادهم ايمانا وقالوا حسبنا الله و نعم الوكيل** ﴾

مغیرہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ رجز پڑھ رہا تھا۔ ابو ہریرہ نے آ کر ان لوگوں کو جوش دلایا کہ آج جنگ اور مقابلے کا دن ہے اور بلوائیوں سے چلا کر کہا: میں تمہیں نجات کی طرف بلا رہا ہوں اور تم ہمیں

۱۔ تاریخ طبری، ص ۱۲۹ا۔ (ج ۴، ص ۳۸۹، حوادث ۳۵ھ)۔

دوزخ کی دعوت دے رہے ہو۔ مروان سب سے زیادہ جنگ میں مصروف تھا۔ مغیرہ نے اپنا مقابل طلب کیا۔ اتنے میں مغیرہ کے قتل کی خبر اڑ گئی۔ اس کے قاتل نے کلمہ استرجاع پڑھا۔ عبدالرحمٰن نے وجہ پوچھی تو مغیرہ کے قاتل نے کہا: میں نے گذشتہ شب خواب دیکھا تھا کہ کہنے والا کہہ رہا ہے کہ مغیرہ کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دے دو۔ اب تو میں نے ہی انھیں قتل کیا ہے۔ تھوڑی کشمکش کے بعد بلوائیوں نے عثمان کے قتل کا ارادہ کرلیا۔ ایک شخص نے عثمان کے کمرے میں آکر کہا: خلافت سے دست بردار ہوجاؤ تو امان پاجاؤ گے۔ عثمان نے کہا: کہ وائے ہو، خدا کی قسم! میں نے جاہلیت کے زمانے میں بھی نہ عورتوں کا لباس پہنا اور نہ اسلام لانے کے بعد گانا گایا۔ نہ داہنے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو مس کیا۔ یہ جامہ مجھے خدا نے پہنایا ہے میں اسے کسی حال میں نہیں اتاروں گا۔ یہاں تک کہ خدا نیکوں کو عزت دے اور اہل شقاوت کو ذلت۔ جب وہ شخص باہر آیا تو لوگوں نے پوچھا: تونے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا: بخدا! سخت کشمکش میں ہوں۔ لوگوں کی وجہ سے قتل کیے بغیر چارہ نہ تھا اور دوسری طرف عثمان کا قتل جائز نہیں۔ اسی وقت بنی لیث کا ایک شخص عثمان کے کمرے میں گھسا، عثمان نے پوچھا: تو کس قبیلے سے ہے؟ جواب دیا: لیثی ہوں۔ عثمان نے کہا: تو میرا قاتل نہیں ہے۔ وجہ پوچھنے پر اس موقع کے لیے حدیث رسولؐ یاد دلائی اور وہ شخص بلوائیوں سے کنارہ کش ہوکر چلا گیا۔ اس کے بعد قبیلۂ قریش کے ایک آدمی نے قتل کا ارادہ ظاہر کیا اور عثمان نے حدیث یاد دلائی اور وہ استغفار پڑھتا ہوا واپس گیا۔ اتنے میں عبداللہ ابن سلام نے آکر بلوائیوں کو قتل عثمان سے روکنا شروع کیا۔ کہتے ہیں کہ سب کے آخر میں محمد ابن ابی بکر آئے۔ عثمان نے ان سے کہا: تم پر افسوس ہے کیا تم اللہ پر غضبناک ہو؟ کیا میں نے تمہارا کوئی جرم کیا ہے یا حق چھین لیا ہے؟ یہ سن کر وہ شرمندہ واپس گئے۔ جب محمد واپس گئے تو قتیرہ اور سودان اور غافقی نے لوہے کے ٹکڑوں سے عثمان پر ضربات لگائیں اور قرآن کو ٹھوکر ماری۔ عثمان کا خون اس قرآن پر بہہ گیا۔ نائلہ نے یہ دیکھ کر اپنے کو عثمان پر ڈال دیا اور ہاتھوں کو سپر بنایا، جس کی وجہ سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ سودان نے نائلہ کی پیٹھ پر ایک لات مار کر کہا: او بڈھی! اور ایک وار سے عثمان کو قتل کردیا۔ جب عثمان کے نوکروں نے یہ دیکھا تو سودان پر حملہ کرکے اسے تلوار سے موت گھاٹ اتار دیا۔ قاتل

سودان پر قتیرہ نے حملہ کر کے مار ڈالا اور گھر کو لوٹنے لگا۔ سامان جس میں تین لاشیں بھی تھیں باہر پھینک کر گھر کا دروازہ بند کر دیا۔ جب قتیرہ دوسرے محلے میں پہنچا تو عثمان کے ایک غلام نے حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ بلوائیوں نے گھر کا سارا سامان لوٹ لیا۔ یہاں تک کے عورتوں کے زیور بھی۔ کلثوم نامی شخص نے نائلہ کا پاجامہ بھی اتار لیا۔ ان کی فریاد سن کر عثمان کے ایک نوکر نے کلثوم کو قتل کیا۔ پھر ایک محلے سے صدا اٹھی کہ تمام خزانے اور زیورات کے ڈھیر لوٹ لو۔ خزانے کے ملازموں نے یہ سن کر کہا: سب دنیا پرست ہیں اور وہاں سے بھاگ گئے۔ بلوائیوں نے خزانہ لوٹ لیا۔ اس موقع پر تمام مدینے والے رو رہے تھے اور بلوائی خوشی منا رہے تھے۔ پھر بلوائیوں کو شرمندگی ہوئی۔ زبیر پہلے ہی مدینے سے جا چکے تھے تا کہ قتل عثمان کے وقت موجود نہ رہیں۔ قتل کی خبر سن کر کلمۂ استرجاع پڑھا اور کہا: خدا عثمان کو بخشے اور ان کا بدلہ لے۔ ان سے کہا گیا کہ اب بلوائیوں کو پشیمانی ہے، تو جواب دیا کہ وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ جب طلحہ کو معلوم ہوا تو انھوں نے کہا: خدا عثمان پر رحم کرے اور ان کی مدد کرے۔ جب کہا گیا کہ بلوائیوں کو شرمندگی ہے تو کہا کہ ان کا ستیاناس ہو۔ اور آیت پڑھی: ﴿**فلا تستطعون توجیة ولا الی اھلھم یرجعون**﴾ جب حضرت علیؑ سے بیان کیا گیا تو آپ نے دعائے رحمت کے ساتھ آیت پڑھی: ﴿ **کمثل الشیطان اذا قال للانسان اکفر** ﴾ اور سعد نے یہ آیت پڑھی: ﴿ **الذین ضل سعیھم فی الحیاۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعاً** ﴾

۹۔ طبری (۱) کی اسی سند میں ہے کہ مغیرہ ابن شعبہ نے علیؑ سے کہا: یہ شخص (عثمان) قتل کیا جائے گا اگر آپ مدینہ میں رہے تو آپ ہی پر الزام آئے گا۔ لہٰذا آپ فلاں جگہ چلے جائیے۔ کیونکہ آپ نہیں گئے اور یہ قتل ہو گئے تو اگر چہ آپ یمن کے غاروں میں بھی چھپ جائینگے تو لوگ ڈھونڈ لینگے۔ لیکن حضرت علیؑ نے بات نہیں مانی اور عثمان بائیس روز محاصرے میں رہے۔ پھر دروازنے میں آگ لگی تو ابن زبیر اور مروان نے جنگ کی اجازت مانگی، عثمان نے کہا: میں بہر حال رسول ﷺ کی وصیت پر عمل کروں گا۔ یہ آگ خطرناک منصوبے کے تحت لگائی گئی ہے لہٰذا میں جنگ سے تم لوگوں کو سختی سے منع کرتا ہوں اور عثمان

۱۔ تاریخ طبری، ص ۱۳۱، (ج ۴، ص ۳۹۲، حوادث، ۳۵ھ)۔

قرآن پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ امام حسنؑ انھیں کے پاس تھے، ان سے کہا کہ تمہارے والد ایک عظیم کام میں مشغول ہیں اس لیے تمہیں قسم دیتا ہوں کہ باہر چلے جاؤ۔ تھوڑی دیر بعد ابن زبیر اور مروان نے آگ بجھادی۔ محمد ابن ابی بکر نے ابن زبیر و مروان کو دھمکایا۔ اس لیے جب محمد، عثمان کے کمرے میں گھسے تو یہ دونوں بھاگ گئے۔ محمد نے عثمان کی ڈاڑھی پکڑی، عثمان نے کہا: میری ڈاڑھی چھوڑ دو، تمہارے باپ میری ڈاڑھی کبھی نہ پکڑتے۔ محمد نے ڈاڑھی چھوڑ دی۔ اتنے میں دوسرے لوگ آگئے۔ ایک نے تلوار کی نوک چبھوئی اور دوسرا لاتیں جمانے لگا۔ آخر ایک شخص نے عثمان کے کان میں تلوار بھونک دی اور خون قرآن پر بہنے لگے۔ عثمان بوڑھے تھے، بیہوش ہو گئے۔ اتنے میں دوسرے لوگ بھی آگئے۔ بیہوش دیکھ کر پاؤں گھسیٹنے لگے۔ نائلہ اور بیٹیوں نے فریاد کرنا شروع کیا۔ پھر عثمان کے پیٹ میں تلوار بھونک دی گئی۔ نائلہ نے روکنا چاہا لیکن تلوار سینے میں اتاری جا چکی تھی۔ اس طرح عثمان غروب آفتاب سے پہلے قتل ہو گئے۔ ایک شخص نے چلا کر کہا: جس کا خون مباح ہو اس کا مال لینا بھی جائز ہے۔ پھر تو گھر کی تمام چیزیں لوٹ لی گئیں۔ اور لوگ خزانے کا سراغ لگانے لگے۔ دونوں خزانچی فرار ہو چکے تھے اور لوگ انھیں ڈھونڈ رہے تھے۔

۱۰۔ اسی سند سے تاریخ طبری (۱) میں ہے کہ جس وقت مدینے میں بدعتیں ظاہر ہونے لگیں تو کچھ لوگ جہاد کی غرض سے سرحدی علاقوں میں چلے گئے اور کچھ لوگ بصرہ، کوفہ اور شام کی طرف۔ پھر مہاجروں کے کچھ فرزند جو مختلف صوبوں میں چلے گئے تھے، وہ مدینے کی حفاظت کے لیے واپس آگئے۔ جب ان کے حالات عثمان سے بیان کیے گئے تو تقریر کی: مدینے والو! تم لوگ اسلام کی اساس ہو، اگر تم بگڑے تو سماج بگڑے گا، تم صالح رہے تو سماج بھی بہتر رہے گا، خدا کے لیے، اگر کسی کی بدعت کی مجھے اطلاع ملی تو میں اسے جلاوطن کر دوں گا۔ خبردار اپنی زبانوں کو بند رکھو۔ تم سے پہلے لوگوں کو شکنجہ دیا گیا۔ لیکن انھوں نے زبان بند رکھی۔ عثمان نے یہ سیاست اپنائی تھی کہ جو بھی شرارت کا مرتکب ہوتا اسے فوراً جلاوطن کر دیتے۔ نتیجے میں جہاجرین بھڑک اٹھے۔ عثمان تک بات پہنچائی کہ جلاوطنی بدعت ہے، رسول

۱۔ تاریخ طبری، ص ۱۳۵ (ج ۴، ص ۳۹۸، حوادث، ۳۵ھ)۔

خدا ﷺ نے فقط حکم کو جلاوطن کیا تھا۔ اسے مکے سے طائف جلاوطن کیا گیا تھا۔ پھر مکہ واپس آنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ اس بناء پر رسول خدا ﷺ نے جرم کی وجہ سے جلاوطن کیا اور پھر معاف کر کے شہر میں واپس آنے کی اجازت دے دی۔ اسی طرح پیغمبر ﷺ کے خلفاء نے بھی انھیں جلاوطن کیا ،لیکن خدا کی قسم! میں نے تم لوگوں کے ساتھ عفو کا رویہ اپنایا ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں اس میں جھوٹ کا ایک سلسلہ ہے جسے طبری نے جھوٹی سند کے ساتھ اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ سند شعیبی کی تفصیل کا کچا چٹا آٹھویں جلد میں بیان کیا جا چکا ہے۔ اب محب طبری کی ایک روایت سعید ابن میتب کی زبانی سن لیجئے۔ اس کے راوی بھی جھوٹے اور دجال ہیں:

جب علی علیہ السلام کو اطلاع ملی کہ لوگ عثمان کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو آپؑ نے فرمایا: کہ ہم عثمان کو قتل کرنا نہیں چاہتے بلکہ مروان کو چاہتے ہیں۔ پھر حسنؑ و حسینؑ کو حکم دیا کہ تلوار کے ساتھ در عثمان کو حفاظت میں بیٹھو، کوئی شخص ان پر زیادتی نہ کر سکے۔ زبیر، طلحہ اور دوسرے اصحاب نے بھی اپنے بیٹوں کو حفاظت کے لیے بھیج دیا۔ اور صرف مروان کا مطالبہ کیا۔ بلوائیوں نے یہ حالت دیکھی تو تیر بارانی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ امام حسنؑ زخمی ہو گئے۔ مروان کو بھی ایک تیر لگا۔ ابن طلحہ اور قنبر کا سر پھٹ گیا۔ پھر تو محاصرہ کرنے والوں کو خوف ہوا کہ حسنؑ و حسینؑ کی وجہ سے بنی ہاشم کو غصہ نہ آجائے اور جنگ طول پکڑ جائے، اس لیے آپس میں کہنے لگے کہ اگر بنی ہاشم نے یہ حالت دیکھ لی تو تم لوگ اپنے مقصد میں ناکام ہو جاؤ گے۔ مناسب ہے کہ عثمان کے گھر میں نقب لگا کر قتل کر دیں۔ پھر ایک انصاری کے گھر کے راستے گھس گئے، عثمان کے کمرے میں صرف ان کی زوجہ تھیں۔ اس طرح انھیں قتل کر کے اسی راستے سے بھاگ گئے۔ زوجہ نے فریاد کی لیکن ہنگامے میں گھر سے آواز باہر نہ جا سکی۔ تب کوٹھے پر جا کر لوگوں کو قتل عثمان کی خبر دی۔ حسنؑ و حسینؑ اور دوسرے لوگ عثمان کے کمرے میں آکر رونے لگے۔ جب یہ خبر علیؑ، طلحہ، زبیر، سعد اور دوسرے مدینے والوں کو ہوئی تو سب کے ہوش اڑ گئے۔ آکر عثمان کو مقتول حالت میں دیکھا اور واپس گئے۔ علیؑ نے دونوں بیٹوں کو ڈانٹا کہ تم دروازے پر موجود تھے امیر المومنین کیسے قتل ہو گئے۔ امام حسنؑ کے رخسار اور امام حسینؑ کے سینے پر گھوسا مارا۔ ابن طلحہ کو گالی دی اور ابن زبیر پر لعنت کی۔ آپ غصے میں واپس آرہے تھے کہ

راستے میں طلحہ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے پوچھا: آپ نے حسنؑ وحسینؑ کو کیوں مارا؟ حضرت علیؑ چونکہ طلحہ کو قتل عثمان کا ذمہ دار سمجھتے تھے اس لیے فرمایا: کہ یہاں بدری صحابہ موجود تھے، تمہارے پاس قتل عثمان کا کوئی شرعی جواز ان لوگوں کے سامنے نہیں ہوسکتا۔ طلحہ نے کہا: کہ اگر مروان ہمارے حوالے کر دیا جاتا تو عثمان قتل نہ ہوتے، علیؑ نے فرمایا: اگر مروان کو تمہارے حوالے کیا جاتا تو کیا عدالتی کارروائی کے بغیر اسے قتل کر دیتے۔ حضرت علیؑ اپنے گھر چلے گئے اور لوگ بیعت کے لیے آپ کی خدمت میں آنے لگے۔ حضرت نے ان سے فرمایا: یہ چیز تمہارے اختیار میں نہیں، بلکہ یہ کام بدری صحابیوں کا ہے، جس کو وہ پسند کریں گے وہی خلیفہ ہوگا۔ پھر تو تمام بدریوں نے بیک زبان کہا کہ ہم سب سے زیادہ مناسب آپ ہی کو سمجھتے ہیں۔ جب حضرت علیؑ نے یہ صورتحال دیکھی تو مسجد میں منبر پر تشریف لے گئے۔ سب سے پہلے طلحہ، زبیر، سعد اور دوسرے اصحاب محمدؐ نے بیعت کی۔ آپ نے مروان کو حاضر ہونے کا حکم دیا لیکن وہ بھاگ گیا۔ کچھ مروان کے بیٹے اور ابو معیط کے گھرانے کے لوگ حاضر ہوئے۔ لیکن باقی سب بھاگ گئے۔ (۱)

مسعودی (۲) نے اسی روایت کو تھوڑے سے فرق کے ساتھ لکھا ہے، اس میں عثمان کے رشتہ داروں اور غلاموں کی سرگرم جنگ کا تذکرہ ہے۔ محمد ابن ابی بکر نے عثمان کی ڈاڑھی پکڑی لیکن جب عثمان نے کہا کہ تمہارے باپ دیکھتے تو سخت ناراض ہوتے۔ تو محمد یہ سن کر گھر سے باہر چلے گئے۔ پھر دو آدمیوں نے آکر عثمان کو قتل کیا اور پھر تمام متذکرہ باتیں۔ ابن جوزی نے بھی اسی کی حکایت کی ہے۔ (۳) شداد ابن اوس (۴) اور کنانہ (۵) کی حکایت بھی اسی سے ملتی جلتی ہے۔ اس سند میں ایک کنانہ نام کا شخص محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ ترمذی اس کو ناقابل اعتبار اور مجہول سمجھتے ہیں۔ (۶)

۱۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۲۵، (ج۳، ص۵۷،) تاریخ الخلفاء ص۱۰۸، (ص۱۴۹)۔ تاریخ ابن عساکر (ج۳۹، ص۴۱۹۔ ۴۱۸۔ نمبر۴۶۱۹)۔ تاریخ الخمیس، ج۲، ص۲۶۱۔ ۲۶۲۔

۲۔ مروج الذھب، ج۱، ص۴۴۱ (ج۲، ص۳۶۲)۔ ۳۔ قرۃ العیون المبصرۃ تلخیص التبصرۃ، ج۱، ص۱۸۰۔

۴۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۲۷۔ (ج۳، ص۶۰)۔ تاریخ الخمیس ج۲، ص۲۶۲۔

۵۔ استیعاب، ج۲، ص۴۷۸۔ (القسم الثالث، ص۱۰۴۶۔ نمبر۱۷۷۸)۔ تہذیب التھذیب، ج۷، ص۱۴۱ (ج۷، ص۱۲۹)۔ تاریخ الخمیس، ج۲، ص۲۶۴۔

۶۔ تہذیب التھذیب، ج۸، ص۴۵۰۔ (ج۸، ص۴۰۳)۔

بخاری (۱) نے کنانہ اور سعید مقبری (۲) سے ابو ہریرہ کی روایت نقل کی ہے جو محدثین کے نزدیک غیر معتبر اور مجہول ہے۔ واقدی اور ابن جنا (۳) کے مطابق اپنی موت کے چار سال پہلے وہ پاگل ہو گیا تھا۔ اس روایت کا مفہوم بھی اختلال حواس کا ثبوت فراہم کرتا ہے کیونکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ سب سے پہلے عثمان والوں ہی کی طرف سے تیر اندازی ہوئی تھی، جس سے نیار بن عیاض اسلمی قتل ہوئے تھے۔ اسے تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ پھر یہ کہ ابو ہریرہ کیسے راوی ہیں، ہر شخص جانتا ہے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ یہ روایت باطل ہے، اس کی کوئی بنیاد نہیں۔ کیونکہ اشعب کا صحابی ہونا ثابت نہیں۔ (۴)

تفصیلی صورت

ابو امامہ باہلی کا بیان نقل کیا جاتا ہے کہ محاصرہ کے وقت میں عثمان کے ساتھ تھا۔ عثمان نے کہا: آخر کس دلیل سے میرے قتل کے درپے ہیں؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صرف تین ہی وجہ سے قتل کیا جا سکتا ہے یا مسلمان کے بعد کافر ہو جائے یا زنائے محصنہ کرے یا کسی کو ناحق قتل کرے۔ خدا کی قسم! میں نے ان میں سے کوئی جرم نہیں کیا ہے، پھر مجھے یہ لوگ کیوں قتل کر رہے ہیں؟ جب پیاس بہت زیادہ بھڑکنے لگی تو بام خانہ سے آواز دی: کیا تمہارے درمیان علی علیہ السلام یا سعد ہیں؟ کہا گیا: نہیں پھر تھوڑی دیر بعد کہا: کیا تم لوگ علیؑ کو اطلاع دے سکتے ہو کہ میرے پاس پانی پہونچادیں۔ جب علیؑ کو معلوم ہوا تو تین بھری مشکیں پہونچادیں۔ اس سلسلے میں چند بنی ہاشم و بنی امیہ زخمی بھی ہو گئے۔ جب علیؑ کو معلوم ہوا کہ عثمان کا محاصرہ کیا گیا ہے اور انھیں قتل کرنے کی پلاننگ ہے تو عمامہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر پر رکھے، کمر میں تلوار حمائل کئے گھر سے نکلے۔ اپنے ساتھ امام حسنؑ اور عبداللہ بن عمر کو بھی لے چلے۔ ساتھ میں متعدد اصحاب و

۱۔ تاریخ الکبیر، ج۴، قسم ۱، ص ۲۳۷۔

۲۔ استیعاب، ج۲، ص ۴۷۸ (القسم الثالث، ص ۱۰۴۶۔ نمبر ۱۷۷۸)۔ تہذیب التہذیب، ج۷، ص ۱۴۲ (ج۷، ص ۱۲۹)۔ تاریخ الخمیس، ج۲، ص ۲۶۳۔

۳۔ الثقات (ج۴، ص ۲۸۴) تہذیب التہذیب، ج۴، ص ۳۸ (ج۴، ص ۳۴)۔

۴۔ لسان المیزان، ج۴، ص ۱۲۶۔ (ج۴، ص ۱۴۶، نمبر ۵۴۸۷)۔

مہاجرین وانصار عثمان کے گھر کی طرف چلے۔ حضرت علیؑ نے عثمان سے کہا: اے امیر المومنین! تم پر سلام، آپ مسلمانوں کے امیر ہیں اور آپ پر یہ افتاد پڑی ہے، میری تین رائے ہے کسی ایک کو قبول کریں: میرے ساتھ گھر سے باہر نکلیے میں ان سے جنگ کروں اس صورت میں آپ حق پر ہوں گے اور وہ باطل پر۔ دوسرے یہ کہ گھر میں کسی راستے سے مکہ نکل جایئے وہاں آپ کا خون نہ بہایا جائے گا۔ تیسرے یہ کہ آپ شام چلے جایئے وہاں معاویہ آپ کے مددگار موجود ہیں۔ جواب دیا: مکہ کے متعلق تو میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ مکہ میں ایک کافر قتل ہوگا جس پر دنیا والوں کا نصف عذاب انڈیلا جائے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ میں بنوں۔ شام اس لیے نہیں جاؤں گا کہ جوار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں چھوڑنا چاہتا۔ علیؑ نے فرمایا: تو پھر نکلو میں تمہارے ساتھ جہاد کروں۔ کہا: میں پہلا شخص نہیں بننا چاہتا جو امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرے۔

اس درمیان حضرت علیؑ گھر واپس آگئے اور امام حسنؑ وحسینؑ کو تلوار لے کر خانہ عثمان کی حفاظت کا حکم دیا۔ زبیر، طلحہ اور دوسرے صحابہ نے بھی اپنے فرزندوں کو بلوائیوں سے حفاظت کا حکم دے دیا۔ محمد بن ابی بکر نے جب دیکھا کہ بلوائیوں کی تیر اندازی سے امام حسنؑ زخمی ہو گئے ہیں اور بنی ہاشم کے بپھرنے کا اندیشہ ہے تو دو مصریوں کو لے کر عثمان کے پڑوسی کے گھر کے راستے، عثمان کے گھر میں گھس گئے کیونکہ سبھی لوگ باہر تھے۔ عثمان کے کمرے میں ان کی زوجہ کے سوا کوئی نہ تھا۔ محمد گھسے تو عثمان کو قرآن پڑھتے دیکھا، ان کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ عثمان نے کہا: چھوڑ دو ڈاڑھی، اگر تمہارے باپ دیکھتے تو ناخوش ہو جاتے محمد نے ڈاڑھی چھوڑ دی۔ دونوں مصریوں نے عثمان کو قتل کیا اور پچھواڑے ہی سے نکل بھاگے۔ بعض کہتے ہیں کہ عمرو بن حمق اور عمیر ضابی نے سینے پر مارا اور لاتوں گھونسوں سے پسلیاں توڑ دیں۔ زوجہ نے فریاد بلند کی لیکن ہنگامے میں کسی کو آواز سنائی نہیں دی تو بام خانہ پر آکر خبر دی کہ امیر المومنین قتل ہو گئے۔ جب لوگ آئے تو انھیں مقتول حالت میں پایا۔ ان کا خون قرآن پر بکھرا ہوا تھا۔ جس آیت پر خون بکھرا تھا وہ تھی ﴿فسیکفیھم اللہ و ھو السمیع العلیم﴾ یہ خبر حضرت علیؑ، سعد، طلحہ، زبیر اور دوسرے مدینے والوں کو ہوئی تو سب کے ہوش اڑ گئے۔ عثمان کے کمرے میں آئے اور باہر نکل کر حضرت علیؑ نے اپنے

دونوں فرزندوں کو سینہ وصورت پر طمانچہ مارتے ہوئے فرمایا: تمہاری موجودگی میں عثمان کیسے قتل ہو گئے؟ محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر کو گالیاں دیں اور غصے میں بھرے ہوئے گھر چلے گئے۔ لوگ تیزی سے آپ کے دروازے پر بیعت کرنے کے لیے دوڑے کہ ہاتھ بڑھائیے کہ ہمارا اب آپ کے سوا کوئی امیر نہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: مجھے شرم آتی ہے کہ جس قوم نے عثمان کو قتل کیا ان سے بیعت لوں یا دفن عثمان سے پہلے میری بیعت کی جائے۔ نتیجہ میں ان سے کنارہ کش ہو گئے۔ پھر ان لوگوں نے واپس آ کر تقاضہ کیا تو فرمایا: خدا کے لیے مجھے اس کام سے سخت تاسف ہے، مزید فرمایا: یہ کام فقط بدری صحابیوں کا ہے۔ اس وقت تمام بدری صحابی خدمت علیؑ میں آ کر عرض پرداز ہوئے کہ خلافت کے سزاوار صرف آپ ہی ہیں، ہاتھ بڑھائیے تاکہ آپ کی بیعت کریں۔ پھر سب نے آپ کی بیعت کی۔ یہ دیکھ کر مروان اور اس کے لڑکے بھاگ گئے۔ حضرت علیؑ نے زوجہ عثمان سے پوچھا: کس نے عثمان کو قتل کیا ہے؟ جواب دیا: میں نہیں جانتی، محمد بن ابی بکر، دو آدمیوں کے ساتھ کمرے میں گھسے تھے۔ پھر حضرت نے محمد کو بلا کر تفتیش کی۔ محمد نے کہا: بخدا! زوجہ عثمان نے غلط نہیں کہا۔ میں قتل کی غرض سے گیا تھا لیکن باپ کا نام درمیان میں آیا تو واپس چلا آیا اور بارگاہ خدا میں توبہ کی۔ بخدا! میں نے انھیں نہ قتل کیا نہ انھیں پکڑا۔ زوجہ عثمان نے کہا: یہ صحیح کہتے ہیں لیکن انھوں نے ہی دو آدمیوں کو کمرے میں گھسایا تھا۔ (۱)

اس وضعی روایت کا تجزیہ

اس جھوٹ کے پلندے اور بے پر کی روایت کو ان تسلیم شدہ صحیح روایات کی ضد میں گڑھا گیا ہے جن کے متن میں کوئی جھول نہیں اور جو متواتر اور تناقض سے عاری ہیں۔ بزرگ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقاریر اور نظریات سے بھی یہ روایت قطعی متصادم ہے۔ عشرہ مبشرہ یا اصحاب شوری جن کی تعداد ایک سو پچاس تک پہونچتی ہے، میں نے اس کتاب کے پچھلے صفحات میں نقل کیا ہے، ان سے یہ روایت کہیں سے میل نہیں کھاتی۔ یہ جھوٹی روایت متعدد صحیح روایات کی تکذیب بھی کرتی ہے۔ جو لوگ قاتل عثمان ہیں اور

۱۔ اخبار الدول قرمانی، مطبوع برحاشیہ تاریخ کامل، ج ۱، ص ۲۱۳۔۲۱۰۔ (ج ۱، ص ۳۰۱۔۲۹۸)۔

جنھوں نے بہانگ دہل اعلان کیا کہ عثمان نے دین محمد کو تباہ کر دیا ہے۔ بعض اصحاب نے عثمان کو بلوا کر ان سے توبہ کرائی۔ انھیں کو اس روایت میں ہمدرد بتایا گیا ہے۔ مہاجرین صحابہ کا خط مصر والوں کو، جس میں کہا کہ آ کر خلافت اور قرآن کی حفاظت کرو۔ مصریوں کا خط عثمان کو کہ جب تک توبہ نہ کرو گے ہم دوش سے تلوار نہ اتاریں گے۔ عثمان کا عہد کہ اب وہ قرآن وسنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق عمل کریں گے۔

عثمان کے پے در پے توبہ کے تماشے، عثمان کا خط معاویہ کو کہ تمام مدینہ والے کافر ہو گئے ہیں، عثمان کا خط شام والوں کو کہ تمام مدینے والے میرے قتل کے درپے ہیں، بصرہ والوں کو خط کہ مدینہ والوں کے خلاف آ کر جہاد کرو، مکہ والوں کو خط کہ دیکھتے ہی مدد کے لیے چلے آنا یا وہ روایات جن میں ان کو یہودیوں کے قبرستان حش کوکب میں دفن کیا گیا یا جنازے پر ڈھیلے برسائے گئے۔... یہ وہ مسلمہ روایات ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیا یہ مہاجرین وانصار اپنے فرزندوں کو عثمان کی حفاظت کے لیے ان کے گھر پر متعین کریں گے؟ یہ دراصل اموی مفادات کے لیے روایت گڑھی گئی ہے۔ تمام مسلمہ روایات سے ثابت ہے کہ مہاجرین وانصار نے نہ تو عثمان کی مدد کی نہ اپنے فرزندوں کو بھیجا بلکہ بلوائیوں کے ساتھ قتل عثمان میں برابر کے شریک رہے۔ اس جھوٹی روایت میں یہ بھی بتایا گیا کہ حضرت علیؑ نے آ کر عثمان کو ابھارا کہ ہم آپ کے ساتھ جنگ کریں گے۔ حالانکہ صحیح روایات بتاتی ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام قتل عثمان کے دن مدینہ میں موجود ہی نہیں تھے۔

عثمان سے ملاقات یا دفاع کی بات یا رونا اور امام حسنؑ وحسینؑ کو طمانچہ مارنے کا سوال ہی کہاں اٹھتا ہے؟ اسی لیے ہیثمی نے اس روایت پر تبصرہ کیا ہے کہ ظاہراً یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ قتل عثمان کے موقع پر حضرت علیؑ مدینہ میں موجود ہی نہ تھے۔(۱)

یہ بھی مسلم ہے کہ عثمان نے حضرت علیؑ سے کہا تھا کہ آپ ینبع چلے جایئے، تاکہ ان کی غیبت میں شورش مدھم پڑ جائے۔ یہ جلاوطنی کئی بار ہوئی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ عثمان نے کہا کہ علیؑ سے کہہ دو ینبع چلے جائیں تاکہ مجھے ان کی تشویش نہ رہے نہ وہ میری فکر میں رہیں۔ ابن عباس نے حضرت تک یہ پیغام

۱۔ مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۳۰۔

پہونچایا تو آپ نے جواب دیا: ابن عباس! عثمان مجھے پانی ڈھونے والا اونٹ سمجھتے ہیں، مجھ سے کہا چلے جاؤ، پھر کہا چلے آؤ، پھر کہا چلے جاؤ۔

حضرت علی علیہ السلام کا نظریہ عثمان کے بارے میں تمام صحیح روایات نے بیان کیا ہے۔

ان سے قطعی واضح ہو جاتا ہے کہ قتل عثمان کے بعد حضرت علی علیہ السلام ہرگز غمگین یا سراسیمہ نہ ہوئے ہوں گے۔ یہ تہمت وہی لگا سکتا ہے جو عقل سے عاری اور غرور گناہ میں مبتلا ہے یا پھر اموی خیر خواہی میں اپنا دین وضمیر بیچ چکا ہے۔

جھوٹی روایت میں جو کچھ طلحہ کی مدد کو واضح کیا گیا ہے تو روایت صحیح کی روشنی میں سب سے زیادہ عثمان کی مخالفت میں آگے آگے تھے۔ محاصرہ، قتل اور دفن کے واقعات میں ان کی مخاصمانہ روش انتہائی بھیانک تھی۔ حضرت علیؑ نے ان کے متعلق فرمایا تھا: بخدا! وہ اس لیے عثمان کے قصاص میں علم بغاوت بلند کئے ہوئے ہیں کہ کہیں انھیں پر قصاص نہ نافذ کر دیا جائے۔ دوسروں کو شک وتردد میں مبتلا کرنے کے لیے آتش زیر پا ہیں۔ خود عثمان سے پوچھئے۔ اور پھر مروان سے پوچھئے کہ کیوں انھیں قتل کیا؟ پھر ابان سے کہا: میں نے تمہارے باپ کے قتل کا بدلہ ایک سے لے لیا۔ زبیر کے متعلق بھی حضرت علیؑ نے بڑی لگتی بات کہی کہ تم نے خود عثمان کو قتل کیا اور مجھ سے بدلہ لینا چاہتے ہو۔ خدا، ہم میں تم میں جو بھی عثمان کے قتل میں زیادہ فعال رہا ہو اس پر اندوہ نازل کرے۔ سعد بھی خود کہتے ہیں: ہم نے عثمان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا، اگر چاہتے تو انھیں نجات دے سکتے تھے لیکن عثمان سے بدعتیں اور اچھی بری باتیں صادر ہوئیں بنا بریں اگر صحیح کیا تو ٹھیک اور غلط کیا تو خدا سے استغفار کے طالب ہیں۔ ان کے علاوہ تمام صحابہ جن کا جھوٹی حدیث میں تذکرہ کیا گیا ہے کہ اپنے فرزندوں کو مدد کے لیے بھیجا، کیا سمجھ میں آسکتا ہے کہ خود عثمان سے جنگ کریں اور فرزندوں کو عثمان کی مدد کے لیے بھیج دیں؟ پھر یہ کہ کیا ممکن تھا کہ تمام صحابہ عثمان کی مدد میں ہوں اور محض دو تین افراد عثمان کو قتل کر دیں اور بی بی نائلہ لوگوں کو مطلع کریں؟ روایت گڑھنے والے بے سمجھے بوجھے جھوٹ اور تناقض کا شکار ہو گئے۔ کیا انھوں نے سوچا کہ اگر تمام صحابہ مددگار ہوتے تو لاش مزبلہ پر نہ پڑی رہتی، محض چار آدمی دفن نہ کرتے، لاش پر ڈھیلے نہ پھینکے جاتے۔ سفید جھوٹ یہ بھی ہے کہ

بیعت کرنے والے اولین شخص سعد تھے، جب کہ وہ آخر تک علی کی بیعت سے کنارہ کش رہے۔(۱) کچھ مضحک روایات بھی ہیں جو ابن سیرین (۲) اور حسن بصری (۳) کے اقوال پر مشتمل ہیں۔ خدا ان جھوٹوں سے سمجھے۔

چند تالیفات پر ایک نظر

بے پر کی روایات جو نقل کی گئیں، ان پر عثمان کے فضل وکمال کی بنیاد تعمیر کی گئی ہے۔ اور جو کچھ انھوں نے گناہ اور بدعتیں کیں ہیں ان کی پردہ پوشی اور تاویل کے راستے پیدا کئے گئے ہیں۔ ہم نے صحیح روایات پیش کر کے انھیں کے ساتھ جھوٹی روایات بھی نقل کر دی ہیں۔ اکثر مورخین نے ان جھوٹی روایات کو نشر کر کے اپنے اوپر گناہوں کا بوجھ لاد لیا ہے۔ ہر عثانی اور اموی مسلک نے لچر تاریخ لکھ کر اپنی بد باطنی کا ثبوت دیا اور اپنا ماخذ تاریخ طبری، تمہید باقلانی، کامل ابن اثیر، ریاض النضرۃ، ابوالفداء، ابن خلدون، البدایہ والنہایہ، صواعق محرقہ، تاریخ الخلفاء، روضۃ المناظر، اخبار الدول، تاریخ الخمیس، نزہت المجالس اور نورالابصار کو بنایا۔ ان کتابوں میں جعلی اور گڑھی ہوئی روایات کی بھرمار ہے، جن کے ذریعے حقائق کا چہرہ مسخ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مورخوں اور محدثوں کی ٹولی آئی اور اس نے بغیر تحقیق ان روایات کو صحیح سمجھ کر نقل کر دیا۔ ان کی غرض اور جانبداری اسی کی متقاضی تھی۔ وہ شاید یہ نہیں سمجھتے تھے کہ محققین کی کاوش ان مہمل یا واسرائیوں کے تار و پود بکھیر دے گی۔

انھیں میں ایک کتاب فتوحات اسلامیہ ہے، جسے مفتی مکہ احمد زینی دحلان نے چاروں خلفاء کے حالات پر لکھی ہے۔ وہ عثمان کے حالات زندگی میں لکھتے ہیں (۴) کہ زاہد و پارسا اور شیفتۂ آخرت تھے، خزانے کی تقسیم میں انصاف پیشہ تھے، وہ خود مالدار ہونے کی وجہ سے اس میں سے کچھ نہیں لیتے تھے

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۱۶ (ج ۳، ص ۱۲۶، حدیث ۴۶۰۱)۔

۲۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۹۳ (ج ۶، ص ۲۱۵)۔

۳۔ ازالۃ الخفاء، ج ۲، ص ۲۴۲۔

۴۔ الفتوحات الاسلامیۃ، ص ۴۹۲ (ج ۲، ص ۳۲۵۔۳۲۳)۔

بہت سخی اور کشادہ رو تھے، اپنے پرائے اور رشتہ دار میں کوئی فرق نہیں رکھتے تھے، خدا نے ان کے حق میں اکثر آیات نازل کیں، معمولی کپڑا پہنتے تھے، دوسروں کو اچھا کھانا کھلاتے اور خود معمولی کھانا کھاتے۔ اسی طرح ان کی سادگی کے بہت سے جھوٹے واقعات لکھے گئے ہیں۔ جن کا صحیح روایات میں کہیں اتہ پتہ نہیں ہے۔ یہ فضائل گڑھنے والے ملت کی گمراہی اور حقائق علمی کی پردہ پوشی کا تہیہ کیے ہوئے تھے۔ مفتی مکہ نے ان صحیح روایات کو چھوڑ کر جعلی اور بے سند وروایات سے اپنی تالیف کو بھر کر اپنے مبلغ علمی کا ثبوت دیا ہے۔

دوسری کتاب الفتنہ الکبریٰ ہے، جس کے مولف ڈاکٹر طٰہٰ حسین ہیں۔ موصوف نے اس کتاب میں (۱) دعویٰ کیا ہے کہ میں نے اپنے امکان بھر حقائق پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور کسی بھی فرقے کی جانبداری سے پرہیز کیا ہے۔ میں نہ تو عثمانی ہوں نہ تو شیعہ۔ اور پھر اس کے بعد واقعۂ قتل عثمان پر تبصرہ کرتے ہوئے ہر جگہ جانبداری کا مظاہرہ کیا ہے۔ بار بار اپنی فکری آزادی کا اعلان کیا ہے لیکن انھیں روایات پر اعتماد کیا ہے جو جھوٹی اور بے سند ہیں، اس کتاب اور دوسری عثمانی کتابوں میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لحاظ سے اسے عظیم فتنہ ہی کہا جا سکتا ہے۔

تیسری کتاب صادق عرجون کی ہے۔ یہ صاحب، مصر کے ایک کالج کے استاد ہیں۔ اپنی کتاب ''عثمان ابن عفان'' میں لکھتے ہیں کہ میں نے خلیفہ سوم عثمان کے حالات زندگی جمع کرنے میں تحقیق کے ذریعے حقائق آشکار کرنے کی سعی کی۔ فضائل عثمان جو بیہودہ افسانوں میں گم ہو گئے ہیں اور محاسن ومکارم جو غلط روایات میں اوجھل ہو گئے ہیں، انھیں واشگاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن جب اس کتاب کے موضوعات پر نظر جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مقدمہ سے کوئی بات میل نہیں کھاتی۔ گڑھے ہوئے فضائل جنھیں از راہ غلو گذشتہ افراد نے جمع کر دیا ہے، مصنوعی روایات اور غلط واقعات کو سجا بنا کر درج کتاب کیا گیا ہے۔ انھوں نے اسناد اور متن روایت کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کی ہے۔ دینی بصیرت پر بحث کرتے ہوئے بدعات عثمان کو نظر انداز کیا ہے یا اس کی لچر توجیہ کی ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب کا سرچشمہ احمد امین کی فجر الاسلام کو بنایا ہے، جس نے اموی مسلک کتاب خضری کے یاوہ گوئی کا چربہ اڑایا ہے۔ حیرت

۱۔ المجموعۃ الکاملۃ لمولفات طٰہٰ حسین، الفتنہ الکبریٰ۔ (مجلد ۴، ص ۱۹۹)۔

ناک بات یہ ہے کہ اس شخص نے صدر اول کی حدیث سازی پر بحث کر کے لکھا ہے کہ یہ دراصل خلفاء راشدین کے خلاف ایک محاذ آرائی کے طور پر کام کیا گیا تھا۔

چہ دلاورست دزدی کہ بکف چراغ دارد

استاذ محمد جادالمولی نے ایک کتاب لکھی ہے ''عثمان کے حق میں انصاف'' یہ کتاب سراسر فریب، سفسطہ اور وضعی روایات کا پلندہ ہے۔ انھوں نے عثمان کے خلاف شورش کا تجزیہ کیا ہے لیکن تعصب کی عینک لگا کر۔ ان کی لفاظی اور عبارت آرائی نے حقائق کی اچھی طرح ریڑھ ماری ہے۔ تمام شورش کا سرغنہ عبداللہ بن سبا کو بتایا ہے۔ عمار یاسر کے مصر جانے اور سبائیوں کی بات پر مغلوب ہو جانے کا تذکرہ ہے۔ ابوذر کے نظریہ انفاق پر بھی بچکانہ بحث کی ہے۔ پھر مہاجرین وانصار کے رویہ پر صریحی جھوٹ کے طومار کھڑے کیے ہیں۔ اندھی عقیدت نے عثمان کے عیوب پر ایسے پردے ڈالے ہیں کہ بعض جھوٹ دوپہر کے سورج کی طرح محسوس ہو جاتے ہیں اور سیف (۱) ابن عمر جیسے ضعیف راویوں (۲) کا سہارا لیا ہے۔ تمام باتوں کی نظر انداز کر کے اگر صرف مندرجہ ذیل دس باتوں پر بھی سنجیدگی سے غور کر لیا جائے تو نام نہاد محققین اچھی طرح عریاں ہو جائینگے:

۱۔ حکومت پا کر عبیداللہ ابن عمر کو ہرمزان وجفینہ کے قتل کے بدلے قتل نہیں کیا۔ قرآن وسنت کے برخلاف ایک عہد معطل کی۔

۲۔ خلیفہ ہوتے ہی منبر پر رسول ﷺ کی جگہ جا کے بیٹھ گئے۔ حالانکہ ابوبکر وعمر ایک زینہ نیچے بیٹھتے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ آج سے شر ظاہر ہو گیا۔ (۳)

۱۔ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۴۷ (ج ۴، ص ۲۵۱، حوادث ۲۶ھ)۔ تاریخ کامل (ج ۲، ص ۲۳۰، حوادث ۲۶ھ)۔

۲۔ کتاب المجروحین (ج ۱، ص ۳۴۵)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۳، ص ۴۳۵۔ نمبر ۸۵۱)۔ الضعفاء والمتروکون (ص ۲۴۳۔ نمبر ۲۸۳)۔ التاریخ (ج ۳، ص ۴۶۰، نمبر ۲۲۶۲)۔ الجرح والتعدیل (ج ۴، ص ۲۷۸، نمبر ۱۱۹۸)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۱۲۳۔ نمبر ۲۷۱)۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۴۳۸ (ج ۲، ص ۲۵۵، نمبر ۳۶۳۷)۔ تھذیب التھذیب، ج ۴، ص ۲۹۵ (ج ۴، ص ۲۵۹) الآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۵۷، ۱۹۰، ۴۲۹۔

۳۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۴۰۔ (ج ۲، ص ۱۶۲)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۱۴۸ (ج ۷، ص ۱۶۷، حوادث ۳۵ھ)۔

۳۔حکم ابن عاص جسے رسول ﷺ نے جلاوطن کیا تھا، اسے مدینہ واپس (۱) بلا کر داماد بھی بنالیا۔
۴۔عشرۂ مبشرۃ کی فرد سعد کو گورنری سے ہٹا کر ولید جیسے فاسق کو گورنر بنادیا۔(۲)
۵۔ولید نے عبداللہ ابن مسعود کو خزانے سے برطرف کردیا، ولید کی شراب خواری پر حد بھی جاری نہیں کی۔
۶۔اپنی حکومت میں نماز جمعہ میں تیسری اذان کی بدعت جاری کی۔(۳)
۷۔مسجد الحرام کی توسیع میں غاصبانہ طریقے سے گھروں کو لے لیا اور احتجاج پر ظلم وستم ڈھائے۔(۴)
۸۔افریقہ کا خمس غنائم اپنے داماد مروان ابن حکم کو بخش دیا۔(۵)

۱۔المعارف ابن قتیبہ، ص۸۴۔(ص۱۹۴)۔العقد الفرید، ج۲، ص۲۶۱ (ج۴، ص۱۰۳)۔محاضرات راغب، ج۲، ص۲۱۲ (مجلد ۲، ج۴، ص۴۷۶)۔مرآۃ الجنان، ج۱، ص۸۵۔تاریخ اسلام ذہبی (ص۳۶۶۔۳۶۵۔حوادث ۳۱ھ)۔انساب الاشراف، ج۵، ص۲۷۔ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۴۳۔(ج۳، ص۸۰)۔اسد الغابۃ، ج۲، ص۳۵ (ج۲، ص۳۸، نمبر۱۲۱۷)۔سیرۂ حلبیہ، ج۱، ص۳۳۷، ج۲، ص۸۵۔(ج۱، ص۳۱۷، ج۲، ص۷۷۔۷۶)۔الاصابۃ، ج۱، ص۳۴۵۔
۲۔دول الاسلام، ج۱، ص۹ (ص۱۳)۔البدایۃ والنھایۃ، ج۲، ص۱۵۱۔(ج۷، ص۱۶۹ حوادث ۲۵ھ)۔آغانی، ج۴، ص۱۷۸۔(ج۵، ص۱۳۹) استیعاب (القسم الرابع، ص۱۵۵۵، نمبر۲۷۲۱)۔مسند احمد، ج۱، ص۱۴۴ (ج۱، ص۲۳۳، حدیث، ۱۲۳۴)۔سنن بیہقی، ج۸، ص۳۱۸۔تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۱۴۲ (ج۲، ص۱۶۵)۔تاریخ کامل، ج۳، ص۴۲۔(ج۲، ص۲۴۶۔حوادث ۳۰ھ۔اسد الغابۃ، ج۵، ص۹۱۔۹۲۔(ج۵، ص۴۵۲۔نمبر۵۴۶۸)۔
۳۔صحیح بخاری، ج۲، ص۹۵۔۹۶۔(ج۱، ص۳۰۹، حدیث ۸۷۰۔۸۷۴)۔سنن ترمذی، ج۱، ص۶۸۔(ج۲، ص۳۹۲۔حدیث ۵۱۶)۔سنن ابی داؤد، ج۱، ص۱۷۱۔(ج۱، ص۲۸۵۔حدیث ۱۰۸۷)۔سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۳۴۸ (ج۱، ص۳۵۹، حدیث، ۱۱۳۵)۔سنن نسائی، ج۳، ص۱۰۰ (ج۱، ص۵۲۷۔حدیث، ۱۷۰۰)۔سنن بیہقی، ج۱، ص۴۲۹، ج۳، ص۱۹۲۔۲۰۵۔تاریخ طبری، ج۵، ص۶۸۔(ج۴ ص۲۸۷، حوادث ۳۰ھ)۔
۴۔تاریخ طبری، ج۵، ص۴۷، حوادث، ۲۶ھ (ج۴، ص۲۵۱) تاریخ کامل، ج۳، ص۳۹، (ج۲، ص۲۲۴، حوادث، ۲۶ھ) تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۱۴۲، ج۲، ص۱۶۴۔
۵۔المعارف ابن قتیبہ، ص۸۴۔(ص۱۹۵)۔تاریخ ابو الفدا، ج۱، ص۱۶۸۔العقد الفرید ج۲، ص۲۶۱۔(ج۴، ص۱۰۳)۔تاریخ طبری، ج۵، ص۵۰۔(ج۴، ص۲۵۶۔حوادث، ۲۷ھ)۔تاریخ کامل، ج۳، ص۳۸۔(ج۲، ص۲۳۷، حوادث، ۲۷ھ)

۹۔حج میں جہاں نماز قصر پڑھنی چاہیئے، وہاں پوری پڑھی۔(۱)

۱۰۔افریقہ کے خمس غنائم کو عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کو بخش دیا۔(۲)

اس قسم کی بے شمار خطاؤں اور بدعتوں کی پردہ پوشی اس کتاب میں کی گئی ہے۔ان کے علاوہ بھی کچھ اسی قماش کی کتابیں ہیں، جن میں جھوٹ اور اندھی عقیدت کے طومار باندھے گئے ہیں۔جعلی اور غلط روایات کے ذریعہ بغیر تجزیہ کیے عثمان کی تعریف کے پل باندھے گئے ہیں، ان کتابوں میں عبدالوہاب نجار کی ''تاریخ خلفاء'' عمر ابونصر کی کتاب ''عثمان''، سید علی فکری کی ''خلفائے راشدین''۔یہ سب کتابیں متانت اور حسن نیت سے بہت دور ہیں۔

مصر کے ارباب تحقیق عقیدت میں اتنے پست ہوسکتے ہیں یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا۔بے سروپا کتابوں کے علاوہ کانفرنسوں کے ذریعہ بھی خلفاء کی ستائش کے ذریعے حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے، ان میں مصر یونیورسٹی کے وائس چانسلر شیخ محمد خضری بہت آگے آگے ہیں۔

وصیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عثمان سے

مسند احمد ابن حنبل (۳) میں ابومغیرہ، ولید ابن سلیمان، ربیعہ ابن یزید، عبداللہ ابن عامر، نعمان بن بشیر (یہ سبھی راوی دمشقی ہیں) عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدمی بھیج کر عثمان کو بلوایا۔پھر ان کی طرف رخ کر کے کچھ فرمانے لگے۔میں بھی پہنچ گئی کہ دیکھوں کیا فرماتے ہیں۔آپ نے شانے پر ہاتھ مار کر کے آخری بات کہی: اے عثمان! ممکن ہے خدا تمہارے جسم پر پیراہن آراستہ کرے، اگر منافق شورش کریں تو اسے اتارنا نہیں چاہے قتل ہی ہوجانا۔آپ نے اسے تین بار فرمایا۔

۱۔البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۱۵۴۔(ج ۷، ص ۱۷۳، حوادث ۲۹ھ)۔صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۵۴۔(ج ۲، ص ۵۹۶۔حدیث، ۱۵۷۲)۔صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۶۰ (ج ۲، ص ۱۴۲، حدیث ۱۷، کتاب صلاۃ المسافر۔

۲۔تاریخ طبری، ج ۵، ص ۵۰۔(ج ۴، ص ۲۵۶۔حوادث ۲۷ھ)۔اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۱۷۳۔(ج ۳، ص ۲۶۰۔نمبر ۲۹۷۴)۔البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۱۵۲۔(ج ۷، ص ۱۷۰۔حوادث ۲۷ھ)۔

۳۔مسند احمد، ج ۶، ص ۸۶۔۱۴۹۔(ج ۷، ص ۱۲۶۔حدیث ۲۴۰۴۵، ص ۲۱۴۔حدیث ۲۴۶۳۶)۔

نعمان نے عائشہ سے پوچھا: اب تک آپ نے یہ حدیث کیوں نہ فرمائی؟ جواب دیا: میں بھول گئی تھی۔ جب یہ حدیث معاویہ نے سنی تو خط لکھ کر اس حدیث کی تصدیق کی۔

اس روایت کے تمام راوی عثمان کے عقیدت مند اور شامی ہیں۔ نعمان تو باغی گروہ میں بھی شامل تھا، جسے قیس ابن سعد انصاری نے گمراہ اور گمراہ کرنے والا کہا ہے۔

۲۔ مسند حنبل (۱) میں محمد ابن کنانہ اسحاق ابن سعید، عائشہ سے روایت کی ہے کہ میں نے صرف ایک بار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کو کان لگا کر سنا۔ جب ظہر کے وقت عثمان ان سے ملنے آئے۔ میں سمجھی کہ ہم عورتوں کے بارے میں بات کرنے آئے ہیں۔ لیکن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی پیراہن نہ اتارنے کی بات کہی۔ جب بغاوت کے بعد بھی عثمان نے خلافت نہیں چھوڑی تو میں سمجھی کہ وصیت رسولؐ پر عمل کیا ہے۔

اس روایت کے سبھی راوی اموی اور عثمان خاندان کے ہیں۔ پھر یہ کہ روایت مرسل ہے۔

۳۔ طبرانی (۲) نے مطلب، عبداللہ، لیث، خالد، سعید، ربیعہ نے عبداللہ ابن عمر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان سے کہا: پیراہن خلافت نہ اتارنا۔

ان راویوں میں عبداللہ ضعیف ہے اور اس کا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ (۳) سعید غیر معتبر ہے، (۴) ربیعہ (۵) کی روایتیں لچر ہوتی ہیں، ضعیف وسست ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ روایت بھی ان راویوں کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۱۱۴ (ج ۷، ص ۱۶۵۔ حدیث، ۲۴۳۱۶)۔

۲۔ المعجم الاوسط (ج ۳، ص ۳۹۸، حدیث، ۲۸۵۴)۔

۳۔ العلل ومعرفۃ الرجال (ج ۳، ص ۲۱۳۔ نمبر، ۴۹۱۹)۔ کتاب الضعفا والمتروکین (ص ۱۴۹ نمبر ۳۵۱)۔ الجرح والتعدیل (ج ۵، ص ۸۷، نمبر ۳۹۸)۔ کتاب المجروحین (ج ۲، ص ۴۰)۔ تھذیب التھذیب، ج ۵، ص ۲۶۰۔ ۲۵۶۔ (ج ۵، ص ۲۲۵)۔

۴۔ تھذیب التھذیب، ج ۴، ص ۹۵ (ج ۴، ص ۸۳)۔

۵۔ الثقات (ج ۶، ص ۳۰۱)۔ التاریخ الکبیر (ج ۳، ص ۲۹۰۔ نمبر ۹۸۷)۔ تھذیب التھذیب، ج ۳، ص ۲۵۶۔ (ج ۳، ص ۲۲۱)۔

۴۔ احمد حنبل (۱) نے سنان ابن ہارون، کلیب ابن وائل، ابن عمر کی روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے کہا: یہ شخص مظلوم قتل ہوگا۔ میں نے دیکھا کہ وہ عثمان تھے۔ اس روایت کے بھی راوی ضعیف وست ہیں۔ جیسے سنان بن ہارون (۲) کلیب بن وائل۔ (۳)

۵۔ مسند حنبل (۴) میں موسیٰ ابن عقبٰی کی روایت نقل کی گئی ہے کہ محاصرہ کے وقت میں عثمان کے گھر میں تھا۔ اتنے میں ابو ہریرہ ملاقات کے لیے آئے۔ واپس جاتے ہوئے حدیث سنائی کہ تم لوگ میرے بعد فتنہ دیکھو گے۔ ایک شخص سے پوچھا: اسے کون نجات دے گا؟ فرمایا: عثمان۔

اس روایت میں موسیٰ گمنام ہے اور اس کی باتیں بے سروپا ہوتی تھیں۔ پھر یہ کہ وہ اموی بھی تھا۔

٦۔ ترمذی (۵) نے سعید جریری، عبداللہ بن شقیق سے روایت کی ہے عبداللہ بن حوالہ نے کہا: پیغمبرؐ نے مجھ سے پوچھا: جب فتنہ تمام عالم گھیر لے گا تو کیا کرو ے گا؟ میں نے عرض کی: جو خدا اور رسول کا حکم ہو۔ رسول ﷺ نے فرمایا: عثمان کی پیروی کرنا۔

یہ سعید جریری اختلال حواس کا شکار تھا، اس لیے اس کی روایات معتبر نہیں ہیں۔ عبداللہ بن سقیق کو ابن سعد نے ہوا خواہ عثمان بتایا ہے (٦) اور علیؑ سے سخت کینہ رکھتا تھا، (۷) احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں دشمن علیؑ منافق وجہنمی ہے (۸) اس کی عبادت بیکار ہے اور وہ دشمن خدا اور رسول ﷺ ہے۔ ایسے کو تو معتبر کہا جاتا ہے اور جن اصحاب علیؑ نے ارشاد رسول ﷺ پر عمل کیا انھیں غیر معتبر سمجھا جاتا ہے۔

۱۔ البدایہ والنھایہ، ج ۷، ص ۲۰۸ (ج ۷، ص ۲۳۴۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ مسند احمد (ج ۲، ص ۲٦۱، حدیث، ۵۹۱۷)۔
۲۔ کتاب المجروحین (ج ۱، ص ۳۵۴)۔ تھذیب التھذیب، ج ۴، ص ۲۴۳۔ (ج ۴، ص ۲۱۳)
۳۔ تھذیب والتھذیب (ج ۸، ص ۴۰۱)۔
۴۔ مسند احمد، ج ۲، ص ۳۴۵ (ج ۳، ص ۱۸۔ حدیث، ۸۳۳٦)۔
۵۔ سنن ترمذی (ج ۵، ص ۵۸٦۔ حدیث ۳۷۰۴)۔
٦۔ طبقات ابن سعد (ج ۷، ص ۱۲٦)۔
۷۔ تھذیب التھذیب، ج ۵، ص ۲۵۴۔ (ج ۵، ص ۲۲۳)۔ تھذیب الکمال (ج ۵، ص ۸۹۔ نمبر ۳۳۴۳)۔
۸۔ المستدرک الصحیحین، ج ۳، ص ۱۴۹ (ج ۳، ص ۱٦۱، حدیث، ۱۲۔ ۴۷)۔

۷۔ مسند احمد (۱) میں ہرم بن حارث اور اسامہ بن خزیم سے بھی فتنہ کے زمانے میں عثمان سے وابستہ ہونے کا تذکرہ ہے۔ اس روایت میں عبداللہ بن شقیق ہے جس کی باتیں لچر اور نا قابل ہوتی ہیں۔

۸۔ احمد بن حنبل کی مسند میں فرج بن فضالہ سے روایت عائشہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: کاش! اس وقت کوئی ہوتا تو میں اس سے گفتگو کرتا۔ میں نے عرض کی: ابوبکر کو یا عمر کو بلا دوں؟ آپ خاموش رہے، پھر ایک غلام سے کان میں کہا تو وہ عثمان کو بلا لایا۔ رسولؐ نے کافی دیر تک سرگوشی کی، آخر میں پیراہن خلافت نہ اتارنے کی تین بار تاکید کی۔

مستدرک (۲) حاکم میں اس سند کو عالی کہا گیا ہے لیکن بخاری و مسلم نے نقل نہیں کیا ہے۔ ذہبی نے فرج بن فضالہ کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ تمام محدثین نے فرج کو ضعیف قرار دیا۔ (۳) یہی روایت مسند احمد (۴) میں قیس بن ابی حازم کی سند سے ہے جسے مستدرک، (۵) حلیہ، (۶) استیعاب (۷) و تاریخ بن کثیر (۸) میں نقل کیا گیا ہے۔ قیس نے حضرت علی علیہ السلام پر حملہ کیا تھا۔ لمبی عمر پانے کی وجہ سے پاگل ہو گیا تھا۔ کوفی اس کی روایت سے پرہیز کرتے تھے۔ (۹) اس لیے ہمیں کوفیوں کا اتباع کرنا چاہیے۔ کسی منافق و پاگل کی بات کا اعتبار ہی کیا؟

۱۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۳۳، ۳۵۔ (ج ۶، ص ۱۰۔ حدیث ۱۹۸۴۰۔ ص ۱۳، حدیث ۱۹۸۵۹)۔

۲۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۷۵۔ (ج ۷، ص ۱۱۱، حدیث ۲۳۹۴۵)۔

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۰۰، (ج ۳، ص ۱۰۶، حدیث ۴۵۴۴)۔

۴۔ تاریخ بغداد (ج ۱۲، ص ۳۹۵، التاریخ) الکبیر (مجلد ۷، ص ۱۳۴، نمبر ۶۰۸) کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص ۱۹۸، نمبر ۵۱۵)۔ الجرح والتعدیل، (ج ۷، ص ۷۵۔ نمبر ۴۸۳)۔ کتاب المجروحین، (ج ۲، ص ۲۰۶)۔ تھذیب التھذیب، ج ۸، ص ۲۶۰۔ ۲۶۲۔

۵۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۵۲۔ (ج ۷، ص ۷۸، حدیث ۲۳۷۳۲)۔

۶۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۹۹، (ج ۳، ص ۱۰۶، حدیث ۴۵۴۳)۔

۷۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۵۸۔

۸۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۷۷۔ (القسم الثالث، ص ۱۰۴۳۔ نمبر ۱۷۷۸)۔

۹۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۶، ص ۲۰۵۔ (ج ۷، ص ۲۰۲ حوادث، ۳۵ھ)۔

۹۔ابن عدی (۱) نے عثمان کی روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آہستہ سے مجھ سے کہا: کہ تم ناحق اور مظلوم قتل ہو گے۔

۱۰۔ذہبی نے میزان (۲) میں انس کے طریق سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عثمان! تم میرے بعد خلیفہ ہو گے، منافق تمہیں معزول کرنا چاہیں گے۔ خلافت نہ چھوڑنا، اس دن روزہ رکھ لینا، میرے ساتھ افطار کرنا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اس سند میں خالد ہے جس کی روایات عجیب ہوتی ہیں۔ ابن حبان (۳) کہتے ہیں کہ نا قابل استناد ہیں۔ ابو حاتم اسے قوی نہیں سمجھتے۔ (۴)

ان روایات پر ایک نظر

یہ روایات جھوٹ اور فریب کا ایک تسلسل ہیں۔ اگرچہ سبھی ضعیف ہیں کیونکہ ان کے راوی کذاب، متروک، بے اعتبار اور مطرود ہیں۔ پھر یہ کہ متن بھی معیوب ہے کیونکہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مہاجرین وانصار اور صحابائے کرام منافق ہیں جو عثمان کو معزول کرنا چاہتے تھے۔ صرف چار پانچ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عثمان کے ساتھ تھے مثلاً زید بن ثابت، حسان، اسید الساعدی، کعب بن مالک اور ان کے علاوہ کچھ اموی اوباش۔ حالانکہ ہم سب کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ نیک اور پاکدل ہیں، قرآن وحدیث میں ان کی ستائش وارد ہوئی ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ نہ کرنے کی عثمان کو وصیت کی تھی لیکن عثمان نے مختلف صوبوں میں خطوط لکھ کر عوام اور فوج کی کمک طلب کی۔ مدینہ والوں کو مشرک اور کافر کہا۔ اس بیکسی کے ساتھ قتل ہوئے کہ تمام امویوں نے ام حبیبہ کے گھر پناہ لی پھر وہاں سے بھاگ نکلے۔ عائشہ

۱۔مسند احمد، ج۱، ص ۷۵۔ (ج ۷، ص ۱۱۱، حدیث ۲۳۹۴۵)۔

۲۔المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۰۰، (ج ۳، ص ۱۰۶، حدیث ۴۵۴۴)۔

۳۔تاریخ بغداد (ج ۱۲، ص ۳۹۵، التاریخ) الکبیر (مجلد ۷، ص ۱۳۴، نمبر ۶۰۸) کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص ۱۹۸، نمبر ۵۱۵)۔ الجرح والتعدیل، (ج ۷، ص ۷۵۔ نمبر ۳۸۳)۔ کتاب المجروحین، (ج ۲، ص ۲۰۶)۔ تھذیب التھذیب، ج ۸، ص ۲۶۲۔ ۲۶۰۔

۴۔مسند احمد، ج ۶، ص ۵۲۔ (ج ۷، ص ۷۸، حدیث ۲۳۷۳۲)۔

کو چاہیئے تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ عثمان امین ہیں ان کی پیروی کرو، تمام صحابہ کے گوش گذار کرتیں تا کہ فتنہ کے وقت صحابہ صحیح فیصلہ کر سکیں۔ لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ کسی صحابی کو اطلاع نہیں دی گئی۔ اس لیے عثمان بے بسی سے قتل ہو گئے اور کوئی پوچھنے تک نہ آیا۔

مناقب عثمان پر ایک نظر

یہاں تک عثمان کے حالات زندگی بیان کئے گئے۔ پتہ نہیں ان کی زندگی کے یہ سیاہ اوراق ہیں یا سفید، بہر حال ہر صاحب نظر انھیں دقت نظر سے مطالعہ کر کے نتیجہ نکال ہی لے گا۔ اب ذرا ان کی ستائش و تعریف پر مشتمل روایات کو انصاف کی میزان پر جانچ لیں تا کہ اندازہ ہو سکے کہ روایات گڑھنے والوں نے کس قدر غلو سے کام لیا ہے۔ اب تک جو کچھ پیش کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زشت خو، بدسرشت اور خواہشات کے چکر میں پھنس کے احکام خدا کی خلاف ورزی کرنے والے تھے بلکہ ہوا و ہوس میں اس قدر بے قابو ہو گئے تھے کہ بدزبانی کر کے آخرت کے بھوگ میں پھنسے۔ کسی محقق کی مجال نہیں کہ ان واقعات کی روشنی میں ان کی شان فضیلت میں کوئی روایت نقل کرے۔ چاہے وہ ضعیف ہو یا محکم۔ کیونکہ ان کے خلاف اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آراء کو گذشتہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے۔ چہ جائیکہ ان کی شان میں ایسی روایات کی بھرمار کر دی جائے کہ ان میں سبھی ست، ضعیف، لچر اور مرسل ہوں۔ ان کے مطالعہ سے گڑھنے والے کی اندھی عقیدت، خود غرضی اور بے بصیرتی صاف محسوس ہو جاتی ہے۔ ان میں زیادہ تر شامی اور اموی خاندان کی فرد یا چمچے یا ان کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ کے حکم سے ان کی خوشامد میں یہ کارستانیاں کی گئی ہیں۔ معاویہ نے سنہرے سکوں کی تھیلیاں کھول دی تھیں کہ شجرۂ ملعونہ اور خانوادہ عاص کی فضیلت میں حدیثوں کے انبار لگا دو۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ زیادہ تر روایات لچر اور پوچ بھی ہیں۔ خود ان کے متن سے جھوٹ کا پول کھل جاتا ہے۔ کچھ نمونے ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ مسلم اور احمد نے بطریق عقیل (اموی) اور اس نے لیث (عثمانی) سے اور اس نے یحیی بن سعید

(اموی) اور اس نے عثمان کے چچیرے بھائی سعید بن عاص سے روایت کی ہے کہ مجھ سے عائشہ اور عثمان نے بیان کیا کہ ابوبکر نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ حالانکہ آپ عائشہ کے ساتھ ران کھولے ہوئے عائشہ کی ران پر سر رکھے آرام فرما رہے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی حالت میں اندر آنے کی اجازت دے دی۔ ابوبکر نے مطلب بیان کیا اور واپس گئے۔ اتنے میں عمر آئے اور اجازت مانگی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی حالت میں اجازت دی اور عمر نے ضرورت بیان کی اور واپس گئے۔ عثمان کا بیان ہے کہ پھر میں نے اجازت طلب کی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور عائشہ سے فرمایا اپنے کپڑے سمیٹ تو لو، تو میں نے ان سے اپنی ضرورت بیان کی اور پلٹ آیا۔ عائشہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: خدا کے رسولؐ! عجیب حال ہے، آپ نے ابوبکر و عمر کے وقت یہ اہتمام نہیں کیا جو عثمان کے موقع پر کیا؟ آپ نے فرمایا: بلاشبہ عثمان بڑے شرمیلے ہیں، بڑے حیادار ہیں۔ میں ڈرا کہ اس حال میں دیکھ کر عثمان بغیر اپنی ضرورت بیان کئے واپس چلے جائیں گے۔ (۱)

صحیح مسلم میں بطریق عائشہ یہی روایت منقول ہے، جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عائشہ کو جواب دیا: کہ کیا میں ایسے شرمیلے انسان سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی شرماتے ہیں (۲) صحیح بخاری (۳) میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوگئے اور عثمان کے آنے پر ڈھانک توپ کیا۔ ان روایات کے متعلق ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن تین کا بیان ہے کہ وہ داؤدی نے اس روایت کو نامعلوم و نادرست جانا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت دوسری حدیث سے مربوط ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: حیا نام ہے اپنے نفس کو ان باتوں سے روکنا جو دینی اور انسانی نقطۂ نظر سے نامناسب ہیں۔ یہ چیز انسان کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے۔ اس میں زیادتی پیدا کر کے انسان

۱۔ صحیح مسلم، ج ۷، ص ۱۱۷۔ (ج ۵، ص ۱۸۔ حدیث ۲۷، کتاب فضائل الصحابۃ)۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۷۱۔ ج ۶، ص ۱۵۵۔ (۱۶۷۔ ج ۱، ص ۱۱۴۔ حدیث ۵۱۶۔ ج ۷، ص ۲۲۲۔ حدیث ۲۴۶۹۰۔ ص ۲۳۹، حدیث ۲۴۸۱۱)۔

۲۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۶۲۔ (ج ۷، ص ۹۲۔ حدیث ۲۳۸۰۹)۔ صحیح مسلم، ج ۷، ص ۱۱۶۔ (ج ۵، ص ۱۸، حدیث ۲۶، کتاب فضائل الصحابۃ)، مصابیح السنۃ۔

۳۔ صحیح بخاری، (ج ۳، ص ۱۳۵۱۔ حدیث ۳۴۹۲)۔

اپنا ایمان بڑھاتا ہے۔ پھر بتدریج ترقی کر کے معرفت کے انتہائی مدارج پر فائز ہو جاتا ہے، پھر یہ ملکہ و صلاحیت حیادار میں راسخ ہو جاتی ہے تو خود کو شعوری یا غیر شعوری طور پر غلطیوں اور برائیوں سے محفوظ کرنے لگتا ہے۔ پھر انسان کے اعضاء و جوارح اور نفس و عقل کے تمام مظاہرات، افعال و ترک، میلانات و خواہشات اسی حیا کے زیر اثر آجاتے ہیں اور شرم و حیا کے حدود میں واقع ہوتے ہیں۔ پھر وہ شعوری طور پر غلطیوں کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔ رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے: خدا سے واقعی حیا کرنا یہ ہے کہ دماغ، بطن و شرمگاہ وغیرہ کی حفاظت کرے، بلاء و موت کو یاد کرے۔ اس بنیاد پر ہر وہ کام جو دین وانسانیت کے حدود سے باہر ہو وہ حیا کے منافی ہے۔ پھر تو وہ بے حیائی اور بدکاری کی طرف کھنچ جائے گا اور عفت و انسانیت کو دور پھینک دے گا۔ جسے شرم و حیا نہیں وہ پھر جو جی چاہے کرے۔ اسی مفہوم کو حدیث رسول ﷺ میں بیان کیا گیا ہے۔(۱)

لہذا ہر وہ کام جو بدکاری، دریدہ دہنی، خیانت، دھوکہ، وعدہ خلافی، ہرزہ سرائی، شہوت رانی وغیرہ پر مشتمل ہو، وہ حیا و شرم کی ضد ہیں۔ اسی تضاد کو حدیث رسول ﷺ میں بیان کیا گیا ہے کہ ''الحیاء والعمی من الایمان وهمایقربان من الجنة و یباعدان من النار والفحش وا لبذاء من الشیطان و هما یقربان من النار و یباعدان من الجنة''(۲)

''الحیاء من الایمان والایمان فی الجنة والبذاء من الجفاء و الجفاء فی النار''(۳)

حضرتؐ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر حیا کسی انسان میں پیدا ہو جائے تو خواہ کتنا ہی بدکار رہو، بہترین اور نیک شخص ہو جائے گا۔(۴)

۔بدکاری و بدزبانی جس میں بھی ہو خرابی کا باعث ہے، حیا و شرم جس میں بھی ہو آراستگی کا وسیلہ

۱۔صحیح بخاری، کتاب الادب (ج۵،ص۲۲۶۸، حدیث۵۷۶۹)۔

۲۔المعجم الکبیر، (ج۱۸،ص۱۷۸، حدیث۴۰۹)۔الترغیب والترهیب، ج۳،ص۱۶۵۔(ج۳،ص۳۹۸، حدیث،۶،)

۳۔الترغیب والترهیب، ج۳،ص۱۶۵۔(ج۳،ص۳۹۸، حدیث،۵،) مسند احمد، (ج۳،ص۲۹۴، حدیث،۱۰۱۳۴)۔سنن ترمذی، (ج۵،ص۱۲، حدیث۲۶۱۵)۔صحیح ابن حبان، (ج۲،ص۳۷۳، حدیث،۶۰۸)۔

۴۔المعجم الصغیر، (ج۱،ص۲۴۰)۔الترغیب والترهیب، ج۳،ص۱۶۶، (ج۳،ص۳۹۹، حدیث،۸،)۔

ہے۔(۱)

۔خدا جب کسی بندے کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اس سے حیا و شرم اٹھا لیتا ہے، حیا ختم ہونے سے آدمی کینہ توز ہو جاتا ہے، پھر تو امانت بھی ختم ہو جاتی ہے اور خائن ہو جاتا ہے، اس طرح اس میں سے احساس ترحم رخصت ہو جاتا ہے اور وہ ملعون ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔(۲)

۔شرم وحیا کا ثمرہ صرف خیر و نیکی ہے۔(۳)

اب ذرا عثمان کے حالات زندگی میں دیکھیے شاید کچھ شرم وحیا کی رمق نظر آجائے، ان کے نظریات و خیالات، ان کی باتیں، ذمہ داریوں سے عہدہ برآمد ہونا وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں شرم وحیا نام کو بھی نہ تھی۔ اگر ذرہ برابر بھی شرم ہوتی تو ایسی گندی باتیں نہ کرتے، نہ ذمہ داریوں میں کوتاہی کرتے۔ ان میں حیا ہی نہ تھی چہ جائیکہ سب سے زیادہ حیادار ہوں۔ ملاحظہ فرمایئے:

مولا علی علیہ السلام سے فرماتے ہیں: تم میرے نزدیک مروان سے افضل نہیں ہو۔ کیا جب وہ یہ فقرہ کہہ رہے تھے تو یاد نہیں تھا کہ قرآن نے انھیں نفس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا ہے، طہارت کا اعلان کیا ہے۔ مروان کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلی بچہ کہہ کے جلاوطن کیا تھا۔

قتل محمد بن ابی بکر کا خط پکڑا گیا تو بے حیائی کے ساتھ اس کا الزام علیؑ پر عائد کر دیا۔

عمار یاسر کو جلاوطن کر کے کہتے ہیں: تم اس سے زیادہ کے مستحق ہو۔ ابوذر کے لیے کہا: اس جھوٹے، مکار بڈھے کے متعلق رائے دو؟ پھانسی دوں یا قید کروں۔

عبدالرحمٰن بن عوف، جنھیں عشرہ مشرہ کی فرد کہا جاتا ہے، ان کو منافق کہا۔(۴)

ممتاز خطیب صعصعہ کو ھیکل مغرور و متکبر کہا۔ مغیرہ نے عمار یاسر کی سزا پر اعتراض کیا تو گالی دینے

۱۔سنن ابن ماجہ، ج۲، ص۵۴۶، (ج۲، ص۱۴۰۰، حدیث ۴۱۸۵)۔ سنن ترمذی، (ج۴، ص۳۰۷، حدیث ۱۹۷۴)۔

۲۔سنن ابن ماجہ، (ج۲، ص۱۳۴۷۔ حدیث ۴۰۵۴)۔ الترغیب والترھیب، (ج۲، ص۱۶۷، ج۲، ص۴۰۰، حدیث ۱۴)۔

۳۔صحیح بخاری، (ج۵، ص۲۲۶۷، حدیث، ۵۷۶۶)۔ صحیح مسلم، (ج۱، ص۹۳، حدیث ۶۰، کتاب الایمان،) الترغیب والترھیب، (ج۳، ص۳۹۷، حدیث ۲)۔

۴۔السیرۃ الحلبیہ، ج۲، ص۸۷، (ج۳، ص۷۸)۔ الصواعق المحرقہ، ص۶۸۔ (ص۱۱۴)۔

لگے۔ معاویہ کو خط میں لکھا کہ مدینہ والے کافر ہو گئے ہیں۔ تمام انصار و مہاجرین و دیگر اصحاب کو مشرک کہا۔ مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں کو لکھتے ہیں کہ تم لوگ مسلمان نہیں ہو۔

منبر سے جھوٹ کی حد کر دی۔ فرمایا: اس جماعت اہل مصر کو کچھ باتیں معلوم ہوئی تھیں، جب انھیں یقین ہو گیا کہ سب غلط تھیں تو واپس چلے گئے۔ اس سفید جھوٹ پر بعد میں اظہار ندامت کیا۔ اپنا عہد توڑنے کی معافی مانگی۔ ان کی زوجہ بستر مرگ پر رات بھر تڑپتی رہی اور یہ دوسری زوجہ کے ساتھ داد عیش دیتے رہے۔ ان کی قرآن و سنت سے انحراف کی سیکڑوں مثالیں ہیں۔ صحابہ کو سزائیں دینا، جلا وطن کرنا وغیرہ ایسی باتیں ہیں جن سے ایک عام آدمی کو بھی ان کے شرم وحیا کا اندازہ ہو جائے گا۔

توجہ طلب نکتہ یہ ہے کہ اس روایت میں عثمان کو ابوبکر سے زیادہ حیادار بتایا گیا ہے۔ ایک روایت ہے کہ خدا نے ابوبکر سے حیا کی اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھوٹا کہا۔ اور اس روایت میں بتایا گیا کہ فرشتے عثمان سے شرم کرتے ہیں۔ بھلا ابوبکر کے داخل ہوتے ہوئے رسولؐ نے کپڑے کیوں نہ ٹھیک کیے، جن سے خدا بھی حیا کرتا ہے؟

اس روایت میں صرف عثمان کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ چاہے اس سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہی ہوتی ہو۔ ران کا کھولنا خود احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مذموم کہا گیا ہے۔ پھر یہ کہ ایسا کام مردانگی سے قطعی بعید ہے۔ وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دوشیزہ سے بھی زیادہ شرمیلے تھے (ابوسعید خدری) انھوں نے ایسی بے حیائی کیوں کی؟ دوسرے یہ کہ شریعت میں ران کو بھی شرمگاہ میں شامل کیا گیا ہے اور خود رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے چھپانے کا حکم دیا ہے۔ (۱)

چاروں مذاہب کے آئمہ و محدثین ران کھولنے کو مذموم اور شرمگاہ کا جزء سمجھتے ہیں۔ (۲)

۱۔ صحیح بخاری، باب مایذکر فی الفخذ، (ج۱،ص۱۳۸، ج۱،ص۱۴۵، باب ۱۱)۔ فتح الباری، ج۱،ص۳۸۰، (ج۱،ص۴۷۹،)۔ سنن دارقطنی، ص۸۵، (ج۱،ص۲۳۰۔ حدیث، ۵)۔ سنن ترمذی، (ج۵،ص۱۰۳۔ حدیث ۲۷۹۸،)۔ مسند احمد، ج۲،ص۱۸۷۔ (ج۲،ص۳۸۷، حدیث ۶۷۱۷)۔ سنن بیہقی، ج۲،ص۲۲۸۔۲۲۹۔ نصب الرایۃ، ج۱،ص۲۹۶۔۲۹۷۔ نیل الاوطار، ج۲،ص۴۸، (ج۲،ص۶۹)۔

۲۔ فتح الباری، ج۱،ص۳۸۲، (ج۱،ص۴۸۱)۔ نیل الاوطار، ج۲،ص۴۹، (ج۲،ص۷۰)۔ شرح مسلم نووی، (ج۹،ص۲۱۹) ارشاد الساری، ج۱،ص۳۸۹۔ (ج۲،ص۳۳)۔ بدایۃ المجتہد، ج۱،ص۱۱۱۔ (ج۱،ص۱۱۷)۔

بہر حال کوئی بھی صورت ہو رسول خدا ﷺ جو دوشیزہ سے بھی زیادہ شرمیلے تھے ان سے ناممکن ہے کہ چند افراد کے سامنے اپنی ران کھولیں۔ آپ تعجب نہ کریں کہ اس قسم کی روایات صحیحین میں آئی ہیں یہ دونوں کتابیں تو لچر اور مہمل روایات کا صندوق ہیں۔ اسمیں ضعیف اور شرمناک باتوں کے ڈھیر ہیں۔ اسی پر اکتفا نہیں کی ہے بلکہ تعمیر کعبہ کے وقت بھی رسول خدا ﷺ کو برہنہ دکھایا گیا ہے۔ جب کعبہ بن رہا تھا تو عباس نے رسول خدا ﷺ سے کہا کہ اپنا جامہ اتار کر دوش پر رکھ لیں تا کہ پتھر اٹھانے کی اذیت نہ ہو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اچانک آپ زمین پر لوٹنے لگے اور آسمان تاریک ہو گیا۔ پھر اٹھ کر فرمانے لگے: میرا کپڑا میرا کپڑا۔ آپ کا کپڑا، آپ کو پنھا دیا گیا۔ (۱)

روایت میں ہے کہ جیسے ہی کپڑا اتارا ایک لات آپ پر پڑی اور کہا گیا اپنا کپڑا پہنو۔ (۲)

ذرا کوئی بخاری و مسلم سے پوچھے کہ رسول خدا ﷺ نے ہدایت کی جو زحمتیں اٹھائیں کیا یہی اس کا اجر ہے کہ انھیں اخلاقی واصلاحی اتہام لگا کر شکریہ ادا کیا جائے؟

ابن اسحاق (۳) نے بھی رسول خداؐ کے لیے ننگے ہو کر مزدوری کرنے کی روایت لکھی ہے۔ مسلم و صحیح بخاری میں تو حسن بصری کی روایت ہے کہ عثمان اگر بند کمرے میں بھی ہوتے تھے تو ننگے نہیں ہوتے تھے۔ (۴) کہاں وہ شجر طہارت کی عریانی اور کہاں یہ شجرہ ملعونہ کی حیاداری۔۔۔!! جب معاویہ بن حیدہ نے بدن کے ستر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: تمام بدن کو چھپانا چاہیئے بیوی اور کنیز کے سوا تمام لوگوں سے... پوچھا: اگر انسان تنہا ہو تو؟

۱۔ صحیح بخاری باب بنیان الکعبۃ، ج۶، ص۱۳۔ (ج۲، ص۳۵۷۔ حدیث ۱۵۰۵)۔ صحیح مسلم ج۱، ص۱۸۴۔ (ج۱، ص۳۴۰، حدیث ۷۶، ۷۷، کتاب الحیض)۔

۲۔ سیرۂ ابن ہشام، ج۱، ص۱۹۷، (ج۱، ص۱۹۴)۔

۳۔ سیرۂ ابن ہشام، ج۱، ص۲۰۹۔ (ج۱، ص۲۰۴)۔ الروض الانف، ج۱، ص۱۲۷۔ (ج۲، ص۲۲۸)۔ عیون الاثر، ج۱، ص۵۱۔ (ج۱، ص۵۷)۔ فتح الباری، ج۷، ص۵، (ج۷، ص۱۴۵)۔

۴۔ مسند احمد، ج۱، ص۷۴۔ (ج۱، ص۱۱۸، حدیث ۵۴۴)۔ صفۃ الصفوۃ، ج۱، ص۱۱۷۔ (ج۱، ص۳۰۴، نمبر۴)، ریاض النضرۃ، ج۲، ص۸۸۔ (ج۳، ص۱۲)۔

جواب دیا: خدائے تعالیٰ سے حیا کرنا شائستہ تر ہے۔(۱) فقہاء نے اسی روایت سے استنباط کیا ہے کہ کسی حال میں عریاں ہونا جائز نہیں کیونکہ اگر لوگ نہیں دیکھ رہے ہیں تو خدا دیکھ رہا ہے۔(۲) آخر رسول خداؐ خود اس حکم پر عمل کرتے تھے یا نہیں؟ وہ دوشیزہ والی حیا کہاں گئی؟ کیا بخاری و مسلم سمجھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اچانک شرم و حیا، متذکرہ واقعات برہنگی کے بعد آ گئی تھی۔ یہ ان کا خیال خام ہے کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس وقت بھی نبی تھے جب آدمؑ آب و گل کے درمیان تھے۔(۳) خود صحیح مسلم میں مسعود بن مخرمہ کی روایت ہے کہ میں اینٹ ڈھوتے ہوئے عریاں ہوا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جا کر کپڑے پہن لو، ننگے مت ہو۔(۴)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بچوں کو بھی عریاں حالت میں دیکھنا جائز نہیں سمجھتے۔(۵) اگر ابن ہشام(۶) کی روایت صحیح مان لی جائے تو قاضی عیاض (۷) کی شفاء والی کیسے مطابق ہوگی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو در و دیوار نے بھی برہنہ نہیں دیکھا۔ خود حضرت عائشہ فرماتی ہیں: کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی عریاں نہیں دیکھا۔ اب ان جھوٹے راویوں کے درمیان خود عائشہ ہی فیصلہ کریں۔ ان دروغ بافوں نے

۱۔ صحیح بخاری، (ج۱، ص۱۰۷، باب ۲۰)۔ سنن ابن ماجہ، (ج۱، ص۶۱۸۔ حدیث ۱۹۲۰)۔ سنن ترمذی، (ج۵، ص۹۰۔ حدیث ۲۷۶۹)۔ سنن ابی داؤد، (ج۴، ص۴۱۔ حدیث ۴۰۱۷)۔ نیل الاوطار، ج۲، ص۴۷۔ (ج۲، ص۶۸)۔

۲۔ نیل الاوطار، ج۲، ص۴۷۔ (ج۲، ص۶۹)۔

۳۔ طبقات ابن سعد، (ج۱، ص۱۴۸)۔ مسند احمد، (ج۵، ص۱۱۰۔ حدیث ۱۶۷۰۰)۔ تاریخ الکبیر بخاری، (مجلد ۶، ص۶۸، نمبر ۱۷۳۶)۔ تفسیر بغوی، (ج۳، ص۵۰۸)۔ المعجم الکبیر طبرانی، (ج۱۲، ص۷۳، حدیث ۱۲۵۷۱)۔ حلیۃ الاولیاء، (ج۷، ص۱۲۲، نمبر ۳۹۵)۔ المستدرک علی الصحیحین، (ج۲، ص۶۵۳، حدیث ۳۵۶۶)۔ سنن ترمذی، (ج۵، ص۵۴۵، حدیث ۳۶۰۹)۔ صحیح ابن حبان، (ج۱۴، ص۳۱۲، حدیث ۶۴۰۴)۔ کشف الخفاء عجلونی، (ج۲، ص۱۲۹)۔ کنز العمال، (ج۱۱، ص۴۵۰، ۴۴۹۔ حدیث ۳۲۱۱۸۔ ۳۲۱۱۴)۔

۴۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۱۰۵۔ (ج۱، ص۳۴۱، حدیث ۷۸، کتاب الحیض)۔

۵۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۲۵۷۔ (ج۳، ص۲۸۸۔ حدیث ۵۱۱۹)۔

۶۔ سیرۂ ابن ہشام، ص۲۸۶۔

۷۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، ج۱، ص۹۱۔ (ج۱، ص۱۵۹)۔ المعجم الکبیر، (ج۱۲، ص۲۵۲، حدیث ۱۳۲۵۳)۔

ایروں غیروں کی فضیلت تراشی میں رسول اسلام ﷺ اور دین اسلام کی آبروریزی کا جوشرمناک جرم کیا ہے ان سے خدا ہی سمجھے۔ اگر حضرت عائشہ سمجھتی ہوتیں کہ عثمان حیادار ہیں تو ان کے خلاف تقریریں کر کے طوفان نہ کھڑا کرتیں۔ یہودی سے تشبیہ دیتے ہوئے نعثل نہ کہتیں۔ کیا عثمان نے آخر عمر میں شرم وحیا بالائے طاق رکھ دی تھی؟؟؟

۳۔ طبرانی (۱) نے ابن معشر، براء بصری، ابراہیم بن عمر بن ابان بن عثمان، عمر بن ابان، ابان بن عثمان سے روایت کی ہے کہ عبداللہ ابن عمر کہتے تھے کہ عائشہ نے کہا کہ میں رسول خدا ﷺ کے پاس بیٹھی تھی اتنے میں ابوبکر، عمر اور سعد بن مالک نے اجازت مانگی اور پھر بات کر کے چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد عثمان آئے تو رسول خدا گفتگو میں محو تھے اور آپ کا زانو کھلا ہوا تھا۔ اس کو ڈھانک مجھ سے کہا کہ ذرا ادھر چلی جاؤ۔ عثمان آئے اور بات کر کے چلے گئے تو میں نے پوچھا: میرے والد اور آپ کے صحابی آئے لیکن آپ نے لباس درست نہیں کیا نہ مجھے اندر بھیجا؟ فرمایا: میں اس سے شرم کیوں نہ کروں جس سے فرشتے شرم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب سے تم کمرے میں گئی ہو عثمان نے سر اٹھا کر بات نہیں کی۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: ذہبی نے سند کو ضعیف کہا ہے کیونکہ مسلم و احمد حنبل نے لچر اور بے بنیاد کہا ہے۔ ابومعشر، براء وغیرہ بھی ضعیف اور نا قابل اعتبار ہیں۔ ابن معین، ابوداؤد، ابوحاتم، ابوزرعہ جیسے محدثین نے ضعیف ومہمل اور نادرست کہا ہے۔ (۲)

۴۔ طبرانی نے ابومروان، محمد بن عثمان اموی، عثمان بن خالد... ابوہریرہ سے حدیث رسول ﷺ نقل کی ہے: عثمان حیاء کا پتلہ ہیں، جن سے ملائکہ بھی شرم کرتے ہیں۔ (۳)

۱۔ البدایۃ والنھایۃ، (ج ۷، ص ۲۲۸۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ میزان الاعتدال، (ج ۳، ص ۱۸۱، نمبر ۶۰۴۷)۔ التاریخ الکبیر بخاری، (ج ۶، ص ۱۴۲۔ نمبر ۱۹۶۲)۔

۲۔ تھذیب التھذیب، (ج ۱۱، ص ۴۳۰۔ ج ۱۱، ص ۳۷۸)۔ الجرح والتعدیل، (ج ۲، ص ۱۱۴، نمبر ۳۴۲)۔ کتاب المجروحین، (ج ۱، ص ۱۱۰)۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۴۔ (ج ۱، ص ۵۰، نمبر ۱۶۰)۔ لسان المیزان، ج ۱، ص ۸۶۔ (ج ۱، ص ۸۲۔ نمبر ۲۴۵)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۵، ص ۵۷، نمبر ۱۲۳۲)۔ لسان المیزان، ج ۴، ص ۲۸۲، ج ۴ (ص ۲۳۵۔ نمبر ۱۶۶۲)۔

۳۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۲۰۳۔ (ج ۷، ص ۲۲۸، ۳۵ھ)۔

اس روایت میں ابو مروان، محمد (۱) اور عثمان ابن خالد (۲) متفقہ طور سے ضعیف اور مہمل ہیں۔

۵۔ ابو نعیم (۳) نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھی ہے کہ میری امت میں سب سے زیادہ حیادار عثمان ہیں۔

ذرا امت کے میزان حیا کا اندازہ کیجئے اور عثمان کو دیکھئے۔ یہ روایت ضعیف و بے اعتبار ہے کیونکہ سلسلۂ سند میں کوثر بن حکیم ہے جس کی بزرگ محدثین نے تضعیف کی ہے۔ (۴)

۶۔ ابو نعیم ہی نے زکریا بن یحییٰ مقری، ابن عمر سے یہی روایت نقل کی ہے۔ (۵)

جو شخص ہدایت یافتہ صحابہ کے ہاتھوں اپنی بے حیائی کی وجہ سے قتل کیا جائے اس کو حیادار لکھنے والا نہ کان رکھتا ہے نہ آنکھ نہ عقل و دماغ۔

۷۔ ابن عساکر (۶) نے عثمان کے حالات میں ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حیاء ایمان کا جز ہے اور میری امت میں سب سے زیادہ حیادار عثمان ہیں۔ سیوطی نے جامع صغیر میں اور مناوی نے فیض القدیر میں اس کی تضعیف کی ہے۔ (۷)

۱۔ الثقات، (ج۹، ص۹۴)۔ تہذیب التھذیب، ج۹ ص۳۳۶، (ج۹، ص۲۹۹)۔

۲۔ التاریخ الکبیر، (مجلد۶، ص۲۲۰۔ نمبر ۲۲۲۱)۔ الضعفاء الکبیر، (ج۳، ص ۱۹۸، نمبر ۱۱۹۸)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۵، ص ۱۷۵، نمبر ۱۳۳۵)۔ کتاب المجروحین، (ج۲، ص۱۰۲)۔ تہذیب التھذیب، ج۷، ص۱۱۴، (ج۷، ص ۱۰۵)۔ تہذیب الکمال، (ج۱۹، ص۳۶۴)۔ شرح سنن ابن ماجہ سندی، ج۱ ص۵۳۔

۳۔ حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۵۶۔

۴۔ العلل و معرفۃ الرجال احمد، (ج۱، ص۳۳۶۔ نمبر۲۷۹۔ ج۲، ص۴۶، نمبر۱۵۰۵،)۔ الضعفاء والمتروکون، (ص۳۲۰۔ نمبر ۴۴۷)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۶، ص۸۷، نمبر۱۶۱۰)۔ الجرح والتعدیل، (ج۷، ص۱۷۶، نمبر۱۰۰۵)۔ الضعفاء الکبیر، (ج۴، ص۱۱، نمبر ۱۵۶۶)۔ میزان الاعتدال، ج۲، ص ۳۵۹۔ (ج۳، ص۴۱۶، نمبر۶۹۸۳)۔ لسان المیزان، ج۴، ص۴۹۱، (ج۴، ص۵۷۹، نمبر۶۷۶۸)۔

۵۔ حلیۃ الاولیاء ج۱، ص۵۶۔

۶۔ تاریخ ابن عساکر، (ج۳۹۔ ص۹۲۔ نمبر۴۶۱۹)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۱۶، ص۱۳۱)۔

۷۔ (الف) الجامع الصغیر، (ج۱، ص۵۹۶)۔ فیض القدیر، ج۳، ص۴۲۹۔

فضائل کی حدیث گڑھنے میں ایک بات کا خاص طور سے خیال رکھا گیا ہے کہ ممدوح کو اس صفت سے آراستہ کیا جائے کہ جس صفت کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو، تا کہ اس کی پست صفات کو ڈھانپا جا سکے۔ اس کی شرمناک حرکات پر دوسروں کی تنقید کو روکا جا سکے۔ مثلاً ابوبکر کی شجاعت کا مبالغہ کہ وہ تمام صحابہ میں سب سے بہادر تھے۔ حالانکہ وہ تمام جنگوں میں نہ کسی سے مقابلہ کر سکے نہ تلوار ہی کھینچی، بلکہ مہالک میں ان کی بزدلی ہی کے تماشے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اسی طرح ان کی عبادت وخداترسی کا قصیدہ پڑھا جاتا ہے۔ جب کہ کوئی ایک روایت بھی نماز وروزہ کی پیش رفتی کی نشاندھی نہیں کرتی۔ (۱) علم عمر کے قصیدے بھی پڑھے جاتے ہیں۔ انھیں فقہاء کا سردار کہا جاتا ہے۔ اعلم صحابہ اور تمام انسانوں اور عربوں سے بڑھا ہوا علم وغیرہ کہا جاتا ہے، حالانکہ وہ ہمیشہ بازاری کاموں میں پھنسے رہے اور تفقہ کے مواقع ضائع کر دیے۔ ان کی نھی از منکر کی ستائش بھی کی جاتی ہے۔ گھر میں گھس کے گانا روکتے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑے ہوس باز تھے۔ (۲) یہی طریقہ عثمان کے لیے بھی اختیار کر کے انھیں شرم وحیاء کا پتلہ بنایا گیا۔ معاویہ کی امانت داری بھی اس قماش کی ہے۔

۸۔ مستدرک حاکم (۳) میں بطریق دارمی، سعید جرجسی، محمد بن حرب، زبیدی، زہری، عمر بن ابان، جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: آج رات ایک مرد صالح نے خواب دیکھا کہ ابوبکر رسول ﷺ کے ساتھ وابستہ ہیں اور عمر وعثمان بھی۔ جب ہم خدمت رسول ﷺ سے چلے آئے تو ہم نے کہا کہ مرد صالح سے مراد رسول ﷺ ہیں اور وابستگی کا مطلب خلافت وجانشینی ہے۔

اس روایت کو حاکم، دارمی اور دیگر محدثین نے زھری کی وجہ سے مرسل کہا ہے۔ تعجب ہے کہ یہ روایت صرف جابر نے سنی اور دوسرے صحابہ کے کانوں سے نہیں ٹکرائی۔

۹۔ ابن ماجہ میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کا بہشت میں

۱۔ الغدیر کی ساتویں جلد میں خلیفہ اوران کی شجاعت، نیز خلیفہ اوران کی عبادت کے عنوان میں ان کی شجاعت وعبادت کے کرشمے کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ الغدیر کی چھٹی جلد میں اس پر بڑے شرح وبسط کے ساتھ بحث ہوئی ہے۔

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۰۲۔ (ج ۳، ص ۱۰۹، حدیث ۴۵۵۱)۔

رفیق ہوتا ہے اور میرے رفیق عثمان ہیں۔(۱)

اس روایت میں ابو مروان، (۲) عثمان بن خالد (۳) ابن ابی زناد (۴) وغیرہ سبھی جھوٹے اور فریب کار ہیں۔ اس لیے روایت، روایت ضعیف ہے، پھر یہ کہ آخر اس دعائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا ہوگا، جس میں آپ نے فرمایا: (۵) بار الہٰا! تو نے ابوبکر کو غار میں میرا رفیق بنایا، جنت میں بھی میرا رفیق انھیں کو بنا۔ (۶) ابن ماجہ کی روایت کی طرح یہ روایت بھی پوچ ہے کیونکہ اس کے سلسلہ سند میں محمد بن ولید قلانسی (۷) مصعب بن سعید (۸) اور عیسیٰ بن یونس (۹) ہیں جن کی تضعیف ہوئی ہے۔

۱۰۔ مستدرک حاکم (۱۰) میں بطریق عبید اللہ بن عمر وقواریری، قاسم بن حکم، ابوعبادہ زرقی، زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایام حصار میں عثمان کے ساتھ تھا۔ عثمان نے طلحہ کو قسم دی کہ کیا تمہیں وہ موقع یاد ہے جب رسول الخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے فرمایا: ہر نبی کا رفیق جنت میں ہوگا اور میرا رفیق عثمان ہے تو طلحہ نے کہا: خدا گواہ ہے! تم نے صحیح کہا۔ پھر وہ واپس چلے گئے۔

مسند احمد (۱۱) میں یہ روایت ہے کہ عثمان نے روشندان سے سر نکال کر لوگوں سے پوچھا: تم میں طلحہ

۱۔ سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۵۳۔ (ج۱، ص۴۰، حدیث ۱۰۹)۔

۲۔ الثقات، (ج۹، ص۹۴)۔ تھذیب التھذیب، ج۹، ص۳۳۶، (ج۹، ص۲۹۹)۔

۳۔ التاریخ الکبیر، (مجلد ۶، ص۲۲۰، نمبر ۲۲۲۱)۔ الضعفاء الکبیر، (ج۳، ص۱۹۸، نمبر ۱۱۹۸)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۵، ص۱۷۵، نمبر ۱۳۳۵)۔ کتاب المجروحین، (ج۲، ص۱۰۲)۔

۴۔ التاریخ، (ج۳، ص۲۵۸، نمبر ۱۲۱۱)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص۱۶۰، نمبر ۳۸۷)۔

۵۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۶، ص۲۸۶۔ نمبر ۱۷۷۱)۔

۶۔ لسان المیزان، ج۵، ص۴۱۸۔ (ج۵، ص۴۷۳، نمبر ۸۱۶۰)۔

۷۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۱۳۵، (ج۴، ص۵۹، نمبر ۸۲۹۳)۔

۸۔ لسان المیزان، (ج۶، ص۵۱۔ نمبر ۸۴۰۴)۔

۹۔ لسان المیزان، (ج۴، ص۴۷۴۔ نمبر ۶۴۰۶)۔

۱۰۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۹۷۔ (ج۳، ص۱۰۴، حدیث ۴۵۳۷)۔

۱۱۔ مسند احمد، ج۱، ص۴۷۔ (ج۱، ص۱۱۹۔ حدیث ۵۵۳)۔

ہیں اور پھر یہ بات کہی۔ حاکم (۱) وذھبی نے کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے لیکن بخاری (۲) کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ ابو حاتم (۳) اسے مجہول کہتے ہیں۔ اس میں ابو عبادہ زرقی منکر الحدیث ہے۔ (۴) عقیلی (۵) مضطرب الحدیث کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس حدیث کو سننے کے بعد بھی طلحہ کی شدت مخالفت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ وہ دفن کرنے میں بھی مزاحم ہوئے، (۶) جنازے پر ڈھیلے پھینکے اور نعثل نعثل کہہ کے ہنگامہ کیا۔ (۷) اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بھرے مجمع میں یہ حدیث رسولؐ سنائی، جس کی تائید خود طلحہ نے کی اور کسی نے بھی مخالفت میں کوئی کمی نہیں کی۔ پھر صحابہ کی عدالت کا کیا بنے گا؟ یہ حدیث اصل میں اس حدیث کے مقابل گڑھی گئی ہے، جس میں علیؑ سے فرمایا گیا ہے کہ ''یا علی انت اخی و صاحبی ورفیقی فی الجنة'' (۸)

۱۱۔ ابو یعلی، ابونعیم، ابن عساکر، مستدرک حاکم (۹) میں بطریق شیبان، طلحہ بن زید دمشقی، عبیدہ، جابر سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ ابن حشفہ کے گھر میں چند مہاجرین ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، ابن عوف، سعد بن ابی وقاص کے ساتھ بیٹھے تھے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ہر شخص اپنے کفو کے پہلو میں بیٹھ جائے اور خود اٹھ کر عثمان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اور فرمایا: ''انت ولی فی الدنیا و الآخرہ''۔ حاکم کہتے ہیں کہ یہ صحیح روایت ہے لیکن ذہبی کہتے ہیں کہ اس میں طلحہ بن زید ہے جو ضعیف اور واہیات ہے۔

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، (ج ۳، ص ۱۰۴، حدیث ۴۵۳۷)۔ تلخیص ذہبی کا بھی یہی حوالہ ہے۔

۲۔ تھذیب التھذیب، ج ۸، ص ۳۱۲۔ (ج ۸، ص ۲۸۰)۔

۳۔ الجرح والتعدیل، (ج ۷، ص ۱۰۹، نمبر ۶۲۸)۔

۴۔ الجرح والتعدیل، (ج ۶، ص ۲۸۱، نمبر ۱۵۵۹)۔ التاریخ الکبیر، (ج ۶، ص ۳۹۱، نمبر ۲۷۴۱)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص ۱۷۶، نمبر ۴۴۳)۔

۵۔ الضعفاء الکبیر، (ج ۳، ص ۳۸۱۔ نمبر ۱۴۱۸)۔

۶۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۳۔ (ج ۴، ص ۴۱۳، حوادث ۳۵ھ)۔

۷۔ شرح ابن ابی الحدید، (ج ۱۰، ص ۷، ۶۔ خطبہ ۱۷۵)۔ ۸۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۲۶۸۔ (نمبر ۶۷۱۲)۔

۹۔ مسند ابی یعلی، (ج ۴، ص ۴۴، حدیث ۲۰۵۱)۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۶۵۔ (ج ۲۵، ص ۲۵۔ نمبر ۲۹۷۸)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۱، ص ۱۸۴)۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۹۷۔ (ج ۳، ص ۱۰۴، حدیث ۴۵۳۶)۔

سیوطی (۱) نے موضوع کہا ہے۔ دوسرے محدثین نے بھی راویوں کو منکر الحدیث، نا قابل اعتبار و ضعیف بتایا ہے: طلحہ بن زید (۲) عبیدہ بن حسان (۳)۔

عثمان کو رسول خداؐ کا کفو بتانے والے کم سے کم دونوں کے خاندان کا جائزہ لیتے، پھر اخلاق و سیرت پر نظر ڈالتے۔ یہ روایت اصل میں رسولؐ کے فرمان: ''یاعلی انت ولی فی الدنیا و الآخرہ'' کے مقابل میں گڑھی گئی ہے، جسے عظیم محدثین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ علامہ امینیؒ نے بیس محدثین کے اسماء اور کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ (۴)

۱۲۔ بزار (۵) نے خارجہ بن مصعب سے عبید حمیری کی روایت لکھی ہے کہ میں محاصرے میں عثمان کے ساتھ تھا۔ عثمان نے لوگوں سے پوچھا: کیا یہاں طلحہ ہیں؟ طلحہ نے جواب دیا تو عثمان نے کہا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں ہم لوگ رسولؐ کے ساتھ تھے تو آپؐ نے فرمایا: ہر شخص اپنے رفیق کا ہاتھ تھام لے، سب نے اپنے رفیق کا ہاتھ تھاما اور پیغمبرؐ نے میرا ہاتھ تھام کر فرمایا: "ھذا جلیسی فی الدنیا وولی فی الآخرہ" یہ دنیا میں میرا رفیق اور آخرت میں میرا ولی ہے۔ طلحہ نے کہا: خدا گواہ ہے! ،ہاں۔

۱۔ اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۳۱۷۔

۲۔ التاریخ الکبیر، (ج۴، ص۳۵۱، نمبر۳۱۰۵)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص۱۳۳۔ نمبر۳۳۲)۔ کتاب المجروحین، (ج۱، ص۳۸۳)۔ الضعفاء والمتروکون، (ص۲۲۵۔ نمبر۳۰۴)۔ تھذیب التھذیب، ج۴، ص۱۶، (ج۵، ص۱۵)۔

۳۔ الجرح و التعدیل، (ج۶، ص۹۲، نمبر۴۷۵)۔ کتاب المجروحین، (ج۲، ص۱۸۹)۔ لسان المیزان، ج۴، ص۱۲۵۔ (ج۴، ص۱۴۵۔ نمبر۵۴۸۵)۔

۴۔ مسند احمد، ج۱، ص۳۳۱۔ (ج۱، ص۵۴۴۔ حدیث ۳۰۵۲)۔ خصائص نسائی، ص۷، (ص۴۵۔ حدیث ۲۳)۔ المعجم الکبیر، (ج۱۲، ص۷۷، حدیث۱۲۵۹۲)۔ المستدرک علی الصحیحین، (ج۳، ص۱۳۲۔ ج۳، ص۱۴۵۔ حدیث ۴۶۵۵)۔ مناقب خوارزمی ص۷۵۔ (ص۱۲۵۔ حدیث، ۱۴۰)۔ حالات حضرت علیؑ از تاریخ ابن عساکر، (نمبر۲۵۱۔ ۲۴۹)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۱۷۔ ص۳۲۹)۔ کفایۃ الطالب، ص۱۱۵۔ (ص۲۴۲۔ باب۶۲)۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۲۰۳۔ (ج۳، ص۱۵۳)۔ ذخائر العقبی ص۸۷۔ فرائد السمطین، (ج۱، ص۳۲۷۔ حدیث، ۲۵۵۔ باب ۵۹)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۳۳۷۔ (ج۷، ص۳۷۴۔ حوادث ۴۰ھ)۔

۵۔ البحر الزخار، (ج۳، ص۱۷۱، حدیث ۹۵۹)۔

ابن حجر (۱) نے اس روایت کو بغیر کسی تبصرے کے نقل کیا ہے لیکن تہذیب میں خارجہ کے متعلق محدثین کا قول نقل کیا ہے کہ کذاب، ضعیف، مہمل و متروک الحدیث ہے۔ (۲)

اگر طلحہ نے اس مہمل حدیث کو سنا ہوتا تو قتل و دفن عثمان میں اس قدر شدید مخالفت نہ کرتے۔ وہ تو عادل صحابی اور عشرہ مبشرہ کی فرد تھے۔

۱۳۔ ابن ماجہ (۳) نے محمد بن عثمان اموی اور ابن ابی لزناد کی سند سے ابو ہریرہ کی روایت لکھی ہے کہ رسول خداؐ نے عثمان سے باب مسجد کے پاس ملاقات کر کے فرمایا: میرے پاس جبریل نے آ کر خبر دی ہے کہ خدا نے تمہارا عقد کلثوم سے رقیہ کے برابر مہر پر کر دیا۔ (۴)

اس روایت میں محمد (۵) بن عثمان اور عبدالرحمٰن ابن الزناد (۶) خطا کار، منکر الحدیث، غیر موثق، ضعیف اور مضطرب الحدیث ہیں۔

۱۴۔ ابن عدی (۷) نے انس سے حدیث مرفوع نقل کی ہے: خدائی تلوار ابھی نیام میں ہے، جب عثمان قتل ہو جائیں گے تو پھر قیامت تک نیام میں نہ جائے گی۔

۱۔ فتح الباری، ج ۵، ص ۳۱۵۔ (ج ۵، ص ۴۰۸)۔

۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۳، ص ۷۸ (ج ۳/ ص/ ۶۷) معرفۃ الرجال (ج ۱/ ص ۶۸، نمبر ۱۴۳) التاریخ، (ج ۳/ ص/ ۲۵۳، نمبر ۱۱۸۸) کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۹۷، نمبر ۱۸۲)۔ طبقات بن سعد (ج ۷/ ص/ ۳۷۱)۔ الضعفاء والمتروکون (ص ۲۰۱، نمبر ۲۰۴) کتاب المجروحین (ج ۱/ ص/ ۲۸۸)۔ الضعفاء الکبیر (ج ۲/ ص ۲۵، نمبر ۴۴۶) اللآلی المصنوعہ، ج ۱/ ص ۳۱۷)۔

۳۔ سنن ابن ماجہ ج ۱، ص ۵۳۔ (ج ۱/ ص/ ۴۰ حدیث ۱۱۰)۔

۴۔ تاریخ ابن عساکر، (ج ۳۹، ص ۴۰، نمبر ۴۶۱۹)۔ ۳۹۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۶، ص ۱۲۰)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۲۱۱۔ (ج ۷، ص ۲۳۸۔ حوادث ۳۵ھ)۔

۵۔ الثقات، (ج ۹، ص ۹۴)۔ تھذیب التھذیب، ج ۹، ص ۳۳۶۔ (ج ۹، ص ۲۹۹،)۔

۶۔ التاریخ، (ج ۳، ص ۲۵۸۔ نمبر ۱۲۱۱)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص ۱۶۰۔ نمبر ۳۸۷)۔ طبقات ابن سعد، (ج ۵، ص ۴۱۶)۔ تھذیب التھذیب، ج ۶، ص ۱۷۱۔ (ج ۶، ص ۱۵۵)۔

۷۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۵، ص ۱۴۸۔ نمبر ۱۳۱۲)۔

سیوطی اس حدیث کو موضوع کہہ کے لکھتے ہیں کہ یہ آفت عمرو بن فائد کی لائی ہوئی ہے۔(۱) نیز سلسلۂ سند میں موسیٰ بن سیار(۲) اور محمد بن داؤد(۳) ہیں، جن کی تضعیف ہوئی ہے۔

لیکن تعجب کی بات ہے کہ اس راوی کی مہمل احادیث تاریخ الخلفاء میں نقل کرتے ذرا شرم نہ آئی سیوطی، قرمانی(۴) اور زینی، دحلان(۵) جیسے فضائل کے غلو میں بڑے بڑے تماشے دکھاتے ہیں۔

۱۵۔ مستدرک حاکم(۶) میں ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول خداؐ نے عثمان سے فرمایا: ''تم قتل کئے جاؤ گے اور سورۂ بقرہ کی آیت 'فسیکفیکما اللہ' پڑھ رہے ہوگے، تمہارا خون اس آیت پر بہے گا۔ تم قیامت میں اس طرح مبعوث ہوگے کہ مشرق و مغرب والے تم پر رشک کریں گے۔ تم بے شمار لوگوں کی شفاعت کروگے۔

حاکم تو خاموش رہے لیکن ذہبی نے تلخیص میں اس حدیث کو جھوٹی کہا ہے۔ اس میں احمد بن محمد جعفی متہم ہے۔(۷)

تعجب ہے کہ کسی صحابی نے یہ حدیث نہیں سنی، صرف ابن عباس کے کان میں پڑی جو کمسن تھے۔(۸)

۱۔ اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۳۱۶۔ نیز ملاحظہ کیجئے۔ لسان المیزان، ج۴، ص۳۷۲۔ (ج۴، ص۴۲۹، نمبر ۶۳۰۷)۔ الضعفاء والمتروکون، (ص۳۰۷، نمبر ۳۹۹)۔ الضعفاء الکبیر، (ج۳، ص۲۹۰۔ نمبر ۱۲۹۲)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۵، ص۱۸۴۔ نمبر ۱۳۱۲)۔ میزان الاعتدال، (ج۳، ص۲۸۳۔ نمبر ۶۴۲۱)۔

۲۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۲۱۱۔ (ج۴، ص۲۰۶۔ نمبر ۸۸۷۴)۔ لسان المیزان، ج۶، ص۱۲۰۔ (ج۶، ص۱۴۰، نمبر ۸۶۵۲)۔ الجرح والتعدیل، (ج۸، ص۱۳۶، نمبر ۶۵۹)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۶، ص۳۴۵، نمبر ۱۸۲۵)۔

۳۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۵۴۔ (ج۳، ص۵۴۰۔ نمبر ۷۴۹۹)۔ لسان المیزان، ج۵، ص۱۶۱۔ (ج۵، ص۱۸۲۔ نمبر ۷۳۳۰)۔

۴۔ اخبار الدول، مطبوع برحاشیہ تاریخ کامل، ج۱، ص۲۱۴۔ (ج۱، ص۳۰۱)۔

۵۔ الفتوحات الاسلامیہ، ج۲، ص۴۹۸، (ج۲، ص۳۲۸)۔

۶۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۰۳، (ج۳، ص۱۱۰۔ حدیث ۴۵۵۵)۔

۷۔ الضعفاء الکبیر، (ج۳، ص۴۴۴۔ نمبر ۱۴۹۲)۔ میزان الاعتدال، (ج۳، ص۳۵۰۔ نمبر ۳۷۱۶)۔ لسان المیزان، ج۴، ص۴۳۸۔، (ج۴، ص۵۱۲۔ نمبر ۶۵۴۶)۔

۸۔ مسند احمد، ج۱، ص۲۵۳، (ج۱، ص۴۱۹، حدیث ۲۲۸۳)۔ استیعاب، ج۱، ص۳۷۲۔ (القسم الثالث، ص۹۳۳۔ نمبر ۱۵۸۸)۔

مزید یہ کہ ابن عباس امیر الحاج بن کے گئے اور عائشہ نے کہا: دیکھو یہاں عثمان کی حمایت میں تقریر نہ کرنا۔ اس وقت بھی ابن عباس نے یہ حدیث یاد نہیں دلائی، بالفرض اگر عثمان کو حق شفاعت مل گیا تو پھر شجرۂ ملعونہ کی ایک بھی فرد جہنم میں نہ جائے گی۔ خود عثمان کا قول ہے۔

۱۶۔ مستدرک حاکم (۱) میں ہے عبداللہ عدل، یحییٰ ابن ابی طالب، بشار، حاطبی عبدالرحمٰن بن محمد اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں: جنگ جمل کے موقع پر ہم لوگ مقتولین کو دیکھنے نکلے، حضرت علیؑ امام حسنؑ، عمار یاسر اور محمد بن ابی بکر و زید بن صوحان بھی ساتھ تھے۔

امام حسنؑ کی نظر محمد بن طلحہ کی لاش پر پڑی اور ﴿ انا للہ و انا الیہ راجعون ﴾ پڑھا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا: بیٹا کون ہے؟ کہا: قریش کا جوان۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: ہاں واقعی نیک لڑکا تھا اور پھر غمگین انداز میں سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ امام حسنؑ نے فرمایا: بابا جان! میں آپ کو اس جنگی سفر سے منع کر رہا تھا لیکن ان دونوں نے آپ کا ارادہ بدل دیا۔ علیؑ نے کہا: بیٹا! تم نے ٹھیک، کہا کاش، آج سے بیس سال پہلے میری موت ہوگئی ہوتی۔ محمد بن حاطب نے عرض کی: میں مدینہ جا رہا ہوں، وہاں لوگ مجھ سے عثمان کے بارے میں سوال کریں گے تو میں کیا جواب دوں گا؟ عمار یاسر و محمد بن ابی بکر بیچ میں بولنا چاہتے تھے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: اے عمار و محمد! تم چپ رہو۔ پھر فرمایا: کہنا کہ عثمان نے کچھ قومی سرمایہ اپنی ملکیت بنالیا تھا لیکن کچھ اچھے کام بھی کیے۔ انھیں بڑا برا بدلہ ملا۔ بہت جلد ہم لوگ خدا کی عدالت میں پیش ہوں گے۔ پھر فرمایا: اے ابن حاطب! وہاں لوگ تم سے عثمان کے متعلق پوچھیں تو کہنا کہ وہ اس آیت کا مصداق تھے **﴿والذین آمنوا و عملو الصالحات ثم اتقوا و آمنو ثم اتقوا و احسنوا و اللہ یحب المحسنین و علی اللہ فلیتو کل المومنین﴾**

حاکم نے اس جھوٹی روایت پر خاموشی اختیار کر لی۔ لیکن ذھبی نے کہا کہ اس میں بشار ابن موسی واہیات ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۰۴۔ (ج ۳، ص ۱۱۱، حدیث ۴۵۵۷)۔

اس میں عبداللہ(۱)، یحییٰ(۲)، بشار(۳) اور عبدالرحمٰن(۴) سبھی جھوٹے اور منکر الحدیث ہیں۔ ان دجالوں نے حضرت علیؑ کو کس قدر مضطرب خیال کا شخص بنا کر پیش کیا ہے۔(۵) آخر وہ کس جنگ میں اضطراب کا شکار ہوئے کہ جنگ جمل میں مضطرب ہوتے۔ رسولؐ نے علیؑ کی حمایت کے لیے تاکید بھی فرمائی، خود عائشہ کو گھر سے نکلنے اور جاہلی تبرج سے منع کیا تھا۔(۶) پھر محمد بن طلحہ تو حضرت علیؑ کے خلاف تلوار سے جنگ کر رہا تھا، اس کے قتل پر افسوس کیوں؟ جس آیت کو حضرت علیؑ نے عثمان کے لیے پیش کیا، عثمان کی پوری زندگی دیکھی جائے اور عثمان کے متعلق حضرت علیؑ کی آراء کا تجزیہ کیجئے تو جھوٹ واضح ہو جائے گا۔

۱۷۔ ابن ابی الدینا نے عبداللہ بن سلام کی روایت نقل کی ہے کہ ایام محاصرہ میں عثمان کو سلام کرنے گیا، انھوں نے فرمایا: خوش آمدید میرے بھائی، میں نے آج رسول خداؐ کو خواب میں دیکھا، فرمایا: عثمان! تمہارا محاصرہ کیا گیا ہے اور تم پر پانی بند کر دیا گیا ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ فرمایا: اگر چاہو تو تمہاری مدد کی جائے اور چاہو تو میرے ساتھ آکر افطار کرو۔ میں نے افطار کو ترجیح دی۔ اسی دن انھیں قتل کر دیا گیا۔(۷)

۱۔ تاریخ بغداد، ج۹، ص۴۱۴۔

۲۔ لسان المیزان، ج۶، ص۲۶۲۔ (ج۶، ص۳۲۲۔ نمبر۹۱۵۹)۔

۳۔ معرفۃ الرجال، (ج۱، ص۶۵، نمبر۱۲۳)۔ التاریخ الکبیر، (ج۲، ص۱۳۰۔ نمبر۱۹۳۵)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص۶۳، نمبر۸۲)۔ تاریخ بغداد، (ج۷، ص۱۱۹۔ نمبر۳۵۶۰)۔ تھذیب التھذیب، ج۱، ص۱۴۴۔ (ج۱، ص۳۸۶)۔

۴۔ الجرح والتعدیل، (ج۵، ص۲۶۴۔ نمبر۱۲۴۹)۔ میزان الاعتدال، (ج۲، ص۵۷۸۔ نمبر۴۹۱۷)۔

۵۔ تاریخ بغداد، (ج۱۳، ص۱۸۷، نمبر۷۱۶۵)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۳۰۶، (حوادث ۳۷ھ)۔ مجمع الزوائد، ج۷، ص۲۳۸۔ (ج۹، ص۱۳۴)۔ تاریخ ابن عساکر، (ج۱۲، ص۳۷۰) کنز العمال، (ج۱۱، ص۶۱۳۔ حدیث ۳۲۹۷۰)۔ شرح المواھب، ج۳، ص۳۱۷، (المعجم الکبیر، ج۱، ص۳۲۱، حدیث ۹۵۵)۔

۶۔ العقد الفرید، ج۲، ص۲۸۳۔ (ج۴، ص۱۳۵)۔

۷۔ انساب بلاذری، ج۵، ص۸۲۔ (ج۶، ص۲۰۱)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۱۸۲، (ج۷، ص۲۰۴، حوادث ۳۵ھ)۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۲۷۔ (ج۳، ص۶۰)۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: یہ آفت وسفسطہ فرج بن فضالہ کی لائی ہوئی ہے، جس کو احمد، ابن معین، ابن مدینی، بخاری، مسلم، نسائی، ابوحاتم، ابواحمد اور دارقطنی جیسے محدثین نے ضعیف، منکر اور معتبر لوگوں کے نام سے حدیثیں گڑھنے والا بتایا ہے۔ کسی نے کذاب اور کسی نے دجال کہہ کے اس کی نشاندھی کی ہے۔(۱)

اکثر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ عثمان روزے سے تھے(۲) جب کہ ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرہ کے نزدیک ایام تشریق میں روزہ رکھنا حرام ہے۔(۳) اس سلسلے میں لچر تاویلیں بھی کی گئی ہیں۔(۴)

۱۸۔ حاکم وابن عساکر نے قیس بن عباد بصری کا بیان نقل کیا ہے کہ میں جنگ جمل میں حاضر تھا، حضرت علیؑ نے فرمایا: خدایا! میں خون عثمان سے بری ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ قتل عثمان کے موقع پر میری عقل خبط ہوگئی تھی۔ لوگوں نے میری بیعت کرنی چاہی تو میں نے کہا: واللہ! مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں اس قوم سے بیعت لوں جس نے عثمان جیسے شرمیلے انسان کو قتل کیا ہے۔ عثمان کی لاش ابھی پڑی ہے۔ جب وہ دفن ہوگئے تو لوگ آئے اور بیعت کی۔ لوگوں نے پوچھا: امیرالمومنین! اب اطمینان ہوا؟ میں نے کہا: خدایا! مجھ سے عثمان کے لیے ایسا کام لے کہ تو راضی ہوجائے۔(۵)

۱۔ تاریخ بغداد، (ج۱۲،ص۳۹۵)۔ التاریخ الکبیر، (مجلد،۷،ص۱۳۴۔ نمبر۶۰۹)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص۱۹۸،نمبر ۵۱۵)۔ الجرح والتعدیل، (ج۷،ص۸۵،نمبر۴۸۳)۔ کتاب المجروحین، (ج۲،ص۲۰۶)۔ تھذیب التھذیب ج۸،ص۲۶۲ ۔۲۶۰۔ (ج۸،ص۲۳۶۔۲۳۴)۔ تھذیب الکمال، (ج۲۳۔ص۱۵۶۔ نمبر۴۷۱۴)۔

۲۔ انساب بلاذری، (ج۵،ص۸۶)۔ کامل مبرد ج۲،ص۲۴۱۔ (ج۲،ص۴۶)۔ استیعاب، ج۲،ص۴۷۷۔ (القسم الثالث، ص۱۰۴۴۔ نمبر۱۷۷۸)۔ صفۃ الصفوۃ، ج۱،ص۱۱۷۔ (ج۱،ص۳۰۴۔ نمبر۴)۔ الصواعق المحرقۃ، (ص۶۶۔ ص۱۱۱)۔ تھذیب التھذیب، ج۷،ص۱۴۱۔ (ج۷،ص۱۲۸)۔ تاریخ الخلفاء، ص۱۰۹۔ (ص۱۵۱)۔ تاریخ الخمیس، (ج۲،ص۲۵۸۔۲۶۴)۔

۳۔ المحلی ابن حزم، (ج۷،ص۲۸)۔ نیل الاوطار، ج۳،ص۳۵۳۔ (ج۴،ص۲۹۴)۔ شذرات الذھب، ج۱،ص۴۱۔ (ج۱،ص۲۰۳۔ حوادث ۳۵ھ)۔

۴۔ احسن القصص، (ج۳،ص۱۶۴)۔ البدایۃ والنھایۃ، (ج۷،ص۱۸۲)۔

۵۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳،ص۱۰۳۔ (ج۳،ص۱۱۱۔ حدیث ۴۵۵۶)۔ تاریخ ابن عساکر، (ج۳۹،ص۴۵۰۔ نمبر ۴۶۱۹)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۱۶،ص۲۵۲)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۷،ص۱۹۳۔ (ج۷،ص۲۱۶۔ حوادث ۳۵ھ)۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ روایت محمد بن یونس کدیمی جیسے کذاب اور وضاع کی آفت ہے۔(۱)

۱۹۔طبقات بن سعد (۲) میں محمد بن عمر، عمرو بن عبداللہ، محمد بن عبداللہ وابن لبیبہ کی روایت ہے کہ محاصرہ کے درمیان عثمان نے حجرے کے جنگلے سے سر نکال کر پوچھا: تم میں طلحہ ہیں؟ وہ سامنے آئے تو کہا: تمھیں خدا کی قسم ہے، بتاؤ کیا جانتے ہو کہ جب رسول خداؐ نے مواخاۃ قائم کی درمیان مہاجرین و انصار تو مجھے خود اپنا بھائی بنایا۔ طلحہ نے کہا: خدا گواہ ہے ہاں۔ طلحہ سے لوگوں نے اس بارے میں پوچھا تو کہا: کہ مجھے قسم دے کر پوچھا تو میں نے گواہی دے دی۔

اس روایت کے رجال سند عمرو تدلیس کرتا تھا۔ محمد بن عبداللہ اموی (۳) کے متعلق بخاری کہتے ہیں عجیب حدیثیں بیان کرتا ہے۔ ابن لبیبہ کو محدثین ضعیف اور بے وقعت کہتے ہیں۔(۴)

اس مضحکہ خیز حدیث کو گڑھنے والا شاید جانتا ہی نہیں تھا کہ تمام محدثین متفق ہیں کہ مواخاہ میں رسول خداؐ نے علیؑ کو اپنا بھائی بنایا تھا اور یہ بات قرآن کی آیۂ تطہیر (۵) اور آیۂ ولایت (۶) سے میل کھاتی ہے۔ وہ صنونیؑ (۷) تھے، ایک شجرہ تھا، رسولؐ نے فرمایا تھا: کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے

۱۔الضعفاء والمتروکون، (ص ۳۵۱۔ نمبر ۴۸۶)۔ کتاب المجروحین، (ج ۲، ص ۳۱۲)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۶، ص ۲۹۲، نمبر ۱۷۸۰)۔ تھذیب التھذیب، ج ۹، ص ۵۳۹، (ج ۹، ص ۴۷۵)۔ اللآلی المصنوعۃ، (ج ۳، ص ۲۶۴۔ ۳۰۲)۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۱۰۔ (ص ۱۵۲)۔

۲۔طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۴۷، (ج ۳، ص ۶۸)۔

۳۔التاریخ الکبیر، (مجلد ۱، ص ۱۳۹، نمبر ۴۱۷)۔ تھذیب التھذیب، ج ۹، ص ۲۶۸۔ (ج ۹، ص ۲۳۹)۔

۴۔التاریخ، (ج ۳، ص ۱۸۹، نمبر ۸۴۵)۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۸۹۔ (ج ۳، ص ۶۱۸، نمبر ۷۸۲۹)۔ تھذیب التھذیب، ج ۹، ص ۳۰۱، (ج ۹، ص ۲۶۸)۔

۵۔سنن ترمذی، ج ۲، ص ۲۱۳۔ (ج ۵، ص ۵۹۵۔ حدیث ۳۷۲۰)۔ مصابیح السنۃ، (ج ۴، ص ۱۷۳، حدیث ۴۷۶۹)۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۴، (ج ۳، ص ۱۶، حدیث ۴۲۸۹)۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۶۰، (القسم الثالث، ص ۱۰۹۸۔ نمبر ۱۸۵۵)۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۶۷، (ج ۳، ص ۱۱۱)۔ کفایۃ الطالب، ص ۸۲۔ ۸۳۔ (ص ۱۹۴، باب ۴۷)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۳، ص ۲۲۶، (ج ۳، ص ۲۷۷، حوادث ۱ھ)۔

۶۔ذخائر العقبیٰ، ص ۱۰۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۷۱۔ درالمنثور، (ج ۳، ص ۱۰۵)، تفسیر طبری، (ج ۶، ص ۱۸۶، مجلد ۴، ج ۶، ص ۲۸۸)، احکام القرآن جصاص، ج ۲، ص ۵۴۲۔ (ج ۲، ص ۴۴۶)۔ تفسیر قرطبی، (ج ۶، ص ۱۴۳)، معالم التنزیل، مطبوع بر حاشیہ خازن، ج ۲، ص ۵۵۔ (ج ۶، ص ۱۴۳)۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۲۲۷۔ (ج ۳، ص ۱۸۲)۔

۷۔ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۶۴، (ج ۳، ص ۱۰۷)۔

ہوں۔(۱) اس کے مقابل دجالوں نے گڑھ لیا ہے کہ ابوبکر رسولؐ کے (۲) بھائی اور عثمان رسولؐ کے بھائی تھے۔(۳) کسی نے کہا کہ رسولؐ نے علیؑ و عثمان کے درمیان برادری قائم کی تھی۔(۴) حالانکہ سیرت نگار جانتے ہیں کہ ابوبکر و عمر اور عثمان کو عبدالرحمٰن بن عوف کا مکہ میں بھائی بنایا تھا۔(۵) اور مدینے کے مواخاۃ میں عثمان اور اوس بن ثابت کے درمیان برادری قائم کی تھی۔(۶) اگر عثمان وطلحہ عشرہ مبشرہ کی فرد اور عادل صحابی ہوتے تو یہ جھوٹا ڈرامہ ہرگز نہ ہوتا۔ سب سے پہلے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی ہونے کا انکار عمر بن خطاب نے کیا تھا۔ جب علیؑ کو بیعت کے لیے کشاں کشاں لایا گیا، علیؑ نے فرمایا: اگر بیعت نہ کروں تو کیا کرو گے؟ کہا: قتل کر دوں گا۔ علیؑ نے فرمایا: میں بندۂ خدا اور برادر رسولؐ ہوں۔ عمر نے کہا: تمہیں بندہ خدا تو مانتا ہوں لیکن برادر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں مانتا۔(۷)

۲۰۔ ابن عدی نے بطریق مصعب، عیسی، وائل، بہی اور وہ زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی قریش کو آج کے بعد شکنجہ دے کر قتل نہ کیا جائے سوائے قاتل عثمان کے۔(۸)

۱۔ صحیح بخاری کتاب المناقب، ج۵، ص۲۱۹۔ (ج۳، ص۱۳۵۷، باب ۹)۔ مسند احمد، ج۵، ص۲۰۴، ۳۵۶۔ (ج۶، ص۲۶۵، حدیث ۲۱۲۷۰، ص۴۸۹، حدیث ۲۲۵۰۳)۔ سنن ترمذی باب المناقب، ج۲، ص۲۱۳، (ج۵، ص۵۹۳، حدیث ۳۷۱۶)۔ تاریخ بغداد، (ج۴، ص۱۴۰، نمبر ۱۸۲۲)۔

۲۔ الفصل، (ج۴، ص۱۴۷)۔

۳۔ ریاض النضرۃ، ج۱، ص۱۷، (ج۱، ص۴۳)۔

۴۔ تاریخ ابن عساکر، ج۶، ص۹۰، (ج۳۰، ص۹۴، نمبر ۳۳۹۸)، مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۱۳، ص۵۷)۔ اسد الغابۃ، ج۲، ص۲۲۱۔ (ج۲، ص۲۷۷، نمبر ۱۸۲۲)۔ عیون الاثر، ج۱، ص۱۹۹۔ (ج۱، ص۲۶۴)۔ ریاض النضرۃ، ج۱، ص۱۵۔۱۷۔ (ج۱، ص۲۳۔۲۴)۔ فتح الباری، ج۷، ص۲۱۷۔ (ج۷، ص۲۷۱)۔

۵۔ تاریخ ابن عساکر، ج۶، ص۹۰، (ج۳۵، ص۲۵۴، نمبر ۳۹۱۱)۔ ریاض النضرۃ، ج۱، ص۱۵۔۱۷۔ (ج۱، ص۲۳۔۲۴۔)۔ فتح الباری، ج۷، ص۱۲۸۔ (ج۷، ص۲۷۱)۔

۶۔ سیرۂ ابن ہشام، ج۵، ص۱۲۵۔ (ج۲، ص۱۵۱)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۳، ص۲۲۷۔ (ج۳، ص۲۷۸، حوادث ۱ھ)۔ عیون الاثر، ج۱، ص۲۰۱۔ (ج۱، ص۲۶۶)۔ ریاض النضرۃ، ج۱، ص۱۶۔ (ج۱، ص۲۳)۔

۷۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۳، (ج۱، ص۲۰)۔ کیف کانت بیعة علی ابن ابی طالب۔

۸۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۶، ص۳۶۵۔ نمبر ۱۸۴۶)۔

اگر کسی کو قتل کرنا ہی ہے تو یوں ذبح کرو جیسے بکری ذبح کرتے ہو۔ اس روایت میں مصعب (۱) منکر الحدیث ہے، دوسرے محدثین نے اسے مدلس اور واہی کہا ہے اور عیسیٰ اور بھی مجہول اور مضطرب الحدیث ہیں۔

۲۱۔ حلیہ ابونعیم (۲) میں ہے کہ ابوموسیٰ اشعری نے بیان کیا کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مرزعہ میں تھا، اتنے میں ایک شخص نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھول دو، اس پر جو مصیبت آنے والی ہے اس سلسلہ میں جنت کی بشارت دے دو۔ ناگاہ میں نے دیکھا تو وہ عثمان تھے۔ میں نے بشارت رسولؐ کی خبر دی تو کہا: خدا مددگار ہے۔

ابونعیم نے اس جعلی روایت کو لکھ تو دیا لیکن حامد بن آدم پر نظر نہ کی۔ جو ہر جھوٹ اور جعل کو مہارت سے پیش کرتا ہے۔ (۳) ابن معین کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد سے کہا: میرے پاس حامد بن آدم کی حدیث ہے تو انھوں نے فرمایا: وہ پکا جھوٹا ہے خدا اس پر لعنت کرے۔ (۴) پھر یہ کہ اگر عثمان مژدہ بہشت سے سرفراز تھے تو کے میں دفن ہونے سے ملحد ہونے کا خطرہ ظاہر نہ کرتے۔

۲۲۔ ایک مضحکہ خیز روایت خطیب (۵) بغدادی نے جابر سے نقل کی ہے کہ جب بھی رسول خداؐ منبر پر جاتے تو فرماتے تھے: عثمان کا ٹھکانا جنت ہے۔

ذھبی (۶) کہتے کہ یہ روایت نادرست ہے، حیرت ہے کہ خطیب بغدادی ایسی لچر روایت نقل کر کے کوئی تبصرہ نہیں کرتے۔ یہ لوگ جیسے دین و دل دے بیٹھے ہیں، اس کی طرف سے پاگل ہو گئے

۱۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۱۷۲، (ج۴، ص۱۱۹، نمبر۸۵۶۱)۔ کتاب الثقات، (ج۹، ص۱۷۵)۔ لسان المیزان، ج۶، ص۴۳۔ (ج۶، ص۵۱، نمبر۸۴۰۴)۔

۲۔ حلیۃ الاولیاء، (ج۱، ص۵۷)۔

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۲، ص۴۳۱، نمبر۱۶۹)۔

۴۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۰۸، (ج۱، ص۴۴۷، نمبر۱۶۷۱)۔ لسان المیزان، ج۲، ص۱۶۳۔ (ج۲، ص۲۰۶۔ نمبر۲۲۴۴)۔

۵۔ خطیب بغدادی، (ج۸، ص۱۵۷)۔

۶۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۸۱، (ج۱، ص۵۹۹، نمبر۲۲۶۸)۔ لسان المیزان، ج۲، ص۳۵۳۔ (ج۲، ص۴۲۹، نمبر۲۹۵۰)۔

ہیں۔اگر یہ روایت صحیح ہو تو ماننا پڑے گا کہ عثمان کا بہشتی ہونا اہم ترین شرعی مطلب ہے۔کیونکہ رسول خداؐ نے اصول وعقیدہ نیز اہم ترین احکام شرعی کے لیے بھی اس قدر تکرار کا التزام نہیں فرمایا۔حتی کہ نماز کے متعلق بھی جو ستون دین ہے۔کاش! ہمیں معلوم ہوسکتا کہ عثمان کا جنتی ہونا اصول دین میں ہے یا بنیاد شرعی میں کہ رسولؐ اس قدر تکرار میں مبالغہ فرمارہے ہیں۔پھر یہ کہ اگر رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکرار فرمایا تو لازم تھا کہ تمام صحابہ نے اس بات کو سنا اور یاد رکھا ہوگا،اس طرح یہ روایت متواتر ہوتی۔پھر جابر یا کسی صحابی کی طرف نسبت دینے کی بھی احتجاج نہ ہوتی،صحابائے کرام ہجوم کر کے انھیں نقل نہ کرتے۔

۲۳۔تاریخ ابن کثیر(۱) میں اسماعیل بن عبد الملک،عبداللہ بن ابی ملیکہ،عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی ہاتھ اٹھاتے اسطرح نہیں دیکھا کہ زیر بغل نمایاں ہوجائے سوائے ان موقعوں کے جب عثمان کے لیے دعا کرتے تھے۔

ابن کثیر نے دوسرے مہمل راویوں کو حذف کر دیا ہے،صرف اسماعیل بن عبد الملک کا نام لیا ہے، جس کے متعلق ابن عمار وابوداؤد کہتے ہیں کہ وہ ضعیف تھا۔دوسرے محدثین کہتے ہیں کہ وہ قوی نہیں تھا، روایتیں خلط ملط کر دیتا تھا۔(۲)

سمجھ میں نہیں آتا کہ عائشہ نے یہ روایت تکفیر عثمان سے پہلے کی تھی یا بعد میں۔ممکن ہے پہلے روایت کی ہو پھر بھول گئی ہوں،جس طرح دوسرے اقوال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھول گئیں تھیں۔مثلاً حوأب کے کتوں کی بات۔کچھ بھی ہو عدول صحابہ پر اس روایت کا کوئی اثر نہیں ہوا۔البتہ عائشہ نے رسولؐ کی وصیتیں خاص طور سے جو علیؑ کے متعلق تھیں قطعی فراموش کر دی تھیں۔علیؑ سے اس قدر نفرت تھی کہ حدیث معمر میں ہے کہ علیؑ کا ذکر خیر عائشہ کو بھلا نہیں معلوم ہوتا تھا بلکہ وہ ذکر خیر کر ہی نہیں سکتی تھیں(۳) مسند احمد(۴)

۱۔البدایۃ والنھایۃ،(ج۷،ص۲۲۸۔حوادث،۳۵ھ)۔

۲۔التاریخ،(ج۳،ص۳۰۳۔نمبر۱۴۳۷)۔کتاب الضعفاء والمتروکین،(ص۴۹،نمبر۳۵)۔الجرح والتعدیل،(ج۲،ص۱۸۶۔نمبر۶۲۹)۔کتاب المجروحین،(ج۱،ص۱۲۱)،تھذیب التھذیب،ج۱،ص۳۱۶۔(ج۱،ص۲۷۶)۔

۳۔فتح الباری،ج۲،ص۱۲۳۔(ج۲،ص۱۵۶)۔

۴۔مسند احمد،ج۶،ص۲۲۸۔(ج۷،ص۳۲۶۔حدیث۲۵۳۸۶)۔

میں حدیث صحیح ہے کہ عائشہ نے وفات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت بیت میمونہ سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکلنے کی کیفیت بیان کی کہ ایک ہاتھ فضل بن عباس کے کاندھے پر تھا اور دوسرا ایک شخص کے اوپر فضل نے ابن عباس سے یہ روایت بیان کی تو ابن عباس نے کہا کہ جانتے ہو وہ علیؑ تھے، جن کا عائشہ کو نام لینا بھی گوارہ نہیں۔ صحیح بخاری (۱) میں بھی یہ روایت ہے لیکن ابن عباس کی بات انھوں نے اڑا دی ہے۔

عائشہ کو یہ بھی بڑا اچھا معلوم ہوتا تھا کہ علیؑ کی مذمت کی جائے۔ مسند احمد میں صحیح وثقہ روایت ہے کہ ایک شخص نے عائشہ کے پاس علیؑ وعمار کے مذمت کرنی شروع کردی۔ عائشہ نے کہا: میں علیؑ کے لیے تو تمہیں کچھ نہ کہوں گی لیکن عمار کے متعلق حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ عمار دو چیزوں میں سے اسی کو اختیار کرتے ہیں جو زیادہ دین سے نزدیک تر ہو۔ ام المومنین کو علیؑ کے متعلق ایک بھی حدیث رسولؐ یاد نہیں آئی نہ آیات قرآنی۔ جب کہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ علیؑ کو عمار پر برتری حاصل ہے۔ حذیفہ کہتے تھے کہ بخدا! علیؑ کو عمار پر وہی برتری حاصل ہے جو آسمان کو زمین پر۔ (۲) وہ تو حسان کی بدگوئی پر بھی چراغ پا ہو جاتی تھیں کہ حسان نے اشعار سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کی ہے۔ (۳) لیکن کیا علیؑ نے تلوار سے حمایت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں کی ہے؟
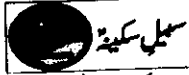
یہ عائشہ وہی ہیں کہ جیسے ہی سنا کہ بیعت علیؑ ہوگئی تو بولیں ''کاش آسمان پھٹ پڑتا''۔

عائشہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ قتل عثمان آسان تر ہے بہ نسبت ان کے گھر سے نکلنے کے۔ جاریہ بن قدامہ صحابی نے ان سے کہا تھا: ام المومنین! قتل عثمان اس سے کہیں آسان تر ہے کہ آپ گھر سے نکل پڑی ہیں، آپ نے پردہ عصمت دریدہ کیا، آپ گھر میں واپس جائیے۔ (۴)

اگر عثمان کے لیے ثبات حق اور اتباع کتاب وسنت کی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی تھی تو آخر رسولؐ

۱۔ صحیح بخاری، (ج۱، ص۲۳۷، حدیث ۶۳۴)۔

۲۔ مسند احمد، ج۶، ص۱۱۳۔ (ج۷، ص۱۶۳۔ حدیث ۲۴۲۹۹)۔

۳۔ کنز العمال، ج۷، ص۷۳، (ج۱۳، ص۵۳۲، حدیث ۳۷۳۸۵)۔

۴۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۷۶، (ج۴، ص۴۵۶۔ حوادث، ۳۶ھ)۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۹۰۔ (ج۲، ص۳۱۸۔ حوادث، ۳۶ھ)۔

کی دعا مستجاب کیوں نہ ہوئی انھوں نے اس قدر شریعت کی چھتاڑ مچائی کہ صحابائے کرام متفقہ طور سے مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور قتل کر ڈالا۔ کیا توبہ کی دعا کی تھی۔ پھر توبہ کی توفیق کیوں نہ ہوئی؟ ان احتمالات سے قطع نظر اب ذرا دعا کے مفروض پر غور کیجئے۔ یہاں دو سوال اٹھتے ہیں۔ ایک موجب دعا، دوسرے شرائط، جو اس میں انجام پذیر ہوئے۔ اول کے لیے سوچئے کہ آخر کس وجہ سے رسولؐ نے عثمان کے حق میں دعا کی؟ کیا گذشتہ عمل کے لیے یا آئندہ عمل کے لیے؟ آئندہ میں تو دیکھا کہ ان کی وجہ سے اسلام ایک عظیم مصیبت سے دو چار ہوا، گذشتہ کے لیے، اس میں بھی اچھا منظر دیکھنے کو نہیں ملتا، جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے۔ ابن عوف نے انھیں طعنہ دیا کہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے، جس کی صفائی میں ولید شرابخوار نے کہا کہ اپنی زوجہ رقیہ کی تیمارداری کی وجہ سے شرکت نہیں کی۔ (۱) جنگ احد سے فراری نظر آرہے ہیں کہ قرآن نے فراریوں کی مذمت کی۔ (۲) ام کلثوم کی شب وفات وہ پاپ کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دفن کے وقت ان کی تحقیر وتوہین کی۔ (۳) عبداللہ بن ابی سرح طرید رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پناہ دی۔ (۴) طرید رسولؐ حکم و مروان کو بلا کر داماد بنا لیا۔ انھوں نے کہیں سے کوئی پسندیدہ عمل نہیں دکھایا۔ نہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۶۸۔ ۷۵۔ (ج ۱، ص ۱۰۹۔ حدیث ۴۹۲۔ ص ۱۲۰۔ حدیث ۵۵۷)۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۹۷۔ (ج ۳، ص ۲۲) البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۲۰۶، (ج ۷، ص ۲۳۱، حوادث، ۳۵ھ)۔

۲۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۵۸، (ج ۱، ص ۱۰۹، حدیث ۴۹۲)۔ تفسیر قرطبی، ج ۴، ص ۲۴۵، (ج ۴، ص ۱۵۷)۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۴۱۹۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۹۷۔ (ج ۳، ص ۲۳)۔ تفسیر خازن، (ج ۱، ص ۳۰۷۔ ج ۱، ص ۲۹۵)۔ المعجم الکبیر، (ج ۱، ص ۸۸، حدیث ۱۳۵)۔

۳۔ صحیح بخاری باب یعذب المیت ببکاء اہلہ، ج ۲، ص ۲۲۵۔ ۲۴۴۔ (ج ۱، ص ۴۳۲۔ حدیث ۱۲۲۵۔ ص ۴۵۰، حدیث، ۱۲۷۷)۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۱۔ (ج ۸، ص ۳۸)۔ مسند احمد، ج ۳، ص ۱۲۶، ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۷۰۔ (ج ۳، ص ۵۷۹، حدیث ۱۱۸۶۶۔ ج ۴، ص ۱۰۴، حدیث ۱۲۹۷۰۔ ص ۱۰۶۔ حدیث ۱۲۹۸۵۔ ص ۱۷۵۔ حدیث ۱۳۴۳۱)۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۴، ص ۴۷، (ج ۴، ص ۵۲، حدیث ۶۸۵۳)۔ الروض الانف، ج ۲، ص ۱۰۷۔ (ج ۵، ص ۳۶۲)، تاریخ طبری، (ج ۱۱، ص ۴۹۸، حوادث ۹ھ)۔

۴۔ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۲۲۰۔ (ج ۴، ص ۱۲۸، حدیث ۴۳۵۹)۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۴۹، المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۰۰، (ج ۳، ص ۱۰۷)، استیعاب، ج ۱، ص ۳۸۱۔ (القسم الثالث، ص ۹۱۸، نمبر ۱۵۵۳)۔ تفسیر قرطبی، ج ۷، ص ۴۰، (ج ۷، ص ۲۸)۔ اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۱۷۳، (ج ۳، ص ۲۵۹، نمبر ۲۹۲۷)۔ الاصابۃ، (ج ۲، ص ۳۱۷۔ نمبر ۴۷۱۱)۔ تفسیر القدیر، ج ۲، ص ۱۳۴، (ج ۲، ص ۱۴۱)۔

میں عمل کیا کہ رسول ﷺ دعائے خیر کرتے۔ کچھ لوگ جیش العسرہ میں عثمان کے انفاق کا ڈھول پیٹتے ہیں لیکن وہ بھی لچر اور ضعیف روایات کا پلندہ ہے۔ اور کتب سیر کی تفصیل میں اختلاف بھی ہے۔ دوسروں نے بھی دل کھول کر خرچ کیا تھا پھر عثمان ہی کے لیے دعائے رسول ﷺ کیوں؟

۲۴۔ حلیہ ابو نعیم (۱) میں ہے کہ:

حبیب کاتب مالک، نافع، ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیش العسرہ کی تیاری کا حکم دیا تو عثمان نے ایک ہزار دینار آغوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اونڈیل دئے۔ آپ نے دعا کی: خدایا! عثمان کو فراموش نہ کرنا، اب آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں کوئی گناہ نہیں۔

کیا ابو نعیم جیسے حافظ سے یہ بات پوشیدہ تھی کہ حبیب کاتب مالک کو محدثین وائمہ نے پکا جھوٹا، ضعیف اور حدیثیں گڑھنے والا کہا ہے۔ (۲) احمد (۳) نے ضمرہ بن ربیعہ کے توسط سے اس کی روایت کی ہے مگر ضمرہ بن ربیعہ کی تضعیف ہوئی ہے۔ (۴)

۲۵۔ مسند احمد (۵) میں ہے کہ محمد بن ابی بکر مقدمی، محمد بن عبد اللہ انصاری، ہلال بن حق، سعید جریری، (سبھی بصری) کہ ثمامہ قشیری نے کہا کہ حصار کے دن میں عثمان گھر میں تھا۔ وہ کوٹھے سے چلائے! طلحہ و زبیر کو بلاؤ جو بغاوت پر کمربستہ ہیں۔ وہ آئے تو قسم دے کر پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ جب رسول ؐ

۱۔ حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۵۹۔

۲۔ العلل ومعرفۃ الرجال، (ج۲، ص۵۲، نمبر ۱۵۲۸)۔ الجرح والتعدیل، (ج۳، ص۱۰۰، نمبر ۴۶۶)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص۹۰، نمبر ۱۶۳)۔ کتاب المجروحین، (ج۱، ص۲۶۵)۔ میزان الاعتدال، (ج۱، ص۲۱۰، ج۱، ص۴۵۲، نمبر ۱۶۹۴)۔ تذکرۃ الموضوعات مقدسی، ص۹۰۔ (ص۶۳)، مجمع الزوائد، ج۹، ص۴۷، تھذیب التھذیب، ج۲، ص۱۸۱، (ج۲، ص۱۵۸)، اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۸، ص۲۳۰۔ (ج۱، ص۴۴۳، ج۲، ص۳۹۰)، خلاصۃ الکمال، ص۶۰، (ج۱، ص۱۹۲، نمبر ۱۲۰۰)۔ اسنی المطالب، ص۲۱۶۔

۳۔ مسند احمد، (ج۶، ص۵۵، حدیث ۲۰۱۰۷)۔

۴۔ سنن ترمذی، (ج۵، ص۵۸۵، حدیث ۳۷۰۱)، تھذیب التھذیب، (ج۴، ص۴۶۱، ج۴، ص۴۰۴۔ ۴۰۳)۔

۵۔ مسند احمد، ج۱، ص۴۷، (ج۱، ص۱۲۰، حدیث ۵۵۶)۔

مدینے آئے تو مسجد کے لیے فرمایا کہ کون اپنے مال خاص سے خرید کر دے گا اور جنت میں گھر بنائے گا۔ میں نے خرید کر اسے مسلمانوں کو وقف کیا۔ کیا اب تم وہاں مجھے دو رکعت نماز بھی ادا کرنے کی اجازت نہ دو گے؟ رسول ﷺ مدینہ آئے تو صرف چاہ ''رومہ'' ہی تھا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو اپنے مال خاص سے یہ کنواں خرید کر مسلمانوں کو وقف کرے اور صلے میں جنت پائے؟۔ میں نے اسے خریدا، کیا وہاں سے بھی پانی پینے نہ دو گے؟ پھر کہا: میں نے جیش العسرہ کا انتظام کیا تھا۔ دونوں نے کہا: خدا گواہ ہے ہاں۔

اس روایت کو انساب بلاذری (۱) اور سنن بیہقی (۲) میں بھی اختلاف الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

سند روایت میں محمد بن عبداللہ انصاری کو عقیلی وغیرہ منکر الحدیث اور ابن طاہر کذاب کہتے ہیں۔ (۳) سعید اگر چہ ثقہ ہیں لیکن اختلاط حواس کا شکار ہو گئے تھے۔ (۴) یحیٰ کو نسائی و ابن معین وغیرہ مہمل سمجھتے ہیں۔ (۵)

اگر غور کیجئے تو اس سے عثمانیوں کو شرمندگی ہی ہوگی۔ دونوں عشرہ مبشرہ کی فرد کو قسم دی گئی۔ لیکن مخالفت سے باز نہ آئے۔ کیا اس کے بعد یہ دونوں عادل رہ جاتے ہیں؟ لیکن یہ دونوں سمجھتے تھے کہ انھوں نے احکام خدا کو بدل دیا ہے، اس لیے بہر حال واجب القتل ہیں۔

۲۶۔ سیف بن عمر سے مروی ہے کہ عثمان نے علیؑ، طلحہ و زبیر کو بلا کر قسم دی اور چاہ رومہ کی تصدیق

۱۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۵۔۶۔ (ج ۶، ص ۱۰۶)۔

۲۔ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۱۶۸۔

۳۔ الضعفاء الکبیر، (ج ۴، ص ۱۰۳، نمبر ۱۶۶۰)۔ کتاب المجروحین، (ج ۲، ص ۲۶۶)، تھذیب التھذیب، (ج ۹، ص ۲۵۶، ج ۹، ص ۲۴۸)۔

۴۔ الجرح والتعدیل، (ج ۴، ص ۱، نمبر ۱)۔ التاریخ، (ج ۴، ص ۱۴۶، نمبر ۲۶۲۳)، الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۳، ص ۳۹۲۔ نمبر ۸۲۱)، الثقات، ج ۶، ص ۳۵۱، طبقات ابن سعد، (ج ۷، ص ۲۶۱)، تھذیب التھذیب، ج ۴، ص ۶۔

۵۔ الجرح والتعدیل، (ج ۹، ص ۱۳۹، نمبر ۵۸۸)۔

چاہی تو تینوں نے تصدیق کی۔(۱) لیکن محدثین نے کہا ہے کہ سیف بن عمر ضعیف، متروک، ساقط، وضاع اور منکر الحدیث ہے۔(۲)

۲۷۔ اسد بن موسی نے قتادہ بصری سے روایت کی ہے کہ عثمان نے جیش العسرہ میں ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے دئے تھے۔(۳) اول تو یہ روایت مرسل ہے، پھر اس میں اسد بن موسیٰ کو ابن حزم وغیرہ ضعیف کہتے ہیں۔(۴)

۲۸۔ ابو لیلی نے لکھا ہے کہ عثمان نے جیشالعسرہ میں سات سو طلائی اوقیہ دیا تھا۔ ابن حجر اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔(۵)

۲۹۔ ابن عدی (۶) نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان کے پاس کسی جنگ میں مدد کے لیے آدمی بھیجا تو عثمان نے دس ہزار دینار دئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ہاتھ میں لے کر اچھالنے لگے اور دعا کی: اے عثمان! خدا تمہارے گناہوں کو بخشے خواہ علانیہ کرو یا چھپا کر قیامت تک، عثمان کو اب اس کے بعد کسی عمل کی پرواہ نہ کرنا چاہیئے۔

ابن حجر (۷) اس کی سند کو ضعیف ترین قرار دیتے ہیں۔ ابن کثیر (۸) کی روایت میں محمد بن قاسم

۱۔ فتح الباری، ج۵، ص۳۱۴، (ج۵، ص۴۰۸،)۔

۲۔ کتاب المجروحین، (ج۱، ص۳۴۵)، الکامل فی ضعفاء، الرجال، (ج۳، ص۴۳۵، نمبر۸۵۱)۔ الضعفاء والمتروکون، (ص۲۴۳، نمبر۲۸۳)۔ التاریخ، (ج۳، ص۴۶۰، نمبر۲۲۶۲)۔ الجرح والتعدیل، (ج۴، ص۲۷۸، نمبر۱۱۹۸)۔ کتاب الضعفاء والمتروکون، (ص۱۲۳، نمبر۲۷۱)، میزان الاعتدال، ج۱، ص۴۳۸، (ج۲، ص۲۵۵، نمبر۳۶۳۷)۔ تھذیب التھذیب، ج۴، ص۲۹۵، (ج۴، ص۲۵۹)، اللآلی المصنوعۃ، (ج۱، ص۱۵۷، ۱۹۹، ۴۲۹)۔

۳۔ فتح الباری، ج۵، ص۳۱۵، (ج۵، ص۴۰۸)۔

۴۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۹۷، (ج۱، ص۲۰۷۔ نمبر۸۱۵)۔ تھذیب التھذیب، ج۱، ص۲۶۰، (ج۱، ص۲۲۸)۔

۵۔ فتح الباری، ج۵، ص۳۱۵، (ج۵، ص۴۰۸)۔

۶۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۱، ص۳۴۰، نمبر۱۶۹)۔

۷۔ فتح الباری، ج۵، ص۳۱۵، (ج۷، ص۴۳۔ ج۵، ص۴۰۸، ج۷، ص۵۴)۔ شرح المواھب زرقانی، (ج۳، ص۶۵)۔

۸۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۲۱۲۔

عثمانی ہے۔نسائی واحمد نے اس کی تکذیب کی ہے۔ ترمذی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ دوسرے جلیل القدر محدثین بھی مذمت کرتے ہیں۔(۱)

اس روایت سے گناہوں پر جسارت کا ذوق بڑھتا ہے۔ اگرچہ صحیح ہے کہ نیکیاں برائیوں کو ختم کردیتی ہیں لیکن حقوق الناس وگناہان کبیرہ کو ختم نہیں کرتیں۔ بعض عمل تو انسان کو کافر بنا دیتے ہیں، بھلا قیامت تک کی چھوٹ کیسے مل سکتی ہے۔ بعض صحابہ کی مغفرت کا اعلان ہوا پھر وہ مرتد ہوگئے۔

صحابہ نے عثمان کی مغفرت کا اعلان سنا لیکن انھیں قتل کرنے سے باز نہ آئے۔ ظاہر ہے کہ یہ روایت قتل عثمان کے دن تک وجود پذیر نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں پیدا ہوئی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ عثمان کے کردار کو دیکھتے ہوئے یہ روایت صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ انھوں نے اپنی زندگی میں کبھی نتائج کی پرواہ نہیں کی اور چھوٹ کے گناہ کیے۔

۳۰۔ مسند احمد (۲) میں قیس بصری کا بیان ہے کہ حج کے ارادے سے راہ میں معلوم ہوا کہ مدینے والے مسجد میں جمع ہیں۔ میں اپنے ساتھی کے ساتھ گیا تو دیکھا کہ کچھ لوگوں کو تمام عوام گھیرے ہوئے ہیں وہاں علیؑ، طلحہ، زبیر اور سعد تھے۔ اتنے میں عثمان نے آکر ان لوگوں کو قسم دے کر چاہ رومہ، تعمیر مسجد اور جیش عسرۃ کی تیاری کے فضائل کا اقرار کرایا، جب یہ لوگ اقرار کرچکے تو عثمان نے تین بار کہا: خدایا! گواہ رہنا۔(۳)

یہ بصرہ والے، عورت کے فوجی سمجھتے ہیں کہ بصرہ کے صلحاء جو عثمان کے خلاف صف آرا تھے ان گڑھے ہوئے افسانوں کے ذریعے انھیں ہم خیال بنا کے عثمان کے داغدار دامن کو دھو دیں گے۔ لیکن

۱۔ کتاب الضعفاء، والمتروکین، (ص ۲۲۱، نمبر ۵۷۲)۔ الجرح والتعدیل، (ج ۸، ص ۶۵، نمبر ۲۹۵)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۶، ص ۲۵۰، نمبر ۱۷۲۷)۔ الضعفاء والمتروکون، (ص ۳۴۸، نمبر ۴۷۸)۔ التاریخ الکبیر، (مجلد ۱، ص ۲۱۴، نمبر ۶۷۲)۔ العلل ومعرفۃ الرجال، (ج ۲، ص ۱۷۰، نمبر ۱۸۹۹)۔ کتاب المجروحین، (ج ۲، ص ۲۸۷)۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۲۲، (ج ۴، ص ۱۱، نمبر ۸۰۶۶)۔ تھذیب التھذیب، ج ۹، ص ۴۰۷، (ج ۹، ص ۳۶۱)۔

۲۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۷۰۔ (ج ۱، ص ۱۱۳، حدیث ۵۱۳)۔

۳۔ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۱۶۷۔

عجیب بات ہے کہ ان فضائل کو سن کر بھی وہ حضرات مخالفت پر آخر دم تک ڈٹے رہے، ان کی تحقیر و تذلیل کر کے قتل کیا پھر لاش کے ساتھ توہین کے بعد یہودیوں کے قبرستان میں دفن کرا دیا۔ متذکرہ فضائل اگر صحیح ہیں تو عثمان کے لیے اس وقت مفید ہوتے جب وہ قرآن و سنت کی خلاف ورزی نہ کرتے، حکومت اسلامی میں بدعتوں کا رواج نہ دیتے۔ فضائل کسی کے حقوق ذاتی نہیں ہوتے، جب تک کردار اچھا ہے فضائل اس کے ساتھ ہیں۔ اسی لیے صحابہ نے عثمان کی باتوں پر کوئی دھیان نہ دیا۔

۳۱۔ سنن بیہقی (۱) میں ابو اسحاق سبیعی سے مروی ہے کہ محاصرہ کے دنوں میں عثمان نے لوگوں سے قسم دے کر پوچھا: کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوہ حرا سے نہیں کہا تھا کہ ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی، صدیق اور شہید ہے، پھر غزوۂ عسرۃ کی تیاری، چاہ رومہ کی خرید اور دوسرے فضائل کا مناشرہ کیا۔

اس میں ابو اسحاق بیہقی جیسا کذاب اور مدلس روایت (۲) کو ضعیف بتانے کے لیے کافی ہے۔

۳۲۔ بلاذری (۳) نے مدائنی سے عباد بن راشد بصری، حسن بصری سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کون جیش العسرۃ کی شفاعت کے بدلے تیاری کرائے گا؟ عثمان آمادہ ہوئے اور ستر ہزار دینار سے فوج کی تیاری کرا دی۔

اس فوج کی تیاری حسن بصری نے وفات رسولؐ کے کئی سال بعد کرائی تھی۔ کیونکہ وہ عمر کی خلافت کے آخری دو سالوں میں پیدا ہوئے تھے۔ رسولؐ و عثمان کا مکالمہ انھوں نے ماں کے پیٹ میں سنا تھا۔ اس لیے راویوں کا نام درمیان میں نہیں لائے ہیں۔ عباد بن راشد کو ابن معین ضعیف کہتے ہیں۔ (۴)

۳۳۔ حلیہ ابو نعیم (۵) میں ہے ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ عثمان نے دو بار جنت خریدی چاہ رومہ

۱۔ سنن بیہقی، ج۶، ص۱۶۷۔

۲۔ الثقات، (ج۵، ص۱۷۷)۔ تھذیب التھذیب، ج۸، ص۶۶۔ (ج۸ ص۵۹)۔ میزان الاعتدال، (ج۲، ص۲۷۰، نمبر۶۳۹۳)۔

۳۔ انساب بلاذری، (ج۵، ص۱۰۔ ج۶، ص۱۱۲)۔

۴۔ التاریخ، (ج۴، ص۶۹ ۳۳۶۹)، التاریخ الکبیر، (مجلد ۶، ص۳۶۔ نمبر۱۶۰۸)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص۱۷۲۔ نمبر۴۳) کتاب المجروحین، (ج۲، ص۱۶۳)، تھذیب التھذیب، ج۵، ص۹۲۔ (ج۵، ص۸۰)۔

۵۔ حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۵۸۔

کے وقت اور جیش عسرۃ کی تیاری کے وقت۔ اس روایت کے دونوں راوی بکر (۱) اور عیسی (۲) ضعیف اور مہمل ہیں، بالفرض اگر انھوں نے جنت خریدی ہوتی تو مہاجرین و انصار ان کا خون نہ بہاتے۔ خود انھیں ملحد مکہ ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا۔

۳۴۔ مسند احمد (۳) اور حلیہ ابونعیم (۴) میں فاروق ابن خطابی نے عبدالرحمٰن بن خباب سلمی بصری سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیش العسرہ میں مدد کی اپیل کی تو عثمان نے ایک سو اونٹ دئے دوبارہ اپیل کی تو ایک سو اونٹ پالان کے ساتھ دئے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عثمان آج کے بعد جو کریں نامہ اعمال میں لکھا نہ جائے گا۔

یہ بصری صحابی گمنام ہیں، راویوں نے ان کی کوئی روایت نقل نہیں کی ہے صرف یہی ایک حدیث ہے۔ (۵) پھر فرقد بن ابی طلحہ گمنام ہے۔ (۶) حجاج بن نصیر کو ابن معین و نسائی ضعیف کہتے ہیں۔ دوسرے محدثین نے بھی مذمت کی ہے۔ (۷)

۱۔ الجرح والتعدیل، (ج ۳، ص ۷۰، نمبر ۳۱۸)۔ التاریخ، (ج ۴، ص ۲۰۹، نمبر ۳۹۹)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص ۶۵، نمبر ۸۹)۔ الجرح والتعدیل، (ج ۲، ص ۳۸۳، نمبر ۱۴۹۲)۔ الضعفاء الکبیر، (ج ۱، ص ۱۵۲، نمبر ۱۹۰)۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۶۰، (ج ۱، ص ۳۴۳، نمبر ۱۲۷۴)۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۴۸، (ج ۱، ص ۴۲۰)۔

۲۔ التاریخ، (ج ۳، ص ۳۴۲، نمبر ۱۶۵۷)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص ۱۷۶، نمبر ۴۴۵)۔ الضعفاء والمتروکون، (ص ۳۱۷، نمبر ۴۱۷)۔ الجرح والتعدیل، (ج ۶، ص ۲۸۸، نمبر ۱۶۰۰)۔ التاریخ، (ج ۳، ص ۳۵۵، نمبر ۱۷۲۰)۔ کتاب المجروحین، (ج ۲، ص ۱۱۹)۔ لسان المیزان، ج ۴، ص ۴۰۵۔ (ج ۴، ص ۴۶۸، نمبر ۶۴۴۵)۔

۳۔ مسند احمد، ج ۴، ص ۷۵۔ (ج ۵، ص ۲۸، حدیث ۱۶۲۵۵)۔

۴۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۵۸۔

۵۔ استیعاب، (القسم الثانی، ص ۸۳۰۔ نمبر ۱۴۰۳)۔ الاصابۃ، (ج ۲، ص ۳۹۶، نمبر ۵۱۱۰)۔

۶۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۲۶۴، (ج ۸، ص ۲۳۷)۔

۷۔ التاریخ، (ج ۴، ص ۲۰۶، نمبر ۳۹۷۵)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص ۹۲۔ نمبر ۱۷۰)۔ الثقات، (ج ۸، ص ۲۰۲)، تاریخ الثقات، (ص ۱۰۹، نمبر ۲۵۷)۔ طبقات ابن سعد، (ج ۷، ص ۳۰۵)۔ الضعفاء والمتروکون، (ص ۱۸۶، نمبر ۱۷۴)۔ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۲۰۹۔ (ج ۲، ص ۱۸۳)۔

میرے خیال میں یہ آفت سکن بن مغیرہ کی ہوگی، جو خانوادہ عثمان کا آزاد کردہ تھا، اسی نے حق نمک ادا کیا ہوگا۔ اگر چہ وہ امام جمعہ تھا اور صالح کے نام سے مشہور تھا۔

۳۵۔ حلیہ ابونعیم (۱) میں ہے کہ سمرہ کہتے ہیں: میں جیش العسرہ میں رسولؐ کے ہمراہ تھا، عثمان نے ہزار دینار دیئے تھے تو رسول خدا ﷺ نے متذکرہ دعا کی۔ (۲)

اس کی سند ناقص ہے۔ پھر عمر بن ہارون دروغساز اور سست راوی ہے۔ محدثین نے اس کی بڑی مذمت کی ہے۔ (۳) سلسلہ سند میں کثیر بن ابی کثیر بھی ہے جس کی تضعیف ہوئی ہے۔ (۴)

۳۶۔ مسعر نے عطیہ، ابوسعید سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ اول شب سے صبح تک ہاتھ اٹھا کر عثمان کے لیے دعا کرتے رہے: خدایا! میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی راضی ہوجا۔

اس روایت کو ابن جوزی نے تبصرہ میں بطور مرسل نقل کیا ہے۔ (۵) واقدی نے اسباب النزول (۶) میں بطور مرسل لکھا ہے جس کے بعد آیت اتری ﴿الذین ینفقون اموالھم﴾ (۷)

اس میں رسول ﷺ کی طرف عجیب نسبت دی گئی ہے، رسول ﷺ رات بھر عثمان کے لیے دعائے خیر کرتے رہے اور اپنے فرائض سے قطعی غافل رہے حالانکہ نماز شب اور نماز وتر رسول ﷺ پر واجب تھی (۸) جسے فراموش کردیا۔ کیا تازہ وحی آئی تھی کہ عثمان کی وجہ سے میرے احکام معطل کردو؟

۱۔ حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۵۹۔

۲۔ مسند احمد، ج۵، ص۶۳۔ (ج۶، ص۵۵، حدیث ۲۰۱۰۷)۔ قرۃ العیون المبصرۃ تلخیص التبصرۃ، ج۱، ص۱۷۹۔

۳۔ التاریخ الکبیر، (ج۶، ص۲۰۴، نمبر ۲۱۷۷)۔ التاریخ، (ج۴، ص۳۵۶۔ نمبر ۴۷۵۷)۔ الجرح والتعدیل، (ج۶، ص۱۴۱۔ نمبر ۷۶۵)۔ الضعفاء الکبیر، (ج۳، ص۱۹۴، نمبر ۱۱۲۹)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص۱۹۱، نمبر ۴۹۹)۔ الضعفاء والمتروکون، (ص۲۹۳۔ نمبر ۳۶۸)۔ تاریخ الثقات، (ص ۳۶۱، نمبر ۱۲۴۷)۔ کتاب المجروحین، (ج۲، ص۹۰)۔ تھذیب التھذیب، ج۷، ص۵۰۵۔۵۰۲۔ (ج۷، ص۴۴۱)۔

۴۔ الضعفاء الکبیر، (ج۴، ص ص۳، نمبر ۱۵۵۴)۔

۵۔ قرۃ العیون المبصرۃ تلخیص التبصرۃ، (ج۱، ص۱۷۹)۔

۶۔ اسباب النزول، (ص۶۱۔ ص۵۵)۔

۷۔ بقرہ آیت ۲۶۲۔

۸۔ الخصائص الکبریٰ سیوطی، ج۲، ص۲۲۹۔ (ج۲، ص۳۹۷)۔

خصائص کبریٰ میں سیوطی نے ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جن کے حق میں رسول ﷺ نے دعائے خیر کی، اس میں عثمان کا کہیں نام نہیں، لہٰذا رسولؐ نے عثمان کے حق میں کبھی دعا نہ کی۔ (۱)

۳۷۔ تاریخ ابن کثیر (۲) میں ہے کہ لیث بن ابی سلیم نے بیان کیا: پہلا شخص جس نے خرما و روغن سے غذا تیار کی عثمان تھے، وہ شھد میں گھول کر ام سلمہ کے گھر رسول خدا ﷺ کے لیے لے گئے۔ رسول خدا ﷺ گھر پر نہ تھے۔ واپس آ کر پوچھا تو دعا کی: خدایا! عثمان سے راضی ہو جا۔ (سیوطی نے بنقل بیہقی مسامرۃ الذوائل میں اور ابن عساکر نے لیث کے طریق سے لکھا ہے)۔ (۳)

لیث بن ابی سلیم نے یہ داستان وفات رسول ﷺ کے بعد گڑھی ہوگی کیونکہ وہ ۱۴۰ھ میں بغیر رسولؐ کی زیارت کئے دنیا سے گذر گیا۔ معلوم نہیں یہ داستان اس نے کس سے سنی۔ دوسری روایتوں کی طرح یہ بھی مرسل ہے۔ لیث کے لیے محدثین کہتے ہیں کہ سست روایت، نا قابل استدلال، مختل الحواس اور محدثین کے یہاں گمنام ہے۔ (۴)

ابن کثیر کو اس لچر روایت پر شرم کرنی چاہیئے۔ وہ آیۂ ولایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ چونکہ یہ روایت سست ہے اس لیے کسی طرح بھی درست نہیں۔ علیؑ کے بارے میں ایک آیت بھی نازل نہیں ہوئی۔ (۵) (اندھی عقیدت وتعصب پر لعنت)۔

۳۸۔ ابو ہریرہ کی روایت ہے: ہر نبی کا اس کی امت میں خلیل ہوتا ہے اور میرے خلیل عثمان ہیں۔ (۶)

۱۔ الخصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۱۷۰۔۱۶۴۔ (ج ۲، ص ۲۹۶۔۲۷۹)۔

۲۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۲۱۲، (ج ۷، ص ۲۳۸، حوادث، ۳۵ھ)۔

۳۔ مسامرۃ الاوائل، ص ۸۷، شعب الایمان بیہقی، (ج ۵، ص ۹۸، حدیث ۵۹۳۲)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۶، ص ۱۲۴)۔

۴۔ الجرح والتعدیل، (ج ۷، ص ۱۷۷، نمبر ۱۰۱۴)۔ طبقات ابن سعد، (ج ۶، ص ۳۴۹)۔ العلل ومعرفۃ الرجال، (ج ۲، ص ۳۷۹، نمبر ۲۶۹۱)۔ کتاب المجروحین، (ج ۲، ص ۲۳۱)۔ تھذیب التھذیب، ج ۸، ص ۴۶۸، (ج ۸، ص ۴۱۷)۔

۵۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۳۵۷، (ج ۷، ص ۳۹۵، حوادث ۴۰ھ)۔ الغدیر کی تیسری جلد میں حضرت علیؑ سے متعلق نازل ہونے والی آیتوں کو اہلسنت کے متکلمین ومحدثین کی معتبر کتابوں سے بڑی تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔

۶۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۳۲۱۔

اس روایت میں خلال ایک نمبر کا دجال ہے۔(۱) ملطی سب سے بڑا جھوٹا، دشمن خدا اور خبیث ہے۔(۲) تعجب ہے کہ خطیب نے یہ روایت لکھ کر سکوت اختیار کیا ہے۔ جھوٹی روایتیں نقل کرنے میں ان کا یہی انداز ہے۔ پھر یہ کہ رسول ﷺ کا خلیل کون کون ہوگا؟ ایک حدیث میں سعد بن معاذ (۳) کو خلیل کہا گیا ہے اور صحیح بخاری (۴) کی ایک حدیث میں ابوبکر کو۔

۳۹۔ ابن ابی الدینا نے فاطمہ بنت عبد الملک سے روایت نقل کی ہے کہ ایک رات عمر بن عبد العزیز نے عجیب خواب دیکھا۔ جیسے ایک وسیع و سرسبز زمین پر پہونچ گئے۔ جس کا فرش زمردی اور عمارت طلائی تھی۔ اس میں سے ایک منادی نے آواز دی: محمدؐ بن عبد اللہ کہاں ہیں؟ رسول خدا ﷺ کہاں ہیں؟ ناگہاں رسولؐ نکل کر اس عمارت میں داخل ہوگئے۔ پھر ندا آئی کہ ابوبکر صدیق کہاں ہیں؟ وہ بھی قصر میں داخل ہوگئے۔ اس طرح عمر بن خطاب، عثمان اور حضرت علیؑ کے لیے آواز دی گئی۔ اور وہ لوگ قصر میں داخل ہوگئے۔ اتنے میں عمر بن عبد العزیز کو بلایا گیا اور وہ اپنے نانا (عمر بن خطاب) کے پہلو میں بیٹھ گئے، جو رسول ﷺ کے بائیں طرف بیٹھے تھے۔ دائیں طرف ابوبکر تھے۔ میں نے نانا سے پوچھا: یہ کون ہے؟ جواب دیا: یہ عیسیٰ بن مریم ہیں۔ پھر ہاتف نے آواز دی: اے عمر بن عبد العزیز! اپنے عقیدے پر مضبوطی سے جمے رہو۔ جب ہم لوگ قصر سے نکلنے لگے تو عثمان نے کہا: "**الحمد لله الذی نصرنی ربی**" اور حضرت علیؑ نے فرمایا: "**الحمد لله الذی غفرلی ربی**" (اس روایت کو ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے)۔(۵)

۱۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۳۱۸۔ (ج۴، ص۳۳۹، نمبر ۹۷۵۰)۔ لسان المیزان، ج۶، ص۲۹۳۔ (ج۶، ص۳۵۹، نمبر ۹۲۸۶)۔
۲۔ العلل و معرفۃ الرجال، (ج۲، ص۳۰، نمبر ۱۴۵۴)۔ معرفۃ الرجال، (ج۱، ص۵۱، نمبر ۷)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۱، ص۳۲۹۔ نمبر ۱۶۶)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص۵۳ نمبر ۵۰)۔ کتاب المجروحین، (ج۱، ص۱۳۴)۔ تاریخ بغداد، (ج۶، ص۳۲۴۔ ۳۲۱۔ نمبر ۳۳۶۶)۔ تہذیب التہذیب، ج۱، ص۲۵۲۔ (ج۱، ص۲۲۱)۔
۳۔ کنز العمال، (ج۶، ص۱۸۳، ج۱۱، ص۷۰۲، حدیث ۳۳۵۱۶۔ منتخب کنز العمال مطبوع برحاشیہ مسند احمد، (ج۵، ص۲۳۶۔ ج۵، ص۲۱۱)۔
۴۔ صحیح بخاری، ج۹، ص۲۴۳۔ (ج۳، ص۱۳۳۸۔ حدیث ۳۴۵۷)۔
۵۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۹، ص۲۰۶، (ج۹، ص۲۳۲، حوادث ۱۰۱ھ)۔

ہمارے حریفوں کی حالت یہ ہے کہ وہ حق کو خوابوں اور خیالی پلاؤ کے ذریعہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس خواب سے عثمان کو ایسا صاف ستھرا بنا دیا ہے کہ جیسے انھوں نے کوئی پاپ کیا ہی نہیں اور عدول صحابہ نے ان پر کوئی تنقید ہی نہیں کی۔ بھولے بھالے عوام انھیں خوابوں میں الجھ کے عثمان کو بے گناہ اور حضرت علیؑ کو جو بعد رسول ﷺ افضل امت تھے، بے وقعت سمجھنے لگے ہیں۔ اس روایت میں تو انھیں حضرت علیؑ کو طلبگار مغفرت بتایا گیا ہے۔ کوئی بتائے تو حضرت علیؑ سے کیا گناہ سرزد ہوا اور کب؟ کیا جب قرآن نے انھیں نفس رسول ﷺ کہا اور رسول خدا ﷺ نے انھیں امت کا ولی بنایا؟ یا جب آیۂ ولایت اتری یا جب رسول ﷺ نے ان کے لیے حدیث ثقلین فرمائی۔ حضرت علیؑ نے تو محاصرہ عثمان کے وقت خانہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ موقع بہ موقع عثمان کو نصیحت کرتے رہے۔ شاید حضرت کی یہی غلطی تھی، حالانکہ اگر حضرت علیؑ کی بات عثمان مان لیتے تو اس بھیانک انجام سے دوچار نہ ہوتے۔

اس جعلی روایت کو فارسی داں یا کردیا عربی سے ناواقف شخص نے گڑھا ہے، ورنہ وہ "الحمد لله الذی نصرنی ربی یا غفولی ربی" نہ گڑھتا۔ ابن ابی الدینا نے عمر بن عبدالعزیز ہی کا اس سے بدتر خواب معاویہ کے لیے گڑھا ہے میں خدمت رسول ﷺ میں تھا۔ عمر و ابوبکر بھی تھے۔ اتنے میں علیؑ و معاویہ کو لایا گیا اور ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد علیؑ نکلے اور فرمایا: رب کعبہ کی قسم! میرے متعلق مفید ترین فیصلہ کیا گیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد معاویہ نکلے اور کہا: رب کعبہ کی قسم! میں بخش دیا گیا۔ (۱)

ان دونوں خوابوں کو جمع کرنے سے ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ گناہ کی کوئی باز پرس نہیں اور امام وقت کے خلاف خروج بھی کوئی ایسا اہم پاپ نہیں۔ عثمان، معاویہ اور علیؑ سبھی ایک صف میں ہیں۔... اس کو کہتے ہیں ہوائی اور بے پر کی۔

۴۰۔ بلاذری (۲) نے سعید بن خالد، صالح بن کیسان (اموی مسلک اور معلم پسر عمر بن عبدالعزیز تھا) سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے عثمان کو دیکھ کر کہا: یہ مومن، متقی اور شہید شبیہ ابراہیم ہے۔

۱۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۸، ص ۱۳۰۔ (ج ۸، ص ۱۳۹، حوادث ۶۰ھ)۔

۲۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۳، (ج ۶، ص ۱۰۱)۔

متذکرہ تینوں جھوٹے راویوں نے مرسل روایت نقل کی ہے۔ کسی نے بھی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا اسی لیے اس کی سند منقطع ہے۔ سعید بن مسیب عمر کی خلافت کے دو سال بعد پیدا ہوئے تھے۔

عثمان کی تمام زندگی میں تقویٰ اور ایمان کا کہیں نشان نہیں ملتا۔ علاوہ اس کے اگر شبیہ ابراہیمؑ تھے تو کوئی وجہ شبہ بھی ہونا چاہیئے۔ وہ معصوم، نبی، خلیل الرحمٰن تھے اور یہ حضرت ہمیشہ غرق عصیان رہے۔ پتہ نہیں جس آواز کو سعید نے بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنا اسے عائشہ نے اپنی زندگی میں سنا تھا کہ نہیں۔ ورنہ وہ عثمان کو نعثل نہ کہتیں، کافر کا خطاب نہ دیتیں۔ ابن عباس کو طاغی عثمان کی حمایت سے منع نہ کرتیں۔ رسولؐ کی تیر بادی کا ماتم نہ کرتیں۔ انھیں عائشہ کی طرف ایک روایت منسوب کی گئی ہے کہ اپنی بیٹی ام کلثوم کی شادی عثمان سے کر کے انھیں شبیہ ابراہیمؑ بنایا ہے۔ (۱) اس روایت کے راوی مسیب بن واضح (۲) کو تمام محدثین کذاب کہتے ہیں۔ خالد بن عمرو (۳) اور عمرو بن ازہر عتکی (۴) کی بھی تضعیف ہوئی ہے۔

۴۱۔ انساب بلاذری (۵) میں عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں حجر اسود کے پاس یہ تہیہ کر کے کھڑا ہوا کہ اس رات کسی کو جگہ نہیں دوں گا۔ اتنے میں کسی نے پیچھے سے میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔ تین بار توجہ نہ دی آخر مڑ کر دیکھا تو عثمان تھے تو میں حجر اسود کے پاس سے ہٹ گیا۔ انھوں نے ایک ہی رکعت میں پورا قرآن پڑھا اور واپس چلے گئے۔ (حافظ ابونعیم (۶) نے بھی باختلاف الفاظ یہ روایت لکھی ہے۔)

اس میں راوی حسین سے متعلق ابن عدی کہتے ہیں کہ وہ حدیث کا چور تھا۔ ازدی اسے انتہائی

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۸۱۔ (ج ۳، ص ۲۴۵۔ نمبر ۲۳۲۸)۔ لسان المیزان، ج ۴، ص ۳۵۳۔ (ج ۴، ص ۴۰۷، نمبر ۶۲۴۵)۔

۲۔ الجرح والتعدیل، (ج ۸، ص ۲۹۴ نمبر ۱۳۵۵)۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۷۱۔ (ج ۴، ص ۱۱۶، نمبر ۸۵۴۸)۔ لسان المیزان، ج ۶/، ص ۴۱/، (ج ۶، ص ۴۷، نمبر ۸۳۹۴)۔

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۳، ص ۳۳، نمبر ۵۹۴)۔ الضعفاء والمتروکون، (ص ۱۹۹، نمبر ۲۰۱)۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۹۹، (ج ۱، ص ۶۳۶، نمبر ۲۴۴۸)۔ تھذیب التھذیب، ج ۳، ص ۱۱۰۔ (ج ۳، ص ۹۵)۔

۴۔ التاریخ، (ج ۴، ص ۳۸۰، نمبر ۴۸۷۶)۔ التاریخ الکبیر، (ج ۶، ص ۳۱۶۔ نمبر ۲۵۰۷)۔ کتاب الضعفاء، والمتروکین، (ص ۱۸۶، نمبر ۴۷۸)۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۸۱، (ج ۳، ص ۲۴۵، نمبر ۶۳۲۸)۔ لسان المیزان، ج ۴، ص ۳۵۳، (ج ۴، ص ۴۰۶، نمبر ۶۲۴۵)۔

۵۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۷، (ج ۶، ص ۱۰۷)۔

۶۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۵۶۔ ۵۷۔

ضعیف کہتے ہیں۔امام احمد گمنام کہتے ہیں۔(۱)

اب ذرا عبدالرحمٰن سے پوچھیے کہ تم نے طلحہ کو کیوں نہ سمجھایا کہ جس عثمان کی یہ فضیلت ہے کہ اپنی جگہ چھوڑ دی، اس کے خلاف شمشیر برہنہ کیوں ہو؟ اس کا خون بہاتے ذرا شرم نہ کی اس کے علاوہ عثمان کے لیے جائز کہاں تھا کہ ایک شخص جو نماز کے لیے کھڑا ہے اسے ہٹائیں وہ جگہ اس سے مخصوص ہوگئی۔ ہٹا کر خود نماز پڑھنا حرام ہے۔(۲)

عثمان ایک رات میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے۔کاش! اس پر عمل بھی کرتے تو بدعتیں نہ پھیلاتے، اصحاب رسول کو اذیتیں نہ دیتے۔جس قرآن میں علیؑ کو نفس رسولؐ اور مصداق طہارت کہا گیا ہے اس کے مقابل مروان کو ترجیح نہ دیتے۔ایک سانس میں قرآن ختم کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ ٹھہر ٹھہر کے اور عمل کی نیت سے قرآن پڑھا جائے۔

۴۲۔ بلاذری (۳) نے مطرف بصری سے روایت کی ہے کہ جنگ جمل میں علیؑ مجھ کو دیکھ کر میرے پاس آئے۔ میں نے کہا: مجھے آپ کی خدمت میں آنا چاہئے تھا۔فرمایا: نہیں، میں سمجھا کہ تم عثمان کی وجہ سے مجھ سے کترا رہے ہو۔ میں نے معذرت کی تو فرمایا: تم ان سے محبت کرتے ہو تو سچی بات یہ ہے کہ عثمان نے ہم لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کیا اور سب سے زیادہ صلۂ رحم برتا۔

اس کے تمام راوی جیسے خلف بزار، (۴) عبدالوہاب بن عطا (۵) اور سعید بن ابی عروہ (۶) کی

۱۔الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۲،ص ۳۶۸،نمبر ۴۹۹)۔تھذیب التھذیب، ج ۲،ص ۲۴۳، (ج ۲،ص ۲۹۷)۔

۲۔صحیح مسلم، ج ۷،ص ۱۰، (ج ۴،ص ۳۸۱۔حدیث ۳۰،کتاب السلام)۔مسند احمد ج ۲،ص ۲۲، (ج ۲،ص ۹۶۔حدیث ۴۷۲۱)۔ صحیح بخاری، ج ۲،ص ۹۴۔(ج ۵،ص ۲۳۱۳۔حدیث 5915)۔شرح مسلم، نووی مطبوع بر حاشیہ ارشاد الساری، ج ۸،ص ۴۷۹، (ج ۱۴،ص ۱۶۰)۔نیل الاوطار، ج ۳،ص ۳۰۶، (ج ۳،ص ۲۸۳)۔

۳۔انساب الاشراف، ج ۵،ص ۷، (ج ۶،ص ۱۰۸)۔ ۴۔تاریخ بغداد، ج ۸،ص ۳۲۶۔

۵۔العلل و معرفۃ الرجال، (ج ۲،ص ۳۵۲،نمبر ۲۵۵۸)۔کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص ۱۶۳،نمبر ۳۹۵)۔الجرح والتعدیل، (ج ۶،ص ۷۲۔نمبر ۳۷۲)۔تھذیب التھذیب، ج ۶،ص ۴۵۱، (ج ۶،ص ۳۹۸)۔

۶۔الجرح والتعدیل، (ج ۴،ص ۶۵،نمبر ۲۷۶)۔طبقات ابن سعد، (ج ۷،ص ۲۷۳)۔کتاب الثقات، (ج ۶،ص ۳۶۰)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۳،ص ۳۹۳،نمبر ۸۲۲)۔تھذیب التھذیب، ج ۴،ص ۶۶۔۶۳۔(ج ۴،ص ۵۶)۔

تضعیف ہوئی ہے۔

اب ذرا متن روایت کو دیکھئے: کیا آپ حضرت علیؑ سے پوچھیں گے کہ اگر یہ صلہ رحم اور نیکی کرتے تھے تو آپ نے ان کی خلافت کو پیٹ پھلانے اور فصل بہار کی گھاس چرنے سے کیوں تشبیہ دی ہے؟

۴۳۔ابن عساکر(۱)، سیوطی(۲) اور قرمانی(۳) نے یزید بن ابی حبیب سے روایت کی ہے کہ جتنے بلوائی عثمان کے خلاف برسر پیکار ہوئے یا جنھوں نے قتل عثمان کا حکم دیا وہ سب دیوانے ہو گئے۔

یہ روایت بجائے خود دیوانگی ہے۔ اس میں یزید بن ابی حبیب، احمق اور سادہ لوح تھے۔ ذرا سوچئے تو تمام صوبوں سے آئے ہوئے صحابائے کرام اور پاکباز اہل ایمان سے متعلق کسی سیرت میں ہے کہ وہ بعد میں پاگل ہو گئے تھے۔ سبھی صحابائے کرام ستاروں کے مانند تھے، اگر پاگل ہو گئے تھے تو صحاح و مسانید میں ان کی روایات کیوں نقل ہیں۔ عمار یاسر، مالک اشتر، کعب، زید، صعصعہ... قتل عثمان کا حکم دینے والوں میں تو عائشہ، طلحہ، زبیر، عمرو عاص بھی تھے۔ کیا یہ سب پاگل ہو کر مرے؟

۴۴۔واحدی(۴) نے اسباب النزول میں عکرمہ و ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ آیت ﴿ضرب الله مثلاً عبداً مملوکا﴾(۵) ہشام بن عمرو کے بارے میں نازل ہوئی جو چھپا کر اور علانیہ انفاق کرتا تھا اور اس کا آزاد کردہ غلام ابوالخوراء کے متعلق ﴿ضرب الله مثلاً رجلین﴾(۶) نازل ہوئی۔ اس میں ''ابکم'' اسد بن ابی العیص کو کہا گیا ہے، اور اس آیت میں عدل کا حکم دینے والا اور صراط مستقیم پر قائم رہنے والا شخص عثمان بن عفان ہے(۷) اور طبقات بن سعد(۸) میں آیت ﴿و من یامر بالعدل﴾ کے متعلق لکھا ہے کہ عثمان کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہی بات ریاض طبری(۹) میں بھی ہے۔

۱۔تاریخ ابن عساکر، (ج۳۹،ص۴۳۶، نمبر ۴۶۱۹)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۱۶،ص۲۵۰)۔

۲۔تاریخ الخلفاء،ص۱۱۰، (ص۱۵۳)۔

۳۔اخبار الدول، مطبوع بر حاشیہ تاریخ کامل، ج۱،ص۲۱۳۔ (ج۱ص۳۰۱)۔

۴۔اسباب النزول،ص۲۱۰، (ص۱۸۸)۔

۵۔نحل/۷۵

۶۔نحل/۷۶

۷۔انساب الاشراف، ج۵،ص۴۱، (ج۶،ص۱۰۲)

۸۔طبقات ابن سعد، ج۳،ص۴۱۔ (ج۳،ص۶۰)

۹۔ریاض النضرۃ، ج۲،ص۱۰۳، (ج۳،ص۳۰)

اس بے پر کی روایت کا تجزیہ کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ سعید نے اپنے غلام برد سے کہا تھا کہ جس طرح عکرمہ نے ابن عباس کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کی ہیں، تم میری طرف منسوب نہ کرنا۔ (۱)

اب ذرا عثمان کی زندگی پر نظر ڈالئے، کب انھوں نے عدالت کا حکم دیا۔ ان کی پوری زندگی تو ظلم و بدعت سے بھری ہوئی ہے۔ طرید رسول کو بلا کر داماد بنالیا، نالائقوں کو گورنری دے دی، مال خدا کو امویوں کی چراگاہ بنادیا، بزرگ صحابہ کو اذیت دی، انھیں گالیاں دیں، صرف اس لیے کہ وہ امر بالمعروف کے ذریعے بیت المال کا تحفظ کرنا چاہتے تھے، حدود خدا کے تعطل پر احتجاج کرتے تھے۔ دین خدا کی تبدیلی کے متعلق صحابائے کرام کی گواہیاں موجود ہیں۔ کیا ایسا شخص اس آیت کا مصداق ہوسکتا ہے؟

۴۵۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ اگر لوگوں نے خون عثمان کا بدلہ نہ لیا ہوتا تو آسمان سے پتھر برستے۔ (۲)

حبر امت ابن عباس کی طرف یہ بات منسوب کر کے سمجھایا جارہا ہے کہ قصاص عثمان گویا شرعی چیز تھی۔ اگر ایسا تھا تو پھر رسول خدا ﷺ نے حضرت علیؑ کو کیوں وصیت فرمائی تھی کہ قاسطین و مارقین و ناکثین سے جنگ کرنا۔ (۳) اصحاب رسول ﷺ کی تعداد سیکڑوں تک پہونچتی ہے جنھوں نے قصاص عثمان کے سلسلے میں شرکت نہیں کی، بلکہ ان کے خلاف جنگ کی۔ کیونکہ خود وہی عثمان کی بدعتوں کی وجہ سے مخالف ہوئے اور انھیں قتل کیا۔ (علامہ امینیؒ نے (۱۴۵) اصحاب رسول ﷺ کے نام اس جلد میں

۱۔ المعارف، ص۱۹۴، (ص ۴۳۸)۔

۲۔ تاریخ ابن عساکر، (ج ۳۹، ص ۴۴۷۔ نمبر ۴۶۱۹)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۶، ص ۲۵۰)۔ تاریخ الخلفا، ص ۱۱۰۔ (ص ۱۵۲)۔ اخبار الدول مطبوع برحاشیہ، تاریخ کامل، ج ۱، س ۲۱۴۔ (ج ۱، ص ۲۱۴)۔

۳۔ تاریخ بغداد، (ج ۱۳، ص ۱۸۷، نمبر ۷۱۶۵)۔ کفایۃ الطالب، ص ۷۰، (ص ۱۶۹، باب ۳۷)۔ البدایۃ والنہایۃ، (ج ۷، ص ۳۰۶)۔ استیعاب، ج ۳، ص ۵۳، (القسم الثالث، ص ۱۱۱۷، نمبر ۱۸۵۵)۔ مجمع الزوائد، (ج ۷، ص ۲۳۸)۔ تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۲، ص ۳۷۰)۔ کنز العمال، (ج ۱۱، ص ۶۱۳، حدیث ۳۲۹۷۰)۔ شرح المواہب زرقانی، (ج ۳، ص ۳۱۷)۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۹، (ج ۳، ص ۱۵۰، حدیث ۴۶۷۴)۔ الخصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۳۸۔ (ج ۲، س ۲۳۵)۔

لکھے ہیں جنھوں نے علیؑ کے ساتھ مخالفوں سے جنگ کی)۔ حضرت علیؑ نے جنگ جمل کے قبل طلحہ (۱) و زبیر (۲) کے سامنے اتمام حجت کی تا کہ ان لوگوں کو امام وقت کے خلاف خروج کا بہانہ نہ رہ جائے۔ ان دونوں اور عائشہ پر ہی چھ ہزار مومنوں کے قتل کا وبال ہے (۳) پھر حکیم بن جبلہ کے ساتھ ستر بے گناہوں کو بھی قتل کیا۔ (۴) معاویہ نے بھی خون عثمان کا مطالبہ کیا، اسے شرعی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ معاویہ کے خلاف بھی علیؑ کی فوج میں اصحاب رسولؐ تھے۔ معاویہ کی وجہ سے دونوں طرف کے ۴۵ ہزار افراد قتل ہوئے۔ (۵) پھر بھی معاویہ نے خون عثمان کا مطالبہ ترک نہیں کیا۔ اس کے بعد بھی اتنے خون بہائے کہ ان کی حکومت مستحکم ہوگئی۔ جب حکومت مستحکم ہوگئی تو نہ خون عثمان کا بہانہ تھا نہ قاتلان عثمان کو حوالے کرنے کی بات۔

۴۶۔ خطیب بغدادی (۶) نے احمد بن محمد حمانی، ابو سھل فضل بن ابی طالب، عبد الکریم بن روح، ام عیاش جو رقیہ بنت رسولؐ کی کنیز تھی... سے روایت کی ہے کہ مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: میں نے ام کلثوم کا نکاح وحی آسمانی کی بناء پر کیا۔

۱۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۳۷۱، (ج ۳، ص ۴۱۹، حدیث ۵۵۹۴)، مروج الذھب، ج ۲، ص ۱۱۔ (ج ۲، ص ۳۸۲)۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۸۳، (ج ۸، ص ۵۶۸)۔ مختصر ابن عساکر، (ج ۱۱، ص ۲۰۴)۔ تذکرۃ الخواص، ص ۴۲۔ (ص ۷۲)۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۸۳۔ (ج ۱۱، ص ۳۳۲۔ حدیث ۳۱۶۶۲)۔

۲۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۳۶۶، (ج ۳، ص ۴۱۳، حدیث ۵۵۷۴۔ ۵۵۷۵)۔ الآغانی، ج ۱۶، ص ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ (ج ۱۸، ص ۶۰۔ ۶۲)۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۷۹۔ (ج ۴، ص ۱۲۹)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۰۰، ۲۰۴، (ج ۴، ص ۵۰۲، ۵۰۹)۔ المواھب الدنیۃ، ج ۲، ص ۱۹۵۔ (ج ۳، ص ۵۶۷)۔

۳۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۳۹۳۔ (ج ۷، ص ۵۳۹۔ حدیث، ۲۶۶۵۷)۔ مجمع الزوائد، (ج ۷، ص ۲۳۴)۔ المعجم الکبیر، (ج ۱، ص ۳۳۲۔ حدیث ۹۹۵)۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۳۷۔ (ج ۱۱، ص ۱۹۶۔ حدیث ۳۱۲۰۵)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۷۶، (ج ۵، ص ۴۶۵)۔ الخصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۱۳۷، (ج ۲، ص ۲۳۳)۔

۴۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۸۰۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ (ج ۴، ص ۴۷۰۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ حوادث، ۳۶ھ)۔

۵۔ کتاب صفین ص ۵۴۳۔ (ص ۴۷۵)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۲۷۴، ۳۱۲۔ (ج ۷، ص ۳۰۴۔ حوادث ۳۶ھ ص / ۳۴۶، حوادث ۳۷ھ)۔ فتح الباری، ج ۱۳۔ ص ۷۲۔ (ج ۱۳، ۸۴)۔

۶۔ تاریخ بغداد ج ۱۲، ص ۳۶۴۔

خطیب نے اس لچر روایت کے ضعف کو محض بنی امیہ کی محبت میں بیان نہیں کیا ہے، احمد بن محمد کے سلسلے میں محدثین کہتے ہیں کذاب راویوں میں یہ شخص سب سے بڑا بے حیا تھا۔ ناقابل اعتماد تھا کیونکہ جعلی حدیثیں بیان کرتا تھا۔ (۱) عبد الکریم گمنام اور متروک الحدیث ہے۔ (۲) ابن عدی نے اسی روایت کو عمیر بن عمران حنفی کے طریق سے نقل کر کے اس کی تضعیف کی ہے۔ دوسرے بھی اس کے ہم خیال ہیں۔ (۳)

اس میں شک نہیں کہ رسول کا ہر کام وحی آسمانی کی بناء پر ہوتا تھا لیکن ہر احسان و بخشش طرف مقابل کے لیے وجہ فضیلت نہیں بن سکتی۔ اختلاف موارد کی وجہ سے مصلحت بدلتی رہتی تھی۔ کبھی آپ اتمام حجت کے لیے اور کبھی دینداروں کی آگاہی کے لیے اقدام فرماتے تھے۔ بنی امیہ کے دل میں جو ہاشمیوں کے لیے کینہ جوش مارتا تھا اس کی وجہ سے کسی احسان کو امویوں نے سراہا نہیں، چنانچہ عثمان نے رقیہ کے انتقال کی شب میں دوسری عورت سے شب باشی کی، رقیہ کو پوچھا تک نہیں۔ (۴) چنانچہ رسول اکرمؐ

۱۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۱، ص۱۹۹، نمبر۴۴)۔ کتاب المجروحین، (ج۱، ص۱۵۳)۔ الضعفاء والمتروکون، (ص۱۲۳۔ نمبر ۵۹)۔ تاریخ بغداد، ج۴، ص۲۰۷۔ ج۵، ص۳۴۔ المنتظم، ج۶، ص۱۵۷۔ (ج ۱۳۔ ص۱۹۵۔ نمبر۲۱۶۷)۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۶۶۔ (ج۱، ص۱۴۰، نمبر۵۵۵)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۱۱، ص۱۳۱، (ج۱۱، ص۱۵۱، حوادث، ۳۰۸ھ) تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص۵۶، (ج۵، ص۳۷۳، نمبر ۱۵۸)۔ لسان المیزان، ج۱، ص ۲۶۹۔ (ج۱، ص۲۹۴۔ نمبر۸۳۰)۔ اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۴۲۔ ۱۴۲۔ (ج۲، ص۸۰، ۳۰۱)۔

۲۔ الجرح والتعدیل، (ج۶، ص۶۱، نمبر ۳۲۵)۔ الثقات (ج۸، ص۴۲۳)۔ تھذیب التھذیب، ج۶، ص۳۷۲، (ج۶، ص۳۳۲)۔ میزان الاعتدال، (ج۲، ص۶۴۴۔ نمبر۵۱۶۱)۔

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۵، ص۷۰، نمبر۱۳۴۹)۔ میزان الاعتدال، (ج۳، ص۲۹۶۔ نمبر۶۴۸۹)۔ الضعفاء الکبیر، (ج۳، ص۳۱۸۔ نمبر۱۳۳۶)۔ لسان المیزان، ج۴، ص۳۸۰، ج۴، (ص۴۳۹، نمبر۶۳۴۵)۔

۴۔ طبقات ابن سعد، ج۸، ص۳۱۔ (ج۸، ص۳۸)۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۴، ص۴۷، (ج۴، ص۵۲۔ حدیث۶۸۵۳) سنن بیہقی (ج۴، ص۵۳)۔ الروض الانف، ج۲، ص۱۰۷، (ج۵، ص۳۶۲)۔ تاریخ طبری، (ج۱۱، ص۴۹۸، حوادث، ۹ھ)۔ نہایۃ ابن اثیر، ج۳، ص۲۷۶، (ج۴، ص۴۶) لسان العرب، ج۱۱، ص۱۸۹، (ج۱۱، ص۱۲۷)۔ الاصابۃ، (ج۴، ص۴۸۹)۔ تاج العروس، (ج۶، ص۲۲۰)۔

نے رقیہ کے دفن کے وقت عثمان کی توہین کی اور قبر میں اترنے نہیں دیا۔ ممکن ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وجہ سے رشتہ دامادی کیا ہو کہ کینہ تھے لیکن مساعی جمیلہ کامیاب نہیں ہوئیں۔ اب ذرا حضرت علیؑ و عثمان کے برتاؤ کا تقابل کیجئے۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا علیؑ سے راضی ہو کر گئیں اور رقیہ عثمان سے ناراض گئیں اور عثمان نے انتقال رقیہ پر غم کا مظاہرہ نہ کیا، دوسری عورت سے کھیلتے رہے۔

۴۷۔ ازدی نے عبدالواحد... ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان سے فرمایا: تم میرے داماد و مددگار ہو اور خداوند نے مجھ سے عہد فرمایا ہے کہ میرے ساتھ جنت میں رہو گے۔

ذھبی (۱) کہتے ہیں کہ عبدالواحد کی روایتیں مہمل اور باطل ہوتی ہیں۔

۴۸۔ طبرانی نے سالم اور ان کے باپ سے روایت کی ہے کہ عمر زخمی ہوئے اور شوریٰ تشکیل دی تو ان کی بیٹی حفصہ نے کہا: بابا جان! لوگ کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو آپ نے نامزد کیا ہے وہ پسندیدہ نہیں ہیں۔ عمر نے کہا: مجھے سہارا دو۔ جب بیٹھ گئے تو فرمایا: ممکن ہے تم لوگ عثمان کے لیے کہو لیکن میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جب عثمان مریں گے تو ان پر فرشتے نماز پڑھیں گے۔ میں نے پوچھا: صرف عثمان یا تمام مومنین پر فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ فرمایا: صرف عثمان پر۔ (۲) (پوری حدیث میں تمام ارکان شوریٰ کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔)

اس روایت کے متعلق ذھبی (۳) کہتے ہیں کہ جعل ہے۔ ابن حجر لسان المیزان میں کہتے ہیں کہ خود اس کے متن سے روایت کا جعلی ہونا واضح ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: راویوں میں بکر بن سھل دمیاطی ضعیف اور جعلیات میں ماہر ہے۔ (۴)

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۱۵۸۔ (ج ۲، ص ۶۷۵، نمبر ۵۲۹۶)۔

۲۔ لسان المیزان، ج ۵، ص ۲۲۶۔ (ج ۵، ص ۲۵۶۔ نمبر ۷۵۸۳)۔

۳۔ میزان الاعتدال، (ج ۳، ص ۶۰۵۔ نمبر ۷۷۹۲)۔

۴۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۸۴، (ج ۱، ص ۳۴۵۔ نمبر ۱۲۸۴)۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۵۲، ج ۵، ص ۲۲۶۔ (ج ۲، ص ۶۳، نمبر ۱۷۱۸، ج ۵، ص ۲۵۶۔ نمبر ۷۵۸۳)۔

۴۹۔خطیب (۱) نے عیسیٰ بن محمد اسکافی ،شعیب بن حرب ،ھمدانی سے روایت کی ہے کہ مجھ سے مسجد کوفہ کے شیخ نے بیان کیا کہ نعمان بن بشیر نے کہا: میں علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے فرمایا:"ان الذین سبقت لھم منا الحسنی" کی آیت عثمان اوران کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہےاور میں بھی اصحاب عثمان میں ہوں۔

کوئی ذرا خطیب سے پوچھے کہ عیسیٰ بن محمد کون ہے، کیا بیچتا ہے؟ پھر ذرا ھمدانی سے پوچھے کہ اس شیخ کا نام کیوں نہ لیا؟ شاید وہ خیالی شخص ہو یا ابھی پیدا ہی نہیں ہوا۔نعمان بن بشیر تو امام وقت کے باغی تھے جن کے متعلق قیس بن سعد نے فرمایا تھا کہ بخدا! تم مکار، گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہو۔ پھر یہ کہ کیا یہ وہی علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں، جنھیں عثمان نے ینبع جلاوطن کیا تھا،علیؑ نے تو نہ قتل عثمان کو روکا نہ جنازہ کی سنگ باری روکی۔آخر وہ کیسے صحابی عثمان تھے؟

۵۰۔روایت ہے کہ جس رات علیؑ کا فاطمہ سلام اللہ علیہا سے عقد ہوا، عثمان نے دیکھا کہ علیؑ اپنی زرہ چار سو درھم میں بیچنا چاہتے ہیں۔تو عثمان نے کہا کہ یہ علیؑ کی زرہ ہے جو فارس اسلام ہے، بخدا! کبھی اسے بکنے نہ دوں گا۔ پھر غلام کو چار سو درہم دے کر بھیجا کہ میرا نام نہ بتانا۔صبح کو عثمان نے اپنے گھر میں چار سو درہموں کی تھیلی پائی جس میں لکھا تھا کہ خدائے رحمان کی طرف سے برائے عثمان۔جبرئیل نے اس کی خبر رسول کو دی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان سے فرمایا: بہت خوب اے عثمان!

حلبی (۲) نے بحوالہ سیوطی لکھ کر کہا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ابن ادریس حوت (۳) بھی اس جعلی روایت کو پاپ کا ڈھیر کہتے ہیں۔

جردانی نے مصباح الظلام (۴) میں لکھا ہے کہ جو شخص عثمان بن عفان، معاذ بن جبل، عبدالرحمن بن عوف، زید بن ثابت، ابی بن کعب، طلحہ بن عبدالرحمن اور تمیم الداری کا نام لکھ کر دھوئے اور اس پانی

۱۔تاریخ بغداد، ج۱۱،ص۱۶۹۔

۲۔سیرۂ حلبیہ، ج۲،ص۲۲۸، (ج۲،ص۲۰۶)۔الحاوی للفتاوی، (ج۲،ص۱۸۴)۔

۳۔اسنی المطالب،ص۲۸۷، (ص۶۰۱)۔

۴۔مصباح الظلام، ج۲،ص۲۹۔(ج۲،ص۷۱۔حدیث،۳۶۲)۔

سے منہ دھوئے تو کبھی اندھا نہ ہوگا۔ صبح کے وقت وہ پانی پیے تو نسیان کا عارضہ نہ ہوگا۔ جو لکھ کر پیے تو عورتوں سے عاجز نہ ہوگا، شہوت تیز ہوگی۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اندھوں، بھلکڑوں اور ہجڑوں کو یہ نسخہ ضرور آزمانا چاہیے۔

یہ مہمل اور شرمناک روایات کا کچھ نمونہ تھا، جسے امویوں اور بصریوں نے دولت کی طمع میں گڑھ لیا، بعد کے محدثین نے عقیدت میں بغیر سند کو پرکھے درج کرلیا۔ ان جعلی روایات کی اشاعت میں تعصب نے بھی بڑی مدد کی۔ شیطان نے اس عمل کو خوشنما کر کے ان کے سامنے پیش کیا اور وہ اس جھوٹ کے پلندے کو اچھی چیز سمجھے بیٹھے ہیں۔

خلفاء ثلاثہ کی فضیلت میں غلو

فضائل خلفاء ثلاثہ کے غلو کا تھوڑا سا نمونہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جس میں ہوس پرستوں کی دنیا طلبی اور اندھی عقیدت کے شرمناک مظاہرے، جعلی روایات کی شکل میں نظر آئے۔ یہ روایات نہ تو تاریخ سے میل کھاتی ہیں نہ خلفاء کے اخلاقی خصوصیات یا اعتقادات و اعمال مطابقت دکھاتے ہیں۔ اب آپ کے سامنے کچھ ایسی روایات پیش کی جاتی ہیں جو ان تینوں پر حاوی ہیں، کیونکہ خواہشوں کی زبان بڑی لمبی چوڑی ہوتی ہے، ان باتوں کا احاطہ مشکل ہے۔

تفتازانی شرح مقاصد (۱) میں لکھتے ہیں کہ ابوبکر و عمر و عثمان کی امامت پر ہمارے اصحاب کا استدلال ہے کہ وہ معصوم نہیں ہیں۔ حالانکہ یہ بھی اجماعی بات ہے کہ ان کا معصوم ہونا لازمی نہیں، اگرچہ معصوم بھی امام ہوسکتا ہے، ان معنوں میں کہ جب سے ایمان لائے انھوں نے گناہوں سے اجتناب کیا۔

مشہور مناظر محمود اصبہانی مطالع الانظار (۲) میں لکھتے ہیں کہ خلافت کے لیے عصمت شرط نہیں۔ برخلاف اسماعیلیوں اور اثناء عشریوں کے۔ اور امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ خلیفہ غیر معصوم ہوتا ہے، البتہ ہم یہ

۱۔ شرح المقاصد، ج ۲، ص ۲۷۹، (ج ۵، ص ۲۴۹)۔ ۲۔ مطالع الانظار، ص ۴۷۰۔

نہیں کہتے کہ وہ معصوم نہیں تھے۔ اسی گہار میں حافظ نور محمد افغانی ہانک لگاتے ہیں کہ عثمان معصوم تھے۔ (۱)

اور ہم نے ان معصوموں کے کردار کا کچا چٹھا پیش کیا ہے، جس میں ان کی جاہلی عادتیں نمایاں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام لانے کے بعد بھی وہ عادل نہیں رہ گئے تھے، معصوم ہونے کی بات تو دور کی ہے۔ تفتازانی نے جو دو اجماع بیان کئے ہیں وہ ان کی فاحش ترین غلطی ہے۔ مثلاً ابوبکر کے اجماع کو دیکھئے جو اجماع کے مفہوم پر سیاہ دھبہ اور شرمناک امر ہے۔ ابوبکر کی بیعت کو اجماعی کہا جا رہا ہے، جبکہ صرف ایک یا دو یا پانچ آدمیوں نے بیعت کی تھی۔ (۲) اسی لیے پانچ آدمیوں کے اتفاق پر اجماع کا نام دے دیا جاتا ہے۔ ابوبکر کی بیعت سے اکثر صحابہ نے روگردانی اختیار کی، پھر کچھ لوگوں کی مدد سے دھونس دھمکی کے ذریعے سب سے منوایا گیا۔ یہاں تک کہ رئیس خزرج سعد بن عبادہ کو جناتوں نے قتل کر ڈالا۔ عمر کی خلافت میں بھی اجماع نام کو نہیں بلکہ ابوبکر کی نص کے ذریعے خلیفہ ہوئے۔ صحابہ نے ابوبکر پر اعتراض بھی کیا کہ ایک فظ غلیظ کو ہم پر مسلط کر کے خدا کو کیا جواب دوگے؟ (۳)

عثمان کو شوریٰ کے چھ آدمیوں نے متعین کیا اور پھر عبدالرحمٰن نے اکیلے انھیں خلافت دے کر علیؑ سے زبردستی منوایا۔ (۴)

دوسرے یہ کہ بالفرض بقول تفتازانی اگر ان تینوں پر اجماع کو مان بھی لیں تو دوسروں کے متعلق جو دعویٰ کیا جاتا ہے اس کی کیا دلیل ہے؟ جو لوگ بعد رسول ﷺ سے لے کر شوریٰ کے حالات تک کا مطالعہ کرتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ کہیں بھی عصمت کی بات آتی ہی نہیں۔ وہاں تو صرف حوزہ اسلامی کی

۱۔ تاریخ مزار شریف، ص۴۔

۲۔ المواقف، (ص ۳۹۹)۔ شرح المواقف جرجانی، ج ۳، ص ۲۶۷۔ ۲۶۵۔ (ج ۸، ص ۳۵۲)۔ الاحکام السلطانیہ ماوردی۔ ص۴۔ ج ۲، (ص ۶۔ ۷۔) الارشاد جوینی، ص ۴۲۴۔ (ص ۳۵۷)۔ شرح سنن ترمذی ابن عربی مالکی، (ج ۱۳، ص ۲۲۹)۔، تفسیر قرطبی، ج ۱، ص ۲۳۰۔ (ج ۱، ص ۱۸۶)۔

۳۔ روضۃ الناظرین وتری بغدادی، ص ۲، ریاض النضرۃ، ج ۱، ص ۱۸۱۔ (ج ۱، ص ۲۲۴)۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۳۲۴۔ (ج ۵، ص ۶۷۸۔ حدیث ۱۴۱۷۸۔ ۱۴۱۷۹)۔

۴۔ المواقف، (ص ۳۹۹)۔ انساب الاشراف بلاذری، ج ۵، ص ۲۲۔ (ج ۶، ص ۱۲۸)۔

داخلی و خارجی حفاظت اور اجراء حدود تک بات محدود ہے۔ چنانچہ متکلمین اہلسنت خلافت کو صرف انھیں خیالات تک محدود سمجھتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ اجماع کو ابوبکر کے وقت دلیل و حجت اس وقت سمجھا جائے جب قتل عثمان کے وقت بھی حجت سمجھا جائے۔ اگر عثمان کے وقت کہا جائے کہ چند اموی اوباش اور ان کے ہوا خواہ اس اجماع میں شامل نہیں تھے تو ہم کہیں گے کہ ابوبکر کے وقت بھی تو بہت سے لوگ ان میں شامل نہیں تھے۔ اہلبیت کے ساتھ بہت سے ہاشمی اور مہاجرین وانصار قطعی مخالف تھے، بعد میں ہم خیال بھی ہوئے تو دھونس دھمکی سے ہم خیال ہوئے۔ تاکہ امت تفرقہ کا شکار نہ ہو۔ حضرت علیؑ کا خطبہ شقشقیہ اور معاویہ کو خطوط اس کے شاہد عادل ہیں۔ ان سے خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی پوری طرح قلعی کھل جاتی ہے۔ اس صورتحال میں تینوں کے معصوم ہونے کا دعوی کہاں گیا؟ اگر ہم اس بات کو طول دیں تو اپنے مطلب سے بہت دور ہٹ جائیں گے۔ اب یہاں تجلیل وفضیلت خلفاء ثلاثہ پر مشتمل چند روایات پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ امام، فقیہ محدث ثقہ، ابوالحسین محمد بن احمد ملطی شافعی اپنی کتاب البتہ التنبیہ والرد علی اھل الاھواء والبدع (۱) میں محمد بن عکاشہ، معاویہ بن حماد، زھری سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص شب جمعہ غسل کرے اور دو رکعت نماز پڑھے جس میں ایک ہزار مرتبہ قل ھو اللہ پڑھے تو وہ خواب میں رسول خداؐ کی زیارت سے مشرف ہوگا۔ ابن عکاشہ کہتے ہیں کہ چنانچہ میں نے ہر شب جمعہ مداومت شروع کر دی، اس لالچ میں کہ خواب میں رسول خداؐ کی زیارت کرسکوں۔ ایسے ہی ایک جاڑے کی رات آئی، میں نے غسل کر کے نماز پڑھی، پھر نیند آگئی تو احتلام ہوگیا۔ میں نے غسل کر کے دوبارہ دو رکعت نماز پڑھی۔ قریب فجر قبلہ رو تھا کہ رسول خداؐ چودھویں رات کے چاند کی طرح نمودار ہوئے، آپ بردیمانی اوڑھے ہوئے تھے، سلام کیا تو آپ نے جواب سلام فرمایا۔ دل میں نیت کر لی کہ حضور کے آگے کے چاروں ٹوٹے دانت دیکھ لوں۔ آپ نے تبسم فرمایا تو میں نے چاروں دانت دیکھ لیے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہؐ! علماء و فقہاء مجھ سے اصول وعقائد اہلسنت کے متعلق اختلاف کرتے ہیں، اب میں

۱۔ التنبیہ والرد علی اھل الاھواء البدع، ص ۲۳۔ (ص ۱۷-۱۵)۔

اصلاح کے لیے آپ کو سنا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔

میں نے عرض کی: قضائے الٰہی پر راضی ہونا، حکم خدا کو مان لینا، حکم خدا پر صبر، ایمان قضاء وقدر پر اور یہ کہ خیر وشر خدا کی طرف سے ہیں.... بادشاہ چاہے ظالم ہو یا عادل اس کی حکمرانی پر صبر، کسی مسلمان کو کافر نہ کہا جائے چاہے وہ گناہ کبیرہ ہی کرے اور اصحاب محمدؐ سے باز رہنا۔ جب یہ کہا تو رسول خداؐ بلند آواز سے روئے۔ بعد رسولؐ تمام لوگوں میں افضل ابوبکر پھر عمر، پھر عثمان، پھر علیؑ۔ عکاشہ کا بیان ہے کہ علیؑ کا نام لے کر دل میں خیال کیا کہ وہی جو رسولؐ کے ابن اعم اور داماد تھے۔ رسولؐ نے تبسم فرمایا، گویا وہ میرے دل کی حالت جانتے تھے۔ میں نے تین رات متواتر یہ خواب دیکھا اور عقائد کی تصحیح کی۔ جب بھی عثمان وعلیؑ پر پہونچتا تو آپ فرماتے: عثمان پھر علیؑ، عثمان پھر علیؑ تین بار۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے۔ میرے دل میں ایسی حلاوت بھر گئی کہ آٹھ دن تک کچھ کھایا پیا نہیں۔ یہاں تک کہ نماز واجب بھی پڑھنے کی طاقت نہ رہی۔ جب کھانے لگا تو وہ حلاوت ختم ہوگئی۔ خدا گواہ ہے اور وہی گواہی کے لیے کافی ہے۔

امیر المومنین متوکل نے احمد بن حنبل سے کہا کہ مجھے عقائد اہلسنت تعلیم کیجئے تو آپ نے اسی حدیث کو بیان کر دیا۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

اس حدیث پر تو ماتمدار بڑھیا بھی ہنس دے۔ پھر سند کو دیکھیے تو ابوزرعہ کہتے ہیں کہ ابن عکاشہ کذاب ہے۔ (۱) حاکم اسے ضعیف کہتے ہیں۔ دس ہزار سے زیادہ جھوٹی حدیثیں آل رسولؐ کے خلاف گڑھی ہیں۔ ایسی روایت کو محدث ثقہ نے آنکھ بند کر کے لکھ مارا۔ خدا ایسی اندھی بہری عقیدت کا ناس مارے۔

۲۔ بلاذری (۲) انساب میں خلف بزار، ابوشہاب حناط، خالد حذاء بصری، ابوقلابہ بصری، انس

۱۔ لسان المیزان، ج۵، ص۲۸۷۔ (ج۵، ص۳۴۴۔ نمبر ۶۸۷۷)۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۱۰۴۔ (ج۳، ص۶۵۰۔ نمبر ۷۹۵۶)۔ اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۳۴۔ ۱۳۴۔ ۲۰۹۔ (ج۲، ص۶۵۔ ۲۴۸۔ ۳۹۱)۔ التذکار قرطبی۔ (ص۱۵۵)۔

۲۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۵۔ (ج۶، ص۱۰۵)۔

سے روایت ہے کہ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں مہربان ترین ابوبکر ہیں۔ دین کے بارے میں سخت ترین عمر ہیں، بہترین قاری ابی ہیں، صادق ترین شرمیلے عثمان ہیں، حلال وحرام کے واقفکار ترین معاذ اور فرائض کے ماہر زید بن ثابت ہیں اور ہر امت کا امین ہوتا ہے۔ اس امت کے ابوعبیدہ ہیں۔ ابن عساکر (۱) بھی اس روایت کو لکھتے ہیں، جلد ششم میں (۲) بسند ابوسعید خدری لکھا ہے اور کہا ہے کہ عقیلی کہتے ہیں کہ اس کے اسناد غیر محفوظ ہیں لیکن متن معروف ہے۔

اس بے پر کی روایت میں بزار جیسا ثقہ و امین پکا شرابی تھا۔ امام احمد بن حنبل نے بھی کہا کہ چاہے وہ شراب ہی کیوں نہ پیتا ہو لیکن میرے نزدیک معتبر ہے۔ روایت کا متن شراب کی مدہوشی کی طرف پوری طرح اشارہ کرتا ہے۔ (۳)

اب ذرا ابوبکر کی امت پر مہربانی دیکھئے: فجاءة (۴) کو جلا کر مار ڈالا، بنوحنیفہ پر خالد بن ولید کے ظلم وستم کو سراہا، (۵) صدیقہ فاطمہ علیہا السلام کا دعوی فدک لچر دلیل سے ٹھکرادیا۔ اگر مہربان تھے تو صدیقہ طاہرہ علیہا السلام باپ کی قبر سے فریاد کیوں کر رہی ہیں: خطاب کے بیٹے اور قحافہ کے بیٹے نے آپ کے بعد مجھ پر بڑے ظلم ڈھائے۔ (۶) آپ ہر نماز کے بعد ابوبکر کو بددعا کرتی تھیں۔ جب کہ رسول کا ارشاد ہے کہ فاطمہ علیہا السلام میرا پارۂ جگر ہے، خدا فاطمہ علیہا السلام کے غضب سے غضبناک اور خوشنودی سے راضی ہوتا ہے۔ ان کی مہربانی علی علیہ السلام سے پوچھئے، جب کہ آپ کو بیعت کے لیے کھینچ کر لایا جا رہا ہے اور آپ قبر رسولؐ سے

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص۳۲۵، (ج۷، ص۳۲۷۔ نمبر ۵۵۸)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۴، ص۱۹۹)۔

۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج۶، ص۱۹۹، (ج۲۱، ص۳۱۳۔ نمبر ۲۵۹۹)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۱۰، ص۴۱)۔

۳۔ الضعفاء الکبیر، (ج۲، ص۱۵۹، نمبر ۶۶۴)۔

۴۔ تاریخ طبری، ج۳، ص۲۳۴۔ (ج۳، ص۲۶۴۔ حوادث ۱۱ھ)۔ البدایة والنھایة، ج۶، ص۳۱۹۔ (ج۶، ص۳۵۱، حوادث ۱۱ھ)۔ تاریخ کامل، ج۲، ص۱۳۶، (ج۲، ص۲۷، حوادث ۱۱ھ)۔ الاصابة، (ج۲، ص۲۲۳۔ نمبر ۴۴۴۴)۔

۵۔ ریاض النضرة، ج۱، ص۱۰۰۔ (ج۱، ص۱۲۹)۔

۶۔ الامامة والسیاسة، ج۱، ص۱۳۔ (ج۱، ص۲۰)۔ الاعلام النساء، ج۳، ص۱۲۰۶۔ (ج۴، ص۱۱۵)۔ الامام علی عبد المقصود، ج۱، ص۲۲۵۔ (مجلد، ج۱، ص۱۹۱)۔

فریاد کررہے ہیں: ماںجائے! اس قوم نے مجھ کو کمزور کردیا ہے اب قتل پر آمادہ ہیں۔(۱)

اب رہے عمر، دین کے بارے میں سخت ترین...تو دین کے بارے میں سختی کا مطلب یہ ہے کہ قرآن وسنت کے نفاذ میں سختی دکھائی جائے نہ کہ ہر کس وناکس پر فظ غلیظ بن جایا جائے۔ اس شخص نے قرآن وحدیث کے کتنے احکام اپنی جہالت اور خواہش نفس سے پامال کیے، اسے چھٹی جلد میں لکھا جاچکا ہے۔ عثمان کی حیا پر گذشتہ صفحات میں لکھا ہی ہے مزید کچھ آٹھویں جلد میں بھی اشارہ کیا ہے، یہاں دہرانے کا موقع نہیں۔ دوسروں کا کچا چٹھا کیا بیان کیا جائے۔ ان تین کی اوقات معلوم ہوجانے کے بعد دوسروں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت بھی نہیں!

۳۔ صحیح بخاری (۲) میں محمد بن حنیفہ سے روایت ہے کہ میں نے پدر بزرگوار سے پوچھا: بعد رسولؐ سب سے بہتر کون ہے؟ فرمایا: ابوبکر۔ میں نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: عمر۔ میں ڈرا کہ کہیں تیسرے نمبر پر عثمان کا نام نہ لیں اس لیے عرض کی: پھر آپ؟ فرمایا: میں تو صرف مسلمانوں کی ایک فرد ہوں۔

تاریخ خطیب (۳) میں اضافہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے سوال پر پوچھا: کیا تم جانتے نہیں؟ پھر دونوں نام لیے۔ بعد میں فرمایا: تیرا باپ بھی عام مسلمانوں کی طرح ہے جو ان دونوں کی ذمہ داریاں تھیں وہی اس کے لیے بھی ہیں۔

صحیح بخاری میں اس قسم کے بہتان عظیم بہت ہیں۔ محمد حنفیہ ایسے نادان نہیں تھے کہ عمر وابوبکر کو نہ پہچانتے ہوں اور اپنے باپ کے مرتبے کی واقفیت نہ رکھتے ہوں۔ کیا وہ عثمان کی بدعتوں سے بھی ناواقف تھے؟

اگر حضرت علیؑ کا یہی خیال تھا تو عثمان کے قتل کے دن اسے چھپایا کیوں؟ (۴) اگر ابوبکر خیر امت تھے تو حضرت علیؑ نے بیعت سے کنارہ کشی کیوں کی؟ صدیقہ طاہرہ علیہا السلام کو مہاجرین وانصار کے گھروں پر

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۴۔ (ج۱، ص۲۰)۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، ج۵/۲۴۹ (ج۳، ص/۱۳۴۲، حدیث/۳۴۶۸)۔

۳۔ تاریخ بغداد، ج۱۳، ص۴۳۲۔

۴۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۹۴۔ (ج۶، ص۲۱۶)۔

احتجاج کے لیے کیوں بھیجا؟ (۱)

حضرت علیؑ اس قسم کی بات کیسے کہتے جبکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ **علی خیر من اترکه بعدی**، (۲) **خیر رجالکم علی بن ابی طالب**۔ (۳) **علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر**، (۴) **من لم یقل علی خیر الناس فقد کفر** (۵) اپنی پارۂ جگر سے فرمایا: اے فاطمہؑ! خدا نے اہل ارض پر اول نظر کی تو تیرے باپ کا انتخاب کیا، پھر دوبارہ نظر ڈالی تو تیرے شوہر کا انتخاب کیا۔ (۶) کیا حضرت علیؑ اپنے متعلق ان آیات سے بھی ناواقف تھے جس میں انھیں نفس رسول ﷺ کہا گیا ہے، طہارت کا اعلان کیا گیا ہے، رسول خدا ﷺ نے حدیث منزلت فرمائی، یوم مواخاۃ اپنا بھائی بنایا۔ ان کے محاسن واخلاق کا ہم پلہ کوئی کیا ہوسکتا ہے، وہ سب سے اولی تھے اور سب کے مولا تھے۔ حدیث طیر کی روشنی میں محبوب خدا اور رسول ﷺ تھے۔ پھر رسول ﷺ خدا نے فرمایا: لوگوں میں مجھے محبوب ترین علیؑ ہیں۔ خود عائشہ بھی محبوبیت خدا اور رسول ﷺ کا اقرار کرتی ہیں۔ (۷)

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۲، (ج۱، ص۱۹)۔

۲۔ مواقف ایجی، ج۳، ص۲۷۶، (ص۴۰۹)۔ مجمع الزوائد، (ج۹، ص۱۱۳)۔

۳۔ تاریخ بغداد، (ج۴، ص۳۹۲۔ نمبر ۲۲۸۰)۔

۴۔ تاریخ بغداد، (ج۷، ص۴۲۱۔ نمبر۳۹۸۴)۔ کنوز الحقائق مطبوع بر حاشیہ، جامع الصغیر، (ج۲، ص۱۶)۔ کنز العمال، ج۶، ص۱۵۹۔ (ج۱۱، ص۶۲۵۔ حدیث، ۳۳۰۴۵)۔

۵۔ تاریخ بغداد، (ج۳، ۱۹۲۔ نمبر۱۲۳۴)۔ کنز العمال، ج۶، ص۱۵۹، (ج۱۱، ص۶۲۵، حدیث ۳۳۰۴۶)۔

۶۔ المواقف، ایجی، (ص۸، ص۴۱۰)۔ تاریخ بغداد، (ج۴، ص۱۹۵)۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۲۹۔ (ج۳، ص۱۴۰، حدیث ۴۶۴۵)۔ مجمع الزوائد، (ج۹، ص۱۱۲)۔، کنز العمال، ج۶، ص۳۹۱۔ (ج۱۳، ص۱۰۸، حدیث ۳۶۵۵)۔ نزھۃ المجالس، (ج۲، ص۲۲۶)۔

۷۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۵۴۔، (ج۳، ص۱۶۷۔ حدیث ۴۷۳۱)۔ العقد الفرید، ج۲، ص۲۷۵۔ (ج۴، ص۱۲۳) خصائص نسائی، ص۲۹، (ص۱۲۷، حدیث ۱۱۱)۔ سنن نسائی، (ج۵، ص۱۳۹، حدیث ۸۴۹۶)۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۶۱۔ (ج۳، ص۱۰۴)۔
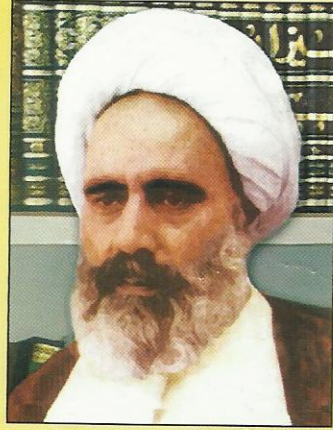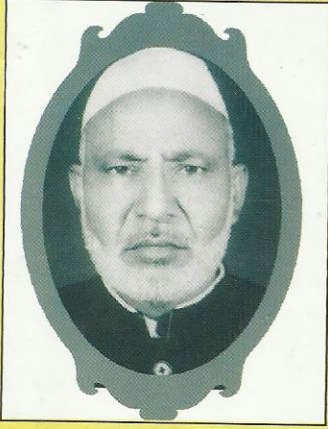
حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی (طاب ثراہ)

ولادت: ۲۵/صفر ۱۳۲۰ھ

وفات: ۲۸/ربیع الثانی بروز جمعہ ۱۳۹۰

''الغدیر'' گیارہ جلدوں پر مشتمل یہ کتاب لگ بھگ ۴۵۱۳ صفحات پر پھیلی ہوئی تحقیق وتتبع کی داد دیتی ہے، بقول شہید مرتضی مطہریؒ: یہ کتاب تمام زہر آگیں پروپیگنڈے کے برخلاف، یہ ثابت کرتی ہے کہ شیعیت قرآن وسنت کی منطق پر استوار ہے، تشیع پر لگائے گئے تمام اتہامات لچر اور بے بنیاد ہیں، اس کتاب نے حضرت علیؑ اور تمام آئمہ طاہر (علیہم السلام) کی مظلومیت کو حساس ترین انداز میں نمایاں کیا ہے۔ جسے پڑھنے کے بعد ہر شخص اعتراف حق پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اسی لئے کتاب کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کے نامور علماء و محققین نے اس کتاب سے متعلق احساس قدر دانی انگیز کر کے اپنے بہترین خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن کیالی حلبی کہتے ہیں: ہر مسلمان کے پاس یہ کتاب رہنا چاہئے۔

ڈاکٹر محمد غلاب مصری کہتے ہیں: یہ کتاب صاحبان تحقیق کی آرزو ہے۔

یہ عظیم کتاب اتنی قدر دانی کی مستحق کیوں نہ ہو جب کی علامہ امینیؒ نے اس کی تالیف وتحقیق میں برسوں زحمتیں برداشت کی ہیں اور صرف تحقیقی مواد فراہم کرنے کے لئے ہندوستان، مصر، شام کے علاوہ کئی ملکوں کا چکر لگایا ہے۔ ان پرخلوص کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج شیعی دائرۃ المعارف کی حیثیت سے ''کتاب الغدیر'' افق تشیع پر چھائی ہوئی ہے۔ (ناشر)

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری مرحوم

ولادت: ۱۹۴۷ھ

وفات: ۲۶/ذیقعدہ ۱۴۲۲ بمطابق ۱۰/فروری ۲۰۰۲

کتاب ''الغدیر'' زمانہ طالب علمی ہی سے مولانا مرحوم کی توجہات کا مرکز رہی ہے، آپ کے دل میں اسی وقت یہ جذبہ مدوجزر پیدا کرنے لگا تھا کہ اس علمی اور تحقیقی کتاب کو اردو جیسی ترقی یافتہ زبان میں ضرور منتقل ہونا چاہئے لیکن ہندوستان کے حالات اور طباعت کی سنگینی کے پیش نظر خاموش بیٹھ رہے۔

۱۹۹۰ میں جب مولانا مرحوم، مولانا سید نیاز علی رضوی بھیک پوری کی زحمت ومشقت اور کوششوں کے ذریعے مرجع عالی قدر آیۃ اللہ العظمٰی ناصر مکارم شیرازی دامت برکاتہ کی دعوت پر ایران آئے تو معظم لہ نے برصغیر کے حساس موضوع کو مدنظر رکھتے ہوئے تھوڑی تلخیص کے ساتھ ''الغدیر'' کا ترجمہ کرنے کو کہا، اہم کتاب اور حساس موضوع کے دیکھتے ہوئے ''نہیں'' کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ فوراً مثبت جواب دے دیا اور ترجمہ میں مشغول ہو گئے۔

یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ مولانا مرحوم نے آج سے تقریباً پندرہ سال قبل، دیہات کی زندگی میں وسائل وآسائش حیات کی کمی کے باوجود الغدیر کی تمام جلدوں کا ترجمہ کر ڈالا تھا جس کی ایک جلد ۱۹۹۳ھ میں منظر عام پر آچکی ہے، لیکن پھر حالات نا مساعد ہوتے چلے گئے اور دوسری جلدوں کی طباعت کی نوبت نہ آسکی نیز دو جلدیں (چھٹی اور گیارہویں) حالات کی ستم ظریفی کی نذر ہو گئیں، جن کی تکمیل کا فریضہ ان کے فرزند ''مولانا سید شاہد جمال رضوی'' نے بحسن وخوبی انجام دیا ہے۔ (ناشر)